صدر وفاق المدارس
حضرت مولانا **سلیم اللہ خان** صاحب مدظلہم
کی تقریظ کے ساتھ

سلیس اردو ترجمہ، تفصیلی عنوانات، حل لغات، تخریج، شرح حدیث اور جامع اسلوب

طریق السالکین

امام نووی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب

ریاض الصالحین

کی سلیس و جامع اردو شرح

مؤلف : امام ابی زکریا یحییٰ بن شرف النووی الدمشقی ۶۳۱ - ۶۷۶

مترجم و شارح : مولانا ڈاکٹر ساجد الرحمٰن صدیقی مدظلہم رئیس تخصص فی الدعوۃ جامعہ دار العلوم کراچی

ابن مولانا محمد اشفاق الرحمٰن رحمہ اللہ شارح مؤطا امام مالک

مقدمہ : مفتی احسان اللہ شائق معین مفتی دار الافتاء جامعۃ الرشید کراچی

اردو بازار، کراچی

طریق السالکین
امام نووی ؒ کی مشہور کتاب
ریاض الصالحین
کی سلیس و جامع اردو شرح
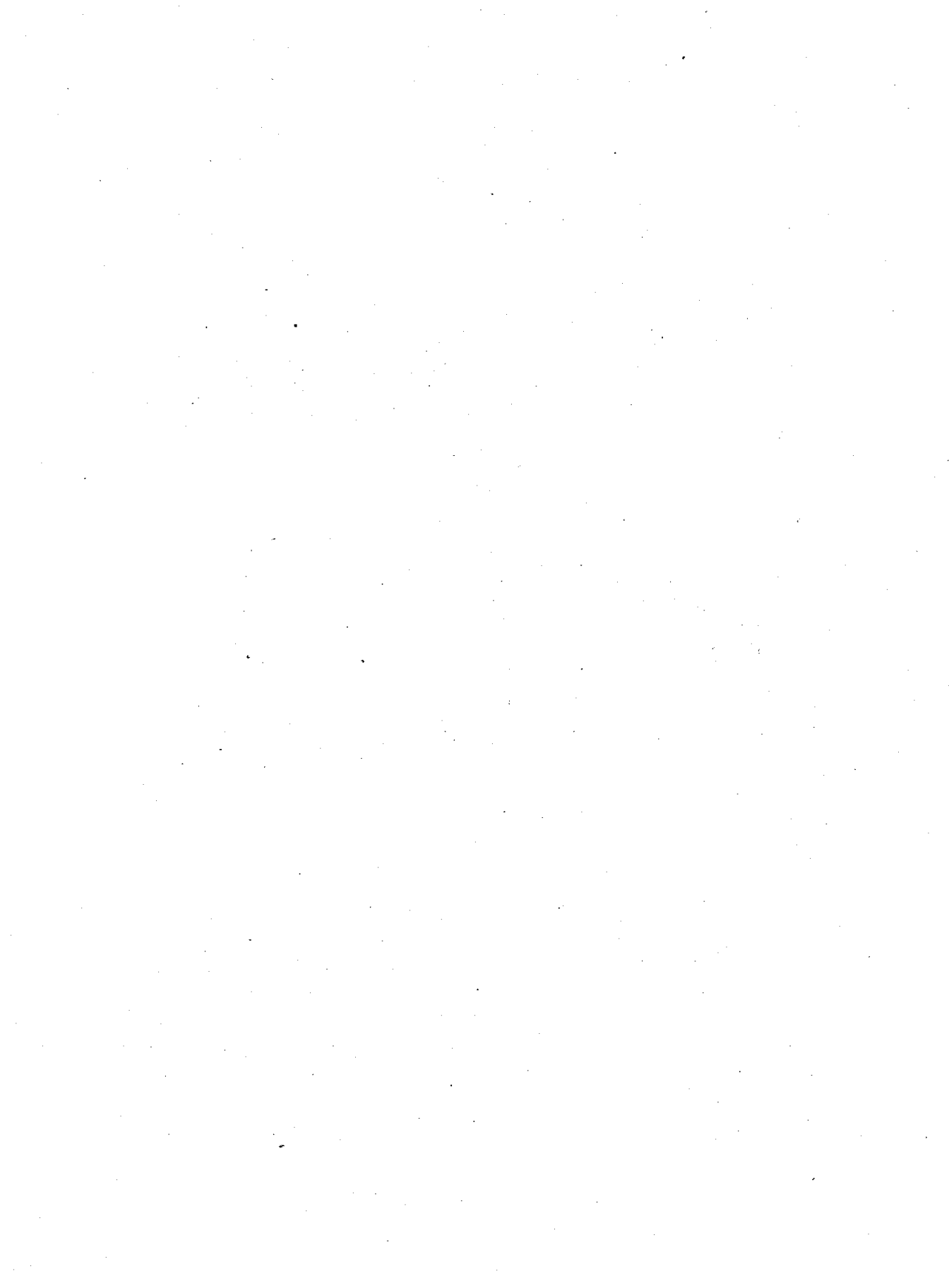
صدر وفاق المدارس حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم کی تقریظ کے ساتھ

سلیس اُردو ترجمہ، شرح حدیث تفصیلی عنوانات، حل لغات، تخریج اور جامع اسلوب

جلد دوئم

مؤلف : امام ابی زکریا یحیٰی بن شرف النووی الدمشقی ۶۳۱ - ۶۷۶

مترجم و شارح : مولانا ڈاکٹر ساجد الرحمٰن صدیقی مدظلہم رئیس تخصص فی الدعوۃ جامعہ دارالعلوم کراچی

ابن مولانا محمد اشفاق الرحمٰن صاحب شارح موطا امام مالک

مقدمہ : مُفتی احسان اللہ شائق معین مفتی دارالافتاء جامعۃ الرشید کراچی

دارالاشاعت
اُردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : جنوری ۲۰۰۸ء علمی گرافکس
ضخامت : 709 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

……ملنے کے پتے……

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھ روڈ لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

Azhar Academy Ltd.
54-68 Little Ilford Lane
Manor Park, London E12 5Qa

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

امریکہ میں ملنے کے پتے

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

فہرست

الباب (٦٦)

اِسْتِحْبَابُ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ لِلرِّجَالِ وَمَا يَقُوْلُهُ الزَّائِرُ

مردوں کے لیے زیارتِ قبور کا استحباب اور زائر زیارت کے وقت کیا کہے؟

قبر کی زیارت کیا کرو

۵۸۱. عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا " رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةٍ ." فَمَنْ اَرَادَاَنْ يَزُوْرَ الْقُبُوْرَ فَلْيَزُرْ فَاِنَّهَا تُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ ."

(۵۸۱) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں زیارتِ قبور سے منع کر دیا تھا، اب زیارت کیا کرو۔ (مسلم)

ایک روایت میں ہے کہ جو شخص قبروں کی زیارت کرنا چاہے پس وہ زیارت کرے بے شک قبروں کی زیارت آخرت کو یاد دلانے والی ہے۔

تخریج حدیث (۵۸۱): صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لاهلها .

راوی حدیث: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے اور اسلام قبول کیا آپ ﷺ کے ساتھ بنو اسلم کے اسی افراد نے اسلام قبول کیا، صلح حدیبیہ اور بیعتِ رضوان میں شرکت کی اور دیگر غزوات میں بھی شرکت فرمائی۔ آپ سے ۱۶۴ احادیث مروی ہیں۔ جن میں سے ایک متفق علیہ ہے۔ ۶۳ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابة في تميز الصحابة)

کلماتِ حدیث: نهيتكم : میں نے تمہیں منع کیا تھا، میں نے تمہیں روک دیا۔ منهي : وہ امر جس سے منع کر دیا گیا ہو جمع منهيات. ناهي: روکنے والا، منع کرنا، منع کرنے والی بات یا حکم۔ الاوامر والنواهي : احکام اور ممانعتیں۔ الامر بالمعروف والنهي عن المنكر : اچھائیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا۔

شرح حدیث: آغازِ اسلام میں رسول اللہ ﷺ نے قبرستان جانے اور قبروں کی زیارت کرنے سے منع فرما دیا تھا کیونکہ لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے اور اس امر کا اندیشہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں جو رسوم و بدعات قبرستان میں ہوا کرتی تھیں کہیں ان کا اعادہ نہ ہو۔ لیکن جب اسلام دلوں میں راسخ ہو گیا تو قبروں پر جانے کی اجازت دیدی گئی۔ علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اعتبار اور موعظت کے لیے قبرستان جانا مستحب ہے تاکہ موت آنکھوں کے سامنے رہے اور یہ احساس غالب رہے کہ ہمیں بھی اللہ کے گھر جانا ہے اور وہاں اپنے اعمال کو پیش کرنا ہے کہ اس استحضار سے انسان آمادۂ عمل ہوتا ہے اور برے اعمال کے چھوڑنے پر طبیعت آمادہ ہوتی ہے اور توبہ و استغفار کی جانب توجہ ہوتی ہے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٤٠/٧)

رسول اللہ ﷺ کا رات کے وقت جنت البقیع تشریف لے جانا

۵۸۲. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهَاقَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُها مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ اِلَى الْبَقِيْعِ فَيَقُوْلُ: "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ وَاَتَاكُمْ مَا تُوْعَدُوْنَ، غَدًا مُؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۵۸۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ ان کی باری کی رات میں انکے پاس قیام فرماتے تو آپ ﷺ رات کے آخری حصہ میں بقیع تشریف لے جاتے اور فرماتے کہ تم پر سلامتی ہو اے مؤمنین کے گھر۔ تمہارے پاس وہ کل آگیا جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اور انشاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔ اے اللہ بقیع غرقد والوں کی مغفرت فرما۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۵۸۲): صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند دخول القبور والدعاء لاھلھا .

کلمات حدیث: بقیع : مدینہ منورہ کا قبرستان۔ جنة البقیع : غرقد : ایک قسم کی جھاڑی، چونکہ اس قبرستان میں یہ جھاڑیاں تھیں اس لیے اسے بقیع الغرقد کہا جاتا تھا۔ اتاکم ما توعدون غدا : تمہارے پاس آگیا جس کے وقوع کا کل تم سے وعدہ تھا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ رات کے آخری پہر میں قبرستان تشریف لے جاتے اور اہل قبور کے لیے دعا فرماتے اور کہتے کہ جو وعدہ تم سے کیا گیا تھا وہ تم نے سچ پایا اور تمہارے سامنے آگیا ہم بھی ان شاء اللہ جلد تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں، جنۃ البقیع مدینہ منورہ میں واقع ہے اس میں دس ہزار صحابہ مدفون ہیں۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۳٤/۷۔ روضة المتقین : ۱۲۹/۲۔ دلیل الفالحین : ۱۵/۳)

●●●●●●●●●●●●

قبرستان میں داخل ہوتے وقت پڑھنے کی دعاء

۵۸۳. وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ اِذَا خَرَجُوْا اِلَى الْمَقَابِرِ اَنْ يَقُوْلَ قَائِلُهُمْ : " اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، اَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۵۸۳) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو تعلیم دیتے کہ قبرستان جا کر یہ دعاء پڑھیں:

" السلام علیکم اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا انشاء الله بکم لا حقون أسال الله لنا ولکم العافیة ."

"اے مؤمنوں اور مسلمانوں کی بستیوں والوں تم پر سلامتی ہو اور انشاء اللہ ہم بھی تمہارے ساتھ آملیں گے ہم اللہ سے اپنے لیے اور

تمہارے لیے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔"

تخریج حدیث(۵۸۳): صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند دخول القبر والدعاء لاھلھا .

کلماتِ حدیث: لا حقون : ملنے والے، لاحق ہونے والے۔ لحق لحوقا ولحاقا (سمع) آملنا، متصل ہونا۔

شرحِ حدیث: رسولِ کریم ﷺ اپنی امت کے لیے شفیق اور رؤف رحیم ہیں آپ ﷺ کی امت پر شفقت دنیا میں بھی آخرت میں بھی، زندگی میں بھی ہے اور مرنے کے بعد بھی، دعاء مغفرت کی صورت میں بھی ہے اور شفاعت کی صورت میں بھی۔ آپ ﷺ نے تعلیم فرمائی کہ جب قبرستان میں جاؤ تو اہل قبور پر اللہ کی سلامتی بھیجو اور ان کے لیے اور اپنے لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے ہمیں اور تمہیں احوال قبور اور احوالِ قیامت اور عذابِ قبر سے عافیت عطا فرمائے اور ہمیں اور تمہیں اس دار القرار میں کامیابی عطا فرمائے۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ۳۸/۷۔ روضة المتقین : ۱۳۰/۲۔ دلیل الفالحین : ۱۷/۳)

---

۵۸۴. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرٍ بِالْمَدِيْنَةِ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ : " اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ، يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ ." رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۵۸۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ کے قبرستان سے گزرتے تو چہرۂ انور ان کی طرف فرمالیتے اور کہتے کہ:

" السلام علیکم یا أهل القبور یغفر الله لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالأثر ."

"اے اہل قبور! تم پر سلامتی ہو اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت کرے اور تم ہم سے پہلے آ گئے ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں۔"

تخریج حدیث(۵۸۴): الجامع للترمذي، ابواب الجنائز، باب ما یقول الرجل إذا دخل المقابر .

کلماتِ حدیث: سلف : پچھلے لوگ آباء واجداد، جمع اسلاف . سلف صالح صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین۔ نحن بالأثر : ہم عنقریب تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔

شرحِ حدیث: قبرستان میں جا کر اہل قبور کے لیے اور اپنے لیے دعاءِ مغفرت کرنا چاہیے، ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل قبور کے ساتھ وہی تعلق رکھنا چاہیے جو ان کے ساتھ زندگی میں تھا یعنی جس قدر ادب و تعظیم اور تکریم آدمی دنیا میں اس شخص کی موت سے پہلے کرتا تھا اب بھی اسی طرح کی تکریم کا اظہار کرے۔

جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ قبر میں چہرے کے مواجہ ہو کر دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قبلہ رو ہو کر دعائے مغفرت کرنی چاہیے، قبر پر حاضری کے وقت بہتر یہ ہے کہ ایک مرتبہ سورۃ الفاتحہ اور تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب مردے کو بخش دے اور اس کے لیے دعائے مغفرت کرے۔ (تحفة الأحوذي : ۱٤۸/٤۔ دلیل الفالحین : ۱۸/۳)

الباب (٦٧)

كَرَاهِيَةُ تَمَنِّيُ الْمَوْتِ بِسَبَبِ لِضَرٍّ نَزَلَ بِهِ وَلَا بَاسَ بِهِ لِخَوْفِ الْفِتْنَةِ فِي الدِّيْنِ

تکلیف یا مصیبت کی بناء پر تمنائے موت کی کراہت اور دین میں فتنہ کے خوف سے اس کا جواز

موت کی تمنا کرنا ممنوع ہے

۵۸۵. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " لَا يَتَمَنّٰى اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ اِمَّا مُحْسِناً فَلَعَلَّهُ يَزْدَادُ وَاِمَّا مُسِيْئًا فَلَعَلَّهُ يَسْتَعْتِبُ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ . وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ : عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَا يَتَمَنّٰى اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ وَلَا يَدْعُ بِهِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَاْتِيَهُ اِنَّهُ اِذَا مَاتَ انْقَطَعَ عَمَلُهُ، وَاِنَّهُ لَا يَزِيْدُ الْمُؤْمِنَ عُمْرُهُ اِلَّا خَيْراً ."

(۵۸۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے اگر وہ اچھے اعمال کرنے والا ہے تو ہوسکتا ہے کہ وہ مزید اعمال کرے اور اگر وہ برے اعمال کرنے والا ہے تو ہوسکتا ہے کہ اسے توبہ کی توفیق مل جائے ۔ (متفق علیہ الفاظ صحیح بخاری کے ہیں ۔)

اور صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی موت کی آرزو نہ کرے اور نہ اس کے آنے سے پہلے اس کی دعاء کرے کیونکہ آدمی کے مرنے کے ساتھ اس کے اعمال بھی منقطع ہو جاتے ہیں اور مؤمن کی عمر کی زیادتی اس کی بھلائی میں اضافہ کا سبب بنتی ہے ۔

تخریج حدیث (۵۸۵): صحيح البخاری، كتاب الدعوات، باب الدعاء بالموت والحياة . صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب كراهية تمنى الموت لضر نزل به.

کلمات حدیث: محسنا : اچھے اعمال کرنے والا ۔ یستتعب : اللہ کی طرف معذرت سے رجوع کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا طلب گار رہو ۔ استعتب استعتاباً (باب استفعل) رضامندی چاہنا ۔

شرح حدیث: موت کی تمنا سے منع فرمایا گیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نیک آدمی کے اعمالِ صالحہ میں عمر کے بڑھنے کے ساتھ اضافہ ہوتا رہے گا اور اگر آدمی برے اعمال کا مرتکب ہے تب بھی یہ امید ہے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ توبہ کر لے اور اپنے مالک کو راضی کر لے، لیکن فرمایا کہ موت کی تمنا یا موت کی دعاء موت کے آنے سے پہلے نہ کرے لیکن اگر موت کا وقت آ گیا ہے تو پھر زندگی کی تمنا نہ کرے کہ یہ بظاہر اللہ سے ملاقات سے گریز کے مترادف ہوگا نیز یہ کہ رسول اللہ ﷺ کا وقتِ وفات قریب آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

" اللّٰهم الحقني بالرفيق الأعلىٰ. "

''اے اللہ! مجھے رفیق اعلیٰ میں پہنچادے۔''

اور یہ آپ ﷺ نے اس وقت فرمایا جب آپ ﷺ کو زندگی یا موت کے اختیار کا حق دیا گیا، لیکن آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے پاس مقاماتِ بلند کا انتخاب فرمایا۔

غرض جو شخص اللہ کے احکام پر عمل پیرا ہے اور اعمالِ صالحہ میں مصروف اور وہ تمام کام انجام دے رہا ہے جو رضائے الٰہی کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں تو اس کی عمر میں اضافہ ہوگا اسی قدر جنت کی نعمتوں میں اضافہ ہوگا اور اخروی زندگی میں درجات بلند ہوں گے اور جس کے اعمال ایسے نہیں ہیں تو ممکن ہے کہ وہ زندہ رہا تو توبہ کرے اور اللہ کی طرف رجوع کرے اور محسنین میں داخل ہو جائے۔

(فتح الباري : ۷۸۴/۳۔ إرشاد الساري : ۱۹۵/۱۵۔ عمدة القاري : ۸/۲۔ دليل الفالحين : ۱۹/۳)

دنیوی تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا منع ہے

۵۸۶. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ اَصَابَهٗ فَاِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَاعِلاً فَلْيَقُلْ : اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا، وَتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِيْ . " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۵۸۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص تکلیف پہنچنے کے وقت موت کی آرزو نہ کرے اگر ایسا کرنا ضروری ہو تو یہ کہے کہ اے اللہ! مجھے زندہ رکھ جب تک زندگی میرے حق میں بہتر ہو اور مجھے وفات دے دے اگر میری موت میرے لیے بہتر ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۵۸۶): صحيح البخاري، كتاب المرضى باب تمنى المريض الموت . صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء باب كراهية تمنى الموت لضر نزل به .

کلماتِ حدیث: ضر : تکلیف، مصیبت، نقصان۔ لضر أصابه : کسی مصیبت کی وجہ سے جو اسے پہنچی ہو۔

شرحِ حدیث: موت کا ایک وقت مقرر ہے جو نہ آگے ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے ہٹ سکتا ہے۔ یہ اللہ کی طے کردہ تقدیر ہے جس پر بندہ ایمان لا چکا ہے۔ اس لیے موت کی تمنا کرنا ایک طرح کا اعتراض ہے تقدیر الٰہی پر اور قضاوقدر میں مداخلت ہے غرض کسی بیماری یا مصیبت یا تکلیف یا پریشانی سے تنگ آ کر موت کی تمنا یا دعا کرنا درست نہیں ہے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ۸/۱۷)

تعمیر میں خرچ ہونے والے پیسے پر اجر نہیں ملتا

۵۸۷. وَعَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ قَالَ : دَخَلْنَا عَلٰى خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نَعُوْدُهٗ، وَقَدِ

اکْتَوٰی سَبْعَ کَیَّاتٍ فَقَالَ: اِنَّ اَصْحَابَنَا الَّذِیْنَ سَلَفُوْا مَضَوْا وَلَمْ تَنْقُصْهُمُ الدُّنْیَا' وَاِنَّا اَصَبْنَا مَالَا نَجِدُلَهٗ' مَوْضِعًا اِلَّا التُّرَابَ وَلَوْ لَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا اَنْ نَدْعُوَ بِالْمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِهٖ . ثُمَّ اَتَیْنَاهُ مَرَّةً اُخْرٰی وَهُوَیَبْنِیْ حَائِطًا لَهٗ' فَقَالَ : " اِنَّ الْمُسْلِمَ لَیُوْجَرُ فِیْ کُلِّ شَیْئٍ یُنْفِقُهٗ اِلَّا فِیْ شَیْءٍ یَجْعَلُهٗ' فِیْ هٰذَا التُّرَابِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ . وَهٰذَا لَفْظُ رِوَایَةِ الْبُخَارِیِّ .

(۵۸۷) حضرت قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم خباب بن ارت کی عیادت کے لیے گئے انہوں نے سات داغ لگوائے تھے۔ وہ کہنے لگے کہ ہمارے جو اصحاب گزر گئے اور چلے گئے دنیا نے ان میں کوئی کمی نہیں کی اور ہمیں اتنا کچھ مل گیا ہے کہ ہم اس کے لیے مٹی کے سوا کوئی جگہ نہیں پاتے اگر نبی کریم ﷺ ہمیں موت کی دعا کرنے سے منع نہ فرماتے تو میں ضرور دعا کرتا۔ پھر ہم دوبارہ ان کے پاس گئے تو وہ اپنی دیوار بنا رہے تھے انہوں نے کہا کہ مؤمن جہاں بھی خرچ کرتا ہے اسے اجر ملتا ہے سوائے اس کے جو وہ اس مٹی پر کرتا ہے۔ (متفق علیہ) اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

تخریج حدیث (۵۸۷): صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب تمنی المریض الموت . صحیح مسلم، کتاب الذکر، باب کراھیة تمنی الموت لضر نزل به .

کلمات حدیث: اکتوی : داغ لگوایا، علاج کے طور پر داغ لگوانا۔ اکتوی سبع کیات : سات مرتبہ یا سات مقامات پر داغ لگوائے۔ بطورِ علاج سات داغ لگوائے۔ زمانۂ جاہلیت کا ایک طریقہ علاج۔

شرح حدیث: حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے اپنی کسی بیماری کے علاج کے لیے اہل عرب کے طریقہ علاج کے مطابق سات داغ لگوائے۔ جامع ترمذی رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق آپ نے یہ داغ پیٹ میں لگوائے تھے۔ ان داغوں سے آپ کو بہت تکلیف ہوتی اور فرمایا کہ جس ابتلاء سے میں گزرا ہوں اصحاب نبی ﷺ میں سے کوئی نہیں گزرا۔ ابن العربی فرماتے ہیں کہ اس ابتلاء سے ان کی مراد یہ بیماری نہیں بلکہ مال کی کثرت کو انہوں نے ابتلاءِ عظیم کہا ہے۔ ترمذی رحمہ اللہ ایک روایت میں ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں میرے پاس ایک درہم نہیں ہوا کرتا تھا اور آج میرے گھر کے ایک کونے میں چالیس ہزار موجود ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ابتلاء سے مراد وہ تکالیف اور مصائب مراد ہوں جو مشرکین نے پہلے اسلام لانے والوں کو پہنچائیں۔ ان کے ہاتھوں جس تعذیب سے خود حضرت خباب رضی اللہ عنہ گزرے، گویا حضرت خباب رضی اللہ عنہ سمجھتے تھے کہ اللہ نے اس تعذیب اور ابتلاء کا صلہ انہیں دنیا میں بھی عطا فرمایا ہے اور انہیں دنیا میں وسعت عطا کی ہے، اور ان کی تمنا یہ تھی کہ انہیں یہ سارا اجر آخرت ہی میں ملتا۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اصحاب رسول ﷺ سے جو اس دنیا سے پہلے چلے گئے دنیا نے ان کے آخرت کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں بلکہ ان کا ثواب اخروی اسی طرح برقرار رہا، مگر مجھے اب دنیا میں بھی حصہ مل گیا ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی ہمارا اجر و ثواب اللہ کے یہاں مقرر ہو گیا اس کے بعد ہم میں سے کچھ اللہ کے گھر چلے گئے اور انہوں نے دنیا میں سے کوئی حصہ نہیں پایا ان میں سے ایک مصعب بن عمیر ہیں۔

خلفائے راشدین کے عہدِ مبارک میں ان کے عادلانہ طرزِ عمل کی بناء پر ہر شخص مستغنی ہو گیا اور یہ حال ہو گیا کہ غنی (مالدار) کو محتاج نہیں ملتا تھا کہ اس کے ساتھ حسن سلوک کر سکے۔ اسی بناء پر حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب ہم مٹی کی دیوار بنا کر اس میں اپنا مال خرچ کر رہے ہیں کہ انفاق کے اور مواقع موجود نہیں رہے۔ اور فرمایا کہ ہر انفاق پر اجر ہے مگر مٹی پر خرچ کرنے کا تو اجر نہیں ہے۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ جس ابتلاء کا حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے ذکر فرمایا وہ ابتلاءِ دنیا اور مال دنیا ہے اور دنیا کی اس کثرت سے ان کی طبیعت میں آزردگی پیدا ہوئی اور انہوں نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے موت کی تمنا سے منع نہ فرمادیا ہوتا تو میں موت کی تمنا کرتا۔ وجہ آزردگی یہ تھی کہ جو اصحابِ رسول ﷺ دنیا کی کثرت ہونے سے پہلے اللہ کے گھر چلے گئے انہیں اسلام کے راستے میں مصائب برداشت کرنے کا پورا پورا صلہ مل گیا لیکن جو ان کے بعد زندہ رہے ایسا نہ ہو کہ دنیا کی کثرت میں مبتلا ہو کر اس اجر و ثواب میں کمی آجائے جو اللہ کے یہاں سابقہ خدمت کے صلہ میں جمع ہوا تھا اور یہ ایسی عظیم ابتلاء ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے تمنائے موت سے منع نہ فرمایا ہوتا تو میں تمنا کرتا۔

(فتح الباري : ٥٤/٣ ـ إرشاد الساري : ٤٠٢/١٢ ـ روضة المتقين : ١٣٤/٢)

البَابُ(٦٨)

اَلْوَرَع وَتَرْكُ الشُّبُهَاتِ
ورع اور ترکِ شبہات

١٩٩ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿١٥﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اور تم اس کو ہلکی بات سمجھتے ہو اور یہ اللہ کے یہاں بہت بڑی بات ہے۔'' (النور:١٥)

تفسیری نکات: آیت مبارکہ کا تعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برات سے ہے کہ جو بعض لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا جسے ''افک'' کہتے ہیں۔ اس کی برأت خود اللہ تعالیٰ نے فرمائی۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر لگائی گئی تہمت کا ازالہ ایک بچے سے کرایا گیا۔ حضرت مریم السلام کی برأت کی تصدیق ان کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی کرائی گئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت خود اللہ تعالیٰ نے فرمائی۔

مقصود یہ ہے کہ سنی سنائی بات بغیر تحقیق کے نقل کرنا برائی ہے اگر کسی خاتون کی عصمت کے بارے میں ہو تو بہت ہی بڑی برائی ہے۔ تم اس بات کو ہلکا اور معمولی سمجھ رہے ہو لیکن یہ اللہ کے یہاں ایک جرم عظیم ہے۔ (معارف القرآن)

٢٠٠ . وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿١٤﴾ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''بے شک تیرا رب گھات میں ہے۔'' (الفجر:١٤)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور یہ سارے اعمال اللہ کے فرشتے لکھ رہے ہیں تمہارا کوئی عمل اور کوئی حرکت اللہ سے مخفی نہیں ہے پھر تمہیں حساب کے لیے ہمارے سامنے پیش ہونا ہے اور ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا دی جائے گی۔ (معارف القرآن)

حلال وحرام واضح ہے

٥٨٨ . وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ " اِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَاِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ، كَالرَّاعِيْ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى

يُوشَكُ اَنْ يَرْتَعَ فِيهِ، اَلا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمىً ، اَلا وَاِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهُ اَلا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ اَلا وَهِيَ الْقَلْبُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَرَوَيَاهُ مِنْ طُرُقٍ بِاَلْفَاظٍ مُتَقَارِبَةٍ .

(۵۸۸) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہات ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے۔ جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچالیا اور جو شبہات میں گر پڑا تو وہ حرام میں مبتلا ہو گیا جیسے چرواہا چراگاہ کے آس پاس جانور چراتا ہے قریب ہے کہ جانور چراگاہ میں داخل ہو جائے سن لو کہ ہر بادشاہ کی چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ کی چراگاہ وہ امور ہیں جن کو اس نے حرام قرار دیا ہے۔ سن لو کہ جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو تو سارا جسم درست ہوتا ہے جب وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے خبردار وہ دل ہے۔ (متفق علیہ) اور بخاری و مسلم دونوں نے دیگر اسانید سے بھی اس حدیث کو ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث (۵۸۸): صحيح البخاری، كتاب الايمان، باب فضل من استبرأ لدينه . صحيح مسلم، كتاب البيوع، باب اخذ الحلال و ترك الشبهات .

کلمات حدیث: بين : ظاہر، واضح، کھلا ہوا۔ مشتبهات : ایسے امور جن کی حلت یا حرمت واضح نہ ہو۔ یا جن کے جواز اور عدم جواز میں شبہ ہو اور کسی قطعی دلیل سے جواز ثابت نہ ہو۔ مشتبہات مشتبہ کی جمع ہے جو اشتباہ سے ہے، یعنی کسی امر میں شبہ پیدا ہونا۔ فمن اتقى الشبهات : جس نے ان امور سے احتراز کیا جن میں کسی طرح کا شبہ ہو۔ حمى : چراگاہ، شاہی چراگاہ میں عام لوگوں کو اپنے جانوروں کو چرانے کی اجازت نہیں تھی، اس لیے بہتر یہ ہے کہ چرواہا اپنے جانوروں کو شاہی چراگاہ سے دور رکھے ایسا نہ ہو کہ اس کے جانور اس میں داخل ہو جائیں۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن کریم نازل فرمایا اور رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا کہ آپ ﷺ لوگوں کے سامنے اپنے قول و عمل سے اور اپنی سیرت طیبہ سے ان احکام کی وضاحت فرما دیں جو اللہ نے انسانوں کی رہنمائی اور ان کی ہدایت کے لیے نازل فرمائے ہیں۔ ﴿ لتبين للناس ما نزل اليهم ﴾

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اقوال و اعمال سے اور اپنی سنت مطہرہ کے ذریعے دین کے جملہ امور کی خوب اچھی طرح وضاحت فرما دی اور ان پر عمل کر کے دکھا دیا اور صحابہ کرام کی ایک عظیم جماعت تیار فرما دی جنہوں نے دین پر عمل کر کے امت کے لیے ہمیشہ کے لیے راہیں روشن فرما دیں۔ جس سے وہ تمام امور واضح اور روشن ہو گئے جو اللہ نے حلال فرمائے ہیں اور وہ امور بھی واضح اور متعین ہو گئے جن کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے، لیکن ان واضح امور کے درمیان بعض باتیں ایسی بھی ہیں جن کو فقہاء اور علماء تو جانتے ہیں لیکن عام طور پر لوگ ان سے واقف نہیں ہوتے اس لیے ان سے احتراز اور اجتناب ہی تورع اور احتیاط کا تقاضا ہے۔ مشتبہ امور سے احتراز کرے گا اس کا دین بھی محفوظ رہے گا اور اس کی عزت بھی محفوظ رہے گی کہ کسی کو اس پر اعتراض کا موقع نہیں ملے گا۔ اور جو ان شبہات میں مبتلا ہو گا تو ممکن ہے کہ وہ محرمات میں بھی مبتلا ہو جائے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی دو صورتیں ہیں ایک صورت تو یہ ہے کہ مشتبہات میں

بکثرت مبتلا ہونے کی بناء پر احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے اور آدمی حرام میں مبتلا ہو جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آدمی مشتبہات میں مبتلا ہو کر جری ہو جائے اور حرام میں مبتلا ہو جائے۔ بہرحال ہر صورت میں مشتبہ امور سے اجتناب اور احتراز ضروری ہے۔

اس بات کو رسول اللہ ﷺ نے ایک بہت بہترین اور عمدہ مثال سے واضح فرمایا ہے۔ اہل عرب میں دستور تھا کہ بادشاہ کسی قطعہ زمین کو اپنی خصوصی چراگاہ بنالیتے تھے جسے حمی کہا جاتا تھا اور اس میں اگر کوئی اور داخل ہوتا تو اسے سزا دیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر بادشاہ کی حمی ہوتی ہے۔ اللہ جو تمام انسانوں کا مالک ہے اور ان کا بادشاہ ہے اس کی بھی ایک حمی ہے اور اس حمی سے مراد وہ امور ہیں جن کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے تو جس طرح ایک چرواہا اپنی بکریاں شاہی چراگاہ سے فاصلہ پر رکھتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی بکریاں چرتے ہوئے شاہی حمی میں داخل ہو جائیں اور اسے سزا ملے۔ اسی طرح ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ مشتبہ امور سے احتراز کرے تاکہ کسی حرام کام میں مبتلا نہ ہو، سو جو حرام سے بچنا چاہتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ مشتبہ امور سے بھی بچے۔

اس کے بعد فرمایا کہ آدمی کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جو اگر درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جائے وہ اگر فاسد ہو جائے تو سارا جسم فاسد ہو جائے۔ سن لو یہ قلب ہے۔ جب تک انسان کا دل صحیح ہے اور اس کی حرکت درست ہے تو سارا جسم درست رہے گا اور اگر آدمی دل کی کسی بیماری میں مبتلا ہے تو اس کا سارا جسم بھی بیمار اور سقیم ہو جائے گا۔

جس طرح دل کا یہ ظاہری حال ہے اسی طرح اس کی باطنی کیفیت بھی کہ قلب کی اصلاح ہی سے انسان کے تمام احوال درست ہوتے ہیں اور قلب کا فساد اس کی نیت میں اور اس کے عمل میں سرایت کر جاتا ہے کہ ایک حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ ایمان تمناؤں اور آرزوؤں کا نام نہیں ہے ایمان تو وہ ہے جو دل میں جاگزیں ہو جائے اور عمل سے اس کی تصدیق ہوتی رہے۔ او کما قال ﷺ

علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث انتہائی اہم ہے کیونکہ یہ ان تین احادیث میں سے ایک ہے جن کو علماء نے مدارِ اسلام قرار دیا ہے اور اسی وجہ سے بعض علماء نے اسے ثلثِ اسلام قرار دیا ہے۔ ان تین احادیث میں ایک تو یہی ہے اور باقی دو احادیث یہ ہیں:

" إنما الأعمال بالنيات ."

"اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔"

" من حسن اسلام المراء تركه مالا يعنيه ."

"اسلام کا حسن یہ ہے کہ ان باتوں کو ترک کردے جو اس سے متعلق نہیں ہیں۔"

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث اس لیے عظیم اہمیت کی حامل ہے کہ اس میں حلال اور حرام کا بیان ہے اور یہ بیان ہے کہ تمام اعمال کا تعلق قلب سے ہے اگر قلب درست ہے تو اعمال صحیح ہیں اور اگر قلب میں فساد ہے تو تمام اعمال فاسد ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حلال وہ ہے جس کی حلت واضح ہو اور اس کی حلت میں کوئی خفا نہ ہو جیسے روٹی کھانا، بات کرنا اور چلنا پھرنا وغیرہ اور حرام وہ ہے جس کی واضح طور پر ممانعت کی گئی جیسے شراب پینا، جھوٹ بولنا وغیرہ اور مشتبہات وہ ہیں جن کی حلت یا حرمت واضح نہ ہو مثلاً وہ امور جن میں علماء کا دلائل میں اختلاف ہو یا وہ امر مکروہ ہو۔

(عمدة القاري : ١/٤٥٩ ـ إرشاد الساري : ١/٢٠٨ ـ فتح الباري : ١/٢٧٤ ـ روضة المتقين : ٢/١٣٦)

انبیاء علیہم السلام صدقہ نہیں کھاتے تھے

۵۸۹. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ تَمْرَةً فِي الطَّرِيْقِ فَقَالَ : لَوْلَا اِنِّيْ اَخَافُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَاَ كَلْتُهَا ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۵۸۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کو راستے میں کھجور پڑی ہوئی ملی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ یہ کھجور صدقہ کی ہوگی تو میں کھالیتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۵۸۹): صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب ما ينزه من الشبهات . صحيح مسلم، كتاب الزكوة، باب تحريم الزكوة على رسول الله ﷺ.

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ پر اور آپ کے اہل بیت پر صدقہ حلال نہیں تھا۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہمیں آل محمد کو صدقہ حلال نہیں ہے۔ اگر راستہ میں کسی کو کوئی شے پڑی ہوئی ملے جس کے بارے میں خیال ہو کہ اس کا مالک اس کی تلاش میں نہیں نکلے گا تو اسے اٹھا کر استعمال میں لانا صحیح ہے اور اس کی تعریف کی (یعنی لوگوں کو بتانے اور اعلان کرنے کی) ضرورت نہیں۔ (فتح الباري : ١/١٠٨٦ ـ إرشاد الساري : ٥/١٧)

گناہ اور نیکی کی پہچان

۵۹۰. وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْاِثْمُ مَاحَاكَ فِيْ نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ اَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

" حَاكَ " بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَالْكَافِ اَيْ تَرَدَّدَ فِيْهِ .

(۵۹۰) حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نیکی اچھے اخلاق ہیں اور برائی وہ ہے جو تیرے نفس میں کھٹکے اور تجھے لوگوں کا اس پر مطلع ہونا ناپسند ہو۔ (مسلم) حاک: یعنی تردد ہو۔

تخریج حدیث(۵۹۰): صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تفسير البر والاثم .

راوی حدیث: حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے والد نے رسول اللہ ﷺ کو ایک جوڑا جوتوں کا پیش کیا۔ اصحاب صفہ میں سے تھے اور بعد میں شام میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ آپ سے سترہ احادیث مروی ہیں۔ (دليل الفالحين : ٣/٣٧)

کلمات حدیث: بر : نیکی، نیک عمل، عمل خیر، بر فجور کے بالمقابل ہے، مجموعی طور پر بر کا لفظ تمام اعمال خیر اور خصال خیر کو شامل ہے۔

اثم : گناہ، جملہ افعالِ شر اثم ہیں جمع آثام ہے۔ حاك : یعنی وہ امر جس کے بارے میں تردد ہو۔ والأثم ما حاك فی صدرك : گناہ وہ جو تمہارے دل میں کھٹکے۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ کو اللہ سبحانہ کی جانب سے جوامع کلم عطا فرمائے گئے تھے یعنی آپ مختصر چھوٹے اور خوبصورت جملوں میں اس قدر عظیم بات ارشاد فرماتے کہ ان کے اندر معانی کا ایک سمندر موجزن تھا اور حکمت و دانائی کا ایک خزانہ مخفی ہوتا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نیکی حسن اخلاق کا نام ہے یعنی حسن اخلاق ہی ہر اچھائی اور نیکی کا سرچشمہ ہے ایک ایسے انسان سے ہی نیکی اچھائی اور بھلائی کا صدور ہوگا جو محاسن اخلاق سے متصف ہو اور فرمایا کہ برائی وہ ہے کہ آدمی اس کو لوگوں سے چھپانا چاہے اور اس کے دل میں تردد و تذبذب کا ایک کھٹکا سا پیدا ہو جائے اور یہی انسانی فطرت ہے۔

﴿ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۝۸ ﴾

”اللہ نے انسان کے نفس میں اس کی اچھائی اور برائی ڈال دی۔“

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۱/۹۰۔ روضة المتقین : ۲/۱۳۸)

گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے

۵۹۱. وَعَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: جِئْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْبِرِّ؟ " قُلْتُ: نَعَمْ . فَقَالَ: "اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ الْبِرُّ مَا اطْمَأَنَّتْ اِلَيْهِ النَّفْسُ وَ اطْمَأَنَّ اِلَيْهِ الْقَلْبُ، وَالْاِثْمُ مَا حَاكَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ وَاِنْ اَفْتَاكَ النَّاسُ وَاَفْتَوْكَ " حَدِيْثٌ حَسَنٌ . رَوَاهُ اَحْمَدَ الدَّارِمِيُّ فِي مُسْنَدَيْهِمَا .

(۵۹۱) حضرت وابصۃ بن معبد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم مجھ سے نیکی کے بارے میں پوچھنے آئے ہو میں نے عرض کیا کہ جی ہاں آپ نے فرمایا کہ نیکی اپنے دل سے پوچھ لیا کرو۔ نیکی وہ ہے جس سے نفس مطمئن ہو اور دل بھی اس پر مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جو نفس میں کھٹکے اور دل میں اس کے بارے میں تردد ہو۔ اگرچہ لوگ تمہیں فتویٰ دیں اور فتوی دیں۔ (یہ حدیث حسن ہے اسے احمد اور دارمی نے اپنی مسانید میں روایت کیا ہے)

تخریج حدیث (۵۹۱): سنن الدارمي، کتاب البیوع، باب دع ما یریبك الی مالا یریبك .

راوی حدیث: حضرت وابصۃ بن معبد رضی اللہ عنہ دس افراد کے ساتھ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا آپ سے گیارہ احادیث مروی ہیں۔ (دلیل الفالحین : ۳/۲۸)

کلماتِ حدیث: استفت : پوچھ لو، جواب طلب کرلو۔ استفتاء (باب استفعال) سوال پوچھنا، مسئلہ دریافت کرنا۔ مستفتی : سوال دریافت کرنے والا ہے۔ مفتی : فتویٰ دینے والا۔ فتوی: دینی مسئلے کے بارے میں عالم کی رائے، مسئلہ کی وضاحت، جمع فتاویٰ۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کو حضرت وابصہ رضی اللہ عنہ کی آمد پر علم ہو گیا کہ وہ کیا دریافت کرنے والے ہیں اور آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم براور اثم (نیکی اور برائی) کے بارے میں پوچھنے آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں یہ حضور ﷺ کے دلائل النبوۃ میں سے ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا ''اپنے دل سے پوچھ لیا کرو۔'' کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو علم تھا کہ حضرت وابصہ اسلام کے احکام پر پوری طرح عمل کرنے والے ہیں اور ان کے دل میں ایمان جاگزیں اور اسلام متمکن ہو چکا ہے اب ان کے دل کا فتویٰ اسلام کے مطابق اور دین سے ہم آہنگ ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''بروہ ہے جس سے نفس اور دل مطمئن ہوں'' کیونکہ انسان کی اصل فطرت خیر ہے اور نفس اور دل خیر پر مطمئن ہو جاتے ہیں۔ اور اثم وہ ہے جو نفس میں کھٹکے اور دل میں اس کے بارے میں تردد ہو۔ کیونکہ انسان اگر اپنی فطرت پر باقی ہے تو وہ شر اور گناہ کو قبول نہیں کرتا بلکہ اسے رد کرتا ہے اور اسی لیے لوگوں کی نظروں سے چھپاتا ہے کہ اس کا دل اور نفس خود اسے ایسا اور برا کام سمجھتے ہیں جس پر دوسرے مطلع نہ ہوں۔ اگر چہ لوگ تمہیں فتویٰ دیتے رہیں کہ نہیں اس بات میں کوئی حرج نہیں لیکن جب دل کی گواہی یہ ہے کہ یہ درست نہیں ہے تو احتراز ہی اولیٰ ہے۔ یہاں دل سے مراد قلب سلیم ہے وہ دل نہیں جو برائیوں سے مسخ ہو چکا ہو۔

(روضة المتقين : ٢/ ١٤٠ ـ دليل الفالحين : ٢٨/٣)

رضاعت میں شک ہو تب بھی نکاح نہ کرے

٥٩٢۔ وَعَنْ اَبِیْ سِرْوَعَةَ " بِكَسْرِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَنَصْبِهَا " عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ تَزَوَّجَ ابْنَةً لِاَبِیْ اِهَابِ بْنِ عَزِيْزٍ فَاَتَتْهُ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ : اِنِّیْ قَدْ اَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِیْ قَدْ تَزَوَّجَ بِهَا، فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ مَا اَعْلَمُ اَنَّكِ اَرْضَعْتِنِیْ وَلَا اَخْبَرْتِنِیْ فَرَكِبَ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : بِالْمَدِيْنَةِ فَسَاَلَهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " كَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ؟ فَفَارَقَهَا عُقْبَةُ وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ ." رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ . اِهَابٌ" بِكَسْرِ الْهَمْزَةِ " وَعَزِيْزٌ" بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَبِزَاءٍ مُكَرَّرَةٍ .

(٥٩٢) حضرت ابوسروعہ عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ابواہاب ابن عزیر کی بیٹی سے نکاح کر لیا۔ ان کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ میں نے عقبہ کو اور اس عورت کو جس کے ساتھ انہوں نے نکاح کیا ہے دودھ پلایا ہے۔ عقبہ نے اس سے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ تم نے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ تم نے مجھے پہلے کبھی بتایا۔ وہ سوار ہوئے اور مدینہ منورہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے اور آپ ﷺ سے دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیسے جب کہ یہ بات کہہ دی گئی۔ عقبہ نے اس عورت سے علیحدگی اختیار کر لی اور اس عورت نے کسی اور سے نکاح کر لیا۔ (بخاری)

اہاب : ہمزہ کے زیر کے ساتھ، عزیز عین کے فتحہ اور زاء مکرر کے ساتھ۔

تخریج حدیث (٥٩٢): صحيح البخاری، كتاب العلم، باب الرحلة في المسألة النازلة .

کلماتِ حدیث: أرضعتنی : تونے مجھے دودھ پلایا ہے۔ أرضع ارضاعا (باب افعال) دودھ پلانا۔ مرضعه : دودھ پلانے والی۔

شرحِ حدیث: حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک رضاعت کے اثبات کے لئے دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کی گواہی معتبر ہوگی۔ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ثبوتِ رضاعت کے لیے ایک عورت کی گواہی کافی ہے۔ جمہور فقہاء کے نزدیک اس حدیث کا تعلق ورع اور تقویٰ سے ہے کہ احتیاط کا مقتضا یہ ہے کہ اگر ایک عورت بھی کہے تب بھی رضاعت کے معاملے میں جدائی بہتر ہے۔ یہ بھی عین ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی مطلع فرما دیا گیا ہو۔

(فتح الباری : ١/٢٩٥۔ روضة المتقین : ٢/١٤٠ دلیل الفالحین : ٣/٢٩۔ مظاهر حق : ٣/٣٢٦)

شک میں ڈالنے والی چیز کو بھی چھوڑ دے

٥٩٣. وَعَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " دَعْ مَا يُرِيْبُكَ اِلٰى مَالَا يُرِيْبُكَ " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ مَعْنَاهُ : اُتْرُكْ مَا تَشُكُّ فِيْهِ وَخُذْ مَالَا تَشُكُّ فِيْهِ .

(٥٩٣) حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرمان سن کر یاد کیا ہے کہ جو بات تمہیں شک میں ڈالے اسے ترک کر کے وہ بات اختیار کرو جو شک میں نہ ڈالے۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

اس کے معنی ہیں کہ جس میں شک ہو اسے ترک کر دو اور اسے اختیار کر لو جس میں شک نہ ہو۔

تخریج حدیث (٥٩٣): الجامع للترمذی، ابواب الزهد .

کلماتِ حدیث: دع ما یریبك : جو تمہیں شک میں ڈالے۔ ریب : شک، شبہ۔

شرحِ حدیث: جس قول میں یا عمل میں شک ہو کہ حلال ہے یا حرام یا جائز یا ناجائز تو احتیاط اور ورع کا تقاضا یہ ہے کہ اسے ترک کر دو اور وہی کام کرو کہ جس کا یقین ہو کہ یہ کام صحیح اور درست ہے۔ ایک مسلمان کا قلب غلط بات کی طرف رہنمائی نہیں کرتا اس میں شک کا پیدا ہو جانا اس بات کے غلط ہونے کی علامت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ہم حرام میں مبتلا ہو جانے کے خوف سے حلال کے دس حصوں میں سے نو کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ہم نے حرام میں مبتلا ہونے کے خوف سے مباح کے ستر حصے چھوڑ دیئے۔ (روضة المتقین : ٢/١٤١۔ دلیل الفالحین : ٣/٣٠۔ مظاهر حق : ٣/٤٣)

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قئی کر کے حرام کو پیٹ سے نکالا

٥٩٤. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ لِاَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ غُلَامٌ يُخْرِجُ لَهُ

الْخَرَاجَ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ يَاْكُلُ مِنْ خَرَاجِهٖ فَجَآءَ يَوْمًا بِشَيْءٍ فَاَكَلَ مِنْهُ اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ لَهُ الْغُلَامُ : تَدْرِيْ مَا هٰذَا ؟ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ : وَمَا هُوَ؟ فَقَالَ : كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لِلْاِنْسَانِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمَا اُحْسِنُ الْكِهَانَةَ اِلَّا اِنِّيْ خَدَعْتُهٗ، فَلَقِيَنِيْ فَاَعْطَانِيْ بِذٰلِكَ هٰذَا الَّذِيْ اَكَلْتَ مِنْهُ، فَاَدْخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ يَدَهٗ فَقَاءَ كُلَّ شَيْءٍ فِيْ بَطْنِهٖ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

" اَلْخَرَاجُ " شَيْءٌ يَجْعَلُهُ السَّيِّدُ عَلٰى عَبْدِهٖ يُؤَدِّيْهِ اِلَى السَّيِّدِ كُلَّ يَوْمٍ وَبَاقِيْ كَسْبِهٖ يَكُوْنُ لِلْعَبْدِ .

(۵۹۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک غلام تھا وہ آپ کے لیے کما کر لاتا تھا اور اسی کمائی سے کھاتے تھے۔ ایک دن وہ کوئی چیز لایا آپ نے اس میں سے کچھ کھایا۔ غلام نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ کیا ہے؟ آپ نے پوچھا کہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں کسی انسان کے لیے کہانت (پیش گوئی) کی تھی حالانکہ میں کہانت جانتا بھی نہ تھا بس میں نے اسے دھوکہ دیا تھا آج وہ مجھے ملا اور اس نے مجھے یہ چیز دیدی جو آپ نے کھائی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اپنا ہاتھ اپنے منہ میں ڈالا اور جو پیٹ میں گیا تھا سب قے کر دیا۔ (بخاری)

خراج : وہ رقم جو آقا روزانہ اپنے غلام پر خرچ کرتا ہے اور غلام کما کر اسے واپس کرتا ہے اور باقی خود رکھ لیتا ہے۔

تخریج حدیث (۵۹۴): صحیح البخاری، فضائل الصحابة، باب ایام الجاهلیة .

کلماتِ حدیث: تکہنت : میں نے کہانت کی، میں نے بذریعہ کہانت پیش گوئی کی۔ کہانت علم نجوم کی مدد سے پیش گوئی کرنا۔
کاھن : ایسی پیش گوئی کرنے والا۔

شرحِ حدیث: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک غلام تھا جو آپ کے لیے کما کر لاتا تھا اور آپ اس سے روزانہ دریافت فرمایا کرتے تھے کہ کہاں سے اور کس طرح کمایا ہے۔ ایک رات وہ کھانے کی کوئی شئے لایا اور آپ نے وہ بغیر دریافت کیے کھالی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ چیز کہانت کی اجرت تھی تو آپ نے قے فرمادی اور جو کچھ پیٹ میں گیا تھا سب نکال دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق تھے اور آپ میں ورع وتقویٰ کامل درجہ کا تھا اور ہر قول وعمل میں بے انتہا محتاط تھے اور بقول امام غزالی رحمہ اللہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ عمل تورع اور تقویٰ کی بناء پر تھا۔

(فتح الباري : ٢/٤٦١ ـ روضة المتقين : ٢/١٤٢ ـ دليل الفالحين : ٣/٣١)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیٹے کا وظیفہ کم مقرر کیا

۵۹۵ . وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ فَرَضَ لِلْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ اَرْبَعَةَ اٰلَافٍ وَفَرَضَ لِاِبْنِهٖ ثلاثة آلافٍ وَخَمْسَمِائَةٍ فَقِيْلَ لَهٗ : هُوَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَلِمَ نقصته ؟ فَقَالَ : اِنَّمَا هَاجَرَ بِهٖ اَبُوْهُ يَقُوْلُ لَيْسَ هُوَ كَمَنْ هَاجَرَ بِنَفْسِهٖ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۵۹۵) حضرت نافع سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وظائف مقرر کیے تو مہاجرین اولین کے لئے چار چار ہزار مقرر کیے اور اپنے صاحبزادے کے تین ہزار پانچ سو مقرر کیے۔ کسی نے کہا کہ وہ بھی مہاجرین میں سے ہیں تو آپ نے ان کا وظیفہ کم کیوں رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے باپ نے اسے ہجرت کروائی ہے یعنی وہ ان لوگوں کی طرح نہیں ہے جنہوں نے از خود ہجرت کی ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۵۹۵): صحیح البخاری، فضائل الصحابة، باب هجرة النبی ﷺ و اصحابه الی المدینة .

کلمات حدیث: هاجر : اس نے ہجرت کی۔ هاجر به ابوه : اسے اس کا باپ ہجرت کے وقت اپنے ساتھ لایا، ہجرت کے معنی ہیں اللہ کی رضا اور اس کے احکام پر عمل کے لیے دار الکفر چھوڑ کر دار الاسلام میں آنا۔

شرح حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ تقویٰ اور ورع میں ممتاز تھے آپ نے اپنے صاحبزادے کا وظیفہ دوسرے مہاجرین سے کم رکھا کیونکہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئے تھے۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے نے اپنے والد کے ساتھ تبعاً ہجرت کی تھی اور ان کی ہجرت بالاستقلال نہ تھی۔ (فتح الباري : ٥٠٤/٢۔ روضة المتقين : ١٤٣/٢)

☆☆☆☆☆

متقی بننے کے لیے مشتبہ چیزوں کو چھوڑنا ضروری ہے

٥٩٦ وَعَنْ عَطِيَّةَ بْنِ عُرْوَةَ السَّعْدِيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ اَنْ يَكُوْنَ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ حَتّٰى يَدَعَ مَالَا بَاسَ بِهٖ حَذَراً لِمَا بِهٖ بَاْسٌ . " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ قَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(٥٩٦) حضرت عطیہ بن عروہ سعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ اس وقت تک متقیوں میں شمار نہیں ہوتا جب تک وہ ان چیزوں کو جن میں کوئی حرج نہیں اس لیے نہ چھوڑ دے کہ ان چیزوں سے بچ سکے جن میں حرج ہے۔

تخریج حدیث (۵۹۶): الجامع للترمذی، ابواب الزهد، باب من درجات المتقين .

کلمات حدیث: بأس : حرج، تنگی۔ لا بأس عليك : تمہارے اوپر کوئی خوف نہیں۔ لا بأس فيه : اس میں کوئی حرج نہیں۔ حذراً : احتیاطاً۔ بطور احتیاط۔ حذر حذراً (باب نصر) پرہیز کرنا، چوکنا رہنا محتاط ہونا۔

شرح حدیث: ایک مؤمن مسلمان درجہ صالحین اور متقین کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ ان مباح (جائز امور کو بھی ترک نہ کر دے جن میں کسی طرح کا کوئی التباس یا شک ہو۔ یعنی حلال امور تو بہت سے ہیں لیکن آدمی ان میں سے انہی میں مشغول ہو جن کی اسے ضرورت اور احتیاج ہے مباح امور میں غیر ضروری انہماک ان امور سے غفلت کا سبب بن جائے گا جو زیادہ اہم ہے۔ انسان کا وقت بہت قیمتی ہے اور اسے انہی امور میں صرف کیا جا سکتا ہے جو بہت اہم ہیں۔ (روضة المتقين : ١٤٣/٢)

☆☆☆☆☆

البَابُ (٦٩)

اِسۡتِحۡبَابِ الۡعَزۡلَةِ عِنۡدَ فَسَادِ النَّاسِ وَالزَّمَانِ اَوِ الۡخَوۡفِ مِنۡ فِتۡنَةٍ فِي الدِّيۡنِ اَوۡ وُقُوۡعٍ فِيۡ حَرَامٍ وَّشُبُهَاتٍ وَنَحۡوِهَا

فسادِ زمانہ یا کسی دینی فتنہ میں مبتلا ہونے یا حرام کام یا شبہات میں مبتلا ہونے کے خوف سے عزلت نشینی کا استحباب

اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگو

٢٠١. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ فَفِرُّوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ إِنِّى لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۞ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

''دوڑو اللہ کی جانب میں میں تمہیں اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں۔'' (الذاریات: ٥٠)

تفسیری نکات: خالق ارض وسما اللہ تعالیٰ ہے انسان کا خالق و مالک اور رازق اللہ تعالیٰ ہے، انسان کو پھر اللہ کے حضور میں حاضر ہونا اور اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی ہے اس لیے ضروری ہے کہ اللہ کی طرف دوڑو اس کی طرف رجوع کرو اور اس کے حضور میں توبہ اور انابت کرو۔ اگر تم اللہ کی طرف رجوع نہ ہوئے تو اس کی کامل بندگی اختیار نہ کی تو میں تمہیں صاف صاف لفظوں میں ایک بہت برے انجام سے ڈراتا ہوں۔ (تفسیر عثمانی)

پرہیزگار مؤمن اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے

٥٩٧. وَعَنۡ سَعۡدِ بۡنِ اَبِيۡ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُ قَالَ : سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَقُوۡلُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡعَبۡدَ التَّقِيَّ الۡغَنِيَّ . رَوَاهُ مُسۡلِمٌ .

اَلۡمُرَادُ " بِالۡغَنِيِّ " غِنَى النَّفۡسِ، كَمَا سَبَقَ فِي الۡحَدِيۡثِ الصَّحِيۡحِ .

(٥٩٧) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت رکھتے ہیں جو پرہیزگار لوگوں سے بے نیاز اور اپنے آپ کو چھپانے والا ہو۔ (مسلم)

غنی سے مراد غنی نفس ہے جیسا کہ اس سے پہلے ایک حدیث صحیح میں آیا ہے۔

تخریج حدیث (٥٩٧): صحیح مسلم، اوائل کتاب الزهد و الرقاق .

کلماتِ حدیث: تقی : پرہیزگار، اللہ سے ڈرنے والا۔ التقیٰ : پرہیزگاری، اللہ کے ڈر سے محرمات سے احتراز کرنا۔ متقی :

تقویٰ اختیار کرنے والا، اللہ کے خوف سے برائیوں کو ترک کرنے والا۔ تقوی : اللہ کی خشیت، اللہ کا ڈر اور اس کا خوف، اللہ کی ناراضگی کا خوف۔ غنی: دل کا غنی۔ مستغنی : جو لوگوں سے بے نیاز ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہو گیا ہو۔ خفی : چھپا ہوا، پوشیدہ۔ جس کا لوگوں کو پتہ نہ ہو۔ وہ شخص جو شہرت کا خواہاں نہ ہو۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہ اپنے اس بندے کو محبوب رکھتے ہیں جو اپنے خالق و مالک سے ڈرنے والا ہو، لوگوں سے بے نیاز ہو کر اللہ کی طرف رجوع کرنے والا ہو اور لوگوں کی نظروں سے چھپ کر بندگی رب میں لگا ہوا ہو۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُتَّقِينَ ۝ ﴾

''اللہ تعالیٰ متقین کو محبوب رکھتے ہیں۔'' (التوبة : ٤)

اور متقی وہ ہے جو محرمات سے بچنے والا شبہات سے محترز اور مشتبہات سے تورع اختیار کرتا ہو۔

غنی وہ ہے جو دنیا کے امور سے اور لوگوں سے صرف نظر کر کے خالصتاً اللہ کا ہو رہا ہے اور دنیا اور دنیا والوں سے مستغنی ہو گیا ہو اور خفی وہ ہے جو لوگوں سے اعتدال سے زیادہ میل جول نہ رکھتا ہو اور اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں سے چھپا کر یادِ الٰہی میں لگا ہوا ہو۔

(روضة المتقین : ٢/ ١٤٥ ۔ دلیل الفالحین : ٣/ ١٣٤)

ایمان بچانے کی خاطر پہاڑ کی گھاٹی میں زندگی گزارنا

٥٩٨۔ وَعَنْ اَبِی سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ : اَيُّ النَّاسِ اَفْضَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ ! مُؤْمِنٌ مُجَاهِدٌ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ." قَالَ : قَالَ ! ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ : ثُمَّ رَجُلٌ مُعْتَزِلٌ فِيْ شِعْبٍ مِنَ الشِّعَابِ يَعْبُدُ رَبَّهٗ ." وَفِيْ رِوَايَةٍ : " يَتَّقِي اللّٰهَ وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهٖ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٥٩٨) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ کسی شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ کون شخص افضل ہے۔ فرمایا کہ وہ مؤمن جو اپنی جان اور مال سے اللہ کے راستے میں جہاد کرے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص جو لوگوں سے کنارہ کش ہو کر کسی گھاٹی میں بندگی رب میں لگا ہوا ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ سے ڈرتا ہو اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ کیا ہوا ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (٥٩٨): صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب افضل الناس مؤمن يجاهد بنفسه وماله في سبيل الله. صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب فضل الجهاد و الرباط.

کلماتِ حدیث: معتزل : لوگوں سے الگ تھلگ رہنے والا۔ اعتزال (باب افتعال) علیحدہ ہونا، علیحدہ رہنا، عزلت اختیار کرنا۔ عزلت : خانہ نشینی، گوشہ نشینی۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کے سوالات کا حکیمانہ جواب ارشاد فرماتے اور جواب دیتے وقت سائل کی حاضرین مجلس کی اور وقت اور موقعہ کی رعایت ملحوظ رکھتے تھے۔ یہ سوال متعدد صحابہ کرام نے کیا کہ ای الناس افضل (کہ کون شخص افضل ہے؟ چنانچہ بعض روایات میں خیر الناس منزلاً (لوگوں میں مرتبہ میں بہتر) اور بعض روایات میں ای الناس اکمل ایماناً (کہ کون شخص ہے جس کا ایمان زیادہ کامل ہے)

سوال کی اساس یہ ہے کہ اگر سب مؤمن ہوں اور جملہ فرائض وواجبات ادا کر رہے ہوں تو ان میں افضل یا اکمل کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو ہیں ایک مجاہد فی سبیل اللہ جو اپنی جان اور مال سے اللہ کے راستے میں جہاد میں لگا ہوا ہے۔ اور دوسرا وہ جو کہیں چھپ کر اللہ کی بندگی میں لگا ہوا ہو اور اس کی عزلت نشینی نے لوگوں کو اس کے شر سے بچایا ہو ایک اور موقعہ پر جب آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ ای المسلمین خیراً (کون سا مسلم زیادہ اچھا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

اس حدیث سے بعض علماء نے عزلت نشینی کے مستحب ہونے پر استدلال کیا ہے لیکن اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ مل کر رہنا زیادہ افضل ہے بشرطیکہ آدمی احکام شریعت کا پابند اور فتنوں سے مجتنب رہنے پر قادر ہو۔ فتنوں کے زمانے میں تنہا رہنا اور اللہ کی عبادت میں مصروف رہنا تا کہ فتنوں اور آزمائشوں سے احتراز ہو سکے زیادہ بہتر ہے۔

(فتح الباري : ۲/ ۱٤٤ ـ روضة المتقين : ۲/ ۱٤٥ ـ دليل الفالحين : ۳/ ۳٥)

فتنے کے زمانہ میں لوگوں سے الگ رہنا

۵۹۹. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " يُوْشِكُ اَنْ يَكُوْنَ خَيْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ، وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِيْنِهِ مِنَ الْفِتَنِ . " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .
وَ " شَعَفَ الْجِبَالِ " : اَعْلَاهَا .

(۵۹۹) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قریب ہے کہ ایسا ہو کہ مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہوں جن کو لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش برسنے والے مقامات پر چلا جائے اور اس طرح وہ فتنوں سے بھاگ کر اپنا دین بچالے۔ (بخاری)

شعف الجبال کے معنی ہیں پہاڑوں کی بلندی۔

تخریج حدیث (۵۹۹): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب من الدین الفرار من الفتن .

کلمات حدیث: شعف الجبال : پہاڑوں کی بلندیاں، پہاڑوں کی چوٹیاں۔ شعفة : پہاڑ کی چوٹی جمع شعف۔ فتن : فتنے، آزمائشیں، واحد فتنة . ایسی صورت حال جس میں آدمی کو اپنے دین کا تحفظ دشوار ہو۔ یوشك : قریب ہے، قریب ہوگا، جلدی ہوگا۔ أوشك : جلدی ہوا، قریب ہوا۔ أوشك یوشك ایشاكاً (باب افعال) جلدی ہونا۔ وشك : جلدی۔ وشکان : سرعت۔

شرحِ حدیث: رسولِ کریم ﷺ نے بکثرت احادیث میں ایسے فتنوں کی اور اضطرابات و حوادث کی خبر دی ہے جن کی وجہ سے مسلمان اپنے دین پر قائم رہنے اور اس پر عمل کرنے میں آزمائش سے اور تکلیف سے دوچار ہوگا اور سب احوال سامنے آچکے ہیں اور آرہے ہیں۔ اس حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ عنقریب ایسا وقت آئے گا جب فتنوں کی شدت اور کثرت کا یہ حال ہوگا کہ ایک مسلمان کے لیے اپنے ایمان و اسلام پر قائم رہنے اور اپنے دین پر عمل کرنے کے لیے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں رہے گا کہ وہ اپنی بکریاں لے کر پہاڑوں پر چلا جائے اور اس عزلت و اعتزال کی مدد سے اپنے دین کی حفاظت کرے۔

فتنہ کے وقت دین کی حفاظت کی نیت سے لوگوں سے اعتزال اختیار کرنا مستحب ہے۔

(فتح الباري : ١/٢٤٩ ـ إرشاد الساري : ١/١٤٦)

ہر نبی نے بکریاں چرائیں ہیں

٦٠٠. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " مَابَعَثَ اللّٰهُ نَبِیًّا اِلَّا رَعَی الْغَنَمَ فَقَالَ اَصْحَابُه، وَاَنْتَ؟ قَالَ " نَعَمْ کُنْتُ اَرْعَاهَا عَلٰی قَرَارِیْطَ لِاَهْلِ مَکَّةَ ." رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(٦٠٠) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی بھیجا ہے اس نے بکریاں چرائی ہیں، صحابہ کرام نے دریافت کیا اور آپ ﷺ نے بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں میں نے مکہ والوں کی بکریاں چند قراریط کے عوض چرائی ہیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث (٦٠٠): صحیح البخاری، کتاب الاجارہ، باب من رعی الغنم علی قراریط.

کلماتِ حدیث: قراریط : جمع قیراط، اس کی مقدار نصف دانق ہے اور دانق کی مقدار ایک درہم اور دینار کا چھٹا حصہ ہے۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک میں بیان ہے کہ تمام انبیاءِ کرام نے بکریاں چرائیں اور خود رسولِ کریم ﷺ نے بھی بکریاں چرائیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی بنا کر مبعوث کیے گئے انہوں نے بکریاں چرائیں حضرت داؤد علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا انہوں نے بکریاں چرائیں اور خود میں نے اجیاد میں اپنے اہل کی بکریاں چرائیں۔"

انسانوں کا معاملہ بھی بکریوں کی طرح ہے ان کو بھی ایک گلہ بان کی ضرورت ہے جو ان کو صحیح راستہ پر لے کر چلے راستے میں بھیڑیوں اور درندوں سے ان کی حفاظت کرے، ہر ایک انسان پر نظر رکھے کہ کہیں وہ گلّے سے علیحدہ تو نہیں ہوگیا۔ یہ بھی دیکھے کہ کسی کے پیر میں کانٹا تو نہیں چبھ گیا یا کوئی خاردار جھاڑی میں تو نہیں الجھ گیا پھر ان سب کو اندھیرا پھیلنے سے پہلے بحفاظت منزل تک پہنچا دے۔ انسانوں کا گلہ بان اللہ کا فرستادہ رسول ہوتا ہے، گلّہ امت ہے، راستہ راہِ حق ہے، راستے کے خطرات وہ فتنے ہیں جو دین پر چلنے میں پیش آتے ہیں منزل آخرت کی فلاح اور کامیابی ہے۔

انبیاءِ کرام علیہم السلام کو بکریوں کے چرانے کی ذمہ داری اسی لیے سپرد ہوتی ہے کہ انہیں بعد میں انسانوں کو تعلیم و تربیت دینا اور ان کو

راہِ حق پر لے کر چلنا اور منزل کی جانب راہنمائی کرنا آسان ہو جائے۔ جو تکلیف و مشقت اور محنت و مصیبت بکریاں چرانے میں پیش آتی ہے اسی طرح کی تکالیف کو سہنا مصائب کا برداشت کرنا اور صبر و ضبط اور استقلال کا مظاہرہ کرنا انسانوں کی تعلیم و تربیت میں بھی لازم ہے۔ اللہ کے دین کی طرف لوگوں کو بلانا دنیا کا مشکل ترین کام ہے اور اس راستے میں پیش آنے والی صعوبتیں انتہائی گراں اور بے شمار ہیں۔ اسی لیے فرمایا کہ ”سب سے زیادہ ابتلاء سے گزرنے والے انبیاء ہیں۔“

” اشد الناس بلاءً الانبیاء .“

(فتح الباري : ١/ ١١٤٦ ـ عمدة القاري : ١٢ ، ١١٢)

جہاد میں نکلنے کے لیے تیار رہنے والا اللہ کو محبوب ہے

٦٠١ . وَعَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ : ”مِنْ خَيْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ رَجُلٌ مُمْسِكٌ عِنَانَ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَطِيْرُ عَلٰى مَتْنِهٖ كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً اَوْ فَزْعَةً طَارَ عَلَيْهِ يَبْتَغِي الْقَتْلَ اَوِ الْمَوْتَ مَظَانَّهٗ، اَوْ رَجُلٌ فِيْ غُنَيْمَةٍ فِيْ رَاْسِ شَعْفَةٍ مِنْ هٰذِهِ الشَّعَفِ اَوْ بَطْنِ وَادٍ مِنْ هٰذِهِ الْاَوْدِيَةِ يُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتِي الزَّكٰوةَ وَيَعْبُدُ رَبَّهٗ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْيَقِيْنُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ اِلَّا فِيْ خَيْرٍ .“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

”يَطِيْرُ“ : اَيْ يُسْرِعُ ”وَمَتْنُهٗ“ ظَهْرُهٗ . ”وَالْهَيْعَةُ“ : ”اَلصَّوْتُ لِلْحَرْبِ“ ”وَالْفَزْعَةُ“ : نَحْوُهٗ . ”وَمَظَانُّ الشَّيْءِ“ اَلْمَوَاضِعُ الَّتِيْ يُظَنُّ وُجُوْدُهٗ فِيْهَا . ”وَالْغُنَيْمَةُ“ بِضَمِّ الْغَيْنِ تَصْغِيْرُ الْغَنَمِ وَالشَّعَفَةُ“ بِفَتْحِ الشِّيْنِ وَالْعَيْنِ وَهِيَ اَعْلَى الْجَبَلِ .

(٦٠١) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں میں سب سے بہتر زندگی اس آدمی کی ہے جو اللہ کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے اس کی پشت پر بیٹھا اڑا چلا جاتا ہو۔ جب بھی کوئی خوفناک آواز یا گھبراہٹ سنتا ہے تو شہادت کے یا موت کے مواقع تلاش کرتا ہوا اس آواز کی طرف اڑ کر چلا جاتا ہے۔ یا وہ شخص ہے جو اپنی بکریوں میں کسی پہاڑ کی چوٹی پر یا ان وادیوں میں سے کسی وادی میں رہ کر نماز ادا کرتا ہے اور زکوٰۃ دیتا ہے اور موت تک اللہ کی عبادت کرتا ہے لوگوں سے اس کا واسطہ صرف خیر کا اور بھلائی کا واسطہ ہے۔ (مسلم)

یطیر : اڑ کر جاتا ہے یعنی جلدی کرتا ہے۔ متنه : اس کی پشت۔ ھیعة : جنگ کی آواز۔ فزعة : خوفناک آواز۔ مظان الشی : وہ مواقع جہاں کسی شئے کا وجود متوقع ہو۔ غنیمه : غین کے پیش کے ساتھ چھوٹی بکری۔ شعفه : پہاڑ کی چوٹی۔

تخریج حدیث (٦٠١): صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب فضل الجهاد و الرباط .

کلمات حدیث: عنان : لگام جمع اعنة . یبتغی القتل : کفار کو قتل کے لیے جہاد میں ڈھونڈتا ہے۔ الیقین : موت کہ سب سے زیادہ یقینی امر موت ہی ہے۔ معاش : زندگی وہ شئے جس سے زندگی برقرار رہے۔

شرحِ حدیث: سب سے عمدہ زندگی اس مجاہد فی سبیل اللہ کی ہے جو گھوڑے کی پشت پر سوار میدان کارزار میں مصروفِ جہاد رہتا ہے، جہاں اسے حق و باطل کی کوئی رزم گاہ نظر آئی وہ وہاں اڑ کر پہنچ گیا وہ شوقِ شہادت میں تلواروں کی جھنکار میں راحت وچین پاتا ہے۔ یا اس شخص کی زندگی بہترین ہے جو اپنی بکریاں لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چلا گیا یا کسی وادی میں پہنچ گیا اب وہ ہر طرف سے مستغنی ہو کر اللہ کی بندگی میں مصروف ہے۔ لوگوں سے اس کا تعلق صرف خیر اور بھلائی کا تعلق ہے اور اس کے سوا کوئی تعلق نہیں ہے۔

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر عزلت اور گوشہ نشینی آدمی کو غیبت سے برائیوں سے اور منکرات سے بچاتی ہے تو عزلت سے بہتر کوئی شئے نہیں ہے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ برے ساتھی کی مصاحبت سے وحدت بہتر ہے اور نیک اور صالح آدمی کی صحبت وحدت سے خوب تر ہے، اچھی بات بتلانا سکوت سے بہتر ہے اور بری بات منہ سے نکالنے سے بہتر خاموش رہنا ہے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۳/ ۳۰۔ روضة المتقين : ۲/ ۱٤۸)

البَابُ (۷۰)

فَضْلِ الْاِخْتِلَاطَ بِالنَّاسِ وَحُضُوْرِ جَمْعِهِمْ وَجَمَاعَاتِهِمْ وَمَشَاهِدِ الْخَيْرِ وَمَجَالِسِ الذِّكْرِ مَعَهُمْ، وَعِيَادَةِ مَرِيْضِهِمْ، وَحُضُوْرِ جَنَآئِزِهِمْ، وَمُوَاسَاةِ مُحْتَاجِهِمْ، وَاِرْشَادِ جَاهِلِهِمْ وَغَيْرَ ذٰلِكَ مِنْ مَصَالِحِهِمْ لِمَنْ قَدَرَ عَلَى الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَقَمَعَ نَفْسِهٖ

جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی قدرت رکھتا ہو اور اپنے آپ کو ایذاء دہی سے روک سکتا اور دوسروں کی ایذاء پر صبر کرسکتا ہو اس کے لیے لوگوں کے ساتھ اختلاط، جمعہ اور جماعت میں حاضری بھلائی کی مجالس میں شرکت، مریض کی عیادت، جنازہ میں حاضری محتاج کی خدمت، جاہل کی راہنمائی جیسے دیگر مصالح میں شرکت کرنا افضل ہے

اِعْلَمْ اَنَّ الْاِ خْتِلَاطَ بِالنَّاسِ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِىْ ذَكَرْتُهٗ هُوَ الْمُخْتَارُ الَّذِىْ كَانَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَآئِرُ الْاَ نْبِيَآءِ صَلَوٰاتُ اللّٰهِ وَ سَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ وَكَذٰلِكَ الْخُلَفَآءُ الرَّاشِدُوْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ عُلَمَآءِ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَخْيَارِهِمْ، وَهُوَ مَذْهَبُ اَكْثَرِ التَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ وَبِهٖ قَالَ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاَكْثَرُ الْفُقَهَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ .

لوگوں کے ساتھ اس طرح کا میل جول نہ صرف یہ کہ رسول اللہ ﷺ کا پسندیدہ طریقہ ہے بلکہ جملہ انبیاءِ کرام، خلفائے راشدین، صحابہ کرام، تابعین اور ان کے بعد آنے والے اخیارِ مسلمین کا طریقہ ہے اور یہی اکثر تابعین اور ان کے بعد آنے والوں کا مسلک ہے اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد رحمہ اللہ اور اکثر فقہاء کی رائے ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

۲۰۲. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ﴾

وَالْاٰيَاتُ فِي مَعْنَى مَا ذَكَرْتُهٗ كَثِيْرَةٌ مَعْلُوْمَةٌ .

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

’’نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔‘‘ (المائدۃ:۲)

اور اس موضوع پر متعدد آیات قرآنی موجود ہیں جو معلوم ومتعارف ہیں۔

تفسیری نکات: تمام انسانیت اس سے تو واقف ہے کہ انسانوں کے مابین باہم تعاون ناگزیر ہے لیکن آج تک انسانیت کوئی ایسا جامع اصول دریافت نہ کرسکی جس پر ساری دنیا کے لوگ ہر زمانے اور دور میں باہم تعاون کرسکیں۔ چنانچہ وہ کبھی تعاون باہمی کی اساس ملک وقوم کو قرار دیتے ہیں اور کبھی نسلی وحدت کو کبھی ان کے اشتراک باہم کی بنیاد خاندان اور قبیلہ ہوتی ہے اور کبھی زبان وثقافت۔

قرآن کریم نے تعاون باہمی کا ایسا اصول دیا ہے جس سے نہ دنیا نزولِ قرآن سے پہلے آشنا تھی اور نہ قرآن آ جانے کے بعد اس جیسا یا اس سے بہتر اصول وضع کر سکی اور یقیناً یہ اعجازِ قرآن کی ایک واضح دلیل ہے۔ قرآن کریم نے فرمایا کہ ''نیکی اور خدا ترسی پر تعاون کرو اور بدی اور ظلم پر تعاون نہ کرو۔'' مسلم ہوں یا غیر مسلم، یہودی ہوں یا نصاریٰ یا کسی اور مذہب کے ماننے والے ساری دنیا کے انسانوں کے لیے ایک ہی اصول ہے جس پر سب ہر دور میں ہر وقت اور ہر سوسائٹی میں عمل کر سکتے ہیں کہ بھلائی میں اور خدا ترسی میں تعاون کرنا اور ظلم و زیادتی اور ناانصافی اور برائی کا ساتھ نہ دینا۔ یعنی تعاون اور تناصر کی اساس بر و تقویٰ ہے اور یہی ملتِ اسلامیہ کی اساس ہے اور یہی انسانیت کی فطرت سے ہم آہنگ ہے اور یہی وہ اصول ہے جس پر اگر انسانیت قائم ہو جائے تو دنیا سے ظلم و تعدی کا خاتمہ ہو جائے۔

(معارف القرآن)

الباب (۷۱)

التواضع وخفض الجناح للمؤمنين
تواضع اور اہل ایمان کے ساتھ نرمی سے پیش آنا

مؤمنوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کریں

۲۰۳. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی

﴿ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ ۲۱۵

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اور مؤمنین میں سے جو تمہاری اتباع کرنے والے ہیں ان کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ۔ (الشعراء: ۲۱۵)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا ہے کہ اہل ایمان سب آپس میں بھائی بھائی ہیں اور رشتہ اخوت کا تقاضا ہے کہ ان کے ساتھ بہت مہربانی اور نرمی کا سلوک ہو۔ تو اے رسول ﷺ! جو آپ کے متبعین ہیں آپ ان کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں اور اپنی محبت ومودت کا پہلو ان کے لیے جھکا دیجئے۔ (تفسیر عثمانی۔ تفسیر مظہری)

مؤمن ایک دوسرے کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتا ہے

۲۰۴. وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اے ایمان والو! تم میں سے جو اپنے دین سے پھر جائے تو عنقریب اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا فرمادے گا۔ جن سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے، مؤمنوں کے لیے وہ نرم ہوں گے اور کافروں کے لیے سخت ہوں گے۔'' (المائدۃ: ۵۴)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ اللہ کا یہ دین آخری دین ہے یہ ہمیشہ باقی رہے گا کہ یہ پیغام ابدی اور سرمدی ہے اس لیے اب قیامت تک یہی دین ہے اور اس دین کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ نے اپنے ذمے لے لیا ہے اس لیے مسلمانوں کے کسی گروہ یا جماعت کو یہ خیال نہ ہوگا کہ اگر وہ اس دین سے پھر گئے تو یہ دین بھی باقی نہیں رہے گا بلکہ حقیقت اس کے برعکس یہ ہے کہ جو اس دین سے پھرے گا وہ اپنا ہی کچھ نقصان کرے گا، اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ حق تعالیٰ مرتدین کے بدلے میں ایسی جماعت لے آئے گا جو اللہ سے محبت کرنے والے ہوں گے اور اللہ بھی انہیں محبوب رکھے گا۔ وہ مسلمانوں پر شفیق ومہربان اور دشمنانِ اسلام کے خلاف غالب اور زبردست

ہوں گے۔ (معارف القرآن۔ تفسیر عثمانی)

رنگ ونسل کی تفریق صرف پہچان کے لیے ہے

۲۰۵. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَـٰكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَـٰكُمْ شُعُوبًا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓا۟ ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ ٱللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے پھر تمہیں مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو اللہ کے نزدیک تم میں سب سے بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔'' (الحجرات: ۱۳)

تفسیری نکات: تیسری آیت کریمہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا پھر ان سے ان کے کنبے اور قبیلے بنائے یہ سارے کنبے قبیلے خاندان قومیں اور نسلیں پہچان اور تعارف کے لیے ہیں، اگر یہ نہ ہوتا تو انسان اس طرح باہم گم ہوتے جس طرح بکریوں کے ریوڑ میں بکریاں گم ہوتی ہیں۔ غرض یہ تقسیمات انسانوں کے باہمی تعارف کے لیے ہیں اور چونکہ سب ایک مرد وعورت سے پیدا ہوئے ہیں اس لیے سب یکساں ہیں اور ایک جیسے ہیں کسی کو کسی پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔ خاندان اور قبیلہ سے کوئی امتیاز اور کوئی فضیلت قائم نہیں ہوتی کیونکہ سارے قبیلوں اور قوموں کا منتہا ایک مرد اور ایک عورت ہیں۔ اس لیے فضیلت و امتیاز کا ایک ہی معیار ہے کہ کون اپنے خالق و مالک کا زیادہ فرماں بردار ہے۔ جو شخص جس قدر نیک خصلت مؤدب اور پرہیز گار ہو اسی قدر اللہ کے ہاں معزز ومکرم ہے۔ (معارف القرآن۔ تفسیر مظہری)

اپنی بڑائی مت جتاؤ

۲۰۶. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ فَلَا تُزَكُّوٓا۟ أَنفُسَكُمْ ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ ٱتَّقَىٰٓ ﴿٣٢﴾ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''تم اپنے آپ اپنی پاکیزگی نہ بیان کرو وہی پرہیز گاروں کو خوب جانتا ہے۔'' (النجم: ۳۲)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں ارشاد فرمایا کہ اپنی پاکیزگی نہ بیان کرو اور اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے بزرگ نہ ظاہر کرو وہ سب کی بزرگی اور پاکبازی کو بہت خوب جانتا ہے اور اس وقت سے جانتا ہے جب سے تم نے ہستی کے اس دائرے میں قدم بھی نہ رکھا تھا۔ آدمی کو چاہیے کہ اپنی اصل کو نہ بھولے جس کی ابتداء، مٹی سے تھی پھر بطن مادر کی تاریکیوں میں ناپاک خون سے پرورش پاتا رہا اس کے بعد

کتنی جسمانی اور روحانی کمزوریوں سے دو چار رہا۔ آخر میں اگر اللہ نے اپنے فضل سے کسی مقام پر پہنچا دیا تو اس کو اس قدر بڑھ چڑھ کر دعوی کرنے کا استحقاق نہیں۔ (تفسیر عثماني)

اہل اعراف کا اہل جہنم سے گفتگو

۲۰۷. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَنَادَىٰٓ أَصۡحَٰبُ ٱلۡأَعۡرَافِ رِجَالٗا يَعۡرِفُونَهُم بِسِيمَىٰهُمۡ قَالُواْ مَآ أَغۡنَىٰ عَنكُمۡ جَمۡعُكُمۡ وَمَا كُنتُمۡ تَسۡتَكۡبِرُونَ ﴿٤٨﴾ أَهَٰٓؤُلَآءِ ٱلَّذِينَ أَقۡسَمۡتُمۡ لَا يَنَالُهُمُ ٱللَّهُ بِرَحۡمَةٍۚ ٱدۡخُلُواْ ٱلۡجَنَّةَ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡكُمۡ وَلَآ أَنتُمۡ تَحۡزَنُونَ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اہلِ اعراف بہت سے آدمیوں کو جنہیں وہ پہچانیں گے پکاریں گے، کہیں گے کہ تمہاری جماعت اور تمہارا بڑا سمجھنا کچھ کام نہ آیا کیا یہ وہی ہیں جن کی نسبت تم قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نہ کرے گا ان کو یہ حکم ہوگا کہ جاؤ جنت میں تم پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے۔'' (اعراف: ۴۸، ۴۹)

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں فرمایا کہ اہل اعراف اہل جہنم سے کہیں گے کہ تمہاری جماعت اور تمہارا اپنے کو بڑا سمجھنا کچھ کام نہ آیا اور تم اپنے تکبر کی وجہ سے مسلمانوں کو حقیر سمجھتے تھے اور ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے دیکھو ان مسلمانوں کو جنت میں عیش کر رہے ہیں۔ یہ وہی مسلمان ہیں جن کے بارے میں تم قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ ان پر اللہ اپنی رحمت نہیں کرے گا۔ دیکھ لو ان پر اتنی بڑی رحمت ہوئی کہ انہیں کہا گیا کہ جاؤ جنت میں جہاں تم پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ تم مغموم ہو گے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب اہل اعراف کا سوال و جواب اہل جنت اور اہل جہنم دونوں کے ساتھ ہو چکے گا اس وقت رب العالمین اہل جہنم کو خطاب کر کے یہ کلمات فرمائیں گے کہ تم لوگ قسمیں کھایا کرتے تھے کہ ان کی مغفرت نہ ہوگی اور ان پر کوئی رحمت نہ ہوگی، سو اب دیکھو ہماری رحمت اور اس کے ساتھ ہی اہل اعراف کو خطاب ہوگا کہ جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ نہ تمہیں پچھلے معاملات کا کوئی خوف ہونا چاہیے اور نہ آئندہ کا کوئی غم و فکر۔ (معارف القرآن. تفسیر ابن کثیر)

ایک دوسرے پر فخر نہ کریں

۶۰۲. وَعَنۡ عِيَاضِ بۡنِ حِمَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُ قَالَ : قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ : "اِنَّ اللّٰهَ اَوۡحٰى اِلَىَّ اَنۡ تَوَاضَعُوۡا حَتّٰى لَا يَفۡخَرُ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ وَ لَا يَبۡغِىۡ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ ." رَوَاهُ مُسۡلِمٌ .

(۶۰۲) حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ آپس میں تواضع اختیار کرو حتیٰ کہ نہ کوئی کسی پر فخر کرے اور نہ کوئی کسی پر زیادتی کرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(٦٠٢): صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها واهلها، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا.

راوی حدیث: حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بعثتِ نبوی ﷺ قبل رسول اللہ ﷺ کے احباب میں سے تھے، فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے ان سے تیس احادیث مروی ہیں۔ (الاستیعاب : ٢/ ٦١٠)

کلماتِ حدیث: تواضعوا : آپس میں تواضع اختیار کرو۔ تواضع (باب تفاعل) باہم متواضع ہونا۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں تواضع اختیار کرنے کی تعلیم دی گئی ہے مگر شرط یہ ہے کہ یہ تواضع اللہ کے لیے ہے جیسا کہ ایک اور حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ

"من تواضع لله فقد رفعه الله."

"جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرے گا اللہ اسے بلند فرمادے گا۔"

دین کے عالم استاد اور والد کے لیے تواضع اختیار کرنا واجب ہے اور تمام مخلوق کے لیے تواضع اختیار کرنا مستحب ہے۔ غرض جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تواضع اختیار کرے گا اللہ لوگوں کے دلوں میں اس کی قدر و منزلت پیدا فرمادے گا اور آخرت میں اس کے درجات بلند فرمادے گا۔ اہل دنیا کے سامنے مالی مفادات کی خاطر جھکنا تواضع نہیں ذلت و رسوائی ہے۔ جس سے مسلمان کو احتراز کرنا چاہیے۔

ظلم و تعدی اور تفاخر تواضع کی ضد ہیں اس لیے کسی انسان پر کسی طرح کی کوئی زیادتی خواہ زبان سے ہو یا ہاتھ سے منع ہے اور اسی طرح فخر کرنا اور دوسروں پر اپنی بڑائی جتلانا ممنوع ہے۔ (روضہ المتقین : ٢/ ١٥١)

●●●●●●●●●●●●

تواضع اختیار کرنے سے مرتبہ میں اضافہ ہوتا ہے

٦٠٣۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(٦٠٣) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ سے مال میں کمی نہیں آتی اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے سے عزت بڑھادیتے ہیں اور جو کوئی اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سرفرازی عطا فرماتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث(٦٠٣): صحيح مسلم، كتاب البر، باب استحباب العفو والتواضع.

کلماتِ حدیث: ما نقصت صدقة من مال : صدقہ مال میں کچھ بھی کمی نہیں کرتا۔

شرحِ حدیث: اللہ تعالیٰ ہی رازق ہیں وہ جس کو جتنا چاہیں اور جب چاہیں عطا فرمادیں کہ ان کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے اگر کوئی شخص اللہ کے راستے میں صدقہ دیتا ہے اور انفاق کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں اور ان کی رضا و رزق میں اضافہ کا سبب بنتی ہے

اور اس صدقہ کی جگہ اس کے مال میں برکت ڈال دیتا ہے یا فی الواقع مزید عطا فرما دیتا ہے یا آخرت کے اجر وثواب میں اضافہ فرما دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ان لوگوں کی مثال جو راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسا کسی نے ایک دانہ گندم بویا اس سے سات بالیں پھوٹیں اور ہر بالی میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کو چاہیں اس میں مزید اضافہ فرما دیں کہ وہ بڑی وسعتوں والا اور جاننے والا ہے۔

عفو ودرگزر سے اللہ تعالیٰ رفعت وعزت عطا فرماتے ہیں اور جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بلند فرما دیتے ہیں، امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بلندی دونوں طرح ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں بلند فرما دیں تواضع کی وجہ سے اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیں اور لوگوں کی نظروں میں اس کی وقعت بڑھا دیں اور آخرت میں اس کے اجر وثواب میں اضافہ ہو جائے اور دنیا کی تواضع کے بدلے آخرت کے درجات بلند کر دیئے جائے۔ (روضة المتقين : ۲/ ۱۵۱ ۔ دليل الفالحين : ۳/ ٤٦)

رسول اللہ ﷺ کا بچوں کو سلام کرنا

۶۰۴۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ مَرَّ عَلىٰ صِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ وَ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ. " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۶۰۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بچوں کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے انہیں سلام کیا، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کا طریقہ یہی تھا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۶۰۴): صحيح البخاري، كتاب الاستئذان، باب التسليم على الصبيان . صحيح مسلم، كتاب السلام، باب استحباب السلام على الصبيان .

کلمات حدیث: رسول کریم ﷺ بچوں سے بہت شفقت فرماتے اور ان کے ساتھ محبت اور تواضع سے پیش آتے اور آپ ﷺ بچوں کو سلام کرتے اور انہیں سلام کرنے میں پہل فرماتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ انصار صحابہ سے ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے تو ان کے بچوں کو سلام کرتے اور ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم بچوں کے پاس آئے اس وقت میں بھی بچہ تھا آپ ﷺ نے ہمیں سلام کیا۔ ابونعیم نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بچوں کو دیکھ کر فرماتے: " السلام عليكم يا صبيان . "

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ بچوں کو سلام کرنا مستحب ہے اور اگر بچہ بڑے کو سلام کرے تو اس پر سلام کا جواب دینا واجب ہے۔ بچوں کو سلام کرنے میں تواضع کا ایسا پہلو ہے کہ اس سے تکبر کی چادر اتر جاتی ہے۔ اور تواضع اور نرمی مزاج بن جاتی ہے۔

(فتح الباري : ۳/ ۲٦٥ ۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ١٤/ ١٢٥ ۔ روضة المتقين : ۲/ ۱۵۳ ۔ دليل الفالحين : ۳/ ٦٣)

آپ ﷺ ہر ایک ضرورت پوری فرماتے

۶۰۵ ۔ وَعَنْهُ قَالَ : اِنْ كَانَتِ الْاَ مَةُ مِنْ اِمآءِ الْمَدِيْنَةِ لَتَاْخُذُ بِيَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنْطَلِقُ بِهٖ حَيْثُ شَآئَتْ ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

(۶۰۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ کی باندیوں میں سے کوئی باندی آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر جہاں چاہتی لے جاتی ۔

تخریج حدیث (۶۰۵): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الکبر تعلیقاً .

کلماتِ حدیث: أمة : باندی۔جمع إماء . فتنطلق : چل پڑتی، چلی جاتی ۔

شرحِ حدیث: رسولِ کریم ﷺ کے حسن اخلاق کا منتہا اور آپ ﷺ کی تواضع کی رفعت کا یہ عالم تھا کہ مدینہ منورہ کی کوئی باندی آتی اور دستِ مبارک تھام کر اپنے کسی کام کے لیے لے جاتی حتیٰ کہ مدینہ منورہ سے باہر لے جاتی آپ اس کا کام کرتے اور واپس تشریف لے آتے ۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ مدینہ منورہ کی کوئی بچی آتی اور آپ ﷺ کا ہاتھ تھام لیتی اور جہاں چاہتی آپ کو لے جاتی اور آپ اپنا دستِ مبارک اس کے ہاتھ سے نہ نکالتے ۔ (روضة المتقین: ۲/ ۱٥٤ ۔دلیل الفالحین: ۳/ ٤۷)

آپ ﷺ گھر کے کام میں گھر والوں کی مدد فرماتے تھے

۶۰۶ ۔ وعنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ ! سَئَلْتُ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مَاكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِيْ بَيْتِهٖ ؟ قَالَتْ ! كَانَ يَكُوْنُ فِيْ مِهْنَةِ اَهْلِهٖ " يَعْنِيْ خِدْمَةِ اَهْلِهٖ " فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

(۶۰۶) حضرت اسود بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے ۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ ﷺ اپنے گھر والوں کی خدمت میں لگے رہتے تھے ۔جب نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز کے لیے تشریف لے جاتے ۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۶۰۶): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من کان فی حاجة اهله .

کلماتِ حدیث: مهنة : ہنر، خدمت، کام، جمع مهن .

شرحِ حدیث: رسولِ اکرم ﷺ اپنے گھر کے کام اپنے دستِ مبارک سے انجام دیا کرتے تھے، حضرت ہشام بن عروہ از والد خود روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ ﷺ اپنے کپڑے سیتے ، اور وہ کام کرتے جو مرد اپنے گھروں میں کرتے ۔

حضرت عروہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ''جوتے کی مرمت فرماتے کپڑے سیتے اور ڈول کی مرمت کرتے۔
حضرت عمرہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے کپڑے درست کرتے اپنی بکری کا دودھ دوھتے اور اپنے سارے کام کرتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ سب لوگوں میں نرم مزاج سب سے زیادہ کریم تھے اور تمہارے مردوں میں سے ایک مرد تھے مگر یہ کہ آپ بسام (بہت مسکرانے والے) تھے۔
غرض رسول اللہ ﷺ اپنے کام خود کرتے اور جوں ہی نماز کا وقت ہوتا یا اذان ہو جاتی تو آپ ﷺ مسجد تشریف لے جاتے۔

(إرشاد الساري : ۲/۳۱۸ـ فتح الباري : ۱/۵۳٤ـ روضة المتقين : ۲/۱۰٤ـ دليل الفالحين : ۳/٤۷)

☆☆☆☆☆

آپ ﷺ کا خطبہ کے دوران مسائل کی تعلیم فرمانا

۶۰۷. وَعَنْ اَبِیْ رِفَاعَةَ تَمِیْمِ بْنِ اُسَیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اِنْتَهَیْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یَخْطُبُ فَقُلْتُ : یَارَسُوْلَ اللّٰهِ رَجُلٌ غَرِیْبٌ جَآءَ یَسْاَلُ عَنْ دِیْنِه لَا یَدْرِیْ مَا دِیْنُه'؟ فَاَقْبَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَتَرَکَ خُطْبَتَه' حَتّٰی اِنْتَهٰی اِلَیَّ، فَاُتِیَ بِکُرْسِیٍّ فَقَعَدَ عَلَیْهِ وَجَعَلَ یُعَلِّمُنِیْ مِمَّا عَلَّمَه' اللّٰهُ ثُمَّ اَتٰی خُطْبَتَه' فَاَتَمَّ اٰخِرَهَا .'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۶۰۷) حضرت ابی رفاعہ تمیم بن اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا آ اس وقت خطبہ دے رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک مسافر آپ ﷺ سے اپنے دین کے بارے میں پوچھنے آیا ہے کہ اسے نہیں معلوم اس کا دین کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور خطبہ چھوڑ دیا اور میرے پاس آگئے۔ آپ ﷺ کے لیے ایک کرسی لائی گئی جس پر آپ ﷺ تشریف فرما ہو گئے اور مجھے وہ باتیں سکھلانے لگے جو اللہ نے آپ کو سکھلائی تھیں۔ پھر آپ ﷺ خطبہ کی جانب متوجہ ہوئے اور اس کا آخری حصہ مکمل فرمایا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۶۰۷): صحيح مسلم، كتاب الجمعه، باب حديث المتعلم فى الخطبه .

راوی حدیث: حضرت ابو رفاعہ تمیم بن اسید رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے قبل اسلام لائے اور فتح مکہ میں شرکت فرمائی، یہ روایت آپ ہی سے منقول ہے کہ کعبۃ اللہ میں تین سو سے زائد بت تھے اور آپ ﷺ جاء الحق و زهق الباطل پڑھتے جاتے اور بت گرتے جاتے تھے۔ آپ سے مرویات کی تعداد ۱۸ ہے۔

کلمات حدیث: انتهيت : میں پہنچ گیا۔ انتهاء (باب افتعال) کسی شئے کا آخر تک پہنچ جانا کسی شئے کا اپنی نہایت تک پہنچ جانا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ اپنے اخلاقِ کریمانہ کی بناء پر اور امت پر اپنی بے انتہاء شفقت کی وجہ سے ہر صاحب ایمان و اسلام کی طرف توجہ فرماتے اور اس کے ساتھ کمال مہربانی سے پیش آتے۔ اگر کوئی دین کی بات معلوم کرنے آتا تو سب ، پہلے ﷺ اس کو دین کی بات سمجھاتے۔ چنانچہ جب حضرت ابو رفاعہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں آپ سے دین کی باتیں سمجھنے آیا ہوں تو ا ﷺ

خطبہ چھوڑ کر اس کے سوال کا جواب دینے اور اس کی تفہیم وتعلیم کے لیے بیٹھ گئے اور بھی اصحاب موجود تھے اس لیے آپ ﷺ اونچی جگہ پر بیٹھ گئے تا کہ جملہ حاضرین گفتگو سے مستفید ہوں۔

ممکن ہے کہ یہاں خطبہ جمعہ کے علاوہ کوئی اور خطبہ ہو کہ آپ ﷺ مختلف مواقع پر خطاب فرمایا کرتے تھے اور اگر جمعہ کا خطبہ ہو تو ہو سکتا ہے کہ سائل سے گفتگو مختصر ہوئی ہو اور پھر آپ ﷺ نے خطبہ پورا کر لیا ہو۔ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو باتیں آپ نے سائل سے ارشاد فرمائیں ہو سکتا ہے کہ وہ بھی خطبہ سے متعلق ہوں اور خطبہ کے دوران ایک جگہ سے دوسری جگہ آ جانے سے خطبہ منقطع نہیں ہوتا۔

علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم اسلام اور ایمان کے بارے میں دریافت کرنے آئے اور وہ اسلام قبول کرنا چاہتا ہو تو اس کی طرف فوری طور پر متوجہ ہو کر اسے ضروری تعلیم دینی چاہیے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/١٤٤ ـ روضة المتقين : ٢/١٥٥)

لقمہ گر جائے تو صاف کر کے کھالینا چاہیے

٦٠٨۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ اَصَابِعَهُ الثَّلاثَ قَالَ : وَقَالَ : "اِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيُمِطْ عَنْهَا الْاَذٰى وَلْيَاْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ" وَاَمَرَ اَنْ تُسْلَتَ الْقَصْعَةُ قَالَ : فَاِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِيْ اَيِّ طَعَامِكُمُ الْبَرَكَةُ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(٦٠٨) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کھانا تناول فرماتے اپنی تین انگلیاں چاٹتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ فرماتے کہ اگر تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو وہ اس کو مٹی وغیرہ صاف کر کے کھالے اور اس کو شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔ اور آپ ﷺ نے حکم دیا کہ پیالہ کو چاٹ کر صاف کیا جائے کیونکہ تم نہیں جانتے کہ تمہارے کھانے کے کون سے حصے میں برکت ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (٦٠٨): صحيح مسلم، كتاب الاطعمه، باب استحباب لعق الاصبع و القصعة و اكل اللقمة.

کلمات حدیث: فليمط : اسے چاہیے کہ دور کردے اور جدا کردے۔ فليمط عنها الأذى : اس پر اگر مٹی وغیرہ لگ گئی ہے تو اسے دور کر دے۔ أماط إماطة : دور کرنا۔ إماطة الأذى عن الطريق : راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا۔ قصعة : پیالہ جمع قصعات۔ لعق : چاٹنا۔ لعق لعقا (باب سمع) چاٹنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ معلم اخلاق بنا کر مبعوث فرمائے گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اخلاق کی تتمیم کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں اسی لیے محسن انسانیت ﷺ نے ہر بات کی تعلیم دی ہے خواہ اس کا تعلق باہمی میل جول سے ہو یا نشست و برخواست کھانے پینے سے ہو یا غسل وطہارت زندگی کا وہ کون سا پہلو ہے جس کے بارے میں حضور ﷺ ہدایت اور راہنمائی نہ فرمائی ہے۔

آپ ﷺ جس برتن میں کھانا تناول فرماتے اسے چاٹ لیتے اور پھر تین انگلیاں چاٹ لیتے کیونکہ آپ ﷺ کھانا تناول فرماتے

وقت تین انگلیاں استعمال فرماتے اور آپ ﷺ اسی کا حکم فرماتے اور کہتے کہ تمہیں کیا معلوم کہ تمہارے اس رزق کے کون سے حصے میں اللہ نے برکت رکھی ہے۔

آپ ﷺ فرماتے کہ اگر تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے اور وہ پاک جگہ میں گرا ہو تو اسے صاف کر کے کھا لو اور اگر ناپاکی میں گرا ہے اور دھونا اور پاک کرنا دشوار ہو تو جانور کو کھلا دیا جائے لیکن شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ گرے ہوئے لقمہ کو اٹھا کر کھا لینا مستحب ہے۔ انسان کے سامنے جو کھانا آتا ہے اللہ اس رزق میں برکت رکھ دیتا ہے، لیکن کھانے والے کو یہ علم نہیں ہوتا کہ جو کھانا وہ کھا چکا ہے اس میں برکت تھی یا جو برتن میں یا اس کی انگلیوں پر لگا رہ گیا ہے اس میں برکت ہے۔ برکت کے معنی اس خیر اور بھلائی کے ہیں جو انسان کو اس رزق سے حاصل ہو کہ وہ اسے ہر بیماری اور تکلیف سے بچا کر صحت و قوت عطا کرے اور اس کے ساتھ اللہ کے احکام پر چلنے کی توفیق عطا ہو۔

(شرح صحيح مسلم للنووي: ١٤/١٧٤۔ تحفة الأحوذي: ٥/٥٣٠۔ روضة المتقين: ٢/١٥٦۔ دليل الفالحين: ٣/٤٩٣)

رسول اللہ ﷺ نے بھی بکریاں چرائیں ہیں

٦٠٩۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا رَعَى الْغَنَمَ." قَالَ اَصْحَابُهُ: وَاَنْتَ: فَقَالَ: "نَعَمْ كُنْتُ اَرْعَاهَا عَلٰى قَرَارِيْطَ لِاَهْلِ مَكَّةَ." رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(٦٠٩) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو مبعوث فرمایا اس نے بکریاں چرائی ہیں۔ صحابہ نے دریافت کیا کہ آپ ﷺ نے بھی بکریاں چرائی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں چند قیراط کے عوض اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ (بخاری)

تخریج حدیث (٦٠٩): صحيح البخاري، كتاب الاجاره، باب من رعى الغنم على قراريط.

شرح حدیث: نبوت سے قبل ہی حضور اکرم ﷺ اعلیٰ اخلاق سے متصف تھے اور آپ ﷺ اس وقت بھی متواضع تھے اور اس کمالِ تواضع کے تحت چند قراریط پر اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ یہ حدیث اور اس کی شرح پہلے (حدیث ٦٠٠) گزر چکی ہے۔

رسول اللہ ﷺ معمولی ہدیہ بھی قبول فرمالیتے تھے

٦١٠۔ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَوْ دُعِيْتُ اِلٰى كُرَاعٍ اَوْ ذِرَاعٍ لَاَجَبْتُ وَلَوْ اُهْدِيَ اِلَيَّ ذِرَاعٌ اَوْ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ." رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(٦١٠) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے بکری کے پائے یا بازو کھانے کی

دعوت دی جائے تو میں جاؤں گا اور اگر مجھے بازو یا پائے ہدیہ کے طور پر دیے جائیں تو میں اسے قبول کروں گا۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۶۱۰): صحیح البخاری، کتاب الھبة، باب القلیل بن الھبة .

کلماتِ حدیث: کراع : بکری یا گائے کے پائے جمع اکارع۔ ذراع : بازو۔ جمع أذرع .

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ اپنے اخلاقِ کریمانہ اور تواضع کی بناء پر جو بھی آپ ﷺ کو بلاتا اس کے گھر تشریف لے جاتا اگرچہ پہلے سے آپ ﷺ کو علم تھا کہ جو کھانا وہ پیش کرے گا وہ معمولی ہوگا۔ اسی طرح آپ ﷺ تالیفِ قلب کے طور پر معمولی سے معمولی ہدیہ بھی قبول فرما لیا کرتے تھے۔ (فتح الباري : ۲/ ٥٤۔ إرشاد الساري : ٥/ ٣٦٣)

آپ ﷺ کی اونٹنی "عضباء" کا واقعہ

٦١١ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَتْ نَاقَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَضْبَاءُ لَا تُسْبَقُ اَوْلَا تَكَادُ تُسْبَقُ فَجَآءَ اَعْرَابِيٌّ عَلٰى قُعُوْدٍ لَهٗ فَسَبَقَهَا فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى عَرَفَهُ "النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" فَقَالَ: "حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَا يَرْتَفِعَ شَيْءٌ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا وَضَعَه ." رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(٦١١) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک اونٹنی تھی جس سے آگے کوئی اونٹ نہ نکلتا تھا ایک اعرابی اونٹ پر سوار آیا اور اپنا اونٹ اس سے آگے نکال لے گیا۔ مسلمانوں پر یہ بات گراں گزری یہاں تک کہ آپ ﷺ کو بھی اندازہ ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اختیار حاصل ہے کہ دنیا میں جو شئے بلند ہو وہ اسے پست فرما دے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۶۱۱): صحیح البخاری، کتاب الجھاد، باب ناقة النبي ﷺ.

کلماتِ حدیث: عضباء : رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کا نام۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس کئی اونٹنیاں تھیں جن میں سے ایک شہباء تھی اس اونٹنی کے سوا کوئی آپ ﷺ کو نزولِ وحی کے وقت برداشت نہ کر پاتی۔ قعود دو سال سے کم عمر کا اونٹ جس پر سواری شروع کر دی گئی ہو۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ کی ایک اونٹنی عضبا تھی کوئی بھی اونٹ اس کی تیز روی کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک اعرابی اپنا اونٹ لے کر آیا جو حضور کی اونٹنی سے آگے نکل گیا یہ بات صحابہ کرام کی طبیعت پر گراں گزری۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کی ہر شئے زوال و فنا سے گزرتی ہے اور کبھی کوئی شئے ایسی نہیں ہوتی جو بلند ہو اور اس پر ضعف و انحطاط نہ آئے اور وہ پست نہ ہو جائے۔ کیونکہ اس دنیا کی ہر شئے مائل بہ زوال ہے اور اس کلیہ میں کہیں استثناء نہیں ہے۔ جب دنیا کی ہر شئے کا یہ حال ہے تو اس کی کسی شئے پر فخر و مباہات کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ (فتح الباري : ۲/ ۱۷۰)

☆☆☆

الباب (۷۲)

تَحْرِيمُ الْكِبْرِ وَالْإِعْجَابِ
تکبر اور خود پسندی کی حرمت

جنت تواضع اختیار کرنے والوں کے لیے ہے

۲۰۸. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

﴿ تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لیے تیار کر رکھا ہے جو زمین میں ظلم وفساد کا ارادہ نہیں رکھتے اور انجام نیک تو پرہیز گاروں ہی کا ہے۔(القصص:۸۳)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا کہ آخرت کی نعمتیں ان کے لیے ہیں جو ملک میں شرارت کرنا اور بگاڑ ڈالنا نہیں چاہتے اور اس فکر میں نہیں رہتے ہیں کہ اپنی ذات کو سب سے اونچا رکھیں بلکہ تواضع وانکساری اور پرہیز گاری کی راہ اختیار کرتے ہیں وہ دنیا کے حریص نہیں ہوتے آخرت کے عاشق ہوتے ہیں۔ (معارف القرآن)

حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحتیں

۲۰۹. وَقَالَ تَعَالٰى:

﴿ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝١٨ ﴾

وَمَعْنٰى ﴿ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ ﴾: اَیْ تُمِیْلُهٗ، وَتُعْرِضُ بِهٖ عَنِ النَّاسِ تَكَبُّرًا عَلَيْهِمْ وَالْمَرَحُ التَّبَخْتُرُ.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اور تو اپنے رخسار کو لوگوں کے لیے مت پھلا اور زمین میں اکڑ کر مت چل بے شک اللہ تعالیٰ ہر متکبر اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے۔(لقمان:۱۸)

تصعر خدك للناس کے معنی ہیں تکبر کی وجہ سے لوگوں سے چہرہ پھیرنا۔ مرح اکڑنا اور اترانا۔

تفسیری نکات: دوسری آیت میں تکبر سے منع کیا گیا اور فرمایا کہ زمین پر اس طرح چلو جس طرح اللہ کے متواضع بندے چلتے ہیں اور زمین میں اکڑ کر مت چلو۔ (تفسیر مظہری)

۲۱۰. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَلَا تَمْشِ فِى الْأَرْضِ مَرَحًا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''زمین پر اکڑ کر مت چلو۔'' (الاسراء:۳۷)

تفسیری نکات: تیسری اور چوتھی آیت میں بیان کیا ہے کہ تکبر کی ہر روش اور بڑائی کا ہر طریقہ اللہ کے یہاں ناپسندیدہ ہے چہرے کو اس طرح بنانا جس سے تکبر کا اظہار ہو چال متکبرانہ ہو لوگوں کو غرور سے دیکھنا، اترانا اور شیخیاں مارنا یہ سب اخلاقِ رذیلہ ہیں ان سے احتراز ضروری ہے اور اس کے برعکس تواضع وانکساری ہر بات میں خوب تر ہے۔ (معارف القرآن۔ تفسیر عثمانی)

اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتے

۲۱۱. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوأُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ﴾

اِلىٰ قَوْلِهِ تَعَالیٰ : ﴿ فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ ﴾ الآيَاتِ .

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''بے شک قارون موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے تھا اس نے ان پر سرکشی کی ہم نے اس کو اتنے خزانے دیے تھے کہ جن کی چابیاں ایک طاقتور جماعت کو بوجھل کر دیتی تھیں۔ جب اس کو اس کی قوم نے کہا کہ مت اتراؤ بے شک اللہ تعالیٰ اکڑنے والے کو پسند نہیں کرتے۔ (آیت کے اس حصے تک ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔ (القصص:۷٦)

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں فرمایا ہے کہ دنیا کی اس دولت پر اترانا جو فانی اور زائل ہو جانے والی ہے اور جس کی قیمت اللہ کی نظر میں ایک مکھی کے پر کے برابر بھی نہیں ہے اس پر تکبر کرنا بہت بڑی برائی ہے خوب سمجھ لو کہ اللہ کو اکڑنے اور اترانے والے بندے اچھے نہیں لگتے اور جو چیز مالک کو اچھی نہ لگے اس کا انجام سوائے ہلاکت و بربادی کے کیا ہو سکتا ہے۔ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا اس کے پاس بے اندازہ دولت تھی مگر اپنے برے اعمال اور تکبر کی وجہ سے وہ اور اس کا گھر زمین میں دھنسا دیے گئے۔

(تفسیر عثمانی)

متکبر جنت میں داخل نہ ہوگا

۲۱۲. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''لَايَدْخُلُ

الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ! " فَقَالَ رَجُلٌ : اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَكُوْنَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَّنَعْلُهُ حَسَنَةً؟ قَالَ : " اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ . " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

" بَطَرُالْحَقِّ " دَفْعُهُ وَرَدُّهُ عَلٰى قَائِلِهِ . " وَغَمْطُ النَّاسِ " : اِحْتِقَارُهُمْ .

(٦١٢) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہوگا۔ ایک آدمی نے سوال کیا کہ آدمی کو پسند ہوتا ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اور اس کے جوتے اچھے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔ تکبر ہے حق بات ٹھکرانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔ (مسلم)

بطر الحق کے معنی ہیں حق کو ٹھکرانا اور کہنے والے کی بات کو اس کے منہ پر لوٹا دینا۔ غمط الناس کے معنی ہیں لوگوں کو حقیر جاننا۔

تخریج حدیث (۶۱۲): صحیح مسلم، كتاب الايمان، باب تحريم الكبر و بيانه .

کلماتِ حدیث: بطر الحق : زیادتی نعمت کی وجہ سے اور دولت دنیا کی وجہ سے اترانا اور تکبر کی وجہ سے صحیح بات کو قبول نہ کرنا۔
غمط الناس : لوگوں کی تحقیر کرنا، ناقدری کرنا۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک میں تکبر کی ممانعت اور اس سے تحذیر شدید ہے کہ اگر قلب میں ذرّہ برابر بھی تکبر ہوگا تو ایسا آدمی جنت میں نہیں جائے گا۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کبر کے لیے ضروری ہے کہ کوئی بات یا کوئی شخص جس پر تکبر کا اظہار ہو اگر اظہارِ تکبر اللہ پر اللہ کے رسول ﷺ پر یا اس حق پر ہو جو اللہ کے رسول ﷺ لے کر آئے ہیں تو یہ کبر کفر ہے اور اگر ان کے علاوہ ہو تب بھی کبر معصیت اور گناہِ کبیرہ ہے اور اگر آدمی تکبر پر مصر ہے تو اندیشہ ہے کہ کہیں حد سے بڑھا ہوا تکبر کفر تک نہ لے جائے۔ ایسا متکبر معذب فی النار ہوگا یہاں تک کہ اس کے وجود سے تکبر کے اثرات جاتے رہیں تو پھر اللہ کی رحمت اس کے ایمان کی برکت سے اس کی نجات کا ذریعہ بنے گی۔

کسی نے عرض کیا کہ ایک آدمی چاہتا ہے کہ اس کا لباس اور جوتے اچھے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تکبر نہیں ہے حبِ جمال ہے اور اللہ جمیل ہے جمال کو پسند فرماتا ہے۔ تکبر یہ ہے کہ آدمی حق کو رد کرے اور ٹھکرائے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔ یعنی دوسروں کو حقیر جاننا تکبر ہے اور تکبر یہ ہے کہ ایک آدمی صحیح اور سچی بات کہے مگر اسے صرف اس لیے رد کر دے کہ وہ آدمی اس کی نظر میں حقیر اور کم حیثیت ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۷۸/۲ - روضة المتقين : ۱۵۹/۲)

بائیں ہاتھ سے کھانا تکبر کی علامت ہے

۶۱۳ . وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اَكَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِهِ فَقَالَ : " كُلْ بِيَمِيْنِكَ " قَالَ : لَا اَسْتَطِيْعُ قَالَ : " لَااسْتَطَعْتَ، مَامَنَعَهُ اِلَّا الْكِبْرُ " : قَالَ: فَمَا رَفَعَهَا اِلٰى فِيْهِ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(٦١٣) حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ سیدھے ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے کہا کہ میں نہیں کرسکتا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تجھ میں اس کی طاقت نہ ہو۔ اس شخص کو صرف تکبر نے آپ ﷺ کی بات ماننے سے روکا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہ آدمی اپنا داہنا ہاتھ اپنے منہ تک نہ لے جاسکا۔

تخریج حدیث (٦١٣): صحیح مسلم، کتاب الاطمه، باب الادب فی الطعام و الشراب .

کلمات حدیث: كل بيمينك : اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔ امر ہے۔ اكل اكلا (باب نصر) کھانا۔

شرح حدیث: ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ سیدھے ہاتھ سے کھاؤ اس نے تکبر کے ساتھ کہا کہ میں سیدھے ہاتھ سے نہیں کھا سکتا آپ ﷺ نے فرمایا کہ تجھے اس کی طاقت نہ ہو اور اس کے بعد وہ کبھی اپنا دایاں ہاتھ منہ تک نہ لے جاسکا۔ اس شخص کا نام بسر بن راعی الاشجعی ہے اس وقت تک یہ اسلام نہ لائے تھے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے الاصابۃ میں ان کو صحابہ کرام میں ذکر کیا ہے۔

داہنے ہاتھ سے کھانا تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "تم میں سے کوئی ہرگز اپنے بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ پیے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووی : ١٣ / ١٢٦ روضة المتقین : ٢ / ١٠٧)

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے بھی حدیث ١٦٠ میں گزر چکی ہے۔

سرکش، متکبر، بخیل جہنمی ہیں

٦١٤ . وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: " اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ؟ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ . وَتَقَدَّمَ شَرْحُه' فِيْ بَابِ ضَعَفَةِ الْمُسْلِمِيْنَ .

(٦١٤) حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں نہ بتلا دوں کہ اہل جہنم کون ہیں؟ ہر سرکش بخیل اور متکبر جہنمی ہے۔ (متفق علیہ)

اس کی شرح باب ضعفۃ المسلمین میں گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث (٦١٤): صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالیٰ عتل بعد ذلك زنیم . صحیح مسلم، صفة الجنة، باب النار یدخلها الجبارون و الجنة یدخلها الضعفاء .

کلمات حدیث: عتل : سخت اور بدمزاج۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک میں ارشاد ہے کہ تکبر ایسا برا وصف ہے جو انسان کو جہنم میں پہنچا دیتا ہے اس حدیث کی شرح اس سے پہلے باب ضعفۃ المسلمین (حدیث ۲۵۴) میں گزر چکی ہے۔

جنت و جہنم کا مکالمہ

۶۱۵. وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "احْتَجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَقَالَتِ النَّارُ : فِیَّ الْجَبَّارُوْنَ وَالْمُتَكَبِّرُوْنَ وَقَالَتِ الْجَنَّةُ : فِیَّ ضُعَفَآءُ النَّاسِ وَمَسَاكِیْنُهُمْ . فَقَضَی اللّٰهُ بَیْنَهُمَا : اِنَّكِ الْجَنَّةُ رَحْمَتِیْ اَرْحَمُ بِكِ مَنْ اَشَآءُ وَاِنَّكِ النَّارُ عَذَابِیْ اُعَذِّبُ بِكِ مَنْ اَشَآءُ، وَلِكِلَیْكُمَا عَلَیَّ مِلْؤُهَا . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۶۱۵) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنت اور جہنم میں آپس میں دلیلوں کا تبادلہ ہوا۔ جہنم نے کہا کہ یہاں بڑے بڑے جبار اور متکبر ہین، جنت نے کہا کہ میرے یہاں ضعفاء اور مساکین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ فرمایا کہ اے جنت! تو میری رحمت ہے تیرے ذریعے سے میں جس پر چاہوں گا رحم کروں گا اور تو اے جہنم! میرا عذاب ہے میں تیرے ذریعے سے جسے چاہوں گا عذاب دوں گا اور تم دونوں کے بھرنے کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۶۱۵): صحیح مسلم، کتاب صفة القیامة والجنة والنار، باب النار یدخلها الجبارون والجنة یدخلها الضعفاء .

کلماتِ حدیث: احتجت : دلیل۔ احتج احتجاجاً (باب افتعال) دلیل دینا۔ حجة : دلیل، جمع حجج .

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک سے معلوم ہوا کہ تکبر اللہ کے یہاں ناپسندیدہ ہے اور اس کے برعکس تواضع وانکساری اور عاجزی اللہ کے یہاں پسندیدہ اوصاف ہیں، کیونکہ فی الواقع انسان کمزور ہے۔ ﴿ وَخُلِقَ ٱلْإِنسَـٰنُ ضَعِيفًا ﴾ اور انسان اپنی ہر ضرورت اور زندگی کی بقاء کے لیے ہر وقت اللہ کا محتاج ہے۔ یا ایہا الناس انتم الفقراء الی اللّٰہ اس لیے اللہ کے حضور میں اپنی عاجزی اور اپنی حاجتمندی کا اظہار کرنا انسان کی محبوب صفت ہے اللہ پر ایمان رکھنے والے کو جنت میں لے جائے گی۔ اس حدیث کی شرح باب فضل المسلمین (حدیث ۲۵۶) میں گزر چکی ہے۔ (دلیل الفالحین : ۳/۵۹)

ازار، تہبند، شلوار ٹخنے سے نیچے لٹکانے پر وعید

۶۱۶. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " لَایَنْظُرُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِلٰی مَنْ جَرَّ اِزَارَهٗ بَطَرًا ." مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۶۱۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف

نظر نہیں فرمائیں گے جس نے تکبر کی وجہ سے اپنی چادر ٹخنے سے نیچے کھینچی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۶۱۶): صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب من جرازاره من خیلاء . صحیح مسلم، کتاب اللباس باب تحریم جر الثوب خیلاء .

کلماتِ حدیث: جر : کھینچا۔ جر جراً (باب نصر) کھینچنا۔

شرحِ حدیث: اللہ تعالیٰ اس شخص کی جانب نظر رحمت نہیں فرمائیں گے جو اپنی ازار کو تکبر کے طور پر کھینچ کر چلتا ہو اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر نہیں کریں گے جو اپنے کپڑے کو تکبر سے کھینچ کر چلتا ہو۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ازار ہو یا قمیص یا عمامہ اس کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اگر بطورِ تکبر ہو تو حرام ہے اور اگر تکبر کے بغیر ہو تو مکروہ ہے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا تکبر ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں لباس کو ٹخنے سے نیچے لٹکانا حرام ہے اور قمیص اور ازار کا نصف ساق تک رکھنا مستحب ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ "مؤمن کی ازار اس کے نصف ساق تک ہو اور نصف ساق سے کعبین (ٹخنوں) تک کے درمیان ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔" ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اگر بطورِ تکبر ہو تو حرام ہو اور بغیر تکبر ہو تو مکروہِ تنزیہی ہے۔ (فتح الباري : ۳/۱۰۸ ـ دلیل الفالحین : ۳/۶۰)

تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ بات نہیں فرمائیں گے

۶۱۷۔ وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " ثَلَاثَةٌ لَايُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَايُزَكِّيهِمْ وَلَايَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ : شَيْخٌ زَانٍ وَمَلِكٌ كَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ . " الْعَآئِلُ " الْفَقِيْرُ .

(۶۱۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت کلام نہیں فرمائیں گے نہ ان کو پاک فرمائیں گے اور نہ ان کی جانب نظرِ رحمت فرمائیں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ بوڑھا زانی، جھوٹا بادشاہ اور متکبر فقیر۔ (مسلم) عائل فقیر کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث (۶۱۷): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار و المن بالعطیة .

کلماتِ حدیث: لا یزکیھم : انہیں پاک نہیں کرے گا۔ زکی تزکیة : پاک کرنا، نشوونما کرنا، یعنی ان کو گناہوں سے پاک نہ کرے گا اور نہ ان کے اعمال کو قبول کرے گا۔

شرحِ حدیث: تین آدمی ہیں جن سے روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کلام نہیں فرمائے گا یعنی کلام رضا نہیں ہوگا بلکہ ناراضگی اور غصہ سے کلام ہوگا اور کسی نے کہا کہ عدمِ کلام سے مراد اعراض کرنا اور ناراضگی کا اظہار کرنا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ انہیں گناہوں سے پاک وصاف

فرمائے گا اور نہ ان کی جانب نظر رحمت فرمائے گا اور ان کے لیے عذاب الیم ہے۔ وہ تین آدمی یہ ہیں۔ بوڑھا زانی، جھوٹا بادشاہ اور فقیر متکبر۔ یعنی اگر جرم کے اسباب اور دواعی موجود نہ ہونے کے باوجود انسان جرم کرے اور گناہ کا مرتکب ہو تو اس کے گناہ کی سنگینی میں اضافہ ہو جاتا ہے اور گناہ کی سنگینی سزا کی سختی اور شدت کی داعی ہے۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ۲/ ۱۰۰ ۔ دلیل الفالحین : ۳/ ۶۰)

تکبر اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ ہے

۶۱۸۔ وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : اَلْعِزُّ اِزَارِیْ، وَالْكِبْرِيَآءُ رِدَآئِیْ . فَمَنْ يُنَازِعُنِیْ فِیْ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فَقَدْ عَذَّبْتُه ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۶۱۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عزت میری ازار اور کبریا میری رداء ہے۔ جو اسے مجھ سے چھیننے کی کوشش کرے گا میں اسے عذاب میں مبتلا کروں گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۶۱۸): صحیح مسلم، باب تحریم الکبر .

کلمات حدیث: عز : عزت، قوت اور غلبہ۔ نازعني : جو مجھ سے چھینے گا، جو مجھ سے منازعت کرے گا۔ نازع منازعة (باب مفاعلہ) جھگڑنا۔ نازعه الثوب : کسی کو کپڑے سے پکڑ کر کھینچنا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کی صفات کریمہ میں سے ایک اس کی کبریائی اور اس کی عظمت اور اس کا ہر شئے سے بڑا ہونا ہے وہی غالب اور قدرت والا ہے اور وہی مالک اور قاہر ہے اور ہر شئے اس کی مخلوق ہے جس پر اسے پوری قدرت اور مکمل اختیار حاصل ہے۔ کسی بھی مخلوق کے لیے یہ امر زیبا نہیں ہوسکتا کہ وہ خالق کی ہمسری کرے کسی بھی محکوم کے لیے یہ موزوں نہیں ہوسکتا کہ وہ حاکم کی برابری کرے اور کسی مملوک کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ مالک سے ہمسری کرے۔ اس لیے فرمایا کہ بڑائی اور عظمت میرا لباس ہے۔ جو بڑائی کرتا ہے تکبر کرتا ہے وہ گویا میرا لباس کبریائی مجھ سے کھینچتا ہے۔ (روضة المتقین : ۲/ ۱۶٤)

اترا کر چلتے ہوئے زمین میں دھنسنا

۶۱۹۔ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :"بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِیْ فِیْ حُلَّةٍ تُعْجِبُه' نَفْسُه' مُرَجِّلٌ رَاْسَه' يَخْتَالُ فِیْ مِشْيَتِهٖ اِذْ خَسَفَ اللّٰهُ بِهٖ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِی الْاَرْضِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

مُرَجِّلٌ رَاْسَه' : اَیْ مُمَشِّطُه' : يَتَجَلْجَلُ بِالْجِيْمَيْنِ : اَیْ يَغُوْصُ وَيَنْزِلُ .

(۶۱۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی عمدہ لباس میں ملبوس جا رہا تھا اور اسے اپنا آپ اچھا لگ رہا تھا سر میں کنگھی کی ہوئی تھی اترا کر چل رہا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو اسی وقت زمین میں دھنسا دیا وہ روز قیامت تک اسی طرح زمین میں دھنستا رہے گا۔ (متفق علیہ)

مزجل رأسه : بالوں میں کنگھی کی ہوئی۔ یتجلجل : اتر تا جائے گا۔

تخریج حدیث(۶۱۹): صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب من جر ثوبه من الخیلاء . صحیح مسلم، اللباس، باب تحریم التبختر فی المشی مع اعجابه شبابه .

کلماتِ حدیث: حلة : کپڑوں کا جوڑا۔ جمع حلل . یختال : اکڑتا ہوا۔ اختال اختیالاً (باب افتعال) تکبر کرنا، اکڑ کر چلنا۔ خسف : دھنسا دیا۔ خسف خسوفاً (باب ضرب) فی الارض : زمین میں دھنسنا۔

شرح حدیث: پچھلی امتوں میں سے کسی کا واقعہ ہے کہ کوئی شخص عمدہ لباس پہن کر اور اپنے آپ کو بنا سنوار کر تکبر کے ساتھ اتراتا ہوا جا رہا تھا کہ اللہ نے اسے زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت تک اسی طرح دھنستا رہے گا۔ حدیث کا مقصود یہ ہے کہ تکبر کرنا لوگوں کو حقیر سمجھنا اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اپنا کمال سمجھ کر ان پر اترانا، بہت بڑا گناہ ہے اور جس قدر بڑا گناہ ہے اتنی ہی بڑی اس کی سزا ہے۔

(فتح الباري : ۱۰۸/۳ - روضة المتقین : ۱٦٥/۲)

خود پسندی میں مبتلا شخص کا انجام

۶۲۰ . وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَايَزَالُ الرَّجُلُ يَذْهَبُ بِنَفْسِهٖ حَتّٰى يُكْتَبَ فِي الْجَبَّارِيْنَ فَيُصِيْبُهٗ مَا اَصَابَهُمْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ . وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

"يَذْهَبُ بِنَفْسِهٖ" : اَيْ يَرْتَفِعُ وَيَتَكَبَّرُ .

(۶۲۰) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی تکبر کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ سرکشوں میں لکھا جاتا ہے۔ پس اس کو وہی سزا ملے گی جو ان کو ملے گی۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیثِ حسن ہے)

یذهب بنفسه : بڑائی اور تکبر کرتا ہے۔

تخریج حدیث(۶۲۰): الجامع للترمذی، ابواب البر و الصلة و الآداب .

کلماتِ حدیث: یذهب بنفسه : تکبر کا اظہار کرتا ہے، بڑائی کرتا ہے۔

شرحِ حدیث: آدمی اپنے آپ کو بلند سمجھتا رہتا ہے اور اس حسن ظن میں مبتلا رہتا ہے کہ وہ بہت بڑا اور عظیم آدمی ہے یہاں تک کہ وہ تکبر کے مختلف درجے طے کرتا ہوا متکبر سرکش اور ظالم لوگوں کے درجے کو پہنچ جاتا ہے اور اس کا نام ان کی فہرست میں لکھ دیا جاتا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے اندر خصالِ حمیدہ اور اخلاقِ حسنہ پروان چڑھانے کی کوشش کرے اور برے اخلاق سے بچے اور کوشش اور سعی کر کے اچھی عادات اختیار کرے۔ (روضة المتقین : ۱٦٦/۲ - دلیل الفالحین : ٦۳/۳)

☆☆☆☆☆☆☆

الباب(۷۳)

حُسْنِ الْخُلُقِ
حسن اخلاق

۲۱۳. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''بے شک آپ اعلیٰ اخلاق پر ہیں۔'' (القلم: ۴)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ ترین اخلاق پر مبعوث فرمایا، خود آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں مکارمِ اخلاق کی تتمیم کے لیے مبعوث ہوا ہوں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ ﷺ کا اخلاق قرآن تھا، یعنی لسانِ نبوت پر قرآن جاری تھا اور آپ ﷺ کے اقوال واعمال وعادات قرآن کی تفسیر تھے قرآن نے جس جس نیکی بھلائی اور اچھائی کی تعلیم دی وہ ساری کی ساری آپ ﷺ کی فطرت میں موجود تھیں اور آپ ﷺ ان سب کا عملی پیکر تھے اور قرآن کریم نے جن برائیوں کا ذکر کیا ہے آپ ﷺ ان سے طبعاً نفور اور عملاً بہت دور تھے۔ آپ ﷺ کے مزاج کی ساخت آپ کی طبیعت کا رنگ اور آپ کی فطرت کا اسلوب ہی اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا تھا کہ آپ ﷺ کی کوئی حرکت وعمل تناسب واعتدال سے اور اللہ کے بنائے ہوئے قانونِ فطرت سے سرمو تجاوز نہ کرسکتی تھی۔ (تفسير عثماني : معارف القرآن)

۲۱۴. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ﴾ الآية.

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اور وہ غصے کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کردینے والے ہیں۔'' (آلِ عمران: ۱۳۴)

تفسیری نکات: دوسری آیتِ کریمہ میں اخلاق کے چند پہلوؤں کو واضح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اہل تقویٰ وہ ہیں جو راحت وتکلیف ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کردیتے ہیں۔ فی الواقع غصہ کو پی جانا بہت بڑا کمال ہے اور اس پر مزید یہ کہ لوگوں کی زیادتیوں یا غلطیوں کو بالکل معاف فرمادیتے ہیں اور نہ صرف معاف کردیتے ہیں بلکہ حسن سلوک اور نیکی سے پیش آتے ہیں۔ (تفسير عثماني)

رسول اللہ ﷺ سب سے اچھے اخلاق کے مالک تھے

۶۲۱. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا''

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٦٢١) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے بہترین اخلاق والے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۶۲۱): صحیح البخاری ، کتاب الادب ، باب الکنیة للصبی . صحیح مسلم ، کتاب الفضائل ، باب کان رسول اللہ ﷺ احسن الناس خلقاً .

کلماتِ حدیث: خلق : طبیعت،خصلت،عادت،جمع اخلاق.

شرحِ حدیث: دنیا میں نیکی اور اچھائی کا سرچشمہ ہمیشہ اس دنیا میں اللہ کے بھیجے ہوئے انبیاء اور رسول رہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے گزشتہ انبیاء کی تمام تعلیمات کو جمع فرما دیا تھا اس لیے آپ ﷺ حسن اخلاق کے اعلیٰ ترین نمونہ تھے نہ صرف اپنے زمانے کے لیے بلکہ ہر آنے والے زمانے کے لیے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آپ کا اسوۂ حسنہ آپ کی سیرتِ طیبہ اور آپ کی حیات تمام انسانیت کے لیے ایک اعلیٰ ترین نمونہ اخلاق ہے۔

﴿ لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾

(فتح الباري : ٣/ ٢٤٠ ـ تحفة الأحوذي : ٢/ ٣٠٧)

رسول اللہ ﷺ کے عمدہ اخلاق کا بیان

٦٢٢ . وَعَنْهُ قَالَ: مَامَسِسْتُ دِيْبَاجًا وَلَاحَرِيْرًا أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَاشَمَمْتُ رَائِحَةً قَطُّ أَطْيَبَ مِنْ رَآئِحَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَقَدْ خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِيْنَ فَمَا قَالَ لِيْ قَطُّ، أُفٍّ، وَلَاقَالَ لِشَيْءٍ فَعَلْتُه' : لِمَ فَعَلْتَه"؟ وَلَالِشَيْءٍ لَمْ أَفْعَلْهُ : أَلَافَعَلْتَ كَذَا؟" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٦٢٢) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کوئی دیباج یا ریشم اتنا نرم نہیں پایا جتنی نرم آپ ﷺ کی ہتھیلی تھی اور کوئی خوشبو اس قدر لطیف کبھی نہیں سونگھی جتنی لطیف خوشبو آپ کے جسم کی تھی ، میں دس سال آپ کی خدمت میں رہا آپ ﷺ نے مجھے کبھی اُف نہیں کہا اور جو کام میں نے کیا آپ نے اس کے بارے میں کبھی یہ نہیں فرمایا کہ کیوں کیا اور جو کام میں نے نہیں کیا اور اس کے بارے میں آپ نے کبھی نہیں فرمایا کہ کیوں نہیں کیا؟ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۶۲۲): صحیح البخاری ، کتاب المناقب ، باب صفة النبي ﷺ . صحیح مسلم ، کتاب الفضائل ، باب کان رسول اللہ ﷺ احسن الناس خلقا.

کلماتِ حدیث: دیباج : ریشم کی ایک قسم ہے۔ حریر : ریشم۔ ألین : زیادہ نرم، افعل التفضیل ۔ لان لیناً (باب ضرب) نرم

ہونا۔ رائحة : خوشبو، جمع روائح۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ حسن و جمال باطنی کے ساتھ ظاہری حسن و جمال کا بھی پیکر تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ کے کف دست حریر اور ریشم سے زیادہ نرم اور ملائم تھے اور جسدِ اقدس میں ایسی لطیف خوشبو تھی کہ ایسی خوشبو میں نے کبھی نہیں سونگھی۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے شفا میں فرمایا ہے کہ آپ جس سے مصافحہ فرماتے سارا دن اس کے ہاتھ میں خوشبو رہتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی کسی عطار کی ہتھیلی کی طرح تھی آپ اگر کسی بچے کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے تو وہ خوشبو کی بنا پر دوسرے بچوں سے ممتاز ہو جاتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں دس سال رہا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو میری عمر دس سال تھی مجھے میری ماں نے خدمتِ رسول ﷺ میں دے دیا تھا، رسول اللہ ﷺ کی رحلت تک آپ کے ساتھ رہا، اس دس سال کے طویل عرصے میں کبھی آپ نے ہوں تک نہیں کہا کسی کام کو یہ نہیں کہا کہ کیوں کیا اور کسی کام کو یہ نہیں کہا کہ کیوں نہیں کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ دس سال تک سفر و حضر میں گھر میں اور باہر ہر وقت آپ کے ساتھ رہے۔

(فتح الباري : ۲/۲۷۷ ۔ روضة المتقين : ۲/۱٦۸)

حالتِ احرام میں شکار واپس کرنا

۶۲۳ . وَعَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: قَالَ: اَهْدَيْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَحْشِيًا فَرَدَّهُ عَلَيَّ، فَلَمَّا رَاٰى مَافِيْ وَجْهِيْ قَالَ : "اِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ اِلَّا اَنَّا حُرُمٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۶۲۳) حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک حمار وحشی بطورِ ہدیہ بھیجا۔ آپ نے اسے واپس فرما دیا لیکن جب میرے چہرے پر اس کا اثر دیکھا تو فرمایا کہ ہم نے تمہارا ہدیہ اس لیے واپس کیا کہ ہم احرام باندھے ہوئے ہیں۔

تخریج حدیث (۶۲۳): صحيح البخاري ، كتاب الحج ، باب اذا اهدى للمحرم حماراً و حشيا حيا لم يقبل .
صحيح مسلم ، كتاب الحج ، باب تحريج الصيد للمحرم.

کلماتِ حدیث: حماراً وحشيا : جنگلی گدھا، جمع حمر ، حمير.

راوی حدیث: حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول ﷺ ہیں۔ آپ سے سولہ احادیث مروی ہیں۔ زمانہ خلافت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں انتقال فرمایا۔ (شرح الزرقاني : ۲/۳۷٦)

شرحِ حدیث: ائمہ ثلاثہ یعنی امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کی رائے ہے کہ اگر غیر محرم نے محرم کے لیے

شکار کیا تو محرم کو اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر محرم نے شکار کرنے والے غیر محرم کو نہ اشارہ کیا ہو اور نہ دلالت کی ہو اور نہ صراحتاً کہا ہو تو محرم اس شکار کو کھا سکتا ہے جو غیر محرم نے کیا ہو۔

اگر محرم کو زندہ جانور دیا جائے تو محرم کو لینا جائز نہیں ہے۔ اسی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو عنوان باب بنایا ہے رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت صعب بن جثامہؓ کے چہرے پر ملال دیکھا تو آپ ﷺ نے ان کی دلداری کے لیے وضاحت فرمائی کہ ہم حالتِ احرام میں ہیں اس لیے ہم نے تمہارے اس ہدیہ کو قبول نہیں کیا۔ (فتح الباري : ۱/۹۷۶ ـ شرح الزرقاني : ۲/۳۷۵)
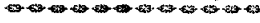
گناہ کا کام وہ جس پر لوگوں کے مطلع ہونا ناپسند ہے

۶۲۴. وَعَنِ النَوّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِرِّ وَالْاِثْمِ فَقَالَ : "اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْاِثْمُ مَاحَاکَ فِيْ نَفْسِکَ وَکَرِهْتَ اَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ." رواهُ مُسْلِمٌ.

(۶۲۴) حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نیکی اور گناہ کے بارے میں سوال کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ بر حسن اخلاق ہے اور گناہ وہ ہے جس کی تمہارے دل میں کھٹک محسوس ہو اور تمہیں پسند نہ ہو کہ لوگوں کو اس کی اطلاع ہو۔

تخریج حدیث (۶۲۴): صحیح مسلم ، کتاب البر و الصلة ، باب تفسير البر و الاثم .

کلماتِ حدیث: البر : نیکی ، بھلائی ، جملہ امور خیر۔ البر : اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔

شرحِ حدیث: اللہ تعالیٰ نے انسان کو فطرتِ سلیمہ پر پیدا کیا ہے، اگر انسان کی یہ فطرت بدستور سلیم باقی رہے اور گناہوں کی آلودگیوں میں ملوث ہو کر زنگ خوردہ نہ ہو جائے تو انسان جان سکتا ہے کہ برائی اور گناہ کیا ہے اس کا قلب کبھی بھی گناہ اور برائی پر اطمینان محسوس نہیں کرے گا بلکہ اس کے دل میں ایک کسک سی پیدا ہو جائے گی اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی انسان یہ نہیں چاہتا کہ لوگ اسے برا سمجھیں یا اس کی کسی برائی کا ذکر کریں اس لیے وہ لوگوں سے اس برائی کو چھپانا چاہتا ہے۔ اس کے برعکس اگر قلب زنگ خوردہ ہو جائے اور فطرتِ سلیمہ منقلب ہو جائے تو انسان کے سینے میں آویزاں یہ خیر وشر کی میزان بے اثر ہو جاتا ہے۔

غرض رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بر (نیکی) حسن اخلاق ہے اور اثم (گناہ) ہر وہ کام یا بات ہے جس سے دل میں کسک ہو اور آدمی یہ چاہے کہ کسی کو اس کی اطلاع نہ ہو۔
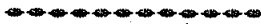
رسول اللہ ﷺ فحش گو نہ تھے

۶۲۵. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَلَامُتَفَحِّشًا : وَكَانَ يَقُوْلُ : "اِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ اَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٦٢٥) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نہ تو فحش گو تھے اور نہ فحش گوئی اختیار فرماتے تھے اور آپ ﷺ فرماتے کہ تم میں سے سب سے اچھے لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہوں۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۶۲۵): صحيح البخاری ، كتاب المناقب ، باب صفة النبي ﷺ . صحيح مسلم ، كتاب الفضائل ، باب كثرة حيائه ﷺ.

کلماتِ حدیث: فاحشاً : قبیح ،بدخلق ۔ فحش :قبیح قول یا فعل ۔ متفحشا : بدزبان ۔

شرح حدیث: نبوت اور رسالت سے پہلے ہی سارا عرب آپ ﷺ کو پکار پکار کر صادق و امین کہہ رہا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ کے صادق القول ہونے اور آپ کی سیرت کی پاکیزگی اور اخلاقی رفعت و بلندی پر اس قدر یقین کامل تھا کہ جب آپ ﷺ نے آکر غارِ حرا میں فرشتے کے آنے اور وحی کے نازل ہونے کا واقعہ سنایا تو انہوں نے ایک لمحہ کا بھی تردد نہیں کیا اور فوراً ایمان لے آئیں۔ صحابہ کرام کی عظیم تعداد نے زندگی بھر آپ کو دیکھا سب نے گواہی دی کہ آپ ﷺ اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔

آپ ﷺ نے حیاتِ طیبہ کے مختلف مراحل میں کبھی بھی کوئی برا یا ناگوار لفظ زبان سے ادا نہیں کیا، حقیقت یہ ہے کہ جس زبان پر ہر وقت اللہ کا کلام جاری تھا اسے ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ آپ نے اپنے اصحاب کو بھی یہی تعلیم دی کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں ایمان کے اعتبار سے کامل ترین وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے اچھا ہو اور اپنی عورتوں کے حق میں بہتر ہو۔

(فتح الباري : ٢/ ٣٧٢ ۔ تحفة الاحوذي : ٦/ ٩٨ ۔ إرشاد الساري : ٨/ ٥٤ ۔ روضه المتقين : ٢/ ١٧٠)

حسنِ اخلاق میزانِ عمل پر بہت بھاری ہوگا

٦٢٦ . وَعَنْ اَبِى الدَّرْدَآءِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِىَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَا مِنْ شَىْءٍ اَثْقَلُ فِىْ مِيْزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَهِ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ، وَاِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِىَّ." رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

" اَلْبَذِىُّ " هُوَالَّذِىْ يَتَكَلَّمُ بِالْفُحْشِ وَرَدِىْءِ الْكَلَامِ .

(٦٢٦) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روزِ قیامت مومن کے میزان میں کوئی عمل حسنِ خلق سے وزنی نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ فحش گوئی اور بدزبانی کرنے والے کو ناپسند فرماتے ہیں۔ (الترمذی) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور بذی وہ ہے جو فحش گوئی اور بدزبانی کرے۔

تخریج حدیث (٦٢٦): الجامع للترمذی ، ابواب البر و الصلة و الآداب ، باب ما جاء فی حسن الخلق .

کلماتِ حدیث: یبغض : ناپسند کرتا ہے۔ یبغض : ابغاض (باب افعال) مراد یہ ہے کہ اللہ جس سے ناپسندیدگی کا اظہار فرمائیں گے عالم ملکوت میں کوئی فرشتہ اس کے بارے میں کلمہ خیر نہیں کہے گا۔

شرحِ حدیث: اللہ تعالیٰ کے یہاں انسان کے اعمال وزن ہوں گے اور وہاں معانی اور مفاہیم بھی مجسد ہو جائیں گے ۔ جیسا کہ فرمایا کہ موت کو ایک مینڈھے کی صورت میں لایا جائے گا۔ اور روزِ قیامت صرف انہی اعمال کا وزن ہوگا جو ایمان کے ساتھ ہوں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوں کافر کے اعمال کا کوئی وزن نہ ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ﴾ (الکہف: ١٠٥)

اور وہاں کے پیمانے اس دنیا کے پیمانوں سے مختلف ہوں گے جو باتیں اس دنیا میں ہلکی تصور کی جاتی ہوں یا دنیادار لوگوں کی نظر میں بے قیمت ہوتی ہیں حساب کے روز ان کی قیمت بہت زیادہ ہوگی جیسا کہ فرمایا:

" كلمتان خفيفتان على اللسان ثقيلتان في الميزان سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم ."

" دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے اور میزان میں بھاری ہیں وہ یہ ہیں: سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم ۔"

اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ناپسند فرماتے ہیں جو بدزبان اور فحش گو ہو۔ علامہ نووی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ بذی کے معنی ہیں بدگو، بے حیا اور بے ہودہ باتیں کرنے والا۔ اور ملاعلی قاری فرماتے ہیں کہ بذی کے معنی بداخلاق کے ہیں کہ پہلے اخلاقِ حسنہ کا ذکر تھا تو یہاں اس کے بالمقابل بدخلقی کا ذکر فرمادیا۔ (تحفة الاحوذي : ٦/ ١٣٠ ـ روضه المتقين : ٢/ ١٧٠ ـ دليل الفالحين : ٣/ ٦٧)

دو چیزیں جہنم میں داخل کرنے والی ہیں

٦٢٧ ۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ، قَالَ : "تَقْوَى اللّٰهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ" وَسُئِلَ عَنْ اَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ فَقَالَ : "الْفَمُ وَالْفَرْجُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(٦٢٧) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل ہے جس سے زیادہ لوگ جنت میں جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا تقویٰ اور حسن خلق اور آپ سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل ایسا ہے جس سے زیادہ لوگ جہنم میں جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا منہ اور شرم گاہ۔ (ترمذی اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے)

تخریج حدیث (٦٢٧): الجامع للترمذی ، ابواب البر و الصلة و الآداب ، باب ما جاء في حسن الخلق .

کلماتِ حدیث: یدخل : داخل کرے گا۔ ادخل إدخالا (باب افعال) داخل کرنا۔ دخل دخولاً (باب نصر) داخل ہونا۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک میں ارشاد ہوا ہے کہ اسلام میں دو طرح کے حقوق ہیں: حقوق اللہ اور حقوق العباد تقویٰ یعنی اللہ کی

خشیت اور اس کا خوف ایسی بات ہے کہ جس سے اللہ کے تمام حقوق کی ادائیگی وابستہ ہے بلکہ تقویٰ نام ہی ہے اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر عمل کرنے اور جملہ منہیات سے بچنے کا اور حسن اخلاق منبع ہے حقوق العباد کی ادائیگی کا اس لیے تقویٰ اور حسن خلق ایسا عمل ہے جو بہت کثیر تعداد میں انسانوں کو جنت میں لے جائے گا۔

جبکہ انسان کے منہ سے بہت سے بڑے بڑے گناہ سرزد ہوتے ہیں جیسے اکل حرام، غیبت اور بہتان وغیرہ، اسی طرح شرم گاہ بدکاری کا ذریعہ ہے اس لیے جو فعل سب سے زیادہ لوگوں کو جہنم میں لے جانے والا ہے وہ منہ اور شرم گاہ ہے۔ امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ منہ زبان پر مشتمل ہے اور زبان کا تحفہ دین کے اہم امور میں سے ایک ہے اور اکل حلال تقویٰ کی اساس اور بنیاد ہے اور اسی طرح شرمگاہ کی حفاظت بھی دین کا ایک اہم جز ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۝٥ ﴾

جو شخص باوجود قدرت اور ارتفاع موانع اور وجود شہوت کے محض اللہ کے ڈر سے حرام کاری سے باز رہا اور اپنی عصمت کی حفاظت کی وہ درجہ صدیقین تک پہنچ جاتا ہے اور جنت اس کا ٹھکانا ہوتی ہے۔

﴿ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ۝٤٠ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۝٤١ ﴾

''جو شخص اللہ کے روبرو پیش ہونے سے ڈرا اور اپنے خواہش نفس کی اتباع سے بچا اس کا ٹھکانا جنت ہے۔''

(تحفة الاحوذي : ٦/١٣٢ ـ الترغيب والترهيب : ٣/٣٨٥ ـ دليل الفالحين : ٣/٦٨)

عورتوں سے اچھے اخلاق سے پیش آنا

٦٢٨. وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَآئِهِمْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(٦٢٨) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں میں سب سے زیادہ اخلاق والے ہیں اور تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں سب سے اچھے ہیں۔ (ترمذی) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث (٦٢٨): الجامع للترمذی ، ابواب الایمان ، باب ما جاء فی استکمال الایمان .

کلمات حدیث: خیارکم : تم میں سب سے اچھے۔ خیر : نیکی، بھلائی نیک اور اچھا آدمی جمع اخیار.

شرح حدیث: ایمان اور اخلاق حسنہ باہم لازم وملزوم ہیں آدمی جتنے اچھے اخلاق والا ہوگا اتنا ہی کامل ایمان والا ہوگا اور جس قدر ایمان میں کمال اور ترقی حاصل ہوگی اسی قدر اخلاق رفیع اور بلند ہوں گے۔ عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ بھی بذات خود کمال اخلاق اور کمال ایمان کی علامت ہے کیونکہ عورت بہ نسبت مرد کے ایک کمزور وجود ہے نیز وہ اپنی حاجات کی تکمیل میں مرد کی تابع اور اس کی دست

نگر ہے۔ اس لیے اس کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ اخلاق مصلحت اور ضرورت کے تحت نہیں ہے بلکہ اللہ کی رضا کے لیے ہے جو بذاتِ خود کمالِ ایمان کی دلیل ہے۔ (روضة المتقين : ۲/ ۱۷۲ ـ نزهة المتقين : ۱/ ۵۱۰)

۶۲۹. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ الصَّآئِمِ الْقَآئِمِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ .

(۶۲۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مؤمن اپنے حسن اخلاق سے وہ درجہ پالیتا ہے جو ایک روزہ دار شب بیدار شخص پاتا ہے۔ (ابوداود)

تخریج حدیث(۶۲۹): سنن ابی داود ، کتاب الاداب ، باب حسن الخلق .

کلماتِ حدیث: ليدرك : پالیتا ہے۔ أدرك ادراكاً (باب افعال) پالینا، مل جانا۔

شرحِ حدیث: اصل بات اللہ کے راستے میں چلنے کی سعی اور مجاہدہ ہے۔ قیامِ لیل ایک مجاہدہ ہے اور صوم نہار ایک مجاہدہ۔ اور مختلف ومتنوع لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق کے ساتھ دیانت وامانت کے ساتھ اور صدق وصفا کے ساتھ معاملہ کرنا بھی مجاہدہ ہے اور اس مجاہدے سے گزر کر مؤمن قائم اور صائم کا درجہ حاصل کر لیتا ہے اگر چہ اس کی نفلی نمازیں کم ہوں اور نفلی روزون کی تعداد کم ہو۔

(دليل الفالحين : ۳/ ۶۹ ـ روضة المتقين : ۲/ ۱۷۳)

اخلاق کی بدولت جنت میں اعلیٰ مقام حاصل ہوگا

۶۳۰. وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَنَا زَعِيْمٌ بِبَيْتٍ فِيْ رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَآءَ وَاِنْ كَانَ مُحِقًّا، وَبِبَيْتٍ فِيْ وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَاِنْ كَانَ مَازِحًا، وَبِبَيْتٍ فِيْ اَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسَّنَ خُلُقَه"، حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ "الزَّعِيْمُ" : الضَّامِنُ .

(۶۳۰) حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اس شخص کے لیے جس نے حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا چھوڑ دیا جنت کے اطراف میں ایک گھر کا ضامن ہوں اور اس شخص کے لیے بھی جنت کے درمیان میں گھر کا ضامن ہوں جس نے جھوٹ کو چھوڑ دیا خواہ مزاح کے طور پر ہی ہو اور اس شخص کے لیے بھی جنت کے بلند ترین مقام پر گھر کا ضامن ہوں جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ (ابوداود) حدیث صحیح ہے۔

الزعیم کے معنی ضامن کے ہیں۔

تخریج حدیث(۶۳۰): سنن ابی داود ، کتاب الآدب ، باب حسن الخلق .

کلماتِ حدیث: ربض : گرد ونواح، شہر کی فصیل، جمع ارباض . المراء : لڑائی، جھگڑا۔ مازحاً : مذاق کرتے ہوئے، بطورِ

مذاق۔ مزح مزحا (باب فتح) مذاق کرنا۔

شرح حدیث: اگر کوئی شخص صلح وآشتی کی خاطر اور اس خاطر کہ جھگڑے میں پڑ کر باہمی مخاصمت بڑھے گی اور شر وفساد میں اضافہ ہوگا حق پر ہوتے بھی اپنا حق بھی چھوڑ دے اس کے حق میں ارشاد ہوا کہ میں جنت کے اطراف میں اس کے لئے گھر کی ضمانت دیتا ہوں۔ایک حدیث میں ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور جس کی زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔اور فرمایا جو شخص ہمیشہ سچ بولتا ہے حتیٰ کہ کبھی ہنسی مذاق میں ایسا موقع نہیں آتا کہ وہ جھوٹ بولے تو جنت کے درمیان میں اس کے لیے گھر کا ضامن ہوں۔اور جو شخص اعلیٰ اخلاق کا مالک ہے میں اس کے لیے جنت کے اعلیٰ حصہ میں گھر کا ضامن ہوں۔

احادیث مبارکہ میں اخلاقِ حسنہ سے وہ اخلاق مراد ہیں جن کی تعلیم رسول اللہ ﷺ نے دی ہے، یعنی سچ بولنا، غیبت نہ کرنا، کسی پر بہتان نہ لگانا، ایثار، تواضع، مہمان نوازی، دل میں کسی کی برائی نہ رکھنا، اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی پسند کرنا جو اپنے لیے پسند کرتا ہے، کسی کی جاسوسی نہ کرنا، کسی کو طعنہ نہ دینا، مسلمان کی خیر خواہی کرنا، سلام کرنا، سلام میں پہل کرنا، دوسرے مسلمان کی خدمت کرنا، خیانت نہ کرنا، کسی کی عیب جوئی نہ کرنا، یتیموں کی سرپرستی کرنا، غریبوں اور محتاجوں کی کفالت کرنا، ماں باپ کی اور بڑے عمر کے لوگوں کی تکریم کرنا، تمام مسلمانوں کی عزت کرنا، لین دین اور معاملات میں ایمانداری برتنا، تکبر نہ کرنا، سخاوت، صلہ رحمی، وغیرہ اور ان امور کی تفصیل کے لیے امام غزالی رحمہ اللہ کی احیاء علوم الدین بہترین کتاب ہے۔ (دلیل الفالحین : ۳/۶۹)

اخلاق والے کو نبی کریم ﷺ کا قرب حاصل ہوگا

۶۳۱. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَیَّ وَاَقْرَبِكُمْ مِنِّیْ مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَحَاسِنَكُمْ اَخْلَاقًا، وَاِنَّ اَبْغَضَكُمْ اِلَیَّ وَاَبْعَدَكُمْ مِنِّیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ وَالْمُتَفَيْهِقُوْنَ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ عَلِمْنَا الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ فَمَا الْمُتَفَيْهِقُوْنَ؟ قَالَ "الْمُتَكَبِّرُوْنَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ! حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

"وَالثَّرْثَارُ" : هُوَ كَثِيْرُ الْكَلَامِ تَكَلُّفًا.

"وَالْمُتَشَدِّقُ"! الْمُتَطَاوِلُ عَلَی النَّاسِ بِكَلَامِهٖ وَيَتَكَلَّمُ بِمِلْءِ فِيْهِ تَفَاصُحًا وَتَعْظِيْمًا بِكَلَامِهٖ.

"وَالْمُتَفَيْهِقُ" اَصْلُهٗ مِنَ الْفَهَقِ وَهُوَ الْاِمْتِلَاءُ، وَهُوَ الَّذِیْ يَمْلَاءُ فَمَهٗ بِالْكَلَامِ وَيَتَوَسَّعُ فِيْهِ وَيُغْرِبُ بِهٖ تَكَبُّرًا وَارْتِفَاعًا وَاِظْهَارًا لِلْفَضِيْلَةِ عَلٰی غَيْرِهٖ. وَرَوَی التِّرْمِذِیُّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِیْ تَفْسِيْرِ حُسْنِ الْخُلُقِ قَالَ: هُوَ طَلَاقَةُ الْوَجْهِ، وَبَذْلُ الْمَعْرُوْفِ" وَكَفُّ الْاَذٰی.

(۶۳۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز تم میں سے سب سے زیادہ محبوب مجھے وہ شخص ہوگا جو تم میں سب سے اچھے اخلاق والا ہوگا اور تم میں سے سب سے زیادہ مجھے ناپسندیدہ وہ لوگ ہوں گے جو بہت

زیادہ باتیں کرنے والے بناوٹ کرنے والے اور تکبر سے منہ کھول کر باتیں کرنے والے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ باتونی اور بناوٹ والے لوگ تو ہم سمجھ گئے، متفیہقون کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ متکبر ہیں۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے)

ثرثار تکلف کے ساتھ اور بن کر باتیں کرنے والا۔ المتشدق اپنے کلام کی بڑائی جتلانے کے لیے منہ بھر کر بات کرنے والا۔

متفیہق: اس کی اصل فہق ہے جس کے معنی بھرنے کے ہیں یعنی جو منہ بھر کر بات کرتا ہے اور اس کو لمبا کرتا ہے اور دوسروں پر اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لیے اور اپنی فضیلت ظاہر کرنے کے لیے تکبر سے باتیں کرتا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن خلق کے معنی حضرت عبداللہ بن مبارک سے یہ نقل کیے ہیں کہ حسن خلق کے معنی ہیں لوگوں سے خندہ روئی سے پیش آنا ان کے ساتھ بھلائی کے ساتھ پیش آنا اور کسی کو ایذاء نہ پہنچانا۔

تخریج حدیث (۶۳۱): الجامع للترمذی، کتاب البر و الصلة و الآداب، باب ما جاء فی معالی الاخلاق.

کلمات حدیث: الثرثارون : بہت بولنے والے۔ ثرثرة الکلام: بسیار گوئی جس کے الفاظ زیادہ ہوں اور معنی کم ہوں۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں حسن اخلاق کی اہمیت اور اس کی فضیلت کا بیان ہے کہ آخرت میں اخلاقِ حسنہ کے حامل اہل ایمان رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں قریب ترین ہوں گے اور ان لوگوں کی برائی بیان فرمائی گئی ہے جو تکبر کی بناء پر منہ پھلا کر لفظوں کو آرائش دے کر اور انہیں سنوار کر اور جملوں کو گھما پھرا کر اس انداز سے بات کرتے ہیں کہ لوگ ان سے مرعوب ہو جائیں اور ان کی بڑائی کے اور دانش دنیا کے قائل ہو جائیں، یہ لوگ روزِ قیامت رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بار نہ پاسکیں گے اور آپ ﷺ اس وقت انہیں ناپسند فرمائیں گے جب اہل ایمان آپ کی شفاعت کے محتاج ہوں گے۔ (روضة المتقین : ۲/ ۱۷٤ ـ دلیل الفالحین : ۳/ ۷۰)

O

الباب (٧٤)

اَلْحِلْمُ وَالْاَنَاةُ وَالرِّفْقُ
حلم، بردباری اور نرمی

۲۱۵. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٣٤﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''غصے کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کردینے والے اور اللہ نیکوکاروں کو پسند کرتا ہے۔'' (آل عمران: ۱۳۴)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں ایک عظیم اخلاقی خوبی کا بیان ہوا ہے اور وہ ہے حلم یعنی بردباری کہ اہل ایمان اور اہل تقویٰ کے محاسن اخلاق میں سے ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ وہ عفوودرگزر سے کام لیتے ہیں اور تحمل اور برداشت کی ان میں ایسی شان ہوتی ہے کہ وہ غصہ کا اظہار نہیں کرتے بلکہ غصہ پی جاتے ہیں اور ان کا یہ حسن عمل اللہ کے یہاں پسندیدہ ہے۔ (معارف القرآن ۔ تفسير مظهري)

۲۱۶. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ﴿١٩٩﴾ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''عفوودرگزر کو اختیار کرو نیکی کا حکم کردو اور جاہلوں سے اعراض کرو۔'' (اعراف: ۱۹۹)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ عفوودرگزر اختیار کرو نیکی کا حکم دو، یعنی ہر جگہ اور ہر موقعہ پر معاف کردینا بہتر ہے اور نیکی کا حکم دیتے رہو یعنی اللہ نے جو باتیں انسانوں کی بھلائی کی بتائی ہیں اور جو جانی پہچانی نیکیاں ہیں ان کی فہمائش اور تعلیم کرتے رہو اور جاہلوں سے اعراض کرو۔ (معارف القرآن)

عفوودرگزر کرنے سے دشمن کو دوست بنایا جاسکتا ہے

۲۱۷. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴿٣٤﴾ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ﴿٣٥﴾ ﴾

اور فرمایا:

''بھلائی اور برائی برابر نہیں ہوسکتی اس طریق سے جواب دو جو بہت اچھا ہو کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی وہ تمہارا سرگرم دوست بن جائے گا یہ بات انہی لوگوں کو حاصل ہوگی جو برداشت کرنے والے ہیں اور انہی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے نصیب والے ہیں۔

(السجدہ:۳۴)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ برائی کو انگیز کر کے اچھائی سے بدلہ دینا بڑی اخلاقی جرات اور ہمت چاہتا ہے یہ اعلیٰ خصلت اور یہ کریمانہ اخلاق اللہ کے ہاں سے بڑے قسمت والے خوش نصیب اقبال مندوں کو ملتا ہے۔ایک سچے مؤمن کا مسلک یہ ہونا چاہیے کہ برائی کا جواب برائی سے نہ دے بلکہ جہاں تک ممکن ہو برائی کے مقابلے میں اچھائی سے پیش آئے اگر کوئی سخت بات کہے یا برا معاملہ کرے تو اس کے بالمقابل وہ طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے جو اس سے بہتر ہو، یعنی غصہ کے جواب میں بردباری گالی کے جواب میں تہذیب وشائستگی اور سختی کے جواب نرمی اور مہربانی سے پیش آئے۔اس طرزِ عمل کے نتیجے میں تم دیکھ لو گے کہ سخت سے سخت دشمن بھی ڈھیلا پڑ جائے گا اور ایک وقت آئے گا کہ وہ ایک گہرے اور گرمجوش دوست کی طرح تم سے برتاؤ کرنے لگے گا۔

۲۱۸. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴾

اور فرمایا کہ:

''جو صبر کرے اور قصور معاف کر دے تو یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔'' (الشوریٰ:۴۳)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا کہ صبر کرنا اور ایذائیں برداشت کر کے ظالم کو معاف کر دینا بڑی ہمت اور حوصلے کا کام ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس بندے پر ظلم ہو اور وہ محض اللہ کے واسطے درگزر کرے تو ضرور ہے کہ اللہ اس کی عزت بڑھائے گا اور مدد کرے گا۔

بردباری اللہ تعالیٰ کو پسند ہے

۶۳۲. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَشَجِّ عَبْدِالْقَيْسِ'' اِنَّ فِيْكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ: ''الْحِلْمُ وَالْاَنَاةُ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۶۳۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اشج عبدالقیس سے فرمایا کہ تمہارے اندر دو عادتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں ایک حلم اور دوسرے سوچ سمجھ کر کام کرنا۔(مسلم)

تخریج حدیث(۶۳۲): صحیح مسلم ، اوائل کتاب الایمان .

کلماتِ حدیث: حلم : عقل، صبر، بردباری، جمع احلام ، صفت حلیم، اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک۔ اناءۃ : ٹھہراؤ، تحمل، عدم عجلت: یعنی کسی کام کو کرنے سے پہلے مصالح پر نظر کرنا اور نتائج وعواقب پر غور کرنا۔

شرحِ حدیث: قبیلہ عبدالقیس کے چودہ افراد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی آمد کا سبب یہ ہوا کہ منقذ بن حیان زمانہ جاہلیت میں مدینہ منورہ تجارت کے لیے آیا کرتے تھے۔رسولِ کریم ﷺ کی مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد بھی لحاف اور کھجوریں لے کر مدینہ منورہ آئے۔منقذ بن حیان بیٹھے ہوئے تھے کہ نبی کریم ﷺ وہاں سے گزرے، حضرت منقذ آپ کو دیکھ کر کھڑے

ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم منقذ بن حیان ہو تمہاری قوم کا کیا حال ہے؟ پھر آپ نے ان کی قوم کے اشراف کے نام لے لے کر پوچھا: منقذ کو حیرت ہوئی کہ آپ ﷺ کو سب کے نام کیسے معلوم ہیں؟ بہر حال انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور سورۂ فاتحہ اور سورۂ اقراء یاد کی اور ہجر روانہ ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ہاتھ قبیلہ عبد القیس کے کچھ لوگوں کے نام خط بھی بھیجا وہ خط لے گئے اور کچھ روز اس خط کو اپنے پاس چھپائے رکھا۔

ان کی بیوی جو منذر بن عائذ کی بیٹی تھی، جن کے چہرے پر نشان تھا اور اس نشان کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے انہیں اشج کہا تھا۔ غرض منقذ بن حیان کی بیوی نے انہیں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو اپنے باپ منذر بن عائذ سے ذکر کیا اور کہا کہ جب سے منقذ یثرب سے آیا ہے عجیب باتیں دیکھنے میں آ رہی ہیں اپنے اعضاء دھوتا ہے قبلہ رُو ہو جاتا ہے کمر جھکاتا ہے اور پیشانی زمین پر ٹیکتا ہے۔ دونوں نے منقذ سے ملاقات کی اور باپ بیٹی دونوں مسلمان ہو گئے۔ پھر منذر بن عائذ اشج نے رسول اللہ ﷺ کی تحریر کو اپنی قوم عصر اور محارب پر پیش کیا اور انہیں یہ تحریر پڑھ کر سنائی جسے سن کر وہ سب مسلمان ہو گئے اور سب وفد کی صورت میں مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے جس کی خبر رسول اللہ ﷺ نے معجزانہ طور پر اپنے صحابہ کرام کو دی اور فرمایا کہ اہل مشرق کے بہترین لوگ وفد عبد القیس آ رہا ہے جس میں اشج عصری بھی ہیں۔

جب یہ وفد مدینہ منورہ پہنچا تو تمام شرکاء وفد فرطِ اشتیاق سے آپ کی زیارت کے لیے دوڑے اور شرفِ ملاقات حاصل کیا۔ مگر اشج جو نوجوان بھی اور سردارِ قوم بھی تھے انہوں نے پہلے اونٹوں کو باندھا غسل کیا اور عمدہ لباس زیب تن کیا اور پھر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنے برابر بٹھایا۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ ان لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ تم اپنے نفسوں پر اور اپنی قوم پر بیعت کرو گے سب نے کہا کہ جی ہاں اشج بولے یا رسول اللہ! کسی امر سے کسی کو ہٹانا اس قدر دشوار نہیں ہے جتنا دشوار کسی کو اس کے دین سے ہٹانا ہے اس لیے اولاً ہم آپ سے بیعت کرتے ہیں اور اپنی قوم کے پاس داعی بھیجتے ہیں پھر جو ہمارے ساتھ چلے تو درست ورنہ ہم اس کے ساتھ جنگ کریں گے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے صحیح کہا تمہارے اندر دو خصلتیں ہیں جو اللہ کو محبوب ہیں ایک حلم اور دوسرے سوچ سمجھ کر کام کرنا۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اشج کے طرزِ عمل اور ان کی گفتگو سے ان کے حلم و تدبر اور ان کی فہم و فراست ظاہر ہے کہ انہوں نے سوچ سمجھ کر بات کہی اور عواقب و نتائج پر نظر ڈال کر آئندہ کے لائحہ عمل ترتیب دیا۔ رسول اللہ ﷺ کو علم تھا کہ ان کی کوشش سے ان کی قوم کے لوگ اسلام قبول کر لیں گے اور ان کے اندر موجود خوبیاں اسلام کی اشاعت کا سبب اور ذریعہ بنیں گی، اس لیے آپ ﷺ نے ان کی ان خوبیوں کی تعریف فرمائی۔ اشج نے دریافت کیا یا رسول اللہ! یہ دو خوبیاں میرے اندر جبلی ہیں یا اکتسابی؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ نے تمہیں ان خوبیوں کے ساتھ پیدا فرمایا ہے۔ اس پر اشج رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ایسی خصلتوں کے ساتھ پیدا فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول کو محبوب ہیں۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ۱/۱۶۲ ـ روضه المتقين : ۲/۱۷۲ ـ دليل الفالحين : ۳/۷٤)

اللہ تعالیٰ نرمی کرنے کو پسند فرماتے ہیں

۶۳۳ . وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "اِنَّ اللّٰهَ رَفِیْقٌ یُحِبُّ الرِّفْقَ فِی الْاَمْرِ کُلِّهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۶۳۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والے ہیں اور نرمی کو پسند کرتے ہیں ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۶۳۳): صحیح البخاری ، کتاب الادب ، باب فضل الرفق . صحیح مسلم ، کتاب البر ، باب فضل الرفق .

کلمات حدیث: رفق : نرمی ۔ رفیق : نرمی برتنے والا ، نرمی کرنے والا جمع رفقاء رفق رفقا (باب کرم) مہربانی کا برتاؤ کرنا ۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر شئے کو وسیع ہے اور اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں اور ان کے ساتھ رحمت کا معاملہ کرتے ہیں ۔ اس لیے ضروری ہے کہ تمام انسان بھی آپس میں نرمی کا معاملہ کریں ۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جسے نرمی سے کچھ حصہ مل گیا اسے خیر سے حصہ مل گیا ۔

اس حدیث مبارکہ کا سبب ورود یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے آپ ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی ۔ اور انہوں نے کہا کہ السام علیکم (تم پر موت آئے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا نہیں بلکہ تم پر موت اور لعنت یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ ! اللہ تعالیٰ ہر معاملہ میں نرم خوئی کو پسند فرماتا ہے ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کیا آپ نے نہیں سنا کہ انہوں نے کیا کہا تھا ؟ آپ نے فرمایا میں نے بھی تو کہہ دیا تھا وعلیکم (اور تم پر بھی)

(فتح الباري : ۲/۱۸۵ ۔ إرشاد الساري : ۶/۴۱۶ ۔ روضة المتقين : ۲/۱۷۷)

اللہ تعالیٰ نرمی اختیار کرنے والوں کو وہ چیز عطا فرماتے ہیں جو سختی والوں کو عطا نہیں فرماتے

۶۳۴ . وَعَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِنَّ اللّٰهَ رَفِیْقٌ یُحِبُّ الرِّفْقَ ، وَیُعْطِیْ عَلَی الرِّفْقِ مَالَایُعْطِیْ عَلَی الْعُنْفِ وَمَالَایُعْطِیْ عَلٰی مَاسِوَاهُ ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۶۳۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والے ہیں اور نرمی کو پسند فرماتے ہیں اور نرمی کرنے پر وہ نعمتیں عطا فرماتے ہیں جو سختی کرنے پر عطا نہیں فرماتے بلکہ اس کے علاوہ کسی اور چیز پر بھی نہیں فرماتے ۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۶۳۴): صحیح مسلم ، کتاب البر ، باب فضل الرفق .

کلماتِ حدیث: یعطی : عطا کرتا ہے۔ اعطی اعطاء (باب افعال) دینا، عطا کرنا، عطیہ، ہدیہ، جمع عطایا۔ معطی : دینے والا، ان اللہ ھو المعطی : اللہ ہی دینے والا ہے۔ عنف : سختی، درشتگی، شدت۔ أعنف : سخت دل، سخت مزاج، کھردرا۔

شرحِ حدیث: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا سلوک کرنے والے ہیں اس لیے بندوں کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ آپس میں نرمی کا مہربانی کا اور حسن سلوک کا معاملہ کریں اور یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا بخشش سب سے زیادہ بلکہ ہر چیز سے زیادہ نرمی اختیار کرنے پر ہوتی ہے اور اس میں دنیاوی فائدہ بھی ہے کہ نرمی اختیار کرنے سے باہمی تعلق محبت اور مودت میں اضافہ ہوگا اور لڑائی جھگڑے کم ہوں گے اور معاشرے میں امن وسکون اور عافیت میں اضافہ ہوگا۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۲۰/۱٦)

نرمی سے کام میں حسن پیدا ہوتا ہے

۶۳۵ . وعَنهَا اَنّ النَّبِيَّ صَلَى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ الرِّفْقَ لَايَكُونُ فِي شَيْءٍ اِلَّازَانَه، وَلَايُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا شَانَه ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۶۳۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس بات میں نرمی ہو وہ اس کو مزین بنا دیتی ہے اور جس بات سے نرمی جاتی رہے وہ عیب دار ہو جاتی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۶۳۵): صحيح مسلم ، كتاب البر ، باب فضل الرفق .

کلماتِ حدیث: زانه : اسے مزین بنا دیا، اسے زینت دے دی۔ زان زینا (باب ضرب) زینت دینا، مزین کرنا، خوبصورت بنانا۔ شأنه : اسے عیب دار بنا دیا، عیب دار کر دیا، بدصورت بنا دیا۔ شان شینا (باب ضرب) عیب دار کرنا، عیب دار ہونا۔

شرحِ حدیث: نرم خوئی انسان کا ایسا وصف ہے جس سے انسان لوگوں کے درمیان محبوب و مقبول ہو جاتا ہے اور کیونکہ طبیعت کی نرمی دراصل سرچشمہ ہے تمام اخلاقِ حسنہ کا کہ اچھے اخلاق و عادات تمام کے تمام وصف رحمت سے پیدا ہوتے اور تمام صفات رذیلہ طبیعت کی سختی تندی اور غلظت سے پیدا ہوتی ہے جتنا انسان رحیم و کریم ہوگا اتنے ہی اس کے اخلاق اچھے اور عمدہ ہوں گے اور جس قدر سخت مزاج اور کھردرا ہوگا اسی قدر اخلاق رذیلہ اس کے اندر موجود ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ہر اس بات کو خوبصورتی اور حسن عطا فرما دیتے ہیں جس میں نرمی ہو اور جس بات سے نرمی جاتی رہے وہ عیب دار ہو جاتی ہے۔ اس لیے مؤمن کے طرزِ عمل کا ہر ہر پہلو نرمی اور محبت کا ہونا چاہیے سختی اور ترش روئی کا نہ ہونا چاہیے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۲۱/۱٦)

دیہاتی کا مسجد میں پیشاب کرنے کا واقعہ

۶۳۶ . وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ قَالَ : بَالَ اَعْرَابِيٌّ فِي الْمَسْجِدِ فَقَامَ النَّاسُ اِلَيْهِ لِيَقَعُوْا فِيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "دَعُوْهُ وَاَرِيْقُوْا عَلىٰ بَوْلِهٖ سَجْلاً مِّنْ مَّآءٍ اَوْذَنُوْبًا مِنْ مَآءٍ، فَاِنَّمَا بُعِثْتُمْ

مُيَسِّرِينَ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

"السَّجْلُ" بِفَتْحِ السِّينِ الْمُهْمَلَةِ وَإِسْكَانِ الْجِيمِ: وَهِيَ الدَّلْوُ الْمُمْتَلِئَةُ مَاءً، وَكَذٰلِكَ الذَّنُوبُ.

(٦٣٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے مسجد میں پیشاب کر دیا لوگ اس کی جانب لپکے کہ اسے کچھ کہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہا دو، کہ تم آسانی پیدا کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو سختی کرنے والے نہیں بنا کر بھیجے گئے ہو۔ (بخاری)

السجل: پانی سے بھرا ہوا ڈول اور یہی معنی ذنوب کے ہیں۔

تخریج حدیث (٦٣٦): صحيح البخاري، كتاب الطهارة، باب صب الماء على البول في المسجد.

کلمات حدیث: أريقوا: بہادو۔ أراق إراقة: پانی بہانا۔

شرح حدیث: ایک اعرابی مسجد میں آیا اور اس نے پیشاب کر دیا اس اعرابی کا نام اقرع بن حابس تھا۔ بعض محدثین نے کہا ہے کہ اس کا نام عیینہ بن حصین یا ذوالخویصرہ تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ اولاً تو اس نے آ کر کہا کہ اے اللہ مجھ پر اور محمد پر رحم کر اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کر۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے تو بہت وسیع شے کو محدود کر دیا۔ لوگ اس کی جانب بڑھے کہ اس کو روکیں یا کچھ کہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے پیشاب پر پانی کا ڈول بہا دو۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک زمین پر پانی بہانے سے زمین پاک ہو جاتی ہے۔ ان کی دلیل یہی حدیث ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک زمین پانی بہانے سے پاک ہو جاتی ہے، دھوپ سے خشک ہو کر بھی پاک ہو جاتی ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں آسانی پیدا کرنے والا بنا کر مبعوث کیا گیا ہے اور تنگی پیدا کرنے والا بنا کر مبعوث نہیں کیا گیا ہے یہ بات آپ ﷺ نے اس لیے فرمائی کہ صحابہ کرام کا بطورِ خاص اور تمام امت کا علی وجہ العموم یہ فریضہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی نیابت کرتے ہوئے ہر دور اور زمانے میں دعوت دین کا کام سرانجام دیں اور کارِ دعوت میں نرمی اور تیسیر کا پہلو اختیار کریں۔

(فتح الباري: ١/٣٥٥ ـ إرشاد الساري: ١/٤٤٥ ـ عمدة القاري: ٣/١٨٩)

خوشخبری سناؤ نفرت مت پھیلاؤ

٦٣٧. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(٦٣٧) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آسانی کرو سختی نہ کرو، خوشخبری دو اور نفرت نہ دلاؤ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (٦٣٧): صحيح البخاري، كتاب العلم، باب كان النبي ﷺ يتخولهم بالموعظة. صحيح

مسلم ، کتاب الجهاد ، باب الامر بالتیسر و ترك التعسیر .

کلماتِ حدیث: یسروا : تم آسانیاں پیدا کرو۔ یسر تیسیراً (باب تفعیل) آسانی کرنا۔ ولا تعسروا : اور تنگی نہ پیدا کرو۔ عسر تعسیراً (باب تفعیل) تنگی کرنا، دشواری پیدا کرنا۔

شرحِ حدیث: دعوت کا کام ساری امت کا فریضہ ہے اور بطورِ خاص علماء اور دعاۃ کا کہ ان کے پاس دین کا علم ہونے کی وجہ سے ان پر زیادہ ذمہ داری ہے کہ وہ دین کی تبلیغ کریں اور لوگوں کو دین اسلام کی طرف بلائیں اس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ایک زریں اصول بیان فرمایا کہ لوگوں کو دین کی دعوت دینے میں ان کے ساتھ نرمی اور شفقت کا برتاؤ کرو اور ان کے سامنے وہ پہلو رکھو جن میں اللہ کی رحمت و مغفرت اور اس کے فضل و کرم کا بیان ہے یعنی ترغیب والے امور کو بیان کرو اور اپنے رویے اور طرزِ گفتگو میں سختی نہ آنے دو اور نہ ایسے سختی اور شدت والے امور کو بیان کرو جن سے طبیعتوں میں تنفر پیدا ہو اور بجائے اس کے کہ لوگ دین کے قریب آئیں اور دور ہو جائیں۔ (فتح الباري : ۱/ ۲۸۸ ۔ إرشاد الساري : ۱/ ۲۴۸ ۔ عمدة القاري : ۲/ ۷۱)

نرمی سے محروم بھلائی سے محروم

۶۳۸ . وَعَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "مَنْ يُحْرَمُ الرِّفْقَ يُحْرَمُ الْخَيْرَ كُلَّهُ"، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۶۳۸) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص نرمی سے محروم کر دیا گیا وہ ہر بھلائی سے محروم کر دیا گیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۶۳۸): صحیح مسلم ، کتاب البر و الصلة و الآداب ، باب فضل الرفق .

کلماتِ حدیث: یحرم : محروم کیا گیا۔ حرم حرمانا (باب نصر) محروم ہونا، محروم کرنا، محروم وہ شخص جو محروم کیا گیا ہو۔

شرحِ حدیث: جملہ محاسن حسنہ اور صفاتِ حمیدہ کا سرچشمہ اور منبع انسان کی طبیعت کا لطیف اور نرم ہونا ہے اور جملہ مساوی اور صفاتِ مذمومہ کا منبع طبیعت کی درشتگی اور سختی اور تندی ہے۔ درشتگی اور غلظت طبع ایک طبعی صفت ہے جبکہ نرمی رفق اور مہربانی متوتی وصف ہے اس لیے فرمایا کہ جو نرمی سے محروم ہو گیا اور ہر خوبی بھلائی اور اچھائی سے محروم ہو گیا جیسا کہ اس سے پہلے گزرنے والی حدیث میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والے ہیں اور نرمی کو پسند فرماتے ہیں اور نرمی پر وہ کچھ نعمتیں عطا فرماتے ہیں جو سختی اور تندی میں نہیں عطا فرماتے۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۶/ ۱۱۸ ۔ دلیل الفالحین : ۳/ ۷۸)

آپ ﷺ کی نصیحت، غصہ مت کرو

۶۳۹ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ!

اَوْصِنِیْ . قَالَ! لَاتَغْضَبْ" فَرَدَّدَمِرَارًا' قَالَ : "لَاتَغْضَبْ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۶۳۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے وصیت فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ غصہ نہ کرو، اس نے اپنی بات کئی مرتبہ دہرائی اور آپ ﷺ نے ہر مرتبہ یہی فرمایا کہ غصہ نہ کرو۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۶۳۹): صحیح البخاری ، کتاب الادب ، باب الحذر من الغضب .

کلماتِ حدیث: لا تغضب : غصہ نہ کرو۔ غضب غضبا (باب سمع) غصہ کرنا۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ مخاطبین کے حالات وکیفیات کو مدنظر رکھ کر گفتگو فرماتے تھے اور سوال کرنے والے سائل کے قلبی حال کے پیش نظر اسے نصیحت فرماتے۔ غصہ کرنا یا غصہ آجانا ایک بہت بڑی برائی ہے جس کے متعدد نقصانات اور بہت سی قباحتیں ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ نے مکرر اور سہ کرر غصہ سے منع فرمایا۔ غصہ یا غضب دراصل دورانِ خون کی شدت ہے جو انسان کو انتقام پر آمادہ کرتا ہے اور شیطان کا انسان کے دل میں ڈالا ہوا ایسا وسوسہ ہے جس سے آدمی حدود اعتدال سے نکل جاتا ہے۔ اس حالت میں دل میں برائی پیدا ہوتی اور حسد پیدا ہوتا ہے اور زبان سے برائی کی بات کہتا ہے بلکہ غصہ اور غضب کی حالت میں بسا اوقات آدمی ایسی ہرزہ سرائی پر اتر آتا ہے کہ کوئی بعید نہیں کہ کوئی کلمہ کفر بھی کہہ دے۔ اس موقعہ پر آدمی کو چاہیے کہ اللہ کی ناراضگی کا تصور کرے اور یہ یاد کرے کہ اللہ کا غضب بہت شدید ہے۔ (دلیل الفالحین : ۷۸/۳)

یہ حدیث اور اس کی شرح اس سے پہلے بھی گزر چکی ہے۔

ذبح وقتل بھی اچھی حالت میں ہو

۶۴۰ . وَعَنْ اَبِیْ یَعْلیٰ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْاِحْسَانَ عَلیٰ كُلِّ شَیْءٍ، فَاِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوْا الْقِتْلَةَ وَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوا الذِّبْحَةَ' وَلْیُحِدَّ اَحَدُكُمْ شَفْرَتَه' وَلْیُرِحْ ذَبِیْحَتَه'،، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۶۴۰) حضرت ابو یعلی شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر کام کو اچھے طریقہ سے کرنے کو لازم قرار دیا ہے حتیٰ کہ اگر کسی کو قتل کرو تو وہ بھی اچھی طرح کرو اور ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو اور اپنی چھری کو خوب تیز کر لو اور اپنے ذبیحہ کو راحت پہنچاؤ۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۶۴۰): صحیح مسلم ، کتاب الصید ، باب الامر باحسان الذبح و القتل و تحدید الشفرۃ .

کلماتِ حدیث: لیحد : اسے چاہیے کہ تیز کرلے۔ شفرته : اس کی بڑی چھری۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارکہ میں ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان پر اس بات کو فرض اور لازم قرار دیا ہے کہ وہ ہر بات کو اور ہر کام کو عمدگی اور خوبصورتی کے ساتھ کرے حتیٰ کہ اگر تم کسی آدمی کو قتل کرنے لگو یعنی میدانِ جنگ میں کسی دشمن کو یا کسی کو قصاصاً قتل کرنے لگو تو

اس میں بھی اچھا طریقہ اختیار کرو یعنی اس کو مارنے میں کوئی ظالمانہ طریقہ اختیار نہ کرو، اس کی انسانیت کی تکریم کو برقرار رکھو اور اس طرح قتل کرو کہ اسے کم سے کم تکلیف ہو اور مرنے کے بعد اس کا مثلہ نہ کرو۔

اسی طرح جانور کو ذبح کرتے وقت چھری کی دھار تیز کرلو کند چھری سے نہ ذبح کرو کہ اس طرح جانور کو زیادہ تکلیف ہوگی۔

(شرح مسلم للنووي : ۱۳/ ۹۰)

رسول اللہ ﷺ نے اپنے نفس کے لیے کبھی انتقام نہیں لیا

۶۴۱. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : مَاخُيِّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَمْرَيْنِ قَطُّ اِلَّا اَخَذَ اَيْسَرَهُمَا مَالَمْ يَكُنْ اِثْمًا، فَاِنْ كَانَ اِثْمًا كَانَ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ : وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ فِيْ شَيْءٍ قَطُّ اِلَّا اَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ تَعَالٰى . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۶۴۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب بھی دو باتوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے اختیار ہوا آپ ﷺ نے ان میں زیادہ آسان کو اختیار فرمایا، سوائے اس کے کہ وہ گناہ نہ ہو۔ کیونکہ اگر گناہ ہوتا تو آپ ﷺ تمام انسانوں سے زیادہ اس سے دور ہوتے۔ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی بات میں اپنی ذات کا بدلہ نہیں لیا مگر یہ کہ اللہ کی حرمتوں میں سے کسی حرمت کو پامال کیا گیا ہو، تو آپ ﷺ اللہ کے لیے بدلہ لیتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۶۴۱): صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب صفة النبي ﷺ. صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب مباعدته ﷺ للآثام واختياره من المباح اسهله وانتقامه لله عند أنتهاك حرماته .

کلماتِ حدیث: ایسرھما : دونوں میں سے زیادہ آسان، مثلاً آپ ﷺ کو دو سزاؤں میں اختیار ہوتا تو آپ ان میں ہلکی سزا کو لیتے دو واجبات ہوتے تو اس میں سے ہلکے امر کو اختیار فرماتے اور جنگ وصلح کے دو پہلوؤں میں سے صلح کو اختیار فرماتے۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ کو مباح امور میں سے جب دو میں سے ایک کا اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ ان میں سے سہل اور آسان کو اختیار فرماتے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ تخییر آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوتی ہو کہ آپ ﷺ مثلاً کافروں سے جنگ کریں یا مصالحت کر کے جزیہ قبول فرمالیں یا امت کے کسی فرد کی تعلیم وتربیت کے سلسلے میں آپ ﷺ کسی فرد کو کوئی مجاہدہ بتائیں یا اسے کوئی آسان اور سہل کلمات بتادیں کہ یہ پڑھ لیا کرو تو آپ ان صورتوں میں سہل اور آسان ہی کو اختیار فرماتے۔

ہاں اگر اس آسان پہلو میں کسی طرح کوئی برا پہلو نکلتا ہو یا وہ کسی گناہ کو مقتضی ہوتا ہو تو پھر آپ اس آسان پہلو کو ترک فرمادیتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی معاملہ میں اپنی ذات کا بدلہ نہیں لیا۔ آپ ﷺ صرف اس وقت سزا دیتے جب اللہ کے کسی حکم کی خلاف ورزی کا ارتکاب کیا گیا ہو اور اللہ کی مقرر کی ہوئی حرمتوں کو پامال کیا گیا ہو۔ ایک شخص نے آپ ﷺ کی چادر پکڑ کر اس زور سے کھینچی کہ آپ کی گردن مبارک پر کپڑے کی رگڑ کا نشان پڑ گیا اور اس شخص نے کہا کہ یہ مال نہ تمہارا ہے اور نہ تمہارے باپ کا۔ آپ ﷺ نے اس پر

تبسم فرمایا اور اس کو مال عطا فرمایا۔

مقصودِ حدیث یہ ہے کہ دین کے معاملے میں سختی اور تشدد کے بجائے رفق اور نرمی کا پہلو غالب ہے اور جن امور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو رخصت عطا فرمائی ہے ان رخصتوں کو قبول کیا جائے اور حق کے راستے میں صبر وتحمل اور حسن اخلاق سے کام لیا جائے لیکن جہاں معاملہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کا ہو اس پر خوب مضبوطی اور استقامت سے قائم رہنا چاہیے۔

(فتح الباري : ۲ /۳۷۳ ـ إرشاد الساري : ۸/ ۵٦ ـ دليل الفالحين : ۳ / ۸۰ ـ روضة المتقين : ۲ /۱۸۱)

جہنم کی آگ کن پر حرام ہے؟

۶۴۲ . وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يَحْرُمُ عَلَى النَّارِ . اَوْ بِمَنْ تَحْرُمُ عَلَيْهِ النَّارُ؟ تَحْرُمُ عَلٰى كُلِّ قَرِيْبٍ هَيِّنٍ لَيِّنٍ سَهْلٍ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(٦۴۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسے لوگوں کی خبر نہ دوں جو جہنم کی آگ پر حرام ہیں یا جہنم کی آگ ان پر حرام ہے۔ ہر وہ شخص جو قریب آنے والا آسانی کرنے والا نرمی برتنے والا اور نرم خو اس پر آگ حرام ہے۔ (ترمذی) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث (٦۴۲): الجامع للترمذی ، صفة يوم القيامة ، باب كان ﷺ فی فهته اهله .

کلماتِ حدیث: کل قریب : لوگوں کے قریب ، ملنے جلنے والا اور ان سے بہتر معاملہ کرنے والا۔ هيّنلين سهل : جس سے بات چیت آسان ہو جو معاملہ میں نرم ہو اور سہولت کے ساتھ اچھی طرح معاملہ کرتا ہو۔ یعنی متواضع نرم خو اور جس سے معاملات میں دشواری نہ پیش آئے۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک میں تعلیم ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ اچھے اخلاق اور عاداتِ حسنہ اختیار کریں اور لوگوں سے میل جول اور ان کے ساتھ معاملات میں دیانت اور امانت کے ساتھ نرمی اور لطف اور سہولت کے ساتھ پیش آئیں۔ لوگوں کے ساتھ دین کی حدود و قیود میں رہتے ہوئے میل جول رکھیں اور ان کے کام آئیں، ان کی خدمت کریں اور ان کے ساتھ تواضع وانکساری کا معاملہ کریں اور یہ طرزِ زندگی اللہ کی رضا کے لیے اختیار کریں۔ (روضة المتقين : ۱۸۲/۱ ـ دليل الفالحين : ۳ /۸۱)

الباب (۷۵)

العَفوِ وَاِعْرَاضِ عَنِ الجَاهِلِیْنَ
عفو ودرگزر اور جاہلوں سے اعراض

۲۱۹. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ خُذِ ٱلْعَفْوَ وَأْمُرْ بِٱلْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ ٱلْجَٰهِلِينَ ﴿١٩٩﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

”عفو ودرگزر کو اختیار کرو اور نیکی کا حکم دو اور جاہلوں سے اعراض کرو۔“ (الاعراف.۱۹۹)

تفسیری نکات: پہلی آیت ایک جامع ہدایت ہے جو تین نکات پر مشتمل ہے، عفو، امر بالمعروف اور اعراض عن الجاہلین۔ مفسرین نے عفو کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اس کے معنی ہیں ہر ایسے کام کو قبول کر لینا جو بغیر کسی کلفت کے آسانی کے ساتھ انجام پا جائیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کے نازل ہونے پر فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اعمال واخلاق میں سرسری اطاعت قبول کرنے کا حکم دیا ہے اور میں نے عزم کیا ہے کہ جب تک میں ان لوگوں کے ساتھ ہوں میں ایسا ہی عمل کروں گا۔ عفو کے دوسرے معنی درگزر کے ہیں۔ ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے جبریل امین سے اس کا مطلب دریافت کیا۔ جبریل امین نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کرنے کے بعد یہ مطلب بتایا کہ جو شخص آپ ﷺ پر ظلم کرے اسے معاف کر دیں جو آپ کو نہ دے آپ ﷺ اس پر بخشش کریں اور جو آپ سے قطع تعلق کرے آپ اس سے بھی ملا کریں۔

پہلے اور دوسرے معنی میں بظاہر فرق ہے لیکن حاصل دونوں کا ایک ہی یعنی درگزر کرنا اور سختی سے گریز کرنا۔

دوسرا جملہ ہے وامر بالعرف عرف کے معنی ہیں ہر اچھے اور مستحسن کام کو عرف کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ آپ ﷺ کے ساتھ برائی اور ظلم سے پیش آئیں آپ انہیں معاف کر دیں اور انہیں نیک اور اچھے بھلے کاموں کی ہدایت کرتے رہیں۔

تیسرا جملہ واعرض عن الجاہلین ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ آپ ﷺ جاہلوں سے کنارہ کش ہو جائیں یعنی ظلم کا بدلہ لینے کے بجائے آپ ﷺ ان سے خیر خواہی اور ہمدردی کا معاملہ کریں۔ (معارف القرآن)

۲۲۰. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ فَٱصْفَحِ ٱلصَّفْحَ ٱلْجَمِيلَ ﴿٨٥﴾ ﴾

اور فرمایا کہ:

”تم ان لوگوں سے اچھی طرح درگزر کرو۔“ (الحجر:۸۵)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ لوگوں کی ایذاء رسانی اور ان کی تکلیف دہ باتوں کا جواب نہ دیں بلکہ ان سے درگزر

فرمائیں اور خوبصورتی کے ساتھ ان کو معاف فرما دیں۔ حدیث میں ہے کہ جب کسی کو برا بھلا کہا جائے اور وہ جواب نہ دے تو فرشتے اس کی طرف سے جواب دیتے ہیں اور جب وہ جواب دیتا ہے تو فرشتے آسمانوں پر چلے جاتے ہیں۔ (تفسیر مظهری)

۲۲۱. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ﴾

اور فرمایا کہ:

''چاہیے کہ وہ معاف کریں اور درگزر کردیں کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرما دیں۔'' (النور: ۲۲)

تفسیری نکات: تیسری آیت کے شانِ نزول میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کی مالی مدد کیا کرتے تھے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعۂ افک میں حضرت مسطح رضی اللہ عنہ بھی شریک ہو گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی امداد بند کر دی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں چاہتا ہوں کہ اللہ مغفرت فرما دے اور آپ نے ان کی امداد کا سلسلہ دوبارہ شروع کر دیا۔ (تفسیری مظهري ۔ معارف القرآن)

۲۲۲. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٣٤﴾ ﴾

اور فرمایا کہ:

''لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو دوست رکھتے ہیں۔'' (آل عمران: ۱۳۴)

تفسیری نکات: چوتھی آیت کریمہ میں اہل تقویٰ کی صفاتِ حمیدہ کا بیان ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں تنگی ہو یا فراخی اور غصہ کو پی لیتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں لوگوں کی خطاؤں اور غلطیوں کو معاف کر دینا انسانی اخلاق میں ایک بڑا درجہ رکھتا ہے اور اس کا ثواب آخرت نہایت اعلیٰ ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز حق تعالیٰ کی طرف سے منادی ہوگی کہ جس شخص کا اللہ تعالیٰ پر کوئی حق ہے وہ کھڑا ہو جائے تو اس وقت وہ لوگ کھڑے ہوں گے جنہوں نے لوگوں کے ظلم و جور کو معاف کر دیا ہوگا۔ (تفسير عثماني)

۲۲۳. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴾

اور فرمایا کہ:

''جس نے صبر کیا اور معاف کیا تو یہ یقیناً ہمت کے کاموں میں سے ہے۔'' (الشوریٰ: ۴۳)

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَعْلُومَةٌ.

اس باب میں متعدد آیات ہیں جو معلوم اور مشہور ہیں۔

تفسیری نکات: پانچویں آیت میں ارشاد ہوا کہ غصہ کو پی جانا اور ایذائیں برداشت کر کے ظالم کو معاف کر دینا بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام ہے، ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس پر ظلم ہوا ہو اور وہ اللہ کے واسطے اسے معاف کر دے تو اللہ اس کی عزت بڑھائے گا اور مدد کرے گا۔ (تفسیر عثمانی)

اور اس مضمون کی آیات بکثرت ہیں اور معلوم ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا طائف کے سفر میں تکلیف برداشت کرنا

۶۴۳. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ اَتٰى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ اَشَدَّ مِنْ يَوْمِ اُحُدٍ ؟ قَالَ : "لَقَدْ لَقِيْتُ مِنْ قَوْمِكِ وَكَانَ اَشَدَّ مَالَقِيْتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ اِذْ عَرَضْتُ نَفْسِيْ عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيْلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِيْ اِلٰى مَا اَرَدْتُ، فَانْطَلَقْتُ وَاَنَا مَهْمُوْمٌ عَلٰى وَجْهِيْ، فَلَمْ اَسْتَفِقْ اِلَّا وَاَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ، فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ فَاِذَا اَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ اَظَلَّتْنِيْ، فَنَظَرْتُ فَاِذَا فِيْهَا جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَنَادَانِيْ فَقَالَ: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَرَدُّوْا عَلَيْكَ، وَقَدْ بَعَثَ اِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَاْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيْهِمْ . فَنَادَانِيْ مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ : يَامُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ، وَاَنَا مَلَكُ الْجِبَالِ، وَقَدْ بَعَثَنِيْ رَبِّيْ اِلَيْكَ لِتَاْمُرَنِيْ بِاَمْرِكَ، فَمَا شِئْتَ: اِنْ شِئْتَ اَطْبَقْتُ عَلَيْهِمُ الْاَخْشَبَيْنِ .

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "بَلْ اَرْجُوْ اَنْ يُخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهٗ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

" اَلْاَخْشَبَانِ " اَلْجَبَلَانِ الْمُحِيْطَانِ بِمَكَّةَ وَالْاَخْشَبُ : هُوَ الْجَبَلُ الْغَلِيْظُ .

(۶۴۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ کیا آپ ﷺ پر یوم احد سے زیادہ سخت دن آیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمہاری قوم کی طرف سے تکلیفیں اٹھائیں اور سب سے زیادہ تکلیف مجھے عقبہ والے دن پیش آئی۔ جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال پر پیش کیا۔ اس نے میری دعوت کو جس طرح میں چاہتا تھا قبول نہیں کیا۔ میں وہاں سے اس حال میں چلا کہ میں بہت غمگین تھا مجھے اس غم سے اس وقت افاقہ ہوا جب میں قرن ثعالب کے مقام پر پہنچا۔ مین نے ذرا سر اٹھایا تو ایک بادل کو اپنے اوپر سایہ فگن پایا میں نے دیکھا کہ اس میں حضرت جبرئیل ہیں۔ انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری قوم کی بات سن لی اور جو جواب انہوں نے دیا وہ بھی سن لیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف پہاڑوں پر مقرر فرشتہ بھیجا ہے تا کہ آپ ان کے بارے میں جو چاہیں اس کو حکم دیں۔ پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے آواز دی اس نے مجھے سلام کیا اور کہا کہ اے محمد اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی وہ بات سن لی جو انہوں نے آپ سے کہی ہے میں پہاڑوں پر مقرر فرشتہ ہوں اور مجھے میرے رب

نے آپ کے پاس بھیجا ہے تا کہ آپ مجھے حکم دیں جو آپ چاہیں، اگر آپ چاہیں تو میں ان پر دونوں پہاڑوں کو ملا دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تو یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں سے ایسے لوگ پیدا کرے جو ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ (متفق علیہ)

اخشبان مکہ کو گھیرے ہوئے دو بڑے پہاڑ۔ اخشب: عظیم پہاڑ۔

تخریج حدیث (۲۴۳): صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائكة. صحيح مسلم، كتاب المغازی، باب ما لقی النبي ﷺ من اذى المشركين والمنافقين.

کلمات حدیث: مهموم: غمگین۔ هم هما (باب نصر) غمگین ہونا۔ لم استفق: مجھے افاقہ نہیں ہوا۔ أفاق إفاقة (باب افعال) صحت یاب ہونا۔ إفاق من النوم: نیند سے بیدار ہونا۔ استفاق بمعنی افاق۔ استفاق الرجل من نومه: نیند سے بیدار ہونا یا غفلت سے چونک جانا۔

شرح حدیث: غزوۂ احد ۳ھ میں ہوا، اس غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ انور پر زخم آئے اور دندانِ مبارک شہید ہوئے اور آپ ایک گڑھے میں گر گئے جسے کسی کافر نے کھودا تھا اور اس غزوۂ میں ستر سے زیادہ صحابہ کرام شہید ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کیا آپ ﷺ پر احد سے بھی زیادہ سخت دن آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری قوم کی طرف سے مجھے شدید ترین تکالیف عقبہ کے دن پہنچیں۔ اس عقبہ سے منیٰ میں وہ عقبہ مراد ہے جس سے جمرۃ العقبہ منسوب ہے۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور عم محترم حضرت ابو طالب انتقال کر گئے اور آپ بالکل بے سہارا ہو گئے۔ ادھر قریش کے لوگوں نے آپ کی ایذاء رسانی میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی تھی اور آپ کی دعوت کے راستے میں رکاوٹیں ڈالنے اور دعوتِ اسلام قبول کرنے والوں کو ستانے پر تل گئے۔

ان حالات میں آپ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ آپ طائف جا کر دعوتِ دین کی سعی کریں مکہ سے طائف کا سفر کوئی آسان سفر نہیں تھا کہ طائف کا مکہ سے فاصلہ سو میل سے زائد کا ہے، راستہ پہاڑی سنگستانی اور پر مشقت ہے، سواری سے آدمی چار دن میں پہنچتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سفرِ دعوت کو قریش سے مخفی رکھنے کے لیے یہ راستے پیدل طے کرنے کا فیصلہ فرمایا۔

جب آپ ﷺ پر مشقت سفر طے کر کے طائف پہنچے اور وہاں کے سرداروں کے سامنے دعوتِ اسلام رکھی تو انہوں نے آپ کے ساتھ بہت برا سلوک کیا اور استہزاء کیا اور آپ کے پیچھے اوباش لڑکوں کو لگا دیا جنہوں نے آپ ﷺ پر پتھر برسائے جس سے قدم مبارک خون آلود ہو گئے اور سر پر بھی زخم آئے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ عتبہ بن ربیعہ کے باغ میں پہنچ گئے اور تھک کر ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے اور آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی۔

اللّٰهم اليک اشكو ضعف قوتي وقلة حيلتي وهواني على الناس يا ارحم الراحمين انت رب المستضعفين وانت ربي إلیٰ من تكلني إلى بعيد يتهجمني ام الى عدو ملكته أمري ان لم يكن بک علي غضب فلا أبالي غبر أن عافيتک أوسع لي أعوذ بنور وجهک الذي اشرقت له الظلمات

وصلح عليه أمر الدنيا والآخرة من أن تنزل بي غضبك أو يحل علي سخطك لك العتبي حتى ترضى ولا حول ولا قوة إلا بك .

''اے اللہ! میں آپ کی بارگاہ میں اپنی کمزوری، بے سروسامانی اور لوگوں کی نظروں میں بے حیثیت ہونے کا شکوہ کرتا ہوں۔ یا ارحم الراحمین آپ کمزوروں کے رب ہیں۔ آپ میرے رب ہیں تو مجھے کس کے سپرد کرتا ہے؟ کسی دشمن کے جو مجھے دبائے یا کسی دوست کے قبضے میں میرے سب کام دے رہا ہے۔ تو اگر آپ مجھ سے ناخوش نہ ہو تو مجھے ان میں سے کسی چیز کی پرواہ نہیں ہے پھر بھی تیری دی ہوئی عافیت مجھے زیادہ وسیع ہے میں تیری ذاتِ گرامی کے نور کی پناہ میں آتا ہوں جس نے آسمانوں کو روشن کر رکھا ہے اور اس سے ظلمتیں چمک اٹھی ہیں اور اس سے دنیا اور آخرت کے کام درست ہیں، تیری پناہ اس امر سے کہ تو مجھ پر اپنا غصہ اتارے اور مجھ پر اپنی ناخوشی نازل کرے اور حق ہے کہ تو ہی منایا جائے یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے اور نہ کوئی بچاؤ ہے۔ (گناہ) سے اور نہ کوئی طاقت ہے عبادت کی) مگر تیری ہی مدد سے۔''

ازاں بعد آپ طائف سے غمگین واپس ہوئے اور آپ کی طبیعت کو اس وقت تک افاقہ نہ ہوا جب تک آپ ﷺ قرن الثعالب (قرن المنازل جو اہل نجد کی میقات ہے) نہ پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر آپ نے بادلوں میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا اور پہاڑ کے فرشتے نے آپ ﷺ کو پیش کش کی کہ آپ ﷺ فرمائیں تو میں مکہ کے دونوں پہاڑوں کو ملا کر ان کے درمیان بسنے والوں کو کچل دوں۔ مگر نبی رحمت ﷺ نے فرمایا نہیں۔ بلکہ مجھے امید ہے کہ ان کی نسلوں سے ایسے لوگ آئیں گے جو ایک اللہ کی عبادت کرنے والے ہوں گے۔

حدیثِ مبارک میں بیان ہے اس امر کا کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کا دین اللہ کے بندوں تک پہنچانے میں کس قدر تکالیف برداشت کیں اور کس قدر عظیم صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور ان تمام تکالیف اور ایذاء پر معاف فرمایا اور درگزر کیا۔

(فتح الباري : ٢٦٨/٢ ـ عمدة القاري : ١٩٣/١٥ ـ دليل الفالحين : ٨٤/٣ ـ روضة المتقين : ١٨٤/٢ ـ الطبقات الكبرى : ١٠٢/١ ، السيره النبوية لابن كثير : ١٥٠/٢)

آپ ﷺ نے جہاد کے علاوہ کبھی کسی کو نہیں مارا

٦٤٤ . وَعَنْهَا قَالَتْ : مَاضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهٖ وَلَاامْرَأَةً وَلَاخَادِمًا اِلَّا اَنْ يُجَاهِدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَمَانِيْلَ مِنْهُ شَيْءٌ قَطُّ فَيَنْتَقِمَ مِنْ صَاحِبِهٖ اِلَّا اَنْ يُنْتَهَكَ شَيْءٌ مِنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ تَعَالٰى'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(٦٤٤) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کو اپنے دستِ مبارک سے نہیں مارا، نہ کسی عورت کو اور نہ کسی خادم کو، سوائے اللہ کے راستے میں جہاد کے اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ کو کسی سے کوئی تکلیف پہنچی ہو اور آپ نے اس کا

بدلہ لیا ہو سوائے اس کے کہ اللہ کی حرمات کی بے حرمتی کی گئی ہو اور آپ ﷺ نے اللہ کے لیے اس کا بدلہ لیا ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (٦٤٤): صحیح مسلم ، کتاب الفضائل ، باب مباعدته للآثام واختیاره من المباح اسهله.

کلماتِ حدیث: نیل منه : اس سے تکلیف پہنچی۔ نال نیلاً (باب فتح) ملنا، پانا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں کبھی کسی انسان کو عورت کو یا خادم کو یا حیوان کو کبھی نہیں مارا بلکہ ہر ایک سے درگزر کیا اور ہر ایک کو معاف کر دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں دس سال رہے ان کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی انہیں اف تک نہ کہا اور نہ کبھی یہ کہا کہ فلاں کام کیوں کیا یا فلاں کام کیوں نہیں کیا؟ آپ کو اپنی قوم کے لوگوں اور کفار اور منافقین سے بے شمار تکالیف پہنچیں آپ نے کبھی بھی کسی سے اپنی ذات کا بدلہ نہیں لیا۔ سوائے اس کے کہ اللہ کے راستے میں جہاد میں اور اس صورت میں جب کسی نے اللہ کی مقرر کردہ حرمات سے کوئی حرمت پامال کی ہو صرف اس صورت میں آپ ﷺ نے اللہ کے لیے بدلہ لیا۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ١٥/٦٨ ـ روضة المتقين : ٢/١٨٥)

آپ ﷺ کا صبر وتحمل

٦٤٥. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ اَمْشِیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِیٌّ غَلِيْظُ الْحَاشِيَةِ، فَاَدْرَكَهٗ اَعْرَابِیٌّ فَجَبَذَهٗ بِرِدَآئِهٖ جَبْذَةً شَدِيْدَةً، فَنَظَرْتُ اِلٰى صَفْحَةِ عَاتِقِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ اَثَّرَتْ بِهَا حَاشِيَةُ الرِّدَاءِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهٖ، ثُمَّ قَالَ : يَامُحَمَّدُ مُرْلِیْ مِنْ مَالِ اللّٰهِ الَّذِیْ عِنْدَكَ فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ فَضَحِكَ ثُمَّ اَمَرَ لَهٗ بِعَطَآءٍ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٦٤٥) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا اس وقت جسم مبارک پر نجران کی بنی ہوئی موٹے کنارے والی چادر تھی ، ایک اعرابی ملا اور آپ کی چادر کو زور سے کھینچا میں نے دیکھا کہ شانہ مبارک پر چادر کے شدت سے کھینچنے کی وجہ سے نشان پڑ گیا ہے۔ وہ اعرابی بولا اے محمد! اللہ کا جو مال آپ کے پاس ہے اس میں سے مجھے بھی دیئے جانے کا حکم دیجئے۔ آپ ﷺ ہنستے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو دینے کا حکم فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (٦٤٥): صحیح البخاری ، کتاب اللباس ، باب البرود والحبرة والشملة . صحیح مسلم ، کتاب الزكوٰة ، باب اعطاء من سأل بفحش وغلظة .

کلماتِ حدیث: برد : چادر، دھاری دار کپڑا، جمع برود . غليظ الحاشية : سخت کنارے والی، یعنی نجران کی بنی ہوئی چادر جس کے کنارے سخت اور کھردرے تھے۔

شرح حدیث: حدیث مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ صبر وتحمل کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے اور عفو و درگزر کی بہترین مثال تھے۔ آپ نے اس اعرابی کی سختی اور درشتگی کو برداشت کیا جو تکلیف پہنچی اسے انگیز کیا، اور جو طرز تخاطب اس نے اختیار کیا اس کو درگزر

فرمایا اور خندیدگی کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کی ضرورت کی تکمیل فرمائی۔

(فتح الباري : ٢/٢٤٣ ـ إرشاد الساري : ٧/٦٨)

٦٤٦ ۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِيْ نَبِيًّا مِنَ الْاَنْبِيَآءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ ضَرَبَهٗ قَوْمُهٗ فَاَدْمَوْهُ وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهٖ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَايَعْلَمُوْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(٦٤٦) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ گویا میں اب بھی رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ انبیاءِ کرام علیہم السلام میں کسی نبی کا واقعہ سنا رہے تھے کہ ان کی قوم کے لوگوں نے انہیں مارا اور ان کا خون بہنے لگا۔ وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ اے اللہ! میری قوم کو معاف فرما دے یہ جانتے نہیں ہیں۔
(متفق علیہ)

تخریج حدیث(٦٤٦): صحيح البخاری ، کتاب الانبياء ، باب ما ذکر عن بنی اسرائيل : صحيح مسلم ، کتاب الجهاد ، باب غزوۂ احد .

کلمات حدیث: فأدموه : اس کا خون نکال دیا۔ أدمی ادماء (باب افعال) خون نکالنا۔ دَم : خون، جمع دماء .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے انبیاء بنی اسرائیل میں کسی نبی کا واقعہ بیان فرمایا کہ ان کی قوم نے ان کو مارا حتیٰ کہ ان کا خون بہنے لگا۔ علامہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کا نام معلوم نہ ہو سکا لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام ہوں کہ ان کی قوم کے لوگ ان کو پکڑ کر مارتے یہاں تک کہ وہ بے ہوش ہو جاتے اور جب ہوش میں آتے تو وہ فرماتے کہ اے اللہ میری قوم کے لوگوں کو معاف کر دے کہ یہ جانتے نہیں ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو بات نبی اسرائیل کے ان نبی کو پیش آئی اسی طرح ہمارے رسول اللہ ﷺ کو احد میں پیش آئی، کہ آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا اور دندانِ مبارک شہید ہو گئے اور اس حالت میں آپ کو انبیاءِ کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی کا یہ واقعہ مستحضر ہو گیا اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو ان کی تسلی کے لیے سنایا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جعرانہ میں غنیمت تقسیم کر رہے تھے کہ لوگوں نے آپ ﷺ پر ہجوم کر لیا۔ اس موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو اس کی قوم کی جانب رسول بنا کر بھیجا۔ مگر انہوں نے اسے جھٹلایا اور اس کو زخمی کر دیا اور وہ اپنی پیشانی سے خون پونچھتا تھا اور کہتا تھا کہ اے رب! میری قوم کو معاف فرما دے یہ جانتے نہیں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ گویا میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ ﷺ یہ واقعہ سناتے ہوئے اپنی پیشانی پونچھ رہے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک حدیث مذکور میں جس نبی کا ذکر ہے وہ انبیاء بنی اسرائیل میں سے کوئی نبی ہیں اور اسی وجہ سے انہوں نے عنوان باب میں باب ماذکر عن بنی اسرائیل کا عنوان قائم کیا ہے اور حضرت نوح علیہ السلام انبیاء بنی اسرائیل سے کافی پہلے گزرے

ہیں۔ (فتح الباري : ۲/ ۳٥٤ ـ ارشاد الساري : ۷/ ٤۳۳)

٦٤٧ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِیْ يَمْلِکُ نَفْسَه، عِنْدَ الْغَضَبِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٦٤٧) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ طاقتور وہ نہیں ہے جو کسی کو پچھاڑ دے طاقتور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (٦٤٧): صحيح البخاری ، کتاب الادب ، باب الحذر من الغضب . صحيح مسلم ، کتاب البر ، باب من يملك نفسه عند الغضب .

کلمات حدیث: صرعة : وہ شخص جو کسی کو پچھاڑ دے۔ صرع صرعاً (باب فتح) پچھاڑنا۔ يملك نفسه : اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔ ملك ملكاً (باب ضرب) مالک ہونا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ نے انسان کے وجود میں متعدد اور مختلف قوتیں ودیعت فرمائی ہیں۔ اس میں قوت بہیمی بھی ہے اور قوتِ روحانی بھی کیونکہ انسانی مٹی سے پیدا ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس میں اپنے حکم سے روح ودیعت فرمائی تمام شہوانی اور نفسانی قوتوں کا تعلق قوت بہیمہ سے ہے اور تمام اعلیٰ اور ارفع محاسن وفضائل کا تعلق قوت روحانی سے ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ بات کمال انسانیت نہیں ہے کہ ایک آدمی دوسرے کو پچھاڑ دے کہ یہ قوت تو ایک حیوان میں بھی موجود ہے انسانی شرف وکمال تو اس میں ہے کہ آدمی اپنے نفس پر اس قدر قابو یافتہ ہو کر غصہ آئے اور اسکے مقتضاء پر عمل نہ ہو بلکہ ﴿ وَٱلْكَٰظِمِينَ ٱلْغَيْظَ وَٱلْعَافِينَ عَنِ ٱلنَّاسِ ﴾ پر عمل ہو۔ (دليل الفالحين : ۳/ ۸۸)

البَابُ (٧٦)

اِحْتِمَالُ الْاَذٰی

اذیت اور تکلیف کا برداشت کرنا

٢٢٤. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٣٤﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''غصے کو پینے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے ہیں اور اللہ نیکو کاروں کو پسند کرتا ہے۔'' (آل عمران: ١٣٤)

٢٢٥. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''جو صبر کرے اور قصور معاف کر دے تو یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔'' (الشوریٰ: ٤٣)

وَفِي الْبَابِ : اَلْاَحَادِيْثُ السَّابِقَةُ فِي الْبَابِ قَبْلَه' .

ان آیات کی تفسیر اس سے قبل باب الحلم والاناءۃ والرفق میں گزر چکی ہے۔

قطع رحمی پر صبر کرنا

٦٤٨ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً قَالَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِیْ قَرَابَةً اَصِلُهُمْ وَيَقْطَعُوْنِیْ وَاُحْسِنُ اِلَيْهِمْ وَيُسِيْئُوْنَ اِلَیَّ، وَاَحْلُمُ عَنْهُمْ وَيَجْهَلُوْنَ عَلَیَّ : فَقَالَ : ''لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَاَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَايَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی ظَهِيْرٌ عَلَيْهِمْ مَادُمْتَ عَلٰی ذٰلِكَ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَقَدْ سَبَقَ شَرْحُه' فِیْ ''بَابِ صِلَةِ الْاَرْحَامِ'' .

(٦٤٨) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اپنے قرابت داروں سے صلہ رحمی کرتا ہوں وہ میرے ساتھ قطع رحمی کرتے ہیں میں ان کے ساتھ اچھائی کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں میں ان کے ساتھ تحمل سے پیش آتا ہوں وہ میرے ساتھ جاہلانہ رویہ اختیار کرتے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اسی طرح ہے جس طرح تم کہہ رہے ہو تو تم گویا ان کے منہ پر گرم راکھ ڈال رہے ہو اور جب تک تم اس طرح کرتے رہو گے اس وقت تک تمہارے ساتھ اللہ کی طرف سے ایک مددگار (فرشتہ) مقرر رہے گا۔ (مسلم) اس کی شرح باب صلۃ الارحام میں گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث(۶۴۸): صحیح مسلم ، کتاب البر والصلة والآداب ، باب صلة الرحم وتحریم قطیعتها

کلمات حدیث: یسیئون : وہ برائی کرتے ہیں۔ أساء إساءة : برائی کرنا۔

شرح حدیث: اللہ کی رضا کی خاطر رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور ان کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف کو برداشت کرنا اور درگزر دینا ایک عظیم اخلاقی خوبی ہے اور اللہ کے یہاں اس کا بڑا اجر وثواب ہے۔

﴿ وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ ٱلْأُمُورِ ﴾

''جو صبر کرے اور قصور معاف کر دے تو یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔'' (دلیل الفالحین : ۳/۸۹)

اس حدیث کی شرح باب صلة الارحام میں گزر چکی ہے۔

البَابُ (۷۷)

الْغَضَبُ إِذَا انْتَهَكَتْ حُرُمَاتُ الشَّرْعِ وَالْإِنْتِصَارِ لِدِيْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى
احکامِ شرعیہ کی بے حرمتی پر ناراض ہونا اور دین کی حمایت کرنا

۲۲۶. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَمَن يُعَظِّمْ حُرُمَٰتِ ٱللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُۥ عِندَ رَبِّهِۦ ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

''جو شخص اللہ کے محترم کردہ امور کی تعظیم کرے گا اس کے لیے اس کے رب کے پاس اجر ہے۔'' (الحج: ۳۰)

تفسیری نکات: پہلی آیتِ مبارکہ میں اس بات کا بیان ہے کہ اللہ کے محترم کردہ امور کی تعظیم وتکریم پر اللہ کے یہاں اس کا بڑا اجر ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی اچھا کام کرنے والے کے حسنِ عمل کے اجر کو ضائع نہیں ہونے دیتا بلکہ ہر محسن کا اجر اس کے یہاں نشو ونما پاتا ہے اور بڑھتا رہتا ہے۔ اللہ کی محترم اشیاء اور وہ امور جن کو اللہ تعالیٰ نے حرمت والا قرار دیا ہے عمومی طور پر تمام احکامِ شریعت ہیں لیکن بطورِ خاص وہ امور جو اسلام کی خصوصیات اور اس کے امتیازی نشانات ہیں ان کا احترام اور بھی زیادہ ہے، جن کو شعائر اللہ فرمایا ہے۔

(معارف القرآن)

۲۲۷. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ إِن تَنصُرُوا۟ ٱللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ۝٧ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو مضبوط کرے گا۔'' (محمد: ۷)

تفسیری نکات: دوسری آیتِ کریمہ میں ارشاد فرمایا کہ اگر تم اللہ کی مدد کرو گے یعنی اللہ کے دین پر عمل کرو گے اور اس کی تبلیغ کرو گے اور اسے لوگوں تک پہنچاؤ گے اور جہاں کوئی کسی دینی بات کو زک پہنچا رہا ہو تم اس کی مدافعت کرو گے اور اس کی حمایت میں کھڑے ہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں غلبہ اور نصرت عطا فرمائیں گے اور جہادِ حق پر تمہیں ثابت قدمی عطا فرمادیں گے۔ (معارف القرآن)

وَفِي الْبَابِ حَدِيْثُ عَائِشَةَ السَّابِقُ فِيْ بَابِ الْعَفْوِ .

****

امام نماز میں قوم کی رعایت کرے

۶۴۹. وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اِنِّيْ لَا تَاَخَّرُ عَنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ مِنْ اَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا يُطِيْلُ بِنَا! فَمَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَضِبَ فِيْ مَوْعِظَةٍ قَطُّ اَشَدَّ مِمَّا غَضِبَ يَوْمَئِذٍ، فَقَالَ : "يَآاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ مِنْكُمْ

مُنَفِّرِيْنَ فَاَيُّكُمْ اَمَّ النَّاسَ فَلْيُوْجِزْ فَاِنَّ مِنْ وَرَآئِهِ الْكَبِيْرَ وَالصَّغِيْرَ وَذَا الْحَاجَةِ "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۶۴۹) حضرت ابو مسعود عقبۃ بن عمرو بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میں صبح کی نماز میں اس لیے پیچھے رہ جاتا ہوں کہ فلاں آدمی ہمیں لمبی نماز پڑھاتا ہے میں نے کبھی رسول اللہ ﷺ کو نصیحت فرماتے ہوئے اس قدر غصے میں کبھی نہ دیکھا جس قدر آپ ﷺ اس روز غصہ ہوئے آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم میں ایسے لوگ بھی ہیں جو نفرت پیدا کرنے والے ہیں جو بھی کوئی لوگوں کو امامت کرائے وہ اختصار کرے کہ اس کے پیچھے بوڑھے اور بچے اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۶۴۹): صحيح البخاری ، كتاب الاذان ، باب تخفيف الامام في القيام . صحيح مسلم ، كتاب الصلاة، باب أمر الائمة بتخفيف الصلاة .

کلمات حدیث: منفرین : نفرت دلانے والے، متنفر کرنے والے۔ نفر تنفيراً (باب تفعیل) متنفر کرنا، بھگانا۔ فليوجز : اسے چاہیے کہ مختصر کرے۔ اوجز ایجازاً (باب افعال) اختصار کرنا مختصر کرنا۔

شرح حدیث: نماز با جماعت میں حکم شرعی یہی ہے کہ امام لوگوں کو معتدل نماز پڑھائے، رکوع اور سجود اعتدال کے ساتھ ہوں، نہ قراءت زیادہ طویل ہو اور نہ رکوع و سجود میں تسبیحات اتنی زیادہ ہو جس سے کسی کی طبیعت میں اکتاہٹ اور ملال پیدا ہو۔ غرض امام کو چاہیے کہ وہ مقتدیوں کا خیال رکھے اور اتنی لمبی نماز نہ پڑھائے جس سے لوگ اکتا جائیں۔

دین کے معاملے میں یعنی جب کوئی دینی نقصان واقع ہو رہا ہو اس وقت غصہ کرنا جائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس لیے ناراض ہوئے کہ نماز کی طوالت کی وجہ سے ایک شخص جماعت میں شرکت سے محروم یا موخر ہو رہا ہے۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں لا اکاد ادرك الصلاة کے الفاظ ہیں جن کا مطلب ابوالزناد بن سراج نے یہ بیان کیا ہے کہ سائل کا کہنا یہ تھا کہ وہ ضعیف ہے۔ قراءت میں طوالت کی بناء پر جب رکوع کا وقت آتا ہے تو اس کی کمزوری بڑھ جاتی ہے اور وہ اس قابل نہیں رہتا کہ پھر امام کے ساتھ نماز پوری کر سکے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ مفہوم اچھا ہے۔ لیکن بخاری رحمہ اللہ نے ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ روایت کیے ہیں کہ " انی لا تاخر عن الصلاة " اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ میں جماعت میں نہیں پہنچ پاتا بلکہ بعض اوقات طوالت کے خوف سے متاخر ہو جاتا ہوں۔ (فتح الباري : ۱/ ۲۹۸ ـ إرشاد الساري : ۱/ ۲۸۰ ـ عمدة القاري : ۲/ ۱۵۸)

تصویر کشی پر اللہ تعالیٰ کا عذاب

۶۵۰ . وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَفَرٍ وَقَدْ سَتَرْتُ سَهْوَةً لِّيْ بِقِرَامٍ فِيْهِ تَمَاثِيْلُ، فَلَمَّا رَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَتَكَهٗ وَتَلَوَّنَ وَجْهُهٗ وَقَالَ "يَاعَآئِشَةُ : اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يُضَاهُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

" السَّهْوَةُ " كَالصُّفَّةِ تَكُوْنُ بَيْنَ يَدَيِ الْبَيْتِ .
" وَالْقِرَامُ " بِكَسْرِ الْقَافِ سِتْرٌ رَقِيْقٌ .
وَهَتَكَهُ . أَفْسَدَ الصُّوْرَةَ الَّتِيْ فِيْهِ .

(۶۵۰) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے واپس تشریف لائے ۔ میں نے گھر کے سامنے چبوترے پر ایک پردہ ڈال رکھا تھا جس میں تصاویر تھیں آپ نے ﷺ نے انہیں دیکھا تو انہیں پھاڑ دیا اور اور چہرۂ انور کا رنگ بدل گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ قیامت کے روز وہ لوگ شدید عذاب میں مبتلا ہوں گے جو اللہ کی صفت خلق میں اس کی مشابہت اختیار کرتے ہیں ۔ (متفق علیہ)

السھوۃ : صفہ چبوترہ جو گھر کے سامنے ہو ۔ قرام : باریک پردہ ۔ ھتکہ : آپ ﷺ نے ان تصاویر کو بگاڑ دیا جو پردے پر بنی ہوئی تھیں ۔

تخریج حدیث (۶۵۰): صحیح البخاری ، کتاب اللباس ، باب ما وطیء من التصاویر . صحیح مسلم ، کتاب اللباس ، باب لا تدخل الملائکة .

کلمات حدیث: السھوة : روشندان ، طاقچہ ۔ تماثیل : واحد تمثال ، مجسمہ ۔ یضاھون : اللہ تعالیٰ کی صنعت خلق سے مشابہت اختیار کرتے ہیں ۔ ضاھی مضاھاۃ : مشابہ ہونا ، مشابہت اختیار کرنا ۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ ایک سفر سے تشریف لائے ۔ بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے ، تو آپ ﷺ نے ایک پردہ دیکھا کہ جس میں تصاویر تھیں آپ ﷺ نے ان کو پھاڑ دیا یا مٹا دیا اور فرمایا کہ روزِ قیامت ان لوگوں کو شدید عذاب ہوگا جو اللہ کی صنعت کی مشابہت اختیار کرتے ہیں ایک اور روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو میری تخلیق کی طرح خلق کرنے کی کوشش اسے چاہیے کہ ایک دانہ پیدا کر کے دکھائے ایک ذرہ پیدا کر کے دکھائے ۔

علماءِ کرام فرماتے ہیں کہ عبادت کے لیے تصویر بنانا یا بت بنانا حرام ہے اور ایسا شخص کافر ہے اور اس کے لیے سخت ترین عذاب ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور اگر بنانے والے کا ارادہ اللہ کی مشابہت اختیار کرنا نہ ہو تو یہ فسق ہے اور گناہِ کبیرہ ہے ۔

(فتح الباري : ۱٦٠/۳ ـ روضة المتقين : ۱۹۰/۲)

حدود اللہ ساقط کرنے کے لیے سفارش کرنا گناہ ہے

۶۵۱ وَعَنْهَا اَنَّ قُرَيْشًا اَهَمَّهُمْ شَأْنُ الْمَرْأَةِ الْمَخْزُوْمِيَّةِ الَّتِيْ سَرَقَتْ فَقَالُوْا: مَنْ يُكَلِّمُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالُوْا: مَنْ يَجْتَرِئُ عَلَيْهِ اِلَّا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهُ اُسَامَةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى؟!" ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ ثُمَّ قَالَ : "اِنَّمَا اَهْلَكَ مَنْ قَبْلَكُمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ اَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ! وَايْمُ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٦٥١) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قریش کو اس مخزومی عورت کا معاملہ جس نے چوری کی تھی بہت اہم معلوم ہوا۔ انہوں نے کہا کہ اس کی کون رسول اللہ ﷺ سے بات کرنے کی ہمت کرے گا سوائے اسامہ کے کہ وہ محبوب رسول ﷺ زید کے صاحبزادے ہیں۔ اسامہ نے آپ ﷺ سے گفتگو کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم حدود اللہ میں سے ایک میں سفارش کرتے ہو۔ آپ ﷺ اٹھے اور آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ اس لیے ہلاک ہوئے کہ ان میں سے جب کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے اور اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۶۵۱): صحیح البخاری ، کتاب الحدود ، باب اقامة الحدود علی الشریف و الوضیع . صحیح مسلم ، کتاب الحدود ، باب قطع السارق فی الشریف وغیرہ .

کلماتِ حدیث: یجتری : جرأت کرے، ہمت کرے۔ اجترأ اجتراءً (باب افتعال) ہمت کرنا۔ جراء جراءة (باب کرم) بہادر ہونا، جری ہونا۔

شرحِ حدیث: قریش کی ایک مخزومی عورت جس کا نام فاطمہ بنت اسد لوگوں سے چیز مستعار لے کر مکر جایا کرتی تھی، پھر اس نے چوری کی، بنی مخزوم قریش کا ایک بڑا قبیلہ تھا ابوجہل کا بھی تعلق اس قبیلہ سے تھا۔ قریش کے لوگوں کو اس کی بڑی فکر ہوئی کہ اگر اس کا ہاتھ کاٹا گیا تو اتنے بڑے قبیلے کی بے عزتی ہوگی اس لیے انہوں نے سوچا کہ اس معاملے میں رسول اللہ ﷺ سے کون بات کرے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے محبوب حضرت زید کے فرزند حضرت اسامہؓ آپ سے بات کریں۔ حضرت اسامہؓ نے آپ ﷺ سے گفتگو کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم اللہ کی حدود میں سے کسی حد میں سفارش کر رہے ہیں۔ اسامہؓ بولے یا رسول اللہ (ﷺ) میرے لیے اللہ سے معافی طلب کیجئے۔

بعد میں یا شام کے وقت آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ اس لیے ہلاک ہوئے کہ اگر ان کے معزز آدمی نے چوری کی تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا اور اگر کسی کمزور نے چوری کی تو اس پر حد جاری کر دی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے بنی اسرائیل کا نام لیا اور اس کی تائید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ بنی اسرائیل نے مالداروں سے حدود ساقط کر دی تھیں اور ضعفاء پر جاری کیا کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے حدود کے معاملے میں شفاعت کو اس قدر اہم سمجھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر فاطمہ بنت اسد کے بجائے فاطمہ بنت محمد بھی ہوتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حد کا مقدمہ قاضی کے پاس یا عدالت میں پہنچنے کے بعد سفارش کرنا حرام ہے، البتہ اگر مقدمہ عدالت تک نہ پہنچا ہو اور ملزم عادی مجرم نہ ہو اور لوگ اس سے تنگ نہ پڑ گئے ہوں تو سفارش کرنا جائز ہے۔

(فتح الباري : ۲/۳۵۲ ۔ تحفة الأحوذي : ٤/٨٠٠ ۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ١١/١٥٤)

قبلہ کی طرف تھوکنا منع ہے

۶۵۲ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ حَتّٰى رُؤِيَ فِيْ وَجْهِهٖ، فَقَامَ فَحَكَّهٗ بِيَدِهٖ فَقَالَ "اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ فِيْ صَلَاتِهٖ فَاِنَّهٗ يُنَاجِيْ رَبَّهٗ وَاِنَّ رَبَّهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، فَلَا يَبْزُقَنَّ اَحَدُكُمْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ، وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْتَحْتَ قَدَمِهٖ، ثُمَّ اَخَذَ طَرَفَ رِدَآئِهٖ فَبَصَقَ فِيْهِ ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَقَالَ : "اَوْيَفْعَلُ هٰكَذَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

وَالْاَمْرُ بِالْبُصَاقِ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْتَحْتَ قَدَمِهٖ هُوَفِيْمَا اِذَاكَانَ فِيْ غَيْرِ الْمَسْجِدِ، فَاَمَّا فِي الْمَسْجِدِ فَلَا يَبْصُقُ اِلَّا فِيْ ثَوْبِهٖ .

(۶۵۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قبلہ کی جانب تھوک لگا ہوا دیکھا۔ آپ کی طبیعت پر اس سے اس قدر گرانی ہوئی کہ اس کا اثر آپ ﷺ کے چہرے پر دیکھا گیا، آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور دستِ مبارک سے اسے رگڑ کر صاف کر دیا اور فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے اور اس کا رب اس کے درمیان اور قبلہ کے درمیان ہے اس لیے تم میں سے کسی کو قبلہ کی طرف نہیں تھوکنا چاہیے بلکہ اپنی بائیں جانب یا اپنے پیر کے نیچے تھوکے پھر آپ نے اپنی چادر کا کونہ پکڑا اور اس میں تھوکا پھر اس کے ایک حصے کو دوسرے حصے پر رگڑ دیا اور فرمایا کہ یا اس طرح کرے۔ (متفق علیہ)

بائیں جانب یا قدموں کے نیچے تھوکنے کا حکم مسجد کے باہر ہے مسجد کے اندر صرف اپنے کپڑے میں تھوکے۔

تخریج حدیث (۶۵۲): كتاب البخاري ، كتاب الصلاة ، باب هك البزاق باليدمن المسجد . صحيح مسلم ، كتاب الصلاة ، باب النهى عن البصاق فى المسجد في الصلوٰة وغيرها .

کلماتِ حدیث: نخامه : بلغم۔ فحكه : آپ نے اسے رگڑ دیا۔ حك حكا (باب نصر) رگڑنا، مٹانا۔

شرحِ حدیث: نماز کی روح بندے کی اپنے خالق و مالک سے مناجات ہے اور اس مناجات کا تقاضا ہے کہ حد درجہ تواضع وانکساری کا اظہار ہو آدمی مؤدب کھڑا ہو اور کوئی خلافِ ادب حرکت نہ کرے بس خلوصِ دل حسن نیت کے ساتھ اللہ کی تحمید اور تمجید میں مصروف ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ کھنکار کر گلا صاف کرنا اور تھوک یا بلغم وغیرہ نماز میں خلافِ ادب اور روح مناجات کے برخلاف ہے اور قبلہ کی طرف تھوکنا تو اور بھی برا ہے کہ قبلہ رُخ ہو کر تو وہ نماز میں کھڑا ہے۔ خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قبلہ رُو ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہے اور مقصود توجہ اللہ کی تعظیم اور اس پر اللہ کی جانب سے اجر و ثواب ہے اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نمازی کے جانب

قبلہ ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ مسجد میں تھوکنا حرام ہے اور قبلہ کی جانب تھوکنا تو اور بھی زیادہ سخت گناہ ہے۔ حنفی فقہاء کے نزدیک مسجد میں تھوکنا مکروہِ تحریمی ہے۔ غرض آداب مسجد کا تقاضا ہے کہ اسے ہر گندگی اور آلودگی سے پاک رکھا جائے اور مسجد کی صفائی اور اس میں نفاست اور پاکیزگی کو برقرار رکھنے کی سعی کارِ ثواب ہے۔

(فتح الباري: ١/٤٣٢۔ إرشاد الساري: ٢/٧٢۔ شرح صحيح مسلم للنووي: ٥/٣٣۔ الفقه على المذاهب الأربعه: ١/٢٨٩)

الباب (۷۸)

اَمرُ وُلَاۃِ الْاُمُوْرِ بِالرِّفْقِ بِرَعَایَاھُمْ وَنَصِیْحَتِھِمْ وَالشَّفَقَۃِ عَلَیْھِمْ وَالنَّھْیِ عَنْ غَشِّھِمْ وَالتَّشْدِیْدِ عَلَیْھِمْ وَاِھْمَالِ مَصَالِحِھِمْ وَالْغَفْلَۃِ عَنْھُمْ وَعَنْ حَوَائِجِھِمْ

حکام کو اپنے ماتحتوں کے ساتھ نرمی کرنے خیر خواہی کرنے اور ان پر شفقت کرنے کا حکم اور ان پر سختی کرنے اور ان کے مصالح کو نظر انداز کرنے اور ان کی ضرورتوں سے غفلت برتنے کی ممانعت

۲۲۸. قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ :

﴿ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢١٥﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

”آپ اپنے متبع مؤمنین کے لیے اپنا بازو پست رکھیں۔“ (الشعراء:۲۱۵)

تفسیری نکات: پہلی آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ تمام مؤمنین کے ساتھ نرمی خوش خلقی اور تواضع کے ساتھ پیش آئے اور ان پر اس طرح شفقت کیجئے جیسے پرندے اپنے بچوں پر کرتے ہیں کہ ان پر اپنے پر جھکا کر ان کو اپنے پروں کی حفاظت میں لے لیتے ہیں۔ (تفسیری مظہری)

. . . .

اللہ تعالیٰ عدل وانصاف کا حکم فرماتے ہیں

۲۲۹. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

”بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیتے ہیں اور بے حیائی منکرات اور ظلم وزیادتی کرنے سے منع فرماتے ہیں وہ تمہیں نصیحت کرتے ہیں تاکہ تمہیں موعظت ہو۔“ (النحل:۹۰)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں ارشاد ہوا کہ عدل اور احسان کرو اور رشتہ داروں اور قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو اور ان کے ساتھ عطاؤ بخشش کا رویہ اختیار کرو اور برے کاموں بری باتوں اور ظلم وزیادتی سے باز رہو۔ آیتِ کریمہ اس قدر جامع آیت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے قرآن کریم کی جامع ترین آیت قرار دیا ہے کہ اس میں تین سب سے اعلیٰ اور بلند ترین اور نمایاں ترین اخلاقی اور اجتماعی تعلیمات کا حکم فرمایا ہے اور تین بہت بڑی برائیوں سے منع فرمادیا ہے۔ (معارف القرآن)

. . . .

ہر شخص اپنے ماتحت افراد کا مسئول ہے

۶۵۳ . وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ "كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ الْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ أَهْلِهِ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْؤُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۶۵۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم سب نگران ہو اور تم سب سے اپنی زیر نگرانی افراد کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ امام نگران ہے اس سے اس کے زیر نگران افراد کے بارے میں سوال ہوگا۔ آدمی اپنے گھر والوں کا نگران ہے اس سے ان افراد کے بارے میں سوال ہوگا جو اس کی زیر نگرانی ہیں عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اس سے اس کی زیر نگرانی افراد کے بارے میں سوال ہوگا اور خادم اپنے مالک کے مال کا ذمہ دار اور نگران ہے اس سے اس کے بارے میں سوال ہوگا۔ غرض تم میں سے ہر ایک مسئول ہے اور ہر ایک سے اس کی ذمہ داریوں کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۶۵۳): صحيح البخاري، باب الجمعة في القرى والمدن . صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب فضيلة الامام العادل .

کلماتِ حدیث: كلكم راع : تم میں سے ہر ایک نگران اور ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کی ذمہ داریوں کے بارے میں سوال ہوگا کہ ان کو اللہ کے بتائے ہوئے احکام کے مطابق پورا کیا یا نہیں۔

شرحِ حدیث: معاشرے کا ہر فرد اپنے مقام پر اور اپنی حیثیت میں مسئول اور ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے سوال ہوگا کہ اس نے اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقے پر پورا کیا یا نہیں، حکمران اپنی زیر نگرانی تمام افراد کے بارے میں ذمہ دار اور مسئول ہے آدمی اپنے اہل خانہ کے بارے میں جوابدہ ہے عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کے بارے میں مسئول ہے اور خادم اپنے مالک کے مال کے بارے میں جوابدہ ہے یعنی معاشرے کا کوئی فرد مسئولیت اور جوابدہی سے ماوراء نہیں ہے۔ (نزهة المتقين : ۱/ ۵۲۷)

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے (حدیث ۲۸۵) میں گزر چکی ہے۔

دھوکہ باز حاکم پر جنت حرام ہے

۶۵۴ . وَعَنْ أَبِيْ يَعْلٰى مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيْهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً يَمُوْتُ يَوْمَ يَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ إِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِی رِوَایَةٍ : ”فَلَمْ يَحُطْهَا بِنُصْحِهِ لَمْ يَجِدْ رَآئِحَةَ الْجَنَّةِ وَفِی رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ !
مَامِنْ اَمِيْرٍ يَلِی اُمُوْرَ الْمُسْلِمِيْنَ ثُمَّ لَايَجْهَدُ لَهُمْ وَلَمْ يَنْصَحْ لَهُمْ اِلَّا لَمْ يَدْخُلْ مَعَهُمُ الْجَنَّةَ .

(٦٥٤) حضرت ابویعلی معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس بندے کو اللہ تعالیٰ کسی رعیت کا نگران بنادیتا ہے اور وہ اس حال میں مرتا ہے کہ اس نے اپنی رعیت کو دھوکہ دیا ہو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام فرمادیتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اگر اس نے خیر خواہی کے ساتھ حقوق کی حفاظت نہیں کی تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جو حاکم مسلمانوں کے امور کا ذمہ دار بنتا ہے پھر ان کے حقوق کی ادائیگی کی سعی نہیں کرتا اور ان کی خیر خواہی نہیں کرتا تو وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

تخریج حدیث(٦٥٤): صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب من استرعی رعیة فلم ینصح . صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب فضل الامام العادل وعقوبة الجائر والحث علی الرفق بالرعیة والنهی عن ادخال المشقة علیهم .

راوی حدیث: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ سے پہلے اسلام لائے اور صلح حدیبیہ میں آپ کے ساتھ تھے اور بیعتِ رضوان کے موقعہ پر ایک درخت کی شاخ سے آپ کے اوپر سایہ کیے رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے ۱۳۴ احادیث مروی ہیں، جن میں سے ایک متفق علیہ ہے۔ حضرت امیر معاویہ کے زمانہ خلافت میں انتقال ہوا۔ (الاصابة في تمییز الصحابة)

کلماتِ حدیث: یسترعیه : جو اپنے ماتحت افراد کی نگرانی اور ان کی خیر خواہی کا ذمہ دار ہو۔ رعی رعایةً (باب فتح) رعایت کرنا نگرانی اور نگہبانی کرنا، گلہ بانی کرنا۔ رعی الامیر رعیته : حکمران کا اپنی رعایا کے امور کی دیکھ بھال اور نگرانی کرنا اور ان کے حقوق کی نگہداشت کرنا۔ غاش : دھوکہ دینے والا، خیانت کرنے والا، حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے والا۔ لم یحطها : ان کی اور ان کے حقوق کی حفاظت نہیں کرتا۔

شرحِ حدیث: انسان کو اس دنیا میں ایک ذمہ دار مخلوق بنا کر بھیجا گیا یہ بالکل آزاد پھرنے والے جانوروں کی طرح نہیں ہے بلکہ زندگی میں اپنے سارے طرزِ عمل کا اور جملہ اعمال واقوال کا جواب دہ ہے اور جو شخص اسلام لا کر شہادتین اپنی زبان سے ادا کر لیتا ہے وہ ان تمام احکام پر عمل کرنے کی ذمہ داری اور ان میں کمی اور کوتاہی پر جوابدہی کی ذمہ داری قبول کر لیتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اور اللہ کے رسول ﷺ نے زندگی کے مختلف مراحل کے لیے مقرر فرمائے ہیں۔

مسلمان حکمران کی ذمہ داریاں اور اس کے فرائض و واجبات ایک عام مسلمان سے بہت زیادہ ہیں۔ حکمران اس امر کا ذمہ دار ہے اور اس پر اللہ کے یہاں جواب دہ ہے اور وہ تمام مسلمانوں کے جان و مال کی حفاظت کرے، ان کی دینی اور دنیاوی بھلائی اور خیر خواہی کی ہر وقت فکر کرے اور ان کے جملہ حقوق ادا کرے اور ان پر نہ خود ظلم وزیادتی کرے اور نہ کسی کو کرنے دے۔

ان حقوق وفرائض میں سے اگر کسی امر میں کوتاہی ہوگئی اور ان کی تکمیل کی تندہی سے کوشش نہ کی اور جو مسلمانوں کی طرف سے اس پر

ذمہ داری عائد ہوئی تو اس نے ان کی امانت میں خیانت کی اور ان کو دھوکہ دیا۔ تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام فرمادے گا اور وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا۔

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ظالم حکمرانوں کے لیے یہ ایک سخت ترین وعید ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر نگران اور حکمران بنایا اور وہ ان کے حقوق کی پاسبانی اور فرائض کی ادائیگی میں ناکام رہا اور ظلم وستم سے کام لیا تو ظاہر ہے کہ وہ اس عظیم امت کی ذمہ داریوں سے کیسے سبکدوش ہوسکے گا۔ (فتح الباري: ٣/٧٤٤۔ روضة المتقين: ٢/١٩٥۔ شرح مسلم للنووي: ٢/١٤١)

رعایا پر مشقت ڈالنے والے حاکم کی سزا

٦٥٥. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ: يَقُوْلُ فِيْ بَيْتِيْ هٰذَا: اَللّٰهُمَّ مَنْ وَّلِيَ اَمْرَ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ، وَمَنْ وَلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(٦٥٥) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں تھے میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص میری امت کے کسی معاملہ کا ذمہ دار بنے اور وہ ان کی مشقت میں ڈالے تو تو بھی اس پر سختی فرما اور جو میری امت کے معاملات میں سے کسی معاملہ کا ذمہ دار بنے پھر ان سے نرمی کرے تو تو بھی اس سے نرمی فرما۔ (مسلم)

تخریج حدیث (٦٥٥): صحيح مسلم، كتاب الاماره، باب فضل الامام العادل.

کلماتِ حدیث: ولی: نگراں بنا، والی بنا، حاکم بنا۔ ولی ولایۃ (باب حسب) والی ہونا کسی کے کام کا نگراں ہونا، ولی، نگراں سرپرست جمع اولیاء۔ والی: حاکم جمع ولاۃ۔

شرحِ حدیث: جو شخص امت کا حاکم بنے یا ان کے کسی معاملہ کا نگران بنے اس پر فرض ہے کہ وہ ان کے ساتھ نرمی برتے اور اچھی طرح پیش آئے اور ان کے حقوق و واجبات کو تندہی سے ادا کرے اور کسی طرح کی کوتاہی نہ کرے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي: ١٢/١١٨)

میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا

٦٥٦. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ كَانَتْ بَنُوْاِسْرَآئِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَآءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَه' نَبِيٌّ، وَاِنَّه' لَانَبِيَّ بَعْدِيْ، وَسَيَكُوْنُ بَعْدِيْ خُلَفَآءُ فَيَكْثُرُوْنَ" قَالُوْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا تَاْمُرُنَا؟ قَالَ: "اَوْفُوْا بِبَيْعَةِ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ، ثُمَّ اَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ وَاسْاَلُوْا اللّٰهَ الَّذِيْ لَكُمْ، فَاِنَّ اللّٰهَ سَآئِلُهُمْ عَمَّااسْتَرْعَاهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(٦٥٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء کے ہاتھوں میں تھی جب کوئی پیغمبر فوت ہوتا تو دوسرا اس کا جانشین ہوتا میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے میرے بعد خلفاء ہوں گے اور وہ کثرت سے ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ اس بارے میں ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں فرمایا کہ تم سب سے پہلے کی بیعت کو پورا کرو اور پھر ان کا حق ان کو دو اور اپنے لیے اللہ سے مانگو کہ اللہ تعالیٰ ان سے خود ان لوگوں کے بارے میں باز پرس کریں گے جن کا انہیں والی بنایا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (٦٥٦): صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل . صحیح مسلم، کتاب الاماره، باب وجوب وفاء بیعة الاول فالاول .

کلمات حدیث: تسوسهم : ان کی سیاست کرتے تھے ان کے سیاسی امور سنبھالے ہوئے تھے۔ ساس سیاسة (باب نصر) تدبیر وانتظام کرنا، اجتماعی امور کی دیکھ بھال کرنا۔

شرح حدیث: بنی اسرائیل یعنی اسرائیل کی اولاد، اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا۔ اسر کے معنی ہیں بندہ اور ایل کے معنی ہیں اللہ۔ اس طرح اسرائیل کے معنی ہیں عبداللہ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد اور ان کی نسل بنو اسرائیل کہلاتی ہے۔ بنی اسرائیل میں یکے بعد دیگرے نبی آتے رہے اور ایک نبی وفات پا جاتا تو دوسرا نبی اس کی جگہ آ جاتا۔ اس لیے ان کی دینی اور روحانی سیادت کے ساتھ ان کی دنیاوی قیادت بھی ان کے انبیاء کے ہاتھوں میں رہی۔ فرمایا چونکہ میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے اس لیے میرے بعد میرے خلفاء ہوں گے جو مسلمانوں کے معاملات کے ذمہ دار ہوں گے جب تک وہ حق پر قائم رہیں ان کی اطاعت ضروری ہے۔

مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنے حکمرانوں سے اپنے تعلق کو برقرار رکھیں ان کی خیر خواہی کریں اور ان کی اطاعت کریں اور جو تمہارا حق رہ جائے اس میں حکمراں کی اطاعت سے نکلنے کی بجائے اللہ سے سوال کرو اور اس سے مانگو کہ وہ تمہاری مشکلات آسان کرے اور تمہارے معاملات درست کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود ان حکمرانوں سے باز پرس کرنے والے ہیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے انہیں امارت اور حکمرانی عطا کی تھی، انہوں نے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کیا یا نہیں۔

(فتح الباري: ٣٤٤/٢ ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ١٩٢/١٢ ـ روضة المتقين : ١٩٧/٢ ـ نزهة المتقين : ٥٢٨/١)

بدترین حاکم رعایا پر ظلم کرنے والے

٦٥٧. وَعَنْ عَآئِذِبْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّه' دَخَلَ عَلٰى عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ فَقَالَ لَه' : اَىْ بُنَىَّ اِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِنَّ شَرَّالرِّعَآءِ الْحُطَمَةُ فَاِيَّاكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۶۵۷) حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ اے بیٹے! میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بدترین حکمران وہ ہیں جو لوگوں پر ظلم کرنے والے ہوں۔ دیکھو تو ان میں سے نہ ہونا۔

تخریج حدیث (۶۵۷): صحیح مسلم، الامارہ، باب فضیلة الامام العادل وعقوبة الجائر .

کلماتِ حدیث: حطمه : سخت مزاج ظالم حکمراں۔ حطم : بے رحم چرواہا۔

شرحِ حدیث: ظلم اور ناانصافی بذاتِ خود بہت بڑی برائی اور گناہِ عظیم ہے اور اگر حاکم جس کو اللہ نے اپنے بندوں پر اس لیے حکمراں بنایا ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ عدل وانصاف کرے اور ان سے نرمی اور شفقت سے پیش آئے وہ اگر ظلم وناانصافی کرے تو اس کا گناہ بہت عظیم ہوگا اور اس کی روزِ قیامت باز پرس شدید ہوگی۔

(روضة المتقين : ۲ /۱۹۸ نزهة المتقين: ۱ / ۵۲۹)

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے (حدیث ۱۹۶) میں گزر چکی ہے۔

حاکم کو رعایا کے حالات سے مطلع ہونا ضروری ہے

۶۵۸ . وَعَنْ اَبِیْ مَرْيَمَ الْاَزْدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّه‘ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "مَنْ وَلَّاهُ اللّٰهُ شَيْئًا مِنْ اُمُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاحْتَجَبَ دُوْنَ حَاجَتِهِمْ وَخَلَّتِهِمْ وَفَقْرِهِمْ : اِحْتَجَبَ اللّٰهُ دُوْنَ حَاجَتِهٖ وَخَلَّتِهٖ وَفَقْرِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَجَعَلَ مُعَاوِيَةُ رَجُلًا عَلٰى حَوَآئِجِ النَّاسِ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ .

(۶۵۸) حضرت ابومریم ازدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ جس کو مسلمانوں کے امور میں سے کسی امر کا والی بنادے اور وہ ان کی ضرورتوں، حاجتوں اور فقر کی تکمیل میں رکاوٹ بن جائے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی ضرورتوں، حاجتوں اور اس کے فقر کے درمیان رکاوٹ ڈال دے گا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت ایک آدمی مقرر کردیا کہ لوگوں کی ضرورتیں پوری کرے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

تخریج حدیث (۶۵۸): سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، باب فیما یلزم الامام من امر الرعیة . الجامع للترمذی، ابواب الاحکام باب ما جاء فی امام الرعیة .

راوی حدیث: حضرت ابومریم ازدی رضی اللہ عنہ کسی نے کہا کہ ابومریم ازدی اور ابومریم غسانی ایک ہی ہیں اور کسی نے کہا کہ دو ہیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کا نام ابوعمرو بن صرۃ الجہنی ہے صحابی ہیں شام میں وفات پائی ان سے صرف یہی ایک روایت مروی ہے۔ (دليل الفالحين : ۲ /۱۰۲۔ تحفة الأحوذي : ٤ /٦٤٢)

کلمات حدیث: فاحتجب : لوگوں کے درمیان اوراپنے درمیان حجاب ڈال لیا، یعنی لوگوں میں سے ضرورت مندوں کواپنے تک پہنچنے سے روکا اوراس طرح ان کی حاجات کی تکمیل سے بازرہا۔ احتجاب باب افتعال چھپنا۔ اندرآنے سے لوگوں کوروکنا۔ خلتهم : ان کی حاجت اوران کی محتاجی۔ احتجب الله دون حاجته : یعنی اس کی دعا قبول نہ ہوگی اور نہ اس کی امید پوری ہوگی۔

شرح حدیث: حدیث میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اگر کسی کو مسلمانوں کے امور کا نگران اور والی بنادے اور وہ ان کی ضروریات کو پورا نہ کرے ان کی حاجتوں کی تکمیل نہ کرے اور ان کی احتیاج رفع کرنے کا سامان نہ کرے تو اللہ تعالیٰ بھی روزِ قیامت اس کی حاجات اور اس کی ضرورتوں کی تکمیل نہیں فرمائے گا۔ (تحفة الأحوذي : ٤/٦٤٢)

البَابُ(۷۹)

الوَالِيُ العَادِلُ

والی عادل

۲۳۰. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ ﴾ اَلْاٰيَةَ .

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''بے شک اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے عدل اور احسان کا۔'' (النحل: ۹۰)

تفسیری نکات: پہلی آیت قرآن کریم کی ایک جامع ترین آیت ہے جس میں دین اسلام کی اعلیٰ ترین تعلیمات کو سمو دیا گیا ہے۔ عدل کے معنی برابر کرنے کے ہیں یعنی انسانوں کے درمیان ہر معاملے میں مساوات برتنا کہ نہ کسی کے ساتھ زیادتی ہو اور نہ ناانصافی اور نہ ایسا ہو کہ کسی کا حق ادا ہونے سے رہ جائے یا کسی کو اس کے حق سے زیادہ دے دیا جائے۔ احسان کے معنی اچھا کرنے کے ہیں اسلام میں ہر معاملے میں اور ہر بات میں احسان پسندیدہ ہے۔ عدل واحسان کرنا ہر مسلمان پر ہر بات میں لازم ہے لیکن اگر کسی پر کسی کی کوئی ذمہ داری عائد ہو تو اس کا یہ فریضہ بڑھ جاتا ہے کہ وہ ہر ایک کے ساتھ عدل واحسان کے ساتھ پیش آئے۔ (معارف القرآن)

۲۳۱. قَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''انصاف کرو اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔'' (الحجرات: ۹)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ جب باہم دو گروہ برسرِ پیکار ہوں تو ان کے درمیان صلح کرا دیں اور ان کے درمیان اس طرح عدل وانصاف سے فیصلہ کریں کہ جس میں کسی کی طرف داری یا جانب داری کا شائبہ تک نہ ہو اور یہ اس لیے کریں کہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔ (تفسير عثماني)

****

سات آدمیوں کو عرش کے سایہ میں جگہ ملے گی

۶۵۹. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ : اِمَامٌ عَادِلٌ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِيْ عِبَادَةِ اللّٰهِ تَعَالىٰ، وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمُ شِمَالُهٗ مَاتُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ، وَرَجُلٌ

ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٦٥٩) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سات افراد ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں جگہ دے گا جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا انصاف کرنے والا حکمران وہ نوجوان جو اللہ کی عبادت میں پلا بڑھا ہو۔ وہ آدمی جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو وہ دو آدمی جو صرف اللہ کے لیے آپس میں محبت کرتے ہوں اس پر ملتے ہوں اور اسی پر جدا ہوتے ہوں اور وہ آدمی جس کو کوئی حسین اور مرتبہ والی عورت دعوتِ گناہ دے اور وہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور وہ آدمی جو اس طرح چھپا کر صدقہ کرے کہ بائیں ہاتھ کو علم نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا اور وہ آدمی جو خلوت میں اللہ کا ذکر کرے اور اس کی یاد میں اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۶۵۹): صحيح البخاری، ابواب صلاة الجمعه، باب من جلس فی المسجدينتظر الصلاة .
صحیح مسلم، کتاب الزكوٰة، باب فضل اخفاء الصدقة .

کلماتِ حدیث: فاضت عيناه : اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔ فاض فيضاناً (باب ضرب) بہنا۔

شرحِ حدیث: سات آدمی ہیں جو روزِ قیامت اللہ کے سایہ رحمت میں ہوں گے جبکہ اس کے سایہ رحمت کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ مسلمانوں کا حکمران جو عدل وانصاف سے حکومت کرے۔ ایسا نوجوان جس نے عنفوان شباب سے اپنی زندگی اللہ کی عبادت میں گزاری ہو اور گناہوں سے باز رہا ہو، وہ آدمی جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو، وہ آدمی جو دوسرے سے صرف اللہ کی خاطر محبت کرتا ہو۔ اور اس کی محبت میں کوئی دنیاوی غرض شامل نہ ہو۔ وہ آدمی جو گناہ کے سارے دواعی موجود ہونے کے باوجود محض اللہ کے خوف سے اس سے باز رہے۔ اور وہ آدمی جو اللہ کی راہ میں اس طرح چھپا کر خرچ کرے کہ خود اس کے بائیں ہاتھ کو پتہ نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔

اس حدیث میں سات افراد کا ذکر فرمایا ہے قیامت کے دن ان کی قسموں کی تعداد ستر تک پہنچ جائے گی جیسا کہ حافظ سخاوی نے فرمایا ہے اور علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ سات کے عدد پر اکتفاء ان اعمال کی اہمیت اور ان کی فضیلت کی وضاحت کے لیے ہے۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے (حدیث ۳۷۷) میں گزر چکی ہے۔ (نزهة المتقين : ۱/۳۳٦)

عادل حکمرانوں کے لیے خوشخبری

٦٦٠. وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اِنَّ الْمُقْسِطِيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ: اَلَّذِيْنَ يَعْدِلُوْنَ فِيْ حُكْمِهِمْ وَاَهْلِيْهِمْ وَمَاوَلُوْا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(٦٦٠) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انصاف کرنے والے اللہ تعالیٰ کے پاس نور کے منبروں پر ہوں گے وہ لوگ جو اپنی حکومتوں میں اپنے گھر والوں میں اور ان لوگوں میں جن کے وہ والی ہیں

انصاف کرتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث(٦٦٠): صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب فضل الامام العادل و عقوبة الجائر.

کلمات حدیث: المقسطین : انصاف کرنے والے۔ اقسط اقساطاً (باب افعال) عدل وانصاف کرنا۔

شرح حدیث: عدل وانصاف کرنے والے روزِ قیامت نور کی بلندیوں پر ہوں گے اور انہیں بلند اور رفیع نورانی مقامات حاصل ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو عدل وانصاف کریں گے یعنی ان کو جو بھی ذمہ داری اور جس درجہ کی حکمرانی سپرد ہوگی وہ اس میں عدل وانصاف سے کام لیں گے خواہ وہ عمومی حکمرانی ہو یا خصوصی جیسے قضا اور احتساب وغیرہ یا اس کا تعلق یتیموں کی دیکھ بھال یا صدقات کے انتظام سے یا اہل خانہ کے حقوق وواجبات کی ادائیگی سے ہو وہ ہر جگہ اور ہر موقعہ پر عدل وانصاف کرتے ہیں۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ١٢/١٧٧)

اچھے اور برے حاکم کی پہچان

٦٦١ . وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "خِيَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُحِبُّوْنَهُمْ وَيُحِبُّوْنَكُمْ وَتُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْكُمْ وَشِرَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُبْغِضُوْنَهُمْ وَ يُبْغِضُوْنَكُمْ وَتَلْعَنُوْنَهُمْ وَيَلْعَنُوْنَكُمْ!" قَالَ قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَانُنَابِذُهُمْ ؟ قَالَ : "لَا، مَااَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ: لَا، مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"تُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ" : تَدْعُوْنَ لَهُمْ.

(٦٦١) حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تمہارے بہترین حکمران وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں تو ان کے حق میں دعا کرو اور وہ تمہارے حق میں دعا کریں اور تمہارے برے حکمران وہ ہیں جن کو تم ناپسند کرو اور وہ تمہیں ناپسند کریں تم ان کو برا بھلا کہو وہ تمہیں برا بھلا کہیں۔ راوی نے بیان کیا کہ ہم نے عرض کیا کہ کیا ہم ان کی بیعت توڑ دیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں جب تک وہ تمہارے اندر نماز قائم کرتے رہیں نہیں جب تک وہ تمہارے اندر نماز قائم کرتے رہیں۔

تصلون علیهم : تم ان کے لیے دعا کرتے ہو۔

تخریج حدیث(٦٦١): صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب خیار الائمة و شرارهم .

کلمات حدیث: تصلون علیهم : تم ان کے لیے دعا کرتے ہو۔ صلی صلاة (باب ضرب) صلی علیهم : دعا دی۔
ننابذهم : انہیں چھوڑ دیں، انہیں اتار دیں، ان کی بیعت توڑ دیں اور ان کے خلاف خروج کریں۔

شرح حدیث: حکام اور رعایا کا رشتہ اس امر پر استوار ہے کہ حکام عدل وانصاف کریں اور اپنے محکوم لوگوں کے حقوق ادا کریں اور

نہ ان پر ظلم ہونے دیں اور نہ خود ظلم کریں اور محکومین کو چاہیے کہ وہ اپنے حکمرانوں کی اطاعت کریں اور ان ... م پر عمل کریں اور ان کی تکریم کریں اور ان کی کامیابی کے لیے دعا گو ہوں تا کہ وہ بھی اپنی رعایا کے حق میں خیر خواہ اور دعا گو ہو جائیں۔ یہی راستہ ہے جس سے ملک میں امن وامان قائم ہوسکتا ہے اور ترقی کی شاہراہ کھل سکتی ہے۔

جب حکمران شرائط امارت پر پورے اترتے ہوں اور ان کی حکمرانی قائم ہو جائے اور لوگ انہیں تسلیم کرلیں تو پھر ان کے خلاف بغاوت اور منازعت جائز نہیں ہے جب تک وہ نماز قائم کرتے رہیں اور ان سے کھلا کفر ظاہر نہ ہو۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۲/ ۲۰٤ ـ روضة المتقین . ۲/ ۲۰۱)

تین قسم کے لوگوں کے لیے جنت کی خوشخبری

٦٦٢. وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ " اَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلَاثَةٌ " :

١. ذُوْ سُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُوَفَّقٌ .

٢. وَرَجُلٌ رَحِيْمٌ رَقِيْقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِىْ قُرْبٰى وَمُسْلِمٍ .

٣. وَعَفِيْفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُوْعِيَالٍ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(٦٦٢) حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تین قسم کے لوگ جنتی ہیں، انصاف کرنے والا حکمران جسے بھلائی کی توفیق ملی ہو، مہربان آدمی جس کا دل ہر رشتہ دار اور ہر مسلمان کے لیے نرم ہو۔ وہ پاک دامن جو عیال دار ہونے کے باوجود سوال سے بچنے والا ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۶۶۲): صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها و اهلها .

کلمات حدیث: موفق : جسے توفیق ملی ہو، جسے اللہ کی جانب سے راہنمائی عطا ہوئی ہو۔

شرح حدیث: تین آدمی اہل جنت میں سے ہیں، ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے کوئی ... یار یا اقتدار عطا فرمایا اور وہ اللہ کی توفیق سے ان لوگوں کے درمیان عدل وانصاف کرتا ہے جو اس کی زیر حکمرانی ہیں اور ان کی خیر خواہی اور ان کی بھلائی میں لگا رہتا ہے۔ دوسرا وہ رقیق القلب رحم دل انسان جو عزیز وقریب یا اجنبی اور بعید ہر ایک ساتھ مہربانی اور محبت سے پیش آتا ہے اور تیسرے وہ عفت مآب انسان جو ضرورت مند ہونے کے باوجود اللہ پر توکل کیے رہتا ہے نہ کسی سے سوال کرتا ہے اور نہ اپنی اور اپنے عیال کی کفالت کے لیے مال حرام کی جانب مائل ہوتا ہے۔ (روضة المتقين : ۲/ ۲۰۲ ـ نزهة المتقين : ۱/ ۵۳۲)

☆☆☆☆☆☆☆

الباب (۸۰)

وَجُوبِ طَاعَةِ وُلَاةِ الْأُمُورِ فِي غَيْرِ مَعْصِيَةٍ وَتَحْرِيمِ طَاعَتِهِمْ فِي الْمَعْصِيَةِ

حکمرانوں کی ان امور میں اطاعت کا وجوب جو معصیت نہ ہوں اور ناجائز امور میں ان کی اطاعت کی حرمت

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور حاکم کی اطاعت کا حکم

۲۳۲. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ وَأُو۟لِى ٱلْأَمْرِ مِنكُمْ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی اور ان کی جو تمہارے حکمران ہیں۔'' (النساء: ۵۹)

تفسیری نکات: آیت مذکورہ سے پہلے مختصری آیت میں دستور مملکت کے بنیادی اصول بیان ہوئے ہیں، اوّل یہ کہ اصل حکم اللہ تعالیٰ کا ہے، دنیا کے حکمران اپنی حکمرانی میں اس کے تابع ہیں انہیں اللہ تعالیٰ ہی اختیار و اقتدار عطا کرتا ہے اس لیے وہ پابند ہیں کہ وہ اس اختیار کو اللہ کے حکم کے مطابق استعمال کریں۔ دوسرے یہ کہ باشندگانِ ملک کے حقوق اللہ کی امانتیں ہیں جو حکمرانوں کو ادا کرنی چاہئیں۔ تیسرے یہ کہ حکمرانی بطورِ نیابت ہے اصل نہیں ہے چوتھے یہ کہ حکمرانی کی اساس عدل و انصاف ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو۔ واضح رہے کہ اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ دونوں کی اطاعت مقصود بالذات ہیں اور اسی لیے اطیعوا کا لفظ جس طرح اللہ کے ساتھ آیا ہے اسی طرح رسول کے ساتھ بھی آیا ہے جبکہ اولوالامر کے ساتھ اطیعوا کا لفظ نہیں لایا گیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اولوالامر کی اطاعت تابع ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے، اگر حکمرانوں کے احکام اللہ کے اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے مطابق ہوں تو ان کی اتباع مسلمانوں پر لازم ہے اور اگر حکمرانوں کے احکام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے برخلاف ہوں تو ان میں مسلمان حکمرانوں کی اطاعت کے پابند نہیں ہیں۔

(معارف القرآن)

گناہ کے حکم میں حاکم کی بات ماننا جائز نہیں

۶۶۳. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيمَا اَحَبَّ وَكَرِهَ اِلَّا اَنْ يُؤْمَرَ بِمَعْصِيَةٍ فَإِذَا اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَاطَاعَةَ!" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(٦٦٣) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ سنے

اوراطاعت کرے خواہ کوئی حکم اس کو پسند ہو یا ناپسند ہوالا یہ کہ اسے کسی معصیت کا حکم دیا جائے اگر معصیت کا حکم دیا جائے تو اس میں سمع و طاعت نہیں ہے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۶۶۳): صحيح البخاری، كتاب الاحكام، باب السمع و الطاعة اللامام . صحيح مسلم، كتاب الاماره، باب وجوب طاعة الامراء في غير معصية و تحريمها في المعصية.

کلمات حدیث: السمع و الطاعة : یعنی حکمرانوں کے احکام سننا اوران کی اطاعت کرنا۔

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس امر پر علماء کا اتفاق ہے کہ جب حکمران شرعی طور پر متعین ہوا ہو تو جائز امور میں اس کی اطاعت لازم ہے لیکن اگر وہ کسی ایسی بات کا حکم دے جس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی ہو تو اس میں اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ یہ مضمون متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے چنانچہ صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سنو اور اطاعت کرو اگر چہ کوئی حبشی غلام تمہارے اوپر حاکم بنا دیا گیا ہو۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میرے خلیل ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی کہ میں سنوں اور اطاعت کروں اگر چہ حکمران کوئی ناک کان کٹا غلام ہو۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سنو اور اطاعت کرو اگر چہ تمہارے اوپر کوئی ایسا حبشی غلام حاکم بنا دیا جائے جس کا سر کشمش کی طرح ہو، اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص امیر کی کوئی ایسی بات دیکھے جو اسے ناپسند ہو تو اسے چاہیے کہ صبر کرے کیونکہ اگر کوئی بالشت بھر بھی جماعت سے جدا ہوا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔

(فتح الباري : ۷٤٣/٣ ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ١٩٠/١٢ ـ روضة المتقين : ٢٠٥/٢)

طاقت کے موافق حاکم کی اطاعت لازم ہے

۶۶۴۔ وَعَنْهُ قَالَ : كُنَّا اِذَا بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَ الطَّاعَةِ يَقُوْلُ لَنَا : "فِيمَا اسْتَطَعْتُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۶۶۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ سے سمع و طاعت کی بیعت کرتے تو آپ ﷺ فرماتے جن میں تمہاری طاقت ہو۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۶۶۴): صحيح البخاری، كتاب الاحكام باب السمع و الطاعة للامام . صحيح مسلم، كتاب الاماره، باب البيعة على البيعة .

کلمات حدیث: فيما استطعتم : یعنی بیعت ان امور کے ساتھ خاص ہے جن میں استطاعت اور قدرت ہو۔

شرح حدیث: حاکم کی اطاعت دو شرطوں کے ساتھ ہے ایک شرط تو یہ ہے کہ اس کے احکام اللہ کے اور اللہ کے رسول ﷺ کے

احکام کے خلاف نہ ہوں اور دوسرے یہ کہ وہ جو حکم دے وہ انسانی قدرت اور استطاعت میں ہو اور حاکم کو چاہیے کہ وہ اپنے ہر حکم میں لوگوں کی مصلحتوں کو پیش نظر رکھے اور ان کو مشقت میں مبتلا نہ کرے۔

(فتح الباري : ۷۷۲/۳۔ روضة المتقين : ۲۰۴/۲۔ دليل الفالحين : ۱۰۹/۳)

جو حاکم کی اطاعت نہ کرے اس کی موت جاہلیت کی ہوگی

۶۶۵. وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَاحُجَّةَ لَهٗ، وَمَنْ مَّاتَ وَلَيْسَ فِيْ عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ : "وَمَنْ مَاتَ وَهُوَ مُفَارِقٌ لِلْجَمَاعَةِ فَإِنَّهٗ يَمُوْتُ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً " .

" الْمِيْتَةُ " بِكَسْرِ الْمِيْمِ .

(۶۶۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا تو وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے روز اس حال میں ملے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہو گی اور جو اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں کسی کی بیعت نہیں تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ (مسلم)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت میں ہے کہ اگر کوئی جماعت سے جدا ہو کر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

میتة کا لفظ میم کے زیر کے ساتھ ہے۔

تخریج حدیث (۶۶۵): صحيح مسلم، كتاب الاماره، باب الامر بلزوم الجماعة عند ظهور الفتن .

کلمات حدیث: من خلع يدا من طاعت : جو حکمران کی اطاعت سے نکل کر اس کی بیعت توڑ دے۔ مفارق للجماعة : مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہونے والا۔

شرح حدیث: اسلام نے مسلمانوں کے اتحاد اور اتفاق کی تعلیم دی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تمام مسلمان باہم مل کر ایک مضبوط عمارت کی طرح ہیں جس کا ہر حصہ دوسرے حصے کی مضبوطی کا باعث ہے۔ اتحاد و اتفاق کے لیے نظم ملت لازمی ہے اس لیے خلفاء اور حکمرانوں کی اطاعت کو لازم قرار دیا گیا اور ان کی بیعت کر لینے کے بعد یعنی ان کی حکمرانی تسلیم کر لینے کے بعد ان کی اطاعت سے نکلنا جماعت کے نظم سے نکل جانا ہے جو جائز اور درست نہیں ہے اس لیے فرمایا کہ جس نے اطاعت امیر کا عہد کر کے اسے توڑ دیا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ یعنی جس طرح زمانۂ جاہلیت میں عرب منتشر اور پراگندہ قبائل میں بکھرے ہوئے تھے اور ان کا کوئی سربراہ یا حاکم ایسا نہیں ہوتا تھا جس کی سب اطاعت کرتے ہوں اسی طرح اس شخص کی موت ہوگی یعنی ایک گنہگار کی موت مرا۔

(دليل الفالحين : ۱۰۹/۳۔ روضه المتقين : ۲۰۴/۲)

حاکم غلام ہوتب بھی اس کی اطاعت کی جائے

٦٦٦ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اِسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ كَاَنَّ رَاْسَهٗ زَبِيْبَةٌ ." رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(٦٦٦) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سنو اور اطاعت کرو اگر چہ تم پر کوئی ایسا حبشی غلام حاکم بنادیا جائے جس کا سر کشمش کی طرح ہو۔ (بخاری)

تخریج حدیث (٦٦٦): صحيح البخاري، كتاب الاذان، باب امامة العبد و المولى .

کلمات حدیث: استعمل : بنادیا گیا، عامل مقرر کردیا گیا، حاکم بنادیا گیا۔ استعمال (باب استفعال) عامل کے لفظی معنی کام کرنے والا اور اصطلاحی معنی ہیں حکومت کا کارندہ امیر حاکم۔

شرح حدیث: حدیث میں عامل سے مراد وہ حاکم یا امیر ہے جو خلیفہ کے ماتحت ہو یعنی اگر کسی علاقے کا حاکم کوئی حبشی غلام بھی مقرر کردیا جائے تب بھی اس کی اطاعت لازم ہے اور اس کی نافرمانی اور عدم اطاعت جائز نہیں ہے کیونکہ حاکم کی اطاعت انہی امور میں ہے جو اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کے مطابق ہوں اور تمام مسلمان برابر ہیں ان کے درمیان رنگ ونسل اور جنس کا کوئی فرق نہیں ہے ہر ایسا مسلمان جو اللہ اور رسول کے احکام کا ماننے والا اور ان پر عمل کرنے والا ہو وہ مسلمانوں کا حاکم بن سکتا ہے اور مسلمانوں پر اس کی اطاعت لازم ہے۔ (فتح الباري : ١/٥٤٤ ـ روضه المتقين : ٢/٢٠٥ ـ دليل الفالحين : ٣/١١٠)

* * * * * * * * * * * *

ہر حال میں حاکم کی اطاعت کی جائے

٦٦٧ . وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "عَلَيْكَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيْ عُسْرِكَ وَيُسْرِكَ وَمَنْشَطِكَ وَمَكْرَهِكَ وَاَثَرَةٍ عَلَيْكَ ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(٦٦٧) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے اوپر سننا اور اطاعت کرنا لازم ہے۔ تنگی ہو یا آسانی خوشی ہو یا ناخوشی ہر حال میں اطاعت کرنا ہے بلکہ اگر تمہارے اوپر دوسروں کو ترجیح دی جائے جب بھی اطاعت لازم ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (٦٦٧): صحيح مسلم، كتاب الاماره، باب وجوب طاعة الامراء، في غير معصية و تحريمها في المعصية.

کلمات حدیث: عسر : تنگی۔ يسر : آسانی۔ منشطك و مكرهك : یعنی امیر کی اطاعت ہر حال میں لازم ہے خواہ اس کے احکام ہلکے ہوں جن سے تم خوش ہو یا گراں ہوں جن سے تم ناخوش ہو۔

شرح حدیث: اصول یہ ہے کہ اجتماعی مصلحت کو انفرادی مصلحت پر فوقیت حاصل ہوتی ہے اجتماعی اور ملی مصلحت کا مقتضا ہر حال میں حکمران کی اطاعت ہے تاکہ ملی شیرازہ بندی قائم رہے اور انتشار و افتراق پیدا نہ ہو یہ مصلحت اور اس کے ساتھ دیگر اجتماعی مصالح کے

پیش نظر اگر ایک فرد یا چند افراد بعض احکام کی تعمیل میں تنگی یا دشواری محسوس کریں یا نہیں وہ احکام یا پالیسیاں اچھی نہ معلوم ہوں تو یہ حکمران کی اطاعت سے نکلنے کا جواز فراہم نہیں کرتیں ۔ بلکہ ہر حالت میں اطاعت وانقیاد لازمی ہے اور اس صورت میں بھی لازم ہے جب کوئی شخص کسی منصب کا خود کو اہل سمجھتا ہو اور اس کو چھوڑ کر کسی اور کو مقرر کر دیا جائے ۔ غرض ایک مرتبہ اطاعت قبول کر لینے کے بعد ہر حالت میں اطاعت لازم ہے ۔ (روضۃ المتقین : ۲/۲۰۶ ۔ دلیل الفالحین : ۳/۱۱۰ ۔ مظاہر حق : ۳/۶۶۱)

آخری زمانہ فتنہ اور آزمائش کا ہوگا

٦٦٨ . وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا ، فَمِنَّا مَنْ يُصْلِحُ خِبَاءَهُ وَمِنَّا مَنْ يَنْتَضِلُ ، وَمِنَّا مَنْ هُوَ فِيْ جَشَرِهٖ اِذْنَادٰى مُنَادِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ : فَاجْتَمَعْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : اِنَّهٗ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِيْ اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ اَنْ يَدُلَّ اُمَّتَهٗ عَلٰى خَيْرِ مَايَعْلَمُهٗ لَهُمْ وَيُنْذِرَهُمْ شَرَّمَا يَعْلَمُهٗ لَهُمْ ، وَاِنَّ اُمَّتَكُمْ هٰذِهٖ جُعِلَ عَافِيَتُهَا فِيْ اَوَّلِهَا ، وَسَيُصِيْبُ اٰخِرَهَا بَلَآءٌ وَاُمُوْرٌ تُنْكِرُوْنَهَا ، وَتَجِیْءُ فِتَنٌ يُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا ، وَتَجِیْءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ : هٰذِهٖ مُهْلِكَتِيْ ، ثُمَّ تَنْكَشِفُ ! وَتَجِیْءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ : هٰذِهٖ هٰذِهٖ فَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يُزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ وَيُدْخَلَ الْجَنَّةَ فَلْتَاْتِهٖ مَنِيَّتُهٗ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ، وَلْيَاْتِ اِلَى النَّاسِ الَّذِيْ يُحِبُّ اَنْ يُؤْتٰى اِلَيْهِ .

وَمَنْ بَايَعَ اِمَامًا فَاَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهٖ وَثَمَرَةَ قَلْبِهٖ فَلْيُطِعْهُ اِنِ اسْتَطَاعَ ، فَاِنْ جَآءَ اٰخَرُ يُنَازِعُهٗ فَاضْرِبُوْا عُنُقَ الْاٰخَرِ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

قَوْلُهٗ " يَنْتَضِلُ " اَیْ يُسَابِقُ بِالرَّمْیِ بِالنَّبْلِ وَالنُّشَّابِ .

" وَالْجَشَرُ " بِفَتْحِ الْجِيْمِ وَالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَبِالرَّاءِ : وَهِيَ الدَّوَابُّ الَّتِيْ تُرْعٰى وَتَبِيْتُ مَكَانَهَا وَقَوْلُهٗ .

" يُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا " : اَیْ يُصَيِّرُ بَعْضُهَا بَعْضًا رَقِيْقًا : اَیْ خَفِيْفًا لِعِظَمِ مَابَعْدَهٗ فَالثَّانِيْ يُرَقِّقُ الْاَوَّلَ وَقِيْلَ مَعْنَاهُ يُسَوِّقُ بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ بِتَحْسِيْنِهَا وَتَسْوِيْلِهَا ، وَقِيْلَ يُشْبِهُ بَعْضُهَا بَعْضًا .

(٦٦٨) حضرت عبداللہ عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک مقام پر قیام کیا ۔ ہم میں سے کچھ اپنے خیمے درست کر رہے تھے اور کچھ تیراندازی کا مقابلہ کر رہے تھے اور بعض مویشیوں میں مصروف تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے منادی نے آواز دی کہ نماز تیار ہے ۔ ہم سب آپ ﷺ کے پاس جمع ہو گئے ۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے پہلے جو نبی ہوا اس پر لازم تھا کہ وہ اپنی امت کو ان سب بھلائی کے کاموں کو بتلائے جن کو وہ جانتا تھا اور ان برائی کی باتوں سے ان کو

ڈرائے جن کو وہ جانتا تھا کہ وہ بری ہیں تمہاری اس امت کی عافیت اس کی پہلے حصے میں ہے اور اس کے آخر میں آزمائش رکھی گئی ہے اور ناگوار امور پیش آئیں گے اور ایسے فتنے پیش آئیں گے کہ بعد والوں کے سامنے پہلے فتنے ہلکے معلوم ہوں گے۔ ایک فتنہ آئے گا اور مؤمن سمجھے گا کہ میں اس میں ہلاک ہو گیا، پھر وہ ختم ہو جائے گا اور ایک اور فتنہ سر ابھارے گا تو مؤمن کہے گا کہ اس میں میری ہلاکت یقینی ہے اب جو شخص چاہے کہ اسے جہنم سے ہٹا دیا جائے اور وہ جنت میں داخل ہو جائے تو اس کو اس حال میں موت آنی چاہیے کہ وہ اللہ پر یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور لوگوں کے ساتھ وہ معاملہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

جو شخص امام کی بیعت کر چکا ہو، اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے چکا ہو اور اس کی امامت پر دل سے راضی ہو چکا ہو وہ جہاں تک ہو سکے اس کی اطاعت کرے اور اگر کوئی دوسرا آکر اس سے منازعت کرے تو اس دوسرے کی گردن مار دے۔ (مسلم)

ینتضل : تیراندازی میں مقابلہ۔ جشر : چراگاہ میں چرنے والے مویشی، وہ مویشی جو چراگاہوں میں چرتے اور وہیں رات گزارتے ہیں۔ یرقق بعضها بعضا : یعنی ایک دوسرے کو ہلکا کر دینے والا ہوگا بعض کے نزدیک اس کے معنی ہیں کہ ایک فتنہ دوسرے کا شوق دلائے گا اور اس کے دل میں اس کی تزئین پیدا کرے گا اور بعض نے کہا کہ ہر فتنہ دوسرے سے ملتا جلتا ہوگا۔

تخریج حدیث (٦٦٨): صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب الآمر بالوفاء ببیعة الخلفاء الاوّل فالأوّل.

کلماتِ حدیث: خباء ہ': خیمہ جس میں چھپا جائے یا اون کا بنا ہوا کپڑا جس کو دو یا تین لکڑیاں کھڑی کر کے لٹکا دیا جائے۔ عافیتها : امت کی فتنوں سے حفاظت۔ مهلكتي : میری ہلاکت۔ هذه هذه : یہ فتنہ سب سے بڑھ کر ہے۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس امت کا پہلا حصہ فتنوں سے عافیت میں ہے اور اس کے آخری حصے میں فتنے ہوں گے عجیب عجیب امور پیش آئیں گے اور فتنوں کا سلسلہ اس طرح قائم ہو جائے گا کہ ہر فتنہ کے بعد دوسرا فتنہ ہوگا اور ہر آنے والے فتنہ کے سامنے پہلا فتنہ ہلکا معلوم ہوگا۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سلامتی اور عافیت کے دور سے مراد پہلے تین خلفائے راشدین کا زمانہ ہے کہ اس دور میں امت متحد اور متفق رہی اور ان کی دنیا درست اور دین مستقیم رہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے فتنوں کا دروازہ کھل گیا۔ یعنی امت کے اوّل حصے سے مراد عصر خلفائے راشدین اور اس کے آخری حصے سے مراد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے لے کر آخر تک تمام زمانہ ہے۔

فتنوں کے بعد فتنے مسلسل آئیں گے اور آنے والے فتنے کو دیکھ کر خیال ہوگا کہ پہلا فتنہ اس کے سامنے ہلکا تھا اور مؤمن سمجھے گا کہ اس فتنے میں اس کی ہلاکت ہے اور ختم ہو جائے گا تو دوسرے فتنے کے بارے میں کہے گا کہ یہ تو بہت شدید ہے اور اس میں میری ہلاکت ہے۔ جو شخص اس حال میں مرے کہ وہ اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ جہنم سے ہٹا دیا گیا اور جنت میں داخل ہو گیا۔

(روضة المتقين : ٢/٢٠٦ - دليل الفالحين : ٣/١١١)

جو حاکم رعایا کے حقوق ادا نہ کرے اس کی بھی اطاعت کی جائے

۶۶۹. وَعَنْ اَبِیْ هُنَیْدَةَ وَآئِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَأَلَ سَلَّمَةُ بْنِ یَزِیْدَ الْجُعْفِیُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : یَانَبِیَّ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ اِنْ قَامَتْ عَلَیْنَا اُمَرَآءُ یَسْأَلُوْنَا حَقَّهُمْ وَیَمْنَعُوْنَا حَقَّنَا فَمَا تَامُرُنَا؟ فَاَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ سَأَلَه، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ؟ "اسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا فَاِنَّمَا عَلَیْهِمْ مَاحُمِّلُوْا وَعَلَیْکُمْ مَاحُمِّلْتُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۶۶۹) حضرت ابو ہنیدہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ سلمۃ بن یزید الجعفی نے آپ ﷺ سے پوچھا۔ اے اللہ کی نبی! بتائیے اگر حاکم ہم سے اپنا حق مانگیں اور ہمارا حق نہ دیں تو ہمارے لیے آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے اعراض فرمایا۔ اس نے پھر سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سنو اور اطاعت کرو ان پر لازم ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کریں اور تمہارے اوپر لازم ہے کہ تم اپنی ذمہ داری پوری کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۶۶۹): صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب فی طاعة الامراء، وان منعوا الحق .

راوی حدیث: حضرت ابو ہنیدہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا استقبال فرمایا ان کے لیے چادر بچھائی اور اس پر انہیں بٹھایا اور ان کی اولاد کی برکت کے لیے دعا فرمائی۔ ان سے ۱۱۷۱ احادیث منقول ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں انتقال فرمایا۔ (الاستیعاب في تمییز الأصحاب)

کلمات حدیث: حملوا: ان پر وزن لادا گیا، یعنی ان پر ذمہ داریاں عائد کی گئیں۔ علیہم ماحملوا وعلیکم ماحملتم: حکمرانوں پر جو فرائض اور ذمہ داریاں عائد کی گئی ان پر ان کا پورا کرنا لازم ہے اور تمہارے اوپر جو فرائض اور ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں تمہارے اوپر ان کا پورا کرنا لازم ہے۔

شرح حدیث: اسلام میں جوابدہی انفرادی اور شخصی ہے آخرت میں ہر شخص اپنے اعمال کا جوابدہ ہوگا اگر کوئی حاکم ہے تو اس کے فرائض ہیں عدل وانصاف لوگوں کی خیر خواہی اور ان کی مصالح کی رعایت اور ان کی ظلم وزیادتی سے تحفظ اگر حاکم ان میں سے کسی امر میں کوتاہی کرے گا وہ عند اللہ اس کا جواب دہ ہوگا۔ اسی طرح محکوم پر سمع وطاعت اور حکمرانوں کے حقوق کی ادائیگی لازم ہے اور اس کو اس بارے میں جوابدہی کرنی ہے۔ ہر ایک اپنے اپنے دائرے میں رہتے ہوئے اللہ اور رسول ﷺ کے احکام پر عمل پیرا ہو تو اس میں امتِ مسلمہ کا استحکام اس کی اور فلاح ہے۔ (شرح مسلم للنووي : ۱۹۸/۱۲)

حاکم کے حق اداء کرو اپنا حق اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہو

۶۷۰. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : اِنَّهَا سَتَکُوْنُ بَعْدِیْ اَثَرَةٌ وَاُمُوْرٌ تُنْکِرُوْنَهَا!" قَالُوْا، یَارَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ تَامُرُ مَنْ اَدْرَکَ مِنَّا ذٰلِکَ؟ قَالَ

تُؤَدُّوْنَ الْحَقَّ الَّذِیْ عَلَیْکُمْ، وَتَسْأَلُوْنَ اللّٰهَ الَّذِیْ لَکُمْ " مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۶۷۰) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بعد ترجیحی سلوک ہوگا اور ایسے امور پیش آئیں گے جو اوپرے ہوں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا آپ ﷺ اسے کیا حکم فرماتے ہیں جو ہم میں سے اس صورت حال کو پائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو حق ان کا تمہارے ذمہ ہو، اسے ادا کرو اور جو تمہارا حق ان کے ذمہ ہو اس کا اللہ سے سوال کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۶۷۰): صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب علامات النبوۃ و الفتن.

کلمات حدیث: اثرہ : ترجیحی سلوک کہ حکام حق دار کو اس کو حق نہ دیں بلکہ اس کو دیدیں جس کو وہ پسند کریں، یعنی مستحق پر غیر مستحق کو ترجیح دیں۔ اموراً تنکرونھا : ایسی باتیں جو معلوم و متعارف نہ ہوں۔ انکر انکاراً (باب افعال) جاہل ہونا، رد کرنا، انکار کرنا۔ منکر: نامعلوم اور غیر متعارف بات۔

شرح حدیث: حدیث مبارک کا مقصود یہ ہے کہ اگر حکمران ترجیحی سلوک کریں اور مستحق پر غیر مستحق کو اور اہل پر نا اہل کو ترجیح دینے لگیں اور ان سے ایسے امور ظاہر ہونے لگیں جن سے لوگ واقف نہ ہوں تو بھی ان کی اطاعت لازم ہے اور اس صورت میں لوگ اپنی ذمہ داریاں پوری کرتے رہیں اور ان کے ذمہ حکمرانوں کے جو حقوق ہیں انہیں ادا کرتے رہیں اور اپنے حق کے بارے میں اللہ سے دعا کریں۔ (روضۃ المتقین : ۲/۲۰۹۔ دلیل الفالحین : ۳/۱۱۵)

اس حدیث کی شرح باب الصبر میں بھی گزر چکی ہے۔

امیر کی اطاعت رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہے

۶۷۱. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمَنْ یُطِعِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ یَعْصِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ عَصَانِیْ " مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۶۷۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۶۷۱): صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب اطیعوا الرسول . صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب وجوب طاعۃ الامراء فی غیر معصیۃ و تحریمھا فی المعصیۃ.

کلمات حدیث: امیر : ہر حاکم خواہ خلیفہ ہو یا کوئی اور جمع امراء۔ امیر حکم دینے والا۔ امر حکم جمع اوامر۔ الاوامر و النواھی : احکام و منہیات۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدۡ أَطَاعَ ٱللَّهَ ﴾

''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

اور فرمایا جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَمَن يَعۡصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَإِنَّ لَهُۥ نَارَ جَهَنَّمَ ﴾

''جس نے اللہ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اس کے لیے جہنم کی آگ ہے۔''

اس کے بعد فرمایا جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی، یعنی امیر کی اطاعت کا حکم رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے تو اس کی اطاعت آپ ﷺ کے اس حکم کی اطاعت ہے اور اس کی نافرمانی آپ ﷺ کے اس حکم کی نافرمانی ہے اور جو امیر اللہ کے اور رسول اللہ ﷺ کے احکام کے مطابق عمل پیرا ہو تو اس کی اطاعت دراصل احکامِ شریعت کی اتباع ہے اور اس طرح رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہے۔

(فتح الباري : ۷۳۸/۳۔ روضة المتقين : ۲۰۸/۲۔ دليل الفالحين : ۳ / ۱۱۶۔ شرح صحيح مسلم : ۱۸۷/۱۲)

ناپسندیدہ باتوں پر صبر کرے

۶۷۲. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَرِهَ مِنْ اَمِيْرِهٖ شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ، فَاِنَّهٗ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۶۷۲) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اپنے حاکم کی طرف سے کوئی ناپسندیدہ بات دیکھے تو صبر کرے کہ جو شخص امیر کی اطاعت سے ایک بالشت کے برابر بھی باہر نکلا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۶۷۲): صحيح البخاری، كتاب الفتن، باب قول النبی ﷺ سترون بعدی اموراً تنكرونها.
صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب الامر بلزوم الجماعة عند ظهور الفتن وتحذير الدعاة.

کلمات حدیث: شبراً : ایک بالشت کے برابر۔ شبر : بالشت جمع اشبار۔

شرح حدیث: متعدد احادیثِ مبارکہ میں امیر کی اطاعت کے لازم ہونے کو بیان کیا گیا ہے جس سے مقصود مسلمانوں کے باہمی اتحاد و اتفاق کو برقرار رکھنا ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کوئی ناگوار امر دیکھے تو اسے چاہیے کہ صبر کرے اور اس کی اطاعت سے باہر نہ نکلے کہ جو سلطان کی اطاعت سے ایک بالشت بھر بھی باہر نکلا اور اسی حال میں مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ جاہلیت کی موت مرنے سے مراد یہ ہے کہ جس طرح جاہلیت کے لوگ گمراہ اور منتشر اور بے نظام تھے اور کسی امام کی اطاعت میں نہیں تھے اسی طرح یہ موت بھی ہے یہ مطلب نہیں کہ وہ کافر مرا بلکہ گنہگار ہونے کی حالت میں مرا۔ ہوسکتا ہے کہ ان الفاظ کا مقصود زجر و تنبیہ ہو کہ ایک مسلمان کے لیے یہ

موزوں نہیں ہے کہ وہ امیر کی اطاعت سے باہر نکل جائے اور اسی حالت میں اس کی موت واقع ہو جائے۔

(فتح الباري : ٣/ ٦٩٤ ـ روضة المتقين : ٢/ ٢١٠)

جس نے حاکم کی توہین کی اس نے گویا اللہ تعالیٰ کی توہین کی

۶۷۳. وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ اَهَانَ السُّلْطَانَ اَهَانَهُ اللّٰهُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ. وَفِی الْبَابِ اَحَادِيْثُ کَثِيْرَةٌ فِی الصَّحِيْحِ وَقَدْ سَبَقَ بَعْضُهَا فِیْ اَبْوَابٍ.

(۶۷۳) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے سلطان کی توہین کی اللہ تعالیٰ اس کی توہین کرے گا۔

(اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

اس موضوع سے متعلق متعدد احادیث ہیں جن میں سے بعض گزشتہ ابواب میں آچکی ہیں۔

تخریج حدیث (۶۷۳): الجامع للترمذی، ابواب الفتن، باب ما جاء فی الخلفاء.

کلماتِ حدیث: أهان : اہانت کی۔ سلطان : صاحبِ اختیار واقتدار۔

شرحِ حدیث: تمام کائنات کا مالک ومختار اللہ تعالیٰ ہے وہی ہر شئے پر قادر ہے اور ہر شئے اس کی ملکیت میں ہے اور ساری سلطنت اسی کی سلطنت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں جس کو چاہے جتنا چاہے رزق عطا فرماتا ہے اسی طرح وہ جس کو چاہے اختیار اور اقتدار عطا فرمائے۔

﴿ تُؤْتِي ٱلْمُلْكَ مَن تَشَآءُ وَتَنزِعُ ٱلْمُلْكَ مِمَّن تَشَآءُ ﴾

''جسے چاہے تو ملک عطا کرے اور جس سے چاہے تو ملک چھین لے۔''

حضرت داؤد علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

﴿ يَٰدَاوُۥدُ إِنَّا جَعَلْنَٰكَ خَلِيفَةً فِى ٱلْأَرْضِ ﴾

''اے داؤد ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔''

معلوم ہوا کہ سلطان درحقیقت اللہ تعالیٰ کا نائب ہے اور دنیا میں جس انسان کے پاس جو اختیار واقتدار ہے وہ اللہ کا دیا ہوا ہے اس لیے جو اس کی توہین کرے گا اللہ اس کی توہین کرے گا۔

مقصودِ حدیث یہ ہے کہ امیر کی توقیر اور تکریم کی جائے اور قول سے یا فعل سے اس کی اہانت اور تذلیل نہ کی جائے بلکہ اگر کسی کو حاکم سے کوئی صدمہ اور تکلیف پہنچے تو وہ اللہ سے دعا کرے۔ (تحفة الأحوذي : ٦/ ٤٧٦)

البَابُ (۸۱)

النَّھِیُ عَنُ سُؤَالِ الِامَارَۃِ وَاِخْتِیَارِ تَرْکِ الوَلَایَاتِ اِذَا لَمْ یَتَعَیَّنْ عَلَیْہِ اَوْتَدْعُ حَاجَۃٌ اِلَیْہِ

طلبِ امارت کی ممانعت اور عدمِ تعیین اور عدمِ حاجت کی صورت میں امارت سے گریز

۲۳۳. قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ :

﴿ تِلْكَ ٱلدَّارُ ٱلْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِى ٱلْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَٱلْعَٰقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴾ (القصص:۸۳)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''آخرت کا گھر ہم نے انہی لوگوں کے لیے تیار کر رکھا ہے جو ملک میں ظلم و فساد کا ارادہ نہیں رکھتے اور اچھا انجام پرہیز گاروں ہی کے لیے ہے۔''

تفسیری نکات: آیتِ کریمہ میں ارشاد ہوا ہے کہ کامیابی اچھا انجام اور آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے ہے جو تکبر نہیں کرتے اور زمین میں فساد کا ارادہ نہیں کرتے تکبر کی تمام صورتیں اور شکلیں ممنوع ہیں اور ہر گناہ فساد ہے۔ آخرت کی کامیابی بہت بڑی کامیابی ہے اور یہ کامیابی ان کے لیے ہے جو ملک میں شرارت کرنا اور بگاڑ ڈالنا نہیں چاہتے۔ (تفسیر عثمانی)

امارت طلب کرنے کی ممانعت

۶۷۴. وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "یَاعَبْدَالرَّحْمٰنِ ابْنَ سَمُرَۃَ : لَاتَسْأَلِ الْاِمَارَۃَ، فَاِنَّکَ اِنْ اُعْطِیْتَھَا عَنْ غَیْرِ مَسْأَلَۃٍ اُعِنْتَ عَلَیْھَا، وَاِنْ اُعْطِیْتَھَا عَنْ مَسْأَلَۃٍ وُکِلْتَ اِلَیْھَا، وَاِذَا حَلَفْتَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَرَاَیْتَ غَیْرَھَا خَیْرًا مِّنْھَا فَاْتِ الَّذِیْ ھُوَ خَیْرٌ وَکَفِّرْ عَنْ یَمِیْنِکَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

• (۶۷۴) حضرت ابوسعید عبدالرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عبدالرحمٰن بن سمرہ امارت کا سوال نہ کرنا اگر تمہیں بغیر تمہاری خواہش کے دیدی جائے تو اس میں تمہاری مدد کی جائے گی اور اگر سوال کرنے پر دی گئی تو تم اس کے سپرد کر دیئے جاؤ گے اور اگر تم قسم کھاؤ اور دیکھو کہ قسم کے برخلاف کام زیادہ بہتر ہے تو وہ بہتر کام کرو اور اپنی قسم کا کفارہ دے دو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۶۷۴): صحیح البخاری، کتاب الأیمان و النذور . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ندب من حلف یمینا فرأی غیرھا خیراً .

راوی حدیث: حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے دن مشرف باسلام ہوئے اسلام لانے کے بعد غزوۂ تبوک میں

شریک ہوئے۔ آپ سے چودہ ۱۴ احادیث مروی ہیں جن میں سے دو متفق علیہ ہیں۔ ۵۰ھ میں انتقال ہوا۔

(الاصابة في تمييز الصحابة)

کلماتِ حدیث: أعنت علیها : اللہ کی جانب سے تمہاری مدد کی جائے گی اور درست کاموں کی توفیق عطا کی جائے گی۔ أعان اعانة (باب افعال) نصرت کرنا، مدد کرنا۔ و کلت الیها : تمہیں اس کے سپرد کر دیا جائے گا۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک میں بیان ہے کہ کسی کو منصبِ امارت اور اختیار طلب نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اختیار واقتدار ایک بہت بڑی ذمے داری ہے جس میں لوگوں کے معاملات وسائل سے واسطہ پڑتا ہے اور اس بات کا امکان ہے کہ کسی کی حق تلفی ہو جائے اور کسی کے ساتھ زیادتی ہو جائے جس کی روزِ قیامت جواب دہی کرنی ہوگی۔ اس اعتبار سے لوگوں کی ذمہ داریاں اَز خود اپنے ذمہ لے لینا سخت نامناسب کام ہے۔ ہاں اگر تمہارے سوا کوئی منصب کا اہل موجود نہ ہو اور تمہیں تمہاری خواہش کے بغیر کوئی ذمہ داری دیدی جائے اور تم خدا خوفی کے ساتھ اسے قبول کر لو تو اللہ کی طرف سے نصرت اور مدد ہوگی اور اس کی مدد سے صحیح اور درست کام ہوں گے اور تمہاری خدمت سے لوگوں کو فائدہ پہنچے گا۔

اگر کسی نے کسی کام کی قسم کھائی پھر اس نے دیکھا کہ جس کام کی قسم کھائی ہے دوسرا کام اس سے زیادہ بہتر ہے تو وہ اس بہتر کام کو کرے اور قسم کا کفارہ ادا کر دے۔ اس صورت میں قسم کا توڑنا مستحب ہے اور اگر کسی گناہ کے کام پر قسم کھائی تھی تو قسم توڑنا واجب ہے قسم توڑنے کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا یا دس مساکین کو کھانا کھلانا جو ایک دن کے لیے کفایت کرنے والا ہو اور اگر قدرت نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھے۔ (روضة المتقين : ۲/۱۱۱ ۔ دليل الفالحين : ۳/۱۲۰ ۔ نزهة المتقين : ۱/۵٤٠)

●●●●●●●●●●●●

امارت کے لیے صلاحیت ضروری ہے

٦٧٥. وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "یَااَبَاذَرٍّ اِنِّیْ اَرَاکَ ضَعِیْفًا وَاِنِّیْ اُحِبُّ لَکَ مَااُحِبُّ لِنَفْسِیْ، لَاتَاَمَّرَنَّ عَلَی اثْنَیْنِ وَلَا تَوَلَّیَنَّ مَالَ یَتِیْمٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(٦٧٥) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابوذر میں دیکھتا ہوں کہ تم ضعیف ہو میں تمہارے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے کرتا ہوں دیکھو کبھی دو آدمیوں کا امیر نہ بننا اور کسی یتیم کے مال کا ذمہ دار نہ بننا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (٦٧٥): صحيح مسلم، كتاب الاماره، باب كراهية الامارة بغير ضرورة.

کلماتِ حدیث: لا تأمرن : تم ہرگز امیر نہ بننا۔ ولا تولین : اور ہرگز ولی نہ بننا۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے ابوذر جو بات مجھے اپنے لیے پسند ہے وہی تمہارے لیے پسند ہے تم ضعیف ہو تمہارے اندر حکومت کے سنبھالنے کی قوت وقدرت نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ پر زہد کا غلبہ تھا اور

دنیا کی باتوں سے گھبراتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو کبھی دو آدمیوں کے بھی امیر نہ بننا اور نہ کبھی یتیم کے مال کے متولی بننا۔
کسی منصب کو قبول کرنے کی دو بنیادی شرطیں ہیں ایک تو یہ کہ آدمی اس منصب کے تقاضوں کو جانتا اور پوری طرح سمجھتا ہو اور اس کو اس کے بارے میں علم ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ جسمانی اور ذہنی طور پر اس منصب کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی قدرت اور طاقت رکھتا ہو۔
ان دو شرطوں کو قرآنِ کریم میں حضرت یوسف علیہ السلام کی زبانی بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

﴿ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ﴾

''میں حفاظت کرنے والا اور جاننے والا ہوں۔''

امارت قیامت کے روز باعثِ ندامت ہوگی

۶۷۶۔ وَعَنْهُ قَالَ: قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَاتَسْتَعْمِلُنِيْ؟ فَضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلٰى مَنْكِبِيْ ثُمَّ قَالَ: ''يَااَبَاذَرٍّ اِنَّكَ ضَعِيْفٌ، وَاِنَّهَا اَمَانَةٌ، وَاِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ اِلَّامَنْ اَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَاَدَّى الَّذِيْ عَلَيْهِ فِيْهَا'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۶۷۶) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ مجھے کسی جگہ عامل نہ مقرر فرمادیں؟ آپ ﷺ نے میرے شانے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ ابوذر تم ضعیف ہو اور یہ روزِ قیامت رسوائی اور ندامت کا سبب ہوگی سوائے اس کے کہ کوئی اسے حق کے ساتھ لے اور ان ذمہ داریوں کو پورا کرے جو اس پر عائد ہوتی ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۶۷۶): صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب کراھیۃ الامارہ بغیر ضرورۃ.

کلماتِ حدیث: خزی: رسوائی۔ خزی (باب سمع) ذلیل ہونا۔

شرحِ حدیث: قرآن کریم میں اجتماعی مناصب میں سے کسی منصب کا اہل ہونے کے لیے چار شرائط بیان کی گئی ہیں یہ چار شرائط اس قدر جامع ہیں اور اس قدر محیط ہیں کہ اہلیت وصلاحیت اور استعداد کی ان سے زیادہ جامع شرائط بیان نہیں کی جاسکتیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے ذکر میں فرمایا ﴿ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ﴾ اور حضرت موسیٰ کے واقعہ میں بیان ہوا إنہ لقوی امین یعنی جو کام اور ذمہ داری سپرد کی جائے اس کا جاننے والا، ان ذمہ داریوں کو دیانت اور امانت کے ساتھ ادا کرنے والا اور ان ذمہ داریوں کے پورا کرنے پر جسمانی اور علمی طور پر قدرت رکھنے والا اور ان ذمہ داریوں کی ادائیگی کے سلسلے میں جو مال اور جو اشیاء اس کی تحویل میں آئیں ان کی حفاظت کرنے والا ہو۔

اگر کوئی آدمی کسی منصب کا اہل نہ ہو یا اس میں استعداد موجود نہ ہو اس کو وہ منصب سپرد کرنا خیانت اور بددیانتی ہے اور اس شخص کا قبول کرنا گناہ ہے اور آخرت کی جوابدہی ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ حدیث حکومت وسیادت سے کنارہ کش رہنے اور مناصب کے قبول کرنے سے اجتناب کرنے کے ایک بہترین اصول کا بیان ہے، خاص طور پر جس شخص میں اہلیت اور استعداد نہ ہو ہر

گز کوئی منصب قبول نہ کرے۔ (شرح مسلم للنووي : ۱۲/۱۷٦۔ روضة المتقين : ۲/۲۱٤۔ دليل الفالحين : ۳/۱۲۰)

امارت کے لالچ کی پیشین گوئی

٦۷۷. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِنَّكُمْ سَتَحْرِصُوْنَ عَلَى الْاِمَارَةِ، وَسَتَكُوْنُ نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(٦۷۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم عنقریب امارت کی حرص کروگے جو روز قیامت ندامت اور شرمندگی ہوگی۔ (بخاری)

تخریج حدیث(٦۷۷): صحيح البخاری، کتاب الاحکام، باب ما یکره من الحرص على الامارة .

کلمات حدیث: ستحرصون : تم عنقریب حرص کرنے لگو گے۔ حرص حرصاً (باب ضرب) حرص کرنا۔ ندامة : شرمندگی، ندامت۔ ندمه ندامة (باب سمع) پشیمان ہونا۔ شرمندہ ہونا۔

شرح حدیث: صحابہ کرام حب مال اور دنیا کی محبت سے بہت دور تھے وہ صرف اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت میں سرشار تھے اور ان کا ہر عمل آخرت کے لیے تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے بطورِ پیش گوئی فرمائی کہ عنقریب تم امارت اور مناصب کی حرص کرنے لگو گے حالانکہ ان مناصب کو حاصل کر کے ان کی ذمہ داریوں کو دیانت اور امانت کے ساتھ پورا نہ کر پانا اور عدل و انصاف میں کوتاہ دست ہو جانے کا حتمی نتیجہ قیامت کے دن رسوائی اور ندامت کی صورت میں ظاہر ہوگا حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ "اولها ملامة وثانيها ندامة وثالثها عذاب يوم القيامة" منصب و امارت کا قبول کرنا اولاً ملامت ثانیا ندامت اور ثالثاً عذابِ قیامت میں مبتلا ہونا ہے۔

غرض ایسے شخص کا امارت یا منصب کا طلب کرنا جو اس کی پوری استعداد اور مطلوبہ صلاحیت سے بہرور نہ ہو اور اس کی ذمہ داریاں ادا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو ممنوع ہے، اسی طرح ایسے شخص کو منصب یا امارت سپرد کرنا بھی ممنوع ہے۔

(فتح الباري : ۳/۷٤٤۔ إرشاد الساري : ۱٥/۹٦۔ عمدة القاري : ۲٥/۳۳۸)
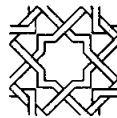
الباب (۸۲)

حِثّ السُّلْطَانِ وَالْقَاضِيْ وَغَيْرِهِمَا مِنْ وُلَاةِ الْأُمُوْرِ عَلَى اتِّخَاذِ وَزِيْرٍ صَالِحٍ وَتَحْذِيْرِهِمْ مِنْ قُرَنَاءِ السُّوْءِ وَالْقُبُوْلِ مِنْهُمْ

سلطان اور قاضی اور دیگر حکام کو نیک وزراء، منتخب کرنے کی ترغیب اور برے ساتھیوں سے ڈرانے اوران کے مشورے قبول نہ کرنے کی ہدایت

برے دوست قیامت کے روز ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے

۲۳۴. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ اَلْأَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اس دن دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔'' (الزخرف:۶۷)

تفسیری نکات: روزِ قیامت دنیا کی کوئی رشتہ داری اور کوئی دوستی کام نہ آئے گی، روزِ قیامت آدمی اپنے بھائی اپنی ماں سے اپنے باپ سے اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا اور ہر ایک اپنی الجھن میں گرفتار ہوگا۔ دوست دوست سے بھاگے دنیا کی سب دوستیاں ساری صحبتیں اور تمام تعلق منقطع ہو جائیں گے آدمی پچھتائے گا کہ دنیا میں فلاں شریر آدمی سے کیوں دوستی کی تھی جو اس کے اکسانے سے آج گرفتارِ مصیبت ہونا پڑا۔ (تفسير عثماني)

ہر حاکم کے دو دوست ہوتے ہیں

۶۷۸. وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَابَعَثَ اللّٰهُ مِنْ نَبِيٍّ وَلَااسْتَخْلَفَ مِنْ خَلِيْفَةٍ اِلَّا كَانَتْ لَهٗ بِطَانَتَانِ بِطَانَةٌ تَأْمُرُهٗ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَحُضُّهٗ عَلَيْهِ وَبِطَانَةٌ تَأْمُرُهٗ بِالشَّرِّ وَتَحُضُّهٗ عَلَيْهِ وَالْمَعْصُوْمُ مَنْ عَصَمَ اللّٰهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۶۷۸) حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی بھیجا اور اس کے بعد جس کو خلیفہ بنایا اس کے دو دوست ہوتے تھے ایک نیکیوں کا حکم دیتا اور ان پر آمادہ کرتا اور دوسرا برائیوں کا حکم دیتا اور ان پر اکساتا، معصوم وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۶۷۸): صحيح البخاری، كتاب القدر، باب المعصوم من عصم الله .

کلماتِ حدیث: بطانتان : دو رفیق، دو مددگار، دو مشیر۔ بطانة الرجل : کسی کا ایسا قریبی ساتھی جس سے وہ ہر بات میں مشورہ

کرے۔ تحضه : جواسے آمادہ کرے۔ حض حضاً (باب نصر) اکسانا۔

شرح حدیث: مقصودِ حدیث یہ ہے کہ ہر شخص کواور خاص طور پر حکام کواور سربراہانِ مملکت کو چاہیے کہ وہ اپنے قریبی ایسے ساتھیوں کو منتخب کریں جو نیک ہوں اللہ اور رسول کے احکام پر عمل کرنے والے ہوں اور ان کے دل خشیتِ الٰہی سے لبریز ہوں تا کہ وہ ان کو صحیح مشورہ دیں انہیں اچھی باتوں کی جانب راہنمائی کریں اور امورِ خیر پر آمادہ کریں اور ایسے لوگوں سے گریز کریں جو بداعمال اور بداطوار ہوں انہیں برائیوں کی طرف مائل کریں اور بداعمالیوں پر اکسائیں اور اپنے آپ کو شر اور فتنہ سے بچانے کے لیے اللہ سے دعا بھی کریں کہ معصوم وہی ہے جس کو اللہ اپنی حفاظت میں لے لے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی نے کوئی منصب سنبھالا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا تو وہ اس کے لیے صالح وزیر مقرر فرمادے گا اگر بھول جائے تو یاد دلائے گا اور اگر یاد ہو تو مددگار رہوگا۔

ابن التین فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ حدیث میں مذکور بطانتین کے لفظ سے دو وزیر بھی مراد ہو سکتے ہیں اور فرشتہ اور شیطان بھی مراد ہوسکتے ہیں اور کرمانی نے فرمایا کہ بطانتین سے مراد نفس امارہ اور نفس لوامہ مراد ہوں اور جملہ معانی مراد لینا زیادہ بہتر ہے کہ کسی کے ساتھ کوئی اور کسی اور کے ساتھ کوئی اور ہے۔ (فتح الباري : ۳/۷۷۱۔ إرشاد الساري : ۱۵/۱۶۱۔ عمدة القاري : ۲۵/۴۰۰)

حاکم کو اچھا مشیر مل جانا سعادت ہے

۶۷۹۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِالْاَمِيْرِ خَيْرًا جَعَلَ لَهٗ وَزِيْرَ صِدْقٍ اِنْ نَسِيَ ذَكَّرَهٗ وَاِنْ ذَكَرَ اَعَانَهٗ، وَاِذَا اَرَادَ بِهٖ غَيْرَ ذٰلِكَ جَعَلَ لَهٗ وَزِيْرَ سُوْءٍ اِنْ نَسِيَ لَمْ يُذَكِّرْهُ وَاِنْ ذَكَرَ لَمْ يُعِنْهُ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاسْنَادٍ جَيِّدٍ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ .

(۶۷۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اگر کسی امیر کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے ایک سچا وزیر عطا فرمادیتے ہیں کہ اگر وہ بھول جائے تو اسے یاد دلا دیتا ہے اور اگر یاد ہو تو اس کی مدد کرتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کچھ اور ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے ساتھ ایک برا وزیر مقرر کر دیتے ہیں کہ اگر وہ بھول جائے اسے یاد نہیں دلاتا اور اگر اسے یاد ہو تو اس کی مدد نہیں کرتا۔ (اس حدیث کو ابوداؤد نے بسندِ جید روایت کیا اور اس کی سند مسلم کی شرط کے مطابق ہے)

تخریج حدیث (۶۷۹): سنن ابی داوٗد، کتاب الامارہ، باب اتخاذ الوزیر .

کلمات حدیث: وزیر : نائب، مددگار، امورِ مملکت میں حکمران کا نائب جمع وزراء۔ إن نسي ذكره : یعنی اگر حکمران امت کی فلاح و بہبود بھول جائے یا کسی اہم اور ضروری بات سے اسے غفلت ہو جائے تو وزیر اس کو یاد دلا دیتا ہے اور اس بات کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

شرح حدیث: حاکم اور سربراہِ مملکت کے لیے ضروری ہے کہ اپنے ساتھ ایسے لوگوں کو شریک کار کرے جو اپنے کاموں کے ماہر

ہونے کے ساتھ اللہ سے ڈرنے والے ہوں اور اس حاکم کے ساتھ بھی مخلص ہوں اور مسلمانوں کے بھی ہمدرد اور خیر خواہ ہوں تا کہ وہ اس کی بروقت راہنمائی کر سکیں اگر ایسا ہو جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی رضا مندی کی دلیل ہے۔ نیز حدیث مبارک میں تنبیہ ہے کہ حکمراں برے کردار کے حامل افراد کو راز دار نہ بنائیں جو ان کے بگاڑ اور سرکشی کا ذریعہ بنیں۔

(نزهة المتقين : ۱/۵۴۳۔ روضة المتقين : ۲/۲۱۷)

البَابُ(۸۳)
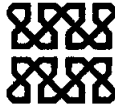
النَّهيُ عَنْ تَوْلِيَةِ الْإِمَارَةِ وَالْقَضَآءِ وَغَيْرِهِمَا مِنَ الْوِلَايَاتِ لِمَنْ سَأَلَهَا اَوْحَرَصَ عَلَيْهَا فَعَرَّضَ بِهَا

امارت، قضا اور دیگر مناصب ان کے حریص طلب گاروں کو دینے کی ممانعت

سوال کرنے والے کو عہدہ نہیں دیا جائے گا

۶۸۰. وَعَنْ اَبِي مُوسَى الْاَشْعَرِيّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَرَجُلَانِ مِنْ بَنِي عَمِّي فَقَالَ اَحَدُهُمَا : يَارَسُولَ اللّٰهِ اَمِّرْنَا عَلَى بَعْضِ مَاوَلَّاكَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ، وَقَالَ الْاٰخَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقَالَ : اِنَّا وَاللّٰهِ لَانُوَلِّي هٰذَا الْعَمَلَ اَحَدًا سَأَلَهُ اَوْاَحَدًا حَرَصَ عَلَيْهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۶۸۰) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے دو چچا زاد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ جن علاقوں کو اللہ نے آپ کی ولایت میں دیا ہے ہمیں ان میں سے کسی علاقے کا امیر بنادیں، دوسرے نے بھی اسی طرح کی التماس کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم ہم اس کام پر اس شخص کو مقرر نہیں کرتے جو اس کا سوال کرے یا اس کا حریص ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۶۸۰): صحيح البخاري، كتاب الاحكام، باب ما يكره من الحرص على الامارة.

کلمات حدیث: أمرنا : ہمیں امیر بنادیجیے۔ أمر تأميرا. (باب تفعيل) امیر مقرر کرنا۔

شرح حدیث: طلبِ منصب کی ممانعت فرمائی گئی اس لیے کہ جو شخص منصب کا خواہشمند اور حریص ہو تو اس کو اللہ کی جانب سے نصرت وحمایت حاصل نہ ہوگی جیسا کہ سابق حدیث میں بیان ہوا ہے نیز یہ کہ جو خواہشمند ہے اور حریص ہے یقیناً اس کا اس میں دنیاوی مفاد ہے اور وہ مسلمانوں کے مال اور ان کے منصب سے ذاتی فوائد حاصل کرنا چاہتا ہے اور یہ بات بجائے خود اس کو نااہل قرار دینے والی ہے اور نااہل کو کوئی منصب سپرد کرنا درست نہیں ہے۔

ابن المہلب فرماتے ہیں کہ مناصب کی حرص اور امارت کا لالچ ہی قتل وغارت کی بنیاد اور فساد فی الارض کی اصل جڑ ہے، اگر یہ حرص ختم ہوجائے اور اس لالچ کا سدِ باب ہوجائے کہ کسی منصب کے طلبگار کو منصب نہ دیا جائے تو قتل وغارت اور فساد فی الارض اور مال کی لوٹ مار اور چھینا جھپٹی ختم ہوجائے۔

(فتح الباري : ٣/٧٤٤ـ عمدة القاري : ٢٥/٣٣٩ـ إرشاد الساري : ١٥/٩٨ـ روضة المتقين : ٢/٢١٨)

کتاب الأدب

الباب (۸٤)

بَابُ الْحَيَاءِ وَفَضْلِهِ وَالْحَثِّ عَلَى التَّخَلُّقِ بِهِ

حیااوراس کی فضیلت اوراس کواختیار کرنے کی ترغیب

۶۸۱. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّعَلَى رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ اَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "دَعْهُ فَاِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْاِيْمَانِ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۶۸۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کسی انصاری شخص کے پاس سے گزرے وہ انصاری اپنے بھائی کو حیا کے بارے میں نصیحت کررہا تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے رہنے دو حیا تو ایمان کا حصہ ہے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث (۶۸۱): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب الحیاء من الایمان .

کلمات حدیث: دعه : اسے چھوڑ دے، اسے رہنے دے۔ ودع ودعاً (باب فتح) چھوڑنا۔ دَعْ : (امر) چھوڑ دے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ تشریف لے جارہے تھے آپ نے دیکھا کہ انصاری اپنے بھائی کو حیا کی تلقین کررہے ہیں اوراس باب میں قدرے شدت سے کام لے رہے ہیں اوراس کو سرزنش کررہے ہیں، آپ نے فرمایا کہ رہنے دو کہ حیا ایمان کا حصہ ہے۔ابن قتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حیا بھی برائی سے روکتی ہے اور ایمان بھی برائی سے روکتا ہے۔امام راغب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حیا کے معنی ہیں نفس کا بری بات سے رُک جانا۔امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حیا فطری ہے لیکن احکامِ شریعت پر عمل کرنے سے اس میں اضافہ ہوتا ہے اوراس اعتبار سے یہ اکتسابی بھی ہے اور یہ اکتسابی حیا ہے جس کو ایمان کا حصہ قرار دیا گیا اور اہل ایمان کو اس کا مکلّف بنایا گیا جبکہ فطری یا غریزی حیا کا انسان مکلف نہیں ہے کہ وہ اس کی استطاعت اور قدرت میں نہیں ہے۔حیا کا اعلیٰ ترین درجہ اور سب سے پہلا درجہ اللہ تعالیٰ سے حیا ہے اور یہ حیا اللہ تعالیٰ کی کمال معرفت سے حاصل ہوتی ہے اوراس حقیقت پر اپنے فکروعمل کے طاری کرلینے سے حاصل ہوتی ہے کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ سے ایسی حیا کرو جیسا کہ اس سے حیا کرنے کا حق ہے۔" صحابہ کرام نے عرض کیا الحمدللہ ہم تو حیا کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح نہیں کہ بلکہ حق حیا یہ ہے کہ دیکھو کہ سر میں کیا افکار وخیالات گردش کررہے ہیں، پیٹ میں کیا رزق گیا اور موت کو اور موت کے بعد جسم کے بوسیدہ ہوجانے کو یاد کرو۔جس نے اس طرح کیا اس نے اللہ سے حیا کا حق ادا کیا۔رسول اللہ ﷺ میں حیا کا یہ شعور کامل اپنے منتہا درجہ کا تھا اور آپ ﷺ حیا غریزی میں کسی نا کتخدا لڑکی سے بھی زیادہ شرمیلے تھے۔

(فتح الباري : ۳/ ۲۵۰ـ إرشاد الساري : ۱۳/ ۱۲۸ـ روضة المتقين : ۲/ ۲۲۱)

حیاء میں خیر ہی ہے

۶۸۲. وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَلْحَيَآءُ لَايَاتِيْ اِلَّا بِخَيْرٍ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ : " اَلْحَيَآءُ خَيْرٌ كُلُّه " اَوْقَالَ "اَلْحَيَآءُ كُلُّه خَيْرٌ .

(۶۸۲) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حیا خیر ہی لاتی ہے۔ (متفق علیہ)

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حیا ساری کی ساری خیر ہے۔

تخریج حدیث(۶۸۲): صحيح البخارى، كتاب الادب، باب الحياء . صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب شعب الايمان .

کلمات حدیث: لا يأتي : نہیں لاتا۔ أتي اتيانا (ضرب) آنا، لانا۔

شرح حدیث: حیا سراسر خیر ہے، حیا پوری کی پوری خیر ہے اور حیا کا کوئی نتیجہ نہیں سوائے خیر کے حیا خیر ہے اور خیر سے خیر ہی برآمد ہوگی۔ کسی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (ﷺ) کیا حیا دین کا حصہ ہے آپ نے ﷺ فرمایا حیا پورا دین ہے نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ حیا ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت میں لے جانے والا ہے۔ غرض حیا انسان کو برائیوں سے روکتی ہے اور اللہ کی نافرمانیوں سے باز رکھتی ہے اس لیے حیا دین بھی ہے اخلاق بھی ہے اور ایمان بھی ہے۔ (فتح الباري : ۳/ ۲۱۵ـ روضة المتقين : ۲/ ۲۱۹)

ایمان کی ستر سے زائد شاخیں ہیں

۶۸۳. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ اَوْبِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ شُعْبَةً، فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَالْحَيَآءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

" الْبِضْعُ " بِكَسْرِ الْبَآءِ وَيَجُوْزُ فَتْحُهَا وَهُوَ مِنَ الثَّلَاثَةِ اِلَى الْعَشْرَةِ .

" وَالشُّعْبَةُ " : الْقِطْعَةُ وَالْخَصْلَةُ .

" وَالْاِمَاطَةُ " : الْاِزَالَةُ .

" وَالْاَذٰى " : مَايُؤْذِيْ كَحَجَرٍ وَشَوْكٍ وَطِيْنٍ وَرَمَادٍ وَقَذَرٍ وَّنَحْوِ ذٰلِكَ .

(۶۸۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان کی کچھ اوپر ستر یا کچھ اوپر ساٹھ شاخیں ہیں جن میں افضل لا الہ الا اللہ اور سب سے ادنیٰ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا ہے اور حیا بھی ایمان کی شاخ ہے۔

(متفق علیہ)

بضع تین سے دس تک عدد۔ الشعبة جزء یا خصلت۔ اماطة، ازالہ أذی جس سے تکلیف ہو جیسے پتھر کا نٹا مٹی راکھ گندگی اور اس طرح کوئی اور چیز۔

تخریج حدیث (۶۸۳): صحیح البخاری، باب اموز الایمان ۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب شعب الایمان

کلمات حدیث: الشعبة : ٹکڑا، درخت کی ٹہنی، جمع سعب۔ شعب الایمان : ایمان کی شاخیں۔

شرح حدیث: ایمان اور اعمالِ صالحہ لازم و ملزوم ہیں، ایمان اعمالِ صالحہ پر ابھارتا اور آمادہ کرتا ہے اور تمام اعمالِ صالحہ ایمان کے اجزاء اور اس کے حصے ہیں۔ حیا بھی عمل صالح ہے اس لیے وہ بھی ایمان کا ایک حصہ ہے اور ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ ساٹھ اور ستر کا عدد بطورِ مثال بیان ہوا لیکن اصل مقصود کثرت اور تعدد ہے۔ غرض فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کہنا ایمان کا سب سے افضل شعبہ ہے کہ ایمان باللہ اور ایمان بالتوحید تمام اعمالِ صالحہ کی اساس ہے اللہ پر ایمان اور اس کی وحدانیت پر ایمان کے بغیر نہ کوئی عمل مقبول ہے اور نہ وہ عمل صالح ہے اور ایمان کا سب سے ادنیٰ درجہ راستے سے تکلیف پہنچانے والی چیز کا ہٹا دینا ہے۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے باب الدلالة علی کثرة طرق الخیر میں گزر چکی ہے۔

(روضة المتقین : ۲/۲۲۱۔ دلیل الفالحین : ۳/۱۲۷)

رسول اللہ ﷺ کی حیاء کی حالت

۶۸۴. وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ حَيَآءً مِنَ الْعَذْرَآءِ فِیْ خِدْرِهَا، فَاِذَارَاٰی شَيْئًا يَكْرَهُهٗ عَرَفْنَاهُ فِیْ وَجْهِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

قَالَ الْعُلَمَآءُ : حَقِيْقَةُ الْحَيَآءِ خُلُقٌ يَبْعَثُ عَلٰی تَرْكِ الْقَبِيْحِ وَيَمْنَعُ مِنَ التَّقْصِيْرِ فِیْ حَقِّ ذِی الْحَقِّ وَرَوَيْنَا عَنْ اَبِی الْقَاسِمِ الْجُنَيْدِ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَالَ : اَلْحَيَآءُ رُؤْيَةُ الْآلَآءِ "اَیِ النِّعَمِ" وَرُؤْيَةُ التَّقْصِيْرِ فَيَتَوَلَّدُ بَيْنَهُمَا حَالَةٌ تُسَمّٰی حَيَآءً، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

(۶۸۴) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی بڑھ کر حیادار تھے۔ جب آپ ﷺ کوئی ایسی بات دیکھتے جو آپ کو ناپسند ہوتی تو ہم اس ناگواری کو آپ کے چہرۂ مبارک سے پہچان لیتے۔ (متفق علیہ)

علماء کہتے ہیں کہ حیا ایسی خصلت کو کہتے ہیں جو آدمی کو بری چیز کے ترک پر آمادہ کرے اور صاحب حق کے حق میں کوتاہی سے

روکے۔ ہم نے ابوالقاسم جنید سے نقل کیا کہ حیا اس حالت کو کہتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کے اپنے اوپر انعامات دیکھنے اور ان کے بارے میں اپنی کوتاہیوں پر نظر کرنے سے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

تخریج حدیث(۶۸۴): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب من لم یواجه الناس بالاعتاب . صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب کثرة حیاء ﷺ.

کلماتِ حدیث: عذراء : باکرہ، کنواری، جمع عذاری۔ خدر : گھر کا وہ کونا جس کے آگے پردہ لگایا ہو۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں رسول اللہ ﷺ کے کمال حیا کو بیان کیا گیا ہے اور چونکہ رسول اللہ ﷺ کی ہر عادت اور ہر خصلت امت کے لیے اسوۂ حسنہ ہے اس لیے حیا میں بھی آپ کی تقلید ضروری ہے۔

(روضة المتقین : ۲/۲۲۱۔ دلیل الفالحین : ۳/۱۲۹)

(اس سے پہلے یہ حدیث باب بیان کثرۃ طرق الخیر میں گزر چکی ہے۔)

الباب (۸۵)

حِفْظِ السِّرِّ
رازوں کی حفاظت

۲۳۵. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''عہد کو پورا کرو بے شک عہد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔'' (الاسراء:۳۴)

تفسیری نکات: آیت کریمہ میں عہد پورا کرنے کا حکم دیا گیا، عہد اللہ سے بھی ہوتا ہے اور اللہ کے بندوں سے بھی، اللہ سے کیا ہوا عہد وہ ہے جو آدمی شہادتین پڑھ کر اللہ کی توحید و ربوبیت اور اپنی بندگی کا اقرار کرتا ہے ظاہر ہے کہ اس عہد کا وفا کرنا لازم ہے اور جو عہد بندوں سے کیے ہوں اور خلاف شریعت نہ ہوں ان کا بھی پورا کرنا لازم ہے اور اس عہد میں ہر طرح کے معاشرتی اور تمدنی معاہدات شامل ہیں۔ (معارف القرآن)

●●●●●●●●●●●●

میاں بیوی کا راز افشاء کرنا بری بات ہے

۶۸۵. وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ''اِنَّ مِنْ اَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَاللّٰهِ مُنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ الرَّجُلُ يُفْضِیْ اِلَى الْمَرْاَةِ وَتُفْضِیْ اِلَيْهِ ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا .'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۶۸۵) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ برا وہ شخص ہوگا جو اپنی بیوی سے ہم صحبت ہوتا ہے اور بیوی اس کے ساتھ ہم صحبت ہوتی ہے اور وہ اس راز کو کھولتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۶۸۵): صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم افشاء سر المرأة .

کلمات حدیث: یفضی : ملتا ہے، ہم صحبت ہوتا ہے۔ ینشر سرھا : اس کا راز کھولتا ہے۔

شرح حدیث: اخلاقِ رذیلہ میں ایک انتہائی رذیل اور بری بات یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ شب باشی کا قصہ لوگوں کے درمیان بیان کرے اللہ تعالیٰ کے یہاں روز قیامت یہ سب سے برا انسان ہوگا اور ایک اور حدیث میں اسے عظیم ترین خیانت کہا گیا ہے۔ ابن الملک فرماتے ہیں کہ میاں بیوی کے درمیان ہر بات اور فعل امانت ہے اور اس امانت کا افشاءِ خیانت ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۸/۱۱ روضہ المتقین : ۲۲۲/۲)

رسول اللہ ﷺ کے راز کو مخفی رکھنا

۶۸۶ . وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حِيْنَ تَاَيَّمَتْ بِنْتُه' حَفْصَةُ قَالَ لَقِيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ فَقُلْتُ اِنْ شِئْتَ اَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ؟ قَالَ سَاَنْظُرُ فِيْ اَمْرِيْ فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ لَقِيَنِيْ فَقَالَ قَدْ بَدَالِيْ اَنْ لَّا اَتَزَوَّجَ يَوْمِيْ هٰذَا . فَلَقِيْتُ اَبَابَكْرِ الصِّدِّيْقَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقُلْتُ، اِنْ شِئْتَ اَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ فَصَمَتَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمْ يَرْجِعْ اِلَيَّ شَيْئًا! فَكُنْتُ عَلَيْهِ اَوْجَدَ مِنِّيْ عَلٰى عُثْمَانَ فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ خَطَبَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْكَحْتُهَا اِيَّاهُ فَلَقِيَنِيْ اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ : لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِيْنَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ اَرْجِعْ اِلَيْكَ شَيْئًا؟ فَقُلْتُ! نَعَمْ قَالَ فَاِنَّه' لَمْ يَمْنَعْنِيْ اَنْ اَرْجِعَ اِلَيْكَ فِيْمَا عَرَضْتَ عَلَيَّ اِلَّا اَنِّيْ كُنْتُ عَلِمْتُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَهَا فَلَمْ اَكُنْ لِاُفْشِيَ سِرَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْتَرَكَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَبِلْتُهَا . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

"تَاَيَّمَتْ" : اَيْ صَارَتْ بِلَازَوْجٍ وَكَانَ زَوْجُهَا تُوُفِّيَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ "وَجَدْتَ" غَضِبْتَ .

(۶۸۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملے اور ان سے کہا کہ تم چاہو تو حفصہ بنت عمر کا نکاح میں تم سے کردوں گا۔ انہوں نے کہا کہ میں اس معاملہ میں غور کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کئی روز انتظار کیا پھر ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ میرے سامنے یہ بات آئی ہے کہ میں ابھی شادی نہ کروں۔ پھر میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں حفصہ کا نکاح آپ سے کردوں اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے اور مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں ان پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ رنجیدہ ہوا میں کچھ دن ٹھہرا کہ رسول اللہ ﷺ نے حفصہ کے لیے پیغام دیا اور میں نے حفصہ کا نکاح آپ ﷺ سے کر دیا اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے اور کہنے لگے کہ تم نے میرے لیے حفصہ کے نکاح کی بات کی اور میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو شاید تم مجھ سے ناراض ہو۔ میں نے کہا ہاں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے اس میں جواب دینے سے اور کسی بات نے نہیں روکا مگر صرف اس بات نے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ نکاح کا ذکر فرمایا تھا اور میں حضور ﷺ کا راز افشاء نہیں کرسکتا تھا اگر رسول اللہ ﷺ ان سے نکاح کا ارادہ ترک فرما دیتے تو میں کر لیتا۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۶۸۶): صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب شهود الملائكة بدراً .

کلمات حدیث: تأیمت : بیوہ ہوگئی۔ ایم : بیوہ جمع أیائم اور ایامی.

شرح حدیث: قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ وَأَنكِحُوا۟ ٱلْأَيَـٰمَىٰ مِنكُمْ ﴾

''اور اپنی بیوہ عورتوں کے نکاح کرو۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نے اس حکم پر عمل کرتے ہوئے حضرت حفصہ کے نکاح کی شیخین سے بات کی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شوہر خنیس بن حذافہ سہمی جو اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے تھے احد میں زخمی ہو گئے تھے اور انہی زخموں سے تاب نہ لاکر انتقال کر گئے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ میں باہمی تعلق اخوت و محبت زیادہ تھا اور رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں میں مواخات فرمائی تھی نیز یہ کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جواب نہیں دیا اس لیے حضرت عمرؓ نے ناراضگی محسوس کی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو اصل صورت حال بتا کر اس کی تلافی فرمائی کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اپنا ارادہ نہ ظاہر فرمایا ہوتا تو میں حفصہ سے نکاح کر لیتا اور میں رسول اللہ ﷺ کا راز افشاء کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔

(فتح الباري : ٢/ ١٠٠٠ ـ روضة المتقين : ٢/٢٢٣)

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آپ کے راز چھپانا

٦٨٧ ـ وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كُنَّ اَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهٗ فَاَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَمْشِيْ مَاتُخْطِئُ مِشْيَتُهَا مِنْ مِشْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا، فَلَمَّا رَاٰهَا رَحَّبَ بِهَا وَقَالَ : "مَرْحَبًا بِابْنَتِيْ" ثُمَّ اَجْلَسَهَا عَنْ يَمِيْنِهٖ اَوْعَنْ شِمَالِهٖ، ثُمَّ سَارَّهَا فَبَكَتْ بُكَآءً شَدِيْدًا، فَلَمَّا رَاٰى جَزَعَهَا سَارَّهَا الثَّانِيَةَ فَضَحِكَتْ فَقُلْتُ لَهَا: خَصَّكِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ نِسَآئِهٖ بِالسِّرَارِ ثُمَّ اَنْتِ تَبْكِيْنَ؟ فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلْتُهَا : مَاقَالَ لَكِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ مَاكُنْتُ اُفْشِيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِرَّهٗ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ : عَزَمْتُ عَلَيْكِ بِمَالِيْ عَلَيْكِ مِنَ الْحَقِّ لَمَا حَدَّثْتِنِيْ مَاقَالَ لَكِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَتْ: اَمَّاالْاٰنَ فَنَعَمْ اَمَّا حِيْنَ سَارَّنِيْ فِي الْمَرَّةِ الْاُوْلٰى فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ جِبْرِيْلَ كَانَ يُعَارِضُهُ الْقُرْاٰنَ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ وَاَنَّهٗ عَارَضَهُ الْاٰنَ مَرَّتَيْنِ "وَاِنِّيْ لَااُرَى الْاَجَلَ اِلَّا قَدِاقْتَرَبَ فَاتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِيْ فَاِنَّهٗ نِعْمَ السَّلَفُ اَنَالَكِ" فَبَكَيْتُ بُكَآئِيَ الَّذِيْ رَاَيْتِ، فَلَمَّا رَاٰى جَزَعِيْ سَارَّنِي الثَّانِيَةَ فَقَالَ : "يَافَاطِمَةُ اَمَا تَرْضَيْنَ اَنْ تَكُوْنِيْ سَيِّدَةَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَوْسَيِّدَةَ نِسَآءِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ ؟ " فَضَحِكْتُ ضَحِكِي الَّذِيْ رَاَيْتِ : مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.

(٦٨٧) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ کے پاس آپ کی ازواج

تھیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چلتی ہوئی آپ کے پاس آئیں ان کی چال میں اور رسول اللہ ﷺ کی چال میں کوئی فرق نہیں تھا۔ جب آپ ﷺ نے انہیں دیکھا تو انہیں مرحبا کہا اور فرمایا میری بیٹی کو خوش آمدید پھر آپ ﷺ نے انہیں اپنی دائیں یا بائیں جانب بٹھالیا۔ پھر آہستہ سے ان سے کوئی بات کہی جس پر وہ خوب روئیں جب آپ ﷺ نے ان کی یہ بے قراری دیکھی تو آپ ﷺ نے دوبارہ آہستہ سے ان سے کوئی بات کہی جس پر وہ ہنس پڑیں۔ میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ رسول اللہ نے اپنی ازواج کے درمیان آپ سے کوئی خاص بات بطور راز کے کہی تو آپ رونے لگیں۔

جب رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ سے کیا فرمایا تھا؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے راز کو افشاء کرنے والی نہیں ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد میں نے ان سے کہا کہ تم پر میرا جو حق ہے میں اس کے حوالے سے تم پر زور دے کر پوچھتی ہوں کہ جب تم رسول اللہ ﷺ سے بات کر رہی تھیں تو آپ ﷺ نے تم سے کیا فرمایا تھا۔ اس پر حضرت فاطمہ بولیں اب میں بتا سکتی ہوں۔ جب آپ ﷺ نے پہلی مرتبہ مجھ سے آہستہ سے بات کہی تھی وہ بات یہ تھی کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سال میں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ میرے ساتھ قرآن کا دور کرتے ہیں اب اس سال دو مرتبہ دور فرمایا اور میں دیکھ رہا ہوں کہ میری موت قریب آگئی ہے تو تم اللہ سے ڈرو اور صبر کرو۔ کہ تمہارے لیے بہت اچھا آگے جانے والا ہوں میں یہ بات سن کر رو پڑی جیسا کہ تم نے دیکھا۔ جب آپ ﷺ نے میرا شدت گریہ دیکھا تو آپ ﷺ نے دوبارہ مجھ سے آہستہ سے بات کہی اور فرمایا کہ اے فاطمہ! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم مؤمن عورتوں کی سردار ہو یا فرمایا اس امت کی عورتوں کی سردار ہو اس پر میں ہنسنے لگی جیسا کہ تم نے دیکھا۔ (یہ الفاظ مسلم کے ہیں)

تخریج حدیث (۶۸۷): صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام. صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل بنت النبی ﷺ.

کلمات حدیث: مشیة: چال، چلنے کا انداز۔ جزعها: شدت گریہ، بے قراری۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت کرتے تھے اور اسی طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ سے بہت محبت فرماتی تھیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میں رسول اللہ ﷺ کی عادات طیبہ اور خصائص حمیدہ جلوہ گر تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے چلنے کا انداز رسول اللہ ﷺ کے چلنے کے انداز سے اس قدر مشابہ تھا کہ گویا کوئی فرق ہی نہ تھا غرض آپ رضی اللہ عنہا اٹھنے بیٹھنے اور عادات و اطوار میں رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لاتیں تو آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے پیار کرتے اور اپنی جگہ بٹھاتے۔

رسول اللہ ﷺ کے مرض الموت میں آپ ﷺ کے پاس آپ ﷺ کی ازواج موجود تھیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں آپ ﷺ نے انہیں اپنے پاس بٹھایا اور ان سے آہستہ سے کہا کہ حضرت جبرائیل سال میں ایک مرتبہ میرے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے اور اس سال دو مرتبہ دور کیا ہے اور میں سمجھ رہا ہوں کہ میرے دنیا سے جانے کا وقت آگیا ہے یہ سن کر حضرت فاطمہؓ پہ گریہ

طاری ہو گیا تو آپ ﷺ نے دوبارہ ان سے آہستہ سے فرمایا کہ تم اس امت کی عورتوں کی سردار ہو اور تم سب سے پہلے مجھ سے آ کر ملنے والی ہو۔ (فتح الباري : ۲/ ۴۳۴ ۔ روضة المتقين : ۲/ ۲۲۲ ۔ شرح مسلم للنووي : ۱۶/ ٤)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپ کے راز مخفی رکھنا

۶۸۸. وَعَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اَتٰى عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا فَبَعَثَنِيْ فِيْ حَاجَتِهٖ فَأَبْطَأْتُ عَلٰى اُمِّيْ فَلَمَّا جِئْتُ قَالَتْ مَاحَبَسَكَ؟ فَقُلْتُ : بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَةٍ، قَالَتْ : مَاحَاجَتُهٗ؟ قُلْتُ : اِنَّهَاسِرٌّ قَالَتْ : لَا تُخْبِرَنَّ بِسِرِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدًا، قَالَ اَنَسٌ : وَاللّٰهِ لَوْ حَدَّثْتُ بِهٖ اَحَدًا لَحَدَّثْتُكَ بِهٖ يَاثَابِتُ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ بَعْضَهٗ مُخْتَصَرًا .

(۶۸۸) حضرت ثابت سے **روایت ہے کہ** حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور آپ ﷺ نے ہمیں سلام کیا۔ **آپ** ﷺ نے مجھے کسی کام سے بھیج دیا اور مجھے ماں کے پاس واپس جانے میں دیر ہو گئی۔ جب میں پہنچا تو میری ماں نے کہا کہ کہاں رُک گئے تھے۔ میں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے کسی کام سے بھیجا تھا۔ ماں نے پوچھا کہ کیا کام تھا۔ میں نے کہا کہ یہ راز ہے۔ ماں بولی رسول اللہ ﷺ کا راز کبھی کسی کو نہ بتانا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ثابت اگر میں کسی سے بیان کرتا تو میں تم سے ضرور بیان کر دیتا۔ (یہ حدیث مسلم نے روایت کی ہے اور بخاری نے مختصراً روایت کی ہے)

تخریج حدیث (۶۸۸): صحيح البخاري، كتاب الاستيذان، باب حفظ السر . صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب فضائل انس رضي الله عنه .

کلمات حدیث: غلمان : لڑکے، نوجوان، غلام کی جمع ہے۔ فأبطات : میں نے دیر کر دی۔ أبطأ إبطاءً (باب افعال) دیر کرنا۔ مؤخر کرنا۔

شرح حدیث: راز کی حفاظت کی اہمیت کا بیان ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی بات اپنی ماں کو بھی نہیں بتائی اور ان کی والدہ نے بھی ان کو یہی تاکید کی کہ رسول اللہ ﷺ کی راز کی بات کسی کو نہ بتانا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کی اس قدر پابندی کی کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بھی کسی کو بتانا پسند نہیں فرمایا۔

(فتح الباري : ۳/ ۲۸۴ ۔ روضة المتقين : ۲/ ۲۲۶ ۔ دليل الفالحين : ۳/ ۱۳۶)

البَابُ (٨٦)

الوَفَآءِ بِالعَهْدِ وَ اِنْجَازُ الوَعْدِ

عہد نبھانا اور وعدہ پورا کرنا

٢٣٦ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ وَأَوْفُوا۟ بِٱلْعَهْدِ ۖ إِنَّ ٱلْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔولًا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''عہد کو پورا کرو بے شک عہد کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔'' (الاسراء:٣٤)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا کہ عہد کے بارے میں روزِ قیامت سوال ہوگا عہد کا لفظ ہر عہد و میثاق کو شامل ہے۔غرض ہر عہد و میثاق اور ہر عہد و پیمان کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ (تفسير مظهري)

٢٣٧ . وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَأَوْفُوا۟ بِعَهْدِ ٱللَّهِ إِذَا عَٰهَدتُّمْ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اللہ کے عہد کو پورا کرو جو تم نے اس سے عہد کیا ہے۔'' (النحل:٩١)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ اللہ سے کیے ہوئے اپنے اقرار اور عہد و پیمان کو پورا کرو یعنی جو اللہ تعالیٰ نے فرائض واجبات مقرر فرمائے ہیں ان کی تکمیل کرو اور جو اس نے احکام دیے ہیں ان پر عمل کرو۔ (تفسير مظهرى)

٢٣٨ . وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَوْفُوا۟ بِٱلْعُقُودِ ۚ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اے ایمان والو! عہدوں کو پورا کرو۔'' (المائدة:١)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ اے ایمان والو! تمہارے ایمان کا مقتضایہ ہے کہ اپنے عہدوں کو جو ایمان کے ضمن میں تم سے اللہ تعالیٰ نے کیے ہیں انہیں پورا کرو۔ یعنی جملہ احکام شرعیہ پر عمل کرو۔ امام راغب رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ معاہدات کی جتنی قسمیں اور صورتیں ہیں وہ سب اس میں داخل ہیں اور ابتداءً اس کی تین قسمیں ہیں ایک وہ معاہدہ جو انسان کا رب العالمین کے ساتھ ہے مثلاً ایمان، اطاعت کا عہد اور حلال و حرام کی پابندی کا عہد، دوسرے وہ معاہدہ جو انسان کا اپنے نفس کے ساتھ ہے جیسے نذر مان لینا یا قسم کے ذریعہ کوئی بات اپنے ذمہ لے لینا، تیسرے وہ معاہدہ جو ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ ہے اس میں وہ تمام معاہدات شامل ہیں جو دو افراد کے درمیان جماعتوں کے درمیان یا حکومتوں کے درمیان ہوں۔ (معارف القرآن)

جو دوسروں سے کہے اس پر خود بھی عمل کرے

۲۳۹ . وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝٢ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ ٱللَّهِ أَن تَقُولُوا۟ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝٣ ﴾

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو؟ اللہ کے ہاں یہ بات بہت ناراضی والی ہے کہ وہ باتیں کہو جو کرو نہیں۔''

(الصف:۲)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا کہ اے ایمان والو! ایسی بات نہ کہو جو تم نہ کرو، اللہ تعالیٰ اس شخص سے ناراض ہوتے ہیں جو زبان سے بہت کچھ کہیں اور عمل کے وقت ان کی تکمیل نہ کرسکیں۔ روایات میں ہے کہ کچھ مسلمان ایک جگہ جمع تھے کہنے لگے کہ اگر معلوم ہو کہ کون سا کام اللہ کے یہاں سب سے زیادہ پسندیدہ ہے تو وہی کریں اس پر یہ آیات نازل ہوئیں کہ اللہ کو سب سے زیادہ ان لوگوں سے محبت ہے جو اللہ کی راہ میں اس کے دشمنوں کے مقابلہ پر ایک آہنی دیوار کی طرح ڈٹ جاتے ہیں اور میدانِ جنگ میں اس شان سے صف آرائی کرتے ہیں کہ گویا وہ سب مل کر ایک مضبوط دیوار ہیں جس میں سیسہ پلا دیا گیا ہے اور جس میں کسی جگہ کوئی رخنہ نہیں پڑسکتا۔ اب اس معیار پر اپنے آپ کو پرکھ لو۔ (تفسیر عثماني)

منافقین کی تین علامات

٦٨٩ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَ ةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ''اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَاؤْتُمِنَ خَانَ .'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ . زَادَ فِیْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ : ''وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰى وَزَعَمَ اَنَّهُ مُسْلِمٌ .''

(٦٨٩) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ منافق کی تین علامتیں ہیں: جب بولے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے۔ (متفق علیہ)

مسلم کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں اگرچہ وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور گمان کرے کہ وہ مسلمان ہے۔

تخریج حدیث (٦٨٩): صحيح البخاری، كتاب الايمان، باب علامة المنافق .

کلمات حدیث: منافق : جو بظاہر اسلام ظاہر کرے اور بباطن کفر چھپائے، یعنی برے باطن اور اچھے ظاہر والا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں نفاق کی تین علامات بیان کی گئی ہیں اور امت مسلمہ کو متنبہ کیا گیا ہے کہ لوگ اس امر کا خیال

رکھیں کہ اگر ان باتوں میں سے کوئی بات اپنے اندر نظر آئے تو اس سے توبہ کریں اور استغفار کریں اور اس سے بچنے کی تدبیر کریں کیونکہ منافق بحکم قرآن جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوگا۔ اصل دین بھی تین باتوں میں منحصر ہے: قول، فعل اور نیت۔ جھوٹ سے قول کا فساد نمایاں ہو جاتا ہے خیانت سے عمل کی خرابی کا پتہ چلتا ہے اور وعدہ خلافی سے نیت کی خرابی ظاہر ہو جاتی ہے۔

منافق اگر اپنے نفاق سے توبہ کرلے اور اعمال کو درست کرلے اور اللہ کے دین کو مضبوطی سے تھام لے اور اللہ پر توکل کرے اور ریا سے دین کو پاک رکھے تو وہ خالص مسلمان ہے اور دین و دنیا میں اہل اسلام کے ساتھ ہوگا۔

یہ حدیث باب الامر بأداء الامانۃ میں گزر چکی ہے۔

(فتح الباري : ۲۸۳/۱ - إرشاد الساري : ۱۷۱/۱ - روضه المتقين : ۲۲۷/۲)

جس میں چار خصلتیں ہوں وہ خالص منافق ہوگا

۶۹۰. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا :

اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَ،

اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ،

وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ،

وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۶۹۰) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چار باتیں ہیں جس میں ہوں گی وہ منافق خالص ہے اور جس میں ان میں سے ایک ہوگی تو اس میں نفاق کی ایک بات ہوگی یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ جب امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے، جب بولے تو جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو عہد شکنی کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالم گلوچ کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۶۹۰): صحيح البخاري، كتاب الايمان، باب علامة المنافق . صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب خصال المنافق .

کلمات حدیث: غدر : جس بات پر اتفاق ہو چکا ہے اس سے پھر گیا۔ غدر غدراً (باب نصر۔ضرب) خیانت کرنا، عہد توڑنا۔

شرح حدیث: سابق حدیث میں نفاق کی تین علامتیں بیان کی گئی تھی، یہاں چار بیان کی گئی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ نفاق کے مختلف درجات ہیں جس طرح کفر کے درجات ہیں اور نفاق کے مختلف درجات کے اعتبار سے متعدد علامتیں ہوسکتی ہیں۔ علامہ قرطبی رحمہ

اللہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ پہلے وحی کے ذریعے آپ کو تین علامتیں بتائی گئی ہیں پھر آپ ﷺ کو چوتھی علامت بھی بتادی گئی یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے خود ان علامتوں کا مشاہدہ کیا ہو اور انہیں بیان فرمایا ہو۔ مذکورہ بالا دونوں احادیث سے پانچ علامات بنتی ہیں: جھوٹ، غدر، وعدہ خلافی، خیانت اور فجور۔ اس میں شبہ نہیں ہے کہ منافقین کی اور بھی خصلتیں اور علامتیں ہوں جیسے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ "جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی اور کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں لوگوں کو دکھانے کے لیے۔" گویا دینی احکام کی تعمیل میں سستی اور کاہلی اور نماز میں ریا کاری یہ بھی نفاق کی علامات ہیں۔

نفاق کی دو قسمیں ہیں: نفاق اعتقادی اور نفاق عملی۔ علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں نفاق فی العقیدہ مراد ہے۔ اور اگر اہل ایمان سے کسی میں یہ علامات یا ان میں سے کوئی علامت پائی تو جائے ایسا مؤمن مشابہ منافقین ہوگا۔ بہر حال علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اگر یہ علامات مسلم مصدق میں پائی جائیں جو اپنی زبان سے اور قلب سے اسلام کی اور اسلامی احکام کی تصدیق کرتا ہو تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے نہ اسے اس درجہ کا منافق قرار دیا جائے جو مخلد فی النار ہوگا۔ صحیح رائے یہی ہے کہ وہ منافقین کے مشابہ ہے اور اسے اپنے اس نفاق سے توبہ کر کے اپنے اعمال کی اصلاح کرنی چاہیے۔

(فتح الباري : ١/٢٨٣ ـ إرشاد الساري : ١/١٧٢ ـ روضة المتقين : ٢/٢٢٩ ـ شرح صحيح مسلم : ٢/٤١)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپ ﷺ کے عہد کو پورا کرنا

٦٩١ . وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ لِيَ النَّبِيُّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَوْ قَدْجَآءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ اَعْطَيْتُکَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا فَلَمْ يَجِئْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ النَّبِيُّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا جَآءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ اَمَرَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَنَادٰى : مَنْ كَانَ لَهٗ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ اَوْ دَيْنٌ فَلْيَاْتِنَافَاَتَيْتُهٗ وَقُلْتُ لَهٗ : اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيْ كَذَا وَكَذَا، فَحَثٰى لِيْ حَثْيَةً فَعَدَدْتُهَا فَاِذَا هِيَ خَمْسُمِائَةٍ فَقَالَ لِيْ خُذْ مِثْلَيْهَا . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٦٩١) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ بحرین سے مال آیا تو میں اتنا اتنا اور اتنا دوں گا۔ بحرین کا مال نہیں آیا اور رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ اس کے بعد جب بحرین سے مال آیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ جس کا رسول اللہ ﷺ پر کوئی قرض ہو یا آپ ﷺ نے کوئی وعدہ فرمایا ہو تو وہ ہمارے پاس آئے۔ میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے اس اس طرح فرمایا تھا۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے لپ بھر کر دیا میں نے گنا تو وہ پانچ سو درہم تھے اس کے بعد فرمایا کہ اس سے دگنا اور لے لو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (٦٩١): صحيح البخاري، كتاب الكفالة، باب من تكفل عن ميت دينا . صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب ما سئل رسول اللّٰه ﷺ شيئا قط فقال لا .

کلماتِ حدیث: ھکذا وھکذا وھکذا : اس طرح، اس طرح اور اس طرح۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ آپ نے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو ملا کر دکھایا اور تین مرتبہ اشارہ کیا کہ میں تمہیں تین لپ بھر کر دوں گا۔

شرحِ حدیث: رسول کریم ﷺ کی وفات سے قبل بحرین سے جزیہ کا مال آنے کی توقع تھی، آپ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بحرین سے مال آجائے تو میں تمہیں اس طرح، اس طرح اور اس طرح دوں گا اور آپ ﷺ نے لپ بھر کر دینے کا اشارہ فرمایا، لیکن اس مال کے آنے سے پہلے آپ ﷺ رحلت فرما گئے۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس وعدہ کو پورا فرمایا اور تین لپ کے بقدر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت جابر کو لپ بھر کر دیا اور فرمایا کہ اسے شمار کرو۔ شمار کیے تو وہ پانچ سو درہم تھے تو آپ نے فرمایا کہ اس کا دگنا یعنی ہزار درہم اور لے لو۔

مرنے والے نے اگر کسی سے کوئی عہد یا وعدہ کیا ہو تو اس کی موت کے بعد اس کی تکمیل کرنی چاہیے اسی طرح سابق حکومت کے تمام وعدے اور عہود اور مواثیق آنے والی حکومت کو پورے کرنے چاہئیں۔

(فتح الباري: ۱/۱۱۶۰۔ شرح صحیح مسلم للنووي: ۱۵/۵۸۔ روضه المتقين: ۲/۲۳۰۔ دليل الفالحين: ۳/۱۳۹)

البَابُ(۸۷)

اَلْاَمْرُ بِالْمُحَافِظَةِ عَلیٰ مَااعْتَادَہٗ مِنَ الْخَیْرِ
عاداتِ حسنہ کی حفاظت

۲۴۰. قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ :

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا۟ مَا بِأَنفُسِهِمْ ۗ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ نعمتوں والے معاملہ کو تبدیل نہیں کرتے یہاں تک کہ وہ اس چیز کو تبدیل کر دیں جو ان کے دلوں میں ہے۔'' (الرعد:۱۱)

پکا وعدہ کر کے توڑنا بہت بری بات ہے

۲۴۱. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَلَا تَكُونُوا۟ كَٱلَّتِى نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنۢ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَـٰثًا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''تم اس عورت کی طرح مت بنو جس نے اپنے سوت کو مضبوط کر لینے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔'' (النحل:۹۲)

'' وَالْاَنْکَاثُ '' ! جَمْعُ نِکْثٍ وَھُوَ الْغَزْلُ الْمَنْقُوْضُ .

انکاث نکث کی جمع ہے کاتے ہوئے سوت کے ٹکڑے۔

یہود و نصاریٰ کی طرح نہ ہو جائیں

۲۴۲. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَلَا يَكُونُوا۟ كَٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَـٰبَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ ٱلْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اور نہ وہ ان لوگوں کی طرح ہوں جن کو پہلے کتاب دی گئی پس ان پر مدت دراز ہو گئی جس سے ان کے دل سخت ہو گئے۔''

(الحدید:۱۶)

۲۴۳. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''انہوں نے حق کی رعایت نہ کی جیسا رعایت کرنے کا حق تھا۔'' (الحدید:۲۷)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی نگہبانی اور مہربانی سے جو ہمیشہ اس کی طرف سے ہوتی رہتی ہے کسی قوم کو محروم نہیں کرتا جب تک وہ اپنی روش اللہ کے ساتھ نہ بدلے۔ جب بدلتی ہے تب آفت آتی ہے جو کسی کے ٹالے نہیں ٹلتی نہ کسی کی مدد اس وقت کام دیتی ہے۔ (تفسير عثماني)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ عہد باندھ کر توڑ ڈالنا ایسی حماقت ہے جیسے کوئی عورت دن بھر سوت کاتے پھر کٹا کٹایا سوت شام کے وقت توڑ کر پارہ پارہ کر دے چنانچہ مکہ میں ایک دیوانی عورت ایسا ہی کیا کرتی تھی، مطلب یہ ہے کہ معاہدات کو محض کچے دھاگے کی طرح سمجھ لینا کہ جب چاہا کاتا اور جب چاہا انگلیوں کی ادنیٰ حرکت سے بے تکلف توڑ ڈالا۔ سخت ناعاقبت اندیشی اور دیوانگی ہے۔ بات کا اعتبار نہ رہے تو دنیا کا نظام مختل ہو جائے قول وقرار کی پابندی ہی سے عدل کی ترازو سیدھی رہ سکتی ہے۔

(معارف القرآن ، تفسير عثماني)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ اصل ایمان وہی ہے کہ جس سے دلوں میں گداز پیدا ہو، شروع میں اہل کتاب یہ باتیں اپنے پیغمبروں کی صحبت میں سیکھتے تھے مدت کے بعد غفلت چھا گئی دل سخت ہو گئے اور ان میں سے اکثروں نے نافرمانی اور سرکشی اختیار کر لی۔ اب مسلمانوں کی باری ہے کہ وہ اپنے رسول ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے اپنے دلوں کی دنیا سنواریں نرم دلی اور خشوع اور تضرع الی اللہ کی صفات سے متصف ہوں اور گزشتہ قوموں کی طرح سخت دل نہ ہو جائیں۔ (تفسير عثماني)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں فرمایا کہ بنی اسرائیل نے رہبانیت خود ابتداع کی تھی اور اسے اپنے اوپر لازم کر لیا تھا لیکن پھر اس لازم کی ہوئی شئے کے حق کو بھی پوری طرح ادا نہ کر سکے۔ (معارف القرآن)

عمل پر مداومت ہونا چاہیے

۶۹۲. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ : قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَاعَبْدَاللّٰهِ لَاتَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُوْمُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ . مُتَّفَقٌ عَلَيْه .

(۶۹۲) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عبداللہ تم فلاں شخص کی طرح نہ ہونا پہلے وہ رات کو قیام کرتا تھا پھر اس نے چھوڑ دیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۶۹۲): صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب ما يكره من ترك قيام الليل . صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب النهى عن صوم الدهر.

کلمات حدیث: قيام الليل : رات کو کھڑا ہونا، یعنی تہجد پڑھنا۔

شرح حدیث: متعدد احادیث میں ارشاد ہوا کہ آدمی اگر نفلی اعمال میں سے کوئی عمل شروع کرے تو پھر استقامت کے ساتھ قائم رہے اور اسے ہمیشہ کرے کیونکہ کسی عمل خیر کا شروع کرنا ایسا ہے جیسے اللہ تعالیٰ سے عہد کرلیا ہو کہ اب میں یہ کام کروں گا اور جب اللہ سے عہد کرلیا تو اس کی تکمیل اور عہد کا ایفاء ضروری ہے۔

(فتح الباري : ١/١٢٤ـ روضة المتقين : ٢/٢٣٢ـ دليل الفالحين : ٣/١٣٩)

الباب (۸۸)

اِسْتِحْبَابِ طِيْبِ الْكَلَامِ وَطَلَاقَةِ الْوَجْهِ عِنْدَ اللِّقَاءِ

کلامِ طیب اور خندہ پیشانی سے ملاقات کا استحباب

۲۴۴. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''آپ اپنے بازو مؤمنین کے لیے پست کر دیجیے۔'' (الحجر:۸۸)

تفسیری نکات: دعوتِ دین کا کام دنیا کا سب سے مشکل کام ہے اور اس کام میں پیش آنے والی تکالیف مصیبتیں اور مشقتیں بھی حد سے زیادہ ہیں اس میں نرمی شفقت اور مہربانی کی بہت زیادہ ضرورت ہے اس لیے آپ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مؤمنین کی جو جماعت آپ ﷺ کے ساتھ ہے ان کے ساتھ بہت مہربانی شفقت اور محبت سے پیش آئیں۔ (معارف القرآن)

۲۴۵. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اگر آپ تندخو اور سخت دل ہوتے تو یہ یقیناً آپ کے پاس سے چھٹ جاتے۔'' (آل عمران:۱۵۹)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ مخاطبین دعوت سے بہت نرمی خوش خلقی اور لطف و مہربانی سے پیش آئیں کیونکہ دعوت و تبلیغ دین کا جو فریضہ آپ ﷺ کے سپرد ہے وہ اسی طرح انجام پا سکتا ہے۔ اگر آپ ﷺ میں یہ اخلاقِ حمیدہ اور اوصافِ کریمانہ نہ ہوتے تو لوگ آپ کے گرد جمع نہ ہوتے۔ (معارف القرآن)

---

۶۹۳. وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۶۹۳) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آگ سے بچو اگر چہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعہ ہو، اگر کسی کے پاس یہ بھی نہ ہو تو اچھی بات کے ذریعے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۶۹۳): صحیح البخاری ، کتاب الادب ، باب طیب الکلام ، صحیح مسلم ، کتاب الزکوٰۃ ، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ .

کلماتِ حدیث: شق : ٹکڑا۔ شق تمرۃ : کھجور کا ٹکڑا۔

شرحِ حدیث: اللہ تعالیٰ کے یہاں فلاح ونجات کا مدار رضائے الٰہی پر ہے اور رضائے الٰہی ایسے عمل سے حاصل ہوتی ہے جو خلوص اور نیت حسنہ کے ساتھ کیا گیا ہو خواہ وہ اہل دنیا کی نظروں میں بہت چھوٹا اور بہت معمولی ہو، خواہ وہ اتنا چھوٹا اور اس قدر معمولی ہو جتنا کھجور کا ایک ٹکڑا صدقہ کر دینا۔ ﴿ فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ﴾ جس نے ایک ذرّہ کے برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔ اور اگر کسی کو کھجور کا ایک ٹکڑا بھی میسر نہ ہو تو کوئی اچھی بات کہہ دے۔ (دلیل الفالحین : ۱٤۲/۳ ، روضة المتقین : ۲۳۳/۲)

یہ حدیث اس سے پہلے بیان کثرۃ طرق الخیر (حدیث ۱۳۹) میں گزر چکی ہے۔

●●●●●●●●●●●●

۶۹۴. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهُوَ بَعْضُ حَدِيْثٍ تَقَدَّمَ بِطُوْلِهِ.

(۶۹۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اچھی بات بھی صدقہ ہے۔ (متفق علیہ) یہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے۔ مفصل حدیث اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث (۶۹۴): صحیح البخاری ، کتاب الصلح ، باب فضل الاصلاح بین الناس و العدل بینهم . صحیح مسلم ، کتاب الزکوٰة ، باب بیان ان اسم الصدقة یقع علی کل نوع من المعروف .

شرحِ حدیث: دین کی ہر بات کلمہ طیبہ ہے معنی یہ ہیں کہ کسی کو دین کی کوئی بات بتا دینا بھی صدقہ ہے۔ (دلیل الفالحین : ۱٤٤/۳)

یہ حدیث اس سے پہلے باب بیان کثرۃ طرق الخیر حدیث ۱۲۲ میں گزر چکی ہے۔

●●●●●●●●●●●●

۶۹۵. وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَاتَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا وَّلَوْ اَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلِيْقٍ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۶۹۵) حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی نیک کام کو حقیر نہ سمجھو اگرچہ وہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۶۹۵): صحیح مسلم ، کتاب البر ، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء .

کلماتِ حدیث: بوجه طلیق : متبسم اور کھلے ہوئے چہرے کے ساتھ۔

شرحِ حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ کسی بھی نیکی کو معمولی اور بے حقیقت نہ سمجھو حتیٰ کہ اگر تم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملاقات کرو، کیونکہ انسان کا چہرہ اس کے باطن کا آئینہ ہے۔ اگر کسی سے ملاقات کے وقت چہرے پر مسرت اور بشاشت کے اثرات ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے مؤمن بھائی کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور دوسرا جب اسے اس طرح خندہ پیشانی سے ملتا ہوا دیکھے گا تو وہ بھی خوش ہوگا اور مؤمن کا خوش کرنا اور اس سے محبت سے اور مودت سے پیش آنا نیکی ہے۔ (دلیل الفالحین : ۱٤٤/۳)

الباب (۸۹)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ بَيَانِ الْكَلَامِ وَاِيْضَاحِهِ لِلْمُخَاطَبِ وَتَكْرِيْرِهِ لِيَفْهَمْ اِذَا لَمْ يَفْهَمْ اِلَّا بِذٰلِكَ

مفصل اور واضح کلام کا استحباب اور مخاطب کے عدمِ فہم کے پیشِ نظر بات کو مکرر کہنا

رسول اللہ ﷺ کا اہم بات کو تین مرتبہ دہرانا

۶۹۶. عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ اَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتّٰى تُفْهَمَ عَنْهُ وَاِذَا اَتٰى عَلٰى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۶۹۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بات فرماتے تو اسے تین مرتبہ دہراتے تا کہ خوب سمجھ لی جائے اور جب کسی قوم کے پاس تشریف لاتے تو انہیں تین مرتبہ سلام فرماتے ۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۶۹۶): صحيح البخاري، كتاب العلم، باب من اعاد الحديث ثلاثاً .

کلماتِ حدیث: اعادها : اسے دہراتے ۔ أعادَ إعادة (باب افعال) دہرانا، لوٹانا ۔ عاد عوداً : (باب نصر) لوٹنا ۔

شرحِ حدیث: رسولِ کریم ﷺ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ دین کے احکام اور شریعت کی باتوں کو بہت واضح کر کے بیان فرماتے اور بات کو تین مرتبہ ارشاد فرماتے تا کہ سب بخوبی سمجھ لیں ذہن نشین کر لیں اور کلماتِ طیبہ کو حفظ کر لیں خاص طور پر جبکہ حاضرین کی تعداد زیادہ ہوتی تھی تو یہ اہتمام فرماتے تا کہ بات ہر شخص تک پہنچ جائے اور کوئی محروم نہ رہے اسی طرح سلام تین مرتبہ یعنی زیادہ تعداد میں حاضرین ہوتے تو دائیں جانب، بائیں جانب اور سامنے سلام فرماتے ۔ اسی طرح استیذان (گھر میں آنے کی اجازت طلب کرنے) کے وقت تین مرتبہ سلام فرماتے ۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ اگر تم میں سے کوئی گھر میں آنے کی تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور اسے اجازت نہ ملے تو وہ واپس ہو جائے اور صحابہ کرام کے یہاں استیذان کا طریقہ یہی تھا کہ جس کے گھر جاتے تو دروازے کے باہر السلام علیکم کہتے تھے ۔ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تکرارِ کلام اور تکرارِ سلام تفہیم کے لیے ہوتا تھا تا کہ آپ کی بات بخوبی سمجھ لی جائے ۔ سلام کے تکرار کی ایک توجیہ محدثین نے یہ فرمائی ہے کہ جب آپ ﷺ کسی گھر میں تشریف لے جاتے تو استیذان کے لیے سلام فرماتے، پھر جب اندر تشریف لے جاتے تو سلام کرتے اور پھر رخصت ہونے کے وقت سلام فرماتے ۔

(فتح الباري : ۱/۲۹۸ ۔ ارشاد الساري : ۱/۲۸۶ ۔ دليل الفالحين : ۳/۱۴۴)

رسول اللہ ﷺ کی گفتگو واضح اور صاف ہوتی تھی

۶۹۷. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ كَلَامُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَامًا

فَصْلاً يَفْهَمُه' كُلُّ مَنْ يَسْمَعُه' . رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ .

(٦٩٧) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صاف اور واضح گفتگو فرماتے جسے ہر سننے والا سمجھ لیتا۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث (٦٩٧): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب الهدی فی الکلام .

کلماتِ حدیث: كلاماً فصلاً : یعنی آپ ﷺ کی گفتگو میں الفاظ واضح صاف اور جدا جدا ہوتے تھے اور ہر سننے والا بخوبی سمجھ بھی لیتا تھا اور الفاظ بھی ذہن نشین ہو جاتے تھے۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ جب گفتگو فرماتے تو ٹھہر ٹھہر کر فرماتے۔ ہر لفظ جدا جدا واضح اور صاف ہوتا اور ہر لفظ کے حروف بھی واضح اور صاف ہوتے یہاں تک کہ اگر سننے والا کلام کے الفاظ کو گننا چاہے تو وہ گن سکتا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ کلامِ نبوت میں معانی اور الفاظ دونوں ہی مقصود ہیں جس طرح معنی کے واضح ہونے اور مفہوم کے روشن ہونے کی اہمیت تھی اسی طرح الفاظ نبوت ﷺ کی اہمیت تھی۔ (روضة المتقین : ٢/٢٣٤۔ دلیل الفالحین : ٣/١٤٦)

الباب (۹۰)

بَابُ اِصْغَآءِ الْجَلِيْسِ لِحَدِيْثِ جَلِيْسِهِ الَّذِیْ لَيْسَ بِحَرَامٍ وَاسْتِنْصَاتِ الْعَالِمِ وَالْوَاعِظِ حَاضِرِیْ مَجْلِسِهِ

ہم نشیں کی ایسی بات جو نا جائز نہ ہو توجہ سے سننا اور عالم یا واعظ کا حاضرین مجلس کو خاموش کرانا

میرے بعد کفر کی طرف مت لوٹو

۶۹۸. عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ: "اِسْتَنْصِتِ النَّاسَ" ثُمَّ قَالَ: لَاتَرْجِعُوْا بَعْدِیْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۶۹۸) حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر مجھ سے فرمایا کہ تم لوگوں کو خاموش کرواؤ۔ پھر فرمایا کہ تم میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۶۹۸): صحیح البخاری، کتاب العلم، باب الانصات للعلماء.

کلمات حدیث: استنصت: لوگوں کو خاموش کراؤ۔ استنصات (باب استفعال) کسی سے خاموش ہو جانے کے لیے کہنا، خاموش رہنے کی درخواست کرنا۔ نصت نصا (باب ضرب) خاموش رہنا۔ اذا قریء القرآن فانصتوا له: جب قرآن کی تلاوت کی جائے تو اس کے سننے کے لیے خاموشی اختیار کرلو اور پوری توجہ اس کی طرف مبذول کرلو۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع ارشاد فرمایا تو حاضرین اور سامعین کی ایک بڑی تعداد آپ ﷺ کے ارشادات سننے کے لیے موجود تھی، اس لیے آپ ﷺ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ لوگوں سے کہیں کہ خاموش ہو جائیں۔ یہ حج رسول اللہ ﷺ کا آخری حج تھا اس میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو اور ان کے توسط سے پوری امت کو بہت اہم اور وقیع ہدایات فرمائیں اور تبلیغ شریعت اور دعوت دین کا حکم فرمایا اور کہا کہ جو یہاں موجود ہیں وہ دین کی ان باتوں کو ان لوگوں تک پہنچائیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔

اس خطبہ میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اے لوگوں میرے بعد تم کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو" اس جملے کے علماء نے متعدد مفہوم بیان کیے ہیں، خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہیں کہ ایک دوسرے کو کافر قرار دے کر آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہ کرنا۔ قاضی اور نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تم کافروں کے مشابہ اور ان جیسے نہ ہو جانا کہ جیسے وہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں تم بھی ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو۔

(عمدة القاري: ۲/۲۸۲۔ إرشاد الساري: ۱/۳۱۸۔ فتح الباري: ۱/۳۱۲۔ شرح صحیح مسلم للنووي. ۲/۴۸)

البَابُ (۹۱)

بَابُ الوَعظِ وَالِاقتِصَادِ فِيهِ
وعظ ونصیحت میں اعتدال

۲۴۶. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ ٱدۡعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلۡحِكۡمَةِ وَٱلۡمَوۡعِظَةِ ٱلۡحَسَنَةِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

''اپنے رب کے راستے کی طرف دانائی اوراچھے وعظ کے ذریعے بلاؤ۔'' (النحل:۱۲۵)

تفسیری نکات: یہ آیت کریمہ دعوت وتبلیغ کا ایک مکمل نصاب ہے اس میں دعوت کے اعلیٰ ترین اصولوں کو چند مختصر الفاظ کی لڑی میں پرودیا گیا ہے۔ دعوت دین انبیاء علیہم السلام کا فریضہ منصبی ہے۔ قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کے داعی الی اللہ ہونے کے وصف کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿ وَدَاعِيًا إِلَى ٱللَّهِ بِإِذۡنِهِۦ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ﴾ (الاحزاب:۴۶)

رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آپ ﷺ کے بعد نبوت ورسالت کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے منقطع ہو چکا ہے، اس لیے کارِ دعوت امت کے سپرد فرمادیا گیا، ارشاد ہوا ہے۔

﴿ وَلۡتَكُن مِّنكُمۡ أُمَّةٌ يَدۡعُونَ إِلَى ٱلۡخَيۡرِ وَيَأۡمُرُونَ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِ ﴾

(آل عمران:۱۰۴)

''تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو خیر کی طرف دعوت دے نیک کاموں کا حکم کریں اور برے کاموں سے روکیں۔''

فرمایا کہ تم اپنے رب کے راستے یعنی دین اسلام کی جانب لوگوں کو بلاؤ حکمت کے ساتھ اور اچھی نصیحت کے ساتھ۔ حکمت سے وہ طریقہ دعوت مراد ہے جس میں مخاطب کے احوال کی رعایت سے ایسی تدبیر اختیار کی گئی ہو جو مخاطب کے دل پر اثر انداز ہو سکے اور نصیحت سے مراد یہ ہے کہ عنوان بھی نرم اور دلنشین ہو۔ غرض حکمت سے مراد وہ بصیرت ہے جس کے ذریعے انسان مقتضیات احوال کو معلوم کر کے اس کے مناسب کلام کرے وقت اور موقعہ ایسا تلاش کرے کہ مخاطب پر بار نہ ہو اور موعظت کے معنی ہیں کسی خیر خواہی کی بات کو اس طرح کہا جائے کہ اس سے مخاطب کا دل قبولیت کے لیے نرم ہو جائے۔ (معارف القرآن)

وعظ میں میانہ روی کا راستہ اختیار کیا جائے

۶۹۹. وَعَنْ اَبِيْ وَآئِلٍ شَقِيْقِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ : كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُذَكِّرُنَا فِيْ كُلِّ

خَمِیسٍ مَرَّةً: فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ: یَا اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ لَوَدِدْتُ اَنَّکَ ذَکَّرْتَنَا کُلَّ یَوْمٍ فَقَالَ: اَمَا اِنَّهٗ یَمْنَعُنِیْ مِنْ ذٰلِکَ اَنِّیْ اَکْرَهُ اَنْ اُمِلَّکُمْ وَاِنِّیْ اَتَخَوَّلُکُمْ بِالْمَوْعِظَةِ کَمَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَخَوَّلُنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّامَةِ عَلَیْنَا. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

"یَتَخَوَّلُنَا: یَتَعَهَّدُنَا"

(٦٩٩) حضرت ابووائل شقیق بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں ہر جمعرات کو وعظ فرماتے تھے۔ کسی نے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن میں چاہتا ہوں کہ آپ ہمیں روزانہ نصیحت فرمایا کریں۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے لیے روزانہ وعظ ونصیحت سے یہ امر مانع ہے کہ کہیں میں تمہیں اکتاہٹ میں نہ ڈال دوں میں وعظ ونصیحت میں تمہارا اسی طرح خیال رکھتا ہوں جس طرح رسول اللہ ﷺ اکتاہٹ کے ڈر سے ہمارا خیال فرماتے تھے۔

یتخولنا: ہمارا خیال رکھتے تھے، ہماری رعایت رکھتے تھے۔

تخریج حدیث (٦٩٩): صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من جعل للاهل العلم أیاماً معلومة.

کلمات حدیث: أتخولكم بالموعظة: میں نصیحت میں تمہارا خیال رکھتا ہوں اور تمہاری مصلحت کو ملحوظ رکھتا ہوں۔ خال المال تخولاً (باب تفعل) اصلاح اور درستگی کرنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کی تعلیم وتربیت اور دین کی تفہیم میں ان کے ساتھ بہت نرمی اور شفقت فرماتے نصیحت اور موعظت میں اس بات کا خیال رکھتے کہ جب سننے والوں کی طبیعت میں نشاط اور اشتیاق موجود ہو اور بات کے سننے اور اس پر عمل کرنے کی رغبت موجود ہو جب نصیحت کی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ کثرت موعظت سے طبیعت میں اکتاہٹ پیدا ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو وعظ فرمایا کرتے تھے آپ سے درخواست کی گئی کہ آپ روزانہ وعظ فرمایا کریں تو آپ نے اسوۂ حسنہ بیان فرمایا اور کہا کہ میں بھی اسی بات کا خیال رکھتا ہوں اور اس لیے روزانہ وعظ ونصیحت کو مناسب نہیں سمجھتا۔

(فتح الباري: ١/٦٨٨۔ إرشاد الساري: ١/٢٤٨)

جمعہ کا خطبہ مختصر نماز لمبی ہونی چاہیے

٧٠٠. وَعَنْ اَبِی الْیَقْظَانِ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ طُوْلَ صَلٰوةِ الرَّجُلِ وَقِصَرَ خُطْبَتِهٖ مَئِنَّةٌ مِنْ فِقْهِهٖ: فَاَطِیْلُوا الصَّلٰوةَ وَاَقْصِرُوا الْخُطْبَةَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"مَئِنَّةٌ" بِمِیْمٍ مَفْتُوْحَةٍ ثُمَّ هَمْزَةٍ مَکْسُوْرَةٍ ثُمَّ نُوْنٍ مُشَدَّدَةٍ اَیْ عَلَامَةٌ دَالَّةٌ عَلٰی فِقْهِهٖ.

(٧٠٠) حضرت ابوالیقظان عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ

آدمی کے فقہ کی علامت یہ ہے کہ نماز لمبی اور خطبہ مختصر ہو تو نماز لمبی کرو اور خطبہ مختصر کرو۔ (مسلم)

مئنة : فقہ پر دلالت کرنے والی علامت۔

تخریج حدیث (٧٠٠): صحیح مسلم، کتاب الجمعه، باب تخفیف الصلاة و الخطبة .

راوی حدیث: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سابقین اسلام میں سے ہیں حضرت عمار اور حضرت صہیب بن سنانؓ نے دار ارقم میں ایک ساتھ اسلام قبول کیا اس وقت تک تیس سے زائد افراد اسلام قبول کر چکے تھے۔ والد، والدہ اور بھائی شہید ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے آلِ عمار تمہیں بشارت ہو جنت تمہاری منتظر ہے۔ آپؓ سے ١٦٢ احادیث مروی ہیں جن میں سے دو متفق علیہ ہیں۔ جنگ صفین میں شہید ہوئے۔ (الاصابة في تمييز الصحابة)

کلماتِ حدیث: الفقه : جاننا، سمجھنا، فہم اور سمجھ، احکامِ شرعیہ کا اس کے تفصیلی دلائل کے ساتھ جان لینا اور سمجھ لینا۔ فقیه : فقہ کا جاننے والا جمع فقہاء۔

شرحِ حدیث: رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ امام کے فقہ کی علامت یہ ہے کہ خطبہ مختصر کرے اور نماز طویل کرے کہ نماز اصل مقصود ہے اور خطبہ نماز ہی کی تمہید ہے اور اصل کو مقدم کرنا ضروری ہے، نیز یہ کہ خطبہ کا مخاطب نمازی ہیں اور نماز میں اللہ سے مناجات ہے، مناجات رب بندوں سے خطاب پر مقدم ہے۔ اس لیے خطبہ میں اختصار چاہیے اور نماز کو طویل کیا جائے یعنی میانہ روی اور اعتدال کے ساتھ یعنی یہ کہ خطبہ ایسا طویل نہ ہو کہ نمازیوں پر گراں ہو اور نہ نماز اتنی مختصر ہو کہ ارکان کا اعتدال مجروح ہو جائے۔ اس اعتبار سے یہ حدیث ان احادیث کو معارض نہیں ہے جو نماز کے مختصر کرنے اور زیادہ طویل نہ کرنے کے بارے میں ہیں کہ وہاں بھی قصد و اعتدال مقصود ہے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ١٣٨/٦ ـ روضة المتقين : ٢٣٧/٢ ـ دليل الفالحين : ١٤٩/٣)

نماز میں بات کرنا مفسدِ نماز ہے

٧٠١. وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : "بَيْنَا اَنَا اُصَلِّي مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَطَسَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِاَبْصَارِهِمْ! فَقُلْتُ وَاثُكْلَ اُمِّيَاهُ مَاشَأْنُكُمْ تَنْظُرُوْنَ اِلَيَّ؟ فَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَ بِاَيْدِيْهِمْ عَلٰى اَفْخَاذِهِمْ فَلَمَّا رَاَيْتُهُمْ يُصَمِّتُوْنَنِي لٰكِنِّي سَكَتُّ فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبِاَبِيْ هُوَ وَاُمِّيْ مَارَاَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهٗ وَلَابَعْدَهٗ اَحْسَنَ تَعْلِيْمًا مِنْهُ فَوَاللّٰهِ مَاكَهَرَنِيْ وَلَاضَرَبَنِيْ وَلَاشَتَمَنِيْ قَالَ : "اِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَايَصْلُحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ اِنَّمَا هِيَ التَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ وَقِرَاءَ ةُ الْقُرْاٰنِ اَوْكَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ وَقَدْ جَآءَ اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ وَاِنَّ مِنَّا رِجَالاً يَاتُوْنَ الْكُهَّانَ؟ قَالَ "فَلا تَأْتِهِمْ" قُلْتُ، : وَمِنَّا رِجَالٌ يَتَطَيَّرُوْنَ؟ قَالَ : " ذَاكَ شَيْءٌ يَجِدُوْنَهٗ فِيْ صُدُوْرِهِمْ فَلا

يَصُدَّنَّهُمْ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ

" الثُّكْلُ! " بِضَمِّ الثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ! الْمُصِيبَةُ وَالْفَجِيعَةُ : "مَاكَهَرَنِيْ" اِيْ مَانَهَرَنِيْ .

(۷۰۱) حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ نمازیوں میں سے کسی کو چھینک آ گئی میں نے کہا یرحمک اللہ لوگ مجھے دیکھنے لگے تو میں نے کہا کہ ہائے میری ماں کی جدائی! تم مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو اس پر وہ لوگ رانوں پر اپنے ہاتھ مارنے لگے۔ میں نے دیکھا کہ وہ مجھے خاموش کرانا چاہتے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے، میرے ماں اور باپ آپ ﷺ پر قربان میں نے آپ ﷺ جیسا معلم نہ پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ بعد میں کبھی دیکھا جو آپ ﷺ کی طرح عمدگی سے تعلیم دینے والا ہو، اللہ کی قسم! نہ آپ ﷺ نے مجھے سرزنش کی نہ مارا اور نہ برا کہا۔ بلکہ فرمایا نماز میں اس طرح کوئی بات درست نہیں ہے۔ یہ تو تسبیح ہے تکبیر ہے اور قرآتِ قرآن ہے۔ یا جس طرح آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) میں ابھی اپنے دورِ جاہلیت کے قریب ہوں اور اللہ کی رحمت سے اب اسلام لایا ہوں ہم میں سے کچھ لوگ کاہنوں کے پاس بھی جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے پاس نہ جاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ ہم میں سے کچھ فال لیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایسی بات ہے جسے وہ اپنے سینوں میں پاتے ہیں ہرگز وہ شگون ان کو کام سے نہ روکے۔ (مسلم)

ثکل : مصیبت، آفت۔ ماکھرنی : مجھے سرزنش نہیں کی۔

تخریج حدیث (۷۰۱): صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلاۃ و نسخ ما کان من اباحتہ

راوی حدیث: حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ ہجرت کے بعد کسی وقت اسلام لائے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب میں کہا ہے کہ صحابی ہیں مدینہ منورہ آئے اور وہیں مقیم ہو گئے آپ سے ۱۳ احادیث مروی ہیں۔ (دلیل الفالحین : ۳/ ۱۵۰)

کلماتِ حدیث: فرمانی القوم بابصارھم : لوگوں نے مجھے تیز نظروں سے دیکھا۔ و اثکل امیاہ : عرب کا ایک محاورہ، ماں کا غم اپنے بچے کے مرنے پر، یعنی افسوس کی بات ہے۔ کھان : کاہن کی جمع کہانت، مستقبل کی باتیں بتانا۔ یتطیرون : فال لیتے ہیں، شگون لیتے ہیں۔ طیرہ: بدشگونی، پرندے کے اڑنے سے بدشگونی لینا۔

شرحِ حدیث: رسولِ کریم ﷺ کے اخلاق حسنہ اور صفاتِ حمیدہ کی وہ شخص قسمیں کھا کر گواہی دے رہا ہے جو ابھی جاہلیت سے نکل کر اسلام میں داخل ہوا، اسے ہنوز آدابِ صلاۃ کا بھی علم نہیں ہے اور ابھی وہ شگون بھی لیتا ہے اور کاہنوں کے پاس جاتا ہے۔ مگر یہ شخص کہہ رہا ہے کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہو جائیں ایسا معلم ایسا ہادی ایسا رہنما نہ پہلے کبھی دیکھا اور نہ کبھی بعد میں دیکھا۔

نماز نفل ہو یا فرض نماز میں ہر طرح کا کلام ممنوع ہے۔ ناگزیر ضرورت کے موقع پر مرد تسبیح (سبحان اللہ) کہے اور عورت تصفیق کرے۔

ستاروں کی مدد سے یا کسی اور طرح مستقبل گوئی (کہانت یا نجوم) اسلام میں جائز نہیں ہے اس لیے کہ تقدیر پر ایمان لانا جزو ایمان ہے اور کہانت اور نجوم کے ذریعے مستقبل میں ہونے والی کسی بات کو جاننے کا دعویٰ اور پھر اس پر یقین کر لینا تقدیر پر ایمان کے برخلاف

اوراس کے معارض ہے۔ مؤمن کا عقیدہ ونؤمن بالقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ۔ کہ ہم ایمان لاتے ہیں اس تقدیر پر اچھی ہو یا بری جو اللہ نے ہماری مقرر اور مقدر فرما دی ہے۔ پر ہے اور مستقبل گوئی اور اس پر یقین کرنا اس سے ہم آہنگ نہیں ہے اور اس عمل پر حاصل ہونے والی اجرت حرام ہے۔

بدفالی اور بدشگونی بھی نفس میں آنے والا ایک تصور وخیال ہے جو شیطانی القاء ہے اس لیے اس پر عمل نہیں کرنا چاہیے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ١٨/٥ ـ روضة المتقين : ٢/ ٢٤٠ ـ دليل الفالحين : ٣/ ١٥٠)

رسول اللہ ﷺ کا ایک مؤثر وعظ

٧٠٢. وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْعِظَةً وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ وَذَرِفَتْ مِنْهَاالْعُيُوْنُ . وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَقَدْ سَبَقَ بِكَمَالِهِ فِيْ بَابِ الْاَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى السُّنَّةِ وَذَكَرْنَا اَنَّ التِّرْمِذِىَّ قَالَ : اِنَّهٗ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(٧٠٢) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ ایسا مؤثر وعظ ارشاد فرمایا کہ ہمارے دل لرز اٹھے اور آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

یہ حدیث مکمل اس سے پہلے باب الامر بالمحافظۃ علی السنۃ میں گزر چکی ہے اور ہم ذکر کر چکے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث (٧٠٢): الجامع للترمذى، ابواب العلم، باب الاخذ بالسنة واجتناب البدعة .

کلماتِ حدیث: وجلت : دل لرز اٹھے، ڈر گئے۔ ذرفت : آنسو بہہ نکلے۔

شرح حدیث: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اس قدر دل میں اتر جانے والی نصیحت فرمائی اور اس قدر دل سوز باتیں ارشاد فرمائیں کہ ہمارے دل کانپ اٹھے اور ہماری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ یہ حدیث اور اس کی شرح اس سے پہلے (حدیث ١٥٨) میں گزر چکی ہے۔

الباب (۹۲)

بَابُ الْوَقَارِ وَالسَّكِيْنَةِ
وقار اور سکون کا بیان

جاہلانہ طرزِ گفتگو سے پرہیز کرنا عبادالرحمٰن کی صفت ہے

۷۴۲. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''رحمٰن کے بندے ایسے ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے جاہلانہ گفتگو کرتے ہیں تو وہ سلام کہہ کر گزر جاتے ہیں۔'' (الفرقان:۶۳)

تفسیری نکات: اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا وہی اس کا خالق اس کا رازق اور اس کا رب ہے اور انسان اللہ کا بندہ ہے اور بندگی کا مقتضا یہ ہے کہ بندہ اللہ کے ہر حکم کو مانے تسلیم کرے اور برضا و رغبت اس کے مطابق عمل کرے۔ جب اللہ پر ایمان رکھنے والا اللہ کا بندہ اس کی عبودیت میں سرشار ہو جاتا ہے تو اس میں بے شمار خوبیاں اور لاتعداد محاسن پیدا ہو جاتے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ کے بندے زمین میں بہت وقار تواضع اور سکون کے ساتھ چلتے ہیں اور ان کے چلنے کا یہ انداز اس لیے بن جاتا ہے کہ ان کے قلب و دماغ اور ان کے سارے وجود پر اللہ کی کبریائی اور اس کی عظمت محیط رہتی ہے۔ جیسا کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مومنین مخلصین کے تمام اعضاء و جوارح سب اللہ کے سامنے اظہار عجز و نیاز کرتے ہیں اور خشیتِ الٰہی سے پر سکون ہو جاتے ہیں۔ وہ کسی جاہلانہ بات کی طرف دھیان نہیں دیتے بلکہ سلام کہہ کر گزر جاتے ہیں۔ (معارف القرآن)

آپ ﷺ اکثر اوقات تبسم فرماتے تھے

۷۰۳. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : مَارَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِكًا حَتّٰى تُرٰى مِنْهُ لَهَوَاتُهُ، إِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

اَللَّهَوَاتُ : جَمْعُ لَهَاةٍ : وَهِيَ اللَّحْمَةُ الَّتِيْ فِيْ أَقْصٰى سَقْفِ الْفَمِ .

(۷۰۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح کھل کر ہنستے ہوئے کبھی نہیں دیکھا کہ جس سے آپ ﷺ کے حلق کا کوا نظر آئے۔ آپ ﷺ صرف تبسم فرماتے تھے۔ (متفق علیہ)

لهوات جمع لهاة : حلق کا کوا۔ گوشت کا وہ ٹکڑا جو انتہائی حلق میں ہوتا ہے۔

تخریج حدیث(۷۰۳): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب التبسم و الضحك .

کلماتِ حدیث: مستجمعاً : پوری طرح کھل کر ہنسنے والے، یعنی رسول اللہ ﷺ کو پوری طرح کھل کر ہنستے ہوئے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ لھوات : لھاۃ کی جمع منہ کے اندر کے کنارے پر گوشت کا ٹکڑا۔ کوا۔

شرحِ حدیث: رسولِ کریم ﷺ وقار و سکون اور حسن معاشرت اور حسن اخلاق کے پیکر تھے آپ متبسم رہتے مگر پورے منہ کے ساتھ کھل کر نہ ہنستے تھے۔ علامہ مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انبیاء کا ہمیشہ یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ متبسم ہوتے مگر کھل کر نہ ہنستے تھے۔ بعض اوقات ہنستے بھی تھے اتنا جس سے دندانِ مبارک ظاہر ہو جائیں ایسے موقع پر آپ ﷺ دستِ مبارک منہ پر رکھ لیتے تھے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ فم مبارک سے روشنی نکلتی تھی جس کا اثر دیوار پر نمایاں ہوتا۔

(روضة المتقین : ۲/ ۲٤۱ ـ دلیل الفالحین : ۳/ ۱٥٤)

الباب (۹۳)

بَابُ النَّدْبِ اِلیٰ اِتْیَانِ الصَّلوٰۃِ وَالْعِلْمِ وَنَحْوِهِمَا مِنَ الْعِبَادَاتِ بِالسَّکِیْنَۃِ وَالْوَقَارِ

نماز، طلبِ علم اور دیگر عبادات کے لیے سکون ووقار کے ساتھ آنے کا استحباب

۲۴۸. قال اللّٰہ تعالیٰ :

﴿ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَـٰٓئِرَ ٱللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى ٱلْقُلُوبِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جو اللہ نے مقرر کی ہیں عظمت رکھے تو یہ دلوں کی پرہیز گاری میں سے ہے۔'' (الحج: ۳۲)

تفسیری نکات: شعائر جمع ہے شعیرہ کی اور اس کے معنی ہیں علامت اور نشانی۔ جو باتیں کسی مذہب کی علامات سمجھی جاتی ہیں ان کو شعائر کہتے ہیں۔ شعائر سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ احکام ہیں جو دین حنیف کی امتیازی علامات بن گئے ہیں۔ ان احکام کی تعظیم وتکریم لازمی ہے اور یہ تعظیم قلب کے تقویٰ کی علامت ہے۔ جن کے دل خشیتِ الٰہی سے لبریز ہوتے ہیں وہی ان شعائر کی تعظیم کرتے ہیں، کیونکہ دل کا تقویٰ انسان کے تمام اعمال، اقوال اور احوال پر اثر انداز ہوتا ہے۔ (معارف القرآن)

نماز میں دوڑ کر آنے کی ممانعت

۷۰۴. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: ''اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلوٰةُ فَلَا تَاْتُوْهَا وَاَنْتُمْ تَسْعَوْنَ وَاْتُوْهَا وَاَنْتُمْ تَمْشُوْنَ وَعَلَیْکُمُ السَّکِیْنَةُ فَمَا اَدْرَکْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَکُمْ فَاَتِمُّوْا، مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ : زَادَ مُسْلِمٌ فِیْ رِوَایَةٍ لَهٗ ! فَاِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا کَانَ یَعْمِدُ اِلَی الصَّلوٰةِ فَهُوَ فِی الصَّلوٰةِ .''

(۷۰۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب نماز کھڑی ہو جائے تو دوڑتے ہوئے نہ آؤ سکون اور وقار کے ساتھ چلتے ہوئے آؤ جو نماز امام کے ساتھ ملے وہ پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اسے پورا کر لو۔ (متفق علیہ)

ایک روایت میں مسلم نے یہ الفاظ زائد روایت کیے کہ تم میں سے جب کوئی نماز کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ نماز ہی میں ہوتا ہے۔

تخریج حدیث (۷۰۴): صحیح البخاری، کتاب الجمعه، باب المشی الی الجمعة . صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب اتیان الصلاة بوقار و سکینة .

کلماتِ حدیث: سکینة : اطمینان وسکون، حرکات میں آہستگی اور حالت وکیفیت میں وقار ملحوظ رکھنے کا نام سکینہ ہے۔

شرحِ حدیث: نماز کے لیے اطمینان اور سکون کے ساتھ جانا چاہیے دوڑتے بھاگتے نماز کے لیے جانا مناسب نہیں ہے اس کی وجہ

یہ ہے کہ جب آدمی نماز کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ نماز کا سلام پھیرنے تک نماز ہی میں رہتا ہے اس لیے اس عجلت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جس قدر نماز امام کے ساتھ ملے وہ امام کے ساتھ پڑھ لی جائے اور جو باقی رہ جائے وہ پوری کر لی جائے۔

(فتح الباري : ۱/ ۵۱۶ـ روضة المتقين : ۲/ ۲۴۲ـ دليل الفالحين : ۳/ ۱۵٦

سفر میں سواریوں کی دوڑانے کی ممانعت

۷۰۵. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ دَفَعَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَآءَهُ زَجْرًا شَدِيْدًا وَضَرْبًا وَصَوْتًا لِلْإِبِلِ، فَاَشَارَ بِسَوْطِهِ اِلَيْهِمْ وَقَالَ : "اَيُّهَاالنَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ فَاِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِالْاِيْضَاعِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَرَوٰى مُسْلِمٌ بَعْضَه .

"اَلْبِرُّ" : الطَّاعَةُ " وَالْاِيْضَاعُ" بِضَادٍ مُعْجَمَةٍ قَبْلَهَا يَآءٌ وَهَمْزَةٌ مَكْسُوْرَةٌ وَهُوَ: الْاِسْرَاعُ .

(۷۰۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ عرفہ کے دن آپ ﷺ کے ساتھ عرفات سے واپس لوٹ رہے تھے آپ ﷺ نے اپنے پیچھے بہت ڈانٹنے، مارنے اور اونٹوں کی آوازیں سنیں آپ ﷺ نے اپنے کوڑے سے ان کی طرف اشارہ فرمایا کہ اے لوگو! سکون اختیار کرو، نیکی سواریوں کو دوڑانے میں نہیں ہے۔ (بخاری)

مسلم نے اس حدیث کے کچھ حصے کو روایت کیا ہے۔

"بر" کے معنی طاعت کے ہیں اور "ایضاع" کے معنی تیز روی کے ہیں۔

تخریج حدیث (۷۰۵): صحیح البخاری، کتاب الحج، باب امر النبي ﷺ بالسكينة عند الافاضة .

کلمات حدیث: دفع : کوچ کیا، لوٹا۔ زجراً : دھکیلنا، دور کرنا۔

شرح حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عرفہ سے واپس آرہے تھے کہ آوازیں آئیں کہ لوگ اونٹوں کو مار کر ان کو تیز دوڑا رہے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ وقار اور سکون کے ساتھ چلو اور اونٹوں کے تیز دوڑانے میں کوئی نیکی نہیں ہے، نیکی تو حج کے وہ اعمال ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں۔

۹/ ذی الحجہ یوم عرفہ ہے، اس روز عرفات میں وقوف فرض ہے۔

(فتح الباري : ۱/ ۹۲۲ـ روضة المتقين : ۲/ ۲۴۴ـ دليل الفالحين : ۳/ ۱۵۷

البَابُ (۹٤)

بَابُ اِكْرَامِ الضَّيْفِ

مہمان نوازی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی کا واقعہ

۲۴۹. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ﴿٢٤﴾ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ ﴿٢٥﴾ فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ ﴿٢٦﴾ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ﴿٢٧﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے جب وہ ان کے پاس آئے تو سلام کیا اور انہوں نے بھی سلام کیا اور کہا کہ انجانے لوگ ہیں پھر اپنے گھر کی طرف چلے اور ایک تلا ہوا بچھڑا بھون کر لائے اور ان کے قریب کیا اور فرمایا کہ تم کھاتے کیوں نہیں؟'' (الذاریات:۲۴)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی کا ذکر ہے کہ جو فرشتے تھے جن کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اوّل انسان سمجھے ان کی بڑی عزت کی اور سلام کا جواب سلام سے دیا اور دل میں کہا کہ مہمان اجنبی ہیں پھر نہایت مہذب اور شائستہ پیرائے میں کہا کہ کیوں حضرات آپ کھانا نہیں تناول فرماتے۔ بالآخر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علم ہو گیا کہ یہ فرشتے ہیں۔

(تفسير عثماني)

مہمانوں کے اکرام کا خیال رکھنا ضروری ہے

۲۵۰. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ قَالَ يَا قَوْمِ هَٰؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ ﴾

وَجَآءَہ' قَوْمُہ' يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّئَاتِ قَالَ يٰقَوْمِ هٰؤُلَاءِ بَنَاتِىْ هُنَّ اَطْهَرُلَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَاتُخْزُوْنِ فِىْ ضَيْفِىْ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اور ان کی قوم ان کے پاس دوڑتی ہوئی آئی اور اس سے پہلے بھی وہ ان برائیوں کا ارتکاب کرتے تھے حضرت لوط علیہ السلام نے

فرمایا اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں کے سامنے رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی بھی سمجھدار آدمی نہیں ہے۔" (ہود:۷۸)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں بیان ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی ایک جماعت آئی جو سب حسین لڑکوں کی شکل میں تھے ان کی قوم کے لوگ دوڑتے ہوئے آئے کیونکہ وہ سب برے کاموں میں گرفتار تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے فرمایا کہ اے میری قوم کے لوگو! مجھے میرے مہمانوں کے سامنے شرمندہ نہ کرو تم میری بیٹیاں ہیں ان سے شادی کرلو۔ یہ زیادہ پاکیزہ ہیں۔ کیا تم میں ایک شخص بھی نہیں جو سیدھی سیدھی باتوں کو سمجھ کر نیکی اور تقویٰ کی راہ اختیار کرے۔

(تفسیر عثماني- معارف القرآن)

مہمانوں کا اکرام ایمان کا تقاضا ہے

۷۰۶. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بَاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُكْرِمْ ضَیْفَهٗ، وَمَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْلِیَصْمُتْ . مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

(۷۰۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی تکریم کرے اور جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے اور جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ بھلائی کی بات کہے یا خاموش رہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۷۰۶): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب من کان یؤمن باللّٰہ . صحیح مسلم، کتاب الادب، باب الحث علی اکرام الجار ولزوم الصمت الا من الخیر .

کلمات حدیث: ضیف : مہمان جمع ضیوف.

شرح حدیث: مہمان نوازی انبیاءِ کرام علیہم السلام کی سنت ہے اور بطورِ خاص حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر کامل اور مکمل ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ مہمان نوازی کرے۔ ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کی تخصیص سے مراد مبدا اور معاد پر ایمان ہے یعنی جس شخص کا یہ ایمان ہو کہ مجھے اللہ نے پیدا کیا ہے اور پھر مجھے حساب کتاب کے لیے اس کے سامنے پیش ہونا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ مہمان نوازی کے وصف سے متصف ہو۔ مہمان کی تکریم سے مراد یہ ہے کہ خوشی سے اور قلبی مسرت کے ساتھ اس کا استقبال کرے خود اس کی خدمت کرے اور فوری طور پر کھانے پینے کے لیے پیش کرے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وحی کی گئی کہ مہان کی تکریم کرو۔ انہوں نے مہمان کے لیے بھنی ہوئی بکری کا اہتمام کیا۔ پھر وحی آئی کہ مہمان کا اکرام کرو، انہوں نے بیل ذبح کیا، اس کے بعد پھر وحی آئی کہ مہمان کا اکرام کرو انہوں نے اونٹ ذبح کیا پھر وحی آئی کہ مہمان کا اکرام کرو تو آپ نے مہمان کی خود خدمت کی اس پر وحی آئی کہ ہاں اب تم نے مہمان کا اکرام کیا۔

اور جو شخص اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ صلہ رحمی کرے اور جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات کہے یا خاموش ہو جائے۔

یہ حدیث اس پہلے باب حق الجار والوصیۃ میں گزر چکی ہے۔ (روضة المتقین : ۲/۲٤٦ ۔ دلیل الفالحین : ۳/۱٦۰)

ایک دن ایک رات کی مہمانی مہمان کا حق ہے

۷۰۷. وَعَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ خُوَیْلِدِ بْنِ عَمْرٍو الْخُزَاعِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ "مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَهٗ جَآئِزَتَهٗ" : قَالُوْا وَمَا جَآئِزَتُهٗ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ: "یَوْمُهٗ وَلَیْلَتُهٗ" : وَالضِّیَافَةُ ثَلَاثَةُ اَیَّامٍ فَمَا کَانَ وَرَآءَ ذٰلِکَ فَهُوَ صَدَقَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ : "لَایَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یُقِیْمَ عِنْدَ اَخِیْهِ حَتّٰی یُؤْثِمَهٗ" قَالُوْا : یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَکَیْفَ یُؤْثِمُهٗ قَالَ یُقِیْمُ عِنْدَهٗ وَلَاشَیْءَ لَهٗ یَقْرِیْهِ بِهٖ .

(۷۰۷) حضرت ابوشریح خویلد بن عمرو خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو اسے اپنے مہمان کی تکریم کرنی چاہیے اور اس کا حق ادا کرنا چاہیے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایک دن اور رات کی مہمانی اور مہمان نوازی تین دن ہے اس سے زائد صدقہ ہے۔ (متفق علیہ)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ مسلمان کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ اپنے بھائی کے پاس اتنا ٹھہرے کہ اسے گنہگار کر دے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اسے گنہگار کیسے کرے گا فرمایا کہ اس کے پاس ٹھہرا رہے اور اس کے پاس اس کی مہمان نوازی کے لیے کچھ نہ رہے۔

تخریج حدیث (۷۰۷): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب اکرام الضیف و خدمته ایاه بنفسه . صحیح مسلم، کتاب اللقطة، باب الضیافة .

کلماتِ حدیث: جائزته : اس کا انعام۔ جائزة : عطیہ انعام، جمع جوائز۔ یؤثمه : اسے گناہ میں مبتلا کرے۔ اثم : گناہ جمع آثام۔ اثم اثما (باب سمع) گنہگار ہونا، گناہ کا ارتکاب کرنا۔

شرح حدیث: ایک شب و روز مہمان کی خصوصی خدمت کرے اور اس کی خاص تکریم کرے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شب و روز کی ضیافت کے کیا معنی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ایک شب و روز خاص تکریم کرے اور تحفہ یا ہدیہ دے اور تین دن مہمان نوازی کرے۔ ابوعبید نے کہا کہ ایک شب و روز خاص اہتمام کرے اور پھر باقی ایام معمول کے مطابق مہمان نوازی کرے اور اس قدر تحفہ یا ہدیہ دے دے جو اس کے ایک شب و روز کے سفر کو کافی ہو سکے۔ اسی سے ملتا جلتا مفہوم خطابی رحمہ اللہ نے بھی بیان فرمایا ہے۔

کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کے پاس اتنا قیام کرے کہ وہ گنہگار ہو جائے۔ یعنی مہمان کو چاہیے کہ اپنے میزبان کے پاس اتنا قیام نہ کرے کہ وہ تنگی میں پڑ جائے امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مہمان کو چاہیے کہ تین دن سے زیادہ قیام نہ کرے کہ ہو سکتا ہے کہ میزبان تنگ ہو جائے اور اپنے مہمان کی غیبت اور برائی کر کے گناہ میں مبتلا ہو یا اس کے بارے میں کوئی ایسا گمان دل میں لائے جو گناہ ہو۔ لیکن اگر میزبان اپنے مہمان سے تین دن کے بعد بھی ٹھہرنے کی درخواست کرے تو اس کا ٹھہرنا درست ہے۔

امام لیث رحمہ اللہ کے نزدیک ایک شب و روز کی مہمان نوازی واجب ہے اور دو دن کی ضیافت مستحب، جمہور فقہاء کے نزدیک مہمان نوازی مستحب ہے۔ (فتح انباري : ۱۸٤/۳۔ شرح صحیح مسلم للنووي : ۱٦/۲۔ دلیل الفالحین : ۱٦۰/۳)

باب (۹۵)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ التَّبْشِيرِ، وَالتَّهْنِئَةِ بِالْخَيْرِ

نیک کاموں پر بشارت اور مبارکباد دینے کے استحباب کا بیان

شریعت کی پابندی کرنے والوں کو بشارت دو

۲۵۱. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿١٧﴾ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''خوشخبری سنا دو میرے بندوں کو جو سنتے ہیں بات پھر چلتے ہیں اس کی اچھی باتوں پر۔'' (الزمر:۱۸)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں فرمایا کہ اللہ کے ان بندوں کو خوشخبری ہو جو اللہ کی اور اللہ کے رسول کی باتیں خوب دھیان سے اور توجہ سے سنتے ہیں اور ان میں سے اعلیٰ اعلیٰ ہدایات پر عمل کرتے ہیں یا یہ کہ اللہ کی باتیں سن کر ان بہترین باتوں پر عمل کرتے ہیں کہ اللہ کی ساری ہی باتیں بہترین ہیں۔ (تفسير مظهري۔ تفسير عثماني)

جہاد پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت

۲۵۲. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ﴿٢١﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''ان کا رب ان کو خوشخبری سناتا ہے اپنی طرف سے بڑی رحمت اور بڑی رضامندی اور ایسے باغوں کی ان کے لیے کہ ان میں دائمی نعمت ہوگی۔'' (التوبہ:۲۱)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو بشارت دیتے ہیں رحمت، رضوان اور جنت کی، رحمت نتیجہ ہے ایمان کا کہ بغیر ایمان کے رحمت متوجہ نہیں ہوگی، رضوان یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا صلہ ہے جہاد فی سبیل اللہ کا کہ مجاہد فی سبیل اللہ تمام لذتیں ترک کر کے دنیا کا ہر تعلق منقطع کر کے اللہ کے راستے میں مال کی بھی قربانی دیتا ہے اور جان کی بھی، اس لیے اس کا صلہ بھی سب سے اعلیٰ اور سب سے ارفع یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والا اللہ کی رضا کے لیے اپنا وطن چھوڑ کر نئی جگہ آ کر بس جاتا ہے اس لیے اس کا صلہ جنت ہے۔ (تفسير عثماني)

۲۵۳. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٣٠﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''خوشخبری سنو جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا تھا۔'' (فصلت: ۳۰)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ اللہ کے وہ بندے جنھوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر اس پر جم گئے اور استقامت اختیار کرلی یعنی دل سے اقرار کیا اور اس حقیقت کو قلب کی گہرائیوں میں جاگزیں کرلیا اور مرتے دم تک اسی یقین پر قائم رہے اور اس کے مقتضا پر اعتقاداً و عملاً جمے رہے اور اپنے رب کے عائد کیے ہوئے حقوق و فرائض کو سمجھا اور ان کے مطابق عمل کیا ان اللہ کے بندوں پر موت کے وقت قبر میں پہنچ کر اور قبروں سے اٹھائے جانے کے وقت اللہ کے فرشتے اترتے ہیں انہیں تسکین دیتے ہیں اور جنت کی بشارت سناتے ہیں اور انہیں ابدی راحت اور دائمی مسرت کی خوشخبری سناتے ہیں۔ (معارف القرآن۔ تفسیر مظهري)

۲۵۴. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ﴿١٠١﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''ہم نے ان کو ایک حلیم المزاج صاحبزادے کی بشارت دی۔'' (الصافات: ۱۰۱)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک حلیم الطبع فرزند یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ جن کے حلم و فرماں برداری کی کوئی مثال نہیں ملتی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ فوراً بلا تامل کہا کہ ابا جان جو حکم ملا ہے وہ کر گزریے آپ مجھے شکر گزار بندوں میں سے پائیں گے۔ (معارف القرآن)

۲۵۵. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اور ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے۔'' (ہود: ۶۹)

۲۵۶. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِن وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ ﴿٧١﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''ابراہیم کی اہلیہ کھڑی تھیں وہ ہنس پڑیں ہم نے ان کو بشارت دی اسحٰق کی اور اسحٰق کے بعد یعقوب کی۔'' (ہود: ۷۱)

تفسیری نکات: پانچویں اور چھٹی آیت میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب علیہم السلام

کی ولادت کی خوشخبری سنائی۔ حضرت سارہ علیہا السلام کے کوئی اولاد نہ تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی۔ قبولیت دعا اور اولاد کی خوشخبری لے کر فرشتے آئے کہ آپ کو اسحاق کی ولادت کی خوشخبری اور اسحاق کے یہاں یعقوب کی ولادت کی خوشخبری۔ فرشتوں کی خوشخبری سن کر حضرت سارہ ہنس پڑیں اور کہنے لگیں کہ کیا میں بڑھیا ہو کر اولاد جنوں گی اور میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں۔ فرشتوں نے کہا کہ تم اللہ کے حکم پر تعجب کر رہی ہو؟ اے گھر والو! تم سب پر اللہ کی رحمت ہو۔ (معارف القرآن)

حضرت زکریا علیہ السلام کے لیے بشارت

۲۵۷. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''پکار کر کہا اس سے فرشتوں نے جبکہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے محراب میں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بشارت دیتے ہیں یحییٰ کی۔''

(آل عمران:۳۹)

تفسیری نکات: ساتویں آیت میں حضرت زکریا علیہ السلام کو بشارت اور خوشخبری دیے جانے کا ذکر ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام لاولد تھے اور بوڑھے تھے اولاد کی کوئی امید باقی نہ رہی۔ حضرت مریم علیہا السلام پر اللہ کے فیضانِ رحمت کی بارش دیکھ کر بہت عاجزی اور زاری سے دعا کی کہ اللہ مجھے بھی اولاد دیدے۔ خوشخبری ملی کہ آپ کے فرزند ہوگا جس کا نام یحییٰ ہوگا، اور نبی صالح ہوگا۔

(معارف القرآن)

حضرت مریم علیہا السلام کے لیے ولادت کی بشارت

۲۵۸. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ إِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ ﴾ الْاٰيَةَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''جب فرشتوں نے کہا کہ اے مریم! بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں بشارت دیتے ہیں کہ ایک کلمہ جو من جانب اللہ ہوگا اس کا نام مسیح ہوگا۔'' (آل عمران:۴۵)

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ . وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَكَثِيْرَةٌ جِدًّا وَهِيَ مَشْهُوْرَةٌ فِي الصَّحِيْحِ مِنْهَا .

اس موضوع پر قرآن کریم میں متعدد آیات ہیں اور اسی طرح احادیث بھی بکثرت موجود ہیں جن میں سے بعض یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

تفسیری نکات: آٹھویں آیت میں حضرت مریم علیہا السلام کو بشارت کے دیے جانے کا ذکر ہے کہ فرشتے حضرت مریم علیہا السلام

کے پاس آئے اور انہیں ایک کلمہ کی خوشخبری سنائی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمہ اس لیے کہا گیا کہ وہ محض حکم الٰہی سے خلافِ عادت بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لقب ہے اس کے معنی مبارک ہیں کہ آپ جس بیمار کے جسم پر ہاتھ پھیر دیتے تھے وہ شفایاب ہوجاتا تھا۔ (معارف القرآن)

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے بشارت

۷۰۸. عَنْ اَبِیْ اِبْرَاهِیْمَ وَیُقَالُ اَبُوْمُحَمَّدٍ وَیُقَالُ اَبُوْمُعَاوِیَةَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفیٰ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَشَّرَ خَدِیْجَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَآ بِبَیْتٍ فِی الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَاصَخَبَ فِیْهِ. وَلَا نَصَبَ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

" اَلْقَصَبُ " هُنَا : اَللُّؤْلُؤُ الْمُجَوَّفُ " وَالصَّخَبُ " ! الصِیَاحُ وَاللَّغَطُ وَالنَّصَبُ " اَلتَّعَبُ ."

(۷۰۸) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی جن کی کنیت ابوابراہیم ابومحمد اور ابومعاویہ تھی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو خوشخبری دی کہ جنت میں ان کے لیے موتیوں کا گھر ہوگا جس میں نہ شور ہوگا اور نہ تھکاوٹ۔ (متفق علیہ)

قصب کے معنی ہیں۔ موتی: کھوکھلا موتی۔ صخب: شور۔ نصب: تکان۔

تخریج حدیث (۷۰۸): صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب تزوج النبي ﷺ خديجة. صحیح مسلم، کتاب الفضائل الصحابة، باب فضائل خديجة ام المؤمنين رضى الله عنها.

شرح حدیث: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی سب سے پہلی اہلیہ تھیں جن سے آپ کی اولاد ہوئی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر پچیس سال تھی اور آپ ﷺ کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رفاقت پچیس سال رہی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلے آپ کی تصدیق کی اور آپ ﷺ پر ایمان لائیں۔ رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہ کے بارے میں فرماتے کہ جب سارے قریش نے مجھے اور میری دعوت کو رد کیا وہ مجھ پر ایمان لائیں اور جب سارے مکہ نے میری تکذیب کی انہوں نے میری تصدیق کی اور جب سب نے مجھے محروم رکھا انہوں نے اپنے مال سے میری مدد کی۔ نبوت کے دسویں سال ان کی وفات ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں موتیوں کے گھر کی خوشخبری سنائی صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے، جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جبرئیل آئے اور کہا کہ یارسول اللہ! یہ خدیجہ آئی ہیں جو اپنے ساتھ برتن لائی ہیں جس میں سالن یا کھانا یا پینے کی کوئی شئے ہے جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کو ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام کہیں اور جنت میں موتیوں سے بنے ہوئے گھر کی بشارت دیدیں جس میں نہ شور ہوگا اور نہ تکان۔ طبرانی کی روایت میں ہے کہ یہ سن کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ ہی السلام ہے، اسی سے السلام ہے اور جبرئیل پر بھی السلام۔ اور سنن نسائی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے خدیجہ کو سلام کہا ہے یہ سن کر حضرت خدیجہ نے فرمایا کہ اللہ ہی السلام ہے اور جبرئیل پر سلام اور اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ پر السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہ سے بہت تعلق خاطر رکھتے اور اکثر انہیں یاد فرماتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ کی بہن حضرت ہالہ رضی اللہ عنہا تشریف لاتیں تو ان کے گھر میں آنے سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو ان کے استیذ ان سے حضرت خدیجہ کا استیذ ان یاد آجاتا اور آپ ﷺ فرماتے اے اللہ ہالہ ہو۔ (فتح الباري : ٣/٤٥٤ ـ إرشاد الساري : ٨/٢٩٤ ـ عمدة القاري : ١٦/٣٨٦)

بئر اریس کا واقعہ

٧٠٩. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ تَوَضَّأَ فِیْ بَیْتِهٖ ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ : لَاَلْزَمَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَاَ كُوْنَنَّ مَعَهٗ یَوْمِیْ هٰذَا، فَجَآءَ الْمَسْجِدَ فَسَاَلَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا: وَجَّهَ هٰهُنَا، قَالَ فَخَرَجْتُ عَلٰی اَثَرِهٖ اَسْاَلُ عَنْهُ حَتّٰی دَخَلَ بِئْرَ اَرِیْسٍ فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ حَتّٰی قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتَهٗ وَتَوَضَّأَ، فَقُمْتُ اِلَیْهِ فَاِذَا هُوَ قَدْ، جَلَسَ عَلٰی بِئْرِ اَرِیْسٍ وَتَوَسَّطَ قُفَّهَا وَكَشَفَ عَنْ سَاقَیْهِ وَدَلَّاهُمَا فِی الْبِئْرِ فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ ثُمَّ انْصَرَفْتُ فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ فَقُلْتُ : لَاَكُوْنَنَّ بَوَّابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْیَوْمَ : فَجَآءَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَدَفَعَ الْبَابَ فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ : اَبُوْبَكْرٍ فَقُلْتُ عَلٰی رِسْلِكَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُلْتُ : یَارَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا اَبُوْبَكْرٍ یَسْتَاْذِنُ فَقَالَ ائْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ، فَاَقْبَلْتُ حَتّٰی قُلْتُ لِاَبِیْ بَكْرٍ : اُدْخُلْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ یُبَشِّرُكَ بِالْجَنَّةِ، فَدَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ حَتّٰی جَلَسَ عَنْ یَمِیْنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَعَهٗ فِی الْقُفِّ وَدَلّٰی رِجْلَیْهِ فِی الْبِئْرِ كَمَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَكَشَفَ عَنْ سَاقَیْهِ ثُمَّ رَجَعْتُ وَجَلَسْتُ وَقَدْ تَرَكْتُ اَخِیْ یَتَوَضَّأُ وَیَلْحَقُنِیْ فَقُلْتُ اِنْ یُرِدِ اللّٰهُ بِفُلَانٍ یُرِیْدُ اَخَاهُ. خَیْرًا یَاْتِ بِهٖ، فَاِذَا اِنْسَانٌ یُحَرِّكُ الْبَابَ فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ عَلٰی رِسْلِكَ ثُمَّ جِئْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ وَقُلْتُ : هٰذَا عُمَرُ یَسْتَاْذِنُ ؟ فَقَالَ : اِئْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ " فَجِئْتُ عُمَرَ فَقُلْتُ اَذِنَ وَیُبَشِّرُكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ فَدَخَلَ فَجَلَسَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْقُفِّ عَنْ یَسَارِهٖ وَدَلّٰی رِجْلَیْهِ فِی الْبِئْرِ، ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ : اِنْ یُرِدِ اللّٰهُ بِفُلَانٍ خَیْرًا. یَعْنِیْ اَخَاهُ یَاْتِ بِهٖ، فَجَآءَ اِنْسَانٌ فَحَرَّكَ الْبَابَ : فَقُلْتُ : مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ : عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقُلْتُ : عَلٰی رِسْلِكَ، وَجِئْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ : " اِئْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ مَعَ بَلْوٰی تُصِیْبُهٗ "، فَجِئْتُ فَقُلْتُ اُدْخُلْ وَیُبَشِّرُكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

بِالْجَنَّةِ مَعَ بَلْوىٰ تُصِيبُكَ، فَدَخَلَ فَوَجَدَ الْقُفَّ قَدْ مُلِئَى فَجَلَسَ وِجَاهَهُمْ مِنَ الشِّقِّ الْاٰخَرِ قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ فَاَوَّلْتُهَا قُبُوْرَهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ : وَزَادَ فِي رِوَايَةٍ "وَاَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ الْبَابِ: وَفِيهَا اَنَّ عُثْمَانَ حِيْنَ بَشَّرَهُ حَمِدَ اللّٰهَ تَعَالىٰ ثُمَّ قَوْلُهُ "وَجَّهَ"، بِفَتْحِ الْوَاوِ وَتَشْدِيْدِ الْجِيْمِ : اَيْ تَوَجَّهَ، وَقَوْلُهُ "بِئْرِ اَرِيْسٍ" هُوَ بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَكَسْرِ الرَّآءِ وَبَعْدَهَا يَآءٌ مُثَنَّاةٌ مِّنْ تَحْتُ سَاكِنَةٌ ثُمَّ سِيْنٌ مُهْمَلَةٌ وَهُوَ مَصْرُوْفٌ وَمِنْهُمْ مَّنْ مَنَعَ صَرْفَهُ "وَالْقُفّ" بِضَمِّ الْقَافِ وَتَشْدِيْدِ الْفَآءِ، وَهُوَ الْمَبْنِيُّ حَوْلَ الْبِئْرِ : قَوْلُهُ، عَلىٰ رِسْلِكَ، بِكَسْرِ الرَّآءِ عَلَى الْمَشْهُوْرِ وَقِيْلَ بِفَتْحِهَا اَيْ اُرْفُقْ.

(٧٠٩) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے گھر میں وضو کیا اور گھر سے نکلا اور یہ ارادہ کیا کہ آج کا دن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہوں گا اور یہ سارا دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزاروں گا۔ مسجد پہنچا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت کیا۔ صحابہ نے بتایا کہ اس طرف تشریف لے گئے ہیں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلا یہاں تک کہ بئیر اریس پہنچا اور دروازے پر بیٹھ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاءِ حاجت کے بعد وضو فرمایا تو میں آپ کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ آپ بئر اریس کی منڈیر پر بیٹھے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پنڈلیاں کھول لی ہیں اور ٹانگوں کو کنویں میں لٹکایا ہوا ہے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا پھر میں واپس آ گیا اور دروازے پر بیٹھ گیا اور میں نے کہا کہ آج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دربان بنوں گا۔

اسی دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے پوچھا کون ہے، جواب دیا ابوبکر، میں نے کہا ٹھہریے اور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ ابوبکر آنے کی اجازت مانگتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں اجازت دیدو اور جنت کی خوشخبری دیدو۔ میں واپس آیا اور ابوبکر سے کہا کہ داخل ہو جائیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو جنت کی خوشخبری سناتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب منڈیر پر بیٹھ گئے اور کنویں کے اندر اسی طرح پیر لٹکا لیے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لٹکائے ہوئے تھے اور اپنی پنڈلیاں کھول لیں۔ پھر میں پلٹ آیا اور آ کر بیٹھ گیا۔ میں نے اپنے بھائی کو وضو کرتے ہوئے چھوڑا تھا کہ وہ مجھے آ ملے گا۔ میں نے کہا کہ اگر اللہ نے فلاں کے ساتھ یعنی میرے بھائی کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا ہو گا تو اس کو لے آئے گا۔ اسی لمحے ایک انسان دروازے کو حرکت دینے لگا میں نے کہا کہ یہ کون ہے انہوں نے کہا کہ عمر بن الخطاب میں نے کہا کہ ٹھہر جائیے، پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کر کے عرض کیا کہ عمر اجازت طلب کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں اجازت دیدو اور انہیں جنت کی خوشخبری دیدو میں عمر کے پاس آیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو آنے کی اجازت دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو جنت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب منڈیر پر بیٹھ گئے اور اپنے دونوں پاؤں کنویں میں لٹکا لیے۔ میں پھر لوٹ آیا اور بیٹھ گیا اور میں نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے فلاں کے ساتھ یعنی میرے بھائی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے تو اس کو لے آئے گا اس لمحے ایک انسان نے آ کر دروازے کو حرکت دی میں نے کہا کہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔ میں نے کہا کہ ٹھہریے اور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کو خبر دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا

کہ انہیں اجازت دیدو اور جنت کی خوشخبری دیدو ایک آزمائش کے ساتھ جو ان کو پہنچے گی۔ میں آیا اور میں نے کہا کہ داخل ہو جاؤ اور تمہیں رسول اللہ ﷺ جنت کی خوشخبری دیتے ہیں اس ابتلاء کے ساتھ جو تمہیں پیش آئے گا۔ وہ داخل ہوئے اور انہوں نے منڈیر کو پر پایا تو وہ ان کے سامنے دوسری جانب بیٹھ گئے۔

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ان کے بیٹھنے کی تاویل ان کی قبروں سے کرتا ہوں۔ (متفق علیہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دروازے کی دربانی کا حکم دیا اور اسی روایت میں ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بشارت ملی تو انہوں نے اللہ کی حمد کی اور کہا کہ اللہ مددکرنے والا ہے۔

وجہ کے معنی توجہ، یعنی متوجہ ہوئے۔ بئیر اریس : اریس کا لفظ بعض منصرف پڑھتے ہیں اور بعض غیر منصرف، مدینہ منورہ کا ایک کنواں ہے۔ قف : کنویں کی منڈیر علی رسلک ٹھہریے۔

تخریج حدیث (۷۰۹): صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب قوله کنت متخذا خلیلاً . صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل عثمان بن عفان رضی الله عنه .

کلمات حدیث: فخرجت علی اثرہ : میں آپ ﷺ کے پیچھے نکلا۔ دخل بیئر اریس : آپ ﷺ اس باغ میں داخل ہوئے جس میں بئیر اریس واقع تھا۔ ساقیہ : آپ ﷺ کی دونوں پنڈلیاں۔ ساق واحد : بلوی ابتلاء .

شرح حدیث: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور کی خدمت میں حاضری کے ہر وقت مشتاق رہتے اور جب موقعہ ملتا تو آپ کے اعمال وافعال کو غور سے اور توجہ سے دیکھتے اور ان کو اسی طرح اپنے صفحۂ قلب پر محفوظ کر لیتے اور اسی طرح آپ ﷺ کے فرمودات کو یاد کر لیتے اور حرص کرتے کہ جس طرح آپ ﷺ کریں اسی طرح کریں اور ہر ہر عمل میں آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں۔ اگر رسول اللہ ﷺ نے اپنی پنڈلیاں کھول لیں اور ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ گئے تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی جنت کی بشارت دی اور بطور معجزہ ان کو پیش آنے والے ابتلاء کی خبر دی۔

(فتح الباري : ۲/ ۴۱۰۔ إرشاد الساري : ۸/۱۶۵۔ عمدة القاري : ۱۶/۲۶۲)

****

کلمۂ توحید کی گواہی دینے والوں کے لیے جنت کی بشارت

۷۱۰. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا قُعُوْدًا حَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَنَا اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِیْ نَفَرٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَیْنِ اَظْهُرِنَا فَاَبْطَأَ عَلَیْنَا وَخَشِیْنَا اَنْ یُقْتَطَعَ دُوْنَنَا وَفَزِعْنَا فَقُمْنَا فَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَخَرَجْتُ اَبْتَغِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اَتَیْتُ حَائِطًا لِّلْاَنْصَارِ لِبَنِی النَّجَّارِ فَدُرْتُ بِهٖ هَلْ اَجِدُ لَهٗ بَابًا؟ فَلَمْ اَجِدْ فَاِذَا

رَبِيعٌ يَدْخُلُ فِي جَوْفِ حَائِطٍ مِنْ بِئْرٍ خَارِجَهُ وَالرَّبِيعُ الْجَدْوَلُ الصَّغِيرُ فَاحْتَفَزْتُ فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ "أَبُوهُرَيْرَةَ؟" فَقُلْتُ : نَعَمْ يَارَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ : مَاشَأْنُكَ" قُلْتُ: كُنْتَ بَيْنَ ظَهْرِيْنَا فَقُمْتَ فَأَبْطَأْتَ عَلَيْنَا فَخَشِيْنَا أَنْ تُقْتَطَعَ دُوْنَنَا فَفَزِعْنَا فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَأَتَيْتُ هٰذَا الْحَآئِطَ فَاحْتَفَزْتُ كَمَا يَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ وَهٰؤُلَآءِ النَّاسُ . وَرَآئِي : فَقَالَ : "يَا أَبَا هُرَيْرَةَ!!" وَأَعْطَانِي نَعْلَيْهِ فَقَالَ : "اِذْهَبْ بِنَعْلَيَّ هَاتَيْنِ فَمَنْ لَقِيتَ مِنْ وَرَآءِ هٰذَا الْحَآئِطِ يَشْهَدُ أَنْ لَاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ...... مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ وَذَكَرَ الْحَدِيثَ بِطُوْلِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

" الرَّبِيعُ " النَّهْرُ الصَّغِيرُ وَهُوَ الْجَدْوَلُ بِفَتْحِ الْجِيمِ" كَمَا فَسَّرَهُ فِي الْحَدِيثِ:" وَقَوْلُهُ "اِحْتَفَزْتُ" رُوِيَ بِالرَّآءِ وَبِالزَّايِ وَمَعْنَاهُ بِالزَّايِ : تَضَامَمْتُ وَتَصَاغَرْتُ حَتّٰى أَمْكَنَنِي الدُّخُوْلُ .

(۷۱۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم بعض افراد رسول اللہ ﷺ کے اردگرد بیٹھے تھے اور ہمارے ساتھ ابوبکر اور عمر بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان سے اٹھ کر تشریف لے گئے اور خاصی دیر ہوگئی ہم ڈر گئے کہ ہماری غیر موجودگی میں آپ ﷺ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ ہم گھبرا گئے اور ہم اٹھے اور میں پہلا گھبرانے والا تھا پس میں آپ ﷺ کو تلاش کرنے نکل پڑا۔ یہاں تک کہ میں بنی نجار میں انصار کے ایک باغ کے قریب پہنچا میں اس کے گرد گھوما کہ مجھے دروازہ مل جائے جو مجھے نہ ملا میں نے دیکھا کہ ایک نالہ ہے جو بیرونی کنویں سے باغ کے اندر جارہا تھا۔ ربیع پانی کے چھوٹے نالہ کو کہتے ہیں۔ میں اس میں سے سمٹ کر داخل ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ ہمارے درمیان تشریف رکھتے تھے پھر آپ اٹھ کر چلے آئے آپ ﷺ نے ہمارے پاس واپس آنے میں دیر کی۔ ہمیں ڈر ہوا کہ ہماری غیر موجودگی میں آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ اس پر ہم گھبرائے اور ان میں سب سے پہلے میں گھبرایا۔ میں اس باغ کے پاس آیا اور اس طرح سمٹا جس طرح لومڑی سمٹتی ہے اور یہ لوگ میرے پیچھے آرہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابو ہریرہ پھر آپ ﷺ نے مجھے اپنے نعلین عطا فرمائے اور فرمایا ان کو لے جاؤ اور جو تمہیں اس دیوار کے پیچھے سے اس حال میں ملے کہ وہ دل کے یقین کے ساتھ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہو اس کی جنت کی خوشخبری دیدو۔ اس کے بعد پوری حدیث ذکر کی۔ (مسلم)

الربیع : نہر صغیر۔ جدول : پانی کا راستہ۔ احتفزت : میں سکڑا اور سمٹا اور داخل ہو گیا۔

تخریج حدیث (۷۱۰): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنة قطعا.

کلمات حدیث: من بین اظهرنا : ہمارے درمیان سے۔ فأبطأ علینا : ہمارے پاس واپس آنے میں دیر کردی۔ جوف حائط : باغ کے اندر۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے آپ ﷺ کے ساتھ آپ کے صحابہ کی ایک جماعت تھی جن میں ابوبکر وعمر بھی تھے اور خود راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ مجلس سے اٹھ کر تشریف لے گئے خاصی دیر ہوگئی تو صحابہ کرام پریشان ہو

گئے اور گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے کہ کہیں کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا دشمن آپ کو کوئی گزند نہ پہنچائے۔ اٹھ کر آپ ﷺ کی تلاش میں نکلے حضرت ابو ہریرہ آگے آگے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ ایک باغ میں داخل ہوئے وہاں آپ کو بیٹھا ہوا پایا آپ ﷺ نے نعلین مبارک ان کو دیئے اور فرمایا جو تمہیں ملے کہ قلب کے یقین کے ساتھ اللہ کی وحدانیت کی گواہی دیتا ہو اسے جنت کی خوشخبری سنا دو۔

یہ حدیث دلیل ہے اس امر پر کہ توحید کے اعتقاد کے لیے دل سے یقین اور زبان سے اقرار دونوں ضروری ہیں اور دونوں میں سے ایک کافی نہیں ہے۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ۱/۲۱۰)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی موت کے وقت کا واقعہ

۷۱۱. وَعَنِ ابْنِ شَمَاسَةَ قَالَ : حَضَرْنَا عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ فِيْ سِيَاقَةِ الْمَوْتِ فَبَكٰى طَوِيْلاً وَحَوَّلَ وَجْهَهُ اِلَى الْجِدَارِ فَجَعَلَ ابْنُهُ يَقُوْلُ يَااَبَتَاهُ اَمَا بَشَّرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا؟ فَأَقْبَلَ بِوَجْهِهِ فَقَالَ : اِنَّ اَفْضَلَ مَانُعِدُّ شَهَادَةً اَنْ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، اِنِّيْ قَدْ كُنْتُ عَلٰى اَطْبَاقٍ ثَلَاثٍ : لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَمَا اَحَدٌ اَشَدُّ بُغْضًا لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّيْ وَلَا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَكُوْنَ قَدِ اسْتَمْكَنْتُ مِنْهُ فَقَتَلْتُهُ، فَلَوْمُتُّ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ لَكُنْتُ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا جَعَلَ اللّٰهُ الْاِسْلَامَ فِيْ قَلْبِيْ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اُبْسُطْ يَمِيْنَكَ فَلْاُ بَايِعْكَ : فَبَسَطَ يَمِيْنَهُ، فَقَبَضْتُ يَدِيْ فَقَالَ : "مَالَكَ يَاعَمْرُوْ؟ قُلْتُ : اَرَدْتُ اَنْ اَشْتَرِطَ قَالَ : تَشْتَرِطُ مَاذَا؟ قُلْتُ اَنْ يُغْفَرَلِيْ قَالَ : اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْاِسْلَامَ يَهْدِمُ مَاكَانَ قَبْلَهُ، وَاَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَاكَانَ قَبْلَهَا، وَاَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَاكَانَ قَبْلَهُ"؟ وَمَا كَانَ اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا اَجَلَّ فِيْ عَيْنِيْ مِنْهُ، وَمَاكُنْتُ اُطِيْقُ اَنْ اَمْلَاَعَيْنِيْ مِنْهُ اِجْلَالاً لَهُ، وَلَوْ سُئِلْتُ اَنْ اَصِفَهُ مَااَطَقْتُ لِاَنِّيْ لَمْ اَكُنْ اَمْلَاُ عَيْنِيْ مِنْهُ وَلَوْ مُتُّ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ لَرَجَوْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ وُلِّيْنَا اَشْيَاءَ مَااَدْرِيْ مَاحَالِيْ فِيْهَا؟ فَاِذَا اَنَا مُتُّ فَلَا تَصْحَبَنِّيْ نَائِحَةٌ وَلَا نَارٌ فَاِذَا دَفَنْتُمُوْنِيْ فَشُنُّوْا عَلَيَّ التُّرَابَ شَنًّا، ثُمَّ اَقِيْمُوْا حَوْلَ قَبْرِيْ قَدْرَمَا، تُنْحَرُجَزُوْرٌ وَيُقْسَمُ لَحْمُهَا حَتّٰى اَسْتَاْنِسَ بِكُمْ وَاَنْظُرُ مَاذَا اُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّيْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

" قَوْلُهُ " شُنُّوْا " رُوِيَ بِالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَبِالْمُهْمَلَةِ : اَيْ صُبُّوْهُ قَلِيْلاً قَلِيْلاً : وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ اَعْلَمُ .

(۷۱۱) حضرت ابن شماسہ کا بیان ہے کہ ہم حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی موت کے وقت ان کے پاس میں موجود تھے۔ وہ دیر تک روتے رہے اور دیوار کی طرف منہ کر لیا۔ ان کے صاحبزادے نے کہا کہ اے ابا جان کیا آپ کو رسول اللہ ﷺ نے یہ خوشخبری نہیں دی؟ آپ نے اپنا رخ ادھر کیا اور فرمایا کہ سب سے بہترین چیز ہم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت کو سمجھتے ہیں۔ زندگی میں مجھ پر تین ادوار گزرے ہیں۔ میری ایک حالت یہ تھی کہ مجھ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے کوئی نفرت کرنے والا نہ تھا مجھے یہ بات

سب سے محبوب تھی کہ میرا بس چلے تو میں آپ ﷺ کو قتل کردوں، اگر میں اس حالت میں مرجاتا تو جہنمی ہوتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اپنا داہنا ہاتھ بڑھایئے میں آپ ﷺ سے بیعت کرتا ہوں آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا داہنا ہاتھ کھینچ لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عمرو کیا ہوا میں نے عرض کیا کہ میرا ارادہ آپ ﷺ سے ایک شرط طے کرنے کا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ کیا شرط ہے میں نے کہا کہ میری مغفرت ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام اپنے ماقبل کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے، ہجرت اپنے سے پہلے گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج اپنے ماقبل کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہ تھا اور نہ آپ ﷺ سے بڑھ کر عظمت والا میری نگاہ میں کوئی اور تھا اور آپ ﷺ کے رعب کی وجہ سے میں آپ کو نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتا تھا اور اگر مجھ سے آپ ﷺ کے حلیہ مبارک بیان کرنے کو کہا جائے تو میں اس کی ہمت نہیں رکھتا کیونکہ میں نے آپ ﷺ کو نظر بھر کر دیکھا ہی نہیں۔ اگر اس حالت میں میری موت آتی تو مجھے امید ہوتی کہ میں جنت میں جاتا، پھر ہم بعض چیزوں پر نگران بنائے گئے مجھے نہیں معلوم میرا ان میں کیا حال ہوگا؟ جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے جنازے کے ساتھ کوئی نوحہ کرنے والی عورت نہ ہو اور نہ آگ ہو۔ جب تم مجھے دفن کر چکو تو میری قبر پر تھوڑی تھوڑی کر کے مٹی ڈالنا اور میری قبر کے اردگرد اتنی دیر کھڑے رہنا جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت بانٹا جاتا ہے تاکہ میں تم سے انس حاصل کروں اور دیکھ لوں کہ اپنے رب کے بھیجے ہوئے قاصدوں کو میں کیا جواب دیتا ہوں۔ (مسلم)

شنوا : تھوڑی تھوڑی کر کے مٹی ڈالو۔ واللہ اعلم

تخریج حدیث (۷۱۱): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون الاسلام یھدم ما قبلہ .

کلمات حدیث: فی سیاق الموت : موت کے قریب۔ اطباق ثلاث : تین حالات۔ نائحة : میت کے اوصاف بیان کر کے اس پر رونے والی، ماتم کرنے والی جمع نائحات .

شرح حدیث: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کے تین ادوار بیان فرمائے اور ان میں سے بہترین دور اس زمانے کو قرار دیا جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گزرا اور آپ ﷺ کی محبت سے سرفراز ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد امارت و سیادت میں مصروف ہوئے اور حصہ زندگی کے بارے میں تامل فرمایا کہ کہیں دنیا کے کاموں میں مصروف ہو کر اللہ اور اللہ کے رسول کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ ہوئی ہو۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث مبارک بہت اہمیت کی حامل ہے اور دین کی بہت سی اہم باتیں بیان ہوئی ہیں اسلام ہجرت اور حج سے پہلے کیے ہوئے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ علماء نے فرمایا ہے کہ گناہوں سے مراد حقوق اللہ ہیں حقوق العباد کی ادائیگی اسلام لانے کے بعد بھی لازم ہے۔ جس شخص کی موت کا وقت قریب ہو اس کے سامنے اللہ کی رحمت اور اس کے فضل و کرم کا ذکر کرنا مستحب ہے۔ نیاحت یعنی مرنے والے پر رونا پیٹنا حرام ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۱۷/۲ ـ روضة المتقین : ۲۵٤/۲ ـ دلیل الفالحین : ۱۷۰/۳)

البَابُ (۹٦)

بَابُ وَدَاعِ الصَّاحِبِ وَوَصِيَّتُهُ عِنْدَ فِرَاقِهِ لِسَفَرٍ وَغَيْرِهٖ وَالدُّعَاءِ لَهٗ وَطَلَبِ الدُّعَاءِ مِنْهُ

ساتھی کو رخصت کرنا اور سفر وغیرہ کی جدائی کے وقت اس کے لیے دعا کرنا اور اس سے دعا کی درخواست کرنا اور اس کا استحباب

انبیاء علیہم السلام کا موت کے وقت اولاد کو وصیت کرنا

۲۵۹. قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

﴿ وَوَصَّىٰ بِهَآ إِبْرَٰهِـۧمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَـٰبَنِىَّ إِنَّ ٱللَّهَ ٱصْطَفَىٰ لَكُمُ ٱلدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿١٣٢﴾ أَمْ كُنتُمْ شُهَدَآءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ ٱلْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنۢ بَعْدِى قَالُوا۟ نَعْبُدُ إِلَـٰهَكَ وَإِلَـٰهَ ءَابَآئِكَ إِبْرَٰهِـۧمَ وَإِسْمَـٰعِيلَ وَإِسْحَـٰقَ إِلَـٰهًا وَٰحِدًا وَنَحْنُ لَهُۥ مُسْلِمُونَ ﴿١٣٣﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اس بات کی وصیت کی یعقوب نے بھی کہا کہ اے بیٹو! بے شک اللہ نے تمہارے لیے اس دین کو پسند کرلیا ہے، پس جب تمہیں موت آئے تو اس حال میں آئے کہ تم مسلمان ہو، کیا تم اس وقت حاضر تھے۔ جب یعقوب علیہ السلام کو موت آئی، جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے انہوں نے کہا کہ ہم تمہارے اور تمہارے باپ دادا ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو ایک ہے اور ہم اس کے فرماں بردار ہیں۔ (البقرۃ: ۱۳۲)

تفسیری نکات: آیت کریمہ سے پہلے ارشاد ہوا تھا کہ ملتِ ابراہیمی سے تو وہی روگردانی کرے گا جو اپنی ذات ہی سے احمق ہو اور ایسی ملت کے تارک کو کیوں کر احمق نہ کہا جائے۔ جس کی یہ شان ہو کہ اسی کی بدولت ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو رسالت کے لیے منتخب کیا اور اس ملت کے دین کو انسانی فطرت کے مطابق بنایا کہ کوئی سلیم الفطرت انسان اس سے روگردانی نہیں کر سکتا دین ابراہیم کا مرکزی نقطہ توحید الٰہی اور ایک اللہ کی بندگی ہے جس کا اظہار حضرت ابراہیم نے ان الفاظ میں فرمایا: ﴿ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ ٱلْعَـٰلَمِينَ ﴾ ''میں نے پروردگارِ عالم کی اطاعت اختیار کرلی ہے۔'' اور یہی توحید اور ایک اللہ کی بندگی تمام آسمانی مذاہب کا نقطۂ اشتراک ہے۔ اسی لیے فرمایا:

﴿ إِنَّ ٱلدِّينَ عِندَ ٱللَّهِ ٱلْإِسْلَـٰمُ ﴾

''دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو وصیت کی اور ان سے عہد لیا کہ اسلام کے سوا اور کسی ملت پر نہ مرنا مراد اس کی یہ ہے کہ اپنی

زندگی میں اسلام اور اسلامی تعلیمات پر پختگی سے عمل کرتے رہو تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا خاتمہ بھی اسلام ہی پر فرما دے۔ جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ تم اپنی زندگی میں جس حالت کے پابند رہو گے اسی حالت پر تمہاری موت بھی ہوگی اور اسی حالت میں محشر میں اٹھائے جاؤ گے اللہ جل شانہ کی عادت یہی ہے کہ جو بندہ نیکی کا قصد کرتا ہے اور اس کے لیے اپنے مقدر کے مطابق کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو نیکی کی توفیق دیتے ہیں اور یہ کام اس کے لیے آسان کر دیتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی خواہش اور کوشش ہوتی ہے کہ جس چیز کو وہ اصل دائمی اور لازوال دولت سمجھتے ہیں یعنی اسلام وہ ان کی اولاد کو پوری کی پوری مل جائے اسی لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو آخری وقت میں وصیت فرمائی کہ ہمیشہ ملت اسلام پر قائم رہنا۔ یہی وصیت ان کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمائی کہ دیکھو تمہاری ہرگز موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔

یہ تو موضوع سے متعلق قرآن کریم کی آیت تھی۔ اس موضوع سے متعلق متعدد احادیث مروی ہیں ان میں سے ایک حضرت زید بن ارقم سے مروی حدیث ہے جو اس سے پہلے باب اکرام اہل بیت رسول اللہ ﷺ میں گزر چکی ہے۔ (معارف القرآن)

کتاب اللہ اور اہل بیت کے حقوق کی وصیت

۷۱۲. وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَمِنْهَا حَدِيْثُ زَيْدِبْنِ اَرْقَمَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ الَّذِىْ سَبَقَ فِىْ بَابِ اِكْرَامِ اَهْلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْنَا خَطِيْبًا فَحَمِدَاللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَوَعَظَ وَذَكَّرَ ثُمَّ قَالَ : "اَمَّابَعْدُ، اَلاَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ يُوْشِكُ اَنْ يَّاْتِىَ رَسُوْلُ رَبِّىْ فَاُجِيْبَ وَاَنَا تَارِكٌ فِيْكُمْ ثَقَلَيْنِ اَوَّلُهُمَا: كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ الْهُدٰى وَالنُّوْرُ، فَخُذُوْا، بِكِتَابِ اللّٰهِ فَاسْتَمْسِكُوْا بِهٖ" فَحَثَّ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَرَغَّبَ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ "وَاَهْلُ بَيْتِىْ اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِىْ اَهْلِ بَيْتِىْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَقَدْ سَبَقَ بِطُوْلِهٖ.

(۷۱۲) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان خطبہ دینے کھڑے ہوئے۔ آپ ﷺ نے اللہ کی حمد و ثنا موعظت کی اور یاد دہانی فرمائی اور فرمایا کہ اما بعد اے لوگو! میں بشر ہوں قریب ہے کہ اللہ کا فرستادہ میرے پاس آئے اور میں اس کو لبیک کہوں۔ میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک کتاب اللہ جس میں نور اور ہدایت ہے۔ اللہ کی کتاب تھام لو اور مضبوطی سے پکڑ لو۔ غرض رسول اللہ ﷺ نے کتاب اللہ کے تھام لینے پر زور دیا اور اس کی رغبت دلائی۔ پھر فرمایا اور میرے اہل بیت۔ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔ (مسلم) یہ روایت مفصل صورت میں پہلے گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث (۷۱۲): صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل علی رضی اللّٰه عنه .

راوی حدیث: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بنو خزرج سے تعلق تھا انصاری صحابی ہیں سترہ غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے

ساتھ شرکت کی۔ آپ سے ۱۹۰ احادیث مروی ہیں ۶۸ھ میں انتقال فرمایا۔

کلمات حدیث: ثقلین : دو بھاری اور نفیس چیزیں یعنی اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنت۔ استمسکوا به: اسے خوب چمٹے رہو، اسے اچھی طرح تھامے رہو۔ إمساك : (باب افعال) روک۔ استمساك (باب استفعال) خوب مضبوطی سے پکڑنا۔ رغب فیه : اس سے ترغیب دلائی۔ رغب رغبا (باب سمع) چاہنا خواہش کرنا۔ مرغوب : مطلوب، جمع مراغب۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ سے اس دنیا سے روانگی سے قبل صحابہ کرام کو اور ان کے توسط سے پوری امت کو وصیت فرمائی کہ دو اہم اور نفیس چیزوں کو بہت مضبوطی سے تھام لو قرآن کریم اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنت۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ آئے: عضوا علیها بالنواجذ اپنے پچھلے دانتوں سے انہیں مضبوطی سے پکڑ لو۔ اس حدیث میں فرمایا کہ اللہ کی کتاب اور میرے اہل بیت، یعنی اہل بیت سے تعلق محبت اور ان کے ساتھ تعاون۔ یہ حدیث اس سے پہلے (حدیث ۳۴۷) گزر چکی ہے۔

(دليل الفالحين : ۳/ ۱۷۵ ـ نزهة المتقين : ۱/ ۵۷۰)

دین کی تبلیغ کرنے کی وصیت

۷۱۳. وَعَنْ اَبِی سُلَیْمَانَ مَالِکِ بْنِ الْحُوَیْرِثِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَتَیْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُوْنَ فَاَقَمْنَا عِنْدَهٗ عِشْرِیْنَ لَیْلَةً، وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَحِیْمًا رَفِیْقًا فَظَنَّ اَنَّا قَدِاشْتَقْنَا اَهْلَنَا فَسَاَلَنَا عَمَّنْ تَرَکْنَا مِنْ اَهْلِنَا فَاَخْبَرْنَاهُ، فَقَالَ : اِرْجِعُوْا اِلٰی اَهْلِیْکُمْ فَاَقِیْمُوْا فِیْهِمْ وَعَلِّمُوْهُمْ وَمُرُوْهُمْ وَصَلُّوْا صَلٰوةَ کَذَا فِیْ حِیْنِ کَذَا وَصَلُّوْا کَذَا فِیْ حِیْنِ کَذَا، فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْیُؤَذِّنْ لَکُمْ اَحَدُکُمْ وَلْیَؤُمَّکُمْ اَکْبَرُکُمْ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ : زَادَالْبُخَارِیُّ فِیْ رِوَایَةٍ لَهٗ "وَصَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ ."

قوله : " رحيمًا رفيقًا " روى بفآءٍ وقافٍ، وروى بقافين .

(۷۱۳) حضرت ابوسلیمان مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کئی افراد جو عمر میں باہم قریب قریب نوجوان تھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہم نے بیس رات آپ کے پاس قیام کیا۔ رسول اللہ ﷺ بڑے مہربان اور نرم دل تھے۔ آپ ﷺ نے سمجھ لیا کہ ہمیں اپنے گھروں والوں کے پاس واپس جانے کا اشتیاق ہے۔ اس لیے آپ ﷺ نے پوچھا کہ اپنے گھر والوں میں کس کس کو چھوڑ کر آئے ہیں۔ ہم نے آپ کو تفصیل بتائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے اہل خانہ کے پاس واپس چلے جاؤ ان کے پاس رہو ان کو تعلیم دو اور حکم دو اور فلاں نماز فلاں وقت پڑھو اور فلاں نماز فلاں وقت پڑھو۔ جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے ایک اذان کہے اور تم میں سے بڑا امامت کرائے۔ (متفق علیہ)

بخاری نے ایک روایت میں یہ الفاظ روایت کیے ہیں اور نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

کلماتِ حدیث (۷۱۳): رحیما رفیقا : رفیق بھی روایت ہے اور رقیق بھی روایت کیا گیا ہے۔

راوی حدیث: حضرت ابوسلیمان مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نوجوانوں کی ایک جماعت کے ساتھ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ آپ سے ۱۵ احادیث مروی ہیں جن میں سے دو متفق علیہ ہیں ۹۴ھ میں بصرہ میں انتقال کیا۔

کلماتِ حدیث: شبة : نوجوان، شاب کی جمع۔ اشتقنا : ہم کو شوق ہوا، ہم مشتاق ہوئے۔ اشتیاق (باب افتعال) مشتاق ہونا۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ بڑے رحیم اور شفیق تھے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے:

﴿ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ﴿٤٣﴾ ﴾

''آپ (ﷺ) مؤمنین پر بڑے رحیم تھے۔''

نوجوانوں کی ایک جماعت خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی۔ ان نوجوانوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد بیس دن قیام کیا آپ ﷺ نے انہیں احکامِ اسلام کی تعلیم دی اور پھر جب آپ ﷺ نے محسوس فرمایا کہ انہیں اپنے گھر والے یاد آ رہے ہیں تو آپ ﷺ نے انہیں الوداعی نصیحتیں فرمائیں اور انہیں رخصت فرمایا۔

آپ ﷺ نے فرمایا واپس جا کر اپنے اہل خانہ کو تعلیم دو اور دین کی باتیں سکھاؤ اور احکامِ اسلام پر عمل کی تاکید کرو۔ اور تم نے جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اسی طرح نماز پڑھو۔

قرآن کریم میں متعدد مرتبہ نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے مگر نماز کی تفصیلات مذکور نہیں ہیں، یہ تمام تفصیلات جزئیات اور احکام رسول اللہ ﷺ نے اپنے اقوال و اعمال سے بیان فرمائے ہیں اور یہاں بہت وضاحت سے ارشاد فرمایا کہ جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اسی طرح نماز پڑھو اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے اپنے مناسکِ حج اخذ کر لو۔ احکامِ اسلام قرآنِ کریم میں اجمالاً مذکور ہوئے ہیں ان کی مکمل تفصیل اور ان کی جملہ متعلقہ جزئیات کا بیان سنتِ نبوی ﷺ سے معلوم ہوا ہے اور اسی لیے امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ سنت قرآن کا بیان ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو سنت کا منکر ہے وہ در حقیقت قرآن کا بھی منکر ہے کیونکہ رسول کی اطاعت اور انکے اسوۂ حسنہ کی پیروی کا حکم قرآن ہی نے دیا ہے۔ غرض قرآن اور سنت دونوں باہم لازم و ملزوم ہیں اور دونوں مل کر شریعت ہیں۔

حدیثِ مبارک دین اسلام سیکھنے کے لیے سفر کرنے کی فضیلت اور اس کی اہمیت کی واضح دلیل ہے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ١٤٨/٥ - روضة المتقين : ٢٥٧/٢)

سفر پر جاتے وقت دعاء کی درخواست کرنا

۷۱۴. وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اِسْتَاذَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعُمْرَةِ فَاَذِنَ وَقَالَ "لَاتَنْسَانَا يَا اُخَيَّ مِنْ دُعَائِكَ فَقَالَ كَلِمَةً مَايَسُرُّنِيْ اَنَّ لِيْ بِهَا الدُّنْيَا وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ

: "اَشْرِ کْنَا یَااُخَیَّ فِیْ دُعَآئِکَ" رَوَاہُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

(۷۱۴) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عمرہ کی اجازت طلب کی آپ ﷺ نے اجازت عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اے بھائی اپنی دعاؤں میں ہمیں نہ بھولنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اس جملہ سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اگر مجھے ساری دنیا بھی مل جاتی تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی اور ایک اور روایت میں ہے کہ اے ہمارے پیارے اپنی دعاؤں میں ہمیں بھی شریک کرنا۔ (ابوداؤد، ترمذی) ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث (۷۱۴): سنن ابو داود، کتاب الصلاۃ، باب الدعاء۔ الجامع للترمذی، ابواب الدعوات.

کلماتِ حدیث: لا تنسانا : ہمیں نہ بھولنا۔ نسی نسیانا (باب سمع) بھولنا۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک سے معلوم ہوا کہ حج اور عمرے کے لیے جانے والوں سے دعا کی درخواست کرنی چاہیے کہ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب سے کس قدر محبت کے ساتھ پیش آتے تھے اور صحابہ کرام کے دلوں میں آپ ﷺ کی کس قدر عظمت و محبت تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ساری دنیا کی دولت بھی رسول اللہ ﷺ کے اس جملہ کے برابر نہیں ہے۔ (دلیل الفالحین : ۱۷۷/۳)

یہ حدیث اس سے پہلے باب زیارۃ اہل الخیر میں گزر چکی ہے۔

رخصت کرتے وقت کی دعاء

۷۱۵. وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا کَانَ یَقُوْلُ لِلرَّجُلِ اِذَا اَرَادَ سَفَرًا : اُدْنُ مِنِّیْ حَتّٰی اُوَدِّعَکَ کَمَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُوَدِّعُنَا فَیَقُوْلُ اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکَ وَاَمَانَتَکَ، وَخَوَاتِیْمَ عَمَلِکَ، رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

(۷۱۵) حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس شخص سے جو سفر کا ارادہ کرتا فرماتے کہ مجھ سے قریب ہو جاؤ کہ میں تمہیں الوداع کہوں جس طرح رسول اللہ ﷺ ہمیں الوداع کہتے تو آپ ﷺ الوداع کہتے تو فرماتے کہ میں تیرے دین کو تیری امانت کو اور تیرے آخری اعمال کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ (ترمذی)

ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث (۷۱۵): الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، باب ما یقول إذا ودع انسانا.

کلماتِ حدیث: ادن منی : میرے قریب ہو جاؤ۔ دنا دنواً (باب نصر) قریب ہونا۔ دنیا کو دنیا اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ہم اس وقت یہاں موجود ہے اور یہ بہ نسبتِ آخرت کے ہمارے قریب تر ہے۔ استودع اللہ : اللہ کے پاس ودیعت رکھتا ہوں، اللہ کی حفاظت میں دیتا ہوں۔ استودع : میں الوداع کہتا ہوں۔

شرحِ حدیث: حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی سفر کا ارادہ کرتا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے کہ میرے قریب آجاؤ میں تمہیں اس طرح رخصت کروں جس طرح رسول اللہ ﷺ رخصت فرمایا کرتے تھے۔ابن حبان کی روایت میں ہے کہ مجاہد کا بیان ہے کہ میں نے اور ایک شخص نے عراق کا ارادہ کیا ہم روانہ ہونے لگے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہمارے ساتھ آئے اور رخصت ہوتے وقت فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے کہ میں تمہیں دے دوں لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب کوئی شئے اللہ کی حفاظت میں رکھوا دی جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔میں تم دونوں کا دین امانت اور خواتیم اعمال اللہ کے پاس ودیعت رکھواتا ہوں۔امانت سے مراد اہل وعیال ہیں اور خواتیم اعمال سے مراد زندگی کے آخری اعمال ہیں۔مناوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مستحب یہ ہے کہ مسافر سفر سے پہلے کوئی اچھا عمل کرے مثلاً یہ کہ توبہ کرے تو افل پڑھے اور صدقہ دے۔(تحفة الاحوذي : ۳۷٤/۷۔ روضة المتقين : ۲۵۸/۲۔ دليل الفالحين : ۱۷۸/۳)

لشکر روانہ کرتے وقت کی دعاء

۷۱٦. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ الْخَطْمِيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يُوَدِّعَ الْجَيْشَ يَقُوْلُ "اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكُمْ، وَاَمَانَتَكُمْ، وَخَوَاتِيْمَ اَعْمَالِكُمْ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَغَيْرُهٗ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

(۷۱٦) حضرت عبداللہ بن یزید خطمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی لشکر کے الوداع کہنے کا ارادہ فرماتے تو کہتے کہ میں تمہارے دین کو تمہاری امانت کو اور تمہارے اختتامی اعمال کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔(یہ حدیث صحیح اور اسے ابوداؤد وغیرہ نے بسند صحیح روایت کیا ہے)

تخریج حدیث (۷۱٦): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب الدعاء عند الوداع.

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن یزید خطمی رضی اللہ عنہ قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے اور والد کے ساتھ اسلام قبول کیا بیعت رضوان میں شرکت کی اس وقت ان کی عمر سترہ سال تھی۔آپ سے ۲۷ ۱ احادیث مروی ہیں،کوفہ میں انتقال فرمایا۔

(الاصابة في تمييز الصحابة)

کلماتِ حدیث: خواتيم عملك : تیرے آخری اعمال۔خواتیم جمع ہے واحد خاتم ہے۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ جب کسی لشکر کو رخصت فرماتے تو ان اصحاب لشکر کو مخاطب کر کے فرماتے کہ میں تمہارے دین کو تمہاری امانتوں کو اور تمہارے آخری اعمال کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔یعنی تمہارا دین محفوظ رہے تمہاری امانتیں یعنی مال ومتاع اور اہل و عیال باحفاظت رہیں اور اللہ کرے کہ تمہارے اعمال ہمیشہ اچھے اعمال رہیں جن میں غرض وغایت صرف اللہ کی رضا ہو، یہاں تک کہ تمہاری موت آجائے اور تم اعمالِ صالحہ پر قائم رہو۔(روضة المتقين : ۲٦۰/۲)

سفر میں بھی تقویٰ پر قائم رہا جائے

۷۱۷. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُرِيْدُ سَفَرًا فَزَوِّدْنِيْ، فَقَالَ : "زَوَّدَكَ اللّٰهُ التَّقْوٰى" قَالَ زِدْنِيْ، قَالَ :"وَغَفَرَ ذَنْبَكَ" قَالَ : زِدْنِيْ، قَالَ : "وَيَسَّرَلَكَ الْخَيْرَ حَيْثُمَا كُنْتَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۷۱۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! سفر کا ارادہ ہے آپ ﷺ مجھے توشہ سفر عنایت فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تقویٰ کو تمہارے لیے زادِ راہ بنائے۔ اس نے کہا کہ کچھ اور فرمائیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تمہارے گناہ معاف کرے اس نے پھر کہا کہ یا رسول اللہ اس میں زیادتی کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم جہاں بھی ہو تمہارے لیے بھلائی کو آسان فرمادے۔ (ترمذی)

اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث (۷۱۷): الجامع للترمذي، ابواب الدعوات .

کلماتِ حدیث: زودك الله: اللہ تیرے لیے زادِ راہ بنائے۔ زود : توشہ دینا، زاد سفر دینا۔ تزوید : زادِ راہ دینا۔ زاد : کھانے پینے کی اشیاء جو سفر میں ساتھ رکھی جائیں۔

شرحِ حدیث: مسافر جب سفر پر روانہ ہوتا ہے تو وہ کھانا پینا اور ایسی چیزیں اپنے ساتھ لے لیتا ہے جن کی سفر میں ضرورت پیش آئے اور منزل پر پہنچ کر ان کی حاجت پیش آئے اللہ کے یہاں جانا بھی ایک سفر ہے اور اس سفر کا زادِ راہ تقویٰ ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ ﴾

"زادِ راہ ساتھ لے لو اور بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔"

ایک شخص خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! سفر کا ارادہ ہے آپ مجھے زادِ راہ عنایت فرما دیجیے۔ (یعنی نصیحت کر دیجیے) اور دعاء فرما دیجیے جو میرے لیے سفر میں خیر و برکت کا باعث ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تقویٰ کو تمہارے لیے زادِ راہ بنائے۔ اس نے کہا کچھ اور بھی فرمائیے آپ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تمہاری مغفرت کرے اس نے پھر کہا کہ کچھ اور فرمائیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم جہاں کہیں پہنچوں اللہ تعالیٰ تمہارے لیے خیر کے کاموں کو آسان فرمادے اور دنیا اور آخرت کی خیر حاصل ہو۔

(تحفة الاحوذي : ۷/۳۷٦۔ روضة المتقين : ۲/۲٦۰)

☆......☆......☆......☆......☆

الباب (۹۷)

بَابُ الْاِسْتِخَارَةِ وَالْمُشَاوَرَةِ

استخارہ اور مشورہ کا بیان

۲۶۰. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اور اپنے کاموں میں ان سے مشورہ کرتے رہیے۔'' (آل عمران: ۱۵۹)

۲۶۱. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ ﴾ اَیْ يَتَشَاوَرُوْنَ بَيْنَهُمْ فِيْهِ .

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اپنے کام آپس کے مشورے سے کرتے ہیں۔'' (الشوریٰ: ۳۸) یعنی آپس میں مشورہ کرتے ہیں۔

تفسیری نکات: ان آیاتِ کریمہ میں سے پہلی آیت میں رسول اللہ ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا کہ اپنے معاملے میں ان سے مشورہ کرتے رہیے اور دوسری آیت میں مسلمانوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنے کام آپس کے مشورہ سے کرتے ہیں۔ دونوں جگہوں پر مشورہ کے ساتھ امر کا لفظ مذکور ہے۔ ہر مہتم بالشان قول اور فعل کو امر کہا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو جن کاموں میں وحی ہوتی تھی وہ آپ ﷺ وحی کے مطابق انجام دیتے اور جو امور اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ ﷺ کی صوابدید پر چھوڑ دیئے جاتے آپ ان میں مشورہ فرماتے تھے، جیسا کہ آپ ﷺ نے غزوۂ بدر اور غزوۂ احد کے موقعہ پر مشورہ فرمایا۔ اور بہت مرتبہ آپ ﷺ نے اپنی رائے کے برخلاف مشورہ دینے والوں کی رائے پر عمل فرمایا۔ بعد میں صحابہ کرام کا بھی یہی معمول رہا کہ تمام معاملات میں باہم مشورہ کیا کرتے تھے۔ مشورہ عام ہے خانگی معاملات ہو یا ازدواجی۔ معاشرتی مسائل ہوں یا امورِ مملکت ہر جگہ مشورہ مستحسن اور مستحب ہے۔ (معارف القرآن)

استخارہ کی اہمیت

۷۱۸. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الاسْتِخَارَةَ فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا كَالسُّوْرَةِ مِنَ الْقُرْاٰنِ، يَقُوْلُ :اِذَا هَمَّ اَحَدُكُمْ بِالْاَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيْضَةِ ثُمَّ لِيَقُلْ! اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَاَسْئَالُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ، فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ، وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ :اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌلِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ'' اَوْقَالَ: عَاجِلِ اَمْرِيْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدُرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَاِنْ كُنْتَ

تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّی فِی دِیْنِی وَمَعَاشِی وَعَاقِبَةِ، اَمْرِی اَوْقَالَ : عَاجِلِ اَمْرِی وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّی وَاصْرِفْنِی عَنْهُ، وَاقْدُرْلِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ رَضِّنِی بِهٖ ." قَالَ وَیُسَمِّی حَاجَتَهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

(۷۱۸) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں ہر معاملے میں استخارہ کی اس طرح تعلیم دیتے تھے جیسے قرآن کریم کی کسی سورت کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جب تم میں سے کسی کو کوئی اہم معاملہ درپیش ہو تو وہ فرض نماز کے علاوہ دو رکعت پڑھے پھر کہے کہ اے اللہ میں تیرے علم کے ساتھ تجھ سے بھلائی طلب کرتا ہوں اور تیری طاقت کے ذریعے سے تجھ سے طاقت مانگتا ہوں اور تجھ سے تیرے بڑے فضل کا سوال کرتا ہوں اس لیے کہ تو قدرت رکھنے والا ہے اور میرے اندر کوئی طاقت نہیں تو علم والا ہے اور میں بے علم ہوں اور تو تمام غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ اے اللہ! اگر تیرے علم میں یہ کام میرے دین معاش انجام کار کے اعتبار سے میرے لیے بہتر ہے تو اسے میرے لیے مقدر فرما۔ یا آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ اگر یہ کام دنیا اور آخرت کے لحاظ سے بہتر ہے تو تو اسے میرے لیے مقدر فرما دے اور اس کے کرنے کو میرے لیے آسان فرما دے پھر میرے لیے اس میں برکت ڈال دے اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین معاش انجام کار کے لحاظ سے میرے لیے برا یا دنیا اور آخرت کے لحاظ سے برا ہے تو اس کو مجھ سے دور فرما دے اور مجھ کو اس سے دور کر دے اور مجھے بھلائی مقدر فرما جہاں بھی وہ ہے پھر میرے لیے اس پر راضی کر دے۔ اس کے بعد اپنی ضرورت کا ذکر کرے۔

تخریج حدیث (۷۱۸): صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی.

کلمات حدیث: الاستخارة : طلبِ خیر کرنا، اللہ سے امر خیر کی جانب راہنمائی طلب کرنا۔ استخار استخارة (باب استفعال) طلبِ خیر کرنا۔ عاجل امری و آجله : میرا وہ کام جو جلد ہونے والا یا بعد میں ہونے والا ہے۔

شرحِ حدیث: فرائض و واجبات اور جو امور شریعت نے مقرر فرما دیے ہیں ان میں استخارہ نہیں ہے بلکہ احکامِ شریعت کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ اسی طرح اگر کوئی ایسا کام ہے جس سے شریعت نے منع کیا ہے اس میں بھی استخارہ نہیں ہے بلکہ اس کو نہ کرنا لازم ہے۔ صرف مباح امور میں استخارہ کیا جاتا ہے مثلاً کسی کو کہیں سفر کرنا ہے تو وہ یہ استخارہ کرے کہ سفر کرے یا نہ کرے۔ فوراً اس سفر پر جائے یا بعد میں کسی وقت جائے یا مثلاً بچی کے نکاح کے دو جگہ سے پیغام ہیں اس پیغام کو قبول کرے یا دوسرے پیغام کو قبول کرے یہ اور اس طرح کے دیگر مباح امور میں استخارہ کرنا چاہیے۔

استخارہ کے لیے فرض نماز کے علاوہ دو رکعت نفل پڑھ کر یہ دعاء پڑھنی چاہیے۔ اگر تحیۃ المسجد کے ساتھ استخارہ کی نیت کر لی جائے تب بھی درست ہے۔ استخارہ کے بعد جس امر پر یا جس پہلو پر قلب مطمئن ہو کر لینا چاہیے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ استخارہ کے لیے رات کا ہونا یا خواب دیکھنا یا کوئی غیبی اشارہ ہونا ضروری نہیں ہے۔ ضروری چیز دو رکعت نماز پڑھنا اور استخارہ کی دعا کرنا ہے۔ (فتح الباري : ۱/۷۲۶۔ روضة المتقین : ۲/۲۶۲)

☆☆☆☆☆

البَابُ (۹۸)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ الذَّهَابِ اِلیٰ الْعِیدِ وَعِیَادَةِ الْمَرِیضِ وَالْحَجِّ وَالْغَزْوِ وَالْجَنَازَةِ وَنَحْوِهَا مِنْ طَرِیقٍ وَالرُّجُوعِ مِنْ طَرِیقٍ اٰخَرَ لِتَکْثِیرِ مَوَاضِعِ الْعِبَادَةِ

نمازِ عید، مریض کی عیادت، حج، جہاد اور جنازہ وغیرہ کے لیے ایک راستے سے جانے اور دوسرے راستے سے واپس آنے (تاکہ مواضع عبادت بکثرت ہوجائیں) کا استحباب
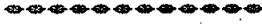
عید کے دن آتے جاتے راستہ تبدیل کرنا

۷۱۹. عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ یَوْمُ عِیْدٍ خَالَفَ الطَّرِیقَ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

"قَوْلُه" "خَالَفَ الطَّرِیقَ": یَعْنِیْ ذَهَبَ فِیْ طَرِیقٍ، وَرَجَعَ فِیْ طَرِیقٍ اٰخَرَ.

(۷۱۹) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید کے روز راستہ بدلا کرتے تھے۔ (بخاری) یعنی ایک راستے سے جاتے اور دوسرے راستے سے آیا کرتے تھے۔

تخریج حدیث (۷۱۹): صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب من خالف الطریق إذا رجع یوم عید.

کلماتِ حدیث: خالف الطریق: آپ ﷺ نے راستہ بدلا۔ خالف مخالفة (باب مفاعلہ) خلاف کرنا، برخلاف کرنا۔

شرحِ حدیث: عید کے دن نمازِ عید کے لئے جانے اور آنے میں مستحب یہ ہے کہ ایک راستہ سے جائے اور دوسرے راستے سے واپس آئے کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کا مقتضا یہی ہے امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ راستہ بدلنے میں حکمت یہ ہے کہ عبادت کے مقامات کی کثرت ہوجائے۔ یعنی جاتے ہوئے جو مقامات آئے ان میں یہ جانے والا عبادت کرنے والا تھا اور واپسی پر جب دوسرے مقامات سے آیا تو ان مقامات پر بطورِ عابد گزر رہا اور اس طرح اس کے مقامات عبادت میں اضافہ ہوگیا کیونکہ قیامت کے روز دونوں طرف کے راستے گواہی دیں گے کہ اللہ کا بندہ اللہ کی عبادت کے لیے یہاں سے گزرا تھا، اور عیدین کے روز تکبیرات مسنون ہیں تو دونوں طرف کے راستے اللہ کے ذکر سے معمور ہوجائیں گے۔ (فتح الباري: ۱/۶۶۲۔ روضة المتقین: ۲/۲۲۴۔ دلیل الفالحین: ۳/۱۸۳)

رسول اللہ ﷺ نے حج کے لیے آتے جاتے راستہ تبدیل فرمایا

۷۲۰. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَخْرُجُ مِنْ طَرِیقِ الشَّجَرَةِ وَیَدْخُلُ مِنْ طَرِیقِ الْمُعَرَّسِ وَاِذَا دَخَلَ مَکَّةَ دَخَلَ مِنَ الثَّنِیَّةِ الْعُلْیَا!" وَیَخْرُجُ مِنَ الثَّنِیَّةِ السُّفْلٰی مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۷۲۰) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ آپ ﷺ شجرہ کے راستے سے باہر نکلتے اور معرس کے راستے سے داخل ہوتے اور جب مکہ میں داخل ہوتے ثنیہ علیا (اوپر کی کھائی) سے داخل ہوتے اور ثنیہ سفلی (نچلی کھائی) کے راستے واپس آتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۷۲۰): صحيح البخاري، كتاب الحج، باب خروج النبي ﷺ عن طريق الشجرة . صحيح مسلم، كتاب الحج، باب استحباب دخول مكة من الثنية العليا والخروج منها من الثنية السفلى .

کلمات حدیث: معرس : آخر شب میں قافلہ کے رکنے اور آرام کرنے کی جگہ۔ ایک مقام کا نام جو مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلے پر ہے۔ الثنية العليا : حجون ثانی کو کہتے ہیں۔ الثنية السفلى : ثنیہ دو پہاڑوں کے درمیان تنگ راستے کو کہتے ہیں۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ حج کے ارادے سے یا عمرے کے ارادے سے مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوتے تو آپ ﷺ شجرہ کے راستے سے روانہ ہوتے، شجرہ سے مراد ذوالحلیفہ ہے، جہاں سے رسول اللہ ﷺ نے احرام باندھا اور ذوالحلیفہ اہل مدینہ کی میقات ہے۔ شجرہ سے مراد وہ درخت ہے جس کے نیچے حضرت اسماء بنت عمیس کے یہاں حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے تھے اور آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اسماء کو کہیں کہ غسل کر کے احرام باندھ لیں۔ واللہ اعلم

اور جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے مدینہ منورہ واپس آتے تو معرس سے داخل ہوتے جو مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے۔ (فتح الباري : ۸۸۶/۱۔ روضة المتقين : ۲۶۶/۲۔ دليل الفالحين : ۱۸۳/۳)

البَابُ (۹۹)

بَابُ اِسۡتِحۡبَابِ تَقۡدِیۡمِ الۡیَمِیۡنِ فِیۡ کُلِّ مَاهُوَ مِنۡ بَابِ التَّکۡرِیۡمِ

نیک کاموں میں دائیں ہاتھ کو مقدم رکھنے کا استحباب

کَالۡوُضُوۡءِ وَالۡغُسۡلِ وَالتَّیَمُّمِ وَلُبۡسِ الثَّوۡبِ وَالنَّعۡلِ وَالۡخُفِّ وَالسَّرَاوِیۡلِ وَدُخُوۡلِ الۡمَسۡجِدِ، وَالسِّوَاکِ وَالۡاِکۡتِحَالِ وَتَقۡلِیۡمِ الۡاَظۡفَارِ، وَقَصِّ الشَّارِبِ، وَنَتۡفِ الۡاِبۡطِ وَحَلۡقِ الرَّأۡسِ وَالسَّلَامِ مِنَ الصَّلٰوۃِ، وَالۡاَکۡلِ وَالشُّرۡبِ وَالۡمُصَافَحَةِ وَاسۡتِلَامِ الۡحَجَرِ الۡاَسۡوَدِ وَالۡخُرُوۡجِ مِنَ الۡخَلَاۤءِ وَالۡاَخۡذِ وَالۡعَطَاءِ وَغَیۡرِ ذٰلِکَ مِمَّا هُوَ فِیۡ مَعۡنَاهُ وَیُسۡتَحَبُّ تَقۡدِیۡمُ الۡیَسَارِ فِیۡ ضِدِ ذٰلِکَ کَالۡامتخاطِ وَالۡبُصَاقِ عَنِ الۡیَسَارِ وَدُخُوۡلِ الۡخَلَاۤءِ وَالۡخُرُوۡجِ مِنَ الۡمَسۡجِدِ وَخَلۡعِ الۡخُفِّ وَالنَّعۡلِ وَالسَّرَاوِیۡلِ وَالثَّوۡبِ وَالۡاِسۡتِنۡجَاۤءِ وَفِعۡلِ الۡمُسۡتَقۡذَرَاتِ وَاَشۡبَاهِ ذٰلِکَ .

جیسے: وضو، غسل، تیمم، کپڑا پہننا، جوتا پہننا، موزہ اور شلوار پہننا، مسجد میں آنا، مسواک کرنا، سرمہ لگانا، ناخن تراشنا، مونچھیں کتروانا، بغل کے بالوں کو اکھاڑنا، سر منڈانا، نماز سے سلام پھیرنا، کھانا پینا، مصافحہ کرنا، حجر اسود کا استلام کرنا، بیت الخلاء سے باہر آنا اور دینا اور لینا وغیرہ، اسی طرح بائیں ہاتھ کا مقدم کرنا ان امور کے برخلاف امور میں مستحب ہے جیسے: ناک صاف کرنا، تھوکنا، بیت الخلاء میں داخل ہونا، مسجد سے باہر نکلنا، موزے جوتے شلوار اور کپڑے اتارنا، استنجاء کرنا، گندے کام کرنا اور اس طرح کے دوسرے کام۔

اہل جنت کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے

۲۶۲. قَالَ تَعَالٰی :

﴿ فَأَمَّا مَنۡ أُوتِیَ کِتَٰبَهُۥ بِیَمِینِهِۦ فَیَقُولُ هَآؤُمُ ٱقۡرَءُواْ کِتَٰبِیَهۡ ﴿١٩﴾ ﴾ الۡاٰیَة.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''جس شخص کو اس کے دائیں ہاتھ میں اس کا نامۂ اعمال دیا جائے گا وہ کہے گا کہ میرا نامۂ اعمال پڑھو۔'' (الحاقۃ: ۱۹)

۲۶۳. وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ فَأَصۡحَٰبُ ٱلۡمَیۡمَنَةِ مَآ أَصۡحَٰبُ ٱلۡمَیۡمَنَةِ ﴿٨﴾ وَأَصۡحَٰبُ ٱلۡمَشۡـَٔمَةِ مَآ أَصۡحَٰبُ ٱلۡمَشۡـَٔمَةِ ﴿٩﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''پس دائیں ہاتھ والے دائیں ہاتھ والے ہیں اور بائیں ہاتھ والے بائیں ہاتھ والے ہیں۔'' (الواقعہ: ۸)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں ارشاد ہوا کہ اللہ کے وہ بندے جو روزِ قیامت سرفراز اور کامیاب ہوں گے ان کا نامہ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ وہ خوشی اور مسرت سے کہیں گے لو دیکھ لو اور اسے پڑھ لو۔ اس میں تمام کے تمام اعمالِ صالحہ اور ان کا بے

حساب اجر وثواب موجود ہے اور دوسری آیت میں فرمایا کہ اللہ کے کامیاب اور کامران بندے عرشِ الٰہی کے دائیں جانب ہوں گے یہ اہل جنت ہوں گے اور ان کے نامۂ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں ہوگا جبکہ اہل جہنم بائیں جانب ہوں گے اور ان کے نامہ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں ہوں گے۔ (معارف القرآن)

آپ ﷺ اچھے کاموں کو دائیں طرف سے شروع کرنا پسند فرماتے تھے

۷۲۱. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ فِيْ شَأْنِهِ كُلِّهِ، فِيْ طُهُوْرِهِ، وَتَرَجُّلِهِ، وَتَنَعُّلِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۷۲۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے تمام کاموں میں دائیں طرف سے کام کرنا پسند تھا، وضوء میں، کنگھی میں اور جوتے پہننے میں دائیں طرف سے ابتداء فرماتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۷۲۱): صحيح البخاری، باب التيمن فی الوضوء والغسل. صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب التيمن فی الطهور وغيره.

کلماتِ حدیث: تیمن: دائیں ہاتھ سے کام کرنا اور دائیں طرف سے شروع کرنا۔ یمین: داہنا ہاتھ، برکت وقوت، جمع ایمان۔ الأیمن: داہنی طرف، دائیں جانب۔ یعجبه التيمن فی شأنه كله: آپ ﷺ اپنے ہر معاملہ میں دائیں جانب سے آغاز کو اور دائیں ہاتھ سے کام کرنے کو پسند فرماتے تھے۔

شرحِ حدیث: تمام اچھے کاموں میں دائیں ہاتھ، دائیں پیر اور دائیں جانب کو مقدم رکھنا مستحب ہے، رسول اللہ ﷺ اپنے تمام کاموں میں دائیں ہاتھ سے کام کرنے اور دائیں جانب سے آغاز کرنے کو پسند فرماتے تھے اور آپ حتی الوسع اسی طرح فرماتے تھے۔ سوائے بیت الخلاء میں جانے کے اور مسجد سے باہر آنے کے اور اسی طرح استنجاء اور ناک صاف کرنے کے وقت آپ بایاں ہاتھ استعمال فرماتے تھے۔

غرض تمام اچھے کاموں میں دائیں جانب سے شروع کرنا اور دائیں ہاتھ سے کام لینا مستحب ہے، کنگھی، غسل اور سر منڈانے میں سر کے دائیں حصے سے شروع کرنا مستحب ہے، جوتا اور موزہ بھی دائیں پیر میں پہلے پہننا مستحب ہے۔ وضوء میں دایاں ہاتھ دایاں پیر پہلے دھونا مستحب ہے، امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے وضوء میں تیامن کی خلاف ورزی کی تو سنت کی خلاف ورزی کی اور اتباعِ سنت کے ثواب سے محروم رہا لیکن وضوء ہو جائے گا۔ (فتح الباری: ۱/۳۳۳۔ إرشاد الساري: ۱/۳۸۵۔ عمدة القاري: ۲/۴۳۸)

استنجاء اور دیگر گندے کاموں کو بائیں ہاتھ سے انجام دیا جائے

۷۲۲. وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيُمْنٰى لِطُهُوْرِهِ وَطَعَامِهِ، وَكَانَتِ

الْيُسْرٰى لِخَلَائِهِ وَمَا كَانَ مِنْ اَذًى حَدِيثٌ صَحِيحٌ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَغَيْرُهُ بِاسْنَادٍ صَحِيحٍ .

(۷۲۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کا دایاں ہاتھ وضوء اور طعام کے لیے تھا اور بایاں ہاتھ استنجاء اوران کاموں میں استعمال ہوتا جن میں کوئی ناگواری ہوتی ۔ (یہ حدیث صحیح ہے، اسے ابوداؤد وغیرہ نے بسند صحیح روایت کیا ہے)

تخریج حدیث (۷۲۲): سنن ابی داود، کتاب الطهارة، باب كراهية مس الذكر باليمين في الاستبراء.

کلماتِ حدیث: اليمنى : داہنا ہاتھ۔ اليسرى : بایاں ہاتھ۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ وضوء اور غسل میں دائیں جانب سے آغاز کرتے یعنی دایاں ہاتھ اور دایاں پیر پہلے دھوتے اور دائیں ہاتھ سے کھانا تناول فرماتے کہ داہنے ہاتھ میں برکت ہے اور متکبر کافروں کی مخالفت ہے کہ وہ بائیں ہاتھ سے کھاتے تھے اور استنجاء وغیرہ میں بایاں ہاتھ استعمال فرماتے تھے۔ حضرت قتادہ سے مروی ہے حدیث صحیح ہے کہ ''جب تم میں سے کوئی پیشاب کرے تو اپنے عضو کو داہنا ہاتھ نہ لگائے اور جب حاجت کے لیے جائے تو دائیں ہاتھ سے صفائی نہ کرے۔''

(روضة المتقين : ۲/۲٦۸ ۔ دليل الفالحين : ۳/۱۸۵)

میت کے غسل میں بھی دائیں جانب کو مقدم رکھے

۷۲۳. وَعَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُنَّ فِي غُسْلِ ابْنَتِهِ زَيْنَبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : ''ابْدَءْ نَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۷۲۳) حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے غسل وفات کے بارے میں عورتوں سے فرمایا کہ داہنے اعضاء اور وضوء کے اعضاء سے ابتداء کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۷۲۳): صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب التيمن في الوضوء والغسل . صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب في غسل الميت .

راوی حدیث: حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا نام نسیبہ بنت حارث ہے ہجرت سے قبل اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوات میں شرکت فرمائی جن میں وہ زخمیوں کی تیمارداری کرتی تھیں، آپ سے ۴۰ احادیث مروی ہیں جن میں ۹ متفق علیہ ہیں۔

(دليل الفالحين : ۳/۱۸۷ ۔ الاصابة في تمييز الصحابة)

کلماتِ حدیث: میامن : دائیں جانب، دائیں اعضاء، میمنۃ کی جمع : داہنا حصہ، داہنی طرف۔

شرحِ حدیث: حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا زمانہ نبوت میں انتقال کر جانے والی عورتوں کو غسل دیا کرتی تھیں، حضرت زینب رضی اللہ عنہا جو رسول اللہ ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں کا انتقال ۸ ھ میں ہوا تو حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے انہیں غسل دیا اور اس موقعہ پر آپ ﷺ نے انہیں فرمایا کہ دائیں طرف سے غسل دینا شروع کریں۔

(روضة المتقین : ۳/۲۶۹ ۔ دلیل الفالحین : ۳/۱۸۷)

جوتا دائیں پاؤں میں پہلے پہنیں

۷۲۴۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَبْدَأْ بِالْیُمْنٰی وَاِذَا نَزَعَ فَلْیَبْدَأْ بِالشِّمَالِ. لِتَکُنِ الْیُمْنٰی اَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَاٰخِرَهُمَا تُنْزَعُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۷۲۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو دائیں پیر سے ابتداء کرے اور جب اتارے تو پہلے بائیں پاؤں سے اتارے کہ جوتا پہنتے وقت دائیں پیر سے پہل کرے اور جوتا اتارتے وقت دائیں پیر سے آخر میں اتارے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۷۲۴): صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب ینزع نعل الیسری . صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب إذا انتعل فلیبدأ بالیمین وإذا خلع فلیبدأ بالشمال .

شرحِ حدیث: امام ابن العربی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تمام اعمالِ صالحہ میں ابتداء بالیمین افضل ہے کیونکہ حسی طور پر دائیں جانب کو قوت اور تفوق حاصل ہے اور شرعاً اس کی تقدیم افضل اور مستحب ہے۔ خطابی نے فرمایا کہ جوتا انسان کے لیے باعثِ شرف وفضیلت ہے کہ انسان جوتا پہن کو اپنے پاؤں کو گندگی، آلودگی اور تکلیف دہ چیز سے بچالیتا ہے اس لیے پہننے میں جوتا پہلے دائیں پاؤں میں پہنے اور اتارتے وقت بائیں پیر سے جوتا اتارے تا کہ دائیں پیر میں جوتا زیادہ وقت رہے۔ جبکہ بیت الخلاء میں جاتے وقت بایاں پاؤں اندر رکھے اور نکلتے وقت دایاں پاؤں باہر نکالے تا کہ دائیں پاؤں کا بیت الخلاء کے اندر رہنے کا وقت کم ہو جائے اور اس طرح اس کی تکریم ہو جائے۔ (روضة المتقین : ۲/۲۷۰ ۔ دلیل الفالحین : ۳/۱۸۷)

کھانا پینا سیدھے ہاتھ سے ہونا چاہیے

۷۲۵۔ وَعَنْ حَفْصَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَجْعَلُ یَمِیْنَهٗ لِطَعَامِهٖ وَشَرَابِهٖ، وَثِیَابِهٖ، وَیَجْعَلُ یَسَارَهٗ لِمَا سِوٰی ذٰلِکَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَغَیْرُهٗ.

(۷۲۵) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنا داہنا ہاتھ کھانے پینے اور کپڑے پہننے کے لیے استعمال کرتے تھے اور بایاں ہاتھ ان کاموں کے علاوہ تھا۔ (اس حدیث کو ابوداود اور ترمذی وغیرہ نے اختیار کیا ہے)

تخریج حدیث (۷۲۵): سنن ابی داؤد، کتاب الطهارة، باب کراهیة مس الذکر بالیمین فی الاستبراء .

راوی حدیث: حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا بعثتِ نبوی سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں۔ اس وقت قریش کعبۃ اللہ

کی تعمیر میں مصروف تھے پہلا نکاح خنیس بن صرافہ سے ہوا جو غزوۂ بدر یا احد میں زخمی ہونے کے بعد انتقال کر گئے ان کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کیا ۴۵ ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابة في تمييز الصحابة)

کلماتِ حدیث: كان يجعل يمينه : دائیں ہاتھ کو استعمال کرتے تھے۔ لما سوى ذلك : اس کے علاوہ۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ کھانے پینے کی اشیاء دائیں ہاتھ سے لیتے اور دائیں ہاتھ سے تناول فرماتے اور اسی طرح لباس کو داہنے ہاتھ سے پکڑتے اور اسے پہننے میں دایاں ہاتھ استعمال فرماتے تھے۔ یعنی قمیص میں دایاں ہاتھ پہلے داخل فرماتے اور شلوار میں دایاں پیر پہلے داخل کرتے۔ یعنی ہر اس کام میں داہنا ہاتھ استعمال فرماتے جس میں کوئی شرف وفضیلت ہو اور ہر اس کام میں بایاں ہاتھ استعمال کرتے جس میں اذی کا اور اہانت کا پہلو ہو۔ (روضة المتقين : ٢/ ٢٧٠ ۔ دليل الفالحين : ٣/ ١٨٨)

●●●●●●●●●●●●

کپڑے پہننا وضوء کرنا بھی دائیں ہاتھ سے شروع کریں

٧٢٦۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا لَبِسْتُمْ وَاِذَا تَوَضَّأتُمْ فَابْدَأُوْا بَاَيَا مِنِكُمْ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(٧٢٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کپڑا پہنو یا وضو کرو تو دائیں اعضاء سے شروع کرو۔ (یہ حدیث صحیح ہے اسے ابوداؤد اور ترمذی نے بسندِ صحیح روایت کیا ہے)

تخریج حدیث (٧٢٦): سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب الانتعال . الجامع للترمذی، ابواب اللباس، باب ما جاء بأي رجل يبدأ إذا انتعل .

کلماتِ حدیث: بأيامنكم : اپنے داہنے اعضاء سے۔ ايامن : ایمن کی جمع، دائیں جانب، دایاں عضو۔ یمن کے معنی برکت کے ہیں اور تیمن کے معنی کسی شے سے حصولِ برکت کے ہیں۔ نیز تیمن کے معنی دائیں جانب سے یا دائیں اعضاء سے ابتداء کرنے کے ہیں۔

شرحِ حدیث: حدیث کا مقصود یہ ہے کہ دائیں اعضاء کو بائیں اعضاء پر ایک درجہ میں فضیلت حاصل ہے اس لیے دائیں اعضاء سے ابتداء افضل ہے۔ غرض ہر وہ کام جو کسی شرف اور فضیلت کا حامل ہو اسے دائیں ہاتھ سے کرنا چاہیے اور اس میں تیامن کا لحاظ رکھنا چاہیے اور جو کام شرف وفضیلت کا حامل نہ ہو اسے بائیں ہاتھ سے کرنا چاہیے۔

(روضة المتقين : ٢/ ٢٧١ ۔ دليل الفالحين : ٣/ ١٨٩)

●●●●●●●●●●●●

سر کے بال دائیں جانب سے منڈانا کٹوانا شروع کریں

٧٢٧۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى مِنًى فَاَتَى الْجَمْرَةَ فَرَمَاهَا، ثُمَّ اَتٰى مَنْزِلَهٗ بِمِنًى وَنَحَرَ ثُمَّ قَالَ لِلْحَلَّاقِ "خُذْ" وَاَشَارَ اِلٰى جَانِبِهِ الْاَيْمَنِ ثُمَّ الْاَيْسَرِ : ثُمَّ جَعَلَ

يُعْطِيهِ النَّاسَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَفِي رِوَايَةٍ" لَمَّا رَمَى الْجَمْرَةَ، وَنَحَرَ نُسُكَه، وَحَلَقَ : نَاوَلَ الْحَلَّاقَ شِقَّه، الْأَيْمَنَ فَحَلَقَه، ثُمَّ دَعَا اَبَا طَلْحَةَ الْاَنْصَارِيّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاَعْطَاهُ اِيَّاهُ ثُمَّ نَاوَلَه، الشِّقَّ الْاَيْسَرَ فَقَالَ : احْلِقْ" فَحَلَقَه، فَاَعْطَاهُ اَبَا طَلْحَةَ فَقَالَ: "اقْسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ .

(۶۲۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ منیٰ تشریف لائے اور جمرہ پر اسے کنکر مارے پھر منیٰ میں اپنے جائے قیام پر تشریف لائے اور قربانی فرمائی۔ پھر حلاق سے کہا کہ لو اور اپنے سر کے دائیں جانب اشارہ فرمایا اور پھر بائیں جانب اور پھر آپ ﷺ نے وہ بال لوگوں کو عطا فرما دیے۔ (متفق علیہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ نے جمرہ کو کنکریاں ماریں اپنی قربانی کا جانور ذبح کرلیا اور حلق کروانے لگے تو سر کی دائیں جانب حلاق کی طرف کی اس نے دائیں جانب حلق کر دیا آپ ﷺ نے ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور وہ بال ان کو عطا فرما دیئے پھر آپ ﷺ نے سر کا بایاں حصہ حلاق کے آگے کیا اور فرمایا حلق کر دو اس نے حلق کر دیا آپ نے وہ بھی ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو دیدئے اور فرمایا انہیں لوگوں کے درمیان تقسیم کر دو۔

تخریج حدیث(۶۲۷): صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب الماء الذي يغسل به شعر الانسان . صحيح مسلم، كتاب الحج، باب بيان ان السنة يوم النحر ان يرمى ثم يحلق .

کلماتِ حدیث: الجمرة : جمرہ عقبہ منیٰ کا مشہور مقام، جہاں کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ خذ : لے لو۔ أخذ أخذا (باب نصر) سے امر کا صیغہ۔ مراد یہ ہے کہ سر مونڈو۔ نسکه : قربانی کا جانور۔ نسك : عبادت۔ نسك نسكا (باب نصر) جانور ذبح کیا۔ نسيكه : ذبیحہ۔ جمع نسك.

شرحِ حدیث: رسولِ کریم ﷺ حجۃ الوداع کے موقعہ پر منیٰ تشریف لائے اور جمرہ عقبہ پر سات کنکریاں ماریں پھر منیٰ میں اپنی جائے قیام پر تشریف لائے اور اس جانور کی قربانی کی جو آپ ﷺ قربانی کے لیے ساتھ لائے تھے۔ (ہدی) ابن التین نے بیان فرمایا کہ آپ ﷺ نے مسجد کے قریب جمرہ اولیٰ کے پاس قربانی فرمائی اور صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر سات اونٹ ذبح فرمائے۔

آپ ﷺ نے سر کے داہنے حصے کی طرف اشارہ فرمایا کہ اسے مونڈھو اور پھر سر کا بایاں حصہ منڈوایا اور بال ابوطلحہ کو عطا فرمائے۔ جمہور علماء کے نزدیک سر کے دائیں حصے کا پہلے حلق کرانا مستحب ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ عسقلانی نے بالوں کے دیئے جانے کے بارے میں متعدد روایات کے ذکر کرنے کے بعد ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ آپ ﷺ نے سر کے دائیں حصے کے بال حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو دیئے کہ انہیں لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیں اور بائیں حصے کے بال بھی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو دیئے اور فرمایا کہ انہیں ام سلیم رضی اللہ عنہا (ابوطلحہ کی اہلیہ) کو دیدیں۔ (فتح الباري : ۱/۳۳٤۔ تحفة الأحوذي : ۳/۷۸۲۔ روضة المتقين : ۲/۲۷۱)

☆/☆/☆/☆/☆

کتاب آداب الطعام

البَابُ (۱۰۰)

کِتَابُ اٰدَابِ الطَّعَامِ بَابُ التَّسْمِیَةِ فِی اَوَّلِہٖ وَالْحَمْدُ فِی اٰخِرِہٖ
کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا اور کھانا کھانے کے بعد الحمد للہ کہنا

اللہ کا نام لے کر شروع کریں

۷۲۸. عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِی سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ : قَالَ لِی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : "سَمِّ اللّٰہَ وَکُلْ بِیَمِیْنِکَ وَکُلْ مِمَّا یَلِیْکَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

(۷۲۸) حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا نام لو دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۷۲۸): صحیح البخاری، کتاب الاطعمہ، باب التسمیة علی الطعام و الاکل بالیمین . صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب آداب الطعام و الشرب و احکامهما .

کلمات حدیث: بسم اللہ : اللہ کا نام لو، یعنی بسم اللہ پڑھو۔ اسم نام جمع اسماء۔ اسماء اللّٰہ الحسنیٰ : اللہ کے بہترین نام۔ سمی تسمیة : (باب تفعیل) نام رکھنا۔ سم : صیغہ امر، نام لو۔ سم اللہ : اللہ کا نام لو۔

شرح حدیث: عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ حضرت ام سلمہ کے پہلے شوہر سے صاحبزادے رسول اللہ ﷺ کے ربیب بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کرو۔ یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھو، داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ اگر ایک ہی برتن میں مختلف النوع کھانے ہوں تو آدمی اپنا ہاتھ ان کھانوں کی جانب بڑھا سکتا ہے۔

یہ حدیث اس سے پہلے (حدیث ۳۸) میں گزر چکی ہے۔

(تحفة الاحوذي : ۶۰۶/۵۔ روضة المتقین : ۲۷۳/۲۔ دلیل الفالحین : ۱۹۱/۳)

شروع میں بسم اللہ بھول جائے تو یہ پڑھے

۷۲۹. وَعَنْ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : "اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَذْکُرِ اسْمَ اللّٰہِ تَعَالٰی فِی اَوَّلِہٖ فإن نسیَ فَلْیَقُلْ: بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ"، رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ .

(۷۲۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو اللہ کا نام لے اگر کھانے کے شروع میں اللہ کا نام لینا بھول جائے تو یہ کہہ لے بسم اللہ اولہ وآخرہ (اللہ ہی کا نام ہے پہلے بھی اور آخر میں بھی) ابوداؤد، ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث (۷۲۹): سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمہ، باب التسمیة علی الطعام . الجامع للترمذی، ابواب الاطعمه، باب ما جاء فی التسمیة علی الطعام .

شرح حدیث: کھانا یا پینا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا مستحب ہے۔ اگر ابتداء میں بھول جائے تو جب یاد آئے جب پڑھ لے اور یہ کہے کہ بسم اللہ اولہ وآخرہ۔ اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد الحمد للہ کہے۔ اس طرح کہنے سے بسم اللہ کی برکت اس کھانے کو بھی مشتمل ہو جائے گی جو کھا چکا ہے۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر عمداً بھی بسم اللہ نہ پڑھی اور کھانے کے دوران خیال آ جائے یا کوئی توجہ دلا دے تو بھی بسم اللہ اولہ وآخرہ کہہ لے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کھانے اور پینے کے دوران بھی اللہ کا نام لینے سے سنت ادا ہو جائے گی۔ مگر وضوء کے آغاز میں اگر بسم اللہ نہ پڑھی اور اثناء وضوء پڑھی تو سنت ادا نہیں ہوگی۔ البتہ محیط میں ہے کہ کھانے پینے کے آغاز میں یا وضوء کے شروع میں کلمہ طیبہ پڑھ لینے سے بھی سنت اداء ہو جائے گی۔

(تحفة الاحوذي : ٥/٦٠٨ ـ روضة المتقين : ٢/٢٧٣ ـ عمدة القاري : ٢١/٢٨)

بسم اللہ کی برکت سے شیطان قریب نہیں آتا

٧٣٠. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ؛ فَذَكَرَ اللّٰهَ تَعَالٰى عِنْدَ دُخُوْلِهِ وَعِنْدَ طَعَامِهِ قَالَ الشَّيْطَانُ لِاَصْحَابِهِ، لَامَبِيْتَ لَكُمْ وَلَاعَشَآءَ وَاِذَا دَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالٰى عِنْدَ دُخُوْلِهِ قَالَ الشَّيْطَانُ اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ: وَاِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالٰى : عِنْدَ طَعَامِهِ قَالَ : اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ وَالْعَشَآءَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۷۳۰) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہو اور اندر آنے کے وقت اور کھانے کے وقت اللہ کا نام لے تو شیطان اپنے اصحاب سے کہتا ہے کہ اس گھر میں نہ تمہارے رات گزارنے کی جگہ ہے اور نہ کھانا ہے اور اگر گھر میں داخل ہوا اور اللہ کا نام نہ لیا تو شیطان کہتا ہے کہ تمہیں رات کا ٹھکانہ مل گیا اور جب کھانے کے وقت بھی اللہ کا نام نہ لے تو شیطان کہتا ہے کہ تمہیں رات گزارنے کا ٹھکانا بھی مل گیا اور رات کا کھانا بھی۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۷۳۰): صحیح مسلم، کتاب الاشربه، باب آداب الطعام والشراب واحکامهما .

کلمات حدیث: مبیت : رات گزارنے کی جگہ۔ بات بیتا ومبیتاً (باب نصر وضرب) رات گزارنا۔

شرح حدیث: سنن ابوداود میں حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو یہ کہے:

" اللّٰهم إني أسالك خير المولج وخير المخرج بسم الله ولجنا وبسم الله خرجنا وعلى الله ربنا توكلنا ."

" اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں خیر کے ساتھ داخل ہونا اور خیر کے ساتھ باہر آنا۔ اللہ کے نام کے ساتھ ہم اندر آئے اور اللہ کے نام کے ساتھ ہم باہر نکلے اور اللہ جو ہمارا رب ہے ہم نے اسی پر بھروسہ کیا۔"

اور اس کے بعد اپنے اہل خانہ کو سلام کرے۔

شیطان اپنے اعوان وانصار کے ساتھ پھرتا ہے، جس گھر میں اہل خانہ گھر میں آنے کے وقت اور کھانا کھانے کے وقت اللہ کا نام لیتے ہیں شیطان کہتا ہے کہ اس گھر میں نہ تم رات گزار سکتے ہو اور نہ یہاں کھانا ہے اور جس گھر میں آدمی نہ داخلے کے وقت اللہ کا نام لیتا ہے اور نہ کھانے کے وقت اللہ کا نام لیتا ہے شیطان کہتا ہے کہ آج رات یہ گھر تمہارا ٹھکانہ ہے اور یہاں تمہارے لیے کھانا بھی موجود ہے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ١٤/١٦٠ ـ روضة المتقين : ٢/٢٧٤ ـ دليل الفالحين : ٣/١٩٢)

جو کھانا بسم اللہ کے بغیر کھایا جائے اس میں شیطان شریک ہوتا ہے

۷۳۱. وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا اِذَا حَضَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا لَمْ نَضَعْ اَيْدِيَنَا حَتّٰى يَبْدَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعَ يَدَهٗ، وَاِنَّا حَضَرْنَا مَعَهٗ مَرَّةً طَعَامًا فَجَاءَتْ جَارِيَةٌ كَاَنَّهَا تُدْفَعُ، فَذَهَبَتْ لِتَضَعَ يَدَهَا فِي الطَّعَامِ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهَا ثُمَّ جَآءَ اَعْرَابِيٌّ كَاَنَّمَا يُدْفَعُ فَاَخَذَ بِيَدِهٖ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "! اِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ اَنْ لَا يُذْكَرَ اسْمُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ، وَاِنَّهٗ جَآءَ بِهٰذِهِ الْجَارِيَةِ لِيَسْتَحِلَّ بِهَا فَاَخَذْتُ بِيَدِهَا، فَجَآءَ بِهٰذَا الْاَعْرَابِيِّ لِيَسْتَحِلَّ بِهٖ فَاَخَذْتُ بِيَدِهٖ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّ يَدَهٗ فِيْ يَدِيْ مَعَ يَدَيْهِمَا " ثُمَّ ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاَكَلَ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ!

(۷۳۱) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کھانے کے لیے موجود ہوتے تو ہم اس وقت تک ہاتھ نہ بڑھاتے جب تک رسول اللہ ﷺ ابتداء نہ فرماتے اور ہاتھ نہ بڑھاتے۔ ایک مرتبہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ کھانے میں شریک تھے کہ ایک لڑکی آئی جیسے اسے دھکیلا جا رہا ہو اور کھانے کی طرف ہاتھ بڑھانے لگی تو آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر ایک اعرابی آیا جیسے اسے دھکیلا جا رہا ہو آپ ﷺ نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان اس کھانے کو اپنے لیے حلال سمجھتا ہے جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ شیطان اس لڑکی کو اسی لیے لایا تھا کہ اس کے ذریعہ سے کھانے کو اپنے لیے حلال کر لے میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر اس اعرابی کو لایا کہ اس کے ذریعہ کھانے کو اپنے لیے حلال کرے تو میں نے اس کا بھی ہاتھ

پکڑ لیا۔قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس شیطان کا ہاتھ ان دونوں کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے پھر آپ نے اللہ کا نام لیا اور کھانا تناول فرمایا۔(مسلم)

تخریج حدیث(۷۳۱): صحیح مسلم، کتاب الاشربہ، باب آداب الطعام و الشراب و احکامھا .

کلماتِ حدیث: کأنها تدفع : تیزی سے آرہی تھی جیسے اسے دھکیلا جا رہا ہو۔ دفع دفعاً (باب فتح) ہٹانا، دور کرنا، دھکیلنا۔

شرحِ حدیث: صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کا احترام کرتے اور آپ ﷺ کے احترام اور تکریم کی بنا پر کھانے میں اس وقت تک پہل نہ کرتے جب تک رسول اللہ ﷺ پہل نہ فرماتے ۔امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر کوئی شخص بغیر بسم اللہ کے کھانا شروع کر دے تو اس کھانے پر شیطان کو قدرت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ اس میں سے کھا سکتا ہے اور حاضرین میں سے کوئی ایک بھی بسم اللہ پڑھ لے تو اس کھانے پر شیطان کو قدرت حاصل نہیں ہوتی ۔تورپشتی فرماتے ہیں کہ اللہ کے نام لے لینے سے کھانا شیطان کے لیے حلال ہو جاتا ہے اور وہ کھانے کی برکت کو ختم کر دیتا ہے۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۵۶/۱۳۔ روضة المتقین : ۲۷۴/۲)

درمیان میں بسم اللہ پڑھنے سے شیطان کھایا ہوا الٹی کر دیتا ہے

۷۳۲ وَعَنْ أُمَيَّةَ بْنِ مَخْشِيٍّ الصَّحَابِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا وَرَجُلٌ يَأْكُلُ فَلَمْ يُسَمِّ اللّٰهَ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنْ طَعَامِهِ إِلَّا لُقْمَةٌ، فَلَمَّا رَفَعَهَا إِلٰى فِيْهِ قَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَاٰخِرَهُ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ:"مَازَالَ الشَّيْطَانُ يَأْكُلُ مَعَهُ، فَلَمَّا ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ اسْتَقَاءَ مَافِي بَطْنِهِ" رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ .

(۷۳۲) حضرت امیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے کہ اور ایک شخص کھانا کھا رہا تھا اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی جب کھانا ختم ہو گیا اور اس نے آخری لقمہ اٹھایا تو اس نے کہا کہ بسم اللہ اولہ وآخرہ۔ اس پر آپ ﷺ ہنسے اور فرمایا کہ شیطان اس کے ساتھ کھاتا رہا جب اس نے بسم اللہ پڑھی تو اس نے قے کر کے جو پیٹ میں گیا تھا نکال دیا۔اس حدیث کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا۔

تخریج حدیث(۷۳۲): سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمه، باب التسمیة علی العطام .

راوی حدیث: امیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ خزاعی بصری ہیں کنیت ابوعبداللہ ہے۔ان کی اس حدیث کے علاوہ کوئی اور حدیث معلوم نہیں ہے۔امام نووی رحمہ اللہ نے ان کے صحابی ہونے کی تصریح اس لیے کر دی کہ محدثین کے علاوہ دوسرے لوگوں کو ان کے صحابی ہونے کا علم نہیں ہے۔ (دلیل الفالحین : ۱۹٤/۳)

کلماتِ حدیث: استقاء : ازخود کوشش کر کے قے کر دی۔ قاء قیئاً (باب ضرب) قے ہونا۔ استقاء : کوشش کر کے قے کرنا پیٹ میں موجود غذا کو نکالنا۔

شرح حدیث: ممکن ہے کہ جو صاحب کھانا کھا رہے تھے وہ بسم اللہ پڑھنا بھول گئے ہوں اور جب کھانے کے آخر میں انہیں یاد آیا تو انہوں نے فرمانِ نبوی کے مطابق بسم اللہ اولہ وآخرہ کہا جس پر رسول اللہ ﷺ خوش ہوئے اور خوشی سے تبسم فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابلیس نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے اللہ! آپ کی مخلوقات میں کوئی ایسا نہیں ہے جس کا آپ نے رزق نہ مقرر کیا ہو میرا رزق کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ کھانا جس پر میرا نام نہ لیا گیا ہو۔ (روضة المتقين : ٢/٢٧٦ ـ حلية الأولياء : ٨/١٢٦)

بغیر بسم اللہ کے کھانے میں برکت نہیں ہوتی

۷۳۳. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاكُلُ طَعَامًا فِيْ سِتَّةٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَجَآءَ اَعْرَابِيٌّ فَاَكَلَه' بِلُقْمَتَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَمَا اِنَّه' لَوْ سَمّٰى لَكَفَاكُمْ" : رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۷۳۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز اپنے چھ اصحاب کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے ایک اعرابی آیا اور اس نے دو لقموں میں سارا کھانا کھالیا آپ ﷺ نے فرمایا سن لو اگر یہ شخص بسم اللہ پڑھ لیتا تو یہ کھانا تم سب کو کافی ہو جاتا۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۷۳۳): الجامع للترمذی، ابواب الاطعمه، باب ما جاء فی التسمية على الطعام .

کلماتِ حدیث: لو سمی : اگر یہ شخص اللہ کا نام لے لیتا، اگر یہ شخص بسم اللہ پڑھ لیتا۔ لكفاكم : تو جو کھانا یہاں موجود تھا وہ تم سب کو کافی ہو جاتا۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک سے معلوم ہوا کہ کھانے پینے کے آغاز میں بسم اللہ پڑھنے سے برکت ہوتی ہے اور بصورتِ دیگر برکت اٹھ جاتی ہے۔ بسم اللہ زور سے پڑھنا مستحب ہے اور اگر کوئی شخص بسم اللہ نہ پڑھے یا بھول جائے تو تنبیہ ہوتے ہی بسم اللہ اولہ وآخرہ کہہ لے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ کھانا مکمل ہے جس میں چار باتیں جمع ہوں کھانا حلال ہو، لوگ مل کر کھائیں، اولاً بسم اللہ پڑھی جائے اور آخر میں الحمد للہ کہا جائے۔

(تحفة الاحوذي : ٥/٦٠٨ ـ روضة المتقين : ٢/٢٧٦ ـ دليل الفالحين : ٣/١٩٤)

دسترخوان اٹھانے کی دعاء

۷۳۴. وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا رَفَعَ مَائِدَتَه' قَالَ : "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

کھانے کے بعد دعاء پڑھنے سے گناہوں کی مغفرت

۷۳۵. وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ اَكَلَ طَعَامًا فَقَالَ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنِيْ هٰذَا وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ غُفِرَلَه' مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِه" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۷۳۵) حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کھانا کھا کر یہ دعا پڑھی اس کے تمام گزشتہ گناہ معاف کردیے جائیں گے۔

" الحمد لله الذي اطعمني هذا ورزقنيه من غير حول مني ولا قوة ."

''اللہ کی تعریف ہے جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور بغیر میری قوت وطاقت کے مجھے یہ رزق عطا کیا۔''

ابوداؤد، ترمذی، صاحب ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث(۷۳۵): سنن ابی داؤد، اوائل کتاب اللباس۔ الجامع للترمذی، ابواب الدعوات .

کلمات حدیث: من غير حول مني ولا قوة : میری کسی تدبیر اور قوت کے بغیر۔ حول : طاقت، تدبیر، کوشش۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں فرمایا کہ رزق عطا کرنے والا صرف اللہ ہے اور کوئی انسان محض اپنی تدبیر کے بھروسہ پر رزق حاصل نہیں کرسکتا۔ اس لیے جب انسان کھانا کھائے تو اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کرے اور بہت تواضع اور انکساری سے کھانا کھائے اور کھا کر اللہ کا شکر ادا کرے کہ اس نے بغیر میرے حیلے اور تدبیر کے اور بغیر میری قوت وطاقت کے رزق عطا فرمایا اس طرح کھانے والے کا اجر یہ ہے کہ اس کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کھانا تناول کرنے کے بعد جس طرح اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا فرماتے اور دعائیہ کلمات کہتے انہیں ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''زاد المعاد فی ہدی خیر العباد'' میں جمع کردیا ہے۔

(تحفة الاحوذي : ٦٠٨/٥۔ روضة المتقين : ٢٧٧/٢۔ نزهة المتقين : ٥٨٤/١۔ زاد المعاد : ٤٣٥/٢)

الباب (۱۰۱)

بَابُ لَایُعِیبُ الطَّعَامَ وَاِسْتِحْبَاب مَدْحِه
کھانے میں عیب نہ نکالنے اور اس کی تعریف کرنے کا استحباب

رسول اللہ ﷺ کھانے میں عیب نہیں نکالتے تھے

۷۳۶. عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : مَاعَابَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ: اِنِ اشْتَهَاهُ اَکَلَه' وَاِنْ کَرِهَه' تَرَکَه'. " مُتَّفَقٌ عَلَیْه .

(۷۳۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا۔ خواہش ہوتی تو کھا لیتے نہ ہوتی تو چھوڑ دیتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۷۳۶): صحیح البخاری، کتاب الانبیاء . صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب لا یعیب الطعام.

کلمات حدیث: ما عاب : آپ ﷺ نے عیب ذکر نہیں کیا، کوئی نقص نہیں بتایا۔ عاب عیباً (باب ضرب) عیب بیان کرنا، نقص بتلانا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کھانے کا نقص یا عیب نہیں ذکر کیا امام نووی رحمہ اللہ نے مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ جیسے کھانا کچا ہے یا نمک کم ہے یا نمک زیادہ ہے وغیرہ، بلکہ جو کھانا آپ کے سامنے رکھا جاتا اور آپ ﷺ کو رغبت ہوتی تو آپ کھا لیتے اور اگر رغبت نہ ہوتی تو نہ کھاتے۔ (فتح الباري : ۳۷۲/۲۔ روضة المتقین : ۲۷۸/۲)

سرکہ بہترین سالن ہے

۷۳۷. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَ اَهْلَه' الْاُدُمَ فَقَالُوْا: مَا عِنْدَنَا اِلَّا خَلٌّ، فَدَعَابِه فَجَعَلَ یَاکُلُ وَیَقُوْلُ " نِعْمَ الْاُدُمُ الْخَلُّ، نِعْمَ الْاُدُمُ الْخَلُّ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۷۳۷) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ اہل خانہ سے سالن طلب فرمایا، انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس صرف سرکہ ہے آپ ﷺ نے منگوالیا اور تناول فرمایا اور فرمایا کہ سرکہ اچھا سالن ہے، سرکہ اچھا سالن ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۷۳۷): صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب فضیلة الخل و التأدم به .

کلمات حدیث: أدم : وہ شئے جسے سالن کے طور پر استعمال کیا جائے۔ ادم : ادام کی جمع ہے جس کے معنی ہیں سالن۔

شرح حدیث: خطابی اور قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ حدیث مبارک سے اور دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ

سادگی اور تواضع کو محبوب رکھتے تھے اور اسی بناء پر آپ ﷺ نے سرکہ کی تعریف فرمائی کہ یہ گھروں میں آسانی سے میسر ہوتا ہے اور اس میں تکلف اور مشقت نہیں ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور حدیث میں ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آپ ﷺ کے ساتھ آپ کے گھر چلا گیا۔ آپ ﷺ کے سامنے کھانا رکھا گیا تو وہ روٹی کے ٹکڑے اور سرکہ تھا۔ آپ نے فرمایا کھاؤ سرکہ اچھا سالن ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت سے میں سرکہ پسند کرنے لگا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس وقت سے کدو پسند کرنے لگا۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ١٤/٦۔ روضة المتقين : ٢/٢٧٩)
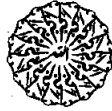
الباب (۱۰۲)

بَابُ مَایَقُوْلُه' مَنْ حَضَرَ الطَّعَامَ وَهُوَ صَآئِمٌ اِذَالَمْ یُفْطِرْ
روزہ دار کے سامنے کھانا آئے اور وہ افطار کرنا نہ چاہے تو کیا کہے؟

دعوت قبول کرنا سنت ہے

۷۳۸. عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دُعِیَ اَحَدُکُمْ فَلْیُجِبْ فَاِنْ کَانَ صَائِمًا فَلْیُصَلِّ، وَاِنْ کَانَ مُفْطِرًا فَلْیَطْعَمْ ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

قَالَ الْعُلَمَآءُ بِمَعْنٰی " فَلْیُصَلِّ " فَلْیَدْعُ وَمَعْنٰی " فَلْیَطْعَمْ" فَلْیَاکُلْ .

(۷۳۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم سے کسی کو کھانے پر بلایا جائے تو وہ اسے قبول کرلے اگر روزہ سے ہو تو اس کے لیے دعا کرے اور اگر روزے سے نہ ہو تو کھالے۔ (مسلم)

علماء نے فرمایا ہے کہ فلیصل کے معنی ہیں کہ اسے چاہیے کہ دعا کرے اور فلیطعم کے معنی ہیں کہ کھانا کھالے۔

تخریج حدیث (۷۳۸): صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب الامر باجابة الداعی الی دعوته .

کلمات حدیث: فلیجب : جواب دے یعنی قبول کرلے، ولیمہ کی دعوت قبول کرنا مستحب ہے۔ فلیصل : اسے چاہیے کہ کھانا کھلانے والے کے حق میں دعائے خیر کرے۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ ہر ایک کی دعوت قبول فرمالیا کرتے تھے اور اسی کی آپ ﷺ نے تاکید فرمائی ہے اور روزہ دار ہونے کی صورت میں بھی چاہیے کہ دعوت سے معذرت نہ کرے بلکہ شرکت کرے اور صاحب خانہ کے حق میں دعا کرے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دعاء سے مراد مغفرت اور برکت کی دعاء ہے۔ چنانچہ ابن حبان کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ روزہ سے ہوتے تو کھانا نہ کھاتے، بلکہ برکت کی دعاء فرماتے اور اگر روزے سے نہ ہوتے تو کھانا تناول فرمالیتے۔ (صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب الامر باجابة الدعای الی دعوته)

الباب (۱۰۳)

بَابُ مَایَقُوْلُه، مَنْ دُعِیَ اِلیٰ طَعَام فَتَبِعَه، غَیْرُہ،

اگر کسی کو کھانے کے لیے بلایا جائے اور کوئی اور بھی اس کے ساتھ ہولے تو وہ میزبان سے کیا کہے؟

اگر دعوت میں فضولی ساتھ ہو جائے

۷۳۹. عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : دَعَا رَجُلٌ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَه، لَه، خَامِسَ خَمْسَةٍ فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ فَلَمَّا بَلَغَ الْبَابَ قَالَ لَه، النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :"اِنَّ هٰذَا تَبِعَنَا فَاِنْ شِئْتَ اَنْ تَاْذَنَ لَه، وَاِنْ شِئْتَ رَجَعَ" قَالَ : بَلْ اٰذَنُ لَه، یَارَسُوْلَ اللّٰهِ . مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۷۳۹) حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کو کھانے پر بلایا جو اس نے آپ ﷺ کے لیے تیار کیا تھا آپ (شرکائے دعوت میں) پانچویں تھے۔ آپ کے ساتھ ایک اور شخص ہولیا۔ جب آپ ﷺ اس شخص کے دروازے پر پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص ہمارے ساتھ آ گیا ہے اگر تم چاہو تو اس کو بھی اجازت دیدو اور تم چاہو تو یہ واپس چلا جائے۔ اس شخص (میزبان) نے کہا کہ یارسول اللہ! میں اسے اجازت دیتا ہوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۷۳۹): صحیح البخاری، کتاب الاطعمه، باب الرجل یتکلف الطعام لاخوانه. صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب ما یفعل الضیف إذا تبعه غیر من دعاہ صاحب الطعام

کلمات حدیث: صنعه : اس نے اس کو تیار کیا، اس کا کھانا تیار کیا، یا تیار کرایا۔ خامس خمسة : پانچ آدمیوں میں پانچواں، یعنی چار افراد پہلے ہی مدعو تھے اور رسول اللہ ﷺ پانچویں تھے۔

شرح حدیث: صحابہ کرام حصولِ برکت اور انوارِ نبوت سے استفادے کے لیے اور علوم نبوت کے حصول کے لیے خواہشمند رہتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ آپ کے ساتھ گزاریں اس لیے رسول اللہ ﷺ کہیں جاتے اور کسی مقام سے گزرتے بعض صحابہ آپ کے ساتھ ہو لیتے۔

ایک انصاری نے آپ ﷺ کی دعوت کی۔ ان صاحب کا نام ابوشعیب تھا ان کے پاس ایک غلام تھا جو قصاب تھا، ایک موقعہ پر ابو شعیب نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ انور پر بھوک کے آثار دیکھے تو انہوں نے اپنے غلام سے کہا کہ پانچ آدمیوں کا کھانا تیار کرلو کہ میں چاہتا ہوں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو بلالوں اور آپ ﷺ پانچویں ہو جائیں گے۔ یعنی چار کھانے والے پہلے سے موجود تھے۔ غرض ان صاحب نے رسول اللہ ﷺ کو بلایا تو آپ ﷺ تشریف لائے تو ایک صاحب آپ ﷺ کے ساتھ آ گئے اور آپ ﷺ نے صاحب خانہ سے ان کے بارے میں اجازت لی، رسول اللہ ﷺ نے صاحبِ طعام سے اس لیے صراحتاً اجازت لی کہ آپ کو ان کی اجازت کا علم نہیں تھا اگر آپ کو اس کی اجازت کا علم ہوتا تو آپ صراحتاً اجازت نہ لیتے۔ حدیثِ مبارک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بلا دعوت کسی کے کھانے پر

جانا غیر مستحسن ہے۔

کوفہ میں ایک شخص تھا جس کا نام طفیل تھا وہ ولیمہ کی دعوتوں میں بغیر بلائے پہنچ جایا کرتا تھا اس کا نام طفیل الاعراس پڑ گیا۔ بعد میں ہر اس شخص کو طفیلی کہا جانے لگا جو بن بلائے کسی کے ساتھ لگ کر دعوت میں پہنچ جائے۔

(فتح الباري : ۲/۱۱۰۶۔ عمدة القاري : ۲۲/۹٤۔ روضة المتقين : ۲/۲۸۰۔ نزهة المتقين : ۱/٥۸٦)

الباب (۱۰٤)

بَابُ الْاَکْلِ مِمَّا یَلِیْهِ وَوَعْظِهٖ وَتَأْدِیْبِهٖ مَنْ یُسِیْءُ اَکْلَه'

اپنے سامنے کھانا اوراس شخص کو وعظ وتأ دیب جو آدابِ طعام کی رعایت ملحوظ نہ رکھے

سیدھے ہاتھ سے اور اپنے سامنے سے کھانا

۷۴۰. عن عمر بن ابی سلمة رضی اللّٰه عنه قال: کُنْتُ غُلَامًا فِیْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ يَدِیْ تَطِيْشُ فِی الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَاغُلَامُ سَمِّ اللّٰهَ، وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

قَوْلُه': "تَطِيْشُ" بِكَسْرِ الطَّآءِ وَبَعْدَهَا يَآءٌ مُثَنَّاةٌ مِنْ تَحْتِ مَعْنَاهُ تَتَحَرَّكُ وَتَمْتَدُّ اِلٰى نَوَاحِی الصَّحْفَةِ.

(۷۴۰) حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابھی بچہ تھا اور آپ ﷺ کے زیر تربیت تھا کہ کھاتے وقت میرا ہاتھ پلیٹ میں ادھر ادھر پڑتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا لڑکے بسم اللہ پڑھو، داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ (متفق علیہ)

تطیش : پیالہ میں ادھر ادھر ہاتھ پڑتا تھا۔

تخریج حدیث(۷۴۰): صحیح البخاری، کتاب الاطعمه، باب التسمية على الطعام والاكل باليمين . صحيح مسلم، كتاب الاشربه، باب آداب الطعام والشراب واحكامها.

کلماتِ حدیث: حجر رسول اللہ ﷺ : رسول اللہ ﷺ کی زیر تربیت۔ صحفه : ایسا برتن یا بڑی پلیٹ جس میں چار پانچ آدمی کھانا کھا سکیں۔

شرح حدیث: اپنے بچوں کو اور زیر تربیت بچوں کو کھانے پینے کے آداب سکھانا اسوۂ رسول اللہ ﷺ ہے جس کی اتباع کرنی چاہیے۔ عمر بن ابی سلمہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے اور رسول اللہ ﷺ کے ربیب (زیر پرورش) تھے۔

اس حدیث کی شرح پہلے باب (حدیث ۳۸) میں گزر چکی ہے۔ (روضة المتقين : ۲/۲۸۲)

بائیں ہاتھ سے کھانے والے کے لیے بدُعاء

۷۴۱. وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اَكَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِهٖ فَقَالَ: "كُلْ بِيَمِيْنِكَ" قَالَ: لَا اَسْتَطِيْعُ قَالَ: "لَا اسْتَطَعْتَ مَامَنَعَه' اِلَّا الْكِبْرُ! فَمَا رَفَعَهَا اِلٰى فِيْهِ

رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۷۴۱) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: سیدھے ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے کہا کہ میں نہیں کھا سکتا، آپ ﷺ نے فرمایا: پھر نہیں کر سکو گے۔ اس نے تکبر کی وجہ سے ایسا کہا تھا اور پھر وہ اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے منہ تک نہ لے جا سکا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۷۴۱): صحیح مسلم، کتاب الاشربه، باب آداب الطعام و الشراب و احکامها .

کلمات حدیث: لا استطیع : میں نہیں کر سکتا، میں ایسا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ لا استطعت : تو نہ کر سکے، تو نہ کر سکے گا، تجھے یہ قدرت نہیں ہوگی۔

شرح حدیث: زمانۂ جاہلیت میں بعض لوگ تکبر کے طور پر بائیں ہاتھ سے کھاتے تھے اس شخص نے بھی اسی طرح تکبر کے طور پر اُلٹے ہاتھ سے کھایا اور رسول اللہ ﷺ کی نصیحت پر یہ جواب دیا کہ میں نہیں کر سکتا تو آپ نے فرمایا کہ اب نہیں کر سکے گا اور معجزۂ نبوت کے طور پر وہ پھر کبھی اپنا داہنا ہاتھ اپنے منہ تک نہ لے جا سکا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسوۂ رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہر وقت اور حال میں لازم ہے۔ (روضة المتقین : ۲/ ۲۸۲۔ نزهة المتقین : ۱/ ۵۸۷)

یہ حدیث اس سے پہلے دو مرتبہ گزر چکی ہے۔

البَابُ (۱۰۵)

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْقِرَانِ بَيْنَ تَمْرَتَيْنِ وَنَحْوِهِمَا اِذَا اَكَلَ جَمَاعَةٌ اِلَّا بِاِذْنِ رُفْقَتِهِ

رفقائے طعام کی اجازت کے بغیر دو کھجوریں یا اسی طرح کی دو چیزیں ملا کر کھانے کی ممانعت

دو کھجوریں ایک ساتھ کھانے کی ممانعت

۷۴۲. عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ قَالَ اَصَابَنَا عَامُ سَنَةٍ مَعَ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَرُزِقْنَا تَمْرًا، وَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَمُرُّ بِنَا وَنَحْنُ نَاكُلُ فَيَقُوْلُ : لَاتُقَارِنُوْا فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْاِقْرَانِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: ”اِلَّا اَنْ يَسْتَاذِنَ الرَّجُلُ اَخَاهُ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۷۴۲) جبلة بن سحیم سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں قحط سالی کا شکار ہوئے۔ ہمیں چند کھجوریں ملیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہمارے پاس سے گزرے اور ہم کھجوریں کھا رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ دو دو کھجوریں ملا کر نہ کھاؤ کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کھانے سے منع فرمایا ہے سوائے اس کے کہ آدمی اپنے بھائی سے اجازت لے لے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۷۴۲): صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب إذا اذن الانسان للآخر شیئا جاز . صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب نهی الاكل مع جماعة عن قران تمرتين .

کلمات حدیث: قران : ملانا، دو چیزوں کو اکٹھا کرنا، حج اور عمرہ دونوں ایک احرام کے ساتھ ادا کرنا۔ لا تقارنوا : دو کھجوریں ملا کر نہ کھاؤ۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ اگر متعدد افراد مل کر کھجور یا کھجور سے ملتی جلتی چیز کھا رہے ہوں اور وہ چیز مقدار میں کم ہو تو یہ بات مستحسن نہیں ہے کہ کوئی آدمی دو دو کھجوریں ملا کر کھائے۔ الا یہ کہ وہ ساتھیوں سے اجازت لے لے۔ کیونکہ اس طرح دو کھجوریں کھانا آدابِ مجلس کے برخلاف اور غیر مستحسن ہے۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیثِ مذکورہ میں ایک ساتھ دو کھجوریں کھانے کی ممانعت مطلق نہیں ہے بلکہ یہ قحط اور افلاس کے زمانے سے متعلق ہے یعنی اگر وسعت و فراخی ہو تو ممانعت نہیں ہے۔ جیسا کہ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ میں نے تمہیں دو دو کھجوریں ملا کر کھانے سے منع کیا تھا اب اللہ تعالیٰ نے تمہیں وسعت عطا فرما دی ہے اس لیے اب تم جمع کر کے کھا سکتے ہو۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ حدیثِ مبارک کا تعلق اس صورت سے ہے جب کئی افراد کھا رہے ہوں اور کھانا مشترک ہو اور سب ایک ایک کھجور کھا رہے ہوں تو ایک شخص کا دو دو کھجوریں ملا کر کھانا خلافِ ادب بھی ہوگا اور خلافِ مروت بھی البتہ اگر ساتھی صراحتاً ایسا کرنے کی اجازت دے دیں پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

(فتح الباري : ۱۱۶٤/۲ ـ روضة المتقين : ۲۸۲/۲ ـ روضة الصالحين : ۲٦٥/۳ ـ شرح مسلم : ۱۹۱/۱۳)

الباب (۱۰٦)

بَابُ مَایَقُوْلُه، وَیَفْعَلُه، مَنْ یَّاکُلُ وَلَا یَشْبَعُ
اگر کوئی کھا کر سیر نہ ہو تو وہ کیا کہے اور کیا کرے؟

اکٹھے کھانے کی برکت

۷۴۳۔ عَنْ وَحْشِيّ بْنِ حَرْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا : یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نَأکُلُ وَلَانَشْبَعُ؟ قَالَ : "فَلَعَلَّکُمْ تَفْتَرِقُوْنَ" قَالُوْا : نَعَمْ : قَالَ : فَاجْتَمِعُوْا عَلٰی طَعَامِکُمْ، وَاذْکُرُوا اسْمَ اللّٰهِ یُبَارَکْ لَکُمْ فِیْهِ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ .

(۷۴۳) حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعض اصحاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم کھاتے ہیں اور ہمارا پیٹ نہیں بھرتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ شاید تم الگ الگ کھاتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھانے کے لیے سب اکٹھے ہو کر بیٹھو اور اللہ کا نام لے کر کھاؤ اللہ تعالیٰ برکت دے گا۔

(ابوداؤد)

تخریج حدیث (۷۴۳): سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمه، باب الاجتماع علی الطعام.

راوی حدیث: حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ حضرت جبیر بن مطعمؓ کے غلام تھے اور عم محترم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے۔ جس نیزے سے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا اسی سے مسیلمہ کذاب کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ چار یا آٹھ احادیث مروی ہیں۔ (الاصابة في تمييز الصحابة)

کلماتِ حدیث: فلعلکم تفترقون : شاید تم الگ الگ ہو کر کھاتے ہو۔ افتراق : (باب افتعال) جدا ہونا، ٹولیاں بننا۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب اہل خانہ مل کر اور اکٹھے ہو کر کھانا کھائیں اور بسم اللہ پڑھ کر کھائیں تو کھانے میں برکت ہوگی اور اگر محارم کے علاوہ غیر محارم بھی ہوں تو سب مرد مل کر کھائیں اور سب عورتیں اور بچے مل کر کھائیں۔ کھانے کا یہ طریقہ باعثِ برکت بھی ہے اور اس میں باہم محبت و مودت اور اتفاق بھی ہے۔

(روضة المتقين : ۲/ ۲۸٤ ـ دليل الفالحين : ۳/ ۲۰۵)

البَابُ (۱۰۷)

بَابُ الْاَمْرِ بِالْاَکْلِ مِنْ جَانِبِ الْقَصْعَةِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْاَکْلِ مِنْ وَسْطِهَا

برتن کے کنارے سے کھانے کا حکم اور اس کے درمیان سے کھانے کی ممانعت

برکت کھانے کے درمیان نازل ہوتی ہے

۷۴۴. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْبَرَكَةُ تَنْزِلُ وَسَطَ الطَّعَامِ فَكُلُوْا مِنْ حَافَتَيْهِ وَلَاتَأْكُلُوْا مِنْ وَسَطِهِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

(۷۴۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ برکت کھانے کے درمیان میں اترتی ہے۔تم برتن کے دونوں کناروں سے کھاؤ اور درمیان سے نہ کھاؤ۔(اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۷۴۴): سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمه، باب ما جاء فی الاکل من اعلیٰ الصفحه. الجامع للترمذی، ابواب الاطعمه، باب ما جاء فی کراهية الاکل من وسط الطعام.

کلمات حدیث: حافتیه: اس کے دونوں کناروں سے۔ حافة: کنارہ، جمع حافات.

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کی جانب سے خیر و برکت اور زیادتی اور اضافہ برتن کے درمیان میں نازل ہوتی ہے اور کھانے کی برکت یہ ہے کہ آدمی اس سے سیر ہو جاتا ہے وہ کھانا اس کے جسم کے لیے مفید ہوتا ہے اور کھانے والا کھانے کی مضرتوں سے محفوظ رہتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھانے کے چاروں طرف سے کھاؤ اور اس کا درمیانی حصہ رہنے دو کہ اس میں برکت ہوتی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے الام میں فرمایا ہے کہ اگر کسی نے سامنے کے بجائے ادھر ادھر سے کھایا یا کھانے کے درمیان سے کھایا وہ گنہگار ہوگا۔امام رافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ برتن کے درمیان سے کھانا مکروہ ہے۔امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ روٹی بھی کناروں سے کھانی چاہیے۔(تحفة الاحوذي: ۵/۵۳۲۔ روضة المتقين: ۲/۲۸۵)

رسول اللہ ﷺ کا بڑا پیالہ

۷۴۵. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَصْعَةٌ يُقَالُ لَهَا الْغَرَّآءُ يَحْمِلُهَا اَرْبَعَةُ رِجَالٍ فَلَمَّا اَضْحَوْا وَسَجَدُوا الضُّحٰى اُتِيَ بِتِلْكَ الْقَصْعَةِ، يَعْنِي وَقَدْ ثُرِدَ

فِيهَا، فَالْتَفُّوا عَلَيْهَا، فَلَمَّا كَثُرُوا جَثَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ مَاهٰذِهِ الْجِلْسَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَنِي عَبْدًا كَرِيمًا وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا عَنِيدًا" ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "كُلُوا مِنْ حَوَالَيْهَا وَدَعُوا ذِرْوَتَهَا يُبَارَكْ فِيهَا" رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ". "ذِرْوَتَهَا" أَعْلَاهَا : بِكَسْرِ الذَّالِ وَضَمِّهَا .

(۷۴۵) حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بڑا پیالہ تھا جس کا نام غراء تھا اس کو چار آدمی اٹھاتے تھے، جب چاشت کا وقت ہوتا اور صحابہ کرام نمازِ ضحیٰ سے فارغ ہو جاتے تو وہ پیالا لایا جاتا اس میں ثرید ہوتا لوگ اس کے اردگرد جمع ہو جاتا اور جب لوگ زیادہ ہوتے تو آپ ﷺ گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے۔ ایک روز ایک اعرابی نے کہا کہ یہ کیسی نشست ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے مہربان بندہ بنایا ہے جبار و سرکش نہیں بنایا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس کے اطراف سے کھاؤ اور اس کا اوپر والا حصہ (درمیانی) چھوڑ دو اس میں برکت نازل ہوتی ہے۔ (اس حدیث کو ابوداؤد نے بسند جید روایت کیا ہے) ذروتھا : یعنی اس کا بلند حصہ۔

تخریج حدیث (۷۴۵): سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمه، باب ما جاء فی الاکل من اعلیٰ الصحفة .

کلمات حدیث: قد ثرد فیھا : جس میں ثرید تھا، ثرید روٹیاں توڑ کر شوربے میں ڈال دینا۔ جثا علی رکبتیه : آپ ﷺ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے۔ جثا جثوا (باب نصر) زانو کے بل بیٹھنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ صحابہ کرام کے لیے اور خصوصاً اصحابِ صفہ کے لیے کھانا تیار کراتے تھے آپ ﷺ کے گھر میں ایک بڑا سا تھال یا خوان تھا جس کا نام غراء تھا، یعنی چمکدار اور روشن۔ ایک مرتبہ حضورِ اقدس ﷺ اس میں ثرید بنوا کر لائے۔ ثرید اہل عرب کا مقبول کھانا تھا، جس میں شوربہ بنا کر اس میں روٹیاں توڑ کر ڈال لیتے تھے۔ جب صحابہ کرام صلاۃ الضحیٰ پڑھ کر فارغ ہو چکے تو یہ تھال لا کر رکھا گیا سب اس کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میں اللہ کا مکرم بندہ ہوں یعنی متواضع اور سخی ہوں اور اس طرزِ نشست میں تواضع زیادہ ہے اور جبار و سرکش نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ کناروں سے کھانا تناول کرتے رہو درمیانی حصہ میں برکت نازل ہوتی رہے گی۔ (روضة المتقین : ۲۸۶/۲۔ دلیل الفالحین : ۲۰۷/۳)

البَابُ (۱۰۸)

باب كراهية الاكل متكئًا
ٹیک لگا کر کھانے کی کراہت

رسول اللہ ﷺ ٹیک لگا کر کھانا تناول نہیں فرماتے تھے

۷۴۶. عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ وَهْبِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاٰکُلُ مُتَّکِئًا" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ : قَالَ الْخَطَّابِیُّ اَلْمُتَّکِیءُ هٰهُنَا : هُوَ الْجَالِسُ مُعْتَمِدًا عَلٰی وِطَاءٍ تَحْتَه، قَالَ : وَاَرَادَ اَنَّه، لَایَقْعُدُ عَلَی الْوِطَآءِ وَالْوَسَآئِدِ کَفِعْلِ مَنْ یُرِیْدُ الْاِکْثَارَ مِنَ الطَّعَامِ بَلْ یَقْعُدُ مُسْتَوْفِزًا لَامُسْتَوْطِئًا : وَیَاکُلُ بُلْغَةً هٰذَا کَلَامُ الْخَطَّابِیِّ، وَاَشَارَ غَیْرُه، اِلٰی اَنَّ الْمُتَّکِئَ : هُوَالْمَآئِلُ عَلٰی جَنْبِهٖ . وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

(۷۴۶) حضرت ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا۔ (بخاری)

امام خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ متکئی سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے نیچے بچھے ہوئے گدے کا سہارا لے کر بیٹھے مقصد یہ ہے کہ آپ گدوں اور تکیوں پر اس آدمی کی طرح نہیں بیٹھتے تھے جو زیادہ کھانے کا ارادہ رکھتا ہو بلکہ آپ ﷺ سکڑ کر بیٹھتے اور کسی چیز کا سہارا نہ لیتے تھے اور بقدرِ ضرورت کھاتے تھے۔

تخریج حدیث (۷۴۶): صحيح البخاری، کتاب الاطعمه، باب الاکل متکئا .

راوی حدیث: حضرت ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ان نوجوان صحابہ کرام میں سے ہیں جو حضور اکرم ﷺ کی وفات کے وقت کم سن تھے ۷۴ھ میں کوفہ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابة في تمييز الصحابة)

کلمات حدیث: وطاء : نرم گدا، فرش۔ الوسائد : تکیے جمع وسادة . مستوفزاً : جم کر نہ بیٹھنا بلکہ اس طرح بیٹھنا جیسے اٹھنے کی جلدی ہو۔ بلغة : اتنی خوراک جس سے زندگی باقی رہے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ جب کھانا تناول فرماتے تو انتہائی تواضع اور شان عبدیت کے ساتھ تناول فرماتے آپ ﷺ کسی پہلو پر ٹیک نہ لگاتے اور نہ آپ گدے وغیرہ پر جم کر تشریف نہ کرتے بلکہ کھانے کے لیے اس طرح بیٹھتے جیسے وہ شخص بیٹھتا ہے جسے جلد اٹھنا ہو اور آپ ﷺ تھوڑی سی خوراک کھا کر دست کش ہو جاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بکری (کا گوشت) ہدیۃ بھیجا آپ نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر تناول فرمایا ایک اعرابی نے کہا کہ یہ کیسی نشست ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عبدِ کریم بنایا ہے اور مجھے جبار اور سرکش نہیں بنایا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے

کہ ایک فرشتہ خدمت میں حاضر ہوا یہ فرشتہ اس سے پہلے نہیں آیا تھا اس نے آپ ﷺ کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ کے رب نے آپ ﷺ کو اختیار دیا ہے کہ آپ عبد نبی بن جائیں یا ملک نبی؟ اس پر آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل کی جانب دیکھا حضرت جبرئیل نے تواضع کی جانب اشارہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں عبد نبی ہوں اس کے بعد آپ ﷺ نے کبھی تکیہ لگا کر نہیں کھایا۔

ابن الجوزی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تکیہ لگانے سے مراد ایک پہلو پر ٹیک لگانا ہے۔ لیکن خطابی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ حدیث میں تکیہ لگانے سے ایک پہلو پر ٹیک لگا کر بیٹھنا نہیں ہے بلکہ جم کر بیٹھنا ہے اور مفہوم حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھانے کے لیے اس طرح جم کر نہ بیٹھتے تھے جسے بسیار خور جم کر بیٹھتے ہیں بلکہ آپ اس طرح بیٹھتے جس طرح وہ آدمی بیٹھتا ہے جسے جلدی ہو اور وہ فوراً اٹھنا چاہتا ہو اور اس طرح آپ تھوڑا سا کھانا تناول فرماتے۔ (تحفة الاحوذي : ٥/٥٧٠۔ روضة المتقين : ٢/٢٨٧)

****

دوزانو بیٹھ کر کھانا

٧٤٧. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا مُقْعِيًا يأكُلُ تَمْرًا . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

" اَلْمُقْعِيْ " هُوَالَّذِيْ يُلْصِقُ اِلْيَتَيْهِ بَالْاَرْضِ وَيَنْصِبُ سَاقَيْهِ .

(٧٤٧) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں بیٹھے دیکھا کہ آپ ﷺ کے دوزانوں کھڑے ہوئے تھے اور آپ کھجور تناول فرمارہے تھے۔ مقعی وہ شخص جو ٹانگوں کو کھڑا کرے اور زمین پر سرین ٹیکے ہوئے ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث(٧٤٧): صحيح مسلم، كتاب الاشربة، باب استحباب تواضع الاكل وصفة قعوده.

کلماتِ حدیث: مقعیا : سرین زمین پر رکھ کر اور پنڈلیوں کو کھڑی کر کے بیٹھنا۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ کی فکر ہمیشہ غلبۂ اسلام اور صحابہ کرام کی تعلیم و تربیت اور اصلاح پر مرتکز رہتی اور آپ کھانے کی جانب بہت توجہ نہیں فرماتے بھوک مٹانے کے لیے جلدی سے کچھ تناول فرمالیتے اور پھر دین حق کی تبلیغ و اشاعت کے کام میں مصروف ہو جاتے تھے۔ جیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کے پاس کہیں سے کھجوریں آئیں آپ انہیں تقسیم فرمارہے تھے اور تقسیم کے دوران آپ ﷺ نے جلدی جلدی چند کھجوریں تناول فرمالیں۔ (روضة المتقين : ٢/٢٨٨۔ دليل الفالحين : ٣/٢٠٩)
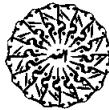
البَابُ (۱۰۹)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْاَكْلِ بِثَلَاثِ اَصَابِعَ وَاسْتِحْبَابِ لَعْقِ الْاَصَابِعِ وَكَرَاهَةِ مَسْحِهَا قَبْلَ لَعْقِهَا وَاسْتِحْبَابِ لَعْقِ الْقَصْعَةِ وَاَخْذِ اللُّقْمَةِ الَّتِي تَسْقُطُ مِنْهُ وَاَكْلِهَا وَجَوَازِ مَسْحِهَا بَعْدَ اللَّعْقِ بِالسَّاعِدِ وَالْقَدَمِ وَغَيْرِهِمَا

تین انگلیوں سے کھانے کا استحباب، انگلیاں چاٹنے کا استحباب، اورانہیں بغیر چاٹے صاف کرنیکی کراہت، پیالہ کو چاٹنے کا استحباب، گرے ہوئے لقمے کو اٹھا کر کھالینے کا استحباب اور انگلیوں کو چاٹنے کے بعد انہیں کلائی اور تلووں وغیرہ سے صاف کرنے کا استحباب

کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹنا چاہیے

۷۴۸. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلَا يَمْسَحْ اَصَابِعَهٗ حَتّٰى يَلْعَقَهَا، اَوْ يُلْعِقَهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۷۴۸) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی کھانا کھائے تو اپنی انگلیاں صاف نہ کرے یہاں تک کہ انہیں چاٹ لے یا چٹوا لے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۷۴۸): صحيح البخاری، كتاب الاطعمه، باب لعق الاصابع . صحيح مسلم، كتاب الاشربة، باب استحباب لعق الاصابع و القصعة .

کلماتِ حدیث: حتى يلعقها : یہاں تک کہ اسے چاٹ لے۔ لعق لعقاً (باب سمع) زبان سے یا انگلی سے کسی چیز کو چاٹنا۔

شرحِ حدیث: رزق تھوڑا ہو یا زیادہ اللہ کی نعمت ہے اور اللہ کی نعمت کے شکر کا تقاضا ہے کہ کھانے کا کوئی حصہ ضائع نہ ہو، نیز کھانے میں اللہ کی طرف سے برکت ہوتی ہے لیکن وہ کون سا حصہ ہے جس میں برکت ہے وہ کھانے والے کو معلوم نہیں ہے، اس لیے کھانے والے کو چاہیے کہ وہ انگلیاں بھی چاٹ لے اور وہ برتن بھی چاٹ لے جس میں کھانا کھایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے یعنی انگشتِ شہادت اس کے برابر کی بڑی انگلی اور انگوٹھا اور جب آپ ﷺ انگلیاں چاٹتے تو سب سے پہلے درمیانی انگلی کو چاٹتے پھر انگشتِ شہادت اور پھر انگوٹھا۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آدمی جب کھانا کھا چکے تو مستحب یہ ہے کہ پہلے اپنی انگلیاں چاٹ لے یا کسی کو چٹوا دے اور کسی ایسے شخص کو چٹوائے جو کراہت محسوس نہ کرے جیسے اپنی بیوی یا بچہ۔

(فتح الباري : ۲/۱۱۶۶ ـ عمدة القاري : ۱۱۲/۲۱ ـ روضة المتقين : ۲۸۸/۲)

تین انگلیوں سے کھانا

۷۴۹. وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَأْكُلُ بِثَلَاثِ اَصَابِعَ فَإِذَا فَرَغَ لَعِقَهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۷۴۹) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے اور جب فارغ ہوتے تو انہیں چاٹ لیتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۷۴۹): صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب استحباب لعق الاصابع و القصعة .

کلماتِ حدیث: وإذا فرغ : اور جب آپ ﷺ فارغ ہوتے۔ فرغ فراغاً (باب فتح) کام سے فارغ ہونا۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ کی عادتِ طیبہ یہ تھی کہ آپ ﷺ کھانا کھاتے وقت تین انگلیوں سے کھاتے لیکن کبھی چوتھی اور پانچویں بھی ملالیتے۔ ملاعلی القاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چار یا پانچ انگلیوں کا کھانے میں استعمال ضرورت کے مطابق ہوتا تھا۔ علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تین انگلیوں سے کھانے کی مصلحت یہ ہے کہ لقمہ چھوٹا ہو اور ہاتھ پر زیادہ کھانا نہ لگے۔

(روضة المتقين : ۲/۲۸۹۔ دليل الفالحين : ۳/؟؟؟۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۳/۱۸۲)

●●●●●●●●●●●●

انگلیوں کو چاٹنے کے فائدے

۷۵۰. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِلَعْقِ الْاَصَابِعِ وَالصَّحْفَةِ، وَقَالَ : "اِنَّكُمْ لَاتَدْرُوْنَ فِيْ اَيِّ طَعَامِكُمُ الْبَرَكَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۷۵۰) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انگلیاں اور کھانے کا برتن چاٹنے کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ تمہیں کیا معلوم کہ کون سے حصے میں برکت ہے؟ (مسلم)

تخریج حدیث(۷۵۰): صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب استحباب لعق الاصابع و القصعة .

کلماتِ حدیث: صحفة : بڑا پیالہ جو چار پانچ آدمیوں کے کھانے کے لیے کافی ہو سکے۔

شرحِ حدیث: کھانا کھانے کے بعد اپنی انگلیاں چاٹنا اور وہ برتن چاٹنا جس میں کھانا کھایا ہے مستحب ہے کہ انگلیاں چاٹنے سے طبیعت میں موجود تکبر دور ہو جاتا ہے اور اس سے اللہ کی نعمت کی قدر اور اس کی تعظیم کا اظہار ہوتا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آدمی کے سامنے جو کھانا آتا ہے اس میں برکت ہوتی ہے لیکن یہ معلوم نہیں ہے کہ کس حصہ میں برکت ہے اس حصہ میں جو آدمی کھا چکا ہے یا اس حصہ میں جو انگلیوں یا برتن میں لگا رہ گیا ہے یا اس لقمہ میں جو نیچے گرا ہے۔ اس لیے مستحسن بات یہ ہے کہ انگلیاں اور برتن چاٹ لے اور گرا ہوا لقمہ اٹھا کر کھالے۔ (صحيح مسلم للنووي : ۱۳/۱۷۳۔ روضة المتقين : ۲/۲۹۰)

●●●●●●●●●●●●

ہاتھ سے لقمہ گر جائے تو اٹھا کر کھا لے

۷۵۱. وَعَنْهُ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيَأْخُذْهَا فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى وَلْيَأْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ، وَلَا يَمْسَحْ يَدَهُ بِالْمِنْدِيْلِ حَتّٰى يَلْعَقَ اَصَابِعَهُ، فَاِنَّهُ لَا يَدْرِيْ فِيْ اَيِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۷۵۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو وہ اس کو اٹھا کر اگر اس پر کچھ لگ گیا ہو صاف کر لے اور کھا لے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور اپنا ہاتھ رومال سے اس وقت تک نہ پونچھے جب تک انگلیاں نہ چاٹ لے کیونکہ اسے معلوم نہیں ہے کہ اس کے کھانے کے کون سے حصہ میں برکت ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۷۵۱): صحيح مسلم، كتاب الاشربة، باب استحباب لعق الاصابع و القصعة .

کلمات حدیث: منديل : رومال جمع مناديل.

شرح حدیث: کھانا کھاتے وقت اگر لقمہ ہاتھ سے دستر خوان پر یا زمین پر گر جائے تو اسے صاف کر کے کھا لے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور جب تک انگلیاں نہ چاٹ لے اپنا ہاتھ رومال سے نہ پونچھے البتہ انگلیاں چاٹ لینے کے بعد رومال سے ہاتھ سے صاف کرنا درست ہے۔ (شرح مسلم للنووي : ۱۳/۱۷۳)

گرا ہوا لقمہ شیطان کے لیے نہ چھوڑے

۷۵۲. وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِنَّ الشَّيْطَانَ يَحْضُرُ اَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ مِنْ شَاْنِهِ، حَتّٰى يَحْضُرَهُ عِنْدَ طَعَامِهِ فَاِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيَأْخُذْهَا فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى ثُمَّ لِيَأْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ، فَاِذَا فَرَغَ فَلْيَلْعَقْ اَصَابِعَهُ، فَاِنَّهُ لَا يَدْرِيْ فِيْ اَيِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۷۵۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کے ہر کام میں موجود رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے کھانے میں بھی موجود ہوتا ہے، اگر کسی کا لقمہ گر جائے تو وہ اس کو اٹھا کر صاف کر لے اور کھا لے اور شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور جب کھانے سے فارغ ہو تو اپنی انگلیاں چاٹ لے کیونکہ اسے نہیں معلوم کہ اس کے کھانے کے کون سے حصہ میں برکت ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۷۵۲): صحيح مسلم، كتاب الاشربة، باب استحباب لعق الاصابع و القصعة .

کلمات حدیث: يحضره : وہ وہاں موجود ہے۔ حضر حضوراً (باب نصر) موجود ہونا۔

شرح حدیث: شیطان ہر وقت اور ہر حالت میں انسان کے ساتھ لگا رہتا ہے تاکہ اسے اللہ کی یاد سے غافل کر دے اور اس سے

برے کام کرائے حتیٰ کہ جب انسان کھانا کھاتا ہے اس وقت بھی موجود ہوتا ہے اور گھات لگا کر بیٹھ جاتا ہے کہ اس کو موقعہ ملے تو وہ اس کے عمل اور رزق میں بے برکتی ڈالے اور اس کی زندگی میں فساد پیدا کرے۔ اور آدمی کے پاس شیطان سے بچاؤ کا کوئی ذریعہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ اللہ کا نام ہر وقت اس کی زبان پر ہے۔ اس لیے کھانے کے وقت چاہیے کہ اگر لقمہ ہاتھ سے گر جائے تو اسے اٹھا کر کھا لے اور شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور جب کھانے سے فارغ ہو تو انگلیاں چاٹ لے۔ تاکہ تواضع کا اظہار ہو اور تکبر سے احتراز ہو۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۳/۱۷۳۔ روضة المتقين : ۲/۲۹۱)

کھانے کے بعد برتن کو صاف کرلیا جائے

۷۵۳. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ اَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ وَقَالَ : "اِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيَأْخُذْهَا وَلْيُمِطْ عَنْهَا الْاَذٰى وَلْيَأْكُلْهَا وَلَايَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ" وَاَمَرَنَا اَنْ نَسْلُتَ الْقَصْعَةَ وَقَالَ "اِنَّكُمْ لَاتَدْرُوْنَ فِيْ اَيِّ طَعَامِكُمُ الْبَرَكَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۷۵۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اگر کھانا کھاتے تو اپنی تینوں انگلیاں چاٹ لیتے اور فرماتے کہ جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو وہ اسے اٹھالے اور صاف کر کے کھالے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور آپ ﷺ ہمیں حکم فرماتے کہ پیالہ چاٹ کر صاف کر لیں اور فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ تمہارے کھانے کے کون سے حصہ میں برکت ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۷۵۳): صحيح مسلم، كتاب الاشربة، باب استحباب لعق الاصابع والقصعة.

کلماتِ حدیث: نسلت : ہم پونچھ لیں اور صاف کرلیں۔ سلت سلتاً (باب نصر وضرب) پونچھنا، چاٹنا، برتن کو انگلی سے چاٹنا۔

شرحِ حدیث: رسول کریم ﷺ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے اور پھر انہیں چاٹ لیتے نیز فرماتے کہ کسی کا لقمہ گر جائے تو اسے اٹھا کر اور صاف کر کے کھالے اور شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور برتن کو بھی چاٹ کر صاف کر لیا جائے کہ تمہیں نہیں معلوم کہ کھانے کے کون سے حصہ میں برکت ہے۔ اس مضمون کی احادیث مع شرح پہلے بھی گزر چکی ہیں۔

(شرح مسلم للنووي : ۱۳/۱۷۳۔ دليل الفالحين : ۳/۲۱٤)

۷۵۴. وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ، اَنَّهُ سَأَلَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ، فَقَالَ : لَاقَدْ كُنَّا زَمَنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَانَجِدُ مِثْلَ ذٰلِكَ الطَّعَامِ اِلَّا قَلِيْلاً، فَاِذَا نَحْنُ وَجَدْنَاهُ لَمْ يَكُنْ لَنَا مَنَادِيْلُ اِلَّا اَكُفَّنَا وَسَوَاعِدَنَا وَاَقْدَامَنَا، ثُمَّ نُصَلِّيْ وَلَا نَتَوَضَّاءُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۷۵۴) حضرت سعید بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے آگ پر پکی ہوئی

چیز کے کھانے سے وضوء ٹوٹنے کے بارے میں دریافت کیا۔انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایسا کھانا کم ہی پاتے تھے۔اگر ہوتا تو ہمارے پاس رومال نہ ہوتے اور ہم ہتھیلیوں، کلائیوں اور پیروں کے تلووں سے انگلیاں پونچھ لیتے اور نماز پڑھتے مگر وضوء نہ کرتے۔(بخاری)

تخریج حدیث(۷۵۴): صحیح البخاری، کتاب الاطعمه، باب المنديل .

کلمات حدیث: مِمَّا مسَّت النار : اس چیز کو کھانے کے بعد وضوء کرنے کا مسئلہ جو آگ پر پکی ہو۔ مس مساً (باب نصر) چھونا، لگنا۔

شرح حدیث: سعید بن الحارث تابعی ہیں انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ اس کھانے کے بعد جو آگ پر پکا ہو تو وضوء کیا جائے۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں آگ پر پکے ہوئے کھانے کے بعد وضوء نہیں ہے۔امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اولاً یہ اختلاف صحابہ اور تابعین میں مشہور تھا مگر بعد میں اجماع ہو گیا کہ آگ پر پکے ہوئے کھانے کو کھا لینے کے بعد وضوء نہیں ہے اور اسی پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زمانہ نبوت میں ایسا اتفاق کم ہی ہوتا تھا کہ ہم باقاعدہ پکے ہوئے کھانے کھائیں اگر کبھی ایسا ہوتا بھی تو ہم اپنی انگلیاں ہتھیلیوں، کلائیوں اور پیروں کے تلووں سے پونچھ لیتے اور نماز پڑھ لیتے اور وضوء نہ کرتے۔

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہاتھ پونچھنے کے لیے رومال کا استعمال درست ہے۔حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہاتھ کا ملنا اور پونچھنا دونوں مستحب ہیں۔امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کا طریقہ یہ ہے کہ صابن بائیں ہاتھ میں لے کر پہلے داہنے ہاتھ کی تین انگلیاں دھوئے پھر ان پر صابن لگا کر ہونٹ دھوئے دانتوں کو اوپر سے نیچے ملے اور تالو کو انگلی سے ملے۔پھر آخر میں ہاتھ صابن سے دھو لے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي:۱۳/۱۷٤۔ روضة المتقين:۲/۲۹۳۔ عمدة القاري:۲۱/۱۷٥۔ احياء علوم الدين:۲/۱۲)

الباب (۱۱۰)

باب تكثير الايدى علىٰ طعام
کھانے پر ہاتھوں کی کثرت

دو آدمیوں کا کھانا تین کے لیے کافی ہے

۷۵۵. عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "طَعَامُ الْاِثْنَيْنِ كَافِیُ الثَّلَاثَةِ وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِی الْاَرْبَعَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۷۵۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ دو آدمیوں کا کھانا تین کو کافی ہے اور تین کا کھانا چار کو کافی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۷۵۵): صحيح البخارى، كتاب الاطعمه، باب طعام الواحد يكفى الاثنين . صحيح مسلم، كتاب الاشربة، باب فضيلة المواساة في الطعام القليل .

کلماتِ حدیث: کافی : جو تمہارے لیے پورا ہو اور کم نہ پڑے۔

شرح حدیث: اگر دو آدمیوں کا کھانا ان کے سیر ہونے کے بقدر ہو تو وہ تین آدمیوں کو کافی ہے اور تین آدمیوں کا پیٹ بھر کر کھانا چار آدمیوں کو کافی ہے۔ یعنی بطور قناعت کافی ہے اور ان کی صحت اور عبادت کے لیے موزوں ہے۔ کھانے میں اپنے ساتھ اپنے بھائیوں کو شریک کرنے میں ایثار بھی ہے اور خیر و برکت بھی اور آپس میں مودت والفت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے (حدیث ۵۶۵) میں گزر چکی ہے۔

(فتح الباري : ۳/ ۱۱۵۰۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۴/ ۲۰۔ روضة المتقين : ۲/ ۲۹۳)

ایک آدمی کا کھانا دو کے لیے کافی ہے

۷۵۶. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِیُ الِاثْنَيْنِ، وَطَعَامُ الْاِثْنَيْنِ يَكْفِیُ الْاَرْبَعَةَ، وَطَعَامُ الْاَرْبَعَةِ يَكْفِیُ الثَّمَانِيَةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۷۵۶) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک آدمی کا کھانا دو کو دو کا کھانا چار کو اور چار کا کھانا آٹھ آدمیوں کے لیے کافی ہے۔

تخریج حدیث (۷۵۶): صحیح مسلم، كتاب الاشربة، باب فضيلة المواساة فی الطعام القليل .

کلماتِ حدیث: يكفى : کافی ہوتا ہے، پورا ہوتا ہے۔ كفى كفاية : کافی ہونا۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک میں دراصل ایثار، ہمدردی اور قناعت کی تعلیم ہے کہ انسان خود اکیلا بیٹھ کر نہ کھائے بلکہ دوسرے آدمیوں کو بھی شریک کرے بالخصوص اہل حاجت اور مساکین کو کھانے میں شریک کرنا بہت اجر وثواب کا کام ہے اور اس میں کھانے کے کم پڑ جانے کا اندیشہ نہ کرے بلکہ دو کا کھانا چار کو اور چار کا کھانا آٹھ کو کافی ہو جائے گا۔ کہ اس طرح کھانے میں برکت ہوتی ہے۔ طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مل کر کھاؤ۔ علیحدہ علیحدہ نہ کھاؤ کہ ایک آدمی کا کھانا دو کو کافی ہوتا ہے۔ یعنی اجتماع کی اور اکٹھے کھانے کی برکت سے کھانا کافی ہو جاتا ہے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي: ٢٠/١٤۔ تحفة الاحوذي: ٥٥٦/٥)

الباب (۱۱۱)

بَابُ اَدَبِ الشُّرْبِ وَاِسْتِحْبَابِ التَّنَفُّسِ ثَلَاثًا خَارِجَ الْاِنَاءِ وَكَرَاهِيَةِ التَّنَفُّسِ فِي الْاِنَاءِ وَاِسْتِحْبَابِ اِدَارَةِ الْاِنَاءِ عَلَى الْاَيْمَنِ فَالْاَيْمَنِ بَعْدَ الْمُبْتَدِئِ

پانی پینے کے آداب، برتن سے باہر تین مرتبہ سانس لینے کا استحباب پہلے آدمی کے لینے کے بعد برتن کو دائیں طرف سے حاضرین کو دینا

پانی تین سانس میں پینا چاہیے

۷۵۷. عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الشَّرَابِ ثَلَاثًا **مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ يَعْنِي : يَتَنَفَّسُ خَارِجَ الْاِنَاءِ .**

(۷۵۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کوئی شئے پیتے ہوئے تین مرتبہ سانس لیتے تھے۔ (متفق علیہ) یعنی آپ ﷺ برتن کے باہر سانس لیتے تھے۔

تخریج حدیث (۷۵۷): صحیح البخاری، کتاب الاشربۃ، باب الشرب بنفس او ثلاثۃ . صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب کراھۃ التنفس فی الاناء .

کلماتِ حدیث: کان یتنفس : آپ ﷺ سانس لیتے تھے۔ نفس : جان جمع نفوس : زندگی۔ نفس : سانس، جمع انفاس . متنفس، متنفسا (باب تفعل) سانس لینا۔ متنفس : سانس لینے والا۔ زندہ انسان۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ جب پانی یا دودھ وغیرہ پیتے تو آپ تین مرتبہ سانس لے کر پیتے اور سانس برتن سے باہر لیتے تھے۔ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ پینے کے دوران تین مرتبہ سانس لیتے اور آپ فرماتے کہ اس طرح تین مرتبہ سانس لینے سے پانی زیادہ سیراب کرنے والا بیماری سے شفا دینے والا اور زیادہ آسانی سے پیٹ میں اتر جانے والا ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک سانس میں پانی پی لینے سے منع فرمایا اور یہ ممانعت مکروہِ تنزیہی کے درجہ میں ہے۔ اسی طرح پانی پیتے ہوئے برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا۔ یہ ممانعت ایسی ہے جیسے کھانے پینے کی چیز میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔

(فتح الباري : ۳/ ۴۰۔ شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۳/ ۱۶۸)

ایک سانس میں پینے کی ممانعت

۷۵۸. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَاتَشْرَبُوْا وَاحِدًا كَشُرْبِ الْبَعِيْرِ، وَلٰكِنِ اشْرَبُوْا مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَسَمُّوْا اِذَا اَنْتُمْ شَرِبْتُمْ، وَاحْمَدُوْا اِذَا اَنْتُمْ رَفَعْتُمْ"

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ .

(۷۵۸) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک ہی سانس میں اونٹ کی طرح نہ پیو، بلکہ دو مرتبہ یا تین مرتبہ سانس لے کر پیو۔ اور جب پیو تو بسم اللہ پڑھو اور جب فارغ ہو تو الحمد للہ کہو۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۷۵۸): الجامع للترمذی : ابواب الاشربة، باب ما جاء فی التنفس فی الاناء .

کلمات حدیث: سموا إذا انتم شربتم : جب پیو تو اللہ کا نام لے کر پیو۔ سموا : اللہ کا نام لو یعنی بسم اللہ پڑھو۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہوا ہے کہ اونٹ کی طرح ایک ہی مرتبہ میں پانی مت پیو۔ دو مرتبہ یا تین مرتبہ کر کے پیو اور جب پی کر فارغ ہو جاؤ تو الحمد للہ کہو۔ یعنی جب بھی منہ سے برتن ہٹاؤ تو الحمد للہ کہو یا آخر میں الحمد للہ کہو۔ بہتر ہے کہ ہر مرتبہ الحمد للہ کہے۔ جیسا کہ طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین سانس میں پانی پیتے تھے۔ جب برتن کو منہ کے قریب لے جاتے تو بسم اللہ پڑھتے اور جب برتن منہ سے ہٹاتے تو الحمد للہ کہتے، آپ ﷺ ایسا تین مرتبہ فرماتے۔

(تحفة الاحوذي : ٥/٦٥٦۔ روضة المتقين : ٢/٢٩٦۔ دليل الفالحين : ٣/٢١٨)

پیتے وقت برتن میں سانس لینے کی ممانعت

۷۵۹. وَعَنْ اَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يُتَنَفَّسَ فِي الْاِنَآءِ": مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، يَعْنِيْ يُتَنَفَّسَ فِيْ نَفْسِ الْاِنَاءِ .

(۷۵۹) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا۔ (متفق علیہ) یعنی برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا۔

تخریج حدیث(۷۵۹): صحیح البخاری، کتاب الاشربة، باب النهی عن التنفس فی الاناء . صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب کراهية التنفس فی الاناء .

کلمات حدیث: إناء : برتن، جمع اوانی .

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے اس امت کو تمام اخلاقِ کریمانہ کی تعلیم دی، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ برتن کے اندر سانس نہ لو کہ حیوان جہاں پانی پیتے ہیں وہیں سانس لیتے رہتے ہیں انسان اشرف المخلوقات ہے اس کے جملہ اخلاق و آداب اعلیٰ اور ارفع ہونے چاہئیں کہ اخلاقِ حسنہ اور صفاتِ حمیدہ کے اجتماع کا نام ہی انسانیت ہے۔

(فتح الباري : ١/٣٢٦۔ تحفة الاحوذي : ٥/٦٥٩)

تقسیم دائیں طرف سے شروع کرنا چاہیے

۷۶۰. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِلَبَنٍ قَدْ شِیْبَ بِمَآءٍ، وَعَنْ یَمِیْنِہٖ اَعْرَابِیٌّ وَعَنْ یَسَارِہٖ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، فَشَرِبَ، ثُمَّ اَعْطَی الْاَعْرَابِیَّ وَقَالَ : " اَلْاَیْمَنَ فَالْاَیْمَنَ " مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

" شِیْبَ اَیْ خُلِطَ " . یعنی ملایا گیا۔

(۷۶۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دودھ پیش کیا گیا جس میں پانی ملا ہوا تھا۔ آپ ﷺ کے دائیں جانب ایک اعرابی تھا اور بائیں جانب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ ﷺ نے پیا اور پی کر اس اعرابی کو دیا اور کہا کہ دائیں جانب والا مقدم ہے۔ (متفق علیہ) شیب کے معنی ہیں ملایا گیا۔

تخریج حدیث(۷۶۰): صحیح البخاری، کتاب الاشربة، باب شرب اللبن بالماء . صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب استحباب ادارة الماء باللبن .

کلماتِ حدیث: الأیمن فالأیمن : پہلے دائیں جانب پھر بائیں جانب۔ یعنی جب کوئی شئے دینی ہو یا تقسیم کرنی ہو تو پہلے اس شخص کو دی جائے جو اس کے دائیں جانب ہو اور پھر جو اس کے دائیں جانب ہو۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کو پانی ملا ہوا دودھ پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے اس میں کچھ نوش فرمانے کے بعد دائیں طرف بیٹھے ہوئے اعرابی کو دیا اور فرمایا کہ دائیں جانب مقدم ہے۔ حالانکہ آپ ﷺ کی بائیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے۔ رسول اللہ ﷺ ہر معاملے میں عدل فرماتے اور مساوات قائم فرماتے یہاں بھی آپ ﷺ نے عدل و مساوات کی اعلیٰ ترین مثال قائم فرمائی۔ (فتح الباری : ۲/۵۵۔ تحفة الاحوذي : ۵/۶۶۴ . شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۳/۱۶۸)

ضرورت کے موقع پر بائیں جانب والے سے اجازت لے لے

۷۶۱. وَعَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْہُ وَعَنْ یَمِیْنِہٖ غُلَامٌ وَّعَنْ یَسَارِہٖ اَشْیَاخٌ، فَقَالَ لِلْغُلَامِ : اَتَاْذَنُ لِیْ اَنْ اُعْطِیَ ھٰؤُلَآءِ؟" فَقَالَ الْغُلَامُ: لَاوَاللّٰہِ، لَااُوْثِرُ بِنَصِیْبِیْ مِنْکَ اَحَدًا، فَتَلَّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ یَدِہٖ . مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

" قَوْلُہٗ" " تَلَّہٗ " : اَیْ وَضَعَہٗ وَھٰذَا الْغُلَامُ ھُوَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا .

(۷۶۱) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو پینے کی کوئی چیز پیش کی گئی آپ ﷺ نے اس میں سے کچھ پیا۔ آپ ﷺ کے دائیں جانب ایک نوجوان تھا اور بائیں جانب بزرگ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ

نے اس نوجوان سے کہا کہ کیا تم اجازت دیتے ہو کہ میں یہ ان لوگوں کو دیدوں۔ نوجوان نے کہا نہیں اللہ کی قسم میں آپ ﷺ سے پانے والے حصہ پر اپنے آپ پر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا آپ ﷺ نے وہ پیالہ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ (متفق علیہ) تلہ: کے معنی ہیں رکھدیا۔ یہ نوجوان حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔

تخریج حدیث (۷۶۱): صحیح البخاری، کتاب الاشربة، باب هل یستأذن الرجل عن یمینه فی الشرب لیعطی الاکبر.

صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب استحباب ادارة الماء باللبن.

کلمات حدیث: أتاذن لی: کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو۔ اذن اذناً (باب سمع) اجازت دینا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کوئی مشروب پیش کیا گیا، آپ ﷺ کے دائیں جانب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے جو ابھی کم سن تھے لیکن بیت نبوت میں رہ کر تعلیم وتربیت حاصل کر رہے تھے اس لیے نوعمری میں بھی فضل وکمال کے آثار ہویدا تھے۔ بائیں جانب کچھ بزرگ تھے۔ روایات میں ہے کہ وہ حضرت خالد بن ولید تھے۔ آپ ﷺ نے کچھ پی کر بچا ہوا دینا چاہا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا جو کہ آپ ﷺ کے دائیں جانب تھے اور سنت بھی یہی ہے کہ دائیں جانب والے کو دیا جائے۔ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس واقعہ میں آپ ﷺ کے دائیں جانب اعرابی کے ہونے کا ذکر ہے کہ اس میں آپ ﷺ نے اس سے نہیں پوچھا لیکن اس واقعہ میں آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بہت محبت فرماتے اور جو مجلس میں موجود بزرگ تھے وہ بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے رشتہ دار تھے اور حضرت عبداللہ احکام شریعت سے واقف تھے اس لیے آپ نے ان سے پوچھا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! آپ کی طرف سے مجھے جو حصہ ملے گا میں اس میں اپنے آپ پر کسی کو ترجیح دینے والا نہیں ہوں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ باری تمہاری ہے لیکن اگر تم چاہو تو خالد کو دیدوں۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ تمہارے چچا کو دیدوں۔ حضرت خالد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عمر میں بڑے تھے اس لیے انہیں چچا فرمایا ہو سکتا ہے کہ خالدؓ عمر میں حضرت عباس کے قریب ہوں۔ لیکن اس کے علاوہ حیثیتوں سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ مرتبہ میں بڑھے ہوئے تھے کہ حضرت خالدؓ بعد میں اسلام لائے۔ (دلیل الفالحین: ۳/ ۲۲۰)

یہ حدیث اور اس کی شرح پہلے (حدیث ۵۶۸) میں گزر چکی ہے۔
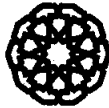
البَابُ (۱۱۲)

كَرَاهَةِ الشُّرْبِ مِنْ فَمِ الْقِرْبَةِ وَنَحْوِهَا وَبَيَانُ اَنَّهُ كَرَاهَةُ تَنْزِيهٍ لَاتَحْرِيمٍ

مشکیزہ سے منہ لگا کر پانی پینے کی کراہت یہ کراہتِ تنزیہی ہے تحریمی نہیں ہے

۷۶۲. عَنْ اَبِیْ سَعِيدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اخْتِنَاثِ الْاَسْقِيَةِ يَعْنِیْ اَنْ تُكْسَرَ اَفْوَاهُهَا وَيُشْرَبَ مِنْهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۷۶۲) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مشکیزہ کا منہ موڑ کراس سے پانی پینے سے منع فرمایا۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۷۶۲): صحيح البخاری، کتاب الاشربه، باب اختناث الاسقيه . صحيح مسلم، کتاب الاشربه، باب آداب الطعام و الشراب.

کلماتِ حدیث: اسقية : جمع سقاء . چمڑے کا پانی بھرنے کا برتن ۔ تکسر : دوھرا کرنا، منہ موڑنا۔ اختناث : مشکیزہ کا منہ موڑ کراسے نیچے کی طرف جھکالینا تا کہ اس سے پانی پیا جاسکے۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ نے مشکیزے سے منہ لگا کر پانی پینے سے منع فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ مشکیزے میں سے زیادہ پانی آجائے اور حلق میں اٹک جائے یا پانی میں کوئی ایسی شئے ہو جس سے تکلیف کا اندیشہ ہو چنانچہ مسند ابی بکر بن شیبہ میں ہے کہ کسی شخص نے مشک سے لگا کر پانی پیا، مشک میں سانپ کے دو چھوٹے چھوٹے بچے تھے جو اس کے پیٹ میں چلے گئے اس پر رسول اللہ ﷺ نے مشک سے منہ لگا کر پانی پینے سے منع فرمایا۔

حدیثِ مبارک کے الفاظ اس قدر ہیں " نهى عن اختناث الاسقية " اس کے بعد اختناث کے معنی ہیں جو زہری رحمہ اللہ نے بیان کیے ہیں کہ مشکیزہ کا منہ موڑ کر اسے نیچے جھکا لیا جائے۔ زہری کے بیان کردہ یہ معنی مدرج ہیں۔ اگر کسی محدث کی طرف سے حدیث میں کچھ الفاظ بطورِ توضیح آ گئے ہوں تو ایسی حدیث کو مدرج کہتے ہیں اور اس داخل کرنے کے عمل کو ادراج کہا جاتا ہے۔ اگر راوی کے بیانیہ الفاظ شروع میں ہوں تو ایسی حدیث کو مدرج الاول، اگر درمیان میں ہوں تو مدرج الوسط اور آخر میں ہوں تو مدرج الآخر کہا جاتا ہے۔ یہ حدیث مدرج الاخیر ہے کہ اس میں زہری کے توضیحی الفاظ آخر میں آئے ہیں۔

(دليل الفالحين : ۲۲۱/۳ ـ فتح الباري : ۳۸/۳ ـ تحفة الاحوذي : ٦٦٠/٥)

مشکیزے سے منہ لگا کر پینے کی ممانعت

۷۶۳. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُشْرَبَ مِنْ

فِی السِّقَآءِ اَوِالْقِرْبَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۷۶۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مشک یا مشکیزے سے منہ لگا کر پانی پینے سے منع فرمایا۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۷۶۳): صحیح البخاری، کتاب الاشربة، باب الشرب من فم السقاء .

کلمات حدیث: سقاء : مشک چمڑے کا پانی کا برتن۔جمع اسقیه . قربة : چھوٹا سا مشکیزہ،جمع قرب.

شرح حدیث: مشک یا مشکیزہ کا منہ چونکہ بند ہوتا ہے اس لیے ممکن ہے کہ اس میں تنکا یا کوئی ایسی چیز آ جائے جس سے تکلیف ہو یا پانی کا منہ بند ہونے کی وجہ سے اس کے منہ میں بو پیدا ہو جائے اور پینے والے کو اس طرح پینے سے ناگواری ہو۔چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں یہی وجہ بیان کی گئی ہے یا مشک سے پانی زیادہ آ جائے اور پینے والے کے گلے میں پھندا لگ جائے یا اس کے کپڑے بھیگ جائیں ابن العربی فرماتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی وجہ ہو کراہت کے لیے کافی ہے۔

(فتح الباري : ۳۹/۳۔ روضة المتقين : ۲۹۹/۲۔ دليل الفالحين : ۲۲۲/۳)

ضرورت کے موقع پر منہ لگا کر پینے کی اجازت

۷۶۴. وَعَنْ اُمِّ ثَابِتٍ كَبْشَةَ بِنْتِ ثَابِتٍ اُخْتِ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ : دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَشَرِبَ مِنْ فِیْ قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ قَائِمًا، فَقُمْتُ اِلٰی فِیْهَا فَقَطَعْتُه' رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ : وَاِنَّمَا. قَطَعْتُهَا لِتَحْفَظَ مَوْضِعَ فَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَتَتَبَرَّكَ بِهٖ وَتَصُوْنَه' عَنِ الْاِبْتِذَالِ : وَهٰذَا الْحَدِیْثُ مَحْمُوْلٌ عَلٰی بَیَانِ الْجَوَازِ : وَالْحَدِیْثَانِ السَّابِقَانِ لِبَیَانِ الْاَفْضَلِ وَالْاَكْمَلِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

(۷۶۴) حضرت ام ثابت کبشہ بنت ثابت جو حضرت حسانؓ کی ہمشیرہ تھیں، روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ نے کھڑے کھڑے ایک لٹکی ہوئی مشک کے منہ سے پانی پیا میں نے بعد میں مشکیزہ کا منہ کاٹ کر (بطور تبرک) اپنے پاس رکھ لیا۔(اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے) حضرت ام ثابت نے مشکیزے کا منہ اس لیے کاٹ لیا تھا کہ وہ اس چیز کو محفوظ رکھنا چاہتی تھیں جس پر آپ ﷺ کا منہ لگا تھا تا کہ اس سے برکت حاصل کریں اور اسے عام استعمال سے بچائیں اور یہ حدیث اس کے جواز پر محمول ہے جبکہ پہلے دو حدیثیں افضل واکمل طریقے کو بیان کر رہی ہیں۔واللہ اعلم

تخریج حدیث(۷۶۴): الجامع للترمذی، ابواب الاشربه، باب ما جاء فی الرخصة فی اختناث الاسقیة .

کلمات حدیث: من فی قربة معلقة : لٹکے ہوئے مشکیزے کے منہ سے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے لٹکے ہوئے مشکیزے سے کھڑے ہو کر پانی پیا۔اس سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر پانی پینا جائز

ہے اور جو احادیث آپ ﷺ کے مشکیزے سے پانی پینے کے بارے میں ہیں ان سب میں یہی ہے کہ مشکیزہ لٹکا ہوا تھا۔ ابن العربی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے ضرورتاً مشکیزے سے پانی پیا ہو یا وہ بہت ہی چھوٹا مشکیزہ ہو۔ (اداوۃ) اور ممانعت کی حدیثیں اس صورت سے متعلق ہیں جب مشکیزہ بڑا ہو کہ اس میں زیادہ احتمال ہے کہ کوئی مضرت رساں چیز پانی میں آ گئی ہو۔

(روضة المتقين : ۲/ ۳۰۰۔ دليل الفالحين : ۳/ ۳۲۲)

البَابُ (۱۱۳)

بَابُ كِرَاهَةِ النَّفْخِ فِي الشَّرَابِ
پانی میں پھونک مارنے کی ممانعت

۷۶۵. عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ النَّفْخِ فِی الشَّرَابِ، فَقَالَ رَجُلٌ : اَلْقَذَاةُ اَرَاهَا فِی الْاِنَاءِ؟ فَقَالَ "اَهْرِقْهَا قَالَ : اِنِّیْ لَا اَرْوٰی مِنْ نَفَسٍ وَاحِدٍ؟ قَالَ: "فَاَبِنِ الْقَدَحَ اِذًا عَنْ فِيْکَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

(۷۶۵) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پینے والی چیز میں پھونک مارنے سے منع فرمایا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ بعض اوقات برتن میں کوئی تنکا وغیرہ ہوتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس پانی کو گرادو۔ اس نے عرض کیا کہ میں ایک سانس میں سیراب نہیں ہوتا آپ نے فرمایا کہ اپنے منہ سے برتن کو جدا کر کے سانس لے لو۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح کہا ہے)

تخریج حدیث (۷۶۵): الجامع للترمذی، ابواب الاشربة، باب كراهية النفخ فی الشرب .

کلمات حدیث: اهرقها : اسے گرادو۔ اهراق (باب افعال) گرانا۔ إني لا أروي : میں سیراب نہیں ہوتا۔ روي ريا (باب سمع) سیراب ہونا۔ فأبن القدح : پیالہ کو جدا کردو۔ أبان : جدا کیا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے پانی میں پھونک مارنے سے منع فرمایا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آدمی کے منہ میں بو ہو یا اس کے معدے میں بخارات ہوں جن سے پانی میں اثر پیدا ہو جائے۔ اگر پانی میں تنکا وغیرہ ہو تو برتن جھکا کر پانی گرا دیا جائے زیادہ تنکے وغیرہ پڑے ہوں تو سارا گرادے۔

تین مرتبہ سانس لے کر پانی پینا چاہیے اور پانی کو چوس کر پینا چاہیے کہ اس طرح پانی خوشگوار مزیدار اور راحت دینے والا محسوس ہوگا۔

(تحفة الاحوذي ۶۶۷/۵)

برتن میں پھونک مارنا ممنوع ہے

۷۶۶. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی اَنْ يُتَنَفَّسَ فِی الْاِنَاءِ اَوْيُنْفَخَ فِيْهِ : رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ!

(۷۶۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پانی کے برتن میں سانس لینے سے یا پھونک مارنے سے منع فرمایا۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۷۶۶): الجامع للترمذی، ابواب الاشربة، باب کراهیة النفخ فی الشراب .

کلمات حدیث: نهی ان یتنفس فی الإناء : برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا۔

شرح حدیث: پانی کے برتن میں سانس لینے یا پھونک مارنے سے منع فرمایا اسی طرح گرم کھانے یا پینے کی چیز میں پھونک نہیں مارنا چاہیے بلکہ اس کے ٹھنڈا ہونے کا انتظار کرنا چاہیے۔ اگر برتن میں کوئی تنکا وغیرہ ہو تو اسے گرا دیا جائے یا چمچے سے نکال دیا جائے۔

(روضة المتقین : ۲/۱ ۰ ۳۔ دلیل الفالحین : ۳/۲۲٤)
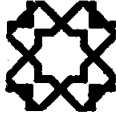
البَابُ (۱۱٤)

بَابُ بَيَان جَوازِ الشُّرب قَآئِمًا وَبيان اَنَّ الْاَكملَ وَالْاَفضَلَ الشُّرْبُ قَاعِدًا

کھڑے ہوکر پانی پینے کا جواز لیکن افضل یہی کہ بیٹھ کر پانی پیا جائے

حضرت کبشہ سے مروی حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

ماءِ زم زم کھڑے ہوکر پینے کی اجازت

٧٦٧. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَقَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمُ مِنْ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(٧٦٧) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو زمزم کا پانی دیا آپ ﷺ نے اسے کھڑے ہوکر پیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (٧٦٧): صحيح البخاری، کتاب الاشربه، باب الشرب قائما . صحيح مسلم، کتاب الاشربة، باب في الشرب من زمزم قائماً .

کلماتِ حدیث: سقیت : میں نے پلایا۔ سقی سقیاً (باب ضرب) پلانا۔

شرح حدیث: امام خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ زمزم پر تشریف لے گئے اور وہاں کھڑے ہوکر پانی پیا کیونکہ ازدحام تھا اور لوگوں کی کثرت کی وجہ سے بیٹھنا متعذر تھا۔ امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان جواز کے لیے کھڑے ہوکر پانی پیا یا اس لیے کہ وہاں بیٹھنے کی جگہ نہ تھی یا بیٹھنے کی جگہ گیلی تھی۔

روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوکر پانی پیا اور فرمایا کہ لوگ کھڑے ہوکر پانی پینا مکروہ سمجھتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی طرح کیا جس طرح میں نے کیا۔

(تحفة الاحوذي : ٥/٦٥٠۔ روضة المتقين : ٣/٢٠٣۔ فتح الباري : ٣/٣٦)

ضرورت کے موقع پر کھڑے ہوکر پینا جائز ہے

٧٦٨. وَعَنِ النَّزَالِ بْنِ سَبْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اَتٰى عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَابَ الرَّحْبَةِ فَشَرِبَ قَائِمًا وَقَالَ : اِنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمُ فَعَلَ كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ فَعَلْتُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(٧٦٨) حضرت نزال بن سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ باب الرحبہ آئے اور کھڑے ہوکر پانی پیا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا جس طرح تم مجھے کرتے ہوئے دیکھ رہے ہو۔ (البخاری)

تخریج حدیث(۷۶۸): کتاب الاشربه، باب الشرب قائما .

کلمات حدیث: رحبة : کھلی زمین صحن۔ رحبة الوادی : وادی کے درمیان پانی گزرنے کی جگہ، جمع رحاب .

شرح حدیث: عام حالات میں مسنون طریقہ یہ ہے کہ بیٹھ کر پانی پیا جائے لیکن اگر کوئی ایسا موقعہ ہو کہ بیٹھنے کی جگہ نہ ہو یا لوگوں کا ازدحام ہو یا کوئی اور مجبوری ہو تو کھڑے ہو کر پانی پینا جائز ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء میں سے کسی نے بھی کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کو حرمت پر محمول نہیں کیا ہے۔ بلکہ کہا گیا ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت طبی اعتبار سے ہے اور کسی طرح کے نقصان سے بچنے کے لیے ہے کیونکہ بیٹھ کر پانی پینا زیادہ سہل اور آسان ہے اور اس میں پھندا لگنے کا امکان بھی کم ہے۔

(روضة المتقین : ۲/۳۰۳)

ہلکی پھلکی چیز کھڑے ہو کر کھانے کی اجازت ہے

۷۶۹. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كُنَّا نَأْكُلُ عَلىٰ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَمْشِيْ وَنَشْرَبُ وَنَحْنُ قِيَامٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۷۶۹) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چلتے چلتے کھا لیتے اور کھڑے کھڑے پانی پی لیتے۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث(۷۶۹): الجامع للترمذی، ابواب الاشربة، باب ما جاء فی النهی فی الشرب قائما.

کلمات حدیث: علی عهد : زمانہ میں، اس دور میں۔

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو احادیث مبارکہ کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کے بارے میں ہیں وہ کراہتِ تنزیہی کا بیان ہے یعنی کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہِ تنزیہی ہے اور جو احادیث کھڑے ہو کر پانی پینے کے بارے میں ہیں وہ بیان جواز کے لیے ہیں اور سنتِ نبوی ﷺ میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں مثلاً وضوء میں طریقہ مسنون یہ ہے کہ تین تین مرتبہ اعضاء دھوئے جائیں لیکن آپ ﷺ نے ایک ایک مرتبہ بھی اعضاء وضوء کو دھویا جو جواز کو بیان کرنے کے لیے ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے اونٹ پر بیٹھے ہوئے طواف فرمایا حالانکہ پیدل طواف زیادہ بہتر ہے اور زیادہ کامل ہے اس میں اصول یہ ہے کہ افضل اور مستحب پر مواظبت فرمایا کرتے تھے اور جواز بیان کرنے کے لیے ایک یا دو مرتبہ فرماتے۔ اور اس پر مستقل عمل نہ ہوتا چنانچہ اکثر آپ ﷺ کا پینا بیٹھ کر تھا، اکثر آپ کا وضوء اعضاء کو تین تین مرتبہ دھونا تھا اور اکثر آپ ﷺ کا طواف پیدل تھا۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۳/۱٦٤)

رسول اللہ ﷺ کا بیٹھ کر پینا

۷۷۰. وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْرَبُ قَائِمًا وَقَاعِدًا : رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۷۷۰) حضرت عمرو بن شعیب از والدخود از جد خود رضی اللہ عنہم روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کھڑے ہو کر اور بیٹھے ہوئے دونوں حالتوں میں پانی پیتے ہوئے دیکھا ہے۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۷۷۰): الجامع للترمذي، ابواب الاشربة، باب ما جاء في الرخصة في الشرب قائماً .

شرح حدیث: طبرانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیٹھے ہوئے اور کھڑے ہوئے دونوں حالتوں میں پانی پیتے دیکھا۔ یہ حدیث ہیثمی نے مجمع الزوائد میں ذکر کی ہے اور طبرانی نے اوسط میں ذکر کی ہے۔ خطابی، ابن بطال اور امام نووی رحمہ اللہ کے نزدیک ممانعت کی احادیث کراہتِ تنزیہی پر محمول ہیں اور کھڑے ہو کر پانی پینے کی احادیث بیانِ جواز کے لیے ہیں۔ (تحفة الاحوذي : ٥/ ٦٥٠)

کھڑے ہو کر پینے کی ممانعت

۷۷۱. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ نَهٰى اَنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ قَآئِمًا. قَالَ قَتَادَةُ : فَقُلْنَا لِاَنَسٍ : فَالْاَ كْلُ؟ قَالَ ذٰلِكَ اَشَرُّ. اَوْاَخْبَثُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَجَرَ عَنِ الشُّرْبِ قَآئِمًا .

(۷۷۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا قتادہ کہتے ہیں کہ ہم نے انس سے کہا کہ اور کھڑے ہو کر کھانے کے بارے میں کیا ہے تو انہوں نے فرمایا یہ اس سے بھی زیادہ برا ہے۔ (مسلم) ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے پر سرزنش فرمائی۔

تخریج حدیث (۷۷۱): صحيح مسلم، كتاب الاشربة، باب كراهية الشرب قائما .

کلماتِ حدیث: أشر : زیادہ برا، زیادہ بڑا شر۔ أشر : افعل التفضیل کا صیغہ ہے ہمزہ کثرت استعمال سے حذف ہو گیا اور شر ہو گیا جو مستعمل ہے۔ شر بمعنی مصدر برائی جمع شرور۔ شرير : برا کام کرنے والا۔ جمع اشرار . زجر : سرزنش کی، تنبیہ کی۔ زجر عن كذا : کسی کام سے تنبیہ کر کے زور سے روکنا۔ زاجر : روکنے والا جمع زواجر .

شرح حدیث: امام ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینے کے کئی مفاسد ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس طرح پینے والے کو سیرابی حاصل نہیں ہوتی اور جگر کو یہ موقعہ نہیں ملتا کہ وہ پانی کو جسم کے تمام حصوں میں پہنچائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ پانی تیزی سے براہِ راست معدہ میں چلا جاتا ہے اور معدہ کو ٹھنڈا کر کے نظامِ ہضم کو متاثر کرتا ہے۔ بہر حال اسوۂ حسنہ یہی ہے کہ آپ ﷺ بیٹھ کر پانی نوش فرماتے تھے اور یہی عادتِ شریفہ تھی۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ١٣/ ١٦٤ ۔ روضة المتقين : ٢/ ٣٠٥)

بھولے سے کھڑے ہو کر پیے تو قے کر دے

۷۷۲۔ وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : "لایشربن احد منکم قائما، فمن نسی فلیستقیء . رواہ مسلم.

(۷۷۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص کھڑے ہو کر پانی نہ پیئے اور اگر بھول کر پی لے تو قے کر دے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۷۷۲): صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب کراهية الشرب قائما.

کلمات حدیث: فلیستقیء : اسے چاہیے کہ قے کر دے۔

شرح حدیث: قے کرنے کا حکم مبنی بر استحباب ہے، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے کھڑے ہو کر پانی پیا تو مستحب یہ ہے کہ وہ قے کر دے کیونکہ اگر حکم شرعی کو وجوب پر محمول کرنا متعذر ہو تو اسے استحباب پر محمول کرنا چاہیے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینے والے پر قے کرنا لازم نہیں ہے۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ علماء کا یہ کہنا کہ قے لازم نہیں ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قے کرنا مستحب نہیں ہے۔ قے کرنا یقیناً مستحب ہے کہ اس کی تائید میں یہ حدیث صحیح موجود ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قاضی عیاض کے کلام سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ استحباب کے قائل نہیں ہیں۔ دراصل قاضی عیاض نے اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے راوی قتادہ ہیں جن پر تدلیس کی تہمت ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ان کے سماع کی دلیل موجود ہے کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کھڑے ہو کر کھانے کے بارے مین کیا حکم ہے؟ تدلیس کے معنی ہیں راوی کا اس طرح حدیث روایت کرنا جیسے اس نے اپنے پیش رو سے سنی ہو حالانکہ اس کا سننا ثابت نہ ہو۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۳/۱٦٤ ـ دليل الفالحين : ۳/۲۲۷)

اَلبَابُ (۱۱۵)

بَابُ اِسْتِحْبَاب كَوْن سَاقِي الْقَوْمِ اٰخِرُهُمْ شُرْبًا

پلانے والے کیلئے سب سے آخر میں پینے کا استحباب

۷۷۳. عَنْ اَبِىْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ كَرِيْمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "سَاقِي الْقَوْمِ اٰخِرُهُمْ" يَعْنِيْ شُرْبًا، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۷۷۳) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کو پلانے والا سب سے آخر میں پیئے۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۷۷۳): الجامع للترمذی، ابواب الأشربة، باب ما جاء ان ساقی القوم آخرهم .

کلماتِ حدیث: ساقی : پلانے والا۔ سقی سقیا (باب ضرب) پلانا، آخر، پچھلا، آخر میں آنے والا۔ آخرت کو آخرت اس لیے کہتے ہیں کہ وہ دنیا کے بعد آنے والی ہے۔

شرحِ حدیث: اخلاقِ حسنہ اور اسلامی آداب کا تقاضا یہ ہے کہ جب کوئی دوسروں کو پانی یا دودھ پلائے یا ان کی مہمان داری کرے تو خود سب سے آخر میں پیئے یا کھائے اور اپنے آپ کو اس پلانے یا کھلانے کے دوران سب کا خادم تصور کرے۔ اہل صفہ کے دودھ پلانے کا واقعہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دودھ کا پیالہ دیا اور فرمایا کہ سب کو پلاؤ۔ آپ نے سب کو پلایا اور سب سے آخر میں خود پیا اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بچا ہوا پی لیا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی کے ذمہ مسلمانوں کی کوئی خدمت ہو یا مسلمانوں کی کوئی مصلحت ہو جس میں وہ خود بھی شریک ہو تو پہلے سب مسلمانوں کی مصلحت کی تکمیل کرے اور آخر میں اپنی مصلحت کی جانب نظر کرے۔

(تحفة الاحوذي : ٥/٦٦٦ - روضة المتقين : ٢/٣٠٦)

الباب (١١٦)

بَابُ جَوَازِ الشُّرْبِ مِنْ جَمِيعِ الْاَوَانِىْ الطَّاهِرَةِ غَيْرَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَجَوَازِ الْكَرْعِ وَهُوَ الشُّرْبُ بِالْفَمِ مِنَ النَّهْرِ وَغَيْرِهٖ بِغَيْرِ اِنَآءٍ وَلَا يَدٍ وَتَحْرِيْمِ اِسْتِعْمَالِ اِنَاءِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ فِى الشُّرْبِ وَالْاَكْلِ وَالطَّهَارَةِ وَسَآئِرِ وُجُوْهِ الْاِسْتِعْمَالِ

تمام پاک برتنوں سے سوائے سونے اور چاندی کے برتنوں کے پینا جائز ہے، نہر وغیرہ سے بغیر برتن اور بغیر ہاتھ کے منہ لگا کر پینا جائز ہے، چاندی سونے کے برتنوں کا استعمال کھانے پینے میں طہارت میں اور ہر کام میں حرام ہے

٧٧٤. عَنْ اَنَسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَقَامَ مَنْ كَانَ قَرِيْبَ الدَّارِ اِلٰى اَهْلِهٖ وَبَقِىَ قَوْمٌ فَاُتِىَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِخْضَبٍ مِّنْ حِجَارَةٍ فَصَغُرَ الْمِخْضَبُ اَنْ يَّبْسُطَ فِيْهِ كَفَّهٗ، فَتَوَضَّاَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ قَالُوْا: كَمْ كُنْتُمْ؟ قَالَ : ثَمَانِيْنَ وَزِيَادَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: هٰذِهٖ رِوَايَةُ الْبُخَارِىِّ وَفِىْ رِوَايَةٍ لَهٗ وَلِمُسْلِمٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِاِنَآءٍ مِّنْ مَّآءٍ، فَاُتِىَ بِقَدَحٍ رَحْرَاحٍ فِيْهِ شَىْءٌ مِّنْ مَّآءٍ، فَوَضَعَ اَصَابِعَهٗ فِيْهِ : قَالَ اَنَسٌ : فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلَى الْمَآءِ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهٖ، فَحَزَرْتُ مَنْ تَوَضَّاَ مَابَيْنَ السَّبْعِيْنَ اِلَى الثَّمَانِيْنَ .

(٧٧٤)　حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز کا وقت ہو گیا تو جن کے گھر قریب تھے وہ گھر چلے گئے اور کچھ لوگ باقی رہ گئے۔رسول اللہ ﷺ کے پاس پتھر کا ایک برتن لایا گیا وہ برتن اتنا چھوٹا تھا کہ اس میں ہتھیلی بھی نہیں پھیل سکتی تھی۔اس سے سب نے وضوء کرلیا۔لوگوں نے پوچھا کہ تم کتنے تھے،انہوں نے بتایا اسی سے کچھ زائد۔(متفق علیہ، یہ الفاظ بخاری کے ہیں)

ایک اور راویت جو بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کی ہے یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پانی کا برتن منگوایا، آپ ﷺ کے پاس ایک برتن لایا گیا جس کا منہ کھلا ہوا تھا اور اس میں تھوڑا سا پانی تھا۔آپ نے اس میں اپنی انگلیاں ڈبو دیں۔حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ پانی آپ ﷺ کی انگلیوں سے ابل رہا ہے۔اور میں نے وضوء کرنے والوں کا اندازہ لگایا تو وہ ستر سے اسی کے درمیان تھے۔

تخریج حدیث(٧٧٤): صحيح البخارى، كتاب الوضوء، باب الغسل والوضوء فى المخضب والقدح والخشب والحجارة . صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب فى معجزات النبى ﷺ.

کلمات حدیث: المخضب : پتھر کا برتن۔ ان يبسط فيه كفه : برتن اس قدر چھوٹا تھا کہ اس میں ہتھیلی بھی پھیلا کر نہیں رکھی جا سکتی تھی۔ فحزرت : میں نے اندازہ کیا۔

شرحِ حدیث: نماز کا وقت قریب آیا، جن کے گھر قریب تھے وہ گھروں میں چلے گئے اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ نمازِ عصر کا وقت آ گیا اور وضوء کے لیے پانی نہیں تھا اور ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ کہیں تشریف لے گئے چلتے رہے کہ نماز کا وقت آ گیا اور وضوء کے لیے پانی نہیں ملا اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ زورا تشریف لے گئے مسجد وہاں سے تھوڑے سے فاصلے پر تھی۔ آپ ﷺ کے پاس پانی کا ایک برتن لایا گیا جو اتنا چھوٹا تھا کہ اس میں ہتھیلی بھی پھیلا کر نہیں رکھی جا سکتی تھی۔

رسول اللہ ﷺ پانی کے برتن میں اپنی انگلیاں ڈال دیں اور انگشت ہائے مبارک سے پانی نکلنے لگا اور ستر اسی آدمیوں نے وضوء کر لیا۔ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ نے وضوء کیا اور پھر اپنی چار انگلیاں پانی میں ڈال دیں اور لوگوں سے فرمایا کہ سب وضوء کر لیں اور سب نے وضوء کر لیا۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی انگشت ہائے مبارک سے پانی ابلنے کا واقعہ متعدد مرتبہ پیش آیا اور بارہا یہ معجزہ ظاہر ہوا اور یہ ایسا منفرد معجزہ ہے جو انبیاءِ سابقین علیہم السلام میں سے کسی کو نہیں ملا۔

(فتح الباري : ۱/ ۳۳٤۔ إرشاد الساري : ۱/ ۳۸٦)

پیتل کا برتن استعمال کرنا جائز ہے

۷۷۵. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْرَجْنَا لَه' مَآءً فِيْ تَوْرٍ مِّنْ صُفْرٍ فَتَوَضَّاءَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

" الصُّفْرُ " بِضَمِّ الصَّادِ، وَيَجُوْزُ! " كَسْرُهَا، وَهُوَالنُّحَاسُ : "وَالتَّوْرُ" كَالْقَدَحِ وَهُوَ بِالتَّاءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ فَوْقٍ .

(۷۷۵) حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے ہم نے تانبے کے ایک پیالہ میں پانی پیش کیا اور آپ ﷺ نے اس سے وضوء فرما لیا۔ (بخاری) صفر: تانبا، تور: پیالہ۔

تخریج حدیث (۷۷۵): صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب الوضوء من التور .

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ہجرتِ نبوی ﷺ کے بعد اسلام قبول کیا ٦٣ھ میں شہید ہوئے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة : ۳/ ۱٦۸)

کلماتِ حدیث: تور من صفر : تانبے کا پیالہ۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک سے معلوم ہوا کہ دھات کے برتن وضوء اور کھانے پینے میں استعمال کیے جا سکتے ہیں۔

(فتح الباري : ۱/ ۳٤٦)

رسول اللہ ﷺ کو ٹھنڈا پانی پسند تھا

٧٧٦. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَمَعَهٗ صَاحِبٌ لَّهٗ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَآءٌ بَاتَ هٰذِهِ الَّيْلَةَ فِيْ شَنَّةٍ وَاِلَّا كَرَعْنَا . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ . " اَلشَّنُّ " اَلْقِرْبَةُ .

(٧٧٦) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کے پاس تشریف لے گئے اور آپ ﷺ کے ساتھ ایک صحابی بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہارے مشکیزے میں رات کا پانی ہو تو دیدو ورنہ ہم منہ لگا کر پی لیں۔ (بخاری) شن کے معنی ہیں مشکیزہ۔

تخریج حدیث(٧٧٦): صحیح البخاری، کتاب الاشربه باب شرب اللبن بالماء.

کلماتِ حدیث: شَن : چمڑے کی پرانی مشک۔ شن اس کو اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں پانی ٹھنڈا رہتا ہے اور اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اسے طلب فرمایا۔ و إلا کرعنا : ورنہ ہم منہ لگا کر پی لیں گے۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ ایک انصاری کے یہاں تشریف لے گئے۔ جو صاحب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور جن انصاری کے ہاں گئے وہ ابوالہیثم بن التیہان تھے۔ یہ گرمی کا وقت تھا، وہ اپنے باغ میں پانی دے رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس رات کا ٹھنڈا پانی ہے ورنہ ہم منہ لگا کر پی لیں، یعنی باغ میں جو پانی گزر رہا ہے اس میں سے پی لیں انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس شن میں رات کا ٹھنڈا پانی ہے۔ آپ عریش (چھپر) کی جانب تشریف لے گئے انہوں نے پیالے میں ٹھنڈا پانی لیا اور اس پر بکری کا دودھ دوہا اور خدمت اقدس میں پیش کیا اور پی کر پیالہ واپس کر دیا جس میں سے ان صاحب نے پیا جو آپ ﷺ کے ساتھ آئے۔ (یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ)

ابن المہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ گرمی کے دنوں میں ٹھنڈا پانی اللہ کی نعمت ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ٹھنڈا پانی طلب کر کے پیا اس لیے ٹھنڈا پانی پینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب روزِ قیامت بندہ سے سوال ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا میں نے تجھے تندرست جسم عطا نہیں کیا اور تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ٹھنڈا پانی ایک بڑی نعمت ہے اور اس کے بارے میں سوال ہوگا۔

(فتح الباري : ۳/ ۳٤ـ عمدة القاري : ۲۱/ ۲۸۲ـ روضة المتقين : ۲/ ۲۰۹ـ دليل الفالحين : ۳/ ۲۳۱)

سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کی ممانعت

٧٧٧. وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنِ الْحَرِيْرِ

وَالدِّيبَاجِ وَالشُّرْبِ فِيْ اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَقَالَ: "هِيَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا، وَهِيَ لَكُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۷۷۷) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حریر و دیباج کے پہننے سے اور سونے چاندی کے برتن میں پانی پینے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ یہ چیزیں کافروں کو دنیا میں دی گئی ہیں اور تمہیں آخرت میں ملیں گی ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۷۷۷): صحيح البخاری، كتاب اللباس، باب لبس الحرير وافتراشه للرجال . صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم استعمال اناء الذهب والفضة .

کلمات حدیث: دیباج : ایک قسم کا ریشمی کپڑا۔ جمع دبابيج .

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے مردوں کو ریشم اور دیباج کے لباس سے منع فرمایا۔ یعنی یہ حکم مردوں کے ساتھ خاص ہے اور عورتوں کو پہننا جائز ہے اور اسی طرح آپ ﷺ نے سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانے اور پینے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ یہ اشیاء اس دنیا میں کافروں کے لیے ہیں اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ آخرت میں عطا فرمائیں گے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو ایسی نعمتیں عطا فرمائیں گے جن کو کسی کی آنکھ نے نہ دیکھا ہو، اور جن کے ذکر سے کوئی کان آشنا ہوا اور نہ وہ کبھی کسی کے تصور و خیال میں آئی ہوں۔ دار قطنی اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جو شخص سونے چاندی کے برتن میں پیے یا ایسے برتن میں پیئے جس میں کچھ چاندی یا سونا لگا ہو تو یہ پانی نارِ جہنم بن کر اس کے پیٹ میں اتر تا رہے گا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس برتن میں پانی نہیں پیتے تھے جس میں چاندی کا حلقہ لگا ہوا ہو یا اس کا کنارہ چاندی کا ہو اور طبرانی کی اوسط میں ہے کہ حضرت ام عطیہؓ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس پیالہ میں بھی پانی پینے سے منع فرمایا جس پر کسی جگہ چاندی لگی ہو، البتہ عورتوں کو اس کی اجازت دی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو کسی مجوسی نے سونے یا چاندی کے برتن میں پانی دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے وہ برتن اٹھا کر پھینک دیا اور فرمایا کہ میں اس کو پہلے بھی منع کر چکا ہوں ورنہ میں برتن نہ پھینکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے سونے اور چاندی کے برتن میں کھانے اور پینے سے منع فرمایا ہے۔

جس برتن میں تھوڑی سے چاندی لگی ہو تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس برتن میں پانی پینا جائز ہے، بشرطیکہ چاندی والے حصے کو نہ ہاتھ لگے اور نہ منہ لگے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس طرح کے برتن میں بھی پانی پینا کراہت سے خالی نہیں ہے اور جو برتن پورا چاندی کا ہو اس کا استعمال تو کسی بھی حال میں جائز نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بھی ایک قول یہی مروی ہے کہ اگر ذرا سی بھی چاندی ہو تو مذکورہ شرائط کے ساتھ ایسے برتن سے پانی پینا مکروہ ہے۔

(فتح الباري : ١١٥٨/٣ ـ عمدة القاري : ٨٦/٢١ ـ روضة المتقين : ٣١٠/٢)

●●●●●●●●●●●●

چاندی کے برتن میں پینے پر وعید

٧٧٨۔ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :"اَلَّذِیْ یَشْرَبُ فِیْ اٰنِیَةِ الْفِضَّةِ اِنَّمَا یُجَرْجِرُ فِیْ بَطْنِهٖ نَارَ جَهَنَّمَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ : اِنَّ الَّذِیْ یَاْكُلُ اَوْیَشْرَبُ فِیْ اٰنِیَةِ الْفِضَّةِ، وَالذَّهَبِ" وَفِیْ رِوَایَةٍ لَهٗ : "مَنْ شَرِبَ فِیْ اِنَآءٍ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْفِضَّةٍ فَاِنَّمَا یُجَرْجِرُ فِیْ بَطْنِهٖ نَارًا مِّنْ جَهَنَّمَ."

(٧٧٨) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص چاندی کے برتن میں پانی پیئے گا تو یہ پانی اس کے پیٹ میں نارِ جہنم بن کر گرتا رہے گا۔ (متفق علیہ)

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جو شخص چاندی اور سونے کے برتن میں کھاتا ہے۔

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ جس نے سونے اور چاندی کے برتن میں پانی پیا اس نے اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرلی۔

تخریج حدیث (٧٧٨): صحیح البخاری، کتاب الاشربة، باب آنیة الفضة . صحیح مسلم، کتاب اللباس ، باب تحریم استعمال اوانی الذهب .

کلماتِ حدیث: انما یجر جر فی بطنه النار : وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ انڈیل رہا ہے۔ جرجر یجر جر : پانی کا یا کسی چیز کا اس طرح گرنا یا انڈیلنا جس سے آواز پیدا ہو۔ جو آدمی سونے یا چاندی کے برتن میں کھائے گا یا پیئے گا، یہ پانی یا غذا دھکتی ہوئی آگ بن کر اس کے پیٹ میں اترتی رہے گی۔

شرحِ حدیث: اس امر پر اہل اسلام کا اجماع ہے کہ سونے اور چاندی کے برتن میں کھانا اور پینا مرد وعورت دونوں کے لیے حرام ہے اور گناہِ کبیرہ ہے اور علماء میں سے کسی کا اس امر میں اختلاف نہیں ہے، علامہ طیبی اور امام نووی رحمہما اللہ سے نقل کیا ہے کہ اگر برتن میں سونے چاندی کی چھوٹی چھوٹی کیلیں لگی ہوں اور کم مقدار میں ہوں تو ایسے برتن کا استعمال جائز ہے لیکن حنفی فقہاء کے نزدیک ایسے برتن سے بھی پانی پینا اس شرط کے ساتھ جائز ہوگا کہ سونے کی جگہ پر نہ ہاتھ لگے اور منہ لگے۔

(فتح الباري : ٣/٤١ ـ عمدة القاري : ٢١/٢٠٠)
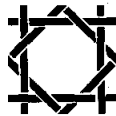
کتاب اللباس

البَابُ (۱۱۷)

بَابُ اِسۡتِحۡبَابِ الثَّوۡبِ الۡاَبۡیَضِ، وَجَوَازِ الۡاَحۡمَرِ وَالۡاَخۡضَرِ وَالۡاَصۡفَرِ وَالۡاَسۡوَدِ وَجَوَازِہٖ مِنۡ قُطۡنٍ وَکَتَّانٍ وَشَعۡرٍ وَصُوۡفٍ وَغَیۡرِھَا اِلَّا الۡحَرِیۡرَ

سفید کپڑے کے استحباب اور سرخ، سبز اور کالے کپڑے کا جواز نیز سوائے ریشم کے روئی، اون اور بالوں وغیرہ کے کپڑوں کا جواز

لباس کا مقصد ستر پوشی ہے

۲۶۴. قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ:

﴿ یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکُمۡ لِبَاسًا یُّوَارِیۡ سَوۡاٰتِکُمۡ وَرِیۡشًا وَلِبَاسُ التَّقۡوٰی ذٰلِکَ خَیۡرٌ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اے بنی آدم! ہم نے تم پر لباس اتارا جو تمہاری ستر پوشی کرتا ہے اور زینت بخشتا ہے اور لباس تقویٰ خوب تر ہے۔''

(الاعراف:۲۶)

۲۶۵. وَقَالَ تَعَالیٰ:

﴿ وَجَعَلَ لَکُمۡ سَرَابِیۡلَ تَقِیۡکُمُ الۡحَرَّ وَسَرَابِیۡلَ تَقِیۡکُمۡ بَاۡسَکُمۡ ﴾

اور فرمایا کہ:

''اور تمہارے لیے کرتے بنائے جو تم کو گرمی سے بچائیں اور ایسے کرتے جو تم کو جنگ سے محفوظ رکھیں۔'' (النحل:۸۱)

تفسیری نکات: دونوں آیات اللہ تعالیٰ کے اس انعام کے بیان پر مشتمل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو لباس عطا کیا اور لباس بھی دو طرح کے عطا فرمائے لباس زینت یا وہ لباس جو دنیاوی فائدہ کا حامل ہو اور لباس تقویٰ یعنی وہ لباس جو آخرت میں انسان کی ستر پوشی کرنے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں لباس عطا فرمایا جو تمہیں سردی اور گرمی سے بچاتا ہے اور تمہیں زیب و زینت عطا کرتا ہے اور تمہاری ستر پوشی کرتا ہے اور وہ لباس آہن جو تمہیں جنگوں میں دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رکھتا ہے، مگر اس لباس سے لباس تقویٰ زیادہ بہتر ہے، جس طرح لباس دنیا گرمی سے اور آزار سے اور دشمن کے حملوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ لباس تقویٰ آخرت کی شدت جہنم کی گرمی اور شیطان کے حملے سے محفوظ رکھتا ہے۔ (تفسیر عثماني۔ معارف القرآن)

لباس اور کفن دونوں میں سفید کپڑا پسندیدہ ہے

۷۷۹. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْبَسُوْا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَاِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ : رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۷۷۹) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سفید کپڑے پہنا کرو کہ یہ تمہارے اچھے کپڑے ہیں اور انہی میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو۔ (ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۷۷۹): سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی البیاض . الجامع للترمذی، ابواب الجنائز، باب ما یستحب من الاکفان .

کلماتِ حدیث: البسوا : تم پہنو، تم لباس پہنو۔ لبس لبسا (باب سمع) کپڑا پہننا۔

شرحِ حدیث: سفید لباس پہننا مستحسن اور مستحب ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے موقعہ پر میں نے آپ ﷺ کے دائیں بائیں دو افراد سفید کپڑوں میں ملبوس دیکھے جن کو میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ یہ حضرت جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام تھے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے جنت کو سفید بنایا ہے اور اللہ کو سفید رنگ پسند ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سفید لباس تواضع اور عاجزی کی علامت ہے، مساجد میں اور اوقاتِ عبادت میں سفید لباس پہننا افضل ہے نیز عیدین اور جمعہ کے روز سفید لباس پہننا اچھا ہے۔ (روضة المتقین : ۳۱۳/۲۔ دلیل الفالحین : ۲۳۵/۳)

سفید لباس پاکیزگی کا ذریعہ

۷۸۰. وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْبَسُوا الْبَيَاضَ فَاِنَّهَا اَطْهَرُ وَاَطْيَبُ، وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ" رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ، وَالْحَاكِمُ وَقَالَ : حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ .

(۷۸۰) حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سفید لباس پہنو کہ یہ زیادہ پاک اور پاکیزہ ہے اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو (نسائی اور حاکم نے روایت کیا اور حاکم نے کہا کہ حدیث صحیح ہے)

تخریج حدیث(۷۸۰): سنن النسائی، کتاب الجنائز، باب أي الكفن خير .

کلماتِ حدیث: کفنوا : کفن دو، کفن، مردے کا لباس۔ جمع اکفان .

شرحِ حدیث: سفید لباس پہننے کی تاکید اس لیے ہے کہ سفید لباس پاک اور پاکیزہ ہوتا ہے چونکہ اس پر لگا ہو میل فوراً محسوس ہوتا

ہے اس لیے اس کی صفائی اور نظافت کا زیادہ اہتمام کرتا ہے، نیز کہ سفید کپڑا زیادہ متواضعانہ اور عجب وتکبر سے بعید تر ہے اور سفید رنگ فطرت سے قریب تر ہے اسی لیے مردوں کو بھی سفید کپڑوں میں کفن دینے کا حکم ہوا اور یہ اشارہ ہے اس طرف کہ زندہ ہوں یا مردہ ہر وقت رجوع الی اللہ کی جانب متوجہ رہنا چاہیے یعنی سفید لباس کا پہننا موت اور کفن کو یاد دلانے والا ہے۔

(روضة المتقين : ٢/٣١٠٤ـ تحفة الأحوذي : ٨/٩٨)

رسول اللہ ﷺ میانہ قد تھے

٧٨١. وَعَنِ الْبَرَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْبُوْعًا وَلَقَدْ رَاَيْتُه‘ فِيْ حُلَّةٍ حَمْرَآءَ مَارَ ايْتُ شَيْئًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهُ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٧٨١) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا قد درمیانہ تھا اور میں نے آپ ﷺ کو سرخ حلہ میں دیکھا ہے اور میں نے کوئی شخص آپ ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (٧٨١): صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب الثوب الاحمر . صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب في صفة النبي صلى الله عليه وسلم .

کلمات حدیث: مربوعاً : درمیانی قد۔ حلة حمراء : سرخ جوڑا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کا قد درمیانہ تھا، صحیح مسلم میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک تمام لوگوں میں حسین ترین تھا اور آپ ﷺ کا اخلاق سب لوگوں میں بہترین تھا اور آپ ﷺ نہ طویل تھے اور نہ قصیر۔

اور فرمایا کہ میں نے آپ ﷺ کو سرخ جوڑے میں ملبوس دیکھا اس وقت مجھے آپ ﷺ اتنے حسین لگے کہ میں نے اس سے پہلے اتنا حسن نہیں دیکھا تھا۔

حلة حمراء سے مراد یمن کے بنے ہوئے دو کپڑے ہیں جن میں لال اور سبز پٹیاں ہوتی ہیں وہ خالص لال نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ابن الہمام نے بیان کیا اور ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حلة حمراء سے مراد دو یمنی چادریں ہیں جن میں سرخ اور کالی دھاریاں ہوتی تھیں۔

(تحفة الأحوذي : ٥/٣٨٩ـ روضة المتقين : ٢/٣١٤)

رسول اللہ ﷺ کا سرخ خیمہ

٧٨٢. وَعَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ وَهْبِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَهُوَ بِالْاَبْطَحِ فِيْ قُبَّةٍ لَه‘ حَمْرَآءَ مِنْ اَدَمٍ فَخَرَجَ بِلَالٌ بِوَضُوْئِهٖ فَمِنْ نَاضِحٍ وَنَآئِلٍ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَآءُ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى بَيَاضِ سَاقَيْهِ، فَتَوَضَّأَ وَاَذَّنَ بِلَالٌ، فَجَعَلْتُ

اَتَتَبَّعُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا، يَقُوْلُ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا: حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، ثُمَّ رُكِزَتْ لَهٗ عَنَزَةٌ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ لَايُمْنَعُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "الْعَنَزَةُ" بِفَتْحِ النُّوْنِ نَحْوُ الْعُكَّازَةِ.

(۷۸۲) حضرت ابو جحیفہ وہب بن عبداللہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مکہ مکرمہ میں ابطح کے مقام پر سرخ رنگ کے چمڑے کے خیمے میں دیکھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا وضوء کا پانی لے کر باہر آئے۔ کچھ لوگ تھے جنہیں پانی کے چھینٹے ملے اور بعض کو پانی مل گیا۔ نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے آپ ﷺ سرخ جوڑا پہنے ہوئے تھے گویا مجھے اب بھی آپ ﷺ کی پنڈلیوں کی سفیدی نظر آرہی ہے آپ نے وضو کیا اور بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ میں حضرت بلال کے چہرے کو دائیں اور بائیں ادھر ادھر ہوتے ہوئے دیکھ رہا تھا جب آپ حی علی الصلاۃ اور حی علی الفلاح کہہ رہے تھے۔ آپ کے سامنے ایک نیزہ گاڑ دیا گیا آپ ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ آپ کے سامنے سے کتا اور گدھا گزرا مگر روکا نہیں گیا۔ (متفق علیہ)

عنزہ : چھوٹا نیزہ۔

تخریج حدیث (۷۸۲): صحيح البخاری، كتاب الصلاة، باب الصلاة فی الثوب الاحمر . صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب سترة المصلی .

کلمات حدیث: اُدم : دباغت دیا ہوا چمڑا۔ رکزت : گاڑا گیا۔ رکز ترکیزاً : (باب تفعیل) زمین میں لکڑی وغیرہ گاڑنا۔ عنزہ: نیزہ جمع عنزات.

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ ایک سرخ چمڑے کے خیمہ میں تشریف فرما تھے اور آپ ﷺ سرخ حلہ پہنے ہوئے تھے بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے وضو کا پانی لائے آپ نے وضوء فرمایا تو صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے وضو کا پانی اپنے ہاتھوں اور منہ پر ملا کسی کو پانی ملا اور کسی کو پانی کے چھینٹے ملے اور اس طرح سب نے آپ کا تبرک حاصل کیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی حی علی الصلاۃ اور حی علی الفلاح میں انہوں نے اپنا چہرہ دائیں بائیں گھمایا۔ آپ ﷺ کی نماز کے سامنے ایک نیزہ گاڑ دیا گیا اور سامنے سے کسی جانور کو گزرنے سے روکا نہیں گیا۔

صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ صحابہ کرام آپ ﷺ کے وضو کا پانی لے کر بطور تبرک اپنے ہاتھوں اور چہروں پر ملنے لگے۔

آپ ﷺ کے سامنے نیزہ بطور سترہ کے گاڑا گیا۔ اگر نمازی اپنے سامنے کوئی لکڑی بطور سترہ نصب کر لے یا کوئی چیز اپنے سامنے رکھ لے تو اس کے آگے سے گزرنے میں حرج نہیں ہے۔ سترہ صرف امام کے سامنے ہونا کافی ہے یعنی امام کے ساتھ سترہ کا ہونا مقتدیوں کے لیے بھی کافی ہے۔ (ارشاد الساري : ١/٤١٢ ـ فتح الباري : ١/٣٤٤)

سبز رنگ کے دھاری دار کپڑے

۷۸۳. وَعَنْ اَبِیْ رِمْثَةَ رِفَاعَةَ التَّيْمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ اَخْضَرَانِ . رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(٧٨٣) حضرت ابورمثہ رفاعۃ تیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے دو سبز رنگ کے کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے۔ (ابوداود اور ترمذی نے بسند صحیح روایت کیا ہے)

تخریج حدیث(٧٨٣): سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب الرخصة فی اللون الاحمر . الجامع للترمذی، ابواب الآداب، باب ما جاء فی الثوب الاخضر .

راوی حدیث: حضرت ابورمثہ رفاعۃ تیمی رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب میں صرف ان کا اور ان کے والد کا نام ذکر کیا ہے۔ ابن سعد نے کہا کہ ان کا انتقال افریقہ میں ہوا۔ ابوداؤد ترمذی اور نسائی میں متعدد احادیث مروی ہیں۔

کلماتِ حدیث: ثوبان : دو کپڑے یعنی ازار اور چادر۔ ثوب کا تثنیہ جس کے معنی کپڑے کے ہیں۔

شرحِ حدیث: جامع ترمذی میں بردان اخضران کے الفاظ ہیں۔ برد دھاری دار چادر کو کہتے ہیں یعنی آپ ﷺ کا لباس مکمل سبز نہیں تھا بلکہ سبز دھاریاں تھیں۔ یہی بات ملاعلی قاری رحمہ اللہ نے کہی ہے۔ سفید رنگ کے بعد ہرا رنگ اہمیت کا حامل ہے کہ اہل جنت کا لباس ہوگا اور یہ کہ سبز رنگ بینائی کو تسکین بخشنے والا اور دیکھنے والوں کی نظروں میں خوش کن ہے۔

(المرقاة : ٨/١٦٤ - تحفة الاحوذي : ٨/١٠١)

رسول اللہ ﷺ کے سیاہ عمامہ کا ذکر

٧٨٤. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَآءُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(٧٨٤) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے روز مکہ میں داخل ہوئے تو آپ سیاہ عمامہ پہنے ہوئے تھے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(٧٨٤): صحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز دخول مكه بغير احرام .

کلماتِ حدیث: عمامة سوداء : سیاہ عمامہ۔ سوداء : اسود کا مؤنث۔ لباس اسود اور عمامة سوداء۔

شرحِ حدیث: صحیح حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے سر مبارک پر خود تھا۔ پھر آپ ﷺ نے خود اتار دیا اور عمامہ پہن لیا۔ چنانچہ روایت ہے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور آپ ﷺ سیاہ عمامہ پہنے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے یہ خطبہ کعبۃ اللہ کے دروازے کے سامنے دیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے سیاہ عمامہ پہنا ہوا ہو اور اس کے اوپر خود ہو پھر آپ ﷺ نے خود اتار دیا ہو اور عمامہ اسی طرح باقی رہا۔

بہر حال افضل تو سفید لباس ہے جو آپ ﷺ نے اکثر پہنا ہے لیکن سیاہ عمامہ پہننا بھی جائز ہے، لیکن یہ امر بھی مدنظر رہے کہ احادیثِ مبارکہ میں آپ ﷺ کے سیاہ عمامہ پہننے کا کسی اور موقعہ پر ذکر نہیں ہے۔ صرف یہی حدیث مبارک ہے کہ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقعہ پر سیاہ عمامہ پہنا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیاہ عمامہ پہننا آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔ اور فتح مکہ کے دن سیاہ عمامہ پہننا اس طرف اشارہ تھا کہ جس طرح ہر رنگ بدل جاتا ہے مگر سیاہ رنگ نہیں بدلتا اسی طرح آج کے بعد ہر دین تبدیل ہوگا مگر دین اسلام نہیں بدلے گا۔ البتہ ایک روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے جمعہ کے روز خطبہ دیا اور آپ ﷺ سیاہ عمامہ پہنے ہوئے تھے۔ واللہ اعلم (روضة المتقين : ۳۱۷/۲ ۔ دليل الفالحين : ۲۳۸/۳)

●●●●●●●●●●●●●

۷۸۵۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَمْرِو بْنِ حُرَیْثٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی، رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَآءُ قَدْ اَرْخٰی طَرَفَیْهَا بَیْنَ كَتِفَیْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ! وَفِیْ رِوَایَةٍ لَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ وَعَلَیْهِ عَمَامَةٌ سَوْدَآءُ .

(۷۸۵) حضرت ابوسعید عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ گویا میں رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ آپ ﷺ سیاہ عمامہ پہنے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ نے اس کے دونوں کناروں کو اپنے کاندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا ہے۔ (مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور آپ سیاہ عمامہ پہنے ہوئے تھے۔

تخریج حدیث (۷۸۵): صحيح مسلم، كتاب الحج، باب جواز دخول مكة بغير احرام .

راوی حدیث: حضرت ابوسعید عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ صغار صحابہ میں سے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر بارہ سال تھی۔ ان سے ۱۸ احادیث مروی ہیں اور صحاح میں مروی ہیں ۸۵ھ میں انتقال فرمایا۔ (دليل الفالحين : ۲۳۸/۳)

کلماتِ حدیث: أرخى : لٹکایا۔ ارخى ارخاء (باب افعال) لٹکانا۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ نے یہ خطبہ فتح مکہ کے دوسرے دن دیا تھا جیسا کہ یہ بات بالتصریح اس حدیث میں آئی ہے کہ جو امام بخاری نے ابوشریح عدوی سے روایت کی ہے جس میں انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دوسرے دن خطبہ دیا۔ (حدیث ۴۲۹۵)

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ مشہور اور صحیح یہ ہے کہ آپ ﷺ نے عمامہ کا ایک سرا لٹکایا، لیکن بعض نے دونوں کناروں کا ذکر کیا ہے۔

(فتح الباري : ٦٢٤/٢ ۔ روضة المتقين : ۳۱۸/۲ ۔ دليل الفالحين : ۲۳۸/۳)

●●●●●●●●●●●●●

آپ ﷺ کے عمامہ کے دو شملے تھے

۷۸۶۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كُفِّنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ثَلَاثَةِ

اَثْوَابٍ بَيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ، لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ، وَلَا عِمَامَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

" السَّحُوْلِيَّةُ " بِفَتْحِ السِّيْنِ وَضَمِّهَا وَضَمِّ الْحَآءِ الْمُهْمَلَتَيْنِ : ثِيَابٌ تُنْسَبُ اِلٰى سَحُوْلٍ : قَرْيَةٌ بِالْيَمَنِ: وَالْكُرْسُفُ اَلْقُطْنُ .

(٧٨٦)　حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو تین سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا جو سحول کے بنے ہوئے تھے اس میں نہ قمیص تھی نہ عمامہ۔ (متفق علیہ) سحولیۃ: سحول کے بنے ہوئے کپڑے جو یمن کا ایک گاؤں تھا۔ کرسف کے معنی ہیں روئی۔

تخریج حدیث(٧٨٦):　صحيح البخارى، كتاب الجنائز، باب الثياب البيض للكفن . صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب فى كفن الميت .

کلماتِ حدیث:　سحولية من كرسف : سحول کے روئی کے بنے ہوئے کپڑے۔

شرحِ حدیث:　رسول اللہ ﷺ کو تین سفید سوتی چادروں میں کفن دیا گیا یہ چادریں یمن کے ایک شہر سحول کی بنی ہوئی تھیں۔ اسی طرح مردوں کو تین کپڑوں میں کفن دینا مسنون ہے۔ (روضة المتقين : ٢/٣١٨۔ دليل الفالحين : ٣/٢٣٨)

رسول اللہ ﷺ کی سیاہ چادر کا ذکر

٧٨٧. وَعَنْهَا قَالَتْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعْرٍ اَسْوَدِ! رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

" اَلْمِرْطُ " بِكَسْرِ الْمِيْمِ : وَهُوَ كِسَآءٌ ! " وَالْمُرَحَّلُ " بِالْحَآءِ الْمُهْمَلَةِ هُوَالَّذِىْ فِيْهِ صُوْرَةُ رِحَالِ الْاِبِلِ وَهِيَ الْاَكْوَارُ .

(٧٨٧)　حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن صبح کو آپ ﷺ باہر تشریف لے گئے اور آپ ﷺ کے جسم پر سیاہ بالوں کی بنی ہوئی ایک نقش ونگار والی چادر تھی۔ (مسلم)

مرط : چادر، مرحل وہ کپڑا جس میں اونٹ کے کجاووں کی تصویریں ہوں اسے اکوار بھی کہتے ہیں۔

تخریج حدیث(٧٨٧):　صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب التواضع فى اللباس و الاقتصار على الغليظ منه .

کلماتِ حدیث:　ذات غداة : صبح کے وقت۔ اکوار : جمع کور ۔ کجاوہ۔ مرط : اون یا سوت وغیرہ کی بنی ہوئی چادر جو بطورِ ازار باندھی جائے۔ مرحل : جس میں رحال یعنی کجاوہ کی تصویر بنی ہو بعض روایات میں مرحل آیا ہے یعنی جس میں علم بنا ہوا ہو۔ جمع مرحلات اور مراحل۔

شرحِ حدیث:　حدیثِ مبارک ایسا کپڑا پہننے کے جواز کی دلیل ہے جو چھپا ہوا ہو اور نقش ونگار بنے ہوئے ہوں۔ البتہ انسان اور

جانور یعنی ذی روح کی تصویر ممنوع ہے۔ (روضة المتقین : ۲/۳۱۹۔ شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۳/۵۰)

رسول اللہ ﷺ نے اونی جبہ بھی استعمال فرمایا

۷۸۸. وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِيْ مَسِيْرٍ، فَقَالَ لِيْ : "اَمَعَكَ مَآءٌ؟ قُلْتُ : نَعَمْ، فَنَزَلَ عَنْ رَاحِلَتِهٖ فَمَشٰى حَتّٰى تَوَارٰى فِيْ سَوَادِ اللَّيْلِ ثُمَّ جَآءَ فَاَفْرَغْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْاِدَاوَةِ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِّنْ صُوْفٍ، فَلَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يُخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ مِنْهَا حَتّٰى اَخْرَجَهُمَا مِنْ اَسْفَلِ الْجُبَّةِ فَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهٖ، ثُمَّ اَهْوَيْتُ لِاَنْزِعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ : دَعْهُمَا فَاِنِّيْ اَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ" وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا : مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ "وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ ضَيِّقَةُ الْكُمَّيْنِ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ هٰذِهِ الْقَضِيَّةَ كَانَتْ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ .

(۷۸۸) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر کے دوران میں رات کے وقت آپ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس پانی ہے میں نے کہا کہ جی ہاں۔ یہ سن کر آپ ﷺ سواری سے اترے اور پیدل چلے یہاں تک کہ رات کی تاریکی میں آپ ﷺ نظروں سے اوجھل ہو گئے، پھر آپ ﷺ تشریف لائے تو میں نے برتن سے پانی ڈالا۔ آپ ﷺ نے اپنا چہرہ دھویا۔ آپ ﷺ نے اندر کی طرف سے ہاتھوں کو نکالا آپ ﷺ نے اپنے بازو دھوئے اور سر کا مسح کیا۔ میں آپ ﷺ کے موزے اتارنے کے لیے جھکا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں رہنے دو میں نے پاک پاؤں میں پہنے تھے اور آپ نے ان پر مسح فرمایا۔ (متفق علیہ)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے شامی جبہ پہنا ہوا تھا جس کی آستینیں تنگ تھیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ تبوک میں پیش آیا۔

تخریج حدیث (۷۸۸): صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب من لبس جبة ضيقة الكمين فی السفر . صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب المسح علی الخفین .

کلماتِ حدیث: ذات ليلة : ایک رات۔ تواری فی سواد الليل : رات کی سیاہی میں چھپ گئے یعنی نظروں سے اوجھل ہو گئے اور تاریکی کی وجہ سے آپ نظر نہ آتے تھے۔ افرغت : میں نے انڈیلا۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک غزوۂ تبوک سے متعلق ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ آپ ﷺ کے ساتھ تھے رات کا وقت تھا آپ ﷺ ضرورت کے لیے تشریف لائے اور وضوء فرمایا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے وضوء کے لیے پانی دیا اور آپ ﷺ کے موزے اتارنے کے لیے جھکے لیکن آپ نے منع فرما دیا اور مسح علی الخفین فرمایا۔

راویت میں ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو وضوء کرایا اور وضوء کے لیے پانی ڈالا اس سے معلوم ہوا کہ وضوء

میں مدد کرنا اور وضوء کرانا صحیح ہے، نیز حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عرفہ سے واپسی پر انہوں نے آپ ﷺ کو وضوء کرایا۔

مسح علی الخفین کا جواز ائمہ اربعہ کے نزدیک متفق علیہ مسئلہ ہے حنفی فقہاء کے نزدیک مقیم کے لیے ایک دن و رات اور مسافر کے لیے تین دن اور تین رات مسح کی اجازت ہے۔

(فتح الباری : ۱/۳٤۰۔ شرح صحیح مسلم للنووي : ۳/۱٤٦۔ إرشاد الساري : ۱/٤۰۱۔ عمدة القاري : ۳/۹۰)

الباب (۱۱۸)

اِسْتِحْبَابِ الْقَمِيْصِ
قمیص پہننے کا استحباب

٧٨٩. عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابِ إِلَىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَمِيْصُ: رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۷۸۹) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ لباس میں رسول اللہ ﷺ کو قمیص زیادہ پسند تھی۔

(اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۷۸۹): سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب ما جاء فی القمیص .

کلمات حدیث: قمیص : کرتا، جمع قمص اور اقمصہ .

شرح حدیث: اہل عرب کا عام لباس دو چادریں تھا، ایک ازار اور ایک اوپر سے پہننے والی چادر، مگر قمیص بھی موجود تھی اور پہنی جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ قمیص کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ ابن الجزری نے بیان کیا ہے کہ اس وقت قمیص سلی ہوئی ہوتی دو آستینیں ہوتیں اور اسے لباس کے نیچے پہنا جاتا اور بالعموم قمیص سوت یا اون کا ہوتا۔ لیکن حدیث مبارک میں قمیص سے مراد سوتی قمیص ہے کیونکہ دمیاطی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ کی قمیص سوتی تھی اور قمیص کی آستینیں چھوٹی تھیں۔ اور آپ ﷺ قمیص کو اس لیے پسند فرماتے کہ اس میں اعضاء کی ستر پوشی زیادہ ہے اور بدن کے لیے آرام دہ ہے اور اس میں تواضع زیادہ ہے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ قمیص پہننا مستحب ہے چادر کی بہ نسبت اس سے جسم زیادہ مستور ہوتا ہے۔

(تحفة الاحوذي : ٥/٤٥٩ ـ روضة المتقين : ٢/٣٢١ ـ دليل الفالحين : ٣/٢٤١)

البَابُ (۱۱۹)

بَابُ صِفَّةِ طُوْلِ القَمِيْصِ وَالْكُمِّ وَالْإِزَارِ وَطَرْفِ الْعَمَامَةِ وَتَحْرِيْمِ اِسْبَالِ شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ عَلٰى سَبِيْلِ الْخُيَلَاءِ وَكَرَاهَتِهٖ مِنْ غَيْرِ خُيَلَاءِ

قمیص، آستین، ازار اور عمامہ کے کنارے کی لمبائی اور بطورِ تکبر ان میں سے کسی چیز کے لٹکانے کی حرمت اور بغیر تکبر کراہت کا بیان

۷۹۰۔ عَنْ اَسْمَآءَ بنتِ يَزِيْدَ الْاَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ كُمُّ قَمِيْصِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الرُّسْغِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۷۹۰) حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ کی قمیص کی آستین پہنچوں تک تھیں۔ (اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۷۹۰): سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب ما جاء فی القمیص . الجامع للترمذی، ابواب اللباس، باب ما جاء فی القمیص .

کلماتِ حدیث: کم : آستین، جمع اکمام . رسغ : ہتھیلی اور کلائی کا جوڑ، پہنچا۔

شرح حدیث: ابن الجزری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث مبارک دلیل ہے کہ قمیص کی آستین پہنچے تک ہونی چاہئیں اور اس سے زیادہ لمبی نہ ہوں۔ قمیص کے علاوہ کپڑے کی آستین انگلیوں کے سروں تک ہوسکتی ہیں ابن الجوزی رحمہ اللہ نے الوفاء میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ قمیص پہنتے جس کی لمبائی ٹخنوں سے اوپر ہوتی اور جس کی آستینیں انگلیوں کے کناروں تک ہوتیں۔ (روضة المتقين : ۳۲۲/۲۔ دلیل الفالحین : ۲٤۲/۳)

یہ حدیث اس سے پہلے (حدیث ٥٦) میں گزر چکی ہے۔

ٹخنے کے نیچے کپڑا پہننے پر وعید

۷۹۱ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" فَقَالَ لَهٗ اَبُوْبَكْرٍ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ اِزَارِيْ يَسْتَرْخِيْ اِلَّا اَنْ اَتَعَاهَدَهٗ، فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِنَّكَ لَسْتَ مِمَّنْ يَفْعَلُهٗ خُيَلَاءَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ : وَرَوٰى مُسْلِمٌ بَعْضَهٗ .

(۷۹۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص تکبر سے اپنا کپڑا زمین پر کھینچتا

ہوا چلتا ہے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کی طرف نظر نہیں فرمائیں گے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرا تہبند بھی لٹک جاتا ہے مگر میں اس کا خیال رکھتا ہوں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو بکر تم ان میں سے نہیں ہو جو تکبر سے ایسا کرتے ہیں۔ (بخاری، مسلم نے اس کا کچھ حصہ روایت کیا ہے)

تخریج حدیث (۷۹۱): صحيح البخاری، فضائل الصحابة، باب لو كنت متخذاً خليلا . صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم الثوب خيلاء وبيان حدما يجوز ارخاؤه اليه وما يستحب .

کلماتِ حدیث: من جر ثوبه خيلاء : جس نے اپنا کپڑا تکبر سے کھینچا۔ يسترخي : لٹک جاتا ہے۔

شرحِ حدیث: اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس شخص کی جانب بنظرِ رحمت نہیں دیکھیں گے جو تکبر کے ساتھ اپنے کپڑے کو زمین پر گھسیٹتا ہوا چلتا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میری ازار بھی بعض اوقات لٹک جاتی ہے اور میں اسے ٹھیک کرتا رہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو بکر تم ان لوگوں میں نہیں ہو کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے وعید اس کے لیے ہے جو عجب اور تکبر سے ایسا کرے نہ کہ وہ جس سے بلاقصد وارادہ ایسا ہو جائے۔ (فتح الباري : ۲/ ۴۰۸۔ ارشاد الساري : ۵/ ۱۵۶)

متکبر نظر کرم سے محروم ہوگا

۷۹۲. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَايَنْظُرُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلٰى مَنْ جَرَّ اِزَارَهٗ بَطَرًا" : مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۷۹۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت اس شخص کی طرف نظر نہیں فرمائیں گے جو غرور سے اپنا تہبند زمین پر کھینچتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۷۹۲): صحيح البخاری، كتاب اللباس، باب من جر ثوبه من غير خيلاء . صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم جر الثوب خيلاء .

کلماتِ حدیث: بَطَراً : اترا کر، غرور کے ساتھ، اللہ کی نعمتوں کا انکار اور ان پر شکر نہ کرنا۔

شرحِ حدیث: اللہ تعالیٰ نظر رحمت وکرم نہیں فرمائیں گے اس شخص کی جانب جو غرور وتکبر سے اپنی ازار کو کھینچتا ہے۔ رضا اور عدم رضا دونوں سے نظر کا تعلق ہے کہ رضا میں نظر کرم ہوتی ہے اور عدم رضا میں نظر غضب ہوتی ہے جیسا کہ روایت ہے کہ تم سے پہلے لوگوں میں کسی نے چادر پہنی اور اس میں تکبر اور غرور کے ساتھ چلا اللہ تعالیٰ نے اسے ناراضگی سے دیکھا اور زمین کو حکم دیا تو زمین نے اس کو نگل لیا۔

غرضِ مقصود حدیث یہ ہے کہ جو زمین پر کپڑے کو اس طرح گھسیٹتا ہوا چلے اور وہ تکبر اور غرور سے ایسا کرے جیسے ایک متکبر سرکش اور احسان ناشناس کیا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کی جانب نظر کرم نہیں فرمائیں گے اور یہ حکم مردوں اور عورتوں کو دونوں کو شامل ہے۔ اس نکتہ کو ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بخوبی سمجھا کہ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! عورتیں اپنے کپڑوں کے دامن کا کیا

کریں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک بالشت لٹکائیں انہوں نے عرض کیا کہ اس طرح ان کے پیر کھل جائیں گے تو آپ نے فرمایا کہ پھر ایک ہاتھ لٹکالیا کریں۔اس سے زیادہ نہ کریں۔

حاصل یہ ہے کہ مردوں کے لیے دوصورتیں ہیں ایک حالتِ استحباب اور وہ یہ کہ کپڑا نصف ساق تک ہو اور ایک حالتِ جواز اور وہ کہ کپڑا ٹخنوں سے اوپر ہو۔اسی طرح عورتوں کے لیے دوصورتیں ہیں ایک صورت استحباب اور وہ یہ کہ جو مردوں کے لیے جواز کا درجہ ہے اس سے ایک بالشت زیادہ ہو اور ایک حالتِ جواز ہے اور وہ یہ کہ مردوں کے لیے جواز کے درجے سے دو بالشت زیادہ۔اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ جو طبرانی نے اوسط میں نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے بالشت سے ناپ کر دکھایا کہ عورتوں کا دامن اتنا ہو۔ابو یعلی نے بھی بغیر فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نام لیے اس روایت کو نقل کیا اور کہا کہ آپ ﷺ نے ایک بالشت اور دو بالشت ناپا۔

(فتح الباري: ۱۰۸/۳۔ عمدة القاري: ۴۴۳/۲۱۔ روضة المتقين: ۳۲۴/۲۔ شرح صحيح مسلم للنووي: ۵۵/۱۴)

****

ٹخنے سے نیچے کپڑا لٹکانے والا جہنمی ہے

۷۹۳. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْاِزَارِ فَفِي النَّارِ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۷۹۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ازار کا ٹخنوں سے نیچا حصہ جہنم میں جائے گا۔(بخاری)

تخریج حدیث(۷۹۳): صحيح البخاری، کتاب اللباس، باب ما اسفل من الكعبين ففى النار .

کلماتِ حدیث: ما أسفل : جو حصہ نیچے آ گیا، جو حصہ نیچے لٹک گیا۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک کے الفاظ بظاہر کپڑے کے جہنم میں جانے کو بیان کر رہے ہیں لیکن فی الحقیقت مراد یہ ہے کہ ٹخنوں سے نچلا جسم کا حصہ جتنے حصے پر ازار لٹکائی گئی ہے وہ جہنم میں جائے گا۔چنانچہ امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ وہ جگہ جس پر ازار ٹخنوں سے نیچے لٹک جائے وہ مقام آگ کا مستحق بن گیا۔بلا عذر کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا مکروہ ہے اور اگر تکبر کے ساتھ ہو تو حرام ہے۔لیکن اگر ٹخنوں کے نیچے کوئی زخم وغیرہ ہو جس کو ڈھکنا ضروری ہو تو بلا کراہت اس پر کپڑا ڈال لینا جائز ہے۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو خارش کی بناء پر ریشمی کپڑا پہننے کی اجازت عطا فرمائی۔

(فتح الباري : ۱۰۸/۳۔ عمدة القاري : ۴۴۳/۲۱۔ نزهة المتقين : ۶۱۲/۱۔ روضة المتقين : ۳۲۴/۲)

****

تین آدمی قیامت کے روز شرفِ کلام سے محروم ہوں گے

۷۹۴. وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "ثَلَاثَةٌ لَايُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ

يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَايَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَايُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ : قَالَ فَقَرَأَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مِرَارٍ: قَالَ اَبُوْذَرٍّ خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ هُمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ"؟ قَالَ : "اَلْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ، وَالْمُنفِقُ سِلْعَتَه' بِالْحَلْفِ الْكَاذِبِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّه' "اَلْمُسْبِلُ اِزَارَهُ !

(۷۹۴) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت کلام نہیں فرمائے گا اور ان کی طرف نظر کرم نہیں کرے گا اور ان کو پاک نہیں کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے قرآنی آیت کا یہ حصہ تین مرتبہ تلاوت فرمایا۔ ابوذر نے کہا کہ یہ تو نامراد ہوگئے اور خسارے میں پڑ گئے یارسول اللہ! یہ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا، احسان جتانے والا اور جھوٹی قسم کھا کر اپنا سامان بیچنے والا۔ اور ایک روایت میں الفاظ ہیں، ازار لٹکانے والا۔

تخریج حدیث (۷۹۴): صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان غلظ تحريم اسبال الازار والمن بالعطية وتنفيق السلعة بالحلف.

کلماتِ حدیث: مسبل : کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا۔ اسبل اسبالاً (باب افعال) لٹکانا۔ منان : بہت احسان جتانے والا۔ من مناً (باب نصر) احسان کرنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کلام نہیں فرمائے گا ان کی جانب نظر کرم نہیں کرے گا انہیں پاک نہیں کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ یہ تین آدمی یہ ہیں: کپڑا لٹکانے والا، احسان جتانے والا اور جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا سامان بیچنے والا۔

مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے کلامِ رضا نہیں فرمائیں گے بلکہ ان سے ناراضگی اور غصہ کے ساتھ تخاطب ہوگا ان کی جانب نظر کرم کی بجائے غصہ اور غضب سے دیکھا جائے گا، ان کی تعریف نہیں کی جائے گی اور ان کے گناہ معاف کر کے انہیں پاک وصاف نہیں کیا جائے گا اور وہ عذابِ الیم سے دوچار ہوں گے۔

ایک وہ جو تکبر سے اپنا کپڑا زمین پر لٹکائے۔ جیسا کہ حدیث سابق میں آیا ہے۔ منان جو دوسروں کو اول تو کچھ دیتا نہیں لیکن اگر کسی کو دیدیا تو اس کا ہر موقعہ پر احسان جتلاتا ہے۔ من اور اذی سے صدقہ باطل ہو جاتا ہے کہ من واحسان تکبر اور عجب وبخل اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے غافل ہو جانے سے پیدا ہوتا ہے اور تیسرا وہ شخص جو جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا سامان فروخت کرے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ۹۸/۲۔ روضة المتقين : ۳۲۵/۲۔ دليل الفالحين : ۲٤٤/۳)

ٹخنے سے نیچے کپڑا لٹکانا حرام ہے

۷۹۵۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "الاِسْبَالُ

فِي الْإِزَارِ وَالْقَمِيصِ وَالْعِمَامَةِ مَنْ جَرَّ شَيْئًا خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ، وَالنِّسَآئِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ .

(۷۹۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راویت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اسبال ازار قمیص اور عمامہ تینوں میں ہوتا ہے جو بھی تکبر کے ساتھ کپڑا لٹکائے گا اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کی طرف نظر کرم نہیں کرے گا۔(ابوداؤد، نسائی، حدیث صحیح ہے)

تخریج حدیث(۷۹۵): سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب ما جاء فی اسبال الازار . سنن نسائی، کتاب الزینة، باب التغليظ فی جر الازار.

شرح حدیث: اسبال کے معنی کپڑے کے لٹکانے کے ہیں یعنی شریعت نے جو حد مقرر کی ہے اس سے زائد لٹکانا منع ہے اور اس اعتبار سے اسبال ازار قمیص اور عمامہ تینوں میں ہے۔ ازار کی حد کعبین (ٹخنوں) تک ہے اس سے زائد اسبال ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث گزر چکی ہے کہ جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم میں جائے گا۔ ازار کا ذکر بطور خاص اس لیے کیا کہ یہ اس وقت کا عام لباس تھا لیکن اس حکم میں شلوار وغیرہ بھی داخل ہے۔ قمیص بھی اس قدر لمبا ہونا کہ پیر ڈھک جائیں یعنی ٹخنوں سے نیچے ممنوع ہے۔ عمامہ کے شملے کی لمبائی کمر کے نصف تک ہے اس سے زیادہ بدعت ہے۔

اگر اسبال کی ان صورتوں میں کوئی صورت بطورِ تکبر ہو تو وہ وعید میں داخل ہے۔ (روضة المتقين : ۲/۳۲٦)

شلوار کو نصف پنڈلی تک رکھنا

۷۹۶. وَعَنْ أَبِيْ جُرَيِّ جَابِرِ ابْنِ سُلَيْمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : "رَأَيْتُ رَجُلاً يَصْدُرُ النَّاسُ عَنْ رَأْيِهِ : لَايَقُوْلُ شَيْئًا إِلَّا صَدَرُوْا عَنْهُ قُلْتُ : مَنْ هٰذَا؟ قَالُوْا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : قُلْتُ : عَلَيْكَ السَّلَامُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، مَرَّتَيْنِ. قَالَ : "لَاتَقُلْ عَلَيْكَ السَّلَامُ، عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَوْتىٰ : قُلْ: السَّلَامُ عَلَيْكَ" قَالَ : قُلْتُ : أَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ : أَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ الَّذِيْ إِذَا أَصَابَكَ ضُرٌّ فَدَعَوْتَهُ كَشَفَهُ عَنْكَ" وَإِذَا أَصَابَكَ عَامُ سَنَةٍ فَدَعَوْتَهُ أَنْبَتَهَا لَكَ وَإِذَا كُنْتَ بِأَرْضٍ قَفْرٍ أَوْفَلَاةٍ فَضَلَّتْ رَاحِلَتُكَ فَدَعَوْتَهُ رَدَّهَا عَلَيْكَ" قَالَ قُلْتُ : اعْهَدْ إِلَيَّ قَالَ : لَاتَسُبَّنَّ أَحَدًا : قَالَ: فَمَا سَبَبْتُ بَعْدَهُ حُرًّا وَلَا عَبْدًا، وَلَا بَعِيرًا، وَلَا شَاةً ! وَلَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا، وَأَنْ تُكَلِّمَ أَخَاكَ وَأَنْتَ مُنْبَسِطٌ إِلَيْهِ وَجْهُكَ إِنَّ ذٰلِكَ مِنَ الْمَعْرُوْفِ، وَارْفَعْ إِزَارَكَ إِلىٰ نِصْفِ السَّاقِ، فَإِنْ أَبَيْتَ فَإِلَى الْكَعْبَيْنِ، وَإِيَّاكَ وَإِسْبَالَ الْإِزَارِ!" فَإِنَّهَا مِنَ الْمَخِيْلَةِ وَإِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْمَخِيْلَةَ وَإِنِ امْرُؤٌ شَتَمَكَ وَعَيَّرَكَ بِمَا يَعْلَمُ فِيْكَ فَلَا تُعَيِّرْهُ بِمَا تَعْلَمُ فِيْهِ فَإِنَّمَا وَبَالُ ذٰلِكَ عَلَيْهِ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ، وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ!!

(۷۹٦) حضرت ابو جری جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں میں نے ایک صاحب کو دیکھا کہ لوگ ان کی رائے پر عمل کرتے ہیں اور جو وہ کہتا ہے وہی کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ صاحب کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں میں نے کہا کہ علیک السلام یا رسول اللہ۔ میں نے دو مرتبہ کہا آپ ﷺ نے فرمایا کہ علیک السلام علیک السلام نہ کہو کہ یہ مردوں کا سلام ہے۔تم کہو السلام علیک۔ میں نے عرض کیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! میں اس اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں کہ جب تجھے کوئی تکلیف پہنچے اور تو اسے پکارے تو وہ تجھ سے اس تکلیف کو دور کر دے اور جب تو قحط سالی میں مبتلا ہو اور تو اسے پکارے تو وہ زمین سے تیرے لیے پیداوار نکال دے اور جب تو کسی جنگل یا کھلے میدان میں ہو اور تیری سواری گم ہو جائے اور تو اسے پکارے تو وہ تجھے لوٹا دے۔ کہا کہ میں نے عرض کیا کہ مجھ سے وعدہ لے لیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ کبھی کسی کو برا نہ کہنا۔ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے کسی آزاد یا غلام کو حتیٰ کہ اونٹ بکری کو برا نہیں کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نیکی کے کسی کام کو معمولی نہ سمجھنا تمہارا اپنے بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ بات کرنا بھی صدقہ ہے اور اپنا ازار نصف ساق تک رکھنا اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ٹخنوں تک اور ٹخنوں سے نیچے لٹکانے سے بچنا کیونکہ یہ تکبر ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتے۔ اگر کوئی تجھے برا بھلا کہے اور اس بات پر تجھے عار دلائے جو اسے معلوم ہے کہ تیرے اندر ہے تو تو اسے اس بات پر عار نہ دلانا جو تجھے معلوم ہے کہ اس کے اندر ہے کہ اس کا وبال اسی پر ہوگا۔ (ابوداؤد، ترمذی، ترمذی نے اسے صحیح سند سے روایت کیا ہے یہ روایت حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۷۹٦): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کراهية ان يقول عليك السلام. الجامع للترمذی، ابواب الاستيذان، باب ما جاء فی کراهية ان يقول عليك السلام مبتداً.

راوی حدیث: حضرت ابو جری جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ نے خود اپنے اسلام قبول کرنے کا واقعہ اس حدیث میں بیان کیا ہے عرب کے قبیلہ تمیم کی ایک شاخ سے تعلق تھا ان سے متعدد احادیث مروی ہیں لیکن ان میں سے صحیحین میں کوئی نہیں ہے۔

(الاستيعاب : ۱/ ۵۵)

کلمات حدیث: ارض قفر : خالی زمین جس میں نہ پانی ہو نہ نباتات۔ لا تسبن احداً : کسی کو ہرگز برا نہ کہنا، کسی کو ہرگز گالی نہ دینا۔ سب سبا (باب نصر) گالی دینا، برا بھلا کہنا۔ وبال : مصیبت، برا انجام۔

شرح حدیث: صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے گرد جمع رہتے آپ ﷺ کی ہر بات توجہ سے سنتے اور آپ کے ہر ارشاد پر عمل کرتے۔ حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ نے یہ منظر دیکھ کر پوچھا کہ یہ صاحب کون ہیں؟ صحابہ کرام نے بتایا کہ اللہ کے رسول ہیں۔ فوراً قبول اسلام کے لیے آگے بڑھے اور کہا کہ علیک السلام۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ طریقہ شعراء عرب کا تھا کہ مردوں کو مخاطب کر کے علیک السلام کہتے۔ اسلام میں سلام کا طریقہ یہ ہے کہ سلام کو مقدم کیا جائے اور کہا جائے السلام علیک۔ اور اس طریقہ میں زندہ اور مردہ سب یکساں ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: السلام عليكم يا اهل القبور. اس میں اصول یہ ہے کہ دعائیہ کلمہ کو ہمیشہ مقدم رکھا جائے جیسا کہ

قرآن کریم میں ہے: ﴿ رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَٰتُهُۥ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ ﴾ اور فرمایا ﴿ سَلَٰمٌ عَلَيْكُم بِمَا صَبَرْتُمْ ﴾ اور بددعا کا کلمہ بعد میں آتا ہے جیسے ﴿ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِىٓ ﴾ اور ﴿ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ﴾

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں میں اس قادر عظیم اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں جو مصیبتوں کو دور کرتا ہے زمین سے نباتات اور نوع بہ نوع اشیاء اگاتا ہے اور سواری جنگل میں گم ہو جائے تو اسے واپس لاتا ہے، غرض اپنے بندوں کی ہر پکار کو سنتا ہے اور دعا کو پورا کرتا ہے۔

شلوار ٹخنوں سے اوپر تک

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے کچھ نصیحتیں فرما دیں، فرمایا کہ نیکی کا کام بظاہر خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو اسے کم نہ سمجھو حتیٰ کہ اگر تم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آؤ تو یہ بھی صدقہ ہے اور دیکھو ازار نصف ساق تک رکھو اگر تم اس سے زیادہ رکھنا چاہو تو بس ٹخنوں تک، دیکھو ازار کا لٹکانا تکبر ہے اور تکبر اللہ کو پسند نہیں ہے اور اگر کوئی شخص تمہیں برا بھلا کہے اور تمہارے ان عیوب کی نشاندہی کرے جو فی الواقع تمہارے اندر ہیں تو تم اس کے ساتھ یہی رویہ اختیار کرو کہ اس کا وبال اور برا انجام تمہارے اوپر ہوگا۔

(تحفة الأحوذي : ۵۳۷/۷ ۔ روضه المتقين : ۳۲۷/۲ ۔ دليل الفالحين : ۲۴۵/۳)

ٹخنے چھپا کر نماز پڑھنے والے کی نماز قبول نہیں

۷۹۷. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : بَیْنَمَا رَجُلٌ یُصَلِّیْ مُسْبِلٌ اِزَارَه، قَالَ لَه، رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اِذْهَبْ فَتَوَضَّأْ" فَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ : "اِذْهَبْ فَتَوَضَّأْ، فَقَالَ لَه، رَجُلٌ : یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَالَکَ اَمَرْتَه، اَنْ یَتَوَضَّاءَ ثُمَّ سَکَتَّ عَنْه،"؟ قَالَ : "اِنَّه، کَانَ یُصَلِّیْ وَهُوَ مُسْبِلٌ اِزَارَه، وَاِنَّ اللّٰهَ لَایَقْبَلُ صَلٰوةَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ.

(۷۹۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اس کا ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ وضو کرو۔ وہ گیا وضو کر کے آیا آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ وضو کرو۔ ایک اور شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اس کو وضو کا حکم فرمایا اور پھر آپ خاموش ہو گئے آپ نے فرمایا کہ یہ شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اس کا ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتا جس کا کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا ہو۔ (اس حدیث کو ابو داؤد نے مسلم کی شرط پر بسند صحیح روایت کیا ہے)

تخریج حدیث (۷۹۷): سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب ما جاء فی اسبال الازار۔

کلماتِ حدیث: بینما رجل یصلی مسبل ازاره : اس دوران کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اس نے اپنا ازار لٹکایا ہوا تھا۔

شرحِ حدیث: علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسبال ازار (کپڑے کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا) معصیت ہے اور رسول اللہ

ﷺ نے وضوء کا حکم اس لیے دیا کہ وضوء سے معصیت کی شدت میں کمی آجاتی ہے، امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس شخص کا باوضو ہونے کے باوجود وضو کا حکم دینے میں مصلحت یہ تھی کہ شاید یہ شخص خود ہی غور کرلے اور اس کو تنبیہ ہو جائے کہ وہ کون سی غلطی کا ارتکاب کر رہا ہے اور اللہ کے رسول کے فرمان پر عمل کی برکت سے ظاہری طہارت کے ساتھ باطنی طہارت بھی حاصل ہو جائے۔

ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنا کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکائے اور یہ کہے کہ میں تکبر کی وجہ سے ایسا نہیں کرتا کہ اس کا لٹکانا ہی تکبر کی دلیل ہے۔ مزید یہ کہ فرمانِ نبوت ﷺ کے الفاظ پر اور نص پر عمل لازم ہے خواہ حکم کی علت موجود ہو یا نہ ہو جیسے سفر میں قصر واجب ہے خواہ علت قصر موجود ہو یا نہ ہو۔

اگر کسی شخص نے اس طرح نماز پڑھی کہ اس کے ٹخنے ڈھکے ہوئے ہوں تو اسے چاہیے کہ وہ وضو اور نماز دونوں کا اعادہ کرے۔

(روضة المتقين : ۲/۳۲۸۔ دليل الفالحين : ۳/۲٤۸)

میدانِ جنگ میں بھی خلافِ شرع لباس سے اجتناب کیا جائے

۷۹۸. وَعَنْ قَيْسِ بْنِ بَشِيرٍ التَّغْلِبِيِّ قَالَ : اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ وَكَانَ جَلِيْسًا لِاَبِيْ الدَّرْدَآءِ قَالَ كَانَ بِدِمَشْقَ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ سَهْلُ ابْنُ الْحنظليه وَكَانَ رَجُلاً مُتَوَحِّدًا قَلَّمَا يُجَالِسُ النَّاسَ اِنَّمَا هُوَ صَلٰوةٌ فَاِذَا فَرَغَ فَاِنَّمَاهُوَ تَسْبِيْحٌ وَتَكْبِيْرٌ حَتّٰى يَاْتِيَ اَهْلَهُ فَمَرَّبِنَا وَنَحْنُ عِنْدَ اَبِي الدَّرْدَاءِ فَقَالَ لَهُ اَبُو الدَّرْدَاءِ : كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ : قَالَ : بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً فَقَدِمَتْ فَجَآءَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَجَلَسَ فِي الْمَجْلِسِ الَّذِيْ يَجْلِسُ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِرَجُلٍ اِلٰى جَنْبِهِ: لَوْرَاَيْتَنَا حِيْنَ الْتَقَيْنَا نَحْنُ وَالْعَدُوُّ فَحَمَلَ فُلَانٌ وَطَعَنَ فَقَالَ: خُذْهَا مِنِّيْ وَاَنَا الْغُلَامُ الْغِفَارِيُّ، كَيْفَ تَرٰى فِيْ قَوْلِهِ؟ فَقَالَ : مَااُرَاهُ اِلَّا قَدْ، بَطَلَ اَجْرُهُ، فَسَمِعَ بِذٰلِكَ اٰخَرُ فَقَالَ مَا اَرٰى بِذٰلِكَ بَاْسًا فَتَنَا زَعَا حَتّٰى سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : سُبْحَانَ اللّٰهِ! لَابَاْسَ اَنْ يُوْجَرَ وَيُحْمَدَ" فَرَاَيْتُ اَبَاالدَّرْدَآءِ سُرَّ بِذٰلِكَ وَجَعَلَ يَرْفَعُ رَاْسَهُ اِلَيْهِ وَيَقُوْلُ : أَاَنْتَ سَمِعْتَ ذٰلِكَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فَيَقُوْلُ نَعَمْ : فَمَا زَالَ يُعِيْدُ عَلَيْهِ حَتّٰى اِنِّيْ لَاَقُوْلُ لَيَبْرُكَنَّ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ، قَالَ : " فَمَرَّبِنَا يَوْمًا اٰخَرَ فَقَالَ لَهُ اَبُوالدَّرْدَآءِ : كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ قَالَ: قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُنْفِقُ عَلَى الْخَيْلِ كَالْبَاسِطِ يَدَهُ بِالصَّدَقَةِ لَايَقْبِضُهَا، ثُمَّ مَرَّبِنَا يَوْمًا اٰخَرَ، فَقَالَ لَهُ اَبُو الدَّرْدَآءِ : كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :"نِعْمَ الرَّجُلُ خُرَيْمٌ الْاَسَدِيُّ لَوْلَا طُوْلُ جُمَّتِهِ! وَاِسْبَالُ اِزَارِهِ!" فَبَلَغَ خُرَيْمًا فَعَجَّلَ: فَاَخَذَ شَفْرَةً فَقَطَعَ بِهَا جُمَّتَهُ اِلٰى اُذُنَيْهِ وَرَفَعَ اِزَارَهُ اِلٰى اَنْصَافِ سَاقَيْهِ ثُمَّ مَرَّبِنَا يَوْمًا اٰخَرَ، فَقَالَ لَهُ اَبُو الدَّرْدَآءِ :

كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "إِنَّكُمْ قَادِمُوْنَ عَلٰى إِخْوَانِكُمْ: فَأَصْلِحُوْا رِحَالَكُمْ وَأَصْلِحُوْا لِبَاسَكُمْ حَتّٰى تَكُوْنُوْا كَأَنَّكُمْ شَامَةٌ فِي النَّاسِ: فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ وَلَا التَّفَحُّشَ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ إِلَّا قَيْسَ بْنَ بِشْرٍ فَاخْتَلَفُوْا فِيْ تَوْثِيْقِهِ وَتَضْعِيْفِهِ وَقَدْ رَوٰى لَهٗ مُسْلِمٌ.

(۷۹۸) قیس بن بشر تغلبی بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے خبر دی اور میرے والد حضرت ابوالدرداء کے ہم جلیس تھے کہ دمشق میں رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ایک صحابی تھے جن کو ابن حنظلیہ کہا جاتا تھا وہ تنہائی پسند تھے اور لوگوں کے ساتھ کم اٹھتے بیٹھتے تھے۔نماز پڑھتے رہتے،نماز سے فارغ ہوتے تو تکبیر وتسبیح میں مصروف ہو جاتے یہاں تک کہ اپنے گھر پہنچ جاتے۔ایک مرتبہ وہ ہمارے پاس سے گزرے اور ہم حضرت ابوالدرداء کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی بات بیان فرمایئے جس سے ہمیں فائدہ ہو اور آپ کا کوئی نقصان نہ ہو۔انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر روانہ فرمایا جب وہ لشکر واپس آیا تو ان میں ایک آدمی ایسا آیا جو اس مجلس میں بیٹھ گیا جہاں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص سے کہا کہ اگر تو ہمیں اس وقت دیکھتا جب ہم اور دشمن مدمقابل آئے فلاں شخص نے حملہ کیا اور نیزہ مارا اور کہنے لگا: لو! جنگ کا مزہ چکھو میں غفاری لڑکا ہوں۔تم بتلاؤ اس طرح کی بات کا کیا حکم ہے؟ اس آدمی نے کہا میں سمجھتا ہوں اس کا اجر ضائع ہو گیا۔یہ بات دوسرے نے بھی سنی اور اس نے کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ اس میں کوئی حرج ہے۔اب ان دونوں کے درمیان منازعہ ہو گیا یہاں تک کہ یہ باتیں آپ ﷺ نے بھی سن لیں تو آپ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ کیا حرج ہے کہ اللہ کے یہاں اجر اور دنیا میں ستائش دونوں جمع ہوں۔میں نے دیکھا کہ حضرت ابوالدرداء بہت خوش ہوئے اور ان کی طرف سر اٹھا کر دیکھنے لگے اور کہنے لگے کہ کیا واقعی تم نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی ہے انہوں نے کہا کہ جی ہاں! حضرت ابوالدرداء اپنے اس سوال کو بار بار دھراتے رہے یہاں تک کہ میں نے سوچا کہ ابوالدرداء ضرور دوزانوں ہو کر بیٹھ جائیں گے۔

قیس کہتے ہیں کہ ایک روز پھر وہ ہمارے پاس سے گزرے تو ابوالدرداء نے عرض کیا کہ کوئی بات سنایئے۔جس میں ہمیں فائدہ پہنچے اور آپ کو کوئی نقصان نہ ہو۔انہوں نے بیان کیا کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جہاد کے گھوڑوں پر خرچ کرنے والا ایسا ہے جیسے صدقہ کے لیے ہاتھ کھولنے والا جو اسے بند نہ کرے۔

اسی طرح پھر ایک اور دن وہ ہمارے پاس سے گزرے تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کوئی بات بیان فرمایئے کہ ہمیں فائدہ اور آپ کو نقصان نہ ہو۔تو انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خریم الاسدی اچھا آدمی ہے بس اس کے بال لمبے ہیں اور ازار لٹکا تا ہے۔یہ بات خریم کو پہنچی انہوں نے اسی وقت چھری اٹھائی اور اپنے بالوں کی لٹ کانوں تک کاٹ ڈالی اور اپنی ازار نصف ساق تک باندھ لی۔

پھر ایک اور دن وہ ہمارے پاس سے گزرے تو ابوالدرداء نے ان سے کہا کہ ہمیں کوئی کام کی بات بتا دیجئے جس سے ہمیں فائدہ ہو

اور آپ کو کوئی نقصان نہ ہو، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم اپنے بھائیوں کے پاس جانے والے ہو۔ اپنے کجاووں کو درست کرلو اور اپنا لباس درست کرلو۔ تاکہ ایسے ہو جاؤ، جیسے وہ آدمی جو چہرے پر تل رکھتا ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ برائی کو اور برائی اختیار کرنے کو ناپسند فرماتے ہیں۔

اس حدیث کو ابوداؤد نے بسندِ حسن روایت کیا ہے البتہ قیس بن بشر کے بارے میں ثقہ اور ضعیف ہونے میں اختلاف ہے۔ اور امام مسلم نے اس سے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث (۷۹۸): سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب ما جاء فی اسبال الازار.

کلمات حدیث: متوحداً: علیحدہ رہنے والا، تنہائی اختیار کرنے والا۔ جمته: ان کے لمبے بال۔ جمة: شانوں تک لمبے بال۔ شفرة: چاقو۔ شامة: تل۔ فحش: برائی، فعل وقول کی برائی۔ تفحش: برائی کو اختیار کرنا، بری ہیئت اختیار کرنا۔

شرح حدیث: قیس بن بشر تغلبی جو صغار تابعین میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ میرے والد بشر تغلبی جو کبار تابعین میں سے ہیں حضرت ابوالدرداء عویمر بن زید، جو مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں کہ ہم جلیس تھے۔ اس وقت دمشق میں ایک اور صحابی رسول ﷺ تھے ان کا نام سہل بن حنظلیہ تھا، وہ تنہائی پسند تھے اور لوگوں سے الگ تھلگ رہتے نمازیں پڑھتے اور تسبیح وتکبیر میں مشغول رہتے اور اسی حالت میں گھر واپس چلے جاتے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ اگر آپ ہمیں کوئی بات (حدیث) سنا دیں تو ہمیں فائدہ ہوگا اور آپ کا کوئی نقصان نہیں ہے اس پر انہوں نے حدیث سنائی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ روانہ فرمایا جب وہ سریہ واپس آیا تو اس میں سے شریک ایک صاحب نے بیان کیا کہ جنگ کے دوران ایک نوجوان نے دشمن کے نیزہ مارا اور کہا لے لے جنگ کا مزہ۔ میں غفاری نوجوان ہوں۔ اس پر چند صحابہ کے درمیان اختلاف ہوا کہ کیا یہ فخریہ جملہ کہنے سے آخرت کا اجر وثواب باقی رہا یا نہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اجر اخروی بھی باقی ہے اور ستائش دنیا بھی۔ یہ حدیث سن کر حضرت ابوالدرداء بہت خوش ہوئے اور سہل بن حنظلیہ سے بار بار سوال کیا کہ آپ نے یہ رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ راوی کا کہنا ہے کہ حضرت ابوالدرداء نے ابن الحنظلیہ کے سامنے ایسی تواضع اختیار کی جیسی شاگرد استاذ کے سامنے کرتا ہے۔

اس کے بعد پھر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے حضرت سہل بن الحنظلیہ سے حدیث سننے کی درخواست کی جس پر انہوں نے یہ فرمانِ نبوت سنایا کہ جہاد کے گھوڑے پر خرچ کرنے والا ایسا ہے جیسے مسلسل صدقہ کرنے والا جو صدقہ سے اپنا ہاتھ نہ بند کرتا ہو۔

حضرت ابوالدرداء نے پھر حضرت ابن الحنظلیہ سے حدیث سنانے کی درخواست کی تو انہوں نے یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ ﷺ نے خریم اسدی کے بارے میں فرمایا کہ خریم بہت اچھے آدمی ہیں، اگر ان کے سر کے بال لمبے نہ ہوتے اور ان کا ازار نہ لٹکا ہوا ہوتا۔ خریم کو جب اس ارشاد نبوت کی اطلاع ملی تو انہوں نے اسی وقت اپنے سر کے بال کاٹ دیے اور ازار کو نصف ساق تک باندھ لیا۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے ابن الحنظلیہ سے پھر حدیث سنانے کی درخواست کی تو انہوں نے یہ حدیث مبارک سنائی کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے بھائیوں کے پاس جا رہے ہو، اپنے کجاوے درست کرلو اور اپنے لباس درست کرلو تا کہ لوگوں کے درمیان تم ایسے نظر آؤ جیسے خوبصورت چہرے پر تل نظر آتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی طرح کی برائی کو اور بری ہیئت کو پسند نہیں فرماتا۔

(روضة المتقین : ۲/۲۲۹ ۔ دلیل الفالحین : ۳/۲۴۹)

شلوار نصف پنڈلی اور ٹخنے کے درمیان

۷۹۹. وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِزَارَةُ الْمُسْلِمِ اِلیٰ نِصْفِ السَّاقِ، وَلَاحَرَجَ اَوْلَا جُنَاحَ فِیْمَا بَیْنَه' وَبَیْنَ الْكَعْبَیْنِ، فَمَاكَانَ اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَیْنِ فَهُوَ فِی النَّارِ، وَمَنْ جَرَّ، اِزَارَه' بَطَرًا لَمْ یَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَیْهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ .

(۷۹۹) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلم کی ازار نصف ساق تک ہے۔ نصف ساق اور ٹخنوں کے درمیان ہونے میں کوئی حرج یا کوئی گناہ نہیں ہے جو ٹخنوں سے نیچے ہوگا وہ آگ میں ہوگا اور جو اپنا ازار ٹخنوں سے نیچے زمین پر گھسیٹتا ہوا چلے گا اللہ اس کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔ (ابوداؤد نے بسند صحیح روایت کیا)

تخریج حدیث (۷۹۹): سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی قدر موضع الازار .

شرح حدیث: مقصود حدیث مبارک یہ ہے کہ مسلمان کا طریقہ ازار باندھنے کا یہ ہے کہ وہ نصف ساق تک باندھتا ہے البتہ اسے اجازت ہے کہ وہ نصف ساق سے ٹخنوں تک کے درمیان رکھ سکتا ہے۔ ٹخنوں سے نیچے ازار آگ میں ہوگا اور تکبر کے ساتھ زمین پر کپڑا گھسیٹ کر چلنے والے کو اللہ نظر رحمت سے نہیں دیکھیں گے۔ (روضة المتقین : ۲/۳۳۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لباس کے خیال رکھنے کا حکم

۸۰۰. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : مَرَرْتُ عَلیٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَفِیْ اِزَارِیْ اِسْتِرْخَاءٌ، فَقَالَ : یَاعَبْدَاللّٰهِ، اِرْفَعْ اِزَارَکَ'' فَرَفَعْتُه' ثُمَّ قَالَ : ''زِدْ'' فَزِدْتُ فَمَا زِلْتُ اَتَحَرَّاهَا بَعْدُ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ : اِلیٰ اَیْنَ؟ فَقَالَ : اِلیٰ اَنْصَافِ السَّاقَیْنِ . رواه مسلم .

(۸۰۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا اور میرا ازار لٹکا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عبداللہ! اپنا ازار اوپر کرلو۔ میں نے اوپر کرلیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اور کرلو، میں نے اور اوپر کرلیا۔ اس کے بعد میں نے اس بات کا مستقل خیال رکھا۔ بعض لوگوں نے پوچھا کہ کہاں تک تو فرمایا کہ آدھی پنڈلیوں تک۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۸۰۰): صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم الثوب خیلاء .

کلمات حدیث: استرخاء : لٹک جانا، لٹکا لینا۔ استرخاء : (باب استفعال) ارخی ارخاء (باب افعال) لٹکانا۔ فما زلت

انحسر اھنا بعد : اس کے بعد میں ہمیشہ اس جستجو میں رہا کہ کہیں میری ازار تو نیچے نہیں ہوگئی۔اس کے بعد مجھے خیال لگا رہتا کہ کہیں ازار تو نیچے نہیں ہوگئی اور میں اس کے اوپر کرنے کا اہتمام کرتا رہتا۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو نصفِ ساق تک ازار رکھنے کی تعلیم دی جس پر انہوں نے پوری احتیاط سے عمل کیا بلکہ ہر وقت خیال رکھتے تھے کہ کہیں فرمانِ نبوت کی خلاف ورزی نہ ہو جائے۔اسی طرح حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نصف ساق تک لنگی باندھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے ازار کی یہی صورت تھی۔ (روضة المتقين : ۲/۳۳۱)

عورتیں اپنے ٹخنے چھپائیں گی

۸۰۱. وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ : فَكَيْفَ تَصْنَعُ النِّسَآءُ بِذُيُوْلِهِنَّ؟ قَالَ : يُرْخِيْنَ شِبْرًا" قَالَتْ : اِذًا تَنْكَشِفُ اَقْدَامُهُنَّ : قَالَ : "فَيُرْخِيْنَهٗ ذِرَاعًا لَا يَزِدْنَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ !!

(۸۰۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے تکبر سے اپنا کپڑا لٹکا کر اسے زمین پر گھسیٹا اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کی جانب نظر کرم نہیں فرمائیں گے۔ یہ سن کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! عورتیں اپنے دامن کا کیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک بالشت لٹکا لیں۔انہوں نے عرض کیا کہ اس طرح تو پاؤں نظر آئیں گے آپ ﷺ نے فرمایا ایک ہاتھ لٹکا لیں اس سے زیادہ نہیں۔(ابوداؤد، ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۸۰۱): سنن ابی داؤد، ابواب اللباس، باب فی الانتعال .

کلماتِ حدیث: كيف تصنع النساء بذيولهن : عورتیں اپنے دامن کا کیا کریں۔ ذیول : ذیل کی جمع دامن۔کپڑے کا کنارہ۔

شرحِ حدیث: کپڑے کو تکبر کے ساتھ زمین پر کھینچ کر چلنے کی ممانعت عورتوں اور مردوں کے لیے ہے البتہ عورتوں پر اپنی ٹانگوں اور پیروں کو ڈھانپنا لازم ہے اگر چادر سے پوری طرح پوشیدہ نہ ہوں تو بہتر ہے کہ موزے پہن لیں تاکہ پیر مستور ہو جائیں۔علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس طرح مردوں کی دو حالتیں ہیں ایک حالت استحباب اور ایک حالتِ جواز، مردوں کی حالتِ جواز سے ایک بالشت زائد عورتوں کے لیے حالتِ استحباب اور دو بالشت زائد حالتِ جواز ہے۔

(تحفة الأحوذي : ٥/٤٠٦ ـ روضة المتقين : ٢/٣٣٢ ـ دليل الفالحين : ٣/٢٥٤)
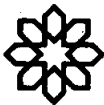
بَابُ (۱۲۰)

بَابُ اِسۡتِحۡبَابِ تَرۡكِ التَّرَفُّعِ فِي اللِّبَاسِ تَوَاضُعًا

بطورِ تواضع عمدہ لباس کے ترک کرنے کا استحباب

قَدْ سَبَقَ فِيْ بَابِ فَضْلِ الْجُوْعِ وَخُشُوْنَةِ الْعَيْشِ جُمَلٌ تَتَعَلَّقُ بِهٰذَا الْبَابَ .

اس سے قبل باب فضل الجوع وخشونۃ العیش میں بعض احادیث اس موضوع سے متعلق گزر چکی ہیں۔

---
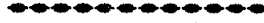
۸۰۲. وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ تَرَكَ اللِّبَاسَ تَوَاضُعًا لِلّٰهِ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ دَعَاهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رُؤُوْسِ الْخَلَآئِقِ حَتّٰى يُخَيِّرَهٗ مِنْ اَيِّ حُلَلِ الْاِيْمَانِ شَآءَ يَلْبَسُهَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۸۰۲) حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو اچھا لباس پہننے کی قدرت حاصل ہو وہ صرف اللہ کی رضا کے لیے بطورِ تواضع اسے ترک کر دے اللہ تعالیٰ روز قیامت اسے تمام مخلوقات کے سامنے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ ایمان کے جوڑوں میں جو جوڑا اسے پسند ہو وہ اسے پہن لے۔

(ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۸۰۲): الجامع للترمذی، ابواب صفة القيامة .

کلماتِ حدیث: حتی یخیرہ : یہاں تک کہ اسے اختیار دے گا۔ خیر تخییراً (باب تفعیل) اختیار دینا، اختیار عطا کرنا۔

شرحِ حدیث: جو شخص اعلیٰ اور نفیس کپڑے پہننے کی مالی استطاعت رکھنے کے باوجود اللہ کی خشیت سے اور اللہ کے سامنے متواضع بن کر اور ثوابِ آخرت کی تمنا میں دنیا کی لذتوں کو کمتر اور حقیر سمجھتے ہوئے سادہ لباس پہنے گا اللہ تعالیٰ اسے روزِ قیامت تمام مخلوقات کی موجودگی میں یہ اختیار دیں گے کہ ایمان کے انعام میں عطا ہونے والے جوڑوں میں جو جوڑا چاہے زیب تن کر لے۔

(روضة المتقين : ۲/۳۳۳۔ دليل الفالحين : ۳/۳۵۶)

الباب (۱۲۱)

بَابُ اِسۡتِحۡبَابِ التَّوَسُّطِ فِي اللِّبَاسِ وَلَا يَقۡتَصِرُ عَلٰى مَا يَزۡرِىٰ بِهٖ لِغَيۡرِ حَاجَةٍ وَلَا مَقۡصُوۡدٍ شَرۡعِيٍّ

لباس میں اعتدال اور توسط کا استحباب، بلاضرورت اور بغیر مقصودِ شرعی کے ایسا معمولی لباس نہ پہنے جو باعثِ عیب ہو

۸۰۳. عَنۡ عَمۡرِو بۡنِ شُعَيۡبٍ عَنۡ اَبِيۡهِ عَنۡ جَدِّهٖ رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُ قَالَ : قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ "اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنۡ يُّرٰى اَثَرُ نِعۡمَتِهٖ عَلٰى عَبۡدِهٖ" رَوَاهُ التِّرۡمِذِىُّ وَقَالَ حَدِيۡثٌ حَسَنٌ .

(۸۰۳) حضرت عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں کہ بندے پر اس کی نعمتوں کا اثر ظاہر ہو۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۸۰۳): الجامع للترمذی، ابواب الادب، باب ما جاء ان اللّٰہ تعالیٰ یحب ان یری اثر نعمته علی عبده

کلمات حدیث: اثر : نشان، علامت، جمع آثار.

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو جب دینی اور دنیاوی نعمتیں عطا فرمائے تو وہ ان کا شکر ادا کرے اور ان نعمتوں میں اللہ کی مخلوق کو شریک کرلے۔

"وأحسن كما احسن الله إليك ."

"تم بھی اللہ کی مخلوق پر اسی طرح احسان کرو جیسا کہ اس نے تم پر احسان فرمایا"

اور خود بھی ان نعمتوں کو استعمال کرے اور دوسروں کو بھی ان سے مستفید ہونے کا موقعہ فراہم کرے۔ اچھا لباس اور اچھی وضع اختیار کرے تا کہ اہل حاجت اس کی طرف متوجہ ہوں اور اگر اللہ نے اس کو علم عطا فرمایا ہے تو علم کا اظہار کرے تا کہ تشنگانِ علم اس کے علم سے مستفید ہوں اور یہ سمجھے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی مخلوقات کو اپنی نعمتیں پہنچانے کا وسیلہ اور ذریعہ بنایا ہو۔

(تحفة الأحوذي : ۸/ ۱۱۰ ـ روضة المتقين : ۲/ ۳۳٤)
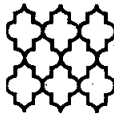
بَابٌ (۱۲۲)

بَابُ تَحْرِيمِ لِبَاسِ الْحَرِيرِ عَلَى الرِّجَالِ وَتَحْرِيمِ جُلُوسِهِمْ عَلَيْهِ وَاسْتِنَادِهِمْ إِلَيْهِ وَجَوَازُ لُبْسِهِ لِلنِّسَآءِ

مردوں کے لیے ریشمی لباس پہننا، ریشمی فرش پر بیٹھنا اور اس کو تکیہ لگانا حرام ہے، جبکہ عورتوں کو ریشمی لباس پہننا جائز ہے

۸۰۴۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَا تَلْبِسُوْا الْحَرِيْرَ، فَإِنَّ مَنْ لَبِسَهُ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْآخِرَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۸۰۴) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ریشم نہ پہنو جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ آخرت میں نہیں پہنے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۸۰۴): صحيح البخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحرير وافتراشه للرجال. صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم استعمال اناء الذهب والفضة على الرجال والنساء وخاتم الذهب والحرير على الرجال واباحته للنساء.

کلماتِ حدیث: لا تلبسوا الحرير : تم ریشم نہ پہنو۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک میں خطاب مردوں سے ہیں جیسا کہ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ریشم کا لباس اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام ہے اور عورتوں کے لیے حلال ہے اور یہ ممانعت برائے تحریم ہے کیونکہ یہ لباس اہل کفر کا لباس ہے جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سونا، چاندی، حریر اور دیباج یہ کافروں کے لیے دنیا میں ہے اور تمہارے لیے آخرت میں ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ جس نے دنیا میں ریشمی لباس پہنا جنت میں وہ اس سے محروم رہے گا یعنی اس کے دل کو اس کی طلب سے پھیر دیا جائے گا اور اس کے دل میں اس کی خواہش نہیں رہے گی یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جس شخص نے شراب پی اور بغیر توبہ مرگیا تو اسے جنت میں شراب نہیں ملے گی۔

شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد کہ جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ آخرت میں نہیں پہنے گا یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ وہ جنت میں نہیں جائے گا جبکہ اہل جنت کا لباس حریر ہوگا۔ ﴿ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴾ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر فرمایا کہ لابس حریر جنت میں نہیں جائے گا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہی آیت پڑھی۔

امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اکثر علماء یہ مطلب بیان فرماتے ہیں کہ دنیا میں ریشم پہننے والا ان لوگوں کی طرح جنت میں نہیں

جائے گا جس طرح فائزین پہلے ہی مرحلے میں جنت میں پہنچ جائیں گے، بلکہ سزا کے بعد جنت میں جائے گا۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ جس نے دنیا میں ریشم کا لباس پہنا اسے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت آگ کا لباس پہنائیں گے۔

(فتح الباري : ۳/۱۱۸ ۔ تحفة الاحوذي : ۸/۱۰۸)

دنیا میں ریشمی لباس پہننے والا قیامت میں ریشمی لباس سے محروم ہوگا

۸۰۵. وَعَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ "اِنَّمَا يَلْبِسُ الْحَرِيْرَ مَنْ لَاخَلَاقَ لَهٗ"، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيّ" مَنْ لَاخَلَاقَ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ.

"قَوْلُهٗ "مَنْ لَاخَلَاقَ لَهٗ"، : اَیْ لَانَصِيْبَ لَهٗ !!

(۸۰۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ریشم وہی پہنتا ہے جس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ (متفق علیہ)

اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

من لا خلاق لہ کے معنی ہیں کہ اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

تخریج حدیث (۸۰۵): صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب لبس الحرير للرجال وقدر ما يجوز منه . صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم استعمال اناء الذهب والفضة على الرجال والنساء .

کلماتِ حدیث: الحریر : ریشم، ریشمی کپڑا، ریشمی لباس۔

شرحِ حدیث: لباس حریر پہننے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا، مطلب یہ ہے کہ اس کی سزا جنت سے محرومی ہے سوائے اس کے کہ جس کو اللہ معاف فرمادے اور اللہ علاوہ شرک کے جو گناہ چاہے معاف فرمادے۔ یا یہ کہ دنیا میں ریشم کا لباس پہننے والے کو آخرت میں ریشم کا لباس پہننا نصیب نہ ہوگا۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ مردوں کے لیے ریشمی لباس پہننا گناہِ کبیرہ ہے اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کی تو جنت سے محروم ہو جائے گا سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیں۔

(فتح الباري : ۳/۱۱۸ ۔ شرح مسلم للنووي : ۱٤/۳۲)

۸۰٦. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ لَبِسَ الْحَرِيْرَ فِي الدُّنْيَا، لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْاٰخِرَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۸۰٦) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ اسے آخرت میں نہیں پہنے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۸۰۶): صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحریر للرجال وقدر ما یجوز منه . صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم استعمال اناء الذهب و الفضة علی الرجال و النساء .

شرح حدیث: مسلمان مردوں کے لیے ریشم کا لباس پہننا حرام قرار دیا گیا ہے کیونکہ دنیا کی نعمتوں سے اس طرح لطف اندوز ہونا اور لذائذ دنیا سے اس طرح متمتع ہونا اس آدمی کا شیوہ نہیں ہو سکتا جو اللہ سے ڈرنے والا اور نعیم آخرت کی تمنا رکھنے والا ہو۔ نیز یہ کہ اس سے تکبر اور غرور کا اظہار ہوتا ہے اور تکبر بھی حرام ہے اور اس سے نسوانی خصائص پیدا ہوتے ہیں اور مردانہ سادگی اور شجاعت متاثر ہوتی ہے اس لیے بھی ممنوع ہے۔ (روضة المتقین : ۲/۳۳۷۔ دلیل الفالحین : ۳/۲۵۹)

سونا اور ریشم کا استعمال مردوں پر حرام ہے

۸۰۷. وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ حَرِیْرًا فَجَعَلَهٗ فِیْ یَمِیْنِهٖ وَذَهَبًا فَجَعَلَهٗ فِیْ شِمَالِهٖ ثُمَّ قَالَ : اِنَّ هٰذَیْنِ حَرَامٌ عَلٰی ذُکُوْرِ اُمَّتِیْ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ .

(۸۰۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے ریشم لیا اور اسے داہنے ہاتھ میں رکھا اور سونا لیا اسے اپنے بائیں ہاتھ میں رکھا اور کہا یہ دونوں میرے مردوں پر حرام ہیں۔ (ابوداؤد نے بسند حسن روایت کیا ہے)

تخریج حدیث(۸۰۷): سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی الحریر للنساء .

راوی حدیث: حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے عم محترم حضرت ابوطالب کے فرزند تھے۔ دس سال کی عمر میں اسلام لائے۔ تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ تیس سال تک صحبت نبوی میں رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے ۵۸۶ احادیث مروی ہیں جن میں سے بیس متفق علیہ ہیں ۴۰ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابة في تمییز الصحابة)

کلمات حدیث: ذکور : ذکر کی جمع یعنی مرد۔ ذکور امتی : میرے امت کے مرد۔

شرح حدیث: ریشم کا لباس اور سونے کے زیورات پہننا مردوں کے لیے حرام ہے اور عورتوں کے لیے جائز ہے اور سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے حرام ہے۔ (دلیل الفالحین : ۲/۲۵۹)

---

۸۰۸. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:"حُرِّمَ لِبَاسُ الْحَرِیْرِ وَالذَّهَبِ عَلٰی ذُکُوْرِ اُمَّتِیْ، وَاُحِلَّ لِاِنَاثِهِمْ : رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ .

(۸۰۸) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ریشم کا لباس اور سونا پہننا میری

امت کے مردوں کے لیے حرام اور عورتوں کے لیے حلال ہے۔ (ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۸۰۸): الجامع للترمذی، ابواب اللباس، باب ما جاء فی الحریر و الذھب .

کلمات حدیث: ذکور : مرد، ذکر کی جمع۔

شرح حدیث: سونے کے زیورات اور ریشمی لباس پہننا مردوں کے لیے حرام ہے الا یہ کہ کوئی شدید ضرورت ہو جیسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو خارش کی بناء پر ریشمی لباس پہننے کی اجازت مرحمت فرمائی اور اسی طرح عرفجہ بن اسعد رضی اللہ عنہ کی زمانہ جاہلیت میں ناک کٹ گئی تھی انہوں نے چاندی کی لگوالی جس میں بو ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم فرمایا کہ وہ سونے کی ناک لگوالیں۔ اس حدیث سے استنباط کرتے ہوئے سونے کے دانت لگوانا بھی جائز ہے۔

(روضة المتقين : ٢/٣٣٨۔ تحفة الاحوذي : ٥/٣٨٢)

. . . .

سونے اور ریشم عورتوں کے لیے حلال ہے

٨٠٩. وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : نَهَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَشْرَبَ فِيْ اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَاَنْ نَاكُلَ فِيْهَا، وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ وَاَنْ نَجْلِسَ عَلَيْهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۸۰۹) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سونے اور چاندی کے برتنوں میں پانی پینے اور ان میں کھانا کھانے اور ریشم اور دیباج کا لباس پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۸۰۹): صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحریر و افتراشه للرجال و ما یجوز منه.

کلمات حدیث: آنية : برتن، جمع اوانی .

شرح حدیث: سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے اور پینے کی ممانعت فرمائی اور دیباج اور حریر کے پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ریشمی بستر اور تکیہ کا استعمال مکروہِ تنزیہی ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک مکروہِ تحریمی ہے۔

(فتح الباري : ٣/١١٥٨۔ روضة المتقين : ٢/٣٣٩)

البَابُ (۱۲۳)

بَابُ جَوَازِ لُبسِ الْحَرِيرِ لِمَنْ بِهٖ حِكَّةٌ
خارش والے کے لیے ریشمی لباس کا جواز

۸۱۰. عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : رَخَّصَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ وَعَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي لُبْسِ الْحَرِيْرِ لِحِكَّةٍ بِهِمَا . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۸۱۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کو ریشمی لباس پہننے کی اجازت دی کیونکہ ان دونوں کو خارش تھی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۸۱۰): صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب ما یرخص من الحریر للحکة. صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب اباحة لبس الحریر لرجل إذا كانت به حكة.

کلمات حدیث: حکة : کھجلی، خارش۔ حك أحك احكاكاً (باب افعال) کھجانا۔ حك راسه : سر کھجایا۔

شرح حدیث: ضرورت، بیماری یا عذر کی موجودگی میں رخصت ہے اور اس طرح کے کسی عذر کی صورت میں مرد بھی ریشمی لباس پہن سکتے ہیں۔ اگر کسی کے پاس کوئی کپڑا موجود نہ ہو سوائے ریشمی کپڑے کے تو اس کو پہننا جائز ہے۔ طبری نے کہا کہ جنگ میں بھی جائز ہے کہ زرہ سے تکلیف نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ﴾

''اور اللہ نے تمہارے اوپر دین میں کوئی حرج نہیں رکھا۔''

اور فرمایا کہ

﴿ لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ ﴾

''اندھے، لنگڑے اور بیمار پر کوئی دشواری نہیں۔'' (روضة المتقین : ۳۳۸/۲۔ دلیل الفالحین : ۲۶۱/۳)

البَابُ (١٢٤)

بَابُ النَّهْيِ عَنِ افْتِرَاشِ جُلُودِ النُّمُورِ وَالرُّكُوبِ عَلَيْهَا
چیتے کی کھال پر بیٹھنے اور اس پر سوار ہونے کی ممانعت

٨١١. عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا تَرْكَبُوا الْخَزَّ وَلَا النِّمَارَ." حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ وَغَيْرُهُ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

(٨١١) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم ریشم اور چیتے کی کھال پر مت سوار ہونا۔(یہ حدیث حسن ہے اور اسے ابوداؤد وغیرہ نے بسندِ حسن روایت کیا ہے)

تخریج حدیث (۸۱۱): سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب جلود النمور والسباع.

راوی حدیث: حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما فتح مکہ کے دن حضرت معاویہ اور ان کے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔غزوۂ حنین اور طائف میں آپ ﷺ کے ساتھ رہے آپ سے ۱۶۳ احادیث مروی ہیں جن میں سے ۴ متفق علیہ ہیں۔ (الاستيعاب في معرفة الاصحاب)

کلماتِ حدیث: نمار : نمر کی جمع، چیتا۔ النمار : چیتے کی کھال۔

شرحِ حدیث: گھوڑوں کی زین پر ریشم کا کپڑا یا چیتے کی کھال چڑھانا اہل عجم کے یہاں متعارف تھا رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں سے منع فرمایا کہ گھوڑے کی زین پر ریشم چڑھوا کر یا چیتے کی کھال چڑھوا کر اس پر سواری نہ کرو۔اگر زین پر جو کپڑا چڑھایا جائے وہ ریشم اور اون سے ملا کر بنایا گیا ہو تو اس کا زین پر استعمال اور اس پر بیٹھنا اہل عجم سے مشابہت کی بناء پر مکروہ تنزیہی ہے اور اگر خالص ریشم ہو تو مکروہ تحریمی ہو۔

چیتے کی کھال گھوڑے کی زین پر ڈال کر اس پر بیٹھنے کی ممانعت کے بارے میں ایک اور حدیث ابن ماجہ میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چیتے کی کھال پر سواری سے منع فرمایا۔ابن الاثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چیتے کی کھال پر سواری سے اس لیے منع فرمایا کہ اس میں تزین اور تکبر ہے اور اہل عجم کی مشابہت ہے۔ (روضة المتقين : ۲/۳۴۰۔ دليل الفالحين : ۳/۲۶۱)

درندوں کی کھال استعمال کرنے کی ممانعت

٨١٢. وَعَنْ أَبِي الْمَلِيحِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى، عَنْ جُلُودِ السِّبَاعِ، رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ بِأَسَانِيدَ صِحَاحٍ وَفِي رِوَايَةٍ لِلتِّرْمِذِيِّ نَهَى عَنْ جُلُودِ السِّبَاعِ أَنْ تُفْتَرَشَ.

(۸۱۲) ابوالملیح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے درندوں کی کھالیں پہننے سے منع فرمایا۔ (اس حدیث کو ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے باسانید صحاح روایت کیا ہے)

اور ترمذی کی ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے درندوں کی کھالوں کو بچھا کر ان پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔

تخریج حدیث (۸۱۲): سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب جلود النمور والسباع . الجامع للترمذی، ابواب اللباس .

راوی حدیث: حضرت ابوالملیح بن اسامۃ الہذلی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسامۃ بن عمیر کو صحابی کہا ہے یہ کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ بعض احادیث ان سے منقول ہیں۔ ابوالملیح اپنے والد سے روایت کرنے میں منفرد ہیں۔ (دلیل الفالحین : ۲۶۳/۳)

کلمات حدیث: جلود السباع : درندوں کی کھالیں۔ جلود : جلد کی جمع بمعنی کھالیں۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے درندوں کی کھالیں استعمال کرنے پہننے اور انہیں بچھا کر بیٹھنے سے منع فرمایا کہ اس میں ایک طرح کا تبختر اور تکبر پایا جاتا ہے۔ یعنی خواہ دباغت دی گئی ہو یا نہ دی گئی ہو۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک درندوں کی کھال کے بال دباغت سے پاک نہیں ہوتے اس لیے بھی حرام ہے اور جن فقہاء کے نزدیک درندے کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے ان کے نزدیک متکبرین اور مترفین کا طریقہ ہونے کی بناء پر ممنوع ہے۔ (تحفة الاحوذي : ۴۷۰/۵۔ روضة المتقین : ۳۴۰/۲)

البَابُ (۱۲۵)

بَابُ مَایَقُوْلُ اِذَا لَبِسَ ثَوْبًا جَدِیْدًا اَوْنَعْلًا اَوْنَحْوَہٗ
نیا لباس اور نیا جوتا وغیرہ پہننے کے وقت کیا کہنا چاہیے؟

نیا لباس وغیرہ پہنتے وقت یہ دعاء پڑھے

۸۱۳. عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاہُ بِاسْمِہٖ . عِمَامَۃً اَوْقَمِیْصًا اَوْرِدَآءً . یَقُوْلُ : "اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ کَسَوْتَنِیْہِ، اَسْئَالُکَ خَیْرَہٗ، وَخَیْرَ مَاصُنِعَ لَہٗ، وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَاصُنِعَ لَہٗ ." رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ .

(۸۱۳) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اس کا نام لے کر عمامہ یا قمیص یا چادر یہ دعاء فرماتے:

" اللّٰھم لک الحمد أنت کسوتنیہ اسألک خیرہ وخیر ما صنع لہ وأعوذبک من شرہ وشر ما صنع لہ."

"اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں تو نے مجھے یہ لباس پہنایا میں تجھ سے اس کی خیر مانگتا ہوں اور جس لیے یہ بنا ہے اس کی خیر مانگتا ہوں اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس کے شر سے اور جس کے لیے یہ بنا ہے اس کے شر سے۔

اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث (۸۱۳): سنن ابی داؤد، کتاب اللباس . الجامع للترمذی، ابواب اللباس ، باب ما یقول إذا لبس ثوباً جدیداً .

کلمات حدیث: استجد : نیا پایا۔ تجدد : نیا ہونا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ جب کوئی نیا کپڑا زیب تن فرماتے تو اس کا نام لے کر اللہ کا شکر ادا فرماتے کہ اے اللہ تو نے مجھے یہ نعمت عطا فرمائی جملہ محامد تیرے ہی لیے ہیں اس کپڑے کو میرے لیے مبارک و مسعود فرما اس میں جس قدر خیر ہے وہ میرے لیے مقدر فرما اور اس میں جو شر ہے اس سے مجھے محفوظ فرما۔ غرض نیا لباس پہنتے وقت مذکورہ دعاء پڑھنا مسنون ہے۔ مستدرک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص دینار یا نصف دینار کا کپڑا خریدتا ہے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کر کے اسے پہنتا ہے ابھی کپڑا اس کے گھٹنوں تک نہیں پہنچتا کہ اللہ اس کی مغفرت کر دیتا ہے۔ (تحفة الاحوذي : ٤٦٣/٥)

البَابُ (۱۲٦)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْاِ بْتِدَآءِ بِالْيَمِيْنِ فِى اللِّبَاسِ

لباس پہنتے وقت دائیں طرف سے ابتداء کا استحباب

هٰذَا الْبَابُ قَدْ تَقَدَّمَ مَقْصُوْدُهٗ وَذَكَرْنَا الْاَحَادِيْثَ الصَّحِيْحَةَ فِيْهِ .

اس باب سے متعلق متعدد احادیث اس سے پہلے گزر چکی ہیں اور مقصود واضح ہو چکا ہے۔

کتاب آداب نوم والاضطجاع

البَابُ (۱۲۷)

بَابُ اٰدَابِ النَّوْمِ وَالْاِضْطِجَاعِ
سونے، لیٹنے، بیٹھنے، مجلس، ہم نشینی اور خواب کے آداب

سونے کے وقت کی دعائیں

۸۱۴. عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ : کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوٰی اِلٰی فِرَاشِہٖ نَامَ عَلٰی شِقِّہِ الْاَیْمَنِ ثُمَّ قَالَ "اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ، وَوَجَّھْتُ وَجْھِیْ اِلَیْکَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ، وَاَلْجَاْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ رَغْبَۃً وَرَھْبَۃً اِلَیْکَ، لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَا مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ، اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ، وَنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ بِھٰذَا اللَّفْظِ فِیْ کِتَابِ الْاَدَبِ مِنْ صَحِیْحِہٖ .

(۸۱۴) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بستر پر تشریف لاتے تو دائیں کروٹ لیٹتے اور فرماتے:

" اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ، وَوَجَّھْتُ وَجْھِیْ اِلَیْکَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ، وَاَلْجَاْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ رَغْبَۃً وَرَھْبَۃً اِلَیْکَ، لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَا مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ، اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ، وَنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ ."

"اے اللہ! میں نے اپنا وجود آپ کے سپرد کر دیا، اپنا رُخ آپ کی طرف کر دیا، اپنا معاملہ آپ کے سپرد کر دیا اور رغبت اور خوف کے ساتھ ہر طرف سے پشت پھیر کر آپ کی طرف ہو گیا کوئی جائے پناہ نہیں کوئی چھوٹنے کا مقام نہیں مگر تیری ہی طرف میں تیری کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل فرمائی اور تیرے نبی پر ایمان لایا جس کو تو نے رسالت عطا فرمائی۔"

(اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں کتاب الادب میں روایت کیا ہے)

تخریج حدیث (۸۱۴): صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب النوم علی الشق الایمن .

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ جب سونے کے لیے لیٹتے تو دائیں کروٹ پر لیٹتے اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اپنے بستر پر آؤ تو نماز والا وضوء کرو اور داہنی کروٹ لیٹو اور یہ دعاء پڑھو۔ سونے سے پہلے وضوء کرنا مستحب ہے اگر چہ پہلے سے وضوء ہو۔ صحیح مسلم میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا کہ جس مسلمان نے اس طرح رات گزاری کہ وہ باوضو تھا اور اس نے اللہ کو یاد کیا اور وہ درمیان شب میں اٹھے اور اللہ سے دنیا یا آخرت کی کوئی خیر مانگے اللہ اسے ضرور عطا فرمادے گا اور ابن حبان نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے باوضوء رات گزاری اس کے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا ہے جو اس کے بیدار ہونے کے وقت کہتا ہے کہ اے اللہ! فلاں کی مغفرت فرما اس نے باوضو رات گزاری۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دائیں کروٹ پر سونے کے متعدد فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ انسان بسہولت بیدار ہو جاتا ہے کیونکہ اس صورت میں چونکہ دل لٹکا ہوا ہوتا ہے اس لیے اس کا دل نیند سے بوجھل نہیں ہوتا۔ بڑی حکمت یہ ہے کہ یہ ہیئت قبر کی یاد دلاتی ہے کہ مردے کو قبر میں اسی طرح لٹایا جاتا ہے۔ (روضة المتقين : ٣٤١/٢ ـ روضة الصالحين : ٣٤٦/٣)

. . . .

باوضوء سونا مسنون ہے

٨١٥. وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وَضُوْءَكَ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْاَيْمَنِ وَقُلْ "وَذَكَرَ نَحْوَهُ وَفِيْهِ : "وَاجْعَلْهُنَّ اٰخِرَمَاتَقُوْلُ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٨١٥) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم بستر پر آنے کا ارادہ کرو تو نماز والا وضوء کرو اور دائیں کروٹ پر لیٹ جاؤ اور کہو اس کے بعد وہی دعاء مذکور بیان فرمائی۔ اور اس دعاء کو تمام کلمات کے آخر میں کہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (٨١٥): صحيح مسلم، كتاب الوضوء، باب فضل من بات بالوضوء .

کلمات حدیث: إذا آتيت مضجعك : جب اپنے بستر پر آؤ۔ جب اپنے لیٹنے کی جگہ آؤ۔ اضطجع : پہلو کے بل لیٹنا۔ مضجع خواب گاہ، بستر، سونے کی جگہ۔ جمع مضاجع .

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ باوضو ہو کر دائیں کروٹ لیٹو اور یہ دعاء پڑھو اور اس دعاء کو اپنے جملہ معمولات کے آخر میں پڑھو۔ یعنی دعاء کے یہ کلمات تمام دعاؤں کے پڑھ لینے کے بعد آخر میں پڑھے جائیں۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ دعاء بہت عمدہ مضامین پر مشتمل ہے۔ اس میں فرمایا: "اسلمت نفسی " کہ میں نے اپنی جان اپنا وجود اور اپنے اعضاء وجوارح سب اللہ کے حکم کے تابع کر دیے، وجهت وجهي اليك یعنی میرا یہ تسلیم وانقیاد میری یہ اطاعت وفرماں برداری ریا کی ہر میل سے اور نفاق کے ہر ملاوٹ سے پاک ہے میرا مکمل رُخ آپ ہی کی جانب ہے کسی اور طرف نہیں ہے کہ نفاق کا شائبہ اور ریا کا اندیشہ ہو۔ وفوضت امری اليك میں نے اپنے سارے امور آپ کے سپرد کر دیے ہیں اپنی تدبیر سے دستکش ہو گیا اور اپنے معاملات میں آپ کو اپنا کفیل اپنا نگران اور اپنا ولی بنا لیا الجات ظهری اليك اسباب ووسائل دنیا سے رُخ موڑ کر تیرا سہارا اختیار کر لیا۔ رغبة ورهبة اليك تیرے فضل وکرم کی رغبت وشوق اور

تیری ہی ناراضگی سے ڈر کر، یعنی اپنے تمام امور تیرے سپرد کر دیے اس شوق اور امید میں کہ تو ان تمام کو درست اور صحیح فرما دے اور ان کی بہتر تدبیر فرما دے اور سب اسباب و تدابیر چھوڑ کر اس ڈر اور خوف سے تیرے پاس چلا آیا کہ کہیں دنیا کی تدبیریں بے اثر اور دنیا کے اسباب معطل ہو جائیں اور پھر میرا کوئی ٹھکانہ نہ رہے۔ واللہ اعلم

(تحفة الاحوذي : ۹/۳۱۵۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۷/۲۷۔ روضة المتقين : ۲/۳٤٤)

****

رسول اللہ ﷺ کی تہجد کی پابندی

۸۱۶. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ اِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً فَاِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ حَتّٰى يَجِيْءَ الْمُؤَذِّنُ فَيُؤْذِنَه'. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۸۱٦) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رات کو گیارہ رکعت پڑھتے جب فجر طلوع ہوتی تو دو ہلکی رکعتیں پڑھتے پھر دائیں کروٹ لیٹ جاتے یہاں تک کہ مؤذن آتا اور آپ ﷺ کو اطلاع دیتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۸۱۶): صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب الاضطجاع علی الایمن . صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب صلاة اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ فی اللیل.

کلمات حدیث: ثم اضطجع علی شقه الأیمن : پھر آپ ﷺ اپنے داہنی کروٹ لیٹ جاتے۔ شق : جانب پہلو۔ ایمن : دایاں۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ رات کو تہجد کی نماز گیارہ رکعت پڑھتے یعنی آٹھ رکعت تہجد اور تین وتر فجر کے طلوع ہو جانے کے بعد یعنی صبح صادق کے بعد دو رکعت ہلکی پڑھتے جن میں آپ ﷺ سورۃ الکافرون اور سورۃ اخلاص پڑھتے۔ پھر دائیں کروٹ لیٹ کر ذرا سا آرام کرتے اور جب مؤذن اذان کی اطلاع دیتا تو نمازِ فجر کے لیے اٹھ جاتے۔ علماء فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز شب میں مشغول رہا ہو اس کے لیے فجر سے پہلے کی دو سنتوں کے بعد آرام کرنا مستحب ہے۔

(روضة المتقين : ۲/۳٤٥۔ مظاهر حق : ۲/۳٤٦۔ فتح الباري : ۱/۵۱۳۔ إرشاد الساري : ۲/۲٦۹)

****

داہنی کروٹ میں سونا مسنون ہے

۸۱۷. وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَه' مِنَ اللَّيْلِ وَضَعَ يَدَه' تَحْتَ خَدِّهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيَا" وَاِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۸۱۷) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو بستر پر تشریف لے جاتے تو اپنا داہنا ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھتے پھر فرماتے:

" **باسمک اللّٰھم اموت و احیا .** "

''اے اللہ! میں تیرے نام کے ساتھ مرتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں۔''

اور جب بیدار ہوتے تو یہ دعاء پڑھتے:

" **الحمدلله الذي أحيانا بعد ما أماتنا وإليه النشور .** "

''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ زندگی عطا فرمائی اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

(بخاری)

تخریج حدیث (۸۱۷): صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب ما یقول إذا نام.

کلمات حدیث: النشور : زندہ ہونا۔ قیامت کے دن اٹھنا۔ یوم النشور : دوبارہ زندہ ہونے کا دن۔ و إلیہ النشور : اور زندہ ہو کر اسی کی جانب پلٹنا ہے۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ جب سونے کے لیے لیٹتے تو اپنا داہنا ہاتھ داہنے رخسار کے نیچے رکھتے اور فرماتے ''اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ مرتا اور تیرے نام کے ساتھ جیتا ہوں۔'' اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ فرماتے:

" **اللّٰھم قنی عذابک یوم تبعث عبادک .** "

''اے اللہ! تو مجھے اپنے عذاب سے بچالے جب تو اپنے بندوں کو دوبارہ زندہ کرے گا۔''

نیند کی موت سے تشبیہ

رسول اللہ ﷺ جب بیدار ہوتے تو فرماتے اے اللہ! ساری حمد و ثناء تیرے لیے کہ تو نے ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا۔

سوتے وقت کی دعاء میں اور بیدار ہونے کے وقت کی دعاء میں سونے کو موت اور بیدار ہونے کو حیات سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ اس طرح ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ ٱللَّهُ يَتَوَفَّى ٱلْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَٱلَّتِى لَمْ تَمُتْ فِى مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ ٱلَّتِى قَضَىٰ عَلَيْهَا ٱلْمَوْتَ وَيُرْسِلُ ٱلْأُخْرَىٰٓ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَـَٔايَـٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٤٢﴾ ﴾

''اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا اور جو نہیں مریں ان کو کھینچ لیتا ہے ان کی نیند میں پھر رکھ چھوڑتا ہے جن میں مرنا ٹھہرا دیا ہے اور بھیج دیتا ہے اوروں کو ایک وعدہ مقرر تک اس بات میں پتے ہیں ان لوگوں کو جو دھیان کریں۔'' (الزمر: ۴۲)

امام بغوی رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نیند میں روح نکل جاتی ہے مگر اس کا مخصوص تعلق

بندہ سے بذریعہ شعاع کے رہتا ہے جس سے حیات باطل نہیں ہو پاتی۔ (جیسے آفتاب لاکھوں میل سے اپنی شعاعوں کے ذریعے نباتات کو حیات بخشتا ہے) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نیند میں بھی وہی چیز نکلتی ہے جو موت کے وقت نکلتی ہے لیکن تعلق کا انقطاع ایسا نہیں ہوتا جو موت میں ہوتا ہے۔

ابو اسحاق زجاج کہتے ہیں کہ وہ نفس (جان) جو نیند میں انسان کے بدن کو چھوڑ جاتا ہے وہ نفس ہے جس کا تعلق احساس وشعور سے ہے اور وہ نفس جو موت سے انسانی جسم میں جدا ہوتا ہے وہ روح ہے جس کا تعلق زندگی اور حیات سے ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نیند ہو یا موت دونوں میں روح کا تعلق بدن سے منقطع ہو جاتا ہے روح کا جسم سے بے تعلق ہونا عارضی اور ظاہری ہو تو نیند ہے باطنی اور مستقل ہو تو موت ہے اور اسی لیے کہتے ہیں کہ نیند موت کی بہن ہے۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نیند کو موت کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح موت سے انسان کا عمل منقطع ہو جاتا ہے اور وہ اپنی حیات سے اور اپنے اعضاء سے مستفید نہیں ہو سکتا یہی حال نیند کا بھی ہے کہ اس سے بھی سلسلہ عمل منقطع ہو جاتا ہے اور انسان اپنی زندگی سے اور اپنے اعضاء کے اعمال سے متفع ہونے کے قابل نہیں رہتا اور حیات تو دراصل عمل کا نام ہے عمل نہ ہو تو وقت انسان کو قتل کر دیتا ہے اور کچھ باقی نہیں بچتا اس برف بیچنے والے کی طرح جس کی برف کا کوئی خریدار نہیں تھا اور برف کے پگھلنے کے ساتھ اس کی پونجی بھی جاتی رہی۔

(فتح الباري : ۲۹۸/۳ـ ارشاد الساري : ۲۱٦/۱۳ـ تحفة الاحوذي : ۳۳۸/۹ـ عمدة القاري : ٤٤۱/۲۲)

●●●●●●●●●●●●

پیٹ کے بل سونے کی ممانعت

۸۱۸. وَعَنْ يَعِيْشَ بْنِ طِخْفَةَ الْغِفَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ اَبِيْ : "بَيْنَمَا اَنَا مُضْطَجِعٌ فِي الْمَسْجِدِ عَلٰى بَطْنِيْ اِذَا رَجُلٌ يُحَرِّكُنِيْ بِرِجْلِهِ فَقَالَ: "اِنَّ هٰذِهِ ضِجْعَةٌ يُبْغِضُهَا اللّٰهُ" فَقَالَ" فَنَظَرْتُ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(۸۱۸) حضرت یعیش بن طخفۃ غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے بیان کیا کہ ایک دن میں مسجد میں پیٹ کے بل سویا ہوا تھا کہ کسی شخص نے مجھے اپنے پاؤں سے حرکت دی اور کہا کہ لیٹنے کا یہ طریقہ اللہ کو ناپسند ہے۔ میں نے دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ (ابوداؤد نے بسند صحیح روایت کیا)

تخریج حدیث (۸۱۸): سنن ابی داؤد، کتاب النوم، باب فی الرجل یضطجع علی بطنه .

راوی حدیث: حضرت یعیش بن طخفۃ غفاری صحابی ہیں۔ ابن الاثیر نے کہا کہ شامی ہیں اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب میں کہا ہے کہ ان سے یہی ایک حدیث مروی ہے۔

کلمات حدیث: انا مضطجع فی المسجد علی بطنی: میں مسجد میں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا۔ ضجعة : لیٹنے کی ہیئت، لیٹنے کا طریقہ۔

شرح حدیث: طخفة بن قیس غفاری اصحاب صفّہ میں سے تھے، سحر کے وقت مسجد میں پیٹ کے بل لیٹے ہوئے تھے، رسول اللہ ﷺ تشریف لائے انہیں اٹھایا اور فرمایا کہ سونے کا یہ طریقہ اللہ کو ناپسند ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا یہ اہل جہنم کا طریقہ ہے۔ (تحفة الاحوذي : ۸/۵۳۔ روضة المتقین : ۲/۳٤۸)

بستر پر لیٹے وقت ذکر اللہ کا اہتمام کریں

۸۱۹. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ یَذْکُرِ اللّٰهَ تَعَالیٰ فِیْهِ کَانَتْ عَلَیْهِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالیٰ تِرَةٌ، وَمَنِ اضْطَجَعَ مُضْطَجَعًا، لَا یَذْکُرُ اللّٰهَ تَعَالیٰ فِیْهِ کَانَتْ عَلَیْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ.

" اَلتِّرَةُ " بِکَسْرِ التَّاءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ فَوْقٍ وَهِیَ: النَّقْصُ، وَقِیْلَ : التَّبِعَةُ .

(۸۱۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور اس نے اللہ کا ذکر نہیں کیا تو اس پر اللہ کی جانب سے سرزنش ہوگی اور جو سونے کے لیے لیٹا اور اس نے اللہ کو یاد نہیں کیا اس پر اللہ کی جانب سے سرزنش ہوگی۔ (ابوداؤد نے بسند حسن روایت کیا)

ترة : نقصان، باز پرس.

تخریج حدیث(۸۱۹): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کراهیة ان یقوم الرجل من مجلسه ولا یذکر .

کلماتِ حدیث: ترة : سرزنش، تنبیہ۔ وتر وتراً وترة (باب ضرب) گھبرادینا۔ ستانا، تکلیف پہنچانا۔

شرح حدیث: ہر مسلمان جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر وقت اٹھتے بیٹھتے اللہ کو یاد کرے دل میں یاد کرے اور زبان سے بھی یاد کرے۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ ﴾

''وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں اٹھتے، بیٹھتے اور پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے۔''

حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور اللہ کو یاد نہیں کیا اور بغیر اللہ کا نام لیے لیٹ گیا تو اس پر اللہ کی سرزنش اور وبال ہے۔ (روضة المتقین : ۲/۳٤۸)

الباب (۱۲۸)

بَابُ جَوَازِ الْاِسْتِلْقَاءِ عَلَى الْقَفَا وَوَضْعِ اِحْدَى الرِّجْلَيْنِ عَلَى الْاُخْرٰى اِذَا لَمْ يَخَفُ اِنْكِشَافَ الْعَوْرَةِ وَجَوَازِ الْقُعُوْدِ مُتَرَبِّعًا وَمُحْتَبِيًا

چت لیٹنے، ستر کھلنے کا اندیشہ نہ ہو تو ٹانگ پر ٹانگ رکھنے، چوکڑی مار کر بیٹھنے اور ہاتھوں کو ٹانگوں کے گرد کر کے بیٹھنے کا جواز

چت لیٹنے کی صورت میں ستر کا خیال رکھیں

۸۲۰. عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ رَأَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِيًا فِي الْمَسْجِدِ وَاضِعًا اِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۸۲۰) حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں اس طرح لیٹا ہوا دیکھا کہ آپ ﷺ نے ٹانگ پر ٹانگ رکھی ہوئی تھی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۸۲۰): صحیح البخاری، کتاب المساجد، باب الاستلقاء فی المسجد.

کلمات حدیث: مستلقیا : سیدھا لیٹے ہوئے، چت لیٹے ہوئے۔ استلقی علی قفاہ: چت سونا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ مسجد میں سیدھا لیٹے ہوئے تھے اور ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھی ہوئی تھی لیکن حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور حدیث میں آپ نے اس طرح لیٹنے سے منع فرمایا کہ آدمی سیدھا لیٹے اور ٹانگ پر ٹانگ رکھ لے۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یا تو اس طرح لیٹنے کی ممانعت منسوخ ہے یا ممانعت اس صورت میں ہے جب ستر کھل جانے کا اندیشہ ہو اور اگر ستر کھلنے کا ڈر نہ ہو تو حرج نہیں ہے۔

حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ مسجد میں لیٹنا یا تکیہ لگا کر بیٹھ جانا جائز ہے اور مسجد میں رہنے کا جو ثواب ہے وہ صرف بیٹھے ہوئے شخص کے لیے نہیں بلکہ لیٹنے والا بھی اس اجر و ثواب کا مستحق ہے۔

(فتح الباري : ۱/۵۵۵ - إرشاد الساري ۲/۱۳٦ - روضة المتقين : ۲/۳۵۰ - دليل الفالحين : ۳/۳۷۱)

فجر کے بعد آپ ﷺ کا چارزانو بیٹھنا

۸۲۱. وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّى الْفَجْرَ تَرَبَّعَ فِيْ مَجْلِسِهٖ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسْنَاءَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَغَيْرُهٗ بِاَسَانِيْدَ صَحِيْحَةٍ.

(۸۲۱) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز کے بعد چارزانو ہوکر بیٹھ جاتے یہاں تک کہ سورج اچھی طرح طلوع ہوجاتا۔

(یہ حدیث صحیح ہے اسے ابوداؤد وغیرہ نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے)

تخریج حدیث(۸۲۱): صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل الجلوس فی مصلاہ بعد الصبح . سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الرجل یجلس متربعاً .

کلماتِ حدیث: تربع : چارزانو ہوکر بیٹھے۔ حسناء : روشن،منور،خوبصورت۔ حسن حسنا (باب کرم)خوبصورت ہونا،اسم صفت حسن جمع حسان مؤنث حسنه و حسناء . جمع حسنات .

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز سے فارغ ہوکر مسجد میں تشریف فرما ہوتے یہاں تک کہ سورج اچھی طرح نکل آتا۔آپ ﷺ اس وقت تک چارزانو ہوکر بیٹھ جاتے۔امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعد نمازِ فجر سورج کے طلوع ہونے تک مسجد میں بیٹھنا اور ذکرودعاء میں مصروف ہونا مستحب ہے اور یہ یادِالٰہی کا بہت عمدہ وقت ہے کہ اس وقت نہ تو کوئی نماز ہے اور نہ دنیا کے کسی کام کا وقت ہے اس لیے قلب یکسو اور دعاء اور مناجات کے لیے فارغ ہوتا ہے۔(روضة المتقين : ۲/ ۳۵۰۔ دليل الفالحين : ۳/ ۲۷۲)

●●●●●●●●●●●●

احتباء کی حالت میں بیٹھنے کا ثبوت

۸۲۲. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفَنَاءِ الْكَعْبَةِ مُحْتَبِيًا، بِيَدَيْهِ هٰكَذَا، وَوَصَفَ بِيَدَيْهِ الْاِحْتِبَاءَ وَهُوَ الْقُرْفُصَآءُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۸۲۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو صحن کعبہ میں اس طرح بیٹھے ہوئے دیکھا کہ آپ نے دونوں ہاتھ ٹانگوں کے گرد باندھے ہوئے تھے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے احتباء کی یہ کیفیت کر کے دکھائی۔اس کی قرفصاء بھی کہتے ہیں۔(بخاری)

تخریج حدیث(۸۲۲): صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب الاحتباء بالید و هو القرفصاء .

کلماتِ حدیث: ٭ محتبیاً : ہاتھ ٹانگوں کے گرد باندھے ہوئے۔ احتباء : بیٹھ کر ٹانگیں کھڑی کر لینا اور پشت پر سے لاکر کپڑا ٹانگوں پر باندھ لینا۔اسی کو قرفصاء کہتے ہیں۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک سے معلوم ہوا کہ ٹانگیں کھڑی کر کے دونوں ہاتھوں کو ان کے گرد لاکر آگے سے پکڑ لینا یا کپڑے کو کمر کے گرد اور ٹانگوں کے گرد باندھ کر بیٹھ جانا جائز ہے اور رسول اللہ ﷺ نے یہ طرزِ نشست اختیار فرمائی ہے۔اس طریقہ جلوس کو احتباء یا قرفصاء کہتے ہیں۔واللہ اعلم (فتح الباري : ۳/۲۷۸۔ عمدة القاري : ۲۲/۴۰۲)

●●●●●●●●●●●●

رسول اللہ ﷺ کا رعب

۸۲۳. وَعَنْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَاعِدُ الْقُرْفُصَاءِ فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَخَشِّعَ فِي الْجِلْسَةِ أُرْعِدْتُ مِنَ الْفَرَقِ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ .

(۸۲۳) حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ قرفصاء کی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب میں نے دیکھا کہ اس طرز نشست میں آپ ﷺ پر تخشع طاری ہے تو رعب اور خوف سے میرے اوپر کپکپی طاری ہوگئی۔ (ابوداؤد، ترمذی)

تخریج حدیث (۸۲۳): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب جلوس الرجل . الجامع للترمذی، ابواب الاستیذان .

راوی حدیث: حضرت قیلہ رضی اللہ عنہا صحابیہ ہیں ان سے ایک طویل حدیث مروی ہے جو الیواقیت القاضرہ میں مکمل مذکور ہے جو دو ورق کے قریب ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حبیب بن ازہر کے نکاح میں تھیں جن سے ان کے یہاں کئی لڑکیاں ہوئیں جب حبیب فوت ہوئے تو یہ بچیاں عمر بن ایوب بن ازہر نے اپنی تحویل میں لے لیں جس کا شکوہ لے کر یہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئیں۔

(دليل الفالحين : ۳/۲۷۳)

کلماتِ حدیث: متخشع : خشوع اختیار کیے ہوئے۔ تخشع : عاجزی اور خشوع اختیار کرنا۔

شرحِ حدیث: رسول کریم ﷺ ٹانگیں کھڑی کر کے اوران کے گرد ہاتھوں کو باندھ کر بیٹھے ہوئے تھے اس حالت میں حضرت قیلہ بنت مخرمہ نے آپ ﷺ کو دیکھا اور محسوس کیا کہ آپ ﷺ پر خشیتِ الٰہی کی بنا پر اس قدر رعب اور وقار چھایا ہوا ہے کہ وہ ڈر گئیں اوران پر کپکپی طاری ہوگئی۔ (روضة المتقين۔ تحفة الاحوذي : ۸/۳۰۰)

مغضوبِ علیہم لوگ کی طرح بیٹھنا

۸۲۴. وَعَنِ الشَّرِيْدِ بْنِ سُوَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : مَرَّبِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا جَالِسٌ هٰكَذَا، وَقَدْ وَضَعْتُ يَدِيَ الْيُسْرٰى، خَلْفَ ظَهْرِيْ وَاتَّكَأْتُ عَلٰى أَلْيَةِ يَدِيْ فَقَالَ: أَتَقْعُدُ قِعْدَةَ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ . رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

البَابُ (۱۲۹)
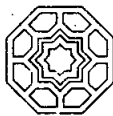
بَابُ فِيْ اٰدَابِ الْمَجْلِسِ وَالْجَلِيْسِ
مجلس میں بیٹھنے اور ہم نشینی کے آداب

کسی کو اس کی جگہ سے اٹھانے کی ممانعت

۸۲۵. عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَايُقِيْمَنَّ اَحَدُكُمْ رَجُلاً مِنْ مَجْلِسِهٖ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيْهِ وَلٰكِنْ تَوَسَّعُوْا وَتَفَسَّحُوْا" وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا قَامَ لَهٗ رَجُلٌ مِنْ مَجْلِسِهٖ لَمْ يَجْلِسْ فِيْهِ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۸۲۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی کسی کو اس کی جگہ سے نہ اٹھائے البتہ تم مجلس میں فراخی اور توسع پیدا کرو اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی عادت یہ تھی کہ اگر کوئی ان کی خاطر اپنی جگہ سے اٹھ جاتا تو وہ وہاں نہ بیٹھتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۸۲۵): صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب لا یقیم الرجل من مجلسه . صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم اقامة الانسان من موضعه .

کلمات حدیث: تفسحوا : فراخی پیدا کرو، کشادگی کرو۔ فسح فسحاً (باب فتح) کشادہ قدم رکھنا۔ تفسح تفسحاً (باب تفعل) کشادگی کرنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے بلکہ سب کو چاہیے کہ سب توسع اور فراخی اختیار کریں اور تھوڑا سا قریب ہو کر آنے والے کے لیے جگہ بنالیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ﴾

"اے ایمان والو! جب کوئی تم سے کہے کہ کھل کر بیٹھو تو کھل جاؤ اللہ کشادگی دے تم کو۔" (المجادلة: ۱۱)

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تعلیم دی ہے اور ان کو ادب سکھایا ہے کہ مجلس میں ایک دوسرے کے لیے جگہ بنالیں اور توسع اختیار کرلیں کہ اللہ بھی دنیا اور آخرت کی وسعتیں اور فراخیاں عطا فرمائے گا یا قلوب میں توسع پیدا فرمائے گا یا قبر کشادہ فرمادے گا۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود وہاں بیٹھنا تحریم کے لیے ہے یعنی اگر کوئی جمعہ کی نماز میں یا دیگر نمازوں میں صف اوّل میں آکر بیٹھ گیا تو وہ اس جگہ بیٹھنے کا حق دار ہے اور کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ اس کو وہاں سے اٹھا کر خود بیٹھ جائے۔ لیکن اگر مسجد میں کوئی شخص کسی جگہ بیٹھ کر درس دیتا ہو یا فتویٰ دیتا ہو اور وہ موجود ہو تو اسی کو اپنی اس جگہ پر بیٹھنا چاہیے اور کسی اور کو اس کی موجودگی میں نہ بیٹھنا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے اگر کوئی شخص از خود اپنی جگہ سے اٹھ جاتا کہ وہ وہاں بیٹھ جائیں وہ تب بھی وہاں نہ بیٹھتے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سنتِ نبوی ﷺ کے ہر عمل کا بہت اہتمام فرماتے تھے اور احکامِ نبوی ﷺ پر پوری طرح بلفظہ عمل فرماتے اور عزیمت کو اختیار فرماتے۔ (فتح الباري : ۱/۶۲۹۔ ارشاد الساري : ۳/۵۸۳)

مجلس سے اٹھ کر جانے والا واپسی پر اپنی جگہ کا زیادہ حق دار ہے

۸۲۶. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ مِّنْ مَجْلِسٍ ثُمَّ رَجَعَ اِلَیْهِ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۸۲۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنی جگہ سے اٹھے اور پھر اسی جگہ واپس آئے تو وہ زیادہ حق دار ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۸۲۶): صحیح مسلم، کتاب السلام، باب إذا قام من مجلسه ثم عاد فهو احق به .

کلماتِ حدیث: ثم رجع الیه : پھر اس جگہ واپس آ گیا۔

شرحِ حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مسجد میں یا کسی اور جگہ سے اٹھا اور اس کا ارادہ یہ ہے کہ وہ واپس اسی جگہ آ کر بیٹھے گا مثلاً وضوء کرنے چلا گیا یا کسی ضرورت کے لیے چلا گیا پھر وہ واپس آ گیا تو اس کا اس جگہ سے اختصاص باطل نہیں ہوا بلکہ وہ اس نماز کی ادائیگی تک اسی جگہ بیٹھ سکتا ہے اگر کوئی اور اس جگہ بیٹھ گیا ہے تو اسے اٹھا سکتا ہے اور جو شخص وہاں بیٹھ گیا ہے اسے چاہیے کہ اٹھ جائے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسجد کے کسی خاص حصہ میں بیٹھ کر درس و افتاء کا کام کرتا ہو اور یہ بات لوگوں کو معلوم ہو جائے تو وہ جگہ اس کے لیے مختص ہو گئی مگر جمہور فقہاء کے نزدیک یہ بطورِ استحسان ہے اور کوئی حق واجب نہیں ہے اور یہی امام مالک رحمہ اللہ کے قول کی مراد ہے۔ (شرح صحیح مسلم : ۱۴/۱۳۵۔ روضة المتقین : ۲/۳۵۴)

مجلس میں جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے

۸۲۷. وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كُنَّا اِذَا اَتَیْنَا النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ اَحَدُنَا حَیْثُ یَنْتَهِیْ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ .

(۸۲۷) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جب نبی کریم ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے تو ہم میں سے ہر ایک وہیں بیٹھ جاتا جہاں وہ پہنچتا۔ (ابوداؤد، ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۸۲۷): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی التحلق . الجامع للترمذی، ابواب الاستیذان، باب اجلس حیث انتهی بك المجلس .

کلمات حدیث: حیث ینتھی : جہاں مجلس منتہی ہوتی یعنی مجلس کے کنارے پر اوراس کے حاشیہ پر۔

شرح حدیث: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حلقہ بنا کر بیٹھتے جو آتا جاتا وہ اس حلقے کے کناروں پر لوگوں کے پیچھے بیٹھ جاتا اور لوگوں کے درمیان آنے یا آگے آنے کی کوشش نہ کرتا۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب بیٹھے ہوئے تھے کہ تین افراد آئے ان میں سے دو آگئے اور ایک چلا گیا۔ ان دو میں سے ایک کو حلقہ کے درمیان جگہ مل گئی وہ وہاں بیٹھ گیا دوسرا لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا واپس چلا گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں ان تین آدمیوں کے بارے میں بتاؤں، ان میں سے ایک نے اللہ کی پناہ طلب کی اور اللہ نے اسے پناہ دیدی اور ایک نے اللہ سے حیا اختیار کی تو اللہ نے بھی اس سے حیا کی اور تیسرے نے اعراض کیا تو اللہ نے بھی اس سے اعراض کیا۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی پناہ میں آنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ حلقہ کے درمیان میں بیٹھ گیا اور مجلس نبوت کے شرکاء میں شریک ہو گیا تو اللہ نے بھی اسے ان میں شامل فرما لیا اور اپنی رحمت کا مستحق قرار دے لیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حلقہ درس میں اگر جگہ ہو تو اس جگہ کو پر کر لینا مستحب ہے جیسا کہ صف کے درمیان خلل کو پر کرنا مستحب ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔

(تحفة الاحوذي : ۸/۲٦۔ روضة المتقين : ۲/۳۵۵)

دو آدمیوں کے درمیان گھسنے کی ممانعت

۸۲۸. وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَااسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهٖ اَوْيَمَسُّ مِنْ طِيْبِ بَيْتِهٖ ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ ثُمَّ يُصَلِّيْ مَا كُتِبَ لَهٗ ثُمَّ يُنْصِتُ اِذَا تَكَلَّمَ الْاِمَامُ اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰی" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۸۲۸) حضرت ابو عبد اللہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے روز غسل کرے خوب پاکیزگی حاصل کرے، تیل لگائے یا گھر میں موجود خوشبو لگائے پھر وہ جمعہ کے لیے گھر سے نکلے اور دو آدمیوں کو جدا نہ کرے پھر جس قدر اس کے مقدر میں ہے نماز پڑھے امام کے خطبہ کے دوران خاموش رہے اس کی اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک مغفرت کر دی جائے گی۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۸۲۸): صحيح البخاری، كتاب الجمعه، باب الدهن للجمعه .

راوی حدیث: حضرت ابو عبد اللہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اسلام سے قبل آتش پرست تھے پھر عیسائیت اختیار کر لی، عیسائی راہبوں نے آپ کو آخری رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بتایا تو آپ کی خدمت میں پہنچ کر اسلام قبول کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے ۶۰ا احادیث

مروی ہیں، عہدِ عثمانی میں انتقال ہوا۔ (الاستیعاب فی معرفة الاصحاب)

کلماتِ حدیث: ینصت : خاموشی اختیار کی۔ انصات (باب افعال) خاموشی اختیار کرنا۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کو غسل کیا خوب پاکیزگی حاصل کی تیل اور خوشبو استعمال کیا پھر جمعہ کے لیے مسجد میں گیا اور جہاں جگہ مل گئی وہاں بیٹھ گیا اور دو آدمیوں کو علیحدہ کر کے ان کے درمیان جگہ بنانے کی کوشش نہیں کی پھر جتنی نماز کی اسے توفیق ہوئی اتنی نماز پڑھی اور خطبہ کے درمیان سکوت اختیار کیا تو اس کے اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ یعنی صغیرہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے کیونکہ ابن ماجہ کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ جب تک کبائر کا ارتکاب نہ کرے۔

(روضة المتقين : ٢/٣٥٦۔ فتح الباري : ١/٦٢٠۔ ارشاد الساري : ٢/٥٥٢۔ دليل الفالحين : ٣/٢٧٦)

دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت سے بیٹھنا

٨٢٩. وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَايَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا :" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَبِيْ دَاوُدَ : "لَا يَجْلِسُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا .

(۸۲۹) حضرت عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ دو آدمیوں کو ان کی اجازت کے بغیر علیحدہ کر کے ان کے درمیان بیٹھ جائے۔ (ابوداؤد، ترمذی، ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن ہے)

ابوداؤد کی ایک اور روایت میں ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔

تخریج حدیث (۸۲۹): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب الرجل يجلس بين الرجلين بغير اذنهما . الجامع للترمذی، ابواب الادب، باب ما جاء فی كراهية الجلوس بين الرجلين بغير اذنهما .

کلماتِ حدیث: أن يفرق بين اثنين : دو آدمیوں کو جدا کر کے خود درمیان میں بیٹھ جائے۔ فرق تفريقاً (باب تفعیل) جدا کرنا۔ تفریق کرنا۔

شرحِ حدیث: اگر دو آدمی ایک ساتھ بیٹھے ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر ان کے درمیان بیٹھنا درست نہیں البتہ ان سے اجازت لے کر بیٹھ سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر دو آدمی باہم بات کر رہے ہوں تو ان کے درمیان نہ آنا چاہیے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ ایسی بات کر رہے ہوں جس میں اس شخص کی شرکت مناسب نہ خیال کرتے ہوں۔

(تحفة الاحوذي : ٨/٢٨۔ روضه المتقين : ٢/٣٥٧۔ دليل الفالحين : ٣/٢٧٧)

حلقہ کے درمیان بیٹھنے والے پر لعنت

۸۳۰. وَعَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ مَنْ جَلَسَ وَسَطَ الْحَلْقَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ ! وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ عَنْ اَبِيْ مِجْلَزٍ اَنَّ رَجُلاً قَعَدَ وَسَطَ حَلْقَةٍ فَقَالَ حُذَيْفَةُ مَلْعُوْنٌ عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اَوْلَعَنَ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَنْ جَلَسَ وَسَطَ الْحَلْقَةِ : قَالَ التِّرْمِذِيُّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۸۳۰) حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حلقہ کے درمیان بیٹھنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔(ابوداؤد نے بسندِ حسن روایت کیا)

اور ترمذی نے ابومجلز سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی کسی حلقہ کے درمیان بیٹھا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بزبانِ محمد ﷺ ملعون ہے۔ یا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بلسانِ محمد ﷺ اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو حلقہ کے درمیان بیٹھ جائے۔(امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۸۳۰): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب الجلوس وسط الحلقه . الجامع للترمذی، ابواب الادب، باب ما جاء فی کراهية القعود وسط الحلقه۔

کلماتِ حدیث: وسط الحلقه : حلقہ کے درمیان۔ وسط وسطا (باب ضرب) درمیان میں ہونا۔

شرح حدیث: علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی علمی حلقہ میں اگر کوئی شخص لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر درمیان میں آ کر بیٹھ جائے جس سے سب کو ایذاء پہنچے اور لوگوں کی توجہ منقطع ہو اور اس طرح وہ لوگوں کی نظروں کے درمیان اور خطیب کی گفتگو کے درمیان حائل ہو جائے تو یہ فعل قابل مذمت ہے اور لعنت کا سبب وہ ایذاء ہے جو لوگوں کو اس فعل سے پہنچے گی۔

(تحفة الاحوذي : ۲۹/۸۔ روضة المتقين: ۳۵۸/۲۔ دليل الفالحين : ۲۷۸/۳)

بہتر مجلس جس میں وسعت ہو

۸۳۱. وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "خَيْرُ الْمَجَالِسِ اَوْسَعُهَا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ .

(۸۳۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بہتر مجلس وہ ہے جو زیادہ فراخ ہو۔(ابوداؤد نے بسندِ صحیح بشرطِ بخاری روایت کیا ہے)

تخریج حدیث(۸۳۱): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی سعة المجلس .

کلماتِ حدیث: مجالس : مجلس کی جمع ، بیٹھنے کی جگہ، وہ لوگ جو ایک جگہ بیٹھے ہوں۔

شرحِ حدیث: سب سے اچھی مجلس وہ ہے جس میں وسعت وکشادگی ہو، امام بخاری نے الادب المفرد میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کسی جنازے کی مجلس میں تاخیر سے پہنچے جب وہ پہنچے تو کچھ لوگ جگہ کرنے لگے اور کچھ اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے کہ آپ کو جگہ دیدیں مگر آپ پیچھے کھلی جگہ میں بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اچھی مجلس وہ ہے جو زیادہ کھلی ہو۔

غرض مجلس میں کشادگی اور توسع مستحب ہے کہ آدمی مطمئن ہو کر بیٹھے اور متکلم کا کلام توجہ سے سنے۔

(روضة المتقين : ۳۵۸/۲۔ دليل الفالحين : ۲۷۸/۳)

مجلس سے اٹھنے کی دعاء

۸۳۲. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَلَسَ فِیْ مَجْلِسٍ فَكَثُرَ فِیْهِ لَغَطُه، فَقَالَ قَبْلَ اَنْ یَقُوْمَ مِنْ مَجْلِسِهٖ ذٰلِكَ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ: اِلَّا غُفِرَ لَه، مَا كَانَ فِیْ مَجْلِسِهٖ ذٰلِكَ." رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

(۸۳۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور اس میں فضول باتیں کثرت سے کی گئیں۔ مگر اس نے مجلس سے کھڑے ہونے سے پہلے کہا کہ

" سبحانك اللّٰهم وبحمدك اشهد ان لا إله إلا أنت استغفرك وأتوب إليك ."

"اے اللہ! آپ کی ذات پاک ہے آپ ہی کے لیے حمد ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں تجھ سے استغفار طلب کرتا ہوں اور تیری جانب توبہ کرتا ہوں۔"

تو اس کے اس مجلس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ (ترمذی، اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۸۳۲): الجامع للترمذي، ابواب الدعوات، باب ما يقول إذا قام من مجلسه .

کلماتِ حدیث: فكثر فيه لغطه : اس مجلس میں کثرت سے فضول باتیں ہوئیں۔ لغط لغطاً (باب فتح) شور، فضول بات۔

شرحِ حدیث: ایسی مجلس جو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے ذکر سے خالی ہو اور دنیا کی فضول باتیں بکثرت ہوں، ایسی مجلس میں اگر کوئی شریک ہو اور اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے یہ دعاء پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کی اس مجلس میں سرزد ہونے والی خطاؤں کو معاف کر دے گا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ کیا ہم اپنی باتوں پر بھی ماخوذ ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تیری ماں تجھے روئے لوگ اوندھے منہ جہنم میں اپنی زبان کی فروگزاشتوں پر ہی پھینکے جائیں گے۔

(روضة المتقين : ۳۵۹/۲۔ دليل الفالحين : ۲۷۹/۳)

مجلس سے اٹھتے وقت کا معمول

٨٣٣. وَعَنْ اَبِیْ بَرْزَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ بِاٰخِرَةٍ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَقُوْمَ مِنَ الْمَجْلِسِ: "سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ" فَقَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّکَ لَتَقُوْلُ قَوْلاً مَا کُنْتَ تَقُوْلُهٗ فِیْمَا مَضٰی؟ قَالَ: "ذٰلِکَ کَفَّارَةٌ لِمَا یَکُوْنُ فِی الْمَجْلِسِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَرَوَاهُ الْحَاکِمُ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ فِی الْمُسْتَدْرَکِ مِنْ رِوَایَةِ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا وَقَالَ صَحِیْحُ الْاِسْنَادِ.

(٨٣٣) حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی مجلس سے اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو آخر میں یہ دعا فرماتے:

" سبحانک اللّٰهم وبحمدک اشهد ان لا إله إلا انت استغفرک وأتوب إلیک ."

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ﷺ یہ دعاء فرما رہے ہیں جبکہ اس سے پہلے آپ ﷺ یہ دعاء نہیں فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کلمات مجلس میں ہونے والی باتوں کا کفارہ ہیں۔ (ابوداؤد، حاکم نے مستدرک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا اور کہا کہ اس کی سند صحیح ہے)

تخریج حدیث (٨٣٣): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کفارہ المجلس .

کلمات حدیث: یقول باخرة : آخر میں کہتے، بعد میں کہتے۔ جاء بأخرة : وہ دیر سے آیا۔ بأخرة عمره : اس کی عمر کے آخری حصے میں۔

شرح حدیث: حضرت رافع بن خدیج انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گرد آپ ﷺ کے اصحاب مجتمع ہو جاتے جب آپ اٹھنے لگتے تو مجلس کے آخر میں یہ کلمات فرماتے اور یہ الفاظ بھی فرماتے:

" عملت سوءاً وظلمت نفسي فاغفرلي فإنه لا يغفر الذنوب إلا أنت ."

"میں نے برا کیا اپنی جان پر ظلم کیا آپ میری مغفرت فرما دیجئے کہ آپ کے سوا کوئی خطاؤں کا معاف کرنے والا نہیں ہے۔"

کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو آپ نے نئے کلمات کہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی جبرئیل امین علیہ السلام آئے مجھے ان کلمات کی تعلیم دی اور کہا کہ اے محمد! یہ مجلس کا کفارہ ہیں۔ (روضة المتقين : ٢/٣٦٠ ۔ دليل الفالحين : ٣/٢٨٠)

مجلس سے اٹھنے کی دوسری دعاء

٨٣٤. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَلَّمَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْمُ مِنْ

مَجْلِسٍ حَتّٰى يَدْعُوَ بِهٰؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ'' اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهٖ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيكَ، وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهٖ جَنَّتَكَ، وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَا تُهَوِّنُ عَلَيْنَا مَصَائِبَ الدُّنْيَا اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا، وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا اَحْيَيْتَنَا، وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا، وَاجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا، وَلَا تَجْعَلْ مُصِيْبَتَنَا فِيْ دِيْنِنَا، وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا، وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا'' وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَا يَرْحَمُنَا'' رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۸۳۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ کم ہی ایسا ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ کسی مجلس سے کھڑے ہوں اور یہ کلمات نہ فرمائیں۔ اے اللہ! ہمیں اپنے خوف کا اتنا حصہ عطا فرما کہ جو ہمارے درمیان اور تیری معصیتوں کے درمیان حائل ہو جائے اور اتنا جذبہ طاعت عطا فرما جو ہمیں تیری جنت کا مستحق بنا دے اور ایسا یقین نصیب فرما دے جس سے مصائب دنیا ہمارے لیے آسان ہو جائیں اے اللہ! جب تک تو ہمیں زندہ رکھے ہمیں اپنے کانوں، آنکھوں اور اپنی قوت سے نفع اٹھانے کا موقعہ عطا فرما اور انہیں ہمارا وارث بنا اور تو ہمارا بدلہ ان سے لے جو ہم پر ظلم کرے اور ان لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما جو ہم سے دشمنی رکھتے ہیں اور ہمیں ہمارے دین کے بارے میں آزمائش میں نہ ڈالنا اور دنیا کو ہماری سب سے بڑی سوچ اور ہمارا منتہائے علم نہ بنانا اور ہم پر ایسے لوگوں کا غلبہ نہ فرما جو ہم پر رحم نہ کریں۔ (ترمذی، امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۸۳۴): الجامع للترمذی، ابواب الدعوات .

کلماتِ حدیث: تحول : جو حائل ہو جائے۔ حال حولا (باب نصر) حائل ہونا۔ تهون : ہلکا بنا دے، آسان بنا دے۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ جب کسی مجلس سے اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا پڑھتے جو اپنے مضمون کے اعتبار بڑی جامع اور اپنے معانی کے لحاظ سے انتہائی بلیغ ہے۔ کہ فرمایا: ''اے اللہ! ایسا خشیت اور ایسا خوف عطا فرما جو معاصی سے باز رکھنے والا ہو۔ یعنی خوفِ الٰہی کی ایسی زیادتی اور غلبہ نہ ہو جس سے نا امیدی پیدا ہو کہ انسان جو عمل کرتا ہے اسے بھی چھوڑ بیٹھے، بلکہ خشیتِ الٰہی کی ایسی کیفیت ہو جو گناہوں سے باز رکھنے والی ہو کہ یہی مقصود ہے۔ آخرت کی نعمتوں کے ملنے کا ایسا یقین کامل ہو کہ اس کے سامنے دنیا کی ساری نعمتیں ہیچ ہو جائیں اور دنیا کی کسی نعمت کا نہ ہونے کا افسوس نہ ہو اور ملنے پر حد سے زیادہ خوشی نہ ہو۔

﴿ لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ﴾

''تا کہ تم غم نہ کھایا کرو اس پر جو ہاتھ نہ آیا اور نہ شیخی کرو اس پر جو تم کو اس نے دیا۔'' (الحدید: ۲۳)

ہمارے جملہ اعضاء اطاعتِ الٰہی میں اور اعمالِ صالحہ میں مصروف رہیں اور ہم ایسے آثار اور صدقاتِ جاریہ اپنے پیچھے چھوڑ جائیں جو ہمارے بعد ہمارے وارث ہوں۔ کوئی ہم پر زیادتی اور ظلم کرے تو اے اللہ ہمیں اس سے بدلہ لینے کی ضرورت نہ پیش آئے تو ہمیں ہمارا صلہ اور ہمارا بدلہ عطا فرما دے اگر ہمارے اوپر کوئی مصیبت آنی ہے تو وہ ہماری دنیا میں آجائے لیکن ایسی مصیبت کوئی نہ آئے جس سے ہمارے دین کا نقصان ہو کہ عبادت و بندگی میں کمی آجائے یا یادِ الٰہی میں فرق پیدا ہو جائے۔

اے اللہ! ایسا نہ ہو کہ ہمارا سارا انہماک ہماری پوری توجہ اور ہمارا مکمل دھیان دنیا کمانے اس کے حاصل کرنے اس سے لطف اندوز ہونے اور اسے سمیٹنے جمع کرنے اور اس کی حفاظت کرنے ہی میں صرف ہو جائے ہمارا سارا مبلغ علم دنیا ہی بن جائے ہمیں جو بات معلوم ہو وہ دنیا ہی کی بات ہو، ہم جو سیکھیں وہ دنیا ہی کی بات سیکھیں جو ہنر حاصل کریں وہ دنیا ہی کا کریں۔ اے اللہ ایسا نہ ہو کہ ہماری خواہشوں رغبتوں اور توجہات کا مرکز اور مطمح نظر دنیا ہی بن جائے۔ اے اللہ! ایسا نہ ہو اور اے اللہ یہ بھی نہ ہو کہ ہمارے گناہوں کی سزا میں ہم پر کوئی بے رحم ظالم مسلط ہو جائے اور ہم اس کے قہر اور غلبہ کے نیچے پس کر رہ جائیں۔

﴿ هُوَ الْحَيُّ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ﴾

''وہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اسی کو پکارو دین کے خلوص کے ساتھ۔'' (الغافر: ٦٥)

(روضة المتقین : ٢/ ٣٦٠ دلیل الفالحین : ٣ / ٢٨٠)

بغیر ذکر کے مجلس باعثِ ندامت ہوگی

٨٣٥. وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مَامِنْ قَوْمٍ يَقُوْمُوْنَ مِنْ مَجْلِسٍ لَايَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تَعَالىٰ فِيْهِ اِلَّا قَامُوْا عَنْ مِثْلِ جِيْفَةِ حِمَارٍ وَكَانَ لَهُمْ حَسْرَةٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(٨٣٥) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ مجلس سے اس طرح اٹھتے ہیں کہ وہ اس مجلس میں اللہ کا نام نہیں لیتے وہ ایسے ہیں جیسے کسی مردار گدھے کے پاس سے اٹھے ہوں اور یہ مجلس ان کے لیے سبب حسرت بن جائے گی۔ (ابوداؤد نے بسند صحیح روایت کیا)

تخریج حدیث(٨٣٥): • سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کراھیة ان یقوم الرجل من مجلسه ولا یذکر اللّٰه .

کلماتِ حدیث: جیفة : مردار جس سے بو آتی ہو۔ جمع احیاف . جیفة حمار : گدھے کی سڑی ہوئی لاش۔

شرحِ حدیث: کون و مکان میں جہاں کوئی خیر اور بھلائی ہے وہ اللہ کے نام سے ہے اگر اللہ کا نام نہ ہو تو یہ سارا کارخانہ بے حقیقت اور بے معنی ہے۔ مسلمان جو اللہ پر اور اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کی زبان ہر وقت ذکر الٰہی سے تر ہو اور اس کا قلب ہر وقت اللہ کی یاد سے منور ہو۔ اللہ کے نزدیک دنیا کی اور دنیا کی تمام اشیاء کی حقیقت ایک مکھی کے پر کے برابر بھی نہیں ہے۔ جب یہ حقیقت ہے تو ایسی مجلس جس میں اللہ کے ذکر نہ ہو اور مجلس کی ساری گفتگو دنیا ہی کے گرد گھومتی رہے تو یہ ایسی ہے جیسے بھیڑیئے لاش کے گرد جمع ہو گئے ہوں۔

امام مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیثِ مبارک میں مردار گدھے کے لفظ سے اشارہ ہے ان لوگوں کے مزاج کے بگڑ جانے اور عقل کے پلید ہو جانے کی طرف جو اللہ کے ذکر سے اتنی دیر محروم رہنا گوارا کرتے ہیں اور متنبہ نہیں ہوتے اور ان کی فطرتِ سلیمہ بیدار

نہیں ہوتی۔ یہ مجلس روزِ قیامت اہل مجلس اوراس کے شرکاء کے لیے حسرت کا باعث بن جائے گی جیسا کہ طبرانی اور بیہقی نے عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جولوگ کسی مجلس میں جمع ہوئے اوراس میں انہوں نے اللہ کو یاد نہیں کیا وہ اس مجلس کو روزِ قیامت حسرت کی صورت میں اپنے سامنے دیکھیں گے۔

(روضة المتقين : ٢/٣٦٢ـ دليل الفالحين : ٣/٢٨٢)

مجلس میں درود پڑھنا

٨٣٦. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''مَاجَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ تَعَالىٰ فِيْهِ وَلَمْ يُصَلُّوْا عَلىٰ نَبِيِّهِمْ فِيْهِ اِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةٌ فَاِنْ شَآءَ عَذَّبَهُمْ وَاِنْ شَآءَ غَفَرَلَهُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(٨٣٦) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جولوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اوراس میں نہ اللہ کا نام لیں اور نہ اپنے نبی پر درود بھیجیں مگر یہ کہ وہ مجلس ان کے لیے اللہ کی ناراضگی کا باعث ہوگی اگر چاہے تو عذاب دے اور چاہے تو معاف فرمادے۔ (ترمذی اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(٨٣٦): الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، باب القوم يجلسون ولا يذكرون الله .

کلماتِ حدیث: ترة : حسرت، وبال، ندامت، سرزنش، ناراضگی۔

شرحِ حدیث: اگر مجلس میں دنیا ہی کی بات ہوتی رہے اوراس میں اللہ کا ذکر نہ ہو اور رسول اللہ ﷺ پر درود نہ بھیجا جائے یہ مجلس روزِ قیامت باعثِ حسرت وندامت ہوگی کہ کاش ہم اس طرح غافل نہ ہوتے اوراس موقعہ پر بھی اللہ کو اور اللہ کے رسول کو یاد رکھتے اور وہ اس وقت مشیتِ الٰہی کے تابع ہوں گے کہ ان کو عذاب دے یا انہیں معاف کردے۔

مقصود یہ ہے کہ ہر حال میں اور ہر مجلس میں اللہ کا نام لینا ضروری ہے کہ کوئی نہ کوئی دین کی کوئی بات ہو دین کا کوئی مسئلہ بیان ہو اللہ کا اور اللہ کے رسول کا ذکر ہو اور اللہ کے رسول پر درود ہو۔

(تحفة الاحوذي : ٩/٢٩٨ـ روضة المتقين : ٢/٣٦٣ـ دليل الفالحين : ٣/٢٨٣)

٨٣٧. وَعَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال : ''مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالىٰ فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ، وَمَنِ اضْطَجَعَ مُضْطَجَعًا لَايَذْكُرُاللّٰهَ تَعَالىٰ فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ '' رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَقَدْ سَبَقَ قَرِيْبًا، وَشَرَحْنَا ." " اَلتِّرَةَ " فِيْهِ .

(٨٣٧) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اوراس میں

اللہ کا ذکر نہیں کیا تو یہ مجلس اس پر اللہ کی طرف سے حسرت وندامت کا باعث ہوگی اور جو بستر پر لیٹا اور اس نے اللہ کا نام نہیں لیا تو یہ اس کے لیے اللہ کی ناراضگی کا سبب ہوگا۔ (اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث اس سے پہلے گزر چکی ہے جہاں ہم ترۃ کے معنی بیان کر چکے ہیں)

تخریج حدیث(۸۳۷): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کراھیة ان یقوم الرجل من مجلسه ولا یذکر اللّٰه تعالیٰ .

کلمات حدیث: مقعد : بیٹھنے کی جگہ، مجلس، جمع مقاعد . قعد قعوداً (باب نصر) بیٹھنا۔

شرح حدیث: مسلم اللہ کا فرماں بردار اور اس کا مطیع وہ ہے جو ہر وقت اور ہر گھڑی اللہ کو یاد کرتا رہے۔ اگر ہر موقعہ اور ہر مرحلے اور ہر مجلس میں اللہ کی جانب دھیان ہوگا تو بے شمار برائیوں سے انسان بچ جائے گا، غیبت سے بدگوئی اور بدگمانی سے کسی مسلمان کا برا چاہنے سے اور تجسس اور چغلخوری سے مجالس پاک ہو جائے گی اور روزِ قیامت آدمی ندامت وحسرت اور افسوس سے اللہ کی رحمت سے محفوظ ہو جائے گا۔

یہ حدیث اس سے پہلے بھی (حدیث ۸۱۹) میں گزر چکی ہے۔

(روضة المتقين : ۲/۳٦۳۔ دليل الفالحين : ۳/۲۸۳)

الباب (۱۳۰)

بَابُ الرُّؤْيَا وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهَا
خواب اور اس کے متعلقات

۲۶۶. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ وَمِنْ ءَايٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے تمہارا رات اور دن میں سونا بھی ہے۔'' (الروم:۲۳)

تفسیری نکات: انسان کی زندگی اور زندگی کا ہر سانس اللہ کے وجود کی علامت ہے۔ اگر اللہ کا حکم نہ ہو تو کوئی متنفس سانس بھی نہیں لے سکتا۔ بالکل اسی طرح انسان کی نیند اور اس کا سونا بھی اللہ کے وجود کی اس کے حکیم وخبیر ہونے کی اور اس کے قادر و مطلق ہونے کی عظیم نشانی ہے۔ سویا اور مرا برابر ہیں، مرنے میں بھی عمل منقطع اور سونے میں بھی انسان کی حرکت وعمل معطل، مرنے سے بھی زندوں سے رابطہ منقطع ہو جاتا ہے سو کر بھی بیدار لوگوں سے تعلق باقی نہیں رہتا۔ مر کر بھی بے شعور واحساس اور نیند میں بھی احساس وشعور خوابیدہ۔ مردہ جاتا ہے تو واپس نہیں خوابیدہ جا کر واپس آجاتا ہے اور دوبارہ اس کا شعور احساس بیدار ہو جاتا ہے، گویا انسان ہر روز مرتا ہے اور ہر دن اسے نئی زندگی ملتی ہے۔ اس سے بڑھ کر خالق کائنات کے وجود اور اس کے خالق و مالک اور مدبر وقیوم ہونے کی اور کیا دلیل ہوگی۔

(معارف القرآن)

. . . .

خواب میں بشارت کا ملنا یہ بھی علم نبوت میں سے ہے

۸۳۸. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : " لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ " قَالُوْا : وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ ؟ قَالَ : " الرُّؤْیَا الصَّالِحَةُ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۸۳۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبوت باقی نہیں رہی صرف مبشرات رہ گئے ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: رویائے صالحہ۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۸۳۸): صحیح البخاری، کتاب التعبیر، باب المبشرات .

کلمات حدیث: نبوۃ : خبر دینا، نبی خبر دینے والا، اللہ کی طرف سے خبر دینے والا، اللہ کی جانب سے خبر پہنچانے والا، اللہ کی طرف سے غیب کی باتیں بتانے والا، جمع انبیاء۔ مبشرات : مبشرۃ کی جمع، بمعنی بشریٰ یعنی بشارت، خوش خبری، یعنی رویائے صالحہ۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ سلسلہ نبوت اختتام کو پہنچا۔ اب صرف مبشرات باقی رہ گئے ہیں۔ یعنی رویائے صالحہ۔

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض الموت میں پردہ ہٹایا آپ ﷺ کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صفیں بنائے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! مبشرات نبوت میں سے اب رویائے صالحہ باقی رہ گئے جو کوئی مسلمان دیکھے یا جسے دکھلائے جائیں۔

ابن التین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ میرے بعد سلسلہ نبوت منقطع ہے اس کے بعد صرف رؤیا باقی ہیں اور الہام بھی ہے جو غیر نبی کو بھی ہوسکتا ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گزشتہ قوموں میں بعض لوگ محدث ہوتے اگر میری امت میں کوئی ہے تو وہ عمر ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ رویائے صالحہ سے مراد سچے خواب ہیں اور رویائے صالحہ نبوت کے حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔

(فتح الباري : ٣/٦٦٣۔ عمدة القاري : ٢٤/٢٠٢۔ روضة المتقين : ٢/٣٦٤۔ دليل الفالحين : ٣/٢٨٥)

مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے

۸۳۹. وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَکَدْرُؤْیَا الْمُؤمِنِ تَکْذِبُ، وَرُؤْیَا الْمُؤمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِیْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ. وَفِی رِوَایَةٍ: اَصْدَقُکُمْ رُؤْیَا اَصْدَقُکُمْ حَدِیْثًا.

(۸۳۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے قریب مؤمن کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا اور مؤمن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔ (متفق علیہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ تم میں جو بات میں زیادہ سچا ہے اس کا خواب بھی سچا ہوگا۔

تخریج حدیث(۸۳۹): صحيح البخاری، كتاب التعبير، صحيح مسلم، اول كتاب الرويا.

کلمات حدیث: إذا اقترب الزمان : جب زمانہ قیامت کے قریب ہو جائے گا۔

شرح حدیث: آخر زمانے میں منجملہ علامات قیامت کے ایک یہ بھی ہوگی کہ اہل ایمان سچے خواب دیکھیں گے کیونکہ صاحب ایمان اپنے آپ سے سچا ہوتا ہے مخلوق سے سچا ہوتا ہے اور اپنے اللہ سے سچا ہوتا ہے تو غلبہ صدق کی بناء پر اس کے خواب بھی سچے ہوتے ہیں۔ یہ خواب یا مبشرات ہوں گے یا مستقبل کی خبریں اور چونکہ نبوت میں بھی تبشیر اور مستقبل کی خبریں ہوتی ہیں اس لیے رویائے صادقہ نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزء ہیں۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے کسی نے کہا کہ کیا خواب کی تعبیر ہر شخص بتا سکتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ کیا نبوت بھی کھیل ہے؟ اور فرمایا کہ خواب تو نبوت کا جزء ہے تو ایسی شئے کو جو نبوت کا جزء ہو مذاق نہیں بنانا چاہیے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے کلام کی مراد یہ ہے کہ جس طرح نبوت میں اخبار عن الغیب ہے اسی طرح خواب میں بھی اگر مستقبل کی کسی بات کی اطلاع ہو تو مشابہت پیدا ہوگئی اور یہ مشابہت جزء نبوت ہے، اس لیے بغیر علم خواب کی تعبیر بتانا درست نہیں ہے۔

(فتح الباري : ٣/٦٥٦ ـ عمدة القاري : ٢٤/٢٢٩ ـ شرح صحیح مسلم للنووي : ١٥/١٨)

خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت

۸۴۰. وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ رَانِيْ فِي الْمَنَامِ فَسَيَرَانِيْ فِيْ الْيَقْظَةِ. اَوْكَاَنَّمَا رَانِيْ فِيْ الْيَقْظَةِ. لَايَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِيْ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۸۴۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے حالتِ بیداری میں دیکھے گا یا گویا کے اس نے مجھے بیداری میں دیکھا اس لیے کہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۸۴۰): صحیح البخاری، کتاب التعبیر، باب من رأى النبی ﷺ فی المنام . صحیح مسلم، کتاب الرؤیاء .

کلماتِ حدیث: لا یتمثل الشیطان بی : شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا۔ تمثل به : کسی کا مشابہ یا ہم شکل ہونا۔ مثل مثولاً (باب نصر) کسی کے مانند ہونا۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا وہ عنقریب مجھے عالم بیداری میں دیکھے گا۔ یا فرمایا کہ گویا اس نے مجھے ہی دیکھا۔ پہلی بات کا مطلب یہ ہے کہ جس نے آپ ﷺ کو دنیا میں خواب میں دیکھا وہ روزِ قیامت آپ ﷺ کو عالم بیداری میں دیکھے گا۔ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس نے دنیا میں خواب میں دیکھا اسے مرنے کے بعد خصوصی ملاقات اور زیارت کا شرف حاصل ہوگا اور قیامت میں آپ کا دیدار شفاعت کی علامت ہوگا۔

دوسرے مفہوم کے اعتبار سے بات واضح ہے کہ انبیاءِ کرام اور خاص طور پر رسول اللہ ﷺ کا خواب میں دیکھنا صلاح وتقویٰ اور بلندی درجات کی علامت ہے، کیونکہ جو خواب میں زیارت کرتا ہے وہ فی الواقع حضور ﷺ ہی کو دیکھتا ہے کیونکہ شیطان آپ ﷺ کی صورت میں نہیں آسکتا اس لیے کہ وہ اللہ کی طرف سے مردود قرار دیا گیا ہے اور آپ محبوبِ الٰہی ہیں۔

(فتح الباري : ١/٣٠٤ ـ ارشاد الساري : ١/٣٠٣ ـ عمدة القاري : ٢/٢٣١ ـ شرح صحیح مسلم : ١٥/٣٠)

اچھا خواب محبت کرنے والے کو بتائے

۸۴۱. وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِذَارَاٰى اَحَدُكُمْ رُؤْيَا يُحِبُّهَا فَاِنَّمَا هِيَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ عَلَيْهَا وَلْيُحَدِّثْ بِهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ، فَلَا يُحَدِّثْ بِهَا اِلَّا مَنْ يُحِبُّ. وَاِذَا رَاٰى غَيْرَ ذٰلِكَ مِمَّا يَكْرَهُ فَاِنَّمَا هِيَ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَلْيَسْتَعِذْ مِنْ شَرِّهَا

وَلَايَذْكُرْهَا لِاَحَدٍ فَاِنَّهَا لَاتَضُرُّهُ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۸۴۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جب کہ کوئی اچھا خواب دیکھے تو وہ اللہ کی طرف سے ہے اس پر اللہ کی حمد کرے اور اسے بیان کردے۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ صرف اس سے بیان کرے جس سے محبت رکھتا ہو اور اگر اس کے علاوہ کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے تو اسے چاہیے کہ اس کے شر سے پناہ مانگے اور کسی سے بیان نہ کرے وہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچائے گا۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۸۴۱): صحيح البخاري، كتاب التعبير، باب الرؤياء الصالحه من الله . صحيح مسلم، اول كتاب الرؤياء .

کلماتِ حدیث: روياء : خواب۔ رأى رؤية (باب فتح) دیکھنا۔

شرحِ حدیث: جب کوئی شخص اچھا خواب دیکھے تو اس پر اللہ کی حمد وثناء کرے کہ اچھا خواب اللہ کی جانب سے ہوتا ہے اور اس خواب کو کسی مخلص عالم دین سے بیان کرے تاکہ وہ خواب کی جو تعبیر دے وہ بھی اس کے لیے باعثِ مسرت اور خوشی ہوگی۔

اور اگر کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو وہ دراصل شیطان کی طرف سے ہے کہ وہ ہر طرح اللہ کے بندوں کو تکلیف پہنچانا اور ان کو مشوش کرنا چاہتا ہے کہ تشویش سے عبادتِ الٰہی میں خلل پڑتا ہے۔ یہ خواب کسی سے ذکر نہ کرے اور شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے کہ جو شخص اللہ کی پناہ میں آ گیا وہ شیطان کے اغواء اور اغراء سے مامون ہو گیا۔ مگر صرف اعوذ باللہ زبان سے کہہ لینے پر اکتفاء نہ کرے بلکہ دل کی گہرائیوں سے اپنے آپ کو اللہ کی حفاظت اور پناہ میں دیدے۔ خواب میں ڈرنے کے بارے میں تعوذ کے طریقے کے بارے میں امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی مؤطا میں حضرت خالد بن ولید سے راویت کیا ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں کبھی کبھی خواب میں ڈر جاتا ہوں آپ نے فرمایا کہ یہ کلمات پڑھ لیا کرو:

" أعوذ بكلمات الله التامات من شر غضبه وشر عباده ومن همزات الشياطين وأن يحضرون ."

"میں پناہ چاہتا ہوں اللہ کے ان کلمات سے جو تام ہیں اس کے غضب کے شر سے اس کے بندوں کے شر سے اور شیطان کی انگیخت سے اور اس سے کہ شیطان اور اس کے ساتھی میرے پاس موجود ہوں۔" (فتح الباري : ٣/٦٦٠۔ عمدة القاري : ١٩٩/٢٤)

●●●●●●●●●●●●

اچھے خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہیں

۸۴۲. وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ. وَفِيْ رِوَايَةٍ الرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ . مِنَ اللّٰهِ، وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَمَنْ رَاٰى شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَنْفُثْ عَنْ شِمَالِهِ ثَلَاثًا، وَلْيَتَعَوَّذْ مِنَ الشَّيْطَانِ فَاِنَّهَا لَاتَضُرُّهُ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

" النَّفثُ " نَفخٌ لَطِيفٌ لَارِيقَ مَعَه.

(۸۴۲) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ رویاء صالحہ یا آپ نے فرمایا رویاء حسنہ اللہ کی جانب سے ہے اور حلم شیطان کی جانب سے ہے۔ اگر کوئی ناپسندیدہ بات دیکھے تو بائیں جانب تین مرتبہ پھونک دے اور شیطان سے پناہ مانگے۔ اب اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ (متفق علیہ) نفث : ایسی غیر محسوس پھونک جس میں تھوک شامل نہ ہو۔

تخریج حدیث (۸۴۲):

کلماتِ حدیث: حلم : خواب جمع احلام ۔ رویا : خواب، جس خواب کی نسبت اللہ سبحانہ کی جانب ہو اسے حلم نہیں کہتے بلکہ رویا کہتے ہیں اور جس کی نسبت شیطان کی طرف ہو اسے رویا نہیں کہتے حلم کہتے ہیں۔

شرحِ حدیث: رویاء صالحہ یا رویاء حسنہ اللہ سبحانہ کی جانب سے ہوتا ہے اور اس میں ایسی کوئی بات نہیں ہوتی جو دیکھنے والے کو نا پسند ہو اور نہ اس میں شیطان کی کسی کارروائی کا دخل ہوتا ہے اور اسی لیے اسے صالحہ یا حسنہ کہتے ہیں کہ وہ شیطانی اثرات سے پاک ہوتا ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ خواب جس کو دیکھنے والا پریشان افسردہ اور غمگین ہو اس خواب کو دیکھ کر تین مرتبہ بائیں جانب پھونک دینا چاہیے اور اللہ سے پناہ مانگنی چاہیے۔ اگر صدقِ دل سے آدمی اللہ کی پناہ میں تعوذ پڑھے اور نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے خواب کے برے اثرات سے محفوظ فرما دے گا اور شیطانی تدابیر سے اس کی حفاظت فرمائے گا۔

(فتح الباري : ۲/ ۲۷۸ - شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۵/ ۱٤ - عمدة القاري : ۱۵/ ۲٤٥)

برا خواب دیکھے تو یہ عمل کرے

۸۴۳. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا رَاى اَحَدُكُمُ الرُّؤيَا يَكْرَهُهَا فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلاَثًا، وَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ثَلاَثًا وَلْيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۸۴۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی برا خواب دیکھے تو تین مرتبہ اپنے بائیں جانب پھونکے اور تین مرتبہ شیطان سے اللہ کی پناہ مانگے اور اس پہلو سے اپنے آپ کو تبدیل کرے جس پر پہلے تھا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۸۴۳):

کلماتِ حدیث: فلیبصق : اسے چاہیے کہ وہ تھوک دے، یا پھونک دے۔ بصق بصقا (باب نصر) تھوکنا۔ ولیتحول : اور یہ کہ پلٹ جائے، اور یہ کہ پہلو بدل لے۔ حول تحولا (باب تفعل) پھر جانا، بدل لینا، تحویل ہو جانا۔ حال حولا (باب نصر) ایک

حالت سے دوسری حالت میں آجانا۔

شرح حدیث: جب آدمی کوئی برا خواب دیکھے تو وہ تین مرتبہ بائیں جانب پھونک دے یعنی شیطان کو دھتکار دے اور دفع کر دے اور اس کی توہین کر دے اور تین مرتبہ شیطان سے اللہ کی پناہ میں آجائے اور اپنا پہلو بطورِ تفاؤل بدل لے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام احوال و حوادث پر قادر ہے وہ برے حال کو اچھے حال سے اور برے خواب کے اثرات کو مٹا کر اچھے نتائج مرتب فرما دے گا بائیں جانب تھوکنے کی تاکید اس لیے ہے کہ شیطان ہمیشہ بائیں جانب سے آتا ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۵/ ۱۶۔ نزهة المتقین : ۱/ ۶۳۷)

****

جھوٹا خواب بیان کرنا گناہ ہے

۸۴۴. وَعَنْ اَبِی الْاَسْقَعِ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْفِرٰی اَنْ یَدَّعِیَ الرَّجُلُ اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ، اَوْیُرِیَ عَیْنَهُ مَالَمْ تَرَ، اَوْیَقُوْلُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَالَمْ یَقُلْ ." رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۸۴۴) حضرت ابو الاسقع واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ سب سے بڑا بہتان یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے علاوہ اپنے آپ کو کسی اور کی طرف منسوب کرے یا اپنی آنکھوں کو وہ خواب دکھائے جو اس کی آنکھوں نے نہیں دیکھا یا رسول اللہ ﷺ کی جانب وہ بات منسوب کرے جو آپ نے ارشاد نہیں فرمائی۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۸۴۴): صحیح البخاری، کتاب المناقب .

کلمات حدیث: فری : جھوٹ۔ فری فریا (باب ضرب) کسی پر جھوٹ باندھنا۔ الفریة : جھوٹ، یری عینه مالم یر: اپنی آنکھ کو وہ دکھلا دے جو اس نے نہیں دیکھا، یعنی جھوٹا خواب بیان کرے۔

شرح حدیث: تین جھوٹ عظیم ترین جھوٹ ہیں۔ ایک یہ کہ آدمی اپنے آپ کو کسی اور کی جانب منسوب کرے یعنی اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کے بارے میں کہے کہ وہ میرا باپ ہے۔ یہ بہتان ہے خود اپنے آپ پر اور اس شخص پر جس کی طرف اپنے آپ کو منسوب کر رہا ہے۔ دوسرا جھوٹ یہ ہے کہ جھوٹا خواب بیان کرے کہ مجھے اللہ نے یہ خواب دکھایا اور مجھے خواب میں یہ بات بتائی اور تیسرا جھوٹ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں وہ بات کہے جو آپ نے نہیں کہی۔ تینوں باتیں گناہِ کبیرہ ہیں۔ لیکن ان میں تیسری بات یعنی رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنا اپنے لیے جہنم کو ٹھکانا بنانا ہے۔ کہ حدیث صحیح میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے میرے اوپر جھوٹ باندھا وہ اپنے ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ (فتح الباري : ۲/ ۳۶۲۔ ارشاد الساري : ۸/ ۱۷)

کتاب السلام

الباب (۱۳۱)

بَابُ فَضْلِ السَّلَامِ وَالْاَمْرِ بِاِفْشَائِهِ
سلام کی فضیلت اور اس کے عام کرنے کا حکم

۲۶۷ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَدْخُلُواْ بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُواْ وَتُسَلِّمُواْ عَلَىٰٓ أَهْلِهَا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک تم اجازت نہ لے لیا کرو اور گھر والوں کو سلام نہ کر لیا کرو۔'' (النور: ۲۷)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں ارشاد ہوا کہ جب اہل ایمان کسی کے گھر جائیں تو گھر میں آنے کی اجازت طلب کریں اور اہل خانہ کو سلام کریں، استیذان یعنی اجازت لے کر کسی کے گھر میں جانے کا حکم بے شمار اجتماعی مصالح پر مشتمل ہے اور عورتوں اور مردوں دونوں کو شامل ہے چنانچہ ایک حدیث میں حضرت ام ایاس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم چار عورتیں اکثر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جایا کرتی تھیں اور گھر میں جانے سے پہلے ان سے اجازت لیا کرتی تھیں جب وہ اجازت دے دیتیں تب اندر جاتے تھے۔ غرض گھر میں داخل ہونے سے پہلے اہل خانہ سے اجازت طلب کرنے کا حکم عام ہے مرد و عورت محرم اور نامحرم سب اس حکم میں داخل ہیں۔ حتیٰ کہ اگر کوئی اپنی ماں کے پاس جائے وہ بھی استیذان کرے، چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی الموطا میں حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا میں اپنی والدہ کے پاس جاتے وقت بھی اجازت طلب کروں جبکہ میں اپنی والدہ کے ساتھ رہتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر بھی اجازت لیے بغیر گھر میں نہ جاؤ۔ اس نے پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں تو ہر وقت اپنی والدہ کی خدمت میں رہتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر بھی اجازت لیے بغیر گھر میں نہ جاؤ۔ کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ اپنی والدہ کو ننگی دیکھو اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسی لیے اجازت لینی چاہیے کہ اس امر کا احتمال موجود ہے کہ وہ گھر میں کسی ضرورت سے ستر کھولے ہوئے ہو۔

غرض گھر میں داخل ہوتے وقت استیذان اور گھر میں داخل ہو کر اہل خانہ کو سلام اسلامی آداب معاشرت کا حصہ ہے اور اس کی پابندی ضروری ہے۔ (معارف القرآن۔ تفسیر مظهري)

۲۶۸ . وَقَالَ تَعَالٰی :

﴿ فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُواْ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ ٱللَّهِ مُبَٰرَكَةً طَيِّبَةً ﴾

اوراللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''جب تم گھروں میں داخل ہونے لگو تو اپنے گھر والوں کو سلام کرو، یہ اللہ کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے۔'' (النور: ٦١)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ جب تم گھروں میں داخل ہو تو ادب یہ ہے کہ گھر میں موجود اہل خانہ کو سلام کرو کہ تم بھی مسلمان ہو اور وہ بھی مسلمان ہیں اور اپنے اہل خانہ کو سلام کرنا ایسا ہے جیسے اپنے آپ پر سلامتی بھیجی کیونکہ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، متعدد احادیث میں سلام کرنے کی تاکید اور فضیلت بیان ہوئی ہے۔

(معارف القرآن۔ تفسیر عثمانی)

۲۶۹. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا ﴾

اوراللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اور جب تم کو کوئی دعا دے تو تم اس سے بہتر دعا دو یا انہی لفظوں سے دعا دو۔'' (النساء: ٨٦)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں فرمایا کہ جب کوئی تمہیں دعا دے یعنی سلام کرے تو تم بھی اس کو اس سے بہتر الفاظ میں دعا دو یعنی سلام کرو۔ امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اہل عرب اسلام سے پہلے حیاک اللہ کہتے تھے کہ اللہ تجھے زندہ رکھے اسی وجہ سے آیۃ کریمہ میں تحیۃ کہا گیا ہے۔ اسلام نے سلام کا طریقہ مقرر فرمایا کہ یہ کہو کہ السلام علیکم اور اس سے بہتر تحیہ یہ ہے کہ یہ کہو ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ سلام کا حکم آنے کے بعد سب سے پہلے میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا اور میں نے کہا کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ (احکام القرآن)

۲۷۰. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ﴿٢٤﴾ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا ﴾

اوراللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''کیا تمہارے پاس ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمان کی خبر پہنچی جب وہ ان کے پاس آئے تو انہوں نے سلام کیا تو انہوں نے بھی جواب میں سلام کہا۔'' (الذاریات: ۲۴)

تفسیری نکات: چوتھی آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کے آنے کا ذکر ہے کہ ان کے پاس مکرم اور قابل احترام مہمان (فرشتے) آئے اور انہوں نے آتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی ان کے جواب میں انہیں سلام کہا۔ سلام کرنا سنت ابراہیم ہے اور دین اسلام میں اس کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ اس لیے تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ سلام کا اہتمام کریں اور اس کو پھیلائیں۔ (معارف القرآن)

****

سلام کو عام کرنا افضل ترین عبادت ہے

۸۴۵. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلاً سَئَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ : "تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۸۴۵) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کون سا اسلام اچھا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کھانا کھلاؤ اور سلام کرو ہر شخص کو جس کو تم جانتے ہو اور جس کو نہیں جانتے۔
(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۸۴۵): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب اطعام الطعام فی الاسلام . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان تفاضل الاسلام وأي اموره افضل .

کلمات حدیث: تقرأ السلام : تم سلام کہو، تم السلام علیکم کہو۔ قرأ قراۃ : پڑھنا۔ قرآں وہ کتاب جو بکثرت اور ہر وقت پڑھی جائے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ مخاطب کے درجہ فہم اس کی قوت عمل اور اس کے مرتبہ ایمان کے پیش نظر مختلف حالات میں پوچھنے والوں کو مختلف جواب دیتے تھے کسی نے پوچھا کہ کون سا اسلام اچھا ہے؟ یعنی اسلام کے کون سے اعمال زیادہ پسندیدہ اور خوب تر ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اہل حاجت کو کھانا کھلانا اور ہر ایک کو سلام کرنا خواہ تم اس کو جانتے ہو یا نہ جانتے ہو۔ لوگوں کو کھانا کھلانا اور سلام کرنا سنت ابراہیمی ہے اور اسلام نے نہ صرف یہ کہ اس سنت کو زندہ رکھا بلکہ اسے خوب مؤکد کر دیا۔ فرمایا:

﴿ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝٨ ﴾

"وہ اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور اسیر کو کھلاتے ہیں۔"

اور فرمایا:

﴿ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَٰمٌ ﴾

"جنت میں وہ آپس میں ایک دوسرے کو سلام کریں گے۔"

سلام کی تاکید متعدد احادیث میں وارد ہے کہ مسلمان پر لازم ہے کہ ہر وہ مسلمان کو سلام کرے خواہ وہ اس کا جاننے والا ہو یا نہ ہو، کیونکہ حسن نیت اور خالص رضائے الٰہی کے لیے سلام وہی ہوگا جس میں وہ لوگ بھی شامل ہوں جن کو سلام کرنے والا نہیں جانتا اگر صرف ان لوگوں کو ہی سلام کیا جائے جن کو آدمی پہچانتا ہے تو اس میں ذاتی تعارف اور پہچان کا عنصر شامل ہو جائے گا اور وہ خالصتاً للہ نہیں رہے گا۔

اور جب تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں تو وہ اجنبیت کہاں جو سلام سے اعراض پر مائل کرے جیسا کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی باہمی الفت و محبت تو دین کا ایک فریضہ اور رکن شریعت ہے اور اسلامی نظام کا وہ پہلو ہے جس پر اسلامی معاشرت استوار

ہے اور اطعام طعام اور سلام تالیفِ قلب اور مودت کے بڑھانے کا عظیم ذریعہ ہے۔

(فتح الباري : ۱/۲٤۲ ـ ارشاد الساري : ۱/۱۳٥)

****

حضرت آدم علیہ السلام کا فرشتوں کو سلام کرنا

۸۴۶. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰی اُولٰٓئِکَ نَفَرٍ مِّنَ الْمَلَآئِکَةِ جُلُوْسٍ. فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّوْنَکَ فَاِنَّهَا تَحِيَّتُکَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِکَ : فَقَالَ : اَلسَّلَامُ عَلَيْکُمْ، فَقَالُوْا اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَزَادُوْهُ وَرَحْمَةُ اللّٰهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۸۴۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا جاؤ اور فرشتوں کی اس جماعت کو سلام کرو اور سنو کہ وہ تمہارے سلام کا کس طرح جواب دیتے ہیں؟ وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا تحیہ ہوگا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے انہیں السلام علیکم کہا تو انہوں نے جواب دیا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ یعنی انہوں نے ورحمۃ اللہ زائد کہا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۸۴۶): صحيح البخاری، کتاب الانبياء، باب بدء السلام . صحيح مسلم، کتاب الجنة، باب يدخل الجنة اقوام افئدتهم مثل افئدة الطير .

کلمات حدیث: يحيونك : تمہیں تحیہ کریں گے، تمہیں سلام کریں گے۔ حی تحية : سلام کرنا۔ حیاک اللہ کہنا۔ ذرية : نسل، آل آولاد، جمع ذريات.

شرح حدیث: ابتدائے آفرینش سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک سلام تمام انبیاء کرام کا تحیہ رہا ہے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ فرشتوں کی اس جماعت کو سلام کرو تو انہوں نے انہیں کہا کہ السلام علیکم کہا اور فرشتوں نے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہا۔ ماذری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابتداء بالسلام سنت ہے اور اس کا جواب واجب ہے اور سلام کرنا فرضِ کفایۃ ہے قاضی عیاض قاضی عبدالوہاب سے نقل کرتے ہیں کہ ابتداءِ بالسلام سنت ہے یا فرض کفایۃ ہے یعنی اگر ایک جماعت کو سلام کیا گیا اور ان میں سے کسی ایک نے جواب دیدیا تو سب کی طرف سے ہوگیا۔ ابتداءِ بالسلام میں السلام علیکم کہنا کافی ہے جبکہ جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہنا زیادہ بہتر ہے۔ (فتح الباري : ۲/۲۸۷ ـ إرشاد الساري : ۷/۲۳۳)

****

سلام کو عام کرنے کا حکم

۸۴۷. وَعَنْ اَبِیْ عُمَارَةَ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ بِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعِ الْجَنَآئِزِ، وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ وَنَصْرِ الضَّعِيْفِ، وَعَوْنِ الْمَظْلُوْمِ، وَاِفْشَآءِ السَّلَامِ، وَاِبْرَارِ الْمُقْسِمِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ هٰذَا لَفْظُ اِحْدٰى رِوَايَاتِ الْبُخَارِيِّ.

(۸۴۷) حضرت ابوعمارہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سات باتوں کا حکم فرمایا، مریض کی عیادت، اتباع جنائز، چھینک والے کے الحمدللہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا، کمزور کی مدد کرنا، مظلوم کی نصرت کرنا، سلام کو عام کرنا اور قسم کھانے والی کی قسم کو پورا کرنا۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ بخاری کی ایک روایت کے ہیں۔

تخریج حدیث(۸۴۷): صحيح البخاری، كتاب الاستيذان، باب افشاء السلام . صحيح مسلم، كتاب السلام، باب من حق المسلم للمسلم ردالسلام .

کلمات حدیث: ابرار المقسم : مقسم یعنی قسم کھانے والے کو اس کی قسم سے بری کر دینا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے سات باتوں کا حکم فرمایا یعنی ان امور کو انجام دینا، مستحب قرار دیا کہ ہر مسلمان مریض کی عیادت کرے، جنازے کے ساتھ چلے، جسے چھینک آئے اسے یرحمک اللہ کہے یعنی اس کی الحمدللہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہے کمزور اور مظلوم کی مدد اور نصرت کرے سلام کو عام کرے یعنی کثرت سے سلام کرے اور حلف کھانے والے کو اس کے حلف سے بری کر دے یعنی اگر مثلاً کسی نے قسم کھالی کہ فلاں شخص اتنی نفل نماز پڑھے گا تو اس فلاں شخص کو چاہیے کہ وہ اس تعداد میں نفل پڑھ لے تاکہ قسم کھانے والا اپنی قسم سے بری ہو جائے۔

یہ حدیث اس سے پہلے باب ۲۷ میں گزر چکی ہے۔ (دليل الفالحين : ۲۹۴/۳)

****

سلام آپس میں محبت قائم کرنے کا ذریعہ ہے

۸۴۸. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا اَوَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى شَیْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْ تَحَابَبْتُمْ؟ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۸۴۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم جنت میں نہیں جاؤ گے جب تک تم ایمان نہ لاؤ اور تم اس وقت تک ایمان والے نہ ہو گے جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرو کیا ں تمہیں ایسی بات نہ بتلاؤں کہ اگر تم اس پر عمل کرو تو تمہارے درمیان محبت پیدا ہو جائے۔ سلام عام کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۸۴۸): صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان ان لا يدخل الجنة الا المؤمنون وان محبة المومنين من الايمان .

کلمات حدیث: افشوا السلام : سلام کو پھیلاؤ، سلام کو عام کرو، کثرت سے سلام کرو۔ افشی افشاءً (باب افعال) پھیلانا۔

فشی فشواً (باب نصر) پھیلنا۔

شرح حدیث: جنت میں جانے کے لیے ایمان ضروری ہے کیونکہ کافر جنت میں نہیں جائیں گے صرف اہل ایمان ہی جنت میں جائیں گے اور کمالِ ایمان کے لیے لازمی ہے کہ اہل ایمان کے درمیان باہم محبت ہو اور محبت نشو و نما پاتی ہے اور پروان چڑھتی ہے کثرت سلام سے تو خوب سلام کرو اور سلام کو عام کرو۔ (دليل الفالحين : ١/٢٩٤ ـ نزهة المتقين : ١/٦٤١)

****

سلام کی برکت سے جنت میں داخلہ

۸۴۹. وَعَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : "یَااَیُّهَا النَّاسُ اَفْشُوْا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوْا الطَّعَامَ، وَصِلُوْا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوْا وَالنَّاسُ نِیَامٌ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ .

(۸۴۹) حضرت ابو یوسف عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سلام عام کرو کھانا کھلاؤ صلہ رحمی کرو اور نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوں تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۸۴۹): الجامع للترمذي، ابواب الاطعمه، باب ما جاء فى فضل اطعام الطعام .

کلمات حدیث: نیام : جمع نائم، سوئے ہوئے۔ نام نوماً (باب فتح) سونا۔

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن سلام مدینہ منورہ کے یہودیوں میں سے تھے، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند سوال کیے اور کہا کہ ان سوالوں کا نبی کے سوا کوئی اور جواب نہیں دے سکتا تشفی ہونے پر اسلام قبول کیا۔ آپ ﷺ کے ساتھ غزوۂ خندق میں شریک تھے۔ ۲۵ احادیث مروی ہیں، ۴۳ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابة في تمييز الصحابة)

شرح حدیث: کثرت سے سلام مسکینوں اور محتاجوں کو کھانا کھلانا، صلہ رحمی اور تہجد کی نماز یہ اہل جنت کے کام ہیں، یعنی یہ وہ اہل ایمان ہیں جو بلا حساب کتاب جنت میں جائیں گے۔ (روضة المتقين : ٢/٣٧٧)

****

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا سلام کے لیے بازار جانا

۸۵۰. وَعَنِ الطُّفَیْلِ بْنِ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ اَنَّهٗ کَانَ یَاْتِیْ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ فَیَغْدُوْ مَعَهٗ اِلَی السُّوْقِ قَالَ : فَاِذَا غَدَوْنَا اِلَی السُّوْقِ لَمْ یَمُرَّ عَبْدُاللّٰهِ عَلٰی سَقَّاطٍ وَلَاصَاحِبِ بَیْعَةٍ وَلَامِسْکِیْنٍ وَلَااَحَدٍ اِلَّاسَلَّمَ عَلَیْهِ، قَالَ الطُّفَیْلُ : فَجِئْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ یَوْمًا فَاسْتَتْبَعَنِیْ اِلَی السُّوْقِ فَقُلْتُ لَهٗ : مَاتَصْنَعُ بِالسُّوْقِ وَاَنْتَ لَاتَقِفُ عَلَی الْبَیْعِ وَلَاتَسْاَلُ عَنِ السِّلَعِ وَلَاتَسُوْمُ بِهَا وَلَاتَجْلِسُ فِیْ مَجَالِسِ السُّوْقِ؟ وَاَقُوْلُ : اجْلِسْ

بِنَـاهُهُنَـا نَتَحَدَّثُ، فَقَالَ : يَاأَبَا بَطْنٍ وَكَانَ، الطُّفَيْلُ ذَابَطْنٍ اِنَّمَا نَغْدُوْا مِنْ اَجَلِ السَّلَامِ فَنُسَلِّمُ عَلٰى مَنْ لَقِيْنَاهُ، رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوْطَا بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(۸۵۰) حضرت طفیل بن ابی کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ملاقات کے لیے جاتے اوران کے ساتھ بازار جاتے۔ کہتے ہیں کہ جب ہم بازار میں سے گزرتے تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہر چیزیں بیچنے والے کو، ہر تاجر کواور ہر مسکین کوسلام کرتے۔ طفیل کہتے ہیں کہ ایک روز میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا توانہوں نے کہا کہ چلو بازار چلتے ہیں میں نے کہا کہ آپ بازار جا کر کیا کریں گے؟ آپ کسی خریدنے کی جگہ کھڑے نہیں ہوتے آپ کسی چیز کے بارے میں دریافت نہیں کرتے کسی چیز کا بھاؤ نہیں کرتے اور نہ بازار کی کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں یہیں تشریف رکھیں ہم باتیں کرتے ہیں۔ وہ کہنے لگے اے پیٹ والے، طفیل کا پیٹ بڑا تھا، ہم تو سلام کرنے جاتے ہیں جو ملے گا اسے سلام کریں گے۔ (مالک نے اس حدیث کو اپنی مؤطا میں بسندِ صحیح روایت کیا ہے)

تخریج حدیث(۸۵۰): مؤطا امام مالك، كتاب السلام، باب جامع السلام .

کلمات حدیث: فـاستتبـعنی : آپ نے چاہا کہ میں ان کے پیچھے چلوں، مجھے کہا کہ میں ان کے ساتھ چلوں۔ استتباع (باب استفعال) پیچھے آنے کا مطالبہ کرنا۔ تبع تبعاً (باب سمع) تابع ہونا، کسی کے پیچھے چلنا۔

شرح حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما احکامِ نبوی کی تعمیل میں بڑے کوشاں رہتے تھے اور ہر فرمانِ نبوت پر پوری طرح عمل کرتے اوراس پر عمل کرنے کے مواقع تلاش کرتے۔ صرف اس لیے بازار جاتے کہ وہاں جا کر جو بھی ملے گا اسے سلام کریں گے اور افشاء سلام کے حکم پر عمل کریں گے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سلام عام کرو کہ اس میں اللہ کی رضا ہے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ سلام کرو اسے بھی جسے تم جانتے ہو اور اسے بھی جسے نہیں جانتے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سلام اللہ کا نام ہے اللہ نے اس کو زمین میں اتارا ہے اس کو اپنے درمیان عام کرو۔ (شرح الزرقاني : ٤/٤٦٢)

البَابُ (۱۳۲)

بَابُ كَيْفِيَّةِ السَّلَامِ

سلام کی کیفیت

سلام کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ ابتداء کرنے والا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے یعنی جمع کے الفاظ کے ساتھ سلام کرے اگر چہ جسے سلام کیا ہے وہ ایک ہی ہو اور جواب دینے والا کہے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یعنی علیکم سے پہلے واؤ کا اضافہ کرے۔

يُسْتَحَبُّ اَنْ يَقُوْلَ الْمُبْتَدِئُ بِالسَّلَامِ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُه! فَيَاْتِيْ بِضَمِيْرِ الْجَمْعِ وَاِنْ كَانَ الْمُسَلَّمُ عَلَيْهِ وَاحِدًا، وَيَقُوْلُ الْمُجِيْبُ وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُه' فَيَاْتِيْ بِوَاوِ الْعَطْفِ فِيْ قَوْلِهٖ: وَعَلَيْكُمْ .

****

سلام کے ہر جملہ میں دس نیکیاں

۸۵۱. عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ جَآءَ رَجُلٌ : اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَرَدَّ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَشْرٌ" ثُمَّ جَآءَ اٰخَرُ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ، فَقَالَ "عِشْرُوْنَ" ثُمَّ جَاءَ اٰخَرُ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُه، فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ، فَقَالَ "ثَلَاثُوْنَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

(۸۵۱) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے السلام علیکم کہا اور بیٹھ گیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دس نیکیاں ملیں۔ پھر ایک اور شخص آیا اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا اور بیٹھ گیا آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ بیس نیکیاں ملیں پھر ایک اور شخص آیا اس نے کہا کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' اور بیٹھ گیا آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ تیس نیکیاں ملیں۔ (ابوداؤد اور ترمذی، اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۸۵۱): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کیف السلام . الجامع للترمذی، ابواب الاذان، باب ما ذکر فی فضل السلام .

کلمات حدیث: فرد علیہ : آپ ﷺ نے اسے سلام کا جواب دیا۔ رد رداً (باب نصر) لوٹانا، پھیرنا، جواب دینا۔ رد علیہ السلام : سلام کا جواب دینا۔

شرح حدیث: سلام کرنا ہر حال میں افضل ہے اور اس کا اہتمام لازمی ہے کیونکہ سلام کرنا عبادت ہے اور ایسی ہلکی عبادت ہے جو نفس پر گراں نہیں ہوتی اور اس کا اجر بہت ملتا ہے اور ضروری ہے کہ مکمل سلام کیا جائے اور کہا جائے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' جو شخص

مجلس میں آئے وہ سلام کرے اور جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے اور جو شخص مجلس سے اٹھ کر جانے لگے وہ سلام کر کے رخصت ہو جائے۔

(روضة المتقين : ۳۷۸/۲ـ دليل الفالحين: ۲۹۷/۳)

****

جبرائیل علیہ السلام کا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سلام کرنا

۸۵۲. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : هٰذَا جِبْرِيْلُ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ" قَالَتْ قُلْتُ:" وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُه" "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰكَذَا وَقَعَ فِيْ بَعْضِ رِوَايَاتِ الصَّحِيْحَيْنِ: "وَبَرَكَاتُه": "وَفِيْ بَعْضِهَا بِحَذْفِهَا : وَزِيَادَةُ الثِّقَةِ مَقْبُوْلَةٌ .

(۸۵۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبرئیل آئے ہیں تمہیں سلام کہتے ہیں میں نے کہا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ (متفق علیہ) صحیحین کی بعض روایات میں وبرکاتہ ہے اور بعض میں نہیں ہے، ثقہ راوی کا اضافہ مقبول ہے۔

تخریج حدیث(۸۵۲): صحيح البخاری، كتاب بدء الخلق . صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فی فضل عائشه.

کلمات حدیث: يقرا عليك السلام : جبرئیل تمہیں سلام کہتے ہیں۔

شرح حدیث: صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے عائشہ! یہ جبرئیل ہیں جو تمہیں سلام کہہ رہے ہیں۔ علماء نے فرمایا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام تمہارے رب کی طرف سے تمہیں سلام کہہ رہے ہیں اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ ہی السلام ہے اسی سے السلام ہے اور آپ پر اور جبرئیل پر سلام ہو۔

غرض حدیثِ مبارک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت اور ان کا مرتبہ بیان ہوا کہ حضرت جبرئیل نے انہیں سلام کہلوایا اور اس معاملے میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا یہ امتیاز ہے کہ جبرئیل ان کی جانب اللہ کی طرف سے سلام لے کر آئے۔

(فتح الباري: ۲۶٤/۲ـ ارشاد الساري: ۱٥٤/۷ـ عمدة القاري: ۱۸٥/۱٥ـ شرح صحيح مسلم للنووي: ۱۷۰/۱٥)

****

رسول اللہ ﷺ کا اہل مجلس کو تین مرتبہ سلام کرنا

۸۵۳. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ اَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتّٰى تُفْهَمَ عَنْهُ، وَاِذَا اَتٰى عَلٰى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَهٰذَا مَحْمُوْلٌ عَلٰى مَا اِذَا كَانَ الْجَمْعُ كَثِيْرًا .

(۸۵۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کوئی بات فرماتے تو اسے تین مرتبہ دھراتے تا کہ اسے اچھی طرح سمجھ لیا جائے اور جب کسی قوم کے پاس آ کر سلام کرتے تو سلام تین مرتبہ فرماتے۔ (بخاری) یعنی اس صورت میں جبکہ مجلس میں لوگ زیادہ ہوتے۔

تخریج حدیث (۸۵۳): صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من اعاد الحدیث ثلاثاً.

کلمات حدیث: اعادھا ثلاثاً : اسے تین مرتبہ دہراتے۔ أعاد إعادة : دہرانا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ معلم انسانیت تھے آپ ﷺ لوگوں کی تعلیم و تربیت کرتے اور ان کا تزکیہ فرماتے اور انہیں حکمت کی باتیں سمجھاتے اس لیے آپ ﷺ اس بات کا اہتمام فرماتے تھے کہ آپ ﷺ کے فرمودات تمام لوگ سن لیں انہیں بخوبی سمجھ لیں اور اگلوں تک پہنچانے کے لیے اپنی صفحاتِ قلوب پر مرتسم کرلیں۔ اس لیے آپ جب کوئی بات فرماتے تو اسے تین مرتبہ دھراتے تا کہ اسکو بخوبی سمجھ لیا جائے۔

اگر آپ ﷺ کسی مجلس سے گزرتے اور لوگوں کی تعداد زیادہ ہوتی تو آپ ﷺ دائیں بائیں اور سامنے تین مرتبہ سلام فرماتے۔

(فتح الباري : ۱/۲۹۹۔ ارشاد الساري : ۱/۲۸۵۔ روضه المتقين : ۲/۳۸۱۔ دليل الفالحين : ۳/۲۹۹)

سلام کے ذریعہ کسی کو ایذاء نہ پہنچائے

۸۵۴. وَعَنِ المِقْدَادِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي حَدِيْثِهِ الطَّوِيْلِ قَالَ : كُنَّا نَرْفَعُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصِيْبَهُ مِنَ اللَّبَنِ فَيَجِيْئُ مِنَ اللَّيْلِ فَيُسَلِّمُ تَسْلِيْماً لَا يُوْقِظُ نَائِمًا وَيُسْمِعُ اليَقْظَانَ فَجَآءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ كَمَا كَانَ يُسَلِّمُ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۸۵۴) حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں انہوں نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے حصے کا دودھ اٹھا کر رکھ دیتے تھے آپ رات کو آتے تو اس طرح سلام کرتے کہ سویا ہوا بیدار نہ ہو جائے اور جاگنے والا سن لے۔ غرض نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور آپ نے اسی طرح سلام کیا جو آپ ﷺ کی عادتِ شریفہ تھی۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۸۵۴): صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب فضل الضیف وفضل ایثاره .

کلمات حدیث: نصیبه من اللبن : دودھ میں آپ ﷺ کا حصہ۔ یعنی اہل خانہ آپ کے لیے دودھ کا حصہ علیحدہ رکھ دیتے تھے۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ رات کے وقت تشریف لاتے تو ایسے مدھم مگر سنائی دینے والی آواز سے سلام کرتے کہ جاگا ہوا سن لے اور سویا ہوا سوتا رہے اور اس کی نیند میں خلل نہ پڑے۔

یہ حدیث حضرت مقداد سے مروی ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے جس کا ملخص یہ ہے کہ حضرت مقداد اور ان کے دو ساتھی بھوک سے پریشان ہو کر بعض اصحابِ رسول ﷺ کے پاس گئے مگر وہاں ان کا مدعا پورا نہ ہوا تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، آپ ﷺ انہیں

اپنے گھر لے گئے گھر میں تین بکریاں تھیں ان کا دودھ دوھا گیا اور سب نے پی لیا ان تینوں اصحاب کا قیام رسول اللہ ﷺ کے پاس کئی روز رہا اور تینوں رات کو دودھ پی کر سو جاتے اور حضور ﷺ کے حصے کا دودھ اٹھا کر رکھ دیتے تا کہ جب آپ تشریف لائیں تب نوش فرمالیں۔ ایک رات مقداد کے دل میں خیال ہوا کہ حضور ﷺ انصار صحابہ کے یہاں چلے گئے ہوں اور وہاں آپ ﷺ نے کھانا تناول فرمالیا ہوگا تو وہ دودھ جو رسول اللہ ﷺ کے لیے رکھا تھا وہ بھی خود ہی پی لیا۔ مقداد فرماتے ہیں کہ ابھی وہ دودھ میرے معدے میں گھوم ہی رہا تھا کہ مجھے شرمندگی اور ندامت نے آلیا اور میں نے کہا کہ یہ میں نے کیا کیا؟ اب رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں گے جب وہ دیکھیں گے کہ ان کے کھانے کے لیے کچھ نہیں ہے تو وہ مجھے بددعا دیں گے میں نے کروٹیں بدلنی شروع کیں نیند نہ آتی تھی چادر اتنی چھوٹی تھی کہ سر ڈھکتا تو پیر کھلتے پیر ڈھکتا تو سر کھل جاتا۔ اسی حالتِ کرب میں تھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے، جب آپ نے کھانے کے لیے کچھ نہ پایا تو آپ ﷺ نے دستِ مبارک بلند فرمائے میں لرز اٹھا کہ میرے حق میں بددعا فرماتے ہیں اور میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا اے اللہ! اسے کھلا جو مجھے کھلائے اور اسے پلا جو مجھے پلائے۔ میں نے اسی وقت ارادہ کیا کہ میں جا کر ایک بکری ذبح کردوں مگر وہاں جا کر دیکھا تو تینوں بکریوں کے تھن دودھ سے لبریز تھے۔ میں نے ان کا دودھ نکالا، رسول اللہ ﷺ کو پیش کیا آپ نے پی کر مجھے دے دیا میں نے عرض کیا کہ اور پیجئے آپ ﷺ نے اور پیا اور پھر مجھے دیدیا جب میں نے دیکھا کہ آپ سیر ہوگئے اور میں آپ کی دعا کا مستحق ہوگیا ہوں تو میں مارے خوشی کے ہنسنے لگا اور دہرا ہو گیا۔ آپ نے وجہ دریافت کی تو میں نے آپ کو سارا واقعہ سنا دیا آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ کی رحمت ہے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ١٤/ ١٣ـ روضه المتقين : ٢/ ٣٨١)

رسول اللہ ﷺ کا اشارہ سے سلام کرنا

٨٥٥. وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّفِي الْمَسْجِدِ يَوْمًا وَعُصْبَةٌ مِّنَ النِّسَآءِ قُعُوْدٌ فَاَلْوٰى بِيَدِهٖ بِالتَّسْلِيْمِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ. وَهٰذَا مَحْمُوْلٌ عَلٰى اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ بَيْنَ اللَّفْظِ وَالْاِشَارَةِ، وَيُؤَيِّدُهٗ اَنَّ فِىْ رِوَايَةِ اَبِىْ دَاوٗدَ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا."

وَعَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاللّٰهِ مَنْ بَدَأَهُمْ بِالسَّلَامِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ بِنَحْوِهٖ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ . وَقَدْ ذُكِرَ بَعْدَهٗ.

(٨٥٥) حضرت اسماء بنتِ یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ مسجد میں سے گزرے، عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی آپ نے ہاتھ کے اشارے سے سلام کیا۔

کہ یہ امر اس پر محمول ہے کہ آپ ﷺ نے زبان سے بھی سلام کیا ہوگا اور ہاتھ سے اشارہ بھی کیا ہوگا۔ اس کی تائید ابو داؤد کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں تصریحاً موجود ہے کہ آپ نے سلام فرمایا۔

تخریج حدیث(۸۵۵): الجامع للترمذی، ابو اب الاستیذان، باب ما جاء فی التسلیم علی النساء .

کلمات حدیث: عصبة : جماعت۔ فالوی بیده : ہاتھ سے اشارہ کیا۔ الوی الواء بیده او بثوبه : اپنے ہاتھ سے یا اپنے کپڑے سے اشارہ کیا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ مسجد سے گزرے وہاں کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں، آپ نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے سلام کیا۔ اور آپ ﷺ نے زبان سے بھی السلام علیکم فرمایا جس کی تصریح ابو داؤد کی روایت میں موجود ہے۔ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر اندیشہ فتنہ نہ ہو تو مردوں کا عورتوں اور عورتوں کا مردوں کو سلام کرنا جائز ہے۔ مالکی فقہاء نے کہا کہ بوڑھی عورت کو سلام کرنا درست ہے جوان کو نہیں ہے۔ مالکی فقہاء میں ربیعہ کے نزدیک مطلقاً منع ہے۔ بہر حال جہاں فتنہ کا اندیشہ نہ ہو اس صورت میں سلام کرنا جائز ہے۔

فقہاء احناف نے خوف فتنہ کی وجہ سے غیر محرم عورتوں کو سلام کرنے سے منع فرمایا لہٰذا نا جائز ہے۔ (ابن شائق عفا اللہ عنہ)

ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ عورتوں کو السلام علیکن کہا اور ہاتھ سے اشارہ اس لیے کیا کہ وہ متنبہ ہو جائیں کہ آپ ﷺ سلام فرما رہے ہیں۔ (روضہ المتقین : ۲/۳۸۲۔ دلیل الفالحین : ۳/۳۰۰)

. . . .

علیک السلام مُردوں کا سلام ہے

۸۵۶. وَعَنْ اَبِیْ جُرَیّ الْهُجَیْمِیْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ:عَلَیْکَ السَّلَامُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ : فَقَالَ : "لَاتَقُلْ عَلَیْکَ السَّلَامُ، فَاِنَّ عَلَیْکَ السَّلَامُ تَحِیَّةُ الْمَوْتٰی" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ، وَقَدْ سَبَقَ لَفْظُه بِطُوْلِهٖ .

(۸۵۶) ابو جری ہجیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے عرض کیا علیک السلام یا رسول اللہ، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ نہ کہو کہ علیک السلام کیونکہ علیک السلام مردوں کا سلام ہے۔ (ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن صحیح ہے، اور یہ حدیث مفصل صورت میں پہلے گزر چکی ہے)

تخریج حدیث(۸۵۶): سنن ابی داؤد، باب کراهية ان يقول عليك السلام . الجامع للترمذی، كتاب الاستيذان، باب ما جاء فی كراهية أن يقول عليك السلام مبتدأ.

کلمات حدیث: موتی : مردے، میت کی جمع۔ مات موتاً (باب نصر) مرنا، زندگی کا ختم ہونا۔ أمات إماتة (باب افعال) مارنا۔ ارض موات : بنجر اور غیر آباد زمین۔

شرح حدیث: اسلام میں طریقہ سلام السلام علیکم کہنا ہے خواہ زندہ ہو یا مردہ۔ اس لیے علیک السلام کہہ کر سلام کی ابتداء کرنا درست نہیں ہے۔ یہ طریقہ عرب کے شعراء نے مردوں کے ساتھ خطاب میں استعمال کیا ہے اور اسی طرف رسول اللہ ﷺ نے اشارہ فرمایا ہے۔

یہ حدیث اس سے پہلے (حدیث ۷۹۶) میں بھی گزر چکی ہے۔ (روضة المتقين : ۲/۳۸۲)

الباب (۱۳۳)

بَابُ اٰدَابِ السَّلَامِ
سلام کے آداب

٨٥٧. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "یُسَلِّمُ الرَّاکِبُ عَلَی الْمَاشِیْ وَالْمَاشِیْ عَلَی الْقَاعِدِ، وَالْقَلِیْلُ عَلَی الْکَثِیْرِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ، وَفِیْ رِوَایَةِ الْبُخَارِیِّ "وَالصَّغِیْرُ عَلَی الْکَبِیْرِ."

(۸۵۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سوار پیدل کو سلام کرے چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔ (متفق علیہ) بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔

تخریج حدیث (۸۵۷): صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب تسلیم القلیل علی الکثیر. صحیح مسلم، کتاب السلام، باب التسلیم الراکب علی الماشی .

کلمات حدیث: راکب: سوار۔ رکب رکوبا (باب سمع) سوار ہونا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو جو تعلیم دی وہ دنیا کی سب سے بہترین سب سے اعلیٰ اور ارفع تعلیم ہے۔ دنیا میں کوئی بھی ایسی مثال موجود نہیں ہے کہ آدابِ معاشرت کے اس قدر اعلیٰ اصول بیان کیے گئے ہوں، جن میں معاشرت اور اجتماعیت کے جملہ اعلیٰ ترین پہلو جمع کر دیے گئے ہوں اور ان کو اس قدر تفصیل سے بیان کیا گیا ہو سوار کی حیثیت بظاہر پیدل چلنے والے سے فائق ہوتی ہے اس لیے تواضع کا تقاضا ہے کہ سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے اور اسی طرح کھڑا ہوا بیٹھے ہوئے لوگوں کو کرے۔ عملی سہولت اور آسانی کی بات یہ ہے کہ تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔ (مظاہر حق: ٤٤٧/٤)

سلام میں پہل کرنے والا اللہ تعالیٰ کا مقرب ہے

٨٥٨. وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ صُدَیِّ بْنِ عَجْلَانَ الْبَاهِلِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاللّٰهِ مَنْ بَدَاَهُمْ بِالسَّلَامِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ جَیِّدٍ، وَرَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قِیْلَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ، الرَّجُلَانِ، یَلْتَقِیَانِ اَیُّهُمَا یَبْدَاءُ بِالسَّلَامِ؟ قَالَ: "اَوْلَاهُمَا بِاللّٰهِ تَعَالٰی" قَالَ التِّرْمِذِیُّ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ.

(۸۵۸) ابو امامہ صدی بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں میں اللہ کے زیادہ

قریب وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔ (ابوداؤد نے بسندِ صحیح جید روایت کیا)

اور ترمذی نے ابوامامہ سے ایک روایت میں نقل کیا ہے کہ کسی نے کہا کہ یارسول اللہ (ﷺ) دو آدمی جو باہم ملاقات کریں ان میں سے کون سلام میں پہل کرے آپ ﷺ نے فرمایا ان میں جو اللہ کے زیادہ نزدیک ہے۔ (ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۸۵۸): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب في فضل من بدأ السلام . الجامع للترمذی، ابواب الاستیذان، باب ما جاء فی فضل الذي يبداء بالسلام .

کلمات حدیث: بدأهم بالسلام : ان کو سلام کرنے میں پہل کی، ان کو پہلے سلام کیا۔ بدأ بدأ (باب فتح) ابتداء کرنا، پہل کرنا۔

شرح حدیث: سلام کرنا ایک عبادت ہے اور عبادت میں پہل اور سبقت مطلوب ہے۔ اگر دو آدمی باہم ملیں اور دونوں کی سلام کرنے میں حیثیت برابر ہو تو جو سلام میں پہل کرے وہ اللہ کے نزدیک زیادہ مقرب ہوگا اور اس کا اجر و ثواب زائد ہوگا۔ امام طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دونوں ملنے والوں میں سے جس نے سلام میں پہل کی وہ اللہ کی رحمت سے زیادہ قریب ہوگا کیونکہ سلام میں پہل اچھا عمل ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّ رَحْمَتَ ٱللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿٥٦﴾ ﴾

''اللہ کی رحمت اچھا عمل کرنے والوں سے زیادہ قریب ہے۔''

(تحفة الأحوذي : ٧/٥٠٤ ـ روضة المتقين : ٢/٣٨٤)

☆☆☆☆

البَابُ (١٣٤)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ اِعَادَةِ السَّلَامِ عَلٰى مَنْ تَكَرَّرَ لِقَاؤُهُ عَلٰى قُرْبٍ بِاَنْ دَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ ثُمَّ دَخَلَ فِي الْحَالِ اَوْحَالَ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ وَنَحْوِهَا

تکرارِ ملاقات کے ساتھ اعادۂ سلام کا استحباب
مثلاً کوئی باہر گیا اور فوراً اندر آ گیا یا درخت درمیان میں آ گیا

٨٥٩. عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ حَدِيْثِ الْمُسِیْءِ صَلَاتَه' اَنَّه' جَآءَ فَصَلّٰى ثُمَّ جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَالَ : "ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ" فَرَجَعَ فَصَلّٰى، ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٨٥٩) حضرت ابو ہرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اس شخص کی حدیث میں جس نے نماز اچھی طرح نہیں پڑھی تھی بیان کیا کہ وہ آیا اور نماز پڑھی پھر نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو سلام کیا آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ جاؤ نماز پڑھو کہ تم نے نماز نہیں پڑھی وہ گیا نماز پڑھی پھر آیا اور نبی کریم ﷺ کو سلام کیا اور اس طرح تین مرتبہ کیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(٨٥٩): صحیح البخاری، کتاب الأذان۔ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ۔

کلماتِ حدیث: المسی صلوته : نماز اچھی طرح نہ ادا کرنے والا۔ أسا، إساءة : برا کرنا۔

شرح حدیث: ایک شخص آیا اس نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا اور جا کر نماز پڑھی نماز پڑھ کر آیا پھر رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ جاؤ جا کر نماز پڑھو کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ اس طرح تین مرتبہ ہوا یعنی وہ تین مرتبہ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے آیا اور تینوں مرتبہ سلام کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر دوبارہ ملاقات کا وقت کم ہو پھر بھی سلام کرنا افضل ہے۔

(فتح الباري : ١/ ٥٦٤۔ ارشاد الساري : ١/ ٤٠٤)

ہر ملاقات پر سلام کرنا

٨٦٠. وَعَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا لَقِيَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَاِنْ حَالَتْ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ اَوْجِدَارٌ اَوْحَجَرٌ ثُمَّ لَقِيَه' فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ ." رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ .

(٨٦٠) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے ملے تو اس کو سلام کرے اگر درمیان میں درخت یا دیوار یا پتھر آ جائے تو پھر ملے تو پھر سلام کرے۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث(٨٦٠): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الرجل یفارق الرجل ثم یلقاه یسلم علیه.

کلماتِ حدیث: فإن حالت بينهما شجرة : اگران دونوں کے درمیان درخت حائل ہوجائے۔ حال حولاً (باب نصر) حائل ہونا، رکاوٹ بننا۔ حائل : رکاوٹ، جمع حوائل.

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک میں ارشاد ہے کہ جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی سے ملے تو اسے سلام کرے یعنی سلام میں پہل اور سبقت کرے کہ سلام عبادت ہے اور عبادت میں سبقت باعث اجر و ثواب ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ

﴿ وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلسَّٰبِقُونَ ﴿١٠﴾ أُوْلَٰٓئِكَ ٱلْمُقَرَّبُونَ ﴿١١﴾ فِى جَنَّٰتِ ٱلنَّعِيمِ ﴿١٢﴾ ﴾

''سبقت کرنے والے ہی اول اور مقرب ہیں اور نعمتوں کے باغات میں رہنے والے ہیں۔'' (الواقعہ: ۱۰)

اگر درمیان میں تھوڑا سا وقفہ آجائے اور پھر دوبارہ ملاقات ہو تو پھر سلام کرے۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تاکید ہے کثرتِ سلام اور اشاعتِ سلام کی کہ ہر آنے جانے والے کو سلام کیا جائے اور بار بار کی ملاقات پر بار بار سلام کیا جائے۔

(روضة المتقين : ٢/٣٨٦ ـ دليل الفالحين : ٣/٣٠٥)

حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث مذکور یہ حکم احیانا پیش آنے والی صورت پہ محمول ہے۔ جہاں بار بار یہ صورت پیش آتی ہو مثلاً کوئی اپنے مخدوم (استاذ شیخ وغیرہ) کے کمرے میں بار بار آتا جاتا رہتا ہے تو اس میں تکرار سلام و جواب میں حرج ظاہر ہے اس لئے یہ صورت حدیث سے مستثنیٰ ہے (ماخوذ از احسن الفتاوی ۸/۱۴۳ اضافہ از ابن شائق عفا اللہ عنہ)

البَابُ (۱۳۵)
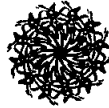
بَابُ اِسْتِحْبَابِ السَّلَامِ اِذَا دَخَلَ بَيْتَه‘

اپنے گھر میں داخل ہونے کے وقت سلام کا استحباب

۲۷۱. قَالَ تَعَالیٰ :

﴿ فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

”جب تم اپنے گھروں میں داخل ہونے لگو تو اپنے گھر والوں کو سلام کرو یہ اللہ کی طرف سے پاکیزہ اور مبارک طریقہ ہے۔“

(النور: ٦١)

تفسیری نکات: آیتِ مبارکہ میں ارشاد ہے کہ جب گھر میں داخل ہو تو اپنے نفسوں پر اور اپنی جانوں پر سلام بھیجو، یعنی اے اللہ! سلامتی ہو مجھ پر میرے اہل وعیال پر اور میرے بچوں پر، گھر میں داخل ہوتے وقت السلام علیکم کہنے کا یہی مطلب ہے۔ امام قشیری فرماتے ہیں کہ یہ حکم عام ہے یعنی ہر گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا چاہیے یعنی اگر اپنا گھر ہے یا ایسا گھر ہے جس میں رہنے والے مسلمان ہیں تو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' کہنا چاہیے اور اگر خالی ہو جس میں کوئی نہ رہتا ہو تو کہنا چاہیے:

” السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين .“

اور اگر گھر کے رہنے والے غیر مسلم ہوں تو کہے کہ:

” السلام على من اتبع الهدى .“

یہ آیت اس سے پہلے بھی فضل السلام میں آچکی ہے۔ (احکام القرآن)

****

گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا

۸۶۱. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ”يَابُنَيَّ، اِذَا دَخَلْتَ عَلىٰ اَهْلِكَ فَسَلِّمْ يَكُنْ بَرَكَةً عَلَيْكَ وَعَلىٰ اَهْلِ بَيْتِكَ .“ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۸۶۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو سلام کرو یہ تمہارے لیے اور تمہارے گھر والوں کے لیے باعثِ برکت ہوگا۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۸۶۱): الجامع للترمذي، ابواب الاستيذان، باب ما جاء في التسليم إذا دخل بيته .

کلماتِ حدیث: سلم : سلام کرو، صیغہ امر ہے۔ سلم تسلیماً (باب تفعیل) سلام کرنا۔

شرحِ حدیث: رسول کریم ﷺ نے انتہائی ملاطفت اور محبت کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یا بنی کہہ کر مخاطب فرمایا کہ اے میرے بیٹے! گھر میں داخل ہوا کرو تو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہا کرو۔ یعنی جب گھر میں داخل ہو تو اپنے اوپر اور اپنے گھر والوں پر اللہ کی سلامتی بھیجو کہ اللہ تمہیں اور مجھے سلامت رکھے، اور اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ اس سے گھر میں خیر و برکت ہوگی۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ جس نے گھر میں داخل ہو کر سلام کیا تو وہ اللہ کی حفاظت میں چلا گیا۔

(تحفة الاحوذي : ۵۰۸/۷۔ روضة المتقين : ۳۸۷/۲)

البَابُ (١٣٦)
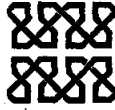
بَابُ السَّلَامِ عَلَى الصِّبْيَانِ
بچوں کو سلام کرنا

٨٦٢. عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ مَرَّ عَلىٰ صِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ وَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُه، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٨٦٢) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بچوں کے پاس سے گزرے تو انہیں سلام کیا اور بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح بچوں کو سلام کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۸۶۲): صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب التسلیم علی الصبیان . صحیح مسلم، کتاب السلام، باب استحباب السلام علی الصبیان .

کلمات حدیث: مر علی صبیان : بچوں کے پاس سے گزرے، بچوں کے پاس سے گزر رہوا۔ مر مروراً (باب نصر) گزرنا۔ صبیان صبی (بچہ) کی جمع۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ بچوں سے بہت شفقت فرماتے اور ان کے ساتھ ساتھ محبت سے پیش آتے۔ آپ ﷺ اگر کہیں تشریف لے جا رہے ہوتے اور راستہ میں بچے مل جاتے تو آپ انہیں سلام کرتے تھے۔ آپ ﷺ انصار صحابہ کے گھر جاتے تو ان کے بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرتے اور انہیں سلام کرتے اور انہیں دعا دیتے تھے۔

(فتح الباري : ٣/٢٦٤ ـ شرح صحیح مسلم للنووي : ١٤/١٢٥)

البَابُ (۱۳۷)

بَابُ سَلَامِ الرَّجُلِ عَلَى زَوْجَتِهِ وَالْمَرْأَةِ مِنْ مَحَارِمِهِ وَعَلَىٰ اَجْنَبِيَّةٍ وَاَجْنَبِيَّاتٍ لَايَخَافُ الْفِتْنَةَ بِهِنَّ وَسَلَامِهِنَّ بِهٰذَا الشَّرْطِ

بیوی کو محارم عورتوں کو اوران عورتوں کو جن سے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو سلام کرنے کا جواز اوراسی شرط سے ان کا مردوں کو سلام کرنا

●●●●●●●●●●●●

۸۶۳. عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَتْ فِيْنَا امْرَأَةٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ: كَانَتْ لَنَا عَجُوْزٌ. تَأْخُذُ مِنْ اُصُوْلِ السِّلْقِ فَتَطْرَحُه فِي الْقِدْرِ وَتُكَرْكِرُ حَبَّاتٍ مِنْ شَعِيْرٍ فَاِذَا صَلَّيْنَا الْجُمُعَةَ وَانْصَرَفْنَا نُسَلِّمُ عَلَيْهَا فَتُقَدِّمُه اِلَيْنَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

قَوْلُه "تُكَرْكِرُ": اَيْ تَطْحَنُ.

(۸۶۳) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے محلے میں ایک عورت تھی اور ایک روایت میں ہے کہ بڑھیا تھی جو چقندر کی جڑیں ہانڈی میں ڈالتی اور اس میں جو کے دانے پیس کر ڈالتی اور جب ہم جمعہ کی نماز پڑھ کر آتے تو اسے سلام کرتے تو وہ یہ کھانا ہمیں پیش کرتی تھی۔ (بخاری) تکرکر پیستی تھی۔

تخریج حدیث(۸۶۳): صحيح البخاري، كتاب الجمعه، باب القائلة بعد الجمعة.

کلمات حدیث: اصول السلق: چقندر کی جڑیں۔ اصل، جڑ جمع اصول۔ قدر: ہانڈی جمع قدور. حبّات: جمع حبہ دانے۔

شرح حدیث: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بوڑھی مسکین خاتون تھی جو عمر رسیدہ تھی۔ وہ چقندر کی جڑیں اور جو کے دانے پیس کر اس کا دلیہ پکاتی تھی، ہم جمعہ کے روز نماز پڑھ کر واپس آتے تو اس بوڑھی عورت کو سلام کرتے اور وہ یہ دلیہ ہمارے آگے کر دیتی، اس سے معلوم ہوا کہ عمر رسیدہ عورتوں کو سلام کرنا جائز ہے یعنی جن سے فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔

(فتح الباري: ۱/۶۴۳۔ ارشاد الساري: ۲/۲۱۸)

●●●●●●●●●●●●

ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رسول اللہ ﷺ کو سلام کرنا

۸۶۴. وَعَنْ اُمِّ هَانِئٍ فَاخِتَةَ بِنْتِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَهُوَ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُه بِثَوْبٍ فَسَلَّمْتُ وَذَكَرَتِ الْحَدِيْثَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۸۶۴) حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں یوم فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی آپ ﷺ غسل فرما رہے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کیا ہوا تھا۔ میں نے سلام کیا۔ اس

کے بعد انہوں نے ایک طویل حدیث روایت کی۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۸۶۴): صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب تستر المغتسل بثوب ونحوه .

راوی حدیث: حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھیں۔ فتح مکہ کے دن اسلام لائیں جبکہ ان کا شوہر نجران بھاگ گیا۔ رسول اللہ ﷺ کو ان سے بہت تعلق تھا فتح مکہ کے دن ان کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہا سے ۴۶ احادیث مروی ہیں۔ (تهذيب التهذيب)

شرح حدیث: حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی چچازاد بہن تھی اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا، حضرت ام ہانی نے اپنے مشرک شوہر کو پناہ دی تھی، جبکہ حضرت علی ان کے قتل کا ارادہ رکھتے تھے، ام ہانی یہی مسئلہ لے کے آپ ﷺ کے پاس آئی تھیں آپ ﷺ نے ان کی پناہ کو برقرار رکھا۔ (نزهة المتقين : ۱/۶٤۹ـ فتح الباري : ۱/۳۸۲ـ شرح مسلم : ٤/۲٤)

عورتوں کی جماعت کو سلام کا ثبوت

۸٦٥. وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : مَرَّ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نِسْوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا، رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَهٰذَا لَفْظُ اَبِيْ دَاوٗدَ، وَلَفْظُ التِّرْمِذِيِّ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ فِي الْمَسْجِدِ يَوْمًا وَعُصْبَةٌ مِّنَ النِّسَآءِ قُعُوْدٌ فَاَلْوٰى بِيَدِهٖ بِالتَّسْلِيْمِ.

(۸٦٥) حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ہم چند عورتوں کے پاس سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے ہمیں سلام کیا۔ (ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور الفاظ ابو داؤد کے ہیں)

ترمذی میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز مسجد میں سے گزرے وہاں عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی، آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے انہیں سلام کا اشارہ کیا۔

تخریج حدیث(۸٦٥): سنن ابی داؤد، كتاب الادب، باب السلام على النساء . الجامع للترمذی، ابواب الاستيذان، باب ما جاء في التسليم على النساء .

کلمات حدیث: نسوة : عورتیں۔ جمع ہے اس کا واحد علی خلاف قیاس امرأۃ ہے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کے ایک مجمع کو سلام کیا اور ہاتھ سے اشارہ فرمایا تا کہ وہ متنبہ ہو جائیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ نامحرم عورتوں کو سلام نہ کرنا چاہیے البتہ اگر بوڑھی خواتین ہوں تو انہیں سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ حدیث اس سے پہلے بھی (حدیث ۵۲۲) میں گزر چکی ہے۔ (روضة المتقين : ۲/؟؟؟ـ دليل الفالحين : ۳۰۹)

الباب (۱۳۸)

بَابُ تَحْرِيْمِ اِبْتِدَائِنَا الْكَافِرَ بِالسَّلَامِ وَكَيْفِيَةِ الرَّدِّ عَلَيْهِمْ وَاسْتِحْبَابِ السَّلَامِ عَلىٰ اَهْلِ مَجْلِسٍ فِيْهِمْ مُسْلِمُوْنَ وَكُفَّارٌ

کفار کو سلام کی ابتداء کی حرمت اور ان کو جواب دینے کا طریقہ اس مجلس کو سلام کرنے کا استحباب جس میں مسلم اور کافر دونوں ہوں

۸۶۶۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَاتَبْدَؤُا الْيَهُوْدَ وَلَاالنَّصَارىٰ بِالسَّلَامِ، فَاِذَا لَقِيْتُمْ اَحَدَهُمْ فِیْ طَرِيْقٍ فَاضْطَرُّوْهُ اِلىٰ اَضْيَقِهٖ ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۸۶۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ کو سلام میں پہل نہ کرو، جب تم راستے میں کہیں ان سے ملو تو انہیں راستے کے تنگ حصے میں چلنے پر مجبور کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۸۶۶): صحیح مسلم، کتاب السلام، باب النھی عن ابتداء اھل الکتاب بالسلام و کیف یرد علیھم.

شرح حدیث: السلام اللہ کا اسم مبارک ہے کفار اور مشرکین اس قابل نہیں ہے کہ انہیں اللہ کے اس اسم گرامی سے مخاطب کیا جائے اور نہ وہ اس قابل ہیں کہ ان پر اللہ کی رحمت اور اس کی سلامتی بھیجی جائے درانحالیکہ وہ اللہ کی ناراضگی اور اس کے غضب کے مستحق ہیں۔ اسلام میں سلام کا طریقہ باہمی محبت اور مؤدت کے بڑھانے کے لیے ہے اور مسلمانوں کو اہل کفر سے دوستی اور محبت کا تعلق رکھنے سے منع کیا گیا ہے اگر غیر مسلم سلام میں پہل کریں تو انہیں صرف وعلیکم کہہ دیا جائے یا کہا جائے یہد یکم اللہ (اللہ تمہیں ہدایت دے۔)

(فتح الباري: ۲۶۸/۳۔ شرح صحیح مسلم للنووي: ۱۲۱/۱۴)

اہل کتاب کو سلام کے جواب کا طریقہ

۸۶۷۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ اَهْلُ الْكِتَابِ فَقُوْلُوْا : وَعَلَيْكُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۸۶۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اہل کتاب تمہیں سلام کریں تو کہا کرو، وعلیکم۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۸۶۷): صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب کیف یرد علی اھل الذمة بالسلام . صحیح مسلم، کتاب السلام باب النھی عن ابتداء اھل الکتاب بالسلام .

کلمات حدیث: اھل الکتاب : کتاب والے یعنی یہود و نصاریٰ۔

شرحِ حدیث: سلام کرنا اکرام واحترام کرنا ہے اور غیر مسلم اکرام واحترام کے مستحق نہیں ہے بلکہ ان سے اعراض اور فاصلہ چاہیے کہ ہم اسلام کے ماننے والے ہیں اور وہ دشمنانِ اسلام ہیں اگر وہ خود سلام کریں تو انہیں وعلیکم کہہ دیا جائے یعنی تمہارے اوپر وہ کچھ ہو جس کے تم مستحق ہو۔

کفار اور مسلمانوں کی مخلوط جماعت کو سلام کا طریقہ

٨٦٨. وَعَنْ أُسَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى مَجْلِسٍ فِيْهِ اَخْلَاطٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُشْرِكِيْنَ. عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ وَالْيَهُوْدِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(٨٦٨) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ایک مجلس پر گزر ہوا تو جس میں مسلمان بھی تھے، بت پرست بھی تھے، اور یہود بھی تھے تو آپ ﷺ نے ان کو سلام کیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (٨٦٨): صحيح البخاری، كتاب الاستيذان، باب التسليم على مجلس فيه اخلاط . صحيح مسلم، كتاب الجهاد و السير، باب فی دعاء النبي ﷺ وصبره على اذى المنافقين .

کلماتِ حدیث: اخلاط : ملے جلے۔ خلط خلطا (باب ضرب) ملنا۔ اکٹھا ہونا۔

شرحِ حدیث: امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ طریقہ مسنون یہ ہے کہ اگر ایسی مجلس سے گزر ہو جس میں مسلم اور غیر مسلم مجتمع ہوں کہ سلام کیا جائے اور نیت مسلمانوں کو سلام کرنے کی ہو اور ایسے مجمع کو سلام میں پہل کرنا بھی جائز ہے۔ اگر صرف غیر مسلم ہوں تو السلام علیٰ من اتبع الهدی کہا جائے یا السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین کہا جائے۔

(فتح الباري : ٢/ ٧١١۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ١٢/ ١٣٣)
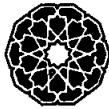
البَابُ (۱۳۹)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ السَّلَامِ اِذَا قَامَ مِنَ الْمَجْلِسِ وَفَارَقَ جُلَسَاءَهٗ اَوْجَلِيْسَهٗ
مجلس میں آتے جاتے سلام کرنا

۸۶۹. عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اِذَا انْتَهٰى اَحَدُكُمْ اِلَى الْمَجْلِسِ فَلْيُسَلِّمْ، فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَقُوْمَ فَلْيُسَلِّمْ، فَلَيْسَتِ الْاُوْلٰى بِاَحَقَّ مِنَ الْاٰخِرَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۸۶۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی مجلس میں پہنچے تو سلام کرے اور جب اٹھ کر جانے لگے جب بھی سلام کرے کہ پہلا سلام دوسرے سے زیادہ بہتر نہیں ہے۔ (ابو داؤد، ترمذی، ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۸۶۹): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب السلام إذا قام من المجلس . الجامع للترمذی، ابواب الاستیذان، باب ما جاء فی التسلیم عند القیام وعند القعود .

کلمات حدیث: أراد، إرادة (باب افعال) ارادہ کرنا، چاہنا۔

شرح حدیث: اسلامی ادب کا مقتضا یہ ہے کہ جب کوئی کسی کے پاس جائے یا کسی مجلس میں شریک ہو تو اس وقت بھی سلام کرے اور جب رخصت ہونے لگے یا مجلس سے اٹھنے لگے اس وقت بھی سلام کرے تا کہ سلامتی کے ساتھ آئے اور سلامتی لے کر جائے اور سلامی دے کر جائے امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ پہلا سلام بھی سنت ہے اور اس کا جواب دینا واجب ہے اور دوسرا سلام بھی سنت ہے اور اس کا جواب دینا بھی واجب ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اہل مجلس کو دونوں مرتبہ اس کے سلام کا جواب دینا چاہیے۔ (تحفة الاحوذي : ۵۱٦/۷)

الباب (۱٤٠)

بَابُ الْاِسْتِئذَان وَ اٰدَابِہٖ

اجازت طلب کرنے اور اس کے آداب کا بیان

۲۷۲. قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ :

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَدْخُلُواْ بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُواْ وَتُسَلِّمُواْ عَلَىٰٓ أَهْلِهَا ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں کو سلام نہ کر لو۔'' (النور:۲۷)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں اہل ایمان کو حکم فرمایا گیا ہے کہ اگر اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں داخل ہو تو پہلے اجازت طلب کرو اور اہل خانہ کو سلام کرو۔ یعنی گھر میں جانے سے پہلے اجازت طلب کرو کہ فلاں شخص اندر آنا چاہتا ہے اور سلام کرو پھر اجازت ملنے پر گھر کے اندر جاؤ۔ آیت کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ خواہ بہت ہی قریبی محارم ہوں جیسے ماں بہن وغیرہ تب بھی اجازت لے کر اور سلام کر کے اندر جانا چاہیے۔ (معارف القرآن)

بچہ جب بالغ ہو جائے تو وہ بھی اجازت لے

۲۷۳. وَقَالَ تَعَالیٰ :

﴿ وَإِذَا بَلَغَ ٱلْأَطْفَـٰلُ مِنكُمُ ٱلْحُلُمَ فَلْيَسْتَـْٔذِنُواْ كَمَا ٱسْتَـْٔذَنَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اور جب تمہارے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو وہ اسی طرح اجازت طلب کریں جیسے ان سے پہلے لوگ اجازت مانگتے تھے۔''

(النور:۵۹)

تفسیری نکات: اس آیت میں فرمایا کہ جب بچہ ذرا بڑے ہو جائیں اگرچہ وہ ابھی بالغ نہ ہوئے ہوں ان کو بھی یہی تعلیم دی جائے کہ وہ جب گھر میں داخل ہوں تو وہ اسی طرح اجازت لے کر اندر آئیں جیسے بڑے اجازت لے کر اندر آتے ہیں اور آیت کے عموم میں وہ محارم اور اقارب بھی داخل ہیں جو ایک ہی گھر میں رہتے ہوں ان کے لیے بھی استیذان مستحب ہے۔ (معارف القرآن)

اجازت تین بار طلب کرے

۸۷۰. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

"اَلْاِسْتِئْذَانُ ثَلَاثٌ، فَاِنْ اُذِنَ لَکَ وَاِلَّا فَارْجِعْ ." "مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ"

(۸۷۰) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ استیذ ان (اجازت طلب کرنا) تین مرتبہ ہے اگر اجازت مل جائے تو درست ورنہ لوٹ جائے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۸۷۰): صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب التسلیم و الاستیذان ثلاثا . صحیح مسلم، اول کتاب الاستیذان .

کلماتِ حدیث: استیذان : اجازت طلب کرنا۔ إذن : اجازت، اجازت لینا۔

شرحِ حدیث: جب آدمی کسی کے گھر جائے تو تین مرتبہ اجازت طلب کرے اگر اجازت ملے تو گھر میں جائے ورنہ واپس ہو جائے۔ یعنی اہل خانہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ چاہیں اندر آنے کی اجازت دیں یا نہ دیں، یعنی اگر صاحب بیت کسی دینی یا دنیاوی کام میں مشغول ہو تو وہ آنے والے سے معذرت کرلے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ گھبرائے ہوئے ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلوایا ہے میں ان کے پاس گیا اور ان کے دروازے پر تین مرتبہ سلام کیا لیکن مجھے جواب نہیں ملا میں واپس چلا آیا پھر بعد میں ملاقات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ تمہیں میرے پاس آنے میں کیا مانع ہوا میں نے کہا کہ میں آیا تھا اور آپ کے دروازے پر کھڑے ہو کر میں نے تین مرتبہ سلام کیا لیکن آپ نے جواب نہیں دیا تو میں واپس آ گیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور اسے اجازت نہ ملے تو وہ واپس ہو جائے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! تم اس پر گواہ لاؤ گے۔ اب تم بتاؤ تم میں سے کس نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ حضرت ابی بن کعب نے کہا کہ اللہ کی قسم تمہارے ساتھ لوگوں میں سب سے کم سن صحابی جائے گا۔ لوگوں میں میں سب سے چھوٹا تھا تو میں ان کے ساتھ گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح فرمایا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ استیذ ان حکم شرعی ہے اور اس پر قرآن وسنت کے دلائل موجود ہیں اور اجماع امت بھی ہے۔ اس میں مسنون طریقہ یہ ہے کہ تین مرتبہ سلام کرے اور تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور بہتر یہ ہے کہ پہلے سلام کرے اور پھر اجازت طلب کرے یعنی اس طرح کہے السلام علیکم کیا میں اندر آ جاؤں؟

(فتح الباري: ٢٦٢/٣ ـ تحفة الأحوذي: ٤٩٧/٧ ـ شرح صحيح مسلم للنووي: ١١٠/١٤ ـ ارشاد الساري: ٢٤٨/١٣)

اجازت کے ساتھ داخل ہونے کی حکمت

۸۷۱. وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا جُعِلَ الْإِسْتِئْذَانُ مِنْ اَجْلِ الْبَصَرِ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۸۷۱) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ استیذ ان تو نگاہ کی بناء پر ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۸۷۱): صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب الاستیذان من اجل البصر . صحیح مسلم، کتاب الاستیذان، باب تحریم النظر فی بیت غیرہ.

کلمات حدیث: من اجل البصر : نگاہ کی وجہ سے،نظر کی بناء پر۔ بصر : نگاہ،نظر۔ بصر بصارۃ (باب کرم) دیکھنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گھر میں اجازت لے کر اندر جانے کی حکمت یہ ہے کہ آنے والے کی نظر گھر والوں پر نہ پڑے یعنی بعض اوقات آدمی اپنے گھر میں ایسے گھریلو مشاغل میں مصروف ہوتا ہے جن کے بارے میں وہ چاہتا ہے کہ دوسرے اس پر مطلع نہ ہوں، علاوہ گھر میں خواتین اپنے گھریلو مشاغل میں مصروف ہوں گی اور وہ نامحرم بھی ہوں گی اس لیے گھر میں جانے سے پہلے اجازت طلب کرنا چاہیے، خواہ گھر میں صرف اس کی ماں ہو جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اگر گھر میں صرف ماں ہی ہو اور یہ بیٹا ماں کے ساتھ اسی گھر میں رہتا ہو تب بھی اجازت لے کر جائے۔

ادب یہ ہے کہ جب کسی گھر میں اندر آنے کی اجازت طلب کرے تو دروازے سے ہٹ کر کھڑا ہو کہ استیذ ان اسی لیے کہ گھر کے افراد پر نظر نہ پڑے۔ ترمذی نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ جب کسی گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرے کہ وہ اجازت ملنے سے پہلے اس گھر کے اندر دیکھے کیونکہ اگر اس نے دیکھ لیا تو وہ گھر میں داخل ہو گیا، یعنی گھر میں داخل ہو کر بھی وہ اہل خانہ کو دیکھتا اس نے اجازت ملنے سے پہلے ہی دیکھ لیا تو استیذان کی کیا ضرورت باقی رہی۔ ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب نگاہ اندر پڑ گئی تو اجازت کی کیا ضرورت باقی رہ گئی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس آنکھ میں اجازت لینے سے پہلے گھر کا منظر آ گیا وہ فاسق ہو گیا۔

حدیثِ مذکورہ استیذ ان تو نگاہ کی بناء پر ہے کا سبب الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کیا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے حجرے میں کسی سوراخ سے جھانک رہا تھا آپ ﷺ اس وقت لوہے کی کنگھی سر مبارک میں فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ کو علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ تو اس طرح جھانک رہا ہے تو میں یہ کنگھی تیری آنکھ میں گھسا دیتا استیذان کا حکم تو نگاہ ہی کی بناء پر ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ عسقلانی فرماتے ہیں کہ استیذ ان ہر حالت میں ہے خواہ آدمی جس کے گھر میں داخل ہو وہ اس کے محرم ہوں یعنی ماں اور بہن ہی کیوں نہ ہوں۔ کسی شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا میں اپنی ماں کے پاس جانے کی بھی اجازت لوں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ تو کسی وقت گھر میں داخل ہو اور وہ ایسے حال میں ہے جو تمہیں پسند نہ ہو۔ کسی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا میں اپنی بہن کے گھر جانے کی اجازت لوں حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہاں تو اس نے کہا کہ اس کو تو میں نے پالا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تمہیں پسند ہو گا کہ وہ لباس تبدیل کر رہی ہو اور تمہاری نظر اس پر پڑ جائے۔

(فتح الباري : ٣/٢٦١ ـ إرشاد الساري : ١٣/٢٤٥ ـ شرح صحيح مسلم : ١٤/١١٤ ـ تحفة الأحوذي : ٧/٥٦٠)

اجازت لینے کا مسنون طریقہ

۸۷۲. وَعَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ عَامِرٍ اَنَّه' اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَيْتٍ فَقَالَ : اَاَلِجُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَادِمِه "اُخْرُجْ اِلٰى هٰذَا فَعَلِّمْهُ الْاِسْتِئْذَانَ فَقُلْ لَه' قُلْ : اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ، اَاَدْخُلُ؟ فَسَمِعَهُ الرَّجُلُ فَقَالَ : اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَاَدْخُلُ؟ فَاَذِنَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ : رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

(۸۷۲) حضرت ربعی بن حراش سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم میں سے ایک شخص نے بیان کیا کہ بنی عامر کے ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے اجازت طلب کی، آپ ﷺ اس وقت گھر میں موجود تھے اس شخص نے کہا کہ کیا میں داخل ہو جاؤں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ باہر جاؤ اور اس شخص کو اجازت کا طریقہ سکھاؤ اس سے کہو کہ یہ اس طرح کہے السلام علیکم کیا میں اندر آجاؤں؟ اس شخص نے یہ بات سن لی اور کہا السلام علیکم کیا میں اندر آجاؤں؟ نبی کریم ﷺ نے اسے اجازت دی اور وہ اندر آیا۔

(ابوداؤد، بسند صحیح)

تخریج حدیث (۸۷۲): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کیفیة الاذن.

کلمات حدیث: أألج : کیا میں داخل ہو جاؤں۔ ولج ولوجا (باب ضرب) داخل ہونا، گھسنا، دشواری کے ساتھ اندر آنا۔ قرآن کریم میں ہے: ﴿ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ﴾ یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں گھس جائے۔

شرح حدیث: نبی کریم ﷺ شفیق و رحیم تھے اور امت کی تعلیم بہت محبت اور انتہائی شفقت سے فرماتے تھے، دروازے پر کوئی شخص آیا اور اس نے کہا کہ کیا میں داخل ہو جاؤں آپ ﷺ نے خدام سے فرمایا جاؤ تم جا کر اسے بتاؤ کہ اس طرح کہتے ہیں۔ اس شخص نے باہر سے سن لیا اور اس نے کہا کہ السلام علیکم کیا میں اندر آجاؤ؟

منجملہ آداب استیذان کے ایک اہم بات یہ ہے کہ آدمی بالکل دروازے کے سامنے نہ کھڑا ہو بلکہ دروازے کے دائیں جانب یا بائیں جانب کھڑا ہو۔ چنانچہ طبرانی نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور دروازے کے بالکل سامنے کھڑا ہو گیا اور اجازت طلب کی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح ہٹ کر کھڑے ہو۔ اجازت طلب کرنا نظر کی وجہ سے ہے۔ ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا ہے زمانہ نبوت میں لوگوں کے گھروں پر پردے نہیں ہوتے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں استیذان کا حکم فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے فراخی عطا فرمائی تو پھر میں نے نہیں دیکھا کہ

کوئی اس پر عمل کرتا ہو، ابن عبد البر کہتے ہیں کہ پھر لوگ دروازے کھٹکھٹانے لگے۔ حضرت عبداللہ بن بسرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو دائیں یا بائیں کونے پر کھڑے ہوتے کیونکہ اس وقت دروازوں پر پردے نہیں ہوتے تھے۔

(روضة المتقين : ۲/ ۳۹۵ـ دليل الفالحين : ۳/ ۳۱٤)

. . . .

سلام کے بعد اندر آنے کی اجازت لے

۸۷۳. وَعَنْ كِلْدَةَ بْنِ الْحَنْبَلِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ وَلَمْ اُسَلِّمْ : فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِرْجِعْ فَقُلْ : اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَاَدْخُلُ؟ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ !!

(۸۷۳) حضرت کلدة بن حنبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور سلام کیے بغیر ہی اندر داخل ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ نے جاؤ اور کہو السلام علیکم کیا میں اندر آ جاؤں؟ (ابوداؤد، ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۸۷۳): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب كيفية الاستيذان . الجامع للترمذی، ابواب الاستیذان، باب ما جاء فی التسليم قبل الاستيذان .

راوی حدیث: حضرت کلدة بن حنبل رضی اللہ عنہ صحابی ہیں ان سے استیذان کے بارے میں ایک حدیث مروی ہے۔

(التقريب، تهذيب التهذيب)

شرح حدیث: حدیث مبارک میں تعلیم ہے کہ جو آدمی اپنے گھر میں یا کسی اور کے گھر میں جائے اولاً سلام کرے اور پھر اجازت طلب کرے۔ استیذان کا یہ مسنون طریقہ ہے اور صاحب خانہ کو حق حاصل ہے کہ وہ ایسے شخص کو جو سلام و استیذان کے حکم پر عمل نہ کرے اجازت نہ دے بلکہ اس کو متنبہ کر کے اور اسے گھر میں آنے کے مسنون طریقہ کی تعلیم دے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس شخص کو اندر آنے کی اجازت نہ دیتے جو پہلے سلام نہ کرتا۔ (تحفة الأحوذي : ۷/ ۵۲۲ـ دليل الفالحين : ۳/ ۳۱۵)

الباب (١٤١)

بَابُ بَيَانِ اَنَّ السُّنَّةَ اِذَا قِيلَ لِلْمُسْتَأذِنِ مَنْ اَنْتَ؟ اَنْ يَقُولَ فُلَانٌ فَيُسَمِّيَ نَفْسَهُ بِمَا يُعْرَفُ بِهِ مِنْ اِسْمٍ اَوْ كُنْيَةٍ وَكَرَاهَةِ قَوْلِهِ "اَنَا" وَنَحْوِهَا

مسنون طریقہ یہ ہے کہ جب اجازت طلب کرنے والے سے پوچھا جائے کہ کون ہے تو اپنا وہ نام اور کنیت بتائے جس سے وہ متعارف ہو اور میں یا اس طرح کا لفظ کہنا ناپسندیدہ ہے

---

۸۷۴. عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي حَدِيْثِهِ الْمَشْهُوْرِ فِي الْاِسْرَآءِ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " ثُمَّ صَعِدَبِيْ جِبْرِيْلُ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ، فَقِيْلَ : مَنْ هٰذَا؟ قَالَ : جِبْرِيْلُ، قِيْلَ : وَمَنْ مَّعَكَ،؟ قَالَ : مُحَمَّدٌ. ثُمَّ صَعِدَ اِلَى السَّمَآءِ الثَّانِيَةِ.

وَالثَّالِثَةِ وَالرَّابِعَةِ، وَسَآئِرِ هِنَّ وَيُقَالُ فِيْ بَابِ كُلِّ سَمَآءٍ : مَنْ هٰذَا؟ فَيَقُوْلُ : جِبْرِيْلُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۸۷۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی مشہور حدیث اسراء میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر مجھے جبرئیل آسمانِ دنیا پر لے کر گئے اور دروازہ کھلوایا تو پوچھا گیا کہ کون؟ بتایا کہ جبرئیل پوچھا گیا کہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا کہ محمد پھر دوسرے تیسرے اور چوتھے اور تمام آسمانوں پر لے کر گئے ہر آسمان کے دروازے پر پوچھا جاتا کون؟ اور یہ کہتے جبرئیل۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۸۷۴): صحيح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة . صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب الاسراء برسول ﷺ.

کلماتِ حدیث: الاسراء: رسولِ کریم ﷺ کا سفرِ معراج۔ اسری اسراء (باب افعال) رات کو لے کر چلنا۔ اسری بعبده : اپنے بندے کو رات کو لے کر چلا۔ سری سرية : رات کا سفر۔

شرحِ حدیث: شبِ معراج میں رسولِ کریم ﷺ ساتوں آسمانوں پر لے جائے گئے۔ جس آسمان پر تشریف لے جاتے وہاں پوچھا جاتا کہ کون ہے؟ حضرت جبرئیل جواب میں کہتے کہ جبرئیل۔ پھر پوچھا جاتا کہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام فرماتے کہ محمد۔ اس پر مرحبا کی صدائیں بلند ہوتیں اور آسمان کے فرشتے رسول اللہ ﷺ کو سلام کرتے۔

اس مقام پر حدیث طویل کے اس حصے کے ذکر سے مقصود یہ استدلال ہے کہ جب آدمی کسی کے گھر جا کر اجازت طلب کرے تو واضح طور پر اپنا نام بتائے اور کوئی ایسا لفظ جیسے "میں" وغیرہ نہ کہے جس سے ابہام پیدا ہو اور بلاوجہ صاحب خانہ کو الجھن ہو اور اسے بار بار پوچھنا پڑے۔

(فتح الباري : ٢٦٣/٢ ـ روضة المتقين : ٣٩٦/٢ ـ دليل الفالحين : ٣١٦/٣)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا نام ظاہر کرنا

۸۷۵. وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : خَرَجْتُ لَيْلَةً مِنَ اللَّيَالِیْ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِیْ وَحْدَهٗ، فَجَعَلْتُ اَمْشِیْ فِیْ ظِلِّ الْقَمَرِ، فَالْتَفَتَ فَرَاٰنِیْ فَقَالَ "مَنْ هٰذَا ؟ فَقُلْتُ : اَبُوْذَرٍّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۸۷۵) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں باہر نکلا تو رسول اللہ ﷺ تنہا چلتے ہوئے نظر آئے میں بھی چاند کی روشنی میں چلا، آپ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور آپ ﷺ نے مجھے دیکھ لیا اور فرمایا کہ کون ہے؟ میں نے کہا ابوذر! اللہ مجھے آپ پر قربان کردے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۸۷۵): صحیح بخاری، کتاب الرقاق. باب المکثرون۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الترغیب فی الصدقۃ.

کلمات حدیث: فالتفت فرأنی : آپ ﷺ متوجہ ہوئے اور آپ نے مجھے دیکھا۔ آپ ﷺ نے التفات کیا اور مجھے دیکھ لیا۔ لفت لفتا (باب ضرب) دائیں یا بائیں مڑنا، متوجہ ہونا۔ لفت النظر : نظر گھما کر دیکھنا۔ التفات : (باب افتعال) مائل ہونا، متوجہ ہونا، گھومنا۔

شرح حدیث: صحابہ کرام رسول کریم ﷺ کے ارشادات سننے اور آپ ﷺ سے دینی اور روحانی استفادہ کے لیے ہر وقت آپ ﷺ کے ساتھ رہتے اور اگر آپ کہیں تشریف لے جاتے تو صحابہ کرام کو یہ تامل ہوتا کہ کہیں آپ کے دشمن آپ کو نقصان نہ پہنچائیں یا آپ ﷺ کو کسی خدمت کی ضرورت ہو اور بروقت کوئی موجود نہ ہو تو اس لیے آپکے پیچھے پیچھے جاتے تا کہ اگر کہیں اور کوئی بات پیش آئے فوراً اپنے آپ کو خدمتِ اقدس پیش کردیں۔ چنانچہ جب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آپ ﷺ رات کے وقت کہیں جا رہے ہیں تو وہ آپ کے پیچھے چلے اور جب رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا کہ کون ہے؟ تو فرمایا کہ ابوذر، اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔

شیخین کی ایک روایت میں زمان ومکان کی تعیین بھی ہے کہ آپ رات کے وقت حرہ مدینہ میں جارہے تھے حرہ مدینہ منورہ کے شمالی جانب معروف جگہ ہے۔ بہرحال اس موقعہ پر حضرت ابوذر نے اپنا نام صراحت کے طور پر بتایا اور یہی اس حدیث کے یہاں ذکر کرنے کا مقصد ہے کہ جب کوئی پہچاننے کے لیے پوچھے کہ کون ہے؟ تو جواب میں واضح طور پر نام بتانا چاہیے تا کہ تردد اور التباس باقی نہ رہے اور دوبارہ سوال کی ضرورت نہ پیش آئے۔ (روضۃ المتقین : ۳۹۸/۲۔ دلیل الفالحین : ۳۱۷/۳)

---

۸۷۶. وَعَنْ اُمِّ هَانِیءٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: اَتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهٗ فَقَالَ : " مَنْ هٰذِهٖ؟ " فَقُلْتُ : اَنَا اُمُّ هَانِیءٍ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

حدیث (۸۷۶) حضرت ام ھانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی آپ غسل فرمارہے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ پر پردہ کیا ہوا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا کہ

میں ام ہانی ہوں۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۸۷۶): صحیح البخاری، کتاب الغسل، باب التستر فی الغسل عند الناس . صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب تستر المغتسل بثوب ونحوه .

شرح حدیث: مقصودِ حدیث پاک یہ ہے کہ جب پوچھا جائے کہ کون ہے؟ تو بصراحت بتایا جائے کہ میرا یہ نام ہے اور اسی غرض کے لیے امام نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو یہاں دوبارہ ذکر کیا ہے، جبکہ یہ حدیث اس سے پہلے حدیث ۷۶۴ میں گزر چکی ہے۔

(نزهة المتقين : ١/٦٥٤)

جواب میں ''میں ہوں'' کہنے کی مذمت

۸۷۷. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَقَقْتُ الْبَابَ فَقَالَ، ''مَنْ هٰذَا؟'' فَقُلْتُ اَنَا، فَقَالَ : اَنَا اَنَا؟'' كَاَنَّه' كَرِهَهَا، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۸۷۷) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا میں نے دروازہ کھٹکھٹایا، آپ ﷺ نے پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا کہ میں ہوں۔آپ نے فرمایا میں میں اور آپ ﷺ نے اس جواب کو ناپسند فرمایا۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۸۷۷): صحيح البخاری، کتاب الاستيذان، باب كراهية قول المستأذن أنا إذا قيل من هذا.

کلماتِ حدیث: فدققت الباب : میں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ دق دقا (باب نصر) دروازہ کھٹکھٹانا۔

شرح حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔اس سے معلوم ہوا کہ دروازہ کھٹکھٹانا جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ادب المفرد میں یہ حدیث بھی ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر کے دروازے پر انگلیوں کے ناخنوں سے ٹھک ٹھک کیا جاتا۔صحابہ کرام ایسا حسن ادب کی خاطر سے کرتے تھے کہ زیادہ تیز آواز نہ ہو اور معمولی آواز ہو کہ آپ ﷺ قریب ہوں تو سن لیں اور اگر آپ قریب نہ ہوتے تب دروازہ کھٹکھٹایا جاتا۔سہیلی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر کوئی کنڈی وغیرہ نہ تھی اس لیے صحابہ کرام ناخنوں سے کھٹکھٹاتے مگر اصل بات یہ ہے کہ صحابہ کرام ایسا ادب واحترام کی وجہ سے کرتے تھے۔

اس حدیثِ مبارک سے بھی یہ بات واضح ہوئی کہ جب استیذان کے وقت صاحبِ خانہ دریافت کرے کہ کون ہے؟ تو وضاحت کے ساتھ نام بتانا چاہیے اور کسی مبہم جواب سے گریز کرنا چاہیے کہ اس کے بعد پھر مزید سوال کرنا پڑے چنانچہ جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ہوں تو آپ ﷺ نے اس جواب کو ناپسند فرمایا۔امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس طرح کے جواب میں کراہت کا پہلو یہ ہے کہ یہ جواب نامکمل ہے اور اس کے بعد پھر سوال کرنے کی ضرورت باقی رہتی ہے۔

(فتح الباري : ٣/٢٦٦ـ ارشاد الساري : ١٣/٢٥٢ـ روضة المتقين : ٢/٣٩٨ـ دليل الفالحين : ٣/٣١٨)

البَابُ (١٤٢)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ تَشْمِيتِ الْعَاطِسِ اِذَا حَمِدَاللّٰهَ تَعَالىٰ وَ كَرَاهَةِ تَشْمِيتِهٖ اِذَا لَمْ يَحْمَدِاللّٰهَ تَعَالىٰ وَبَيَانِ اٰدَابِ التَّشْمِيتِ وَالْعُطَاسِ وَالتَّثَاؤُبِ

چھینکنے والے کے الحمد للہ کہنے کے جواب میں یرحمک اللہ کہنے کا استحباب اور بغیر اس کے الحمد للہ کہے یرحمک اللہ کہنے کی کراہت چھینکنے والے کے جواب اور چھینکنے اور جمائی لینے کے آداب

٨٧٨. عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ”اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ، وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ، فَاِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ وَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالىٰ كَانَ حَقًّا عَلىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهٗ اَنْ يَقُوْلَ لَهٗ: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ وَاَمَّا التَّثَاؤُبُ فَاِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطَانِ فَاِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهٗ مَااسْتَطَاعَ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا تَثَاءَبَ ضَحِكَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ“ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۸۷۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ چھینکنے کو پسند فرماتے ہیں اور جمائی لینے کو ناپسند فرماتے ہیں۔ اگر تم میں سے کسی کو چھینک آجائے اور وہ الحمد للہ کہے تو ہر مسلمان جس نے اسے الحمد للہ کہتے ہوئے سنا ہے اس پر حق ہے کہ وہ یرحمک اللہ کہے۔ البتہ جمائی لینا شیطان کی طرف سے ہے اس لیے اگر تم میں سے کسی کو جمائی آجائے تو اسے حتی الوسع روکنے کی کوشش کرے کیونکہ جب تم میں سے کوئی جمائی لیتا ہے تو شیطان اس پر ہنستا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۸۷۸): صحيح البخاری، کتاب الادب، باب ما يستحب من العطاس ويكره من التثاؤب .

کلمات حدیث: عطاس : چھینک۔ عطس عطسا وعطاساً (باب ضرب) چھینکنا۔ تثاؤب : جمائی۔ تثاء ب : جمائی لی۔

شرح حدیث: امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چھینک سے مسام کھلتے ہیں اور بدن ہلکا ہوتا ہے جس سے عبادت میں نشاط پیدا ہوتا ہے جبکہ جمائی سستی اور کاہلی کی علامت اور بالعموم خوش خوراکی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ چھینکنا پسندیدہ اور جمائی لینا ناپسندیدہ ہے اور جہاں تک قدرت ہو جمائی کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

غرض اگر کسی کو چھینک آجائے اور وہ اس سے فارغ ہو کر الحمد للہ کہے تو جو اس کی الحمد للہ سنے ضرور اسے یرحمک اللہ کہے۔ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمائی کو شیطان کی جانب منسوب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ شیطان انسانی نفس کی ہوئی کو ابھارتا اور خواہشات کو مزین بنا کر پیش کرتا ہے۔ سو جب جمائی لینے والا منہ کھولتا ہے اور ”ہا“ کی آواز نکالتا ہے شیطان خوش ہوتا ہے کیونکہ اس حالت میں انسان کی شکل متغیر ہو جاتی ہے۔ بہر حال جب جمائی آئے تو اسے روکنے کی کوشش کرنی چاہیے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اسے چاہیے کہ اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لے۔

(فتح الباري : ٢٧٧/٢ ـ ارشاد الساري : ١٩٩/٧)

چھینکنے والا ''الحمدللہ'' کہے تو جواب میں ''یرحمک اللہ'' کہا جائے

۸۷۹. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ: اَلْحَمْدُلِلّٰهِ، وَلْيَقُلْ لَهٗ اَخُوْهُ اَوْصَاحِبُهٗ : يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، فَاِذَا قَالَ لَهٗ : يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، فَلْيَقُلْ : يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ" رَوَاهُ الْبُخَارِيّ.

(۸۷۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو الحمدللہ کہے اور اس کا بھائی یا اس کا ساتھی یرحمک اللہ کہے اور جب وہ یرحمک اللہ کہے تو چھینکنے والا کہے:

" یهدیکم الله ویصلح بالکم ."

''اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارے حال کی اصلاح فرمائے۔'' (بخاری)

تخریج حدیث (۸۷۹): صحيح البخاری، کتاب الادب، باب إذا عطس کیف یشمت .

کلمات حدیث: بالکم : تمہارا دل، تمہارا حال۔ بال : دل۔ ما بالك : تمہارا کیا حال ہے؟

شرح حدیث: اگر کسی کو چھینک آئے تو اسے چاہیے کہ وہ فارغ ہو کر الحمدللہ کہے اور جو اس کی الحمدللہ سنے وہ یرحمک اللہ کہے اور چھینکنے والا کہے: یهدیکم الله ویصلح بالکم . حنفی فقہاء کے نزدیک یرحمک اللہ کہنا واجب علی الکفایہ ۔ یعنی اگر چھینکنے والے کی الحمدللہ سننے والے متعدد لوگ ہوں اور ان میں سے کوئی ایک یرحمک اللہ کہہ دے تو سب کی طرف سے کافی ہو جائے گا۔ علماء کی ایک جماعت کے نزدیک چھینکنے والے کی الحمدللہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا ہر سننے والے پر واجب ہے۔ شافعی فقہاء کے نزدیک چھینکنے والے کی الحمدللہ کے جواب میں کسی ایک کا یرحمک اللہ کہہ دینا کافی ہے لیکن ہر ایک کا کہنا افضل ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے ایک قول کے مطابق الحمدللہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا واجب ہے اور ایک اور قول کے مطابق مسنون ہے۔

(فتح الباري : ۳/ ۲۵۰ ۔ ارشاد الساري : ۱۳/ ۲۲٤ ۔ روضة المتقين : ۲/ ٤۰۲)

چھینکنے والا الحمدللہ نہ کہے تو جواب نہ دیا جائے

۸۸۰. وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : " اِذَاعَطَسَ اَحَدُكُمْ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتُوْهُ، فَاِنْ لَمْ يَحْمَدِ اللّٰهَ فَلَا تُشَمِّتُوْهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۸۸۰) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ الحمدللہ کہے تو تم یرحمک اللہ کہو اور اگر وہ الحمدللہ نہ کہے تو تم یرحمک اللہ نہ کہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۸۸۰): صحيح مسلم، کتاب الزهد و الرقاق ، باب تشمیت العاطس .

کلمات حدیث: فشمتوه : اسے دعادو، اسے یرحمک اللہ کہو۔ تشمیت العاطس : چھینکنے والے کی الحمد للہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں فرمایا گیا کہ جس آدمی کو چھینک آئے اور وہ فارغ ہو کر الحمد للہ کہے تو اس کو یرحمک اللہ کہا جائے اور اگر وہ چھینکنے کے بعد الحمد للہ نہ کہے تو اسے یرحمک اللہ نہ کہا جائے کیونکہ یرحمک اللہ یعنی اللہ تجھ پر رحم فرمائے یہ دعاء اس کے الحمد للہ کہنے پر دی جاتی ہے کہ جب اللہ نے تجھے حمد کی اور شکر کی توفیق بخشی ہے تو میری دعا ہے کہ وہ تجھ پر رحم بھی فرمائے، تجھ پر اپنی مہربانیاں فرمائے اور تجھے نعمتیں عطا فرمائے۔ قاضی کہتے ہیں کہ چھینکنے والے کے کلمات حمد کے بارے میں متعدد آراء ہیں ایک یہ ہے کہ الحمد للہ کہے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ الحمد للہ رب العالمین کہے اور تیسری رائے یہ ہے کہ الحمد للہ علی کل حال کہے ابن جریر فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ ان کلمات میں سے جو کلمہ چاہے کہے مقصود حمد ادا ہو جائے گا۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۸/ ۹٤۔ روضة المتقين : ۲/ ٤۰۲)

****

رسول اللہ ﷺ کا انداز تربیت

۸۸۱. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَشَمَّتَ اَحَدَھُمَا وَلِمْ یُشَمِّتِ الْاٰخَرَ، فَقَالَ الَّذِیْ لَمْ یُشَمِّتْہُ : عَطَسَ فُلَانٌ فَشَمَّتَّہُ وَعَطَسْتُ فَلَمْ تُشَمِّتْنِیْ؟ فَقَالَ "ھٰذَا حَمِدَاللّٰہَ وَاِنَّکَ لَمْ تَحْمَدِ اللّٰہَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

(۸۸۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں دو افراد کو چھینک آئی آپ ﷺ نے ایک کو یرحمک اللہ کہا اور دوسرے سے نہیں کہا۔ تو جس کو آپ ﷺ نے یرحمک اللہ نہیں کہا تھا اس نے عرض کیا کہ فلاں کو چھینک آئی تو آپ ﷺ نے یرحمک اللہ کہا اور مجھے چھینک آئی تو آپ ﷺ نے یرحمک اللہ نہیں فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے الحمد للہ کہا اور تم نے الحمد للہ نہیں کہا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۸۸۱): صحیح البخاری، کتاب الادب، باب لا یشمت العاطس إذا لم یحمد . صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقاق : باب تشمیت العاطس .

شرح حدیث: حدیث مبارک میں بیان ہوا کہ یرحمک اللہ کہے جانے کا مستحق وہی ہے جو چھینک آنے کے بعد الحمد للہ کہے اگر چھینک آنے کے بعد کوئی الحمد للہ نہیں کہتا تو اسے یرحمک اللہ نہیں کہا جائے گا۔ البتہ چھینکنے والا الحمد للہ کہے تو پھر سننے والا اسے ضرور یرحمک اللہ کہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی صحیحین کی حدیث ہے کہ ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان بھائی پر پانچ باتیں واجب ہیں سلام کا جواب دینا، چھینک کے بعد الحمد للہ کہنے والے کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا، دعوت قبول کرنا، مریض کی عیادت کرنا اور جنازہ کے ساتھ چلنا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں بیان کیا کہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا کہ امام ابو داؤد صاحب

السنن جہاز میں سوار ہو گئے تھے، انہوں نے سنا کہ کسی نے ساحل پر چھینک آنے کے بعد الحمدللہ کہا تو وہ فوراً جہاز سے اتر کر ایک درہم کے بدلے ایک چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر ساحل پر آئے اور اس شخص کو یرحمک اللہ کہہ کر آئے اور پھر جہاز پر سوار ہو گئے۔ کسی نے اس عمل کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے سوچا کہ ہوسکتا ہے کہ وہ مستجاب الدعوات ہو۔ اس کے بعد بعض لوگوں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ اے جہاز والو! ابوداؤد نے ایک درہم میں جنت خرید لی۔ واللہ اعلم

(فتح الباري : ۳/۲۴٦۔ ۲۵۱۔ ارشاد الساري : ۱۳/۲۲۰)

چھینکنے کے وقت اہل مجلس کا خیال رکھنا

۸۸۲. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَطَسَ وَضَعَ يَدَهُ اَوْثَوْبَه، عَلٰی فِيْهِ وَخَفَضَ. اَوْغَضَّ. بِهَا صَوْتَه، شَكَّ الرَّاوِیْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۸۸۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب چھینک آتی تو آپ ﷺ اپنا ہاتھ یا کپڑا منہ پر رکھ لیتے اور اپنی آواز کو ہلکا یا پست کر لیتے۔ (ابوداؤد، ترمذی اور ترمذی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۸۸۲): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی العطاس . الجامع للترمذی، ابواب الاستیذان، باب ما جاء فی خفض الصوت و تغیر الوجه العطاس .

کلماتِ حدیث: خفض : جھکایا، نیچے کیا، کم کیا۔ خفض صوته : اپنی آواز کو کم کیا۔ غض : جھکایا، پست کیا۔ غض صوته : اپنی آواز کو پست کیا۔ غض بصره : اپنی نگاہ کو نیچا کیا۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ انتہائی اعلیٰ اور بلند تھے، آپ ﷺ کو اگر چھینک آجاتی تو آپ ﷺ چہرہ انور پر کپڑا ڈال لیتے یا دست مبارک منہ پر رکھ لیتے اور آواز کو نیچا اور پست فرما لیتے آپ ﷺ نے اپنے اقوال اور اعمال سے امت کو تعلیم فرمائی اور ادب سکھایا تاکہ امت بھی آپ ﷺ کے سکھائے ہوئے طریقوں کے مطابق عمل کرے۔ اس لیے جب کسی کو چھینک آئے، حتی المقدور آواز کو پست کرے اور اپنے منہ پر ہاتھ یا کپڑا رکھ لے کیونکہ چھینک کے وقت آدمی کے چہرے کے نقوش متغیر ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات قدرے ریزش بھی منہ اور ناک سے نکل آتی ہے یہ منظر دیکھنے والے کے لیے گراں ہوسکتا ہے اس لیے تعلیم فرمائی کہ منہ پر ہاتھ یا کپڑا رکھ لے اور آواز کو پست کرلے البتہ جب الحمدللہ کہے تو وہ زور سے کہے تاکہ لوگ سن لیں اور یرحمک اللہ کہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چھینک کے وقت ان آداب کی رعایت ملحوظ رکھنی چاہیے۔ چھینک کی آواز کو دبائے اور کم کرے۔ الحمدللہ زور سے کہے۔ چہرے پر کپڑے ڈال لے، تاکہ منہ کا اندرونی حصہ نظر نہ آئے یا منہ ناک سے خارج ہونے والی ریزش سے ہمنشیں کو تکلیف نہ پہنچے اور اپنی گردن دائیں بائیں نہ کرے۔

(تحفة الاحوذي : ۸/ ۱۸ ـ روضة المتقين : ۲/ ۴۰۳ ـ دليل الفالحين : ۳/ ۳۲۳)

●●●●●●●●●●●●●

رسول اللہ ﷺ سے دعاء حاصل کرنے کا نرالا طریقہ

۸۸۳. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ الْيَهُوْدُ يَتَعَاطَسُوْنَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُوْنَ اَنْ يَقُوْلَ لَهُمْ يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ فَيَقُوْلُ : "يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

(۸۸۳) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ یہودی آپ ﷺ کی مجلس میں بتکلف چھینکتے تھے اس امید پر کہ آپ انہیں یرحمک اللہ کہیں گے مگر آپ ﷺ فرماتے:

" يهديكم الله ويصلح بالكم ."

" اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارا حال درست فرمائے۔" (اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۸۸۳): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کیف یشمت الذمی . الجامع للترمذی، ابواب الادب، باب ما جاء کیف یشمت العاطس .

کلمات حدیث: كان اليهود يتعاطسون: یہود کوشش کر کے چھینک لے لیتے تھے۔ یہود بتکلف چھینکتے تھے۔ يرجون : امید رکھتے تھے، توقع کرتے تھے، تمنا ہوتی تھی۔ رجا رجاء (باب نصر) امید رکھنا، امید کرنا، متمنی ہونا۔

شرح حدیث: یہود رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے، کبھی آپ ﷺ سے کوئی سوال کرتے اور کبھی کوئی بات پوچھتے کیونکہ یہود جانتے تھے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ وہ آپ ﷺ کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح وہ اپنی اولاد کو پہچانتے تھے اور انہیں یہ بھی علم تھا کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں اور اللہ کے یہاں آپ کی دعا اسی وقت قبول ہو جاتی ہے۔ اس حقیقت کو جانتے اور سمجھتے ہوئے وہ آپ کی مجلس میں کوشش کرتے تھے کہ کسی طرح چھینک آئے اور ایسا وہ اس امید اور توقع پر کرتے تھے کہ آپ ﷺ انہیں کہیں گے یرحمکم اللہ مگر آپ ﷺ فرماتے: يهديكم الله ويصلح بالكم . اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارا حال درست فرمائے۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایمان کی اور اسلام کی ہدایت دے اور تمہارے دلوں کو اس حق کے قبول کرنے پر آمادہ کردے جو تم خود جانتے پہچانتے ہو، کیونکہ اللہ کی رحمت اسی وقت متوجہ ہوتی ہے جب ایمان واسلام موجود ہو اور دل میں قبول حق کا جذبہ اور نیتِ حسنہ موجود ہو۔ (تحفة الاحوذي : ۸/ ۱۱ ـ روضة المتقين : ۲/ ۴۰۴ ـ دليل الفالحين : ۳/ ۳۲۳)

●●●●●●●●●●●●●

۸۸۴. وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِذَا

تَثَاءَ بَ اَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ بِيَدِهٖ عَلٰى فِيْهِ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۸۸۴) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اپنے ہاتھ سے اپنا منہ بند کر لے کہ شیطان اندر داخل ہو جاتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۸۸۴): صحیح مسلم، کتاب الزهد و الرقاق، باب تشميت العاطس و كراهية التثاؤب .

کلمات حدیث: فليمسك بيده على فيه : اپنا منہ اپنے ہاتھ سے بند کر لے۔ مسك مسكا (باب ضرب) چمٹنا۔ امسك امساكاً (باب افعال) روکنا، بند کرنا۔

شرح حدیث: جمائی شیطان کی انگیخت سے آتی ہے، جیسا کہ بعض صحابہ کرام سے مروی روایات میں آتا ہے نیز یہ کہ شیطان انسان کا دشمن ہے انسان پر جو بھی کوئی بری یا ناگوار حالت طاری ہوتی ہے تو شیطان اس سے خوش ہوتا ہے اور اس پر ہنستا ہے اور جب جمائی کے لیے انسان منہ کھولتا ہے شیطان اندر داخل ہو جاتا ہے، اس لیے فرمایا کہ جب جمائی آئے تو ہاتھ سے منہ بند کر لینا چاہیے۔

انبیاءِ کرام کو اللہ تعالیٰ نے جمائی سے محفوظ فرمایا ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اور شیطان سے اللہ کی حفاظت میں ہوتے ہیں اور جمائی شیطان کی انگیخت سے پیدا ہوتی ہے اس لیے انبیاء کرام جمائی سے محفوظ رہتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے التاریخ الکبیر میں یزید بن اصم سے مرسلاً روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی جمائی نہیں لی اور الشفاء میں ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے بھی انگڑائی نہیں لی، کیونکہ انگڑائی لینا بھی شیطان کی کسی حرکت کے تحت ہوتا ہے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ۹٦/۱۸)
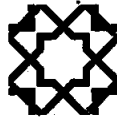
الباب (۱٤۳)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْمُصَافَحَةِ عِنْدَ اللِّقَاءِ وَبَشَاشَةِ الْوَجْهِ وَتَقْبِيلِ يَدِالرَّجُلِ الصَّالِحِ وَتَقْبِيلِ وَلَدِهٖ شَفْقَةً وَمُعَانَقَةِ الْقَادِمِ مِنْ سَفَرٍ وَ كَرَاهِيَةِ الْإِنْحِنَآءِ

ملاقات کے وقت مصافحہ، خندہ پیشانی سے ملنے، نیک آدمی کے ہاتھ کو بوسہ دینے، اپنے بچوں کوشفقت سے چومنے اور سفر سے واپس آنے والے سے معانقہ کا استحباب اور جھکنے کی کراہت

صحابہ آپس میں مصافحہ کرتے تھے

۸۸۵. عَنْ اَبِی الْخَطَّابِ قَتَادَةَ قَالَ! قُلْتُ لِاَنَسٍ :اَكَانَتِ الْمُصَافَحَةُ فِیْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ نَعَم . رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۸۸۵) ابوالخطاب قتادہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا صحابہ کرام کے مابین مصافحہ کا معمول تھا۔انہوں نے فرمایا کہ ہاں۔(بخاری)

تخریج حدیث(۸۸۵): صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب المصافحه .

کلمات حدیث: مصافحه : ہاتھ ملانا، دوآدمیوں کا باہم ہاتھ ملانا۔ صافح مصافحة (باب مفاعلة) مصافحہ کرنا، ہاتھ ملانا۔

شرح حدیث: صحابہ کرام کے درمیان مصافحہ کا معمول تھا اس سے معلوم ہوا کہ مصافحہ سنت ہے، جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مصافحہ سنت ہے اور اس پر اجماع ہے۔فقہاء نے فرمایا کہ مصافحہ کا مطلب ہاتھ ملانا ہے اتنے عرصے میں جتنے میں سلام مکمل ہو۔ مصافحہ کے ساتھ بشاشت کے ساتھ سلام کرنا اور دعا دینا مستحب ہے جبکہ بغیر سلام ہاتھ ملانا مکروہ ہے۔

احمد ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو دو مسلمان باہم ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان دونوں کے جدا ہونے سے پہلے ان کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔

(فتح الباري : ۳/۳۷٤۔ ارشاد الساري : ۱۳/۲٦۹)

اہل یمن میں اسلام سے پہلے بھی مصافحہ کا رواج تھا

۸۸٦. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا جَآءَ اَهْلُ الْيَمَنِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَآءَ كُمْ اَهْلُ الْيَمَنِ، وَهُمْ اَوَّلُ مَنْ جَآءَ بِالْمُصَافَحَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(۸۸٦) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یمن کے لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے پاس اہل یمن آئے ہیں اور یہ پہلے لوگ ہیں جنہوں نے آ کر مصافحہ کیا۔(ابوداؤد نے بسند صحیح روایت کیا)

تخریج حدیث(۸۸۶): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب المصافحه.

کلمات حدیث: هم أول من جاء بالمصافحه : وہ پہلے لوگ ہیں جو مصافحہ لے کر آئے۔ وہ پہلے لوگ ہیں جنہوں نے آکر مصافحہ کیا۔ اوّل : پہلا جمع اوائل۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے اپنے کئی ارشادات مبارک میں اہل یمن کی فضیلت اور خوبی بیان فرمائی ہے چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ

"الایمان یمان والحکمة یمانیة."

"ایمان اہل یمن میں ہے اور حکمت یمنی ہے۔"

یمن کے بعض افراد حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے آکر مصافحہ کیا آپ ﷺ نے اس پر اظہار مسرت فرمایا اور کہا صحابہ کرام کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ تمہارے پاس یمن کے لوگ آئے ہیں اور یہ پہلے لوگ ہیں جنہوں نے آکر مصافحہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کام پر اس طرح اظہارِ پسندیدگی کو تقریر کہا جاتا ہے یعنی جو بات یا کام آپ ﷺ کے سامنے ہوا اس پر آپ نے رضامندی ظاہر فرمائی یا سکوت اختیار فرمایا تو وہ کام شرعاً درست اور صحیح ہے کیونکہ اگر صحیح نہ ہوتا تو آپ اس کو رد فرما دیتے۔ اس طرح کی سنت کو اصطلاحاً سنت تقریری کہا جاتا ہے۔

(روضة المتقين : ۲/۴۰۶ ـ دليل الفالحين : ۳/۳۲۵)

مصافحہ سے گناہ معاف ہوتے ہیں

۸۸۷. وَعَنِ الْبَرَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَامِنْ مُسْلِمَيْنَ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ اَنْ يَفْتَرِقَا" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ.

(۸۸۷) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو دو مسلمان باہم ملاقات کرتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے جدا ہونے سے پہلے ان کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث(۸۸۷): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب المصافحه.

کلمات حدیث: قبل ان یفترقا : اس سے قبل کہ دونوں جدا ہوں۔ افترق افتراقاً (باب افتعال) جدا ہونا، علیحدہ ہونا۔

شرح حدیث: اہل اسلام اور اہل ایمان سب آپس میں بھائی بھائی ہیں، ان کے درمیان اخوت و محبت کا رشتہ قائم اور ان کو دینی رشتہ باہم ملاتا ہے اور دنیا میں مضبوط ترین تعلق پختہ ترین رشتہ اور باقی رہنے والا علاقہ دین کا تعلق اور دینی محبت ہے۔ اس لیے جب دو مسلمان باہم ملاقات کرتے ہیں تو ان کی ملاقات دو بچھڑے بھائیوں کا ملاپ ہوتا ہے وہ خوشی اور مسرت کے ساتھ ایک دوسرے سے ملتے اور خالصتاً اللہ کی رضا کیلئے ملتے ہیں اور باہم مصافحہ کرتے ہیں اور وہ جدا نہیں ہوتے کہ اللہ ان دونوں کے گناہوں کی مغفرت فرما دیتا ہے۔

مسند احمد بن حنبل رحمہ اللہ میں روایت ہے کہ ابی بن کعب بیان کرتے ہیں کہ میری حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی انہوں نے مجھے سلام کیا میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور میرے سامنے ہنسے اور مسکرائے اور کہنے لگے کہ تمہیں پتہ ہے کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے کہا مجھے نہیں معلوم لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ نے اچھا ہی کیا ہوگا۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ مجھ سے ملے اور آپ ﷺ نے میرے ساتھ اسی طرح کیا جس طرح میں نے تمہارے ساتھ کیا اور میں نے بھی وہی بات کہی جو تم نے کہی اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب دو مسلمان باہم ملتے ہیں اور ایک دوسرے کو سلام کرتا ہے اور اس کا ہاتھ محض اللہ کی رضا کے لیے اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے ابھی وہ جدا نہیں ہوتے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی مغفرت فرما دیتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی سے ملاقات فرماتے تو اس کے ہاتھ میں سے اپنا ہاتھ نکالنے میں پہل نہ فرماتے جب تک وہ شخص نہ نکالتا اور نہ اس سے اپنا رخ بدلتے جب تک کہ وہ آپ ﷺ سے رخ نہ بدل لیتا۔

غرض اللہ کی محبت کے ساتھ دو مسلمانوں کا باہم ملنا اور مصافحہ کرنا سنت ہے اور گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ ہے۔

(تحفة الاحوذي : ٧/٥٤٤ـ روضة المتقين : ٢/٤٠٦ـ دليل الفالحين : ٣/٣٢٦)

****

سلام کے وقت جھکنا ممنوع ہے

٨٨٨. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلرَّجُلُ مِنَّا يَلْقٰى اَخَاهُ اَوْصَدِيْقَه' اَيَنْحَنِىْ لَه' ؟ قَالَ : "لَا" قَالَ : اَفَيَلْتَزِمُه' وَيُقَبِّلُه'؟ قَالَ : "لَا" قَالَ فَيَاْخُذُ بِيَدِهٖ وَيُصَافِحُه'؟ قَالَ: "نَعَمْ". رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(٨٨٨) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آدمی اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا اس کے لیے جھک جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔ اس نے کہا کہ اسے چمٹا لے اور بوسہ دے فرمایا نہیں اس نے کہا اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لے اور مصافحہ کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں۔ (ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(٨٨٨): الجامع للترمذی، ابو اب الاستیذان، باب ما جاء فی المصافحة .

کلمات حدیث: اینحنی له : کیا اس کے سامنے جھک جائے۔ انحنی ینحنی انحناء (باب انفعال) جھکنا، کمر کے بل جھکنا۔

شرح حدیث: کسی کے سامنے پیٹھ موڑ کر جھکنا مکروہ ہے۔ شیخ ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی کے سامنے زمین بوسی کرنا اور پیٹھ کو جھکانا اگر محض تعظیم کے لیے ہو تو ناجائز اور گناہ ہے اور عبادت کے طور پر ہو تو کفر ہے۔ رکوع اور سجود صرف اللہ تعالیٰ کے لیے زیبا ہے اور رکوع کی یا سجدے کی کوئی صورت یا اس کے قریب کوئی شکل کسی انسان کے لیے اختیار کرنا درست نہیں ہے۔

معانقہ کرنا اور بوسہ لینا حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ ہے جبکہ دیگر ائمہ کے نزدیک جائز ہے اس لیے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے معانقہ بھی فرمایا اور بوسہ بھی لیا ہے۔ (روضه المتقين : ٢/٤٠٧ـ روضة المتقين : ٣/٤٢٥)

یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ کو بوسہ دیا

۸۸۹. وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ يَهُوْدِيٌّ لِصَاحِبِهٖ اذْهَبْ بِنَا اِلٰى هٰذَا النَّبِيِّ: فَأَتَيَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَاهُ عَنْ تِسْعِ اٰيَاتٍ بَيِّنَاتٍ، فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ اِلٰى قَوْلِهٖ فَقَبَّلَا يَدَهٗ وَرِجْلَهٗ وَقَالَا: نَشْهَدُ اَنَّكَ نَبِيٌّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهٗ بِاَسَانِيْدَ صَحِيْحَةٍ .

(۸۸۹) حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ آؤ اس نبی کے پاس چلیں، وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور نو آیات بینات کے بارے میں استفسار کیا۔ اس کے بعد حدیث راوی کے اس قول تک ذکر کی کہ ان دونوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ اور پیر کا بوسہ لیا اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نبی ہیں۔ (ترمذی وغیرہ نے بسند صحیح روایت کیا)

تخریج حدیث (۸۸۹): الجامع للترمذی، ابواب الاستیذان، باب ما جاء فی قبلة الید و الرجل .

کلمات حدیث: تسع آیات بینات : نو کھلی ہوئی نشانیاں۔ نو واضح معجزات۔ آیات : نشانیاں۔ معجزات جمع آیة۔ علامت، نشانی۔ بینات: جمع بینة: کھلی ہوئی، واضح۔

شرح حدیث: دو یہودی خدمت اقدس ﷺ میں حاضر ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نو آیات بینات کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ یہ ہیں کہ (۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، (۲) چوری نہ کرو، (۳) زنا نہ کرو، (۴) کسی انسان کو جس کی جان کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے قتل نہ کرو مگر حق کے ساتھ، (۵) کسی بری الذمہ کو حاکم کے پاس نہ لے جاؤ کہ وہ اسے قتل کر دے، (۶) جادو ٹونہ نہ کرو، (۷) سود نہ کھاؤ، (۸) پاک دامن پر تہمت نہ لگاؤ، (۹) لڑائی کے میدان سے مت بھاگو اور یہود کے لیے خاص حکم یہ بھی ہے کہ ہفتہ کے دن میں حد سے مت بڑھو۔

رسول اللہ ﷺ نے وہ نو باتیں بھی بیان فرمائیں جو یہود اور مسلمانوں میں مشترک تھیں اور وہ خاص بات بھی بتائی جو یہودیوں کے ساتھ خاص تھی اور اسے وہ اپنے دل میں چھپائے ہوئے تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں آپ ﷺ نبی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر تمہیں میری اتباع سے کیا امر مانع ہے؟ وہ بولے کہ یہودی کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی تھی کہ ان کی اولاد میں ہمیشہ نبوت رہے۔ اگر ہم آپ ﷺ کی اتباع کریں تو ہمیں ڈر ہے کہ یہود ہمیں قتل کر دیں گے، لیکن ان کا یہ کہنا خود ان کے اس قول کی تکذیب ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں کیونکہ آپ ﷺ پر نبوت ختم ہوگئی، جب سلسلۂ نبوت ہی ختم ہوگیا تو آلِ داؤد میں نبوت کا کیا سوال باقی رہا۔

(تحفة الاحوذي : ۵۵۶/۷ ـ روضة المتقين : ۴۰۸/۲ ـ دليل الفالحين : ۳۲۷/۳)

صحابہ کرام کا رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ کو بوسہ دینا

٨٩٠. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قِصَّةٌ قَالَ فِيهَا : فَدَنَوْنَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلْنَا يَدَه' . رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ .

(٨٩٠) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک قصہ منقول ہے جس میں ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے قریب ہوئے اور آپ ﷺ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔(ابوداؤد)

تخریج حدیث(٨٩٠): سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب قبله الید .

کلماتِ حدیث: فدنوناً : ہم قریب ہوئے۔ دنا دنوا (باب نصر) قریب ہونا۔

شرحِ حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی دنیاوی غرض سے کسی شخص کو بوسہ دینا جیسے کسی کو دنیاوی عزت و وجاہت حاصل ہو اس کے ہاتھوں کو بوسہ دینا شدید کراہت کا حامل ہے۔البتہ اگر صاحب علم وتقویٰ اور صاحبِ زہد وتقویٰ کو بطورِ کرامت اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا جائے تو جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔ (روضة المتقین : ٢/٤٠٩)

●●●●●●●●●●●●

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معانقہ

٨٩١. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَدِمَ زَيْدُبْنُ حارِثَةَ الْمَدِيْنَةَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ فَاَتَاهُ فَقَرَعَ الْبَابَ : فَقَامَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ يَجُرُّ ثَوْبَه' فَاعْتَنَقَه' وَقَبَّلَه'، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(٨٩١) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان فرماتی ہیں کہ زید بن حارثہ مدینہ منورہ آئے،آپ ﷺ میرے گھر میں تھے وہ آئے اور دروازے کھٹکھٹایا نبی کریم ﷺ اپنے کپڑے کھینچتے ہوئے کھڑے ہوئے اور حضرت زید سے معانقہ کیا اور انہیں پیار کیا۔(ترمذی،اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(٨٩١): الجامع للترمذی، ابواب الاستیذان، باب ما جاء فی المعانقة والقبلة .

کلماتِ حدیث: فاعتنقه : آپ ﷺ نے ان سے معانقہ کیا،آپ ﷺ نے انہیں گلے لگالیا۔ اعتناق (باب افتعال) معانقہ کرنا گلے لگانا۔ عنق : گردن جمع اعناق.

شرحِ حدیث: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ رسولِ کریم ﷺ کے محبوب تھے آپ کسی غزوہ یا سریہ میں گئے ہوئے تھے جب آپ واپس آئے تو رسولِ کریم جلدی سے چادر مبارک کھنچتے ہوئے اٹھے اور آپ کو گلے لگایا اور پیار کیا اور خوشی ومسرت کا اظہار فرمایا۔

(روضة المتقین : ٢/٤٠٩۔ دلیل الفالحین : ٣/٣٢٨

●●●●●●●●●●●●

مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا

۸۹۲. وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم "لَاتَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَیْئًا وَلَوْ اَنْ تَلْقٰی اَخَاکَ بِوَجْہٍ طَلِیْقٍ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ .

(۸۹۲) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی بھی نیکی کو ہرگز حقیر نہ سمجھو گرچہ تم اپنے بھائی سے کشادہ روئی سے ملو۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۸۹۲): صحيح مسلم، كتاب البر، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء .

کلمات حدیث: بوجه طليق : کشادہ روئی کے ساتھ، چہرے کی کشادگی کے ساتھ۔

شرح حدیث: مسلمانوں میں باہم مؤدت ومحبت مطلوب ہے اور کھلے چہرے سے ملنا اور خندہ پیشانی سے پیش آنا اسی حبِ قلبی کا اظہار ہے اور یہ صدقہ ہے اور اس پر اجر وثواب ہے۔ اس حدیث کی شرح اس سے قبل باب بیان کثرة طرق الخیر میں گزر چکی ہے۔

(نزهة المتقين : ١/٦٦٢ ـ روضة المتقين : ٢/٤١٠)

●●●●●●●●●●●●

اپنی اولاد کے بوسہ لینے کا جواز

۸۹۳. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَبَّلَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا، فَقَالَ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ: اِنَّ لِیْ عَشْرَۃً مِّنَ الْوَلَدِ مَاقَبَّلْتُ مِنْہُمْ اَحَدًا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : "مَنْ لَایَرْحَمُ لَایُرْحَمُ!" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

(۸۹۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حسن بن علی کو پیار کیا تو اقرع بن حابس نے کہا کہ میرے دس لڑکے ہیں میں نے ان کا کبھی بوسہ نہیں لیا آپ نے فرمایا کہ جو رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۸۹۳): صحيح مسلم، باب رحمة ﷺ بالصبيان . صحيح البخارى، كتاب الادب، باب رحمة الولد وتقبيله .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ جس طرح بڑوں سے شفقت اور محبت سے پیش آتے تھے اسی طرح آپ بچوں سے بھی محبت فرماتے تھے۔ حضرت ابراہیم جس مرضعہ کے سپرد ہوئے تھے اس کا شوہر لوہار تھا، رسول اللہ ﷺ حضرت ابراہیم سے ملنے عوالی مدینہ جاتے اور مرضعہ کے گھر میں دھواں بھرا ہوا ہوتا۔ شفقت ومحبت اللہ لوگوں کے دلوں میں ڈالتا ہے اور یہ اس کی مہربانی اور اس کی رحمت ہے اور اس رحمت کا مستحق بھی وہی ہے جو دوسروں پر رحم کرے فرمایا جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

(فتح الباري : ٣/١٧٧ ـ ارشاد الساري : ١٣/٢٩ ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ١٥/٦٠)

کتاب عیادة المریض

الباب (١٤٤)

كِتَابُ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ وَتَشْيِيعِ الْمَيِّتِ وَالصَّلوٰةِ عَلَيْهِ وَحُضُورِ دَفْنِهِ، وَالْمَكْثِ عِنْدَ قَبْرِهِ بَعْدَدَ فْنِهِ

عیادت مریض اور جنازے کے ساتھ جانے کا حکم

۸۹۴. عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ ! اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ !! بِعَيَادَةِ الْمَرِيْضِ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ، وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ وَابْرَارِ الْمُقْسِمِ، وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ وَاِجَابَةِ الدَّاعِيْ وَاِفْشَاءِ السَّلَامِ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۸۹۴) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ: مریض کی عیادت کریں جنازہ کے ساتھ چلیں، چھینکنے والے کی چھینک پر دعا دینے، قسم دلانے والے کی قسم پوری کرنے، مظلوم کی مدد کرنے، دعوت دینے والی کی دعوت قبول کرنے اور اسلام کو پھیلانے کا حکم فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۸۹۴): صحيح البخاری، کتاب الاستيذان، باب افشاء النسلام . صحيح مسلم، کتاب السلا باب من حق المسلم للمسلم رد السلام.

کلمات حدیث: عيادة المريض : مریض کی عیادت، بیمار کی مزاج پرسی۔ عاد عوداً و عيادة (باب نصر) بیمار کی مزاج پرسی کرنا۔

شرح حدیث: یہ حدیث اور اس کی شرح اس سے پہلے باب ۱۳۱ میں گزر چکی ہے۔ یہاں اس حدیث کے ذکر کرنے کا مقصد عیادت مریض کے حکم کی وضاحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امت کو مریض کی عیادت کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

(روضة المتقين : ۱۲/۲

مریض کی عیادت کرنا مسلمانوں کے حقوق میں سے ہے

۸۹۵. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ : رَدُّالسَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ وَاِتِّبَاءُ الْجَنَائِزِ، وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۸۹۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں، سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا، جنازے کے پیچھے جانا، دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنا اور چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۸۹۵): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الامر باتباع الجنائز . صحیح مسلم، کتاب السلام، باب من حق المسلم علی المسلم رد السلام .

کلمات حدیث: حق المسلم : کسی مسلمان پر شریعت کی جانب سے عائد ہونے والا فریضہ خواہ فرض واجب کے درجے میں ہو یا مستحب اور مندوب کے درجے میں ہو۔ تشمیت العاطس : چھینکنے والے کی الحمد للہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں بیان فرمایا کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں، سلام کا جواب دینا، جب کوئی کسی کو سلام کرے تو اس کا جواب دینا اس پر واجب عین ہے اور اگر جن کو سلام کیا گیا وہ متعدد ہوں تو ایک جواب دے دینے سے سب کی طرف سے سلام ہو گیا۔ مریض کی عیادت سنت ہے اور اگر مریض قرابت دار یا پڑوسی ہو تو واجب ہے۔ جنازے کے ساتھ چلنا یعنی جائے تدفین تک جانا فرضِ کفایہ ہے۔ ولیمہ کی دعوت قبول کرنا واجب ہے، ولیمہ کے علاوہ دیگر دعوتوں کا قبول کرنا مسنون ہے۔ چھینکنے والے کی الحمد للہ کہنے کے جواب میں اسے یرحمک اللہ کہنا واجب عین ہے اگر زیادہ افراد موجود ہوں تو فرضِ کفایہ ہے بعض فقہاء کے نزدیک مستحب ہے۔

یہ حدیث اس سے پہلے باب ۳۷ میں گزر چکی ہے۔ (روضۃ المتقین : ۲/۴۱۲۔ نزھۃ المتقین : ۱/۲٤۰)

. . . .

بیمار کی عیادت نہ کرنے پر وعیدیں

۸۹٦. وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: "يَابْنَ اٰدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِىْ ! قَالَ : يَارَبِّ كَيْفَ اَعُوْدُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟ قَالَ: اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِىْ فُلاَناً مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ : اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْعُدْتَّهُ لَوَجَدْتَّنِىْ عِنْدَهُ؟ يَاابْنَ اٰدَمَ اِسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِىْ ! قَالَ! يَارَبِّ كَيْفَ اُطْعِمُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟ قَالَ ! اَمَاعَلِمْتَ اَنَّهُ اِسْتَطْعَمَكَ عَبْدِىْ فُلاَنٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ ! اَمَا عَلِمْتَ اِنَّكَ لَوْاَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَّ ذٰلِكَ عِنْدِىْ، يَاابْنَ اٰدَمَ اِسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِىْ! قَالَ يَارَبِّ كَيْفَ اَسْقِيْكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟ قَالَ اسْتَسْقَاكَ عَبْدِىْ فُلاَنٌ فَلَمْ تَسْقِهِ ! اَمَاعَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ لَوَجَدْتَّ ذٰلِكَ عِنْدِىْ ؟ رواه مسلم .

(۸۹٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ روزِ قیامت فرمائیں گے کہ ابن آدم میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی۔ بندہ کہے گا کہ اے میرے رب میں کیسے آپ کی عیادت کرتا آپ رب العالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تو نے اس کی عیادت نہیں کی کیا تجھے علم نہیں تھا کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا

تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا مگر تو نے مجھے نہیں کھلایا۔ بندہ کہے گا کہ اے رب میں آپ کو کس طرح کھلاتا آپ تو رب العالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے اسے نہیں کھلایا۔ کیا تجھے نہیں معلوم کہ اگر تو اسے کھلاتا تو اس کے ثواب کو میرے پاس پاتا۔ اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔ بندہ کہے گا کہ اے رب میں آپ کو کیسے پلاتا؟ آپ تو رب العالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تجھ سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا تھا مگر تو نے اسے پانی نہیں پلایا۔ کیا تجھے نہیں معلوم کہ اگر تو اسے پلاتا تو اس کے ثواب کو میرے پاس پاتا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۸۹۶):　　صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب فضل عيادة المريض.

کلمات حدیث:　　ان الله عزوجل يقول: یہ حدیث قدسی ہے، یعنی ایسی حدیث جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا۔ لو حدت عندي: اس کا کئی گنا ثواب میرے پاس پالیتا۔

شرح حدیث:　　ایک حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہیں، یعنی جس طرح کوئی آدمی اپنے کنبہ کی اور اپنے اہل وعیال کی کفالت کرتا ہے اور ان کو روزی پہنچانے کا بندوبست کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو رزق پہنچاتا ہے اس لیے جو اللہ کی مخلوق کو زیادہ فائدہ پہنچائے وہ اللہ کو زیادہ محبوب ہے۔ ضرورت مندوں اور محتاجوں کی خدمت کرنا، بیمار کی دیکھ بھال کرنا، اس کی تیمارداری کرنا اور اس کی عیادت کرنا اور بھوکے کو کھانا کھلانا اور پیاسے کو پانی پلانا، بہت اجر وثواب کے کام ہیں اور آدمی یہ اجر وثواب روز قیامت اللہ تعالیٰ کے پاس پائے گا۔ غرض خلق خدا بمنزلہ عیال کے ہے ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنا اجر جزیل کا حق دار بنانا ہے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي: ١٠٣/١٦ ـ روضة المتقين: ٤١٢/٢)

●●●●●●●●●●●

بیماروں کی عیادت کی اہمیت

۸۹۷. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عُوْدُوْا الْمَرِيْضَ، وَاَطْعِمُوْا الْجَائِعَ، وَفُكُّوْا الْعَانِیَ." رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ "اَلْعَانِیْ" اَلْاَسِيْرُ.

(۸۹۷)　حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مریض کی عیادت کرو، بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کو رہا کراؤ۔ (بخاری) عاني: اسیر۔

کلمات حدیث(۸۹۷):　　فكوا العاني: قیدی کی گردن چھڑاؤ، قیدی کو آزاد کرو، عانی سے قیدی بھی مراد ہوسکتا ہے اور مقروض بھی یعنی مقروض کی گردن اس کے ذمہ لازم قرض سے چھڑاؤ۔ ابن الاثیر نے النہایۃ میں بیان کیا ہے کہ عانی وہ شخص ہے جو ذلت وعاجزی سے جھک جائے۔

شرح حدیث:　　حدیث مبارک میں تین احکام مذکور ہیں: عیادت مریض، بھوکے کو کھانا کھلانا اور قیدی کو چھڑانا۔ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم وجوب کا محتمل ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ بطور استحباب ہو۔ جمہور کی رائے ہے کہ حکم اصلاً استحباب کے لیے ہے لیکن

بعض حالات میں فرض کے درجے میں بھی پہنچ سکتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ یہ تینوں امور واجب علی الکفایہ ہیں یعنی مسلمانوں پر عمومی طور پر واجب ہیں لیکن اگر کوئی اس ذمہ داری کو پورا کر لے تو سب کی طرف سے اداء ہو جائے گا البتہ تمام مسلمانوں کے حق میں سنت ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بھوکے کو کھانا کھلانا اس صورت میں سنت ہے جب وہ مضطر نہ ہو اگر حالتِ اضطرار میں ہو تو اسے کھلانا فرض ہے۔

(فتح الباري : ۴۸/۳۔ روضة المتقين : ۴۱۴/۲۔ دليل الفالحين : ۳۳۴/۳۔ مظاهر حق : ۲۵/۲)

عیادتِ مریض کی فضیلت

۸۹۸. وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ! اِنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا عَادَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِيْ خَرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَ قِيْلَ ! يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَاخَرْفَةُ الْجَنَّةِ ؟ قَالَ "جَنَاهَا . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۸۹۸) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو وہ واپس آنے تک خرفۃ الجنۃ جنت کے پھل چننے میں مصروف رہتا ہے۔

تخریج حدیث (۸۹۸): صحيح مسلم، كتاب البر و الصلة، باب فضل عيادة المريض .

کلماتِ حدیث: خرفة الجنة : جنت کے تازہ پھل منتخب اور چیدہ میوہ۔ جناها : اس کا توڑنا، اس کا لے لینا۔ جنى جنيا (باب ضرب) درخت پر لگے ہوئے پھل توڑنا۔ جنى : چنا ہوا پھل۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک میں مریض کی عیادت کی فضیلت و اہمیت اور اس کے اجر و ثواب کو بیان کیا گیا ہے کہ مریض کی عیادت سے مریض کو ایک حد تک تسلی ہو جاتی ہے اور اس کی طبیعت میں انشراح اور خوشی اور مسرت کی لہر دوڑ جاتی ہے جس سے اس کے مرض میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ مریض کی اس طرح عیادت کہ اس کے مرض میں تخفیف اور اسے تکلیف کا احساس میں کمی ہو جائے اور عیادت کرنے والا اس کے حق میں شفایابی کی دعا کرے تو جب تک یہ عیادت کرنے والا مریض کے پاس رہے گا اللہ کے یہاں اس کا اجر وثواب جمع ہوتا رہے گا اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور اس کے فضل و کرم سے فیضیاب ہوتا رہے گا۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۰۲/۱۶۔ روضة المتقين : ۴۱۵/۲)

البتہ مریض کے پاس اتنی دیر تک نہیں بیٹھنا چاہئے جس سے وہ پریشان ہو جائے۔ ابن شائق عفا اللہ عنہ

ستر ہزار فرشتوں کی دعاءِ مغفرت

۸۹۹. وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ! سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ! مَامِنْ

مُسْلِمٍ يَّعُوْدُ مُسْلِماً غُدْوَةً اِلَّا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِنْ عَادَهٗ عَشِيَّةً اِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُصْبِحَ، وَكَانَ لَهٗ خَرِيْفٌ فِي الْجَنَّةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

"اَلْخَرِيْفُ" : اَلثَّمَرُ الْمَخْرُوْفُ اي الْمُجْتَنٰى.

(۸۹۹) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان کسی مسلمان کی صبح کو مزاج پرسی کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے شام تک اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں اور جس نے اس کی شام کو عیادت کی تو ستر ہزار فرشتے صبح تک اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں اور جنت میں اس کے لیے چنیدہ پھل ہوتے ہیں۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۸۹۹): الجامع للترمذی، ابواب الجنائز، باب ما جاء في عيادة المريض.

کلمات حدیث: غدوۃ: صبح کے وقت۔ عشیۃ: شام کے وقت۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں بیان ہے کہ مریض کی عیادت کرنا اس قدر اجر و ثواب کا کام ہے کہ رحمت کے فرشتے صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک عیادت کرنے والے کے لیے دعائے خیر کرتے رہتے ہیں اور علاوہ ازیں جنت میں اس کے لیے منتخب فواکہ اور چیدہ میوہ جات رکھے جاتے ہیں یعنی اس کے لیے جنت کی گراں قدر نعمتیں مہیا کی جاتی ہیں۔

(تحفة الاحوذي: ٤/ ١٢٠ ـ روضة المتقين: ٢/ ٤١٦)

رسول اللہ ﷺ کا یہودی لڑکے کی عیادت فرمانا

۹۰۰. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: كَانَ غُلَامٌ يَهُوْدِيٌّ يَخْدِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ، فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهٖ فَقَالَ لَهٗ: "اَسْلِمْ" فَنَظَرَ اِلٰى اَبِيْهِ وَهُوَ عِنْدَهٗ فَقَالَ: اَطِعْ اَبَا الْقَاسِمِ فَاَسْلَمَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُوْلُ.

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَنْقَذَهٗ مِنَ النَّارِ." رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۹۰۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ بیمار ہو گیا رسول اللہ ﷺ اس کے پاس آئے اور اس کی عیادت کی اور اس کے سرہانے بیٹھے اور اس سے فرمایا کہ اسلام قبول کر لو۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے پاس تھا اس کے باپ نے کہا کہ ابو القاسم ﷺ کی اطاعت کر اور وہ اسلام لے آیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس سے باہر نکلے اور فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے اسے آگ سے بچا لیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۹۰۰): صحيح البخاری، کتاب الجنائز، باب إذا اسلم الصبي فمات هل يصلى عليه.

کلمات حدیث: أنقذه من النار: اسے جہنم سے بچا لیا، اسے آگ سے بچا لیا۔ أنقذ انقاذاً (باب انفعال) نجات دینا۔ چھڑانا۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ تمام انسانیت کے لیے رحمت بنا کر مبعوث فرمائے گئے ایک یہودی لڑکا جو آپ کی خدمت کیا کرتا تھا بیمار ہوگیا تو آپ ﷺ اس کے گھر تشریف لے گئے اس کے سرہانے بیٹھے اور اس کی مزاج پرسی کی اور اسے دعوتِ اسلام دی جو اس نے قبول کرلی۔ آپ ﷺ اس کے قبولِ اسلام پر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اس کو جہنم کی آگ سے بچالیا۔

(فتح الباري : ۱/۷۹۷۔ روضة المتقین : ۲/٤۱٦)

البَابُ (١٤٥)

مَا يُدْعىٰ بِهٖ لِلْمَرِيْضِ
مریض کے لیے دعاء کا طریقہ

٩٠١. عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اشْتَكَى الْاِنْسَانُ الشَّيْءَ مِنْهُ، اَوْ كَانَتْ بِهٖ قَرْحَةٌ اَوْجُرْحٌ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِصْبَعِهٖ هٰكَذَا وَوَضَعَ سُفْيَانُ بْنِ عُيَيْنَةَ الرَّاوِيُّ سَبَّابَتَهُ، بِالاَرْضِ ثُمَّ رَفَعَهَا وَقَالَ! "بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا يُشْفٰى بِهٖ سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(٩٠١) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے جب کوئی آدمی اپنی کسی بیماری کی شکایت کرتا یا اس کے کوئی پھوڑا یا زخم ہوتا تو نبی کریم ﷺ اپنی انگلی سے اس طرح کرتے۔ راوی حدیث سفیان بن عیینہ نے اپنی انگشت شہادت زمین پر رکھی پھر اٹھائی اور کہا کہ:

" بسم اللّٰه تربة ارضنا بريقة بعضنا يشفي به سقيمنا بإذن ربنا ."

''اللہ کے نام سے ہمارے زمین کی مٹی ہم میں سے بعض کے لعاب دہن سے مل کر ہمارے رب کے حکم سے ہمارے مریض کی شفا یابی کا ذریعہ ہوجائے۔'' (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۹۰۱): صحيح البخاري، كتاب الطب، باب رقية النبي صلى الله عليه وسلم. صحيح مسلم، كتاب السلام، باب استحباب الرقية من العين والنملة.

کلمات حدیث: اشتكى : بیمار ہوا۔ شكا شكاية : شکایت کرنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کے سامنے کوئی اپنی کسی بیماری یا پھوڑے یا زخم کا ذکر کرتا تو آپ ﷺ لعابِ دہن انگلی پر لگا کر مٹی پر رکھتے اور اس خاک آلود انگلی کو تکلیف کی جگہ پر پھیرتے اور یہ دعا پڑھتے۔ امام بیضاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض طبی مباحث میں یہ بات دیکھی ہے کہ لعابِ دہن میں بھی شفایابی کی تاثیر موجود ہے۔ جس سے مزاج میں اعتدال پیدا ہو کر بیماری میں تخفیف ہو جاتی ہے، امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مٹی سے مدینہ منورہ کی مٹی مراد ہے کہ ممکن ہے کہ خاکِ مدینہ میں برکت اور شفا ہو اور خود رسول اللہ ﷺ کے لعابِ دہن میں شفا ہونا یقینی ہے۔ (فتح الباري : ٨٦/٣۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ١٥٤/١٤)

مریض کی عیادت کا مسنون طریقہ

٩٠٢. وَعَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعُوْدُ بَعْضَ اَهْلِهٖ يَمْسَحُ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى وَيَقُوْلُ

"اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْھِبِ البَأسَ! اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِیُ!، لاَ شِفَاءَ اِلَّاشِفَاؤُکَ، شِفَاءً لَایُغَادِرُسَقَماً."
مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

(٩٠٢) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے گھر والوں میں سے کسی کی عیادت فرماتے تو دایاں ہاتھ پھیرتے اور فرماتے:

" اللّٰھم رب الناس إذھب البأس واشت انت الشافي لا شفاءً إلا شفاؤک شفاءٌ لا یغادر سقما."

"اے اللہ! لوگوں کے رب تکلیف دور فرمادے اور شفا دیدے تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں ہے، ایسی شفا دیدے کہ یہ بیماری باقی نہ رہے۔" (متفق علیہ).

تخریج حدیث(٩٠٢): صحیح البخاری، کتاب الطب، باب رقیة النبي ﷺ. صحیح مسلم، کتاب السلام، باب استحباب رقیة المریض.

کلماتِ حدیث: شفاء لا یغادر سقما: ایسی شفاء جس سے بیماری باقی نہ رہے۔ غادر مغادرۃ: چھوڑنا، ترک کرنا۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک سے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کا دَم کرنا ثابت ہے اس لیے دم کرنے اور جھاڑنے کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ اس میں یا اس کے طریقہ کار میں کوئی غلط اور نامناسب بات نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ اور مسنون دعاؤں کے ذریعے سے جھاڑا جائے یا معوذتین پڑھ کر جھاڑا جائے۔

(فتح الباري: ٨٦/٣۔ شرح صحیح مسلم للنووي: ١٥٤/١٤)

جھاڑ پھونک کا جائز طریقہ

٩٠٣. وعَنْ انسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعالیٰ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ لِثَابِتٍ رَحِمَہُ اللّٰہُ: "اَلاَارْقِیْکَ بِرُقْیَةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلیٰ، قَالَ! اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْھِبَ الْبَاسِ، اشْفِ اَنْتَ الشَّافِیُ، لاَ شَافِیَ اِلَّا اَنْتَ، شِفَآءً لَایُغَادِرُ سَقماً." رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ.

(٩٠٣) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ثابت سے کہا کہ کیا میں تم پر رسول اللہ ﷺ کا بتلایا ہوا دم نہ کروں؟ انہوں نے کہا کہ ضرور۔ تو انہوں نے یہ دعاء پڑھ کر جھاڑا:

" اللّٰھم رب الناس إذھب البأس واشف انت الشافي لا شفاءً إلا شفاؤک شفاءٌ لا یغادر سقمًا."

"اے اللہ! لوگوں کے رب تکلیف دور فرمادے اور شفا دیدے تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں ہے، ایسی شفا دیدے کہ یہ بیماری باقی نہ رہے۔" (بخاری)

تخریج حدیث(٩٠٣): صحیح البخاری، کتاب الطب، باب رقیة النبي ﷺ.

کلماتِ حدیث: رقیة : جھاڑ،تعویذ،جمع رقی، رقیات.

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک میں مریض کو جھاڑنے کے لیے ایک بہترین دعا کی تلقین فرمائی گئی ہے اس حدیث کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب کسی کو جھاڑا جائے تو صرف اللہ کے نام سے اور احادیث میں مذکور ماثورہ دعاؤں سے جھاڑا جائے اور یہ کہ اعتقاد جازم یہی ہو کہ صرف اللہ ہی شفا دینے والا ہے اور اس کے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں۔

(فتح الباري : ۸٦/۳۔ روضة المتقين : ۴۱۹/۲۔ دليل الفالحين : ۳۳۹/۳)

عیادت کے وقت حضرت سعد کے لیے دعاء

۹۰۴۔ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ ! عَادَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ! اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْداً، اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْداً ." (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۹۰۴) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ میری عیادت کو تشریف لائے آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! سعد کو شفاء عطا فرما۔ اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما۔ اے اللہ سعد کو شفا عطا فرما۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۹۰۴): صحيح مسلم، کتاب الوصية، باب الوصية بالثلث .

کلماتِ حدیث: اشف : شفا دیدے۔ شفی شفاء (باب ضرب) سے امر کا صیغہ.

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک سے معلوم ہوا کہ مریض کی عیادت کے لیے جانا افضل عمل اور باعث اجر وثواب ہے اور مریض کا نام لے کر بطورِ خاص اس کی شفایابی کے لیے دعاء کرنا مسنون ہے۔

صحیح بخاری میں مروی حدیث میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں مکہ مکرمہ میں شدید بیمار ہو گیا نبی کریم ﷺ میری عیادت کو تشریف لائے میں نے عرض کیا یا نبی اللہ میں مال چھوڑوں گا میری ایک ہی بیٹی ہے کیا میں دو تہائی مال کی وصیت کردوں اور ایک تہائی چھوڑ دوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں میں نے عرض کیا کہ میں نصف مال کی وصیت کردوں اور نصف چھوڑ دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں میں نے عرض کیا کہ ایک تہائی کی وصیت کردوں اور دو تہائی اس کے لیے چھوڑ دوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں تہائی صحیح ہے اور تہائی بھی بہت ہے۔ پھر آپ ﷺ نے میری پیشانی پر دستِ مبارک رکھا اور پھر اپنا ہاتھ میرے چہرے اور پیٹ پر پھیرا اور فرمایا کہ اے اللہ! سعد کو شفا دے اور اس کی ہجرت مکمل فرمادے۔ حضرت سعد فرماتے ہیں کہ میں آج تک اپنے جگر میں دستِ مبارک کی ٹھنڈک محسوس کرتا ہوں۔

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مریض کے جسم پر ہاتھ رکھنا شفقت اور محبت کے اظہار کے لیے فرمایا اور اس لیے بھی کہ مرض کی شدت معلوم ہو جائے تاکہ آپ ﷺ حسبِ حال دعاء فرمائیں اور آپ ﷺ کے دستِ مبارک پھیرنے سے بیماری میں خفت ہو جائے۔

(فتح الباري : ۵۰/۳۔ ارشاد الساري : ۲۸۹/۱۲۔ روضه المتقين : ۹۱۳/۲۔ دليل الفالحين : ۳۴۰/۳)

اپنے اوپر دم کرنے کا طریقہ

۹۰۵. وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ شَکَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجَعًا یَجِدُہٗ فِیْ جَسَدِہٖ، فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. "ضَعْ یَدَکَ عَلَی الَّذِیْ یَأْلَمُ مِنْ جَسَدِکَ وَقُلْ! بِسْمِ اللّٰہِ. ثَلَاثًا. وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ : اَعُوْذُ بِعِزَّۃِ اللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ". (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۹۰۵) حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میرے جسم میں ایک جگہ درد ہو رہا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: درد کی جگہ ہاتھ رکھ کر پہلے تین مرتبہ بسم اللہ پڑھو اسکے بعد سات دفعہ یہ دعاء پڑھو، اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ من شر ما اجد واحاذر۔

. . . .

مریض کے لیے دعاء کا ایک طریقہ

۹۰۶. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ "مَنْ عَادَ مَرِیْضًا لَّمْ یَحْضُرْہُ اَجَلُہٗ فَقَالَ عِنْدَہٗ سَبْعَ مَرَّاتٍ اَسْاَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَکَ: اِلَّا عَافَاہُ اللّٰہُ مِنْ ذٰلِکَ الْمَرَضِ" رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ! حَدِیْثٌ حَسَنٌ، وَقَالَ الْحَاکِمُ حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الْبُخَارِیِّ.

(۹۰۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی ایسے مریض کی عیادت کرے جس کی موت کا وقت ابھی نہ آیا ہو اس کے پاس سات مرتبہ یہ کلمات کہیں:

" اسأل اللہ العظیم برب العرش العظیم أن یشفیک ."

"میں اللہ رب عرشِ عظیم سے سوال کرتا ہوں کہ تجھے شفا عطا فرما دے۔"

اللہ تعالیٰ اسے اس بیماری سے شفا عطا فرما دیں گے۔ (ابوداؤد، ترمذی، ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے امام حاکم نے کہا کہ یہ حدیث امام بخاری کی شرط کے مطابق ہے)

تخریج حدیث (۹۰۶): سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمریض عند العیادۃ. الجامع للترمذی، ابواب الطھارۃ.

کلمات حدیث: الا عافاہ اللہ من ذٰلک المرض : مگر اللہ تعالیٰ اسے اس مرض سے عافیت عطا فرما دیتے ہیں۔ عافی معافاۃ (باب مفاعلہ) صحت دینا، عافیت عطا کرنا۔

شرحِ حدیث: مریض کے لیے جب دعاء کی جائے تو بہت خشوع کے ساتھ اور عاجزی کے ساتھ دعا کی جائے اور ماثور دعاؤں کو اختیار کیا جائے کیونکہ جو کلمات لسانِ نبوت ﷺ سے اداء ہوئے ہیں ان کی اپنی تاثیر ہے اور ان کی برکت ہے اور ان میں خیر عظیم ہے۔ غرض قبولیت کے یقین کے ساتھ اور حسن نیت کے ساتھ کی گئی دعا اللہ کے یہاں ضرور قبول ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ مریض کو شفاء عطا فرماتے ہیں۔ (روضة المتقين : ٢/٤٣٢ ۔ دليل الفالحين : ٣/٣٤١)

●●●●●●●●●●●●

لا باس طھور کہنا

٩٠٧. وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَىٰ اَعْرَابِيٍّ يَعُوْدُه، وَكَانَ اِذَا دَخَلَ عَلَىٰ مَنْ يَعُوْدُه قَالَ : " لَابَاْسَ، طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(٩٠٧) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک اعرابی کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اور آپ ﷺ جب کسی کی عیادت کے لیے جاتے تو فرماتے کہ

" لا بأس طهور إن شاء الله ."

"کوئی فکر کی بات نہیں اللہ چاہے گا تو یہ بیماری گناہوں سے پاک کر دے گی۔" (بخاری)

تخریج حدیث(٩٠٧): صحيح البخاري، كتاب المرضى، باب عيادة الاعراب .

کلماتِ حدیث: طهور : پاکی کے حصول کا ذریعہ۔ پاک کرنے والی شئے۔ پاکی، طہور، وضوء کا پانی۔

شرحِ حدیث: ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حد درجہ متواضع تھے اور آپ ﷺ تواضع کی بناء پر اعرابی کی مزاج پرسی کے لیے جاتے اور اس کے لیے دعاء فرماتے اور اسے تسلی دیتے کہ فکر نہ کرو یہ بیماری تمہارے لیے جسمانی اور روحانی پاکی کا ذریعہ بن جائے گی اور گناہ معاف ہو جائیں گے اور اگر بیماری سے گناہ معاف ہو جائیں تو یہ بہت ہی عمدہ اور خوب بات ہے کہ دنیا کی تھوڑی سے تکلیف کے بدلے میں آخرت کی بڑی تکلیف دور ہو جائے۔

یہ حدیث صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک اعربی کے پاس عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور جب آپ ﷺ کسی مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو آپ فرماتے کوئی فکر و غم کی بات نہیں ان شاء اللہ پاکی کا ذریعہ ہے۔ آپ ﷺ نے اس عرابی سے یہ جملہ کہا تو اس نے کہا کہ آپ پاکی کہہ رہے ہیں یہ تو کھولتا ہوا ابلتا ہوا بخار ہے جس نے ایک بوڑھے کو گرفت میں لے لیا ہے تا کہ اسے قبرستان لے جائے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اس وقت۔ آپ ﷺ کے ہاں فرمانے کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کو اطلاع دے دی گئی کہ وہ اس بیماری میں انتقال کر جائے گا اس پر آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اس کا بخار اس کے گناہوں کے لیے کفارہ ہو جائے اور ہو سکتا ہے کہ اعربی کے جواب کے وقت آپ ﷺ کو یہ علم ہوا ہو کہ یہ اب زندہ نہیں رہے گا۔ طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ وہ اعرابی انتقال کر گیا۔ اور دولابی نے الکنی میں روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

کہ اللہ کا فیصلہ ہو کر رہے گا اور اس کے بعد اعرابی انتقال کر گیا۔ (فتح الباري: ۲/۲۹۶ ۔ ارشاد الساري: ۸/۱۱۰)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی دعاء

۹۰۸ . وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ جِبْرِیْلَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ! یَامُحَمَّدُ اشْتَکَیْتَ؟ قَالَ "نَعَمْ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْئٍ یُؤْذِیْکَ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ اَوْعَیْنِ حَاسِدٍ، اَللّٰهُ یَشْفِیْکَ، بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِیْکَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۹۰۸) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا اے محمد کیا آپ بیمار ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں۔ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان الفاظ سے دعاء دی:

" بسم الله ارقيک من کل شيء يؤذيک من شر کل نفس او عين حاسد الله يشفيک باسم الله أرقيک ."

"اللہ کے نام سے آپ پر دَم کرتا ہوں اور ہر اس چیز سے جو آپ کو تکلیف پہنچائے ہر حسد کرنے والے کے نفس سے اور حاسد کی آنکھ کے شر سے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو شفاء عطا فرمائے اللہ کے نام سے آپ ﷺ پر دم کرتا ہوں۔"

تخریج حدیث (۹۰۸): صحيح مسلم، كتاب السلام، باب الصب و المرض و الرقى .

کلمات حدیث: اشتکیت : کیا آپ ﷺ بیمار ہیں۔ اشتکی : بیمار ہوا۔

شرح حدیث: رسولِ اکرم ﷺ بیمار بھی ہوئے اور لوگوں کی ایذاء اور تکلیف سے بھی متاثر ہوئے اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے شفا کی دعاء بھی فرماتے اور تعوذ بھی فرماتے۔ جب کبھی آپ ﷺ بیمار ہوئے تو جبرئیل امین آپ ﷺ کی عیادت کے لیے آئے چنانچہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ آئے اور انہوں نے آپ ﷺ کو یہ کلمات فرما کر جھاڑا۔ (نزهة المتقين : ۳/۲٤)

بیماری کی حالت میں پڑھنے کے کلمات

۹۰۹ . وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُمَا شَهِدَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ "مَنْ قَالَ : لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ صَدَّقَهٗ رَبُّهٗ فَقَالَ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَاَنَا اَکْبَرُ وَاِذَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ قَالَ یَقُوْلُ ! لَااِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَحْدِیْ لَاشَرِیْکَ لِیْ! وَاِذَا قَالَ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُکُ وَلَهُ الْحَمْدُ، قَالَ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَنَا لِیَ الْحَمْدُ وَلِیَ الْمُلْکُ وَاِذَا قَالَ : لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، قَالَ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِیْ! وَکَانَ یَقُوْلُ مَنْ قَالَهَا فِیْ مَرَضِهٖ ثُمَّ مَاتَ لَا تَطْعَمُهُ النَّارُ ."

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ .

(۹۰۹) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کہا کہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر تو اس کا رب اس کی تصدیق کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بے شک میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں سب سے بڑا ہوں اور جب وہ کہتا ہے لا اللہ اللہ وحدہ لا شریک لہ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں میں اکیلا ہوں میرا کوئی شریک نہیں اور جب وہ یہ کہتا ہے کہ لا الـه الا اللّٰـه لـه' الملك ولـه الحمد تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں میرے ہی لیے تعریف ہے اور میری ہی بادشاہی ہے اور جب وہ کہتا ہے کہ لا الہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں گناہ سے پھیرنا اور نیکی کرنے کی ہمت کرنے کی ہمت دینا صرف میرا ہی کام ہے اور نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے جو شخص ان کلمات کو اپنی بیماری میں پڑھے پھر وہ اس بیماری میں مر جائے تو اسے جہنم کی آگ نہیں کھائے گی۔ (یہ حدیث ترمذی نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۹۰۹): الجامع للترمذی، ابواب الدعوات : باب ما یقول العبد إذا مرض .

کلمات حدیث: لم تطعمه النار : آگ اسے نہیں چکھے گی۔ طعم طعما (باب سمع) چکھنا۔

شرح حدیث: یہ کلمات بہترین کلمات ہیں ہر وقت اور ہر لحہ ورد زبان رہیں تو بہت ہی بہترین اور خوب ہے اور ان کا بڑا اجر و ثواب ہے۔ خاص طور پر بیماری میں ان کلمات کو پڑھنا بہت ہی مفید ہے اور اسی بیماری میں موت آجائے تو اللہ تعالیٰ سے حسن خاتمہ کی امید ہے۔ (روضۃ المتقین : ۳۲۳/۲ ۔ دلیل الفالحین : ۳۴۳/۳)

الباب (١٤٦)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ سُؤَالِ اَهْلِ الْمَرِيْضِ عَنْ حَالِهِ

بیمار کے اہل خانہ سے مریض کا حال پوچھنے کا استحباب

۹۱۰. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَجَعِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ فَقَالَ النَّاسُ : يَااَبَا الْحَسَنِ كَيْفَ اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ قَالَ اَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰهِ بَارِئًا . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۹۱۰) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے باہر آئے جبکہ آپ مرضِ وفات میں تھے۔ ان سے لوگوں نے پوچھا اے ابوالحسن رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ بحمد للہ اب آپ بہتر ہیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۹۱۰): صحيح البخاری، كتاب الاستيذان، باب المعانقه .

کلمات حدیث: بارئًا : مرض سے بری، بہتر حالت، صحت کے قریب، ابرء سے اسم فاعل۔

شرح حدیث: مرض کے غلبہ کی بناء پر اگر مریض سے عیادت کرنا ممکن نہ ہو تو اس کے اہل خانہ سے مزاج پرسی کرنی چاہیے اور جس سے مزاج پرسی کی جائے وہ ایسے کلمات کہے جو اگر مریض کے علم میں آئیں وہ تو ان سے خوش ہو اور ان میں امید ورجاء کا پہلو غالب ہو جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب الحمد للہ آپ روبصحت ہیں۔ (نزهة المتقين : ۲/ ۲۰۵)
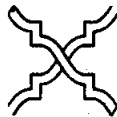
البَابُ (۱٤٧)

بَابُ مَا يَقُولُه' مَنْ اَيِسَ مِنْ حَيَاتِهٖ
جو شخص اپنی زندگی سے مایوس ہو جائے وہ کیا دعاء کرے؟

۹۱۱. عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنها قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم وَهُوَ مُسْتَنِدٌ اِلَيَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَأَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۹۱۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ میرے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے ہوئے تھے میں نے سنا کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے:

" اللّٰهم اغفرلي وارحمني والحقني بالرفيق الأعلىٰ."

''اے میرے اللہ! مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔'' (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۹۱۱): صحيح البخاري، كتاب المرضى، باب تمنى المريض الموت. صحيح مسلم، كتاب السلام، باب استحباب رقية المريض.

کلمات حدیث: وهو مستند الى: آپ ﷺ مجھ سے ٹیک لگائے ہوئے۔ استناد (باب افتعال) ٹیک لگانا، سہارا لینا۔ سند سنوداً (باب نصر) اعتماد کرنا، بھروسہ کرنا۔ استند إليه: سہارا لیا۔

شرح حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ مرض الوفات کی شدت میں مجھ سے سہارا لیے ہوئے تھے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ

" اللّٰهم اغفرلي وارحمني والحقني بالرفيق الأعلىٰ."

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں سنتی تھی کہ ہر نبی کو موت سے پہلے دنیا اور آخرت میں اختیار دیا جاتا ہے اور میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

﴿مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا﴾
(النساء: ٦٩)

''ان کے ساتھ جن پر اللہ نے انعام فرمایا، انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین اور اچھی ہے ان کی رفاقت۔''

الرفیق الاعلیٰ کے معنی ہیں وہ مقام جہاں ان انبیاء اور صدیقین اور شہداء کی مرافعت ہو امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رفیق اعلیٰ سے مراد اعلیٰ علیین میں رہنے والے انبیاء کی مرافقت ہے۔ (فتح الباري: ٦٧٢/٢۔ روضة المتقين: ٤٢٥/٢)

رسول اللہ ﷺ کے مرض الموت کی کیفیت

۹۱۲. وَعَنْهَا قَالَتْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْمَوْتِ عِنْدَه' قَدَحٌ فِيْهِ مَآءٌ وَّهُوَ يَدْخِلُ يَدَه' فِي الْقَدَحِ ثُمَّ يَمْسَحُ وَجْهَه' بِالْمَاءِ ثُمَّ يَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَسَكَرَاتِ الْمَوْتِ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

(۹۱۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو انتقال کے وقت دیکھا کہ آپ کے پاس پانی کا ایک پیالہ رکھا ہوا تھا جس میں پانی تھا آپ ﷺ اپنا ہاتھ پیالہ میں ڈالتے پھر اپنے چہرہ مبارک پر پانی کو ملتے اور ارشاد فرماتے اے اللہ موت کی سختیوں اور بے ہوشیوں پر میری مدد فرما۔

تخریج حدیث(۹۱۲): الجامع للترمذی، ابواب الجنائز، باب ما جاء فی التشدید عند الموت .

کلمات حدیث: غمرات : غمرة کی جمع سکرات موت کی شدت۔ سکرات : سکرة کی جمع یہ لفظ موت کی اس شدت پر بولا جاتا ہے جس سے حواس گم ہو جائیں۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کو آخری ایام میں بخار کی شدت تھی اور اس شدت حرارت میں تخفیف کے لیے آپ بار بار اپنا ہاتھ پیالہ میں ڈال کر دستِ مبارک تر کرتے اور وہ چہرے پر ملتے اور دعاء فرماتے کہ اے اللہ موت کی سختی میں آسانی فرما۔ رسولِ اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ہر معاملہ میں امت کے لیے اسوۂ حسنہ بنایا اور آپ ﷺ کو موت کے وقت سکرات کی شدت بھی محسوس ہوئی تاکہ امت کے لیے اس آخری مرحلے سے متعلق اسوۂ حسنہ ہو جائے اور مسلمان آخری وقت میں اللہ کو یاد کریں اور دعاء کریں کہ:

" اللهم اعنى على غمرات الموت وسكرات الموت ."

''اے اللہ! موت کی سختیوں اور بے ہوشیوں میں میری مدد فرما۔'' (روضة المتقين : ٢/٤٢٦۔ نزهة المتقين : ٢/٢٦)
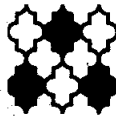
الباب (۱۴۸)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ وَصِيَّةِ اَهْلِ الْمَرِيْضِ وَمَنْ يَخْدُمُه بِالْاِحْسَانِ اِلَيْهِ وَاحْتِمَالِهِ الصَّبْرَ عَلٰى مَايَشُقُّ مِنْ اَمْرِهٖ وَكَذَا الْوَصِيَّةِ بِمَنْ قَرُبَ سَبَبُ مَوْتِهٖ بِحَدٍّ اَوْ قِصَاصٍ وَنَحْوِهِمَا

مریض کے گھر والوں اور اس کے خدمت گاروں کو مریض کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور مریض کی طرف سے پیش آنے والی مشقتوں پر صبر کرنے کی تلقین اسی طرح جس کا سبب موت قریب ہو یعنی حد یا قصاص وغیرہ نافذ ہونے والی ہو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید

عورت کو حالتِ حمل میں رجم نہیں کیا جائے گا

۹۱۳. عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ امْرَأَةً مِّنْ جُهَيْنَةَ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حُبْلٰى مِنَ الزِّنَا فَقَالَتْ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْهُ عَلَيَّ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيَّهَا فَقَالَ "اَحْسِنْ اِلَيْهَا فَاِذَا وَضَعَتْ فَاْتِنِيْ بِهَا" فَفَعَلَ، فَاَمَرَبِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشُدَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا ثُمَّ اَمَرَبِهَا فَرُجِمَتْ ثُمَّ صَلّٰى عَلَيْهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۹۱۳) حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جہینہ کی ایک عورت جو زنا سے حاملہ تھی، آپ ﷺ کی خدمت میں آئی، اس نے کہا کہ یارسول اللہ میں نے حد کا جرم کیا ہے، آپ میرے اوپر حد قائم فرما دیجئے۔ آپ نے اس کے ولی کو بلوایا فرمایا کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو جب بچہ کی پیدائش ہو جائے تب میرے پاس لے کر آؤ۔ اس نے ایسا ہی کیا آپ ﷺ نے حکم فرمایا اور اس کے کپڑوں کو اس پر مضبوطی سے باندھ دیا گیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کی سنگساری کا حکم دیا اور اسے سنگسار کر دیا گیا اور آپ ﷺ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۹۱۳): صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسه بالزنا.

کلماتِ حدیث: أصبت حدا : میں نے ایسے جرم کا ارتکاب کر لیا جس پر حد لازم آتی ہے۔ ولیها : اس کا ولی۔ ولی : وہ قریبی رشتہ دار جو اپنے زیرِ ولایت شخص کے معاملہ کا ذمہ دار ہو۔

شرحِ حدیث: جہینہ کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس لائی گئی اور اس نے اعتراف جرم زنا کیا آپ ﷺ نے اس کے ولی کو بلا کر اسے حکم فرمایا کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور جب بچہ کی پیدائش ہو جائے تب میرے پاس لے کر آؤ۔ احسان کا حکم آپ ﷺ نے اس لیے فرمایا تا کہ رشتہ دار اور عزیز اس کے ساتھ برا اور توہین آمیز سلوک نہ کریں اور غیرت اور عار کے نام پر اس پر کوئی زیادتی نہ کریں کیونکہ دراصل یہ عورت توبہ کر چکی ہے۔ دوسری وجہ حکم احسان کی ہے کہ اس کے شکم میں پرورش پانے والا بچہ محفوظ رہے۔

غرض ایسا ہی ہوا کہ اس عورت کے جب بچہ پیدا ہو گیا تو اس کا ولی اسے لے کر آیا آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ اس کے کپڑے اس کے گرد لپیٹ کر باندھ دیے جائیں تا کہ اجرائے سزا کے دوران اس کا جسم نہ کھلے اور اس کے بعد اسے رجم کر دیا گیا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ﷺ اس عورت کی نمازِ جنازہ پڑھا رہے ہیں جس نے زنا کیا ہے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی ہے جو مدینہ کے ستر آدمیوں پر تقسیم کی جائے تو وہ سب کو کافی ہو جائے اور اس سے بڑھ کر کیا توبہ ہوگی کہ اس نے اپنی جان اللہ کی نذر کر دی۔

(شرح صحيح مسلم : ١٦٩/١١ ـ تحفة الأحوذي : ٨١٠/٤)

البَابُ (۱۴۹)

جَوَازُ قَوْلِ الْمَرِيْضِ اَنَا وَجِعٌ، اَوْشَدِيْدُ الْوَجَعِ اَوْ مَوْعُوْكٌ اَوْوَارَأْسَاهُ وَنَحْوُ ذَالِكَ اِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَى السَّخَطِ وَاِظْهَارِ الْجَزَعِ

بیمار کا یہ کہنا کہ مجھے تکلیف ہے یا سخت تکلیف ہے یا بخار ہے یا ہائے میرا سر وغیرہ بلا کراہت جائز ہے بشرطیکہ اللہ سے ناراضگی اور جزع وفزع کے طور پر نہ ہو

رسول اللہ ﷺ کو بخار دو آدمیوں کے برابر ہوتا تھا

۹۱۴. عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوْعَكُ فَمَسِسْتُه، فَقُلْتُ: اِنَّكَ لَتُوْعَكُ وَعْكًا شَدِيْدًا: فَقَالَ اَجَلْ اِنِّىْ اُوْعَكُ كَمَا يُوْعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۹۱۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ کو بخار تھا میں نے آپ کو چھو کر دیکھا اور عرض کیا کہ آپ ﷺ کو شدید بخار ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں مجھے تم میں سے دو آدمیوں کے برابر بخار ہوتا ہے۔

تخریج حدیث (۹۱۴): صحيح البخارى، كتاب المرض، باب شدة المرض. صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض او حزن او نحو ذلك.

کلمات حدیث: يوعك: بخار ہے۔ وعك: بخار کا درد اور تکلیف۔ وعك وعكاً: گرمی، تیزی ہونا۔ موعوك: جس کو بخار ہو، بخار والا۔ انك لتوعك وعك شديداً: آپ کو شدید بخار ہے۔

شرح حدیث: سب سے زیادہ آزمائش سے انبیاء کرام گزرتے ہیں اور جس کا تعلق اللہ سے زیادہ ہوتا ہے اس کی آزمائشیں زیادہ ہوتی ہیں۔ رسول کریم ﷺ کو شدید بخار چڑھتا اور آپ ﷺ نے خود فرمایا کہ مجھے دو آدمیوں کے برابر بخار ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی آزمائش اور تکلیف میں زیادتی سے ان کے مراتب اور درجات بلند ہو جاتے ہیں۔

علامہ سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مریض اللہ کی حمد اور اسکے شکر کیساتھ اپنے اہل خانہ یا عیادت کرنیوالوں کے سامنے اپنے مرض کی کیفیت بیان کرسکتا ہے مگر اسطرح کہ اس میں تقدیر کا شکوہ اور ناراضگی کا پہلو نہ ہو۔ (روضة الصالحين: ۴۵۲/۳۔ روضة المتقين: ۴۲۸/۲)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیماری کی کیفیت بتانا

۹۱۵. وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ جَآءَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِيْ مِنْ وَجَعٍ اِشْتَدَّ بِيْ فَقُلْتُ : بَلَغَ بِيْ مَاتَرَىٰ وَاَنَا ذُوْمَالٍ، وَلَا يَرِثُنِيْ اِلَّا ابْنَتِيْ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۹۱۵) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں سخت بیمار تھا رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لیے آئے میں نے عرض کیا کہ میری تکلیف کی شدت دیکھ رہے ہیں اور میں مالدار آدمی ہوں اور میری ایک ہی بیٹی ہے جو میرا وارث ہے۔اس کے بعد پھر مکمل حدیث ذکر کی۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۹۱۵): صحيح البخاري، كتاب المرضى، باب قول المريض انى وجع. صحيح مسلم، كتاب الوصية ؟ باب الوصية بالثلث .

کلمات حدیث: يعودني من وجع اشتد بي : میری شدید بیماری میں عیادت کے لیے تشریف لائے۔ وجع : درد۔ بیماری، جمع اوجاع.

شرح حدیث: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ شدید بیمار ہو گئے اور امام بخاری رحمہ اللہ کی تشریح کے مطابق آپ مکہ مکرمہ میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر بیمار ہوئے۔رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب سے ہر ایک سے بہت محبت فرماتے اور بہت شفقت فرماتے۔آپ ﷺ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے انہوں نے اپنے مرض کی شدت بیان کی اور عرض کیا کہ میرے پاس خاصا مال ہے اور ایک بیٹی وارث ہے اور انہوں نے آپ ﷺ سے وصیت کے بارے میں دیافت کیا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تہائی مال کی وصیت کی جا سکتی ہے اور تہائی بھی بہت ہے۔ (فتح الباري : ۳/۵۲۔ ارشاد الساري : ۱۲/۳۹۸۔ دليل الفالحين : ۳/۳۵۱)

●●●●●●●●●●●●●

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شدتِ مرض کو بیان کرنا

۹۱۶. وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ، قَالَتْ عَآئِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَارَأْسَاهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "بَلْ اَنَا وَارَأْسَاهُ" وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۹۱۶) حضرت قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بیماری کی شدت میں کہا کہ ہائے میرا سر۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بلکہ میں کہتا ہوں کہ ہائے میرا سر۔اور اس کے بعد حدیث ذکر کی۔(بخاری)

شرح حدیث(۹۱۶): ابن ماجہ کی ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات بقیع میں جنازہ کی شرکت سے واپس آئے اور میرے سر میں درد تھا اور میں کہہ رہی تھی کہ ہائے میرا سر تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں بھی کہتا ہوں کہ ہائے میرا سر۔

حدیث کا مقصود یہ ہے کہ مریض اپنے مرض کی کیفیت کو بیان کر سکتا ہے اور اپنے مرض کی شدت کو بیان کر سکتا ہے۔چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے مرض کی شدت کے بارے میں بیان کیا۔

(نزهة المتقين : ۲/۲۸۔ فتح الباري : ۳/۵۲۔ ارشاد الساري : ۱۲/۳۹۵)

البَابُ (۱۵۰)

بَابُ تَلْقِيْنِ الْمُحْتَضِرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

جس کی موت قریب ہو اسے لا الہ الا اللہ کی تلقین کرنا

۹۱۷. عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالْحَاكِمُ وَقَالَ : صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ .

(۹۱۷) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کہ جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت میں جائے گا۔(ابوداؤد، وحاکم۔حاکم نے کہا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے)

تخریج حدیث(۹۱۷): سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب فی التلقین .

کلمات حدیث: آخر کلامه : اس کا آخری کلام اس کی آخر بات۔ آخر : پچھلا :جمع آخرون . مونث اخری :جمع اخریات .

شرح حدیث: آخری وقت میں جب آدمی اس دنیا سے رخصت ہو رہا ہو اور اس کی زبان پر کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ جاری ہو تو وہ اس کے صاحبِ ایمان ہونے کی علامت ہے اور اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے جنت میں جائے گا۔یا تو براہِ راست جنت میں جائے گا یا جو کچھ اس کے گناہ ہوں گے ان کی سزا پا کر رحمتِ الٰہی سے جنت میں پہنچ جائے گا۔اور یہ امر بصراحت اس روایت میں مذکور ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے بوقتِ موت لا الہ الا اللہ کہا اسے کسی دن اس کا فائدہ پہنچ کر رہے گا۔اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے کہ جس نے وقتِ موت لا الہ الا اللہ کہا وہ کسی دن اس کی نجات کا ذریعہ بن جائے گا۔

علامہ ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جس نے آخری وقت کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں جائے گا۔بشرطیکہ کہ اس کے گناہ اس کی میزان پر غالب نہ ہوں ایسی صورت میں اس کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے کہ اگر چاہے تو وہ ان گناہوں کی سزا دے اور چاہے تو اس کے گناہ معاف فرما دے اور اسی وقت جنت میں داخل فرما دے اور اگر میزانِ عمل میں اس کی حسنات غالب ہوں تو وہ اللہ کی رحمت سے ضرور جنت میں جائے گا۔ (روضة المتقين : ۲/ ۴۳۰۔ دليل الفالحين : ۳/۳۵۳)

موت کے وقت کلمہ تلقین کرنا

۹۱۸. وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۹۱۸) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۹۱۸): صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب تلقین الموتی لا الہ الا اللہ .

کلماتِ حدیث: لقنوا موتاکم: ان لوگوں کو جن کا موت کا وقت قریب ہو تلقین کرو۔ لقن تلقینا (باب تفعیل) بالمشافہ سمجھانا، بتانا، ذکر کرنا تاکہ یاد آجائے۔

شرحِ حدیث: جب کسی مریض کی موت کا وقت قریب آئے تو جو لوگ اس کے پاس موجود ہوں انہیں کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ پڑھنا چاہیے تاکہ مریض کو بھی خیال آجائے اور وہ بھی کلمہ پڑھ لے۔ اسے تلقین کہتے ہیں لیکن اس امر کا خیال رکھنا چاہیے کہ زیادہ کثرت نہ کی جائے ہوسکتا ہے کہ مرض کی شدت میں مریض کو گرانی ہو اور نہ اسے یہ کہنا چاہیے کہ تم بھی پڑھو۔

علامہ ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تلقین موتی کا یہ حکم اس فرمانِ الٰہی میں داخل ہے:

﴿ وَذَكِّرْ فَإِنَّ ٱلذِّكْرَىٰ تَنفَعُ ٱلْمُؤْمِنِينَ ۝٥٥ ﴾

''اور یاددہانی کرو کہ یاددہانی مومنین کے لیے فائدہ مند ہے۔'' (الذاریات: ۵۵)

اور سب سے زیادہ تذکیر باللہ کی آدمی کو ضرورت بوقت موت ہے کہ آخری وقت بھی اگر اسے شیطان اچک لے تو اس کے بعد تو عرصہ مہلت باقی نہیں رہا۔ (شرح صحیح مسلم، للنووي: ٦/١٩٤۔ روضة المتقين: ٢/٤٣١)

البَابُ (۱۵۱)

بَابُ مَا يَقُوْلُه، بَعْدَ تَغْمِيْضِ الْمَيِّتِ

مرنے والے کی آنکھیں بند کرنے کے بعد کون سی دعاء پڑھی جائے؟

۹۱۹. عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلىٰ اَبِىْ سَلَمَةَ وَقَدْ شَقَّ بَصَرُه، فَاَغْمَضَهُ ثُمَّ قَالَ : "اِنَّ الرُّوْحَ اِذَا قُبِضَ تَبِعَهُ الْبَصَرُ" فَضَجَّ نَاسٌ مِنْ اَهْلِهٖ فَقَالَ لَاتَدْعُوْا عَلىٰ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا بِخَيْرٍ "فَاِنَّ الْمَلآئِكَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلىٰ مَا تَقُوْلُوْنَ ثُمَّ قَالَ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَبِىْ سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَه، فِى الْمَهْدِيِّيْنَ " . وَاخْلُفْهُ فِىْ عَقِبِهٖ فِى الْغَابِرِيْنَ وَاغْفِرْلَنَا وَلَه، يَارَبَّ الْعَالَمِيْنَ، وَافْسَحْ لَه، فِىْ قَبْرِهٖ وَنَوِّرْلَه، فِيْهِ ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۹۱۹) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ابو سلمہ کے پاس آئے ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے انہیں بند فرما دیا اور فرمایا کہ جب روح قبض کی جاتی ہے تو آنکھیں اس کو جاتا ہوا دیکھتی ہیں۔ یہ سن کر گھر کے کچھ لوگ زور سے رونے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے لیے صرف بھلائی کی دعاء کرو تم جو دعاء کرتے ہو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ ابو سلمہ کی مغفرت فرما ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کے درجات بلند فرما پسماندگان میں اس کے پیچھے خلیفہ (دیکھ بھال کرنے والا) بن جا اور اے اللہ رب العالمین ہماری اور اس کی مغفرت فرما اس کی قبر کشادہ فرما اور اسکی قبر کو روشن فرما دے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۹۱۹): صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فی اغماض المیت والدعاء له اذا احتضر .

کلمات حدیث: فضج ناس من اهله : اس کے گھر والوں میں بعض افراد زور سے روئے۔ ضج ضجا (باب نصر) شور مچانا، چیخنا، رونا۔ ضجة : چیخ و پکار۔ وارفع درجته فی المهديين : ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کا درجہ بلند فرما دے۔ مهديين : مہدی کی جمع یعنی ہدایات یافتہ۔ وہ شخص جس کی اللہ تعالیٰ حق کی طرف راہنمائی فرمائیں۔ وقد شق بصره .فأغمضه : اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں آپ ﷺ نے اسے بند فرما دیا۔ اغمض اغماضا (باب افعال) آنکھ بند کرنا۔ واخلفه فی عقبه فی الغابرين : آنے والے زمانوں میں تو اس کے پیچھے اس کا قائم مقام ہو جا۔ الغابرين : غابر کی جمع باقی ماندہ۔

مرنے کے بعد روح کا جسم سے ایک گونا تعلق قائم رہتا ہے۔

شرح حدیث: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ انتقال فرما گئے رسول اللہ ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے آپ ﷺ نے دیکھا کہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ آپ ﷺ نے دست مبارک سے ان کی آنکھیں بند فرما دیں اور فرمایا کہ جب آدمی کی روح نکلتی ہے تو اس کی نگاہ اس کا تعاقب کرتی ہے کہ اس کی روح کہاں جا رہی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں تیس سال سے اس حدیث پر غور کر رہا ہوں اور میں جس نتیجے پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ انسان کے سارے جسم سے روح نکل جاتی ہے اور آخر میں سر میں اور آنکھوں میں رہ جاتی ہے تو جو روح نکل کر جا رہی ہوتی ہے اسے مرنے والے کی آنکھیں دیکھتی ہیں اور جب پوری آنکھیں نکل جاتی ہیں تو آنکھیں اسی طرح پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں جیسے مذبوح جانور کی رہ جاتی ہیں۔ اور بعض علماء نے یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ روح کا مرنے والے کے جسم سے ایک نوع کا اتصال باقی رہتا ہے اور یہ اتصال بالکلیہ منقطع نہیں ہوتا اور روح جسم سے نکلنے کے بعد دیکھتی بھی اور سنتی بھی ہے اور سلام کا جواب بھی دیتی ہے۔

ابن حجر ھیثمی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب شرح المنہاج میں تحریر کیا ہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ مفہوم یہ ہو کہ جب روح نکل جاتی ہے تو قوتِ باصرہ بھی نکل کر اس کے پیچھے چلی جاتی ہے اور اسی بناء پر آنکھ کی پتلی ٹھہر جاتی ہے اور مرنے والے کی شکل کریہہ المنظر ہو جاتی ہے اور اس کراہت منظر کو دور کرنے کے لیے آنکھوں کو بند کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے نیز یہ کہ جب آنکھ سے بصارت جاتی رہی تو اس کے کھلے رہنے کا فائدہ باقی نہیں رہا، اس لیے بھی مردے کی آنکھیں بند کرے کا حکم ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے امت کو تعلیم دی کہ جب کوئی عزیز قریب مر جائے تو چیخ و پکار اور رونے کی بجائے دعاء کی جائے مرنے والے کے لیے بھی اور ان لوگوں کے لیے جو اس کے پیچھے اس کے لواحقین میں سے زندہ ہیں کیونکہ اس موقعہ پر جب دعائے خیر کی جاتی ہے تو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔ اسی طرح جو لوگ مرنے والے کے اہل خانہ سے تعزیت کے لیے جائیں وہ بھی مرنے والے اور اس کے لواحقین کے حق میں دعاء کریں۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ٦/١٩٧ ـ دلیل الفالحین : ٣/٣٥٥)

البَابُ (۱۵۲)
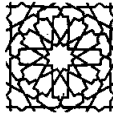
مَایُقَالُ عِنۡدَ الۡمَیِّتِ وَمَا یَقُوۡلُه‘ مَنۡ مَاتَ لَه‘ مَیِّتٌ
میت کے پاس کیا کہا جائے اور مرنے والے کے ورثاء کے پاس کیا کلمات کہیں جائیں؟

۹۲۰. عَنۡ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهَا قَالَتۡ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ "اِذَا حَضَرۡتُمُ الۡمَرِیۡضَ اَوِالۡمَیِّتَ فَقُوۡلُوۡا خَیۡرًا، فَاِنَّ الۡمَلَائِکَةَ یُؤۡمِنُوۡنَ عَلٰی مَاتَقُوۡلُوۡنَ قَالَتۡ! فَلَمَّا مَاتَ اَبُوۡسَلَمَةَ اَتَیۡتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ فَقُلۡتُ : یَارَسُوۡلَ اللّٰهِ، اِنَّ اَبَاسَلَمَةَ قَدۡمَاتَ، قَالَ: "قُوۡلِیۡ : اَللّٰهُمَّ اغۡفِرۡلِیۡ وَلَه‘ وَاَعۡقِبۡنِیۡ مِنۡه‘ عُقۡبٰی حَسَنَةً" فَقُلۡتُ فَاَعۡقَبَنِیَ اللّٰهُ مَنۡ هُوَ خَیۡرٌ لِّیۡ مِنۡه‘ ! مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ مُسۡلِمٌ هٰکَذَا : "اِذَا حَضَرۡتُمۡ لِلۡمَرِیۡضِ اَوِالۡمَیِّتِ" عَلَی الشَّکِّ وَرَوَاهُ اَبُوۡدَاؤدَ وَغَیۡرُه‘: "اَلۡمَیِّتَ" بَلَا شَکٍّ !

(۹۲۰) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم بیمار یا مریض کے پاس آؤ تو اس سے اچھی بات کہو کیونکہ اس وقت تم جو دعاء کرتے ہو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔ ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو میں نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ابو سلمہ کا انتقال ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم یہ دعاء پڑھو:

" اللّٰهم اغفرلي وله واعقبني منه عقبى حسنة ."

''اے اللہ! میری اور اس کی مغفرت فرما اور مجھے اس سے بہتر بدلہ عطا فرما۔''

اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے بہتر بدل یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا فرما دیا۔ (مسلم نے اس حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے کہ جب تم مریض یا میت کے پاس آؤ)

تخریج حدیث (۹۲۰): صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند المریض والمیت. سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب ما یستحب ان یقال عند المیت من الکلام .

کلماتِ حدیث: واعقبني منه عقبى حسنة : اور مجھے اس کی جگہ بہتر صلہ عطا فرما۔ اعقبنی : مجھے عوض یا بدلہ میں دیدے۔

شرحِ حدیث: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ جب ابو سلمہ کا انتقال ہو گیا تو میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے مجھے اس دعاء کی تلقین فرمائی اور دعاء قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ابو سلمہ کی جگہ رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمایا۔ یعنی مجھے بہترین صلہ اور اچھا عوض عطا فرمایا۔ ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس قدر بڑی خیر کی بات ہے کہ ایک چھوٹا سا جملہ کہا جائے اور اس پر اتنی بڑی خیر کثیر مرتب ہو جائے اور اس کے ساتھ گناہوں سے مغفرت کا انعام بھی مل جائے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ۵/۱۹۷)

جانی و مالی صدمہ پر یہ دعاء پڑھے

۹۲۱. وَعَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ !"مَا مِنْ عَبْدٍ تُصِيْبُه مُصِيْبَةٌ فَيَقُوْلُ! اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ : اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاخْلُفْ لِيْ خَيْرًا مِنْهَا : اِلَّا اَجَرَه اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ مُصِيْبَتِهٖ وَاَخْلَفَ لَه خَيْرًا مِنْهَا قَالَتْ : فَلَمَّا تُوُفِّيَ اَبُوْسَلَمَةَ قُلْتُ كَمَا اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْلَفَ اللّٰهُ لِيْ خَيْرًا مِّنْه رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۹۲۱) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جسے کوئی مصیبت پہنچے اور وہ کہے کہ:

" انا لله وانا اليه راجعون اللهم اجرني في مصيبتي واخلف لي خيرا منها ."

" ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں اے اللہ مجھے میری مصیبت میں اجر عطا فرما اور اس کی جگہ بہتر بدلہ عطا فرما۔"

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو میں نے اس طرح دعاء کی جس طرح رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ابو سلمہ سے بہتر یعنی رسول اللہ ﷺ کو عطا فرما دیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۹۲۱): صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند المصيبة .

کلمات حدیث: واخلف : اس سے بہتر عوض عطا فرما۔ اخلف له : بدلہ دینا، صلہ دینا۔

شرح حدیث: دنیا کی ہر شئے اللہ کی ملکیت ہے، ہماری جانیں بھی اسی کی ملک ہیں اور جو شئے کسی کی ملک ہو تو مالک کو اختیار ہے جب چاہے واپس لے لے۔ اسی لیے تعلیم فرمائی کہ جب ہمیں جان و مال کا کوئی نقصان ہو یا کوئی مصیبت آئے تو ہم یہ کہیں ہم اللہ کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اس حقیقت کو سمجھنے والا اور اس کو اپنے دل میں جاگزیں کر لینے والا کسی بھی مصیبت میں صبر کا دامن چھوڑ کر جزع و فزع میں مبتلا نہ ہوگا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ ٱلَّذِينَ إِذَآ أَصَٰبَتۡهُم مُّصِيبَةٞ قَالُوٓاْ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّآ إِلَيۡهِ رَٰجِعُونَ ۝١٥٦ أُوْلَٰٓئِكَ عَلَيۡهِمۡ صَلَوَٰتٞ مِّن رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٞۖ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُهۡتَدُونَ ۝١٥٧ ﴾

" ایسے لوگ کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں ایسے لوگوں پر عنایتیں ہیں اپنے رب کی اور اس کی مہربانی اور یہی لوگ سیدھی راہ پر ہیں۔" (البقرة:۱۵۶)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو میں یہ دعا پڑھا کرتی تھی اور فی الواقع اللہ تعالیٰ نے مجھے

ابوسلمہ سے بہتر صلہ عطا فرمایا اور مجھے ابوسلمہ کی جگہ رسول اللہ ﷺ مل گئے۔

(شرح مسلم للنووي : ٦/١٩٥ ـ روضة المتقين : ٢/٤٣٥)

بچہ کے انتقال پر صبر کا بدلہ "بیت الحمد" ہے

۹۲۲. وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا مَاتَ وَلَدُالْعَبْدِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لِمَلَائِكَتِهٖ : قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِیْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ : نَعَمْ، فَيَقُوْلُ : قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهٖ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ : فَيَقُوْلُ فَمَاذَا قَالَ عَبْدِیْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ : حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی : اِبْنُوا لِعَبْدِیْ بَيْتًا فِی الْجَنَّةِ وَسَمُّوْهُ بَيْتَ الْحَمْدِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۹۲۲) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی اللہ کے بندے کا بچہ وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی وہ کہتے ہیں کہ ہاں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم نے اس کے دل کا ثمر لے لیا وہ کہتے ہیں ہاں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے نے کیا کہا؟ فرشتے کہتے ہیں کہ اس نے آپ کی حمد بیان کی اور انا للہ پڑھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے کے لیے جنت میں گھر بنا دو اور اس کا نام بیت الحمد رکھ دو۔ (ترمذی، اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۹۲۲): الجامع للترمذی، ابواب الجنائز، باب فضل المصيبة إذا احتسب .

کلماتِ حدیث: ثمرة فؤاده : اس کے دل کا پھل، اس کا ثمر قلب۔ اس کے جگر کا ٹکڑا۔ فؤاد : دل جمع افئدة . ثمرة : پھل، میوہ جمع اثمار.

شرحِ حدیث: اللہ تعالیٰ کے انسان پر بے شمار احسانات ہیں، زندگی کا ایک ایک سانس اسی کی نعمت ہے مال و اولاد اس کا دیا ہوا عطیہ ہیں۔ وہ ہر شئے کا مالک وہ اگر کسی کو کوئی شئے دے کر واپس لے لے تو جس کی تھی اس نے لے لی تو جزع و فزع کا کیا مقام؟ اب اگر کسی بندے کے بچہ مر جائے اور اس کی موت پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرے اور انا للہ پڑھ کر صبر کرے تو اس کے لیے جنت میں ایک گھر تعمیر کیا جائے گا اور اس کا نام بیت الحمد ہوگا۔ اس رنج و غم کے موقعہ پر اللہ کے بندے نے اللہ کی حمد بیان کی تو اس کے صلہ میں ملنے والے انعام کا نام بھی بیت الحمد ہوگا۔ (تحفة الاحوذي : ٤/٨٢ ـ روضة المتقين : ٢/٤٣٥ ـ دليل الفالحين : ٣/٣٦٠)

اولاد کے انتقال پر صبر کا بدلہ جنت ہے

۹۲۳. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی مَالِعَبْدِیْ الْمُؤْمِنِ عِنْدِیْ جَزَآءٌ اِذَا قَبَضْتُ صَفِيَّهٗ مِنْ اَهْلِ الدُّنْيَا ثُمَّ احْتَسَبَهٗ اِلَّا الْجَنَّةَ . رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

(۹۲۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس اس بندے کے لیے جنت کے سوا کوئی جزا نہیں ہے جس کی میں محبوب شئے واپس لے لوں اور اس پر وہ ثواب کی نیت سے صبر کرے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۹۲۳): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب العمل الذی یبتغی به وجه اللّٰه تعالیٰ .

کلمات حدیث: احسبته : اجر کی امید کی، ثواب کی امید رکھی۔ احتساب (باب افتعال) کسی کام کے وقت اجر وثواب کی اور اللہ کے یہاں جزا کی امید رکھنا۔

شرح حدیث: یہ حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر میرے بندے کا کوئی محبوب اور پیارا وفات پا جائے تو خواہ وہ اولاد ہو باپ ہو یا ماں یا عزیز و اقارب ہو اور وہ اس پر اللہ کی رضا کی خاطر اور اس کے یہاں ملنے والے اجر وثواب کی امید میں صبر کرے تو اس کی جزا جنت ہے۔ (روضة المتقین : ۲/۴۳۶۔ دلیل الفالحین : ۳/۳۶۱)

****

رسول اللہ ﷺ کے نواسہ کے انتقال کا واقعہ

۹۲۴. وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : اَرْسَلَتْ اِحْدٰى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِ تَدْعُوْهُ وَتُخْبِرُه، اَنَّ صَبِيًّا لَهَا. اَوِابْنًا فِي الْمَوْتِ فَقَالَ لِلرَّسُوْلِ: "اِرْجِعْ اِلَيْهَا فَاَخْبِرْهَا اَنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى مَا اَخَذَ وَلَه، مَا اَعْطٰى، وَكُلُّ شَيْئٍ عِنْدَه، بِاَجَلٍ مُسَمًّى فَمُرْهَا، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ' وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۹۲۴) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیوں میں سے کسی صاحبزادی نے پیغام بھیج کر آپ ﷺ کو بلوایا اور اطلاع بھجوائی کہ ان کا کوئی بچہ یا بیٹا موت کی آغوش میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پیغام لانے والے سے فرمایا کہ واپس جاؤ اور کہو کہ جو اللہ نے واپس لے لیا وہ بھی اسی کا ہے اور جو اس نے عطا فرمایا وہ بھی اسی کا ہے، اس کے پاس ہر شئے کا ایک وقت مقرر ہے۔ اسے کہو کہ صبر کرے اور اللہ کے یہاں ملنے والے اجر کی امید رکھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۹۲۴): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب قول الرسول ﷺ یعذب المیت ببکاء اهله .
صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب البکاء علی المیت .

کلمات حدیث: اجل مسمی : وقت مقرر۔ جو نہ ذرا آگے سرک سکتا ہے نہ پیچھے ہٹ سکتا ہے۔ دنیا میں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے بلکہ پوری دنیا کا ایک وقت مقررہ۔ یہ مدت پوری ہوتی ہے اور وہ چیز فنا کے گھاٹ اتر جاتی ہے کسی کو قدرت نہیں روک سکے یا اسے باقی رکھ سکے۔ یا اس کی بقاء کی مدت میں اضافہ کر سکے۔

شرح حدیث: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے کسی بچہ کی موت کا وقت قریب تھا انہوں نے آپ ﷺ کے پاس کسی کو بھیجا کہ آپ

ﷺ کو اطلاع دے اور آپ ﷺ کو بلا لائے۔ اس پر آپ ﷺ نے قاصد کو فرمایا واپس جا کر کہو کہ ہر چیز اللہ کی ملکیت ہے وہی دیتا ہے وہی لیتا ہے وہی زندگی عطا کرتا ہے وہی مارتا ہے، اس نے ہر شئے کی ایک مدت مقرر کر رکھی ہے جوں ہی وہ مدت پوری ہوئی اس شئے کا خاتمہ ہوا اس اجل مسمی کو نہ کوئی روک سکتا ہے اور نہ ٹال سکتا ہے اس لیے اسے چاہیے کہ صبر کرے اور اللہ کے یہاں اجر کی امید رکھے۔

یہ حدیث اس سے پہلے باب الصبر میں گزر چکی ہے۔ (روضة المتقین : ۲/۴۳۷ ۔ دلیل الفالحین : ۳/۳۶۱)

الباب (۱۵۳)

جَوَازُ الْبُكَآءِ عَلَى الْمَيِّتِ بِغَيْرِ نَدْبٍ وَلَا نِيَاحَةٍ

نوحہ خوانی اور چیخ وپکار کے بغیر مرنے والے پر رونے کا جواز

اَمَّا النِّيَاحَةُ فَحَرَامٌ وَسَيَاتِيْ فِيْهَا بَابٌ فِيْ كِتَابِ النَّهْيِ، اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاَمَّاالْبُكَاءُ فَجَاءَ تْ اَحَادِيْثُ بِالنَّهْيِ عَنْهُ وَاَنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ وَهِيَ مُتَاَوَّلَةٌ مَحْمُوْلَةٌ عَلٰى مَنْ اَوْصٰى بِهٖ وَالنَّهْيُ اِنَّمَا هُوَ عَنِ الْبُكَآءِ الَّذِيْ فِيْهِ نَدْبٌ اَوْنِيَاحَةٌ : وَالدَّلِيْلُ عَلٰى جَوَازِ الْبُكَآءِ بِغَيْرِ نَدْبٍ وَّلَانِيَاحَةٍ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ مِنْهَا :

مرنے والے پرنوحہ کرنا حرام ہے اس موضوع پر ان شاء اللہ کتاب النہی میں ایک مستقبل باب آئے گا۔ رونے کی ممانعت کے بارے میں بھی متعدد احادیث مروی ہیں، یہ بھی ہے کہ گھر والوں کے رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کی تاویل کی گئی ہے اور اسے رونے پیٹنے کی وصیت پر محمول کیا گیا ہے غرض بغیر نوحہ اور بغیر چیخ وپکار کے رونے کے جواز میں متعدد احادیث موجود ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

....

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال پر رسول اللہ ﷺ کا آبدیدہ ہونا

۹۲۵ . عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ وَمَعَهٗ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَّسَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فَبَكٰى، رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَاَى الْقَوْمُ بُكَآءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَوْا : فَقَالَ: "اَلَاتَسْمَعُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَايُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ، وَلَابِحُزْنِ الْقَلْبِ، وَلٰكِنْ يُعَذِّبُ بِهٰذَا اَوْ يَرْحَمُ" وَاَشَارَ اِلٰى لِسَانِهٖ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۹۲۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سعد بن عبادہ کی عیادت کے لیے تشریف لائے آپ ﷺ کے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن عوف حضرت سعد بن وقاص اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ پر گریہ طاری ہوگیا آپ ﷺ کو روتا دیکھ کر سب رونے لگے، آپ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ کیاتم نہیں سنتے یقیناً اللہ تعالیٰ کسی کو آنسو بہانے اور دل کے غمگین ہونے پر عذاب نہیں دیتا لیکن اس کی وجہ سے عذاب دے گا یا رحم فرمائے گا، اور آپ ﷺ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۹۲۵): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب البکاء عند المریض . صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب البکاء علی المیت .

کلمات حدیث: الحزن : رنج وغم۔ حزین : غمگین، جمع حزناء .

شرح حدیث: اسلامی شریعت میں مواخذہ ان امور میں ہے جو اختیاری ہوں غیر اختیاری امور پر مواخذہ نہیں ہے۔ عزیز قریب کی وفات کا غم ہونا افسوس ہونا دل غمگین ہونا آنکھوں سے آنسوؤں کا بہہ نکلنا فطری امور ہیں اور غیر اختیاری ہیں۔ لیکن نوحہ کرنا، چیخ و پکار کرنا، ماتمی جلوس برپا کرنا، سینہ کوبی کرنا اور ایسے کلمات کہنا کہ جس سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر اعتراض ہو یا شکوہ ہو، یا اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہو یہ سب امور اور اسی طرح کی دوسری باتیں جن سے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے ان پر مواخذہ ہے۔

رسول کریم ﷺ بہت نرم دل اور اپنے اصحاب سے بہت محبت کرنے والے تھے آپ ﷺ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو ان کی بیماری اور تکلیف دیکھ کر آپ ﷺ پر گریہ طاری ہو گیا اور آپ کو روتا دیکھ کر صحابہ کرام بھی رونے لگے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں یا دل غمگین ہو جائے تو اس پر مواخذہ نہیں مواخذہ زبان سے نکلنے والے کلمات پر ہے کہ انسان اس سے اللہ کی حمد وثناء کرتا ہے انا للہ پڑھتا ہے یا اس سے ایسے کلمات نکلتے ہیں جو ناشکری اور تقدیر پر اعتراض کے ہوں تو ان پر مواخذہ ہے۔ صبر وشکر اور حمد کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا اور ناشکری کے کلمات کہنے والوں پر اور نوحہ کرنے والوں پر اللہ ناراض ہوگا۔ (فتح الباري : ۱/ ۷۸۰۔ روضة المتقين : ۲/ ۴۳۷۔ دليل الفالحين : ۳/ ۳۶۴)

رشتہ داروں کی موت پر آنسو جاری ہونا

۹۲۶. وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُفِعَ إِلَيْهِ ابْنُ ابْنَتِهِ وَهُوَ فِي الْمَوْتِ فَفَاضَتْ عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ: مَاهٰذَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ، وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَآءَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۹۲۶) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ کی صاحبزادی کا بیٹا جو مرنے والا تھا لایا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ حضرت سعد نے فرمایا یا رسول اللہ یہ کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ رحمدلی ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں ودیعت فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے رحمدل بندوں ہی پر رحم فرماتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۹۲۶): صحيح البخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبي ﷺ يعذب الميت ببكاء اهله . صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب البكاء على الميت .

کلمات حدیث: ففاضت عينا رسول الله : آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

شرح حدیث: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے مرض الموت میں تھے انہیں دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ حضرت سعد نے استفسار فرمایا کہ یا رسول اللہ یہ کیا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بندوں کے دلوں میں رحمدلی رکھی ہے۔ اور کسی کی موت کے وقت رحمدلی کے جذبات سے متاثر ہو کر آنسوؤں کا بہہ نکلنا اور دل کا غمگین ہو جانا منع نہیں ہے، بلکہ یہ تو عین رحمدلی کا تقاضا ہے اور اللہ رحیم ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے ان پر رحم کرتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔

(فتح الباري : ۱/ ۷۷۰۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ۶/ ۲۰۰)

حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی موت پر رسول اللہ ﷺ کا غم

۹۲۷. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى ابْنِهٖ اِبْرَاهِيْمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ يَجُوْدُ بِنَفْسِهٖ فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تذرفان فَقَالَ لَهٗ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ : وَاَنْتَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ : ''يَاابْنَ عَوْفٍ اِنَّهَا رَحْمَةٌ'' ثُمَّ اَتْبَعَهَا بِاُخْرٰى، فَقَالَ! اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَانَقُوْلُ اِلَّا مَايُرْضِيْ رَبَّنَا : وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَااِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ'' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَرَوٰى بَعْضَهٗ مُسْلِمٌ. وَالْاَحَادِيْثُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ فِي الصَّحِيْحِ مَشْهُوْرَةٌ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

(۹۲۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے وہ اس وقت لب دم تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں بہنے لگیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن عوف یہ رحمت ہے پھر آپ کو دوبارہ آنسو آ گئے اور فرمایا بے شک آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں اور دل غمگین ہے لیکن ہم وہی بات کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو اور اے ابراہیم! ہم تیری جدائی پر غمگین ہیں۔ (بخاری اس حدیث کے کچھ حصے کو مسلم نے راویت کیا ہے)

اس موضوع سے متعلق صحیح احادیث بکثرت اور مشہور ہیں۔

تخریج حدیث (۹۲۷): صحيح البخاری، كتاب الجنائز، باب قول النبي انا بك لمحزونون. صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب رحمة الصبيان والعيال وتواضعه.

کلمات حدیث: وهو يجود بنفسه : وہ اس وقت اپنی جان دے رہے تھے، وہ اس وقت لب دم تھے۔

شرح حدیث: ۔ رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ اپنی مرضعہ کے پاس تھے اور ان کی عمر وقت وفات سولہ سترہ ماہ تھی، رسول اللہ ﷺ ابو سیف کے گھر تشریف لے گئے جو مرضعہ کا شوہر تھا اور آہن گری اس کا پیشہ تھا، جب رسول اللہ ﷺ وہاں پہنچے تو اس وقت حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ لبِ دم تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو لب دم دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور جب وہ انتقال کر گئے تو رسول اللہ ﷺ پھر رونے لگے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو رحمت ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں ودیعت فرمائی ہے اس رونے کو اس رونے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا جس سے منع کیا گیا ہے اور وہ رونا ہے جو بین کے طور پر ہو دکھلاوے کے طور پر ہو اور اس میں چیخ و پکار اور ایسے امور شامل ہوں جن سے شریعت نے منع فرمایا ہے۔ جو رونا جائز اور روا ہے وہ تو یہ ہے کہ شدت غم سے آنسو بہہ نکلیں اور دل آزردہ ہو جائے۔

(فتح الباري : ۹/ ۷۷۸۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۵/ ۶۰۔ روضة المتقين : ۲/ ۴۴۰۔ دليل الفالحين : ۳/ ۳۶۵)

اَلبَابُ (١٥٤)

اَلْكَفُّ عَنْ مَا يَرٰى مِنَ الْمَيِّتِ مِنْ مَكْرُوْهٍ
میت کی کوئی ناگوار بات دیکھ کر اسے ذکر کرنے کی ممانعت

٩٢٨ . عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ اَسْلَمَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ! مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَكَتَمَ عَلَيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ اَرْبَعِيْنَ مَرَّةً " رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَقَالَ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ .

(٩٢٨) رسول اللہ ﷺ کے مولی حضرت ابو رافع اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میت کو غسل دیا اور اس کی کسی ناگوار بات کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ چالیس مرتبہ اس کی مغفرت فرمائے گا۔ (حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے)

تخریج حدیث (۹۲۸): المستدرك للحاكم، كتاب الجنائز.

کلماتِ حدیث: فكتم عليه : اس پر چھپایا، اس کی پردہ پوشی کی، اس کا کوئی عیب دیکھ کر اسے بیان نہیں کیا۔ كتم كتما كتمانا (باب نصر) پوشیدہ کرنا، چھپانا۔

شرحِ حدیث: جو شخص مردے کو غسل دے اور اسے مردے کے کسی عیب یا کسی ناگوار بات کی اطلاع ہو جائے مثلاً چہرے کی سیاہی یا چہرے پر خوف کے آثار یا خلقی بدصورتی وغیرہ اور وہ اس بات کو چھپائے اور کسی سے بیان نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس مرتبہ مغفرت فرمائیں گے۔ یعنی جو گناہ اس نے چالیس مرتبہ کیا ہوگا وہ چالیس گناہ معاف فرما دیں گے۔ مسند احمد بن حنبل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جس نے میت کو غسل دیا اور اس کے بارے میں امانت داری برتی اور اس کی کوئی ایسی بات جو اس میں ہو افشا نہیں کی وہ روزِ قیامت ایسا اٹھے گا جیسے اس کی ماں نے اسے اسی وقت جنا ہو اور اسی لیے ارشاد فرمایا کہ جنازے کو غسل وہ شخص دے جو مرنے والے سے قریب ترین رشتہ رکھتا ہو ایسا شخص غسل دے جسے اللہ کی جانب سے امانت اور ورع کا کوئی حصہ ملا ہو۔

(روضة المتقين : ٤٤١/٢ ـ نزهة المتقين : ٣٥/٢)

بَابٌ (۱۵۵)

الصَّلٰوۃِ عَلیٰ الْمَیِّتِ وَتَشْیِیْعِہٖ وَحُضُوْرُ دَفْنِہٖ وَکَرَاھَۃِ اِتِّبَاعِ النِّسَآءِ الْجَنَائِزَ

میت کی نمازِ جنازہ پڑھنا، جنازے کے ساتھ جانا اور تدفین کے وقت موجود ہونا، عورتوں کے جنازے کے ساتھ جانے کی کراہت

جنازے کے ساتھ جانے کی فضیلت پہلے ہی بیان ہو چکی ہے۔

تدفین تک رہنے والے کا اجر وثواب

۹۲۹. عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ! قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ شَھِدَ الْجَنَازَۃَ حَتّٰی یُصَلّٰی عَلَیْھَا فَلَہٗ قِیْرَاطٌ، وَمَنْ شَھِدَ ھَا حَتّٰی تُدْفَنَ فَلَہٗ قِیْرَاطَانِ" قِیْلَ : وَمَاالْقِیْرَاطَانِ ؟ قَالَ : "مِثْلُ الْجَبَلَیْنِ الْعَظِیْمَیْنِ". مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

(۹۲۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جنازے میں نمازِ جنازہ پڑھے جانے تک موجود رہا اسے ایک قیراط ملے گا اور جنازے کے ساتھ رہا یہاں تک کہ اس کی تدفین ہو گئی اسے دو قیراط ملیں گے۔ کسی نے عرض کیا کہ دو قیراط کیا ہیں؟ فرمایا: دو عظیم پہاڑوں کی مانند۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۹۲۹): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب من انتظر حتی تدفن . صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فضل الجنازۃ و اتباعھا .

کلماتِ حدیث: من شھد الجنازہ : جو جنازے میں شریک ہوا، جو جنازہ میں موجود رہا۔

شرحِ حدیث: جنازے میں شرکت کرنا بہت ہی اجر وثواب کا کام ہے جو شخص نمازِ جنازہ تک موجود رہے اسے ایک قیراط ملے گا اور جو تدفین کے وقت تک موجود رہے اسے دو قیراط ملیں گے اور ہر قیراط ایسا ہوگا جیسا کہ عظیم پہاڑ۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قیراط (Karrat) کا وزن چار جو کے برابر ہوگا اور دراصل یہ دینار کا بارہواں حصہ ہوتا ہے۔

(فتح الباري : ۷٤٦/۱۔ روضۃ المتقین : ٤٤٦/۲)

جنازہ و دفن دونوں میں شرکت کا ثواب

۹۳۰. وَعَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَۃَ مُسْلِمٍ اِیْمَاناً وَاحْتِسَابًا وَّکَانَ مَعَہٗ حَتّٰی یُصَلّٰی عَلَیْھَا وَیُفْرَغَ مِنْ دَفْنِھَا فَاِنَّہٗ یَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِبِقِیْرَا طَیْنِ کُلُّ قِیْرَاطٍ مِثْلُ اُحُدٍ، وَمَنْ صَلّٰی عَلَیْھَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ فَاِنَّہٗ یَرْجِعُ بِقِیْرَاطٍ ." رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ .

(۹۳۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت کے ساتھ کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ چلا اور جنازے کی نماز پڑھی جانے اور دفن کیے جانے تک اس کے ساتھ رہا تو وہ اجر کے دو قیراط لے کر لوٹے گا۔ ہر قیراط احد پہاڑ کے برابر ہوگا اور جس نے جنازے کی نماز پڑھی اور تدفین سے پہلے لوٹ آیا تو وہ ایک قیراط لے کر لوٹا۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۹۳۰): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب اتباع الجنازۃ من الایمان .

کلمات حدیث: من اتبع جنازہ مسلم : جو کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ جائے۔ اتباع : پیچھے چلنا۔ تبع تبعا (باب سمع) تابع ہونا، پیچھے چلنا، پیروی کرنا۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں فرمایا کہ جو شخص ایمان اور احتساب کے ساتھ یعنی ایمان کے ساتھ اور اللہ کے یہاں اجر و ثواب کی امید کے ساتھ خالص رضائے الٰہی کے لیے جنازہ کے ساتھ چلا اور جنازہ کے ساتھ رہا جنازہ کی نماز ادا کی اور پھر تدفین میں موجود رہا اسے دو قیراط ملیں گے ہر قیراط احد پہاڑ کے مانند ہوگا ایک اور روایت میں ہے کہ اسکے لیے دو قیراط اجر لکھا جائے گا روزِ قیامت اس کی میزان میں ان دونوں میں سے کم وزن والا بھی احد پہاڑ کے مانند ہوگا۔

اور جس نے نمازِ جنازہ پڑھی اور تدفین سے پہلے چلا آیا تو وہ ایک قیراط لے کر لوٹے گا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قیراط اس کے لیے جو جنازہ میں شروع سے حاضر ہو اور پھر نماز جنازہ پڑھ کر جائے اور یہی محب الطبری کی رائے ہے۔

(فتح الباري : ١/٢٦٤۔ ارشاد الساري : ١/١٩٦۔ دليل الفالحين : ٣/٣٧٠)

عورتوں کی جنازہ میں شرکت ممنوع ہے

۹۳۱. وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ نُهِينَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَآئِزِ وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَمَعْنَاهُ" وَلَمْ يُشَدِّدْ فِي النَّهْيِ كَمَا يُشَدِّدُ فِي الْمُحَرَّمَاتِ .

(۹۳۱) حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ ہمیں جنازوں کے ساتھ جانے سے روک دیا گیا مگر ہم پر سختی نہیں کی گئی۔ (متفق علیہ)

یعنی ممانعت میں اس طرح سختی نہیں کی گئی جیسی محرمات میں ہوتی ہے۔

تخریج حدیث (۹۳۱): صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب اتباع النساء الجنائز. صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب نهي النساء عن اتباع الجنائز .

کلمات حدیث: ولم یعزم علینا : ہم پر شدت نہیں کی گئی۔ عزم عزماً (باب ضرب) پختہ ارادہ کرنا۔

شرح حدیث: حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں صحابیات کو جنازہ کے ساتھ جانے

سے منع کیا گیا لیکن اس ممانعت میں اتنی سختی اور شدت نہیں جس قدر محرمات میں ہوتی ہے۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مفہوم یہ ہے کہ عورتوں کو جنازے میں جانے سے منع کیا گیا ہے لیکن حرام قرار نہیں دیا گیا گویا ممانعت تنزیہی ہے۔ بہر حال جمہور فقہاء کی رائے یہ ہے کہ عورتوں کا جنازے کے ساتھ جانا ممنوع ہے اور اس بارے میں ایک اور حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنازے کے ساتھ جانے والی عورتیں اجر کے بجائے گناہ لے کر لوٹتی ہیں۔

امام سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حنفی فقہاء اور امام احمد اور جمہور علماء کے نزدیک عورتوں کا جنازے کے ساتھ جانا مکروہ تحریمی ہے کہ یہ بے شمار مفاسد پر منتج ہوتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہِ تنزیہی ہے۔ علامہ ابن امیر الحاج جو ساتویں صدی ہجری کے آخر کے علماء میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ جنازے کے ساتھ عورتوں کے جانے کی ممانعت کا یہ اختلاف کہ مکروہِ تحریمی ہے یا تنزیہی، یہ اس دور میں تھا جب ملتِ اسلامیہ کی خواتین شرعی احکام کی پابند تھیں، اب کسی کا اختلاف نہیں ہے سب کے نزدیک عورتوں کی جنازے میں شرکت ناجائز ہے۔ (فتح الباري : ١/٣١٣۔ روضة المتقين : ٢/٤٤٣۔ دليل الفالحين : ٣/٣٧١۔ روضة المتقين : ٣/٤٧١)
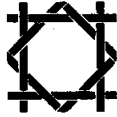
الباب (۱۵۶)

اِسْتِحْبَاب تَكْثِيرِ الْمُصَلِّيْنَ عَلَى الْجَنَازَةِ وَجَعْلِ صُفُوْفِهِمْ ثَلَاثَةً فَاكْثَرَ

جنازے کی نماز میں نمازیوں کی کثرت اور صفوں کے تین یا زیادہ ہونے کا استحباب

۹۳۲. عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَامِنْ مَيِّتٍ يُصَلِّيْ عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَبْلُغُوْنَ مِائَةً كُلُّهُمْ يَشْفَعُوْنَ لَهُ اِلَّا شُفِّعُوْا فِيْهِ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۹۳۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے جنازے کی نماز مسلمانوں کی ایک جماعت پڑھے جن کی تعداد سو تک پہنچتی ہو اور وہ سب میت کی شفاعت کریں ان کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۹۳۲): صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب من صلی علیه مأته شفعوا فیه.

کلمات حدیث: أمة : لوگوں کا گروہ، جماعت۔ شفعوا : ان کی شفاعت قبول کی جائے گی یعنی ان کی طلب مغفرت کی دعاء قبول کی جائے گی۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر عظیم رحمت اور اس کا بے شمار فضل و کرم ہے کہ مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی وفات کے بعد اس کی مغفرت کی دعاء کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی دعاء قبول فرمالیتے ہیں اور مرنے والے کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔ اس حدیث میں سو کی تعداد کا ذکر ہے جبکہ اگلی حدیث میں چالیس کا ذکر ہے اور ایک اور حدیث میں تین صفوں کا ذکر ہے۔ ممکن ہے کہ پہلے سو کی تعداد بیان ہوئی ہو اور پھر دریائے رحمت جوش میں آیا تو چالیس تعداد ہوگئی اور فضل و انعام اور زیادہ ہوا تو تین صفیں ذکر کی گئیں۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر سہ احادیث سوالوں کے جواب میں ہیں، ہر ایک جواب اس وقت کی مناسبت اور ضرورت کے مطابق ہے۔

(روضة المتقین : ۲/ ٤٤٤۔ دلیل الفالحین : ۳/ ۳۷۲)

جنازہ میں چالیس آدمیوں کی شرکت بھی باعثِ رحمت ہے

۹۳۳. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "مَامِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ عَلىٰ جَنَازَتِهِ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَا يُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيْهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۹۳۳) ۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان آدمی مر جائے اور اس کے جنازے میں ایسے چالیس آدمی نماز پڑھیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں اللہ تعالیٰ میت کے حق میں ان کی دعائے مغفرت قبول فرمالیتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۹۳۳): صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب من صلی علیه اربعون شفعوا فیه .

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں کو محبوب رکھتے ہیں اوران کی دعائیں مرنیوالوں کے حق میں قبول فرمالیتے ہیں۔گزشتہ حدیثِ مبارک میں سو آدمیوں کے نمازِ جنازہ میں شرکت کا ذکر ہے اوراس حدیث میں چالیس کا ذکر ہے مگراس شرط کے ساتھ کہ اللہ کے ساتھ شریک نہ کرتے ہوں اور ہوسکتا ہے کہ شرک خفی مراد ہو یعنی اگر جنازہ کے شرکاء ایسے ہوں جو کبھی شرکِ خفی میں بھی مبتلا نہ رہے ہوں تو چالیس کی تعداد بھی مرنے والے کی مغفرت کے لیے کافی ہے اور اگر اس درجہ کے نہ ہوں تو پھر سو ہوں کہ ان سو کی دعاء سے اللہ تعالیٰ مرنے والے کی مغفرت فرمادے گا۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۱٦/۷۔ روضة المتقین : ۲/٤٤٤۔ دلیل الفالحین : ۳/۳۷۲)

****

لوگ کم ہوں تو جنازہ کی تین صفیں بنائی جائیں

۹۳۴. وَعَنْ مَرْثَدِبْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْيَزَنِيِّ قَالَ : كَانَ مَالِكُ بْنُ هُبَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِذَا صَلّٰى عَلَى الْجَنَازَةِ فَتَقَالَّ النَّاس عَلَيْهَا جَزَّأَهُمْ عَلَيْهَا ثَلاَ ثَةَ اَجْزَآءٍ ثُمَّ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ ثَلاَ ثَةُ صُفُوْفٍ فَقَدْ اَوْجَبَ(الجنة) رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ! حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۹۳۴) مرثد بن عبداللہ یزنی سے راویت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ جب نمازِ جنازہ پڑھاتے اورلوگوں کی جنازے میں حاضری کم دیکھتے تو انہیں تین صفوں میں تقسیم کردیتے اور فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس مرنے والے کی نمازِ جنازہ میں تین صفیں ہوں اس کے لیے جنت واجب ہوجاتی ہے۔(ابوداؤد، ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۹۳۴): سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب الصفوف علی الجنازه . الجامع للترمذی، ابواب الجنائز، باب ما جاء فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ و الشفاء للمیت .

کلماتِ حدیث: فتقال الناس علیها : جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد کو قلیل سمجھا۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہٗ کا اپنے مؤمن بندوں پر احسانِ عظیم اور رحمت بے پایاں ہے کہ وہ اپنے بندوں کی دعاؤں سے مرنے والے کی مغفرت فرمادیتے ہیں، خواہ وہ دعاء کرنے والے سو ہوں یا چالیس ہوں یا تین صفوں میں ہیں اورصرف یہی نہیں بلکہ وعدہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے ضرور جنت میں داخل فرمائیں گے۔ (روضه المتقین : ۲/٤٤٤۔ دلیل الفالحین : ۳/۳۷۳)

الباب (۱۵۷)
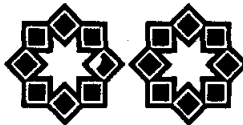
بَابُ مَایَقْرَأُ فِیْ صَلٰوةِ الْجَنَازَةِ

نمازِ جنازہ میں کیا پڑھا جائے؟

بَابُ مَایَقْرَأُ فِیْ صَلٰوةِ الْجَنَازَةِ یُکَبِّرُ اَرْبَعَ تَکْبِیْرَاتٍ یَتَعَوَّذُ بَعْدَ الْاُوْلٰی ثُمَّ یَقْرَأُ فَاتِحَةَ الْکِتَابِ، ثُمَّ یُکَبِّرُ الثَّانِیَةَ، ثُمَّ یُصَلِّیْ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَالْاَفْضَلُ اَنْ یُتِمَّه' بِقَوْلِهٖ: کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ. اِلٰی قَوْلِهٖ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. وَلَا یَقُوْلُ مَایَفْعَلُه' کَثِیْرٌ مِّنَ الْعَوَامِ مِنْ قِرَاءَ تِھِمْ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَه' یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ اَلْاٰیَةَ. فَاِنَّه' لَاتَصِحُّ صَلٰوتُه' اِذَا اقْتَصَرَ عَلَیْهِ، ثُمَّ یُکَبِّرُ الثَّالِثَةَ وَیَدْعُوْ لِلْمَیِّتِ وَلِلْمُسْلِمِیْنَ بِمَا سَنَذْکُرُه' مِنَ الْاَحَادِیْثِ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ یکَبِّرِ الرَّابِعَةَ وَیَدْعُوْ، وَمِنْ اَحْسَنِهٖ اَللّٰھُمَّ لَاتَحْرِمْنَا اَجْرَه' وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَه' وَاغْفِرْلَنَا وَلَه' وَالْمُخْتَارُ اَنَّه' یُطَوِّلُ الدُّعَآءَ فِی الرَّابِعَةِ خِلَافَ مَایَعْتَادُه' اَکْثَرُ النَّاسِ: لِحَدِیْثِ ابْنِ اَبِیْ اَوْفٰی الَّذِیْ سَنَذْکُرُه' اِنْ شَاءَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاَمَّا الْاَدْعِیَةُ الْمَاثُوْرَةُ بَعْدَالتَّکْبِیْرَةِ الثَّالِثَةِ فَمِنْھَا.

نمازِ جنازہ میں چار تکبیریں کہی جائیں، پہلی تکبیر کے بعد اعوذ باللہ کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھی جائے دوسری تکبیر کے بعد رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھا جائے اور کہا جائے اللھم صلی علی محمد اور افضل یہ ہے کہ کما صلیت علی ابراہیم کہہ کر آخر تک یعنی انک حمید مجید تک پڑھا جائے اور اس طرح نہ کرے جس طرح بہت سے عوام کرتے ہیں کہ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی پڑھتے ہیں صرف اس آیت کے پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی۔ تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے اور مسلمانوں کے لیے دعاء کی جائے جس کے بارے میں ہم انشاءاللہ احادیث ذکر کریں گے پھر چوتھی تکبیر کے بعد دعاء کی جائے بہتر دعاء یہ ہے:

"اللّٰھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ واغفرلنا ولہ."

''اے اللہ! ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کرنا اس کے بعد فتنہ میں نہ ڈال اور ہماری اور اس کی مغفرت فرما)

پسندیدہ بات یہ ہے کہ چوتھی تکبیر میں لمبی دعاء کرے برعکس اس کے جس کے لوگ عادی ہیں جیسا کہ ابن ابی اوفی کی حدیث سے ثابت ہے جس کو ہم ان شاءاللہ ذکر کریں گے۔

تنبیہ: جنازہ کا یہ مذکورہ طریقہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مسلک کے مطابق ہے۔ احناف کے نماز جنازہ کا طریقہ اس سے مختلف ہے جو فقہ حنفی کی کتابوں میں مذکور ہے۔ اگلی حدیث کی شرح میں اسکو ذکر کریں گے۔ ابن شائق عفا اللہ عنہ

تیسری تکبیر کے بعد جو دعائیں رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

. . . .

جنازہ کی ایک جامع دعاء

۹۳۵. عَنْ اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَوْفِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ

وَسَلَّمَ عَلٰی جَنَازَةٍ فَحَفِظْتُ مِنْ دُعَآئِهٖ وَهُوَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ، وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ، وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ : وَاَهْلاً خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَنَا ذٰلِكَ الْمَيِّتُ! رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۹۳۵) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازہ پر یہ دعاء پڑھی جو میں نے یاد کرلی، آپ ﷺ نے فرمایا:

" اللهم اغفرله سے واعذه من عذاب النار تک۔

اے اللہ اس کو معاف فرمادے اور اس پر رحم فرما اس کو عذاب سے عافیت دے اور اس سے درگزر فرما اس کی مہمان نوازی اچھی کر اس کی قبر کشادہ کردے اس کو برف اور اولوں کے پانی سے دھودے اور اس کو گناہوں سے اس طرح صاف کردے جیسے تو نے سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کردیا اور اس کو اس کے دنیاوی گھر کے بدلے میں بہتر گھر اس کے گھر والوں سے بہتر گھر والے اور اس کی بیوی سے بہتر بیوی عطافرما اور اس کو جنت میں داخل کرا اور اس کو عذاب قبر اور جہنم کی آگ سے بچا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی یہ دعا سن کر میں نے تمنا کی کہ اس میت کی جگہ میں ہوتا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۹۳۵): صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب الدعاء للميت في الصلاة .

کلمات حدیث: جنازہ : میت، میت کے دفن میں جانے والے۔ جنز جنزاً (باب ضرب) چھپانا، جمع جنائز۔ و اکرمه نزله : اس کو مہمانی سے مکرم فرمادے، اس کی مہمان نوازی فرما کر عزت عطا فرما۔

شرح حدیث: نمازِ جنازہ فرض ہے اور ان کلمات مسنونہ کے ساتھ دعاء کرنا سنت ہے کیونکہ یہ دعائے خیر بڑے وسیع معانی پر مشتمل ہے، نمازِ جنازہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک پہلی تکبیر کے بعد ثناء پڑھنا ہے اور اگر کسی نے ثناء کی جگہ سورۂ فاتحہ پڑھ لی تو بھی درست ہے اور یہ ثناء کے قائم مقام ہوجائے گی۔ دوسری تکبیر کے بعد وہ درود شریف پڑھنا چاہیے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور جسے درودِ ابراہیمی کہتے ہیں اور تیسری تکبیر کے بعد دعاء پڑھی جائے جو دعاء بھی پڑھی جائے وہ درست ہے۔

چوتھی تکبیر کے بعد کوئی ماثور دعاء نہیں ہے اس لیے فوراً سلام پھیر دے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي: ۲۶/۷۔ روضة المتقين: ۴۴۵/۲۔ دليل الفالحين: ۳۷۵/۳۔ روضة الصالحين: ۴۷۷/۳)

. . . .

جنازہ کی ایک اہم دعاء

۹۳۶ . وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ قَتَادَةَ وَاَبِيْ اِبْرَاهِيْمَ الْاَشْهَلِيِّ عَنْ اَبِيْهِ وَاَبُوْهُ صَحَابِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا، وَصَغِيْرِنَا

وَكَبِيرِنَا، وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا، اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَاَحْيِهِ عَلَى الْاِسْلَامِ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْاِيْمَانِ، اَللّٰهُمَّ لَاتَحْرِمْنَا اَجْرَهُ، وَلَاتَفْتِنَّا بَعْدَهُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مِنْ رِوَايَةِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَالْاَشْبَهَلِيِّ، وَرَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ مِنْ رِوَايَةِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ الْحَاكِمُ : حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ : اَصَحُّ رِوَايَاتِ هٰذَا الْحَدِيْثِ رِوَايَةُ الْاَشْبَهَلِيِّ : قَالَ الْبُخَارِيُّ وَاَصَحُّ شَيْءٍ فِيْ هٰذَا الْبَابِ حَدِيْثُ عَوْفِ ابْنِ مَالِكٍ .

(۹۳۶) حضرت ابو ہریرہ، حضرت قتادہ اور ابو ابراہیم الشہلی از والد خود روایت کرتے ہیں اور ان کے والد صحابی رسول ﷺ ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی اور یہ دعاء فرمائی (اللھم اغفر لحینا سے ولاتفتنا بعدہ تک) اے اللہ ہمارے زندہ کو اور مردہ کو ہمارے چھوٹے کو اور بڑے کو ہمارے مردوں کو اور ہماری عورتوں کو ہمارے حاضر اور غائب لوگوں کو معاف فرما دے اے اللہ ہم میں سے جس کو تو زندہ رکھے اسے اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے جس کو تو موت دے اسے اسلام پر موت دے اے اللہ ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کر اور اس کے بعد ہمیں کسی آزمائش میں مبتلا نہ کر۔

اس حدیث کو ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ اور اشہلی کی روایت سے نقل کیا ہے اور ابوداؤد نے اس حدیث کو بروایت ابو ہریرہ اور ابو قتادہ نقل کیا ہے۔ حاکم نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ سے مروی حدیث صحیح ہے اور بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔ امام ترمذی نے فرمایا کہ امام بخاری نے فرمایا کہ اس باب میں صحیح ترین حدیث حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی ہے۔

تخریج حدیث(۹۳۶): الجامع للترمذی، ابواب الجنائز، باب ما یقول فی الصلاة علی المیت . سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمیت .

کلماتِ حدیث: من توفیته منا : جس کو تو ہم میں سے وفات دے۔ توفی توفیا : (باب تفعیل) پورا پورا لینا۔ اللہ نے انسان کے وجود میں جو روح پھونکی ہے اور جو جان ڈالی ہے موت کے وقت وہ اسے پوری لے لیتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿ ٱللَّهُ يَتَوَفَّى ٱلْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا ﴾

''اللہ تعالیٰ جو پوری جان لے لیتا ہے۔''

متوفی : مردہ جس کی جان لے لی جاتی ہے۔

شرحِ حدیث: حدیث میں منقول دعاء نمازِ جنازہ کی تیسری تکبیر کے بعد پڑھی جانے والی مشہور دعاء ہے اور اسی پر امت میں عمل ہے اور اس دعاء کا پڑھنا بہتر اور افضل ہے۔ کیونکہ یہ دعاء بہت بلیغ اور جامع دعاء ہے اور تمام زندوں اور مردوں کو شامل ہے اور میت کے لیے بہترین تحفہ ہے جو اللہ کے یہاں اس کی مغفرت اور اس کے درجات کی بلندی کا سبب بنے گی یہ دعاء اس قدر جامع ہے کہ آدمی زندگی بھی اسلام کے مطابق گزارے اور موت بھی ایمان کے مطابق ہو۔ (تحفة الاحوذي : ۴/۸۷۔ نزهة المتقين : ۳/۴۰)

●●●●●●●●●●●●

مرنے والے کے حق میں دعاء

۹۳۷. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَی الْمَیِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَآءَ . رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ .

(۹۳۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم نمازِ جنازہ پڑھو تو خلوص کے ساتھ مرنے والے کے لیے دعاء کرو۔ (ابوداؤد)۔

تخریج حدیث (۹۳۷): سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمیت .

کلمات حدیث: فاخلصوا له الدعاء : اس کے لیے دعاء خالص کرو، خلوصِ نیت کے ساتھ اور صدق دل سے اس کے لیے دعاء کرو۔ اخلاص (باب افعال) خالص کرنا۔

شرح حدیث: نمازِ جنازہ کے دوران جو دعاء پڑھی جاتی ہے اس کو بہت خلوص صدق دل اور حسن نیت کے ساتھ مانگا جائے تا کہ مرنے والے کو بھی اس کا فائدہ پہنچے اور اس پر اللہ تعالیٰ اپنا فضل وکرم فرمائے اور اسی طرح دعاء کرنے والا بھی اللہ کی رحمت اور اجر وثواب کا مستحق قرار پائے۔ (روضة المتقین : ۲/۴۴۸۔ دلیل الفالحین : ۳/۳۷۷)

****

جنازہ میں پڑھی جانے والی ایک اور دعاء

۹۳۸. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الصَّلٰوةِ عَلَی الْجَنَازَةِ "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا، وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا وَاَنْتَ هَدَیْتَهَا لِلْاِسْلَامِ، وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا، وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِیَتِهَا وَقَدْ جِئْنَاکَ شُفَعَآءَ لَهُ فَاغْفِرْ لَهُ . رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ .

(۹۳۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نمازِ جنازہ میں یہ دعاء پڑھی (اللّٰهم انت ربها سے فاغفرلهٗ تک) اے اللہ تو ہی اس کا رب ہے تو نے ہی اسے پیدا فرمایا تو نے ہی اسے اسلام کی ہدایت دی تو نے ہی اس کی روح قبض فرمائی اور تو ہی اس کے ظاہر اور پوشیدہ اعمال کو بخوبی جانتا ہے ہم تیرے پاس اس کے شفیع بن کر آئے ہیں تو تو اس کو معاف فرمادے۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث (۹۳۸): سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمیت .

کلمات حدیث: شفعاء : جمع شفیع، شفع شفاعة (باب فتح) سفارش کرنا۔

شرح حدیث: جنازہ کی نماز میں پڑھنے کے لیے احادیث میں متعدد دعائیں مروی ہیں یہ سب دعائیں مسنون ہیں اور ان میں کوئی بھی دعاء پڑھی جائے درست ہے۔ لیکن زیادہ افضل دعاء وہ ہے جو حدیث (۹۳۶) میں گزری ہے اگر وقت میں گنجائش ہو تو ان دعاؤں کو جمع کر کے بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ (روضة المتقین : ۲/۴۴۹۔ دلیل الفالحین : ۳/۳۷۸۔ عمدة الفقه : ۲/۵۱۹)

****

جنازہ میں نام لے کر دعاء کرنا

۹۳۹. وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ! اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ ابْنَ فُلَانٍ فِيْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ فَقِهٖ فِتْنَةَ الْقَبْرِ، وَعَذَابَ النَّارِ، وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَآءِ وَالْحَمْدِ اللّٰهُمَّ فَاغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ . رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ .

(۹۳۹) حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک مسلمان کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ ﷺ نے یہ دعاء پڑھی۔ اللہم ان فلان سے الرحیم تک۔ اے اللہ فلاں ابن فلاں تیری امان میں اور تیری حفاظت میں ہے تو اسے قبر کے فتنے اور جہنم کے عذاب سے بچا تو وعدے کو پورا کرنے والا اور تعریف کے لائق ہے۔ اے اللہ تو اسے بخش دے اور اس پر رحم فرما بے شک تو بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

تخریج حدیث(۹۳۹): سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمیت .

کلماتِ حدیث: في ذمتك : تیری ذمہ داری اور عہد میں ہے۔ حبل جوارك : تیری حفاظت کا طالب ہے۔ انت اهل الوفاء والحمد : آپ شکر کے اور حمد و ثناء کے مستحق ہیں۔

شرحِ حدیث: اسلام سے قبل اہل عرب کی عادت تھی کہ جب کوئی شخص سفر کرتا تو راستہ میں آنے والے قبیلوں کے سرداروں سے معاہدہ کر لیتا کہ وہ جب ان کے علاقے سے گزرے گا تو وہ اس کی حفاظت کریں گے اس کو حبل الجوار کہتے ہیں۔ دعاء کا مفہوم یہ ہے کہ اے اللہ ہم نے فلاں کو تیرے ذمہ میں اور تیرے عہد میں دے دیا تو اسے قبر کے فتنے اور جہنم کے عذاب سے بچالے اور تو بڑا وعدوں کا پورا کرنے والا ہے۔ اور ہر حمد و ثناء کا مستحق ہے۔ (روضة المتقين : ۲/ ۴۵۰ ۔ دليل الفالحين : ۳/۳۷۹)

چوتھی تکبیر کے بعد سلام پہلے دعاء

۹۴۰. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ كَبَّرَ عَلٰى جَنَازَةِ ابْنَةٍ لَهٗ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ فَقَامَ بَعْدَ الرَّابِعَةِ كَقَدْرِ مَابَيْنَ التَّكْبِيْرَتَيْنِ يَسْتَغْفِرُلَهَا وَيَدْعُوْا ثُمَّ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ هٰكَذَا، وَفِيْ رِوَايَةٍ: كَبَّرَ اَرْبَعًا فَمَكَثَ سَاعَةً حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُكَبِّرُ خَمْسًا ثُمَّ سَلَّمَ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ : فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا لَهٗ : مَاهٰذَا ؟ فَقَالَ : اِنِّيْ لَااَزِيْدُكُمْ عَلٰى مَارَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ، اَوْهٰكَذَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَقَالَ : حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ .

(۹۴۰) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی صاحبزادی کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور چار

تکبیریں کہیں چوتھی تکبیر کے بعد اتنا ٹھہرے جتنا دو تکبیروں کے درمیان وقفہ ہوتا ہے اور مرنے والی کے لیے استغفار اور دعاء کرتے رہے اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے چار تکبیریں کہیں اور کچھ دیر توقف کیا میں نے خیال کیا کہ شاید پانچویں مرتبہ تکبیر کہیں گے پھر انہوں نے دائیں بائیں سلام پھیر دیا۔ جب وہ فارغ ہوئے تو ہم نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا؟ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو جو کرتے ہوئے دیکھا تمہارے سامنے میں اس سے زائد کوئی کام نہیں کروں گا۔ یا انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کیا ہے۔ (حاکم نے اسے روایت کیا ہے اور کہا کہ حدیث صحیح ہے)

تخریج حدیث (۹۴۰): المستدرك للحاكم، الجنائز .

کلمات حدیث: هكذا يصنع : اسی طرح کیا کرتے تھے۔ صنع صنعاً (باب فتح) بنانا، کرنا۔

شرح حدیث: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کا انتقال ہو گیا تو انہوں نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی، چار تکبریں کہیں اور چوتھی تکبیر کے بعد بھی سلام سے پہلے کچھ دیر توقف کیا۔ ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ راوی نے کہا کہ میں نے سنا کہ لوگ صفوں کے درمیان سبحان اللہ کہہ رہے ہیں۔ سلام پھیرنے کے بعد انہوں نے پوچھا کہ کیا تم یہ خیال کر رہے تھے کہ پانچویں تکبیر کہوں گا میں ایسا کوئی کام نہیں کر سکتا جو رسول اللہ ﷺ نے نہ کیا ہو، رسول اللہ ﷺ چار تکبیرات ہی کہا کرتے تھے پھر آپ ﷺ توقف فرماتے اور دعاء فرماتے اور پھر سلام پھیرا کرتے۔

امام رافعی رحمہ اللہ نے چوتھی تکبیر کے بعد دعاء کرنے کے بارے میں فقہی اختلاف کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ راجح یہی ہے کہ جنازہ کی نماز میں چوتھی رکعت کے بعد سلام پھیرنے سے قبل بھی مرنے والے کے لیے دعاء کی جا سکتی ہے۔

(روضة المتقين : ۲/ ۴۵۰ ـ دليل الفالحين : ۳/ ۳۷۹)

اَلْبَابُ (۱۵۸)

بَابُ الْاِسْرَاعِ بِالْجَنَازَةِ
جنازہ میں جلدی کرنے کا حکم

جنازہ لے جاتے ہوئے قدرے تیز چلنا

۹۴۱۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ : فَاِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا اِلَيْهِ، وَاِنْ تَكُ سِوٰى ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَه عَنْ رِقَابِكُمْ . " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَفِیْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ ! "فَخَيْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا عَلَيْهِ ."

(۹۴۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنازہ مین جلدی کرو اگر نیک ہے تو تم اسے بھلائی کی جانب لے جارہے ہو اور اگر اس کے برعکس ہے تو یہ برائی ہے جسے تم اپنے کندھوں سے اتاردو گے۔ (متفق علیہ)

مسلم کی ایک روایت میں تقدمونہا الیہ کی جگہ تقدمونہا علیہ ہے۔

کلمات حدیث (۹۴۱): اسرعوا بالجنازۃ : جنازہ کی تیاری اور جنازہ کو لے کر جانے میں جلدی کرو۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہے کہ جنازہ میں جلدی کرو یعنی جب کسی شخص کی وفات ہو جائے تو اس کو غسل دینے ا جنازہ تیار کرنے اور اسے قبرستان لے کر جانے اور تدفین کرنے میں جلدی کرو۔ امام قرطبی رحمہ اللہ نے یہی مفہوم بیان کیا ہے اور کہا کہ مطلب یہ ہے کہ سارے کام جلدی کئے جائیں تاکہ تدفین میں تاخیر نہ ہو۔ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حاصل یہ ہے کہ جناز، جلدی کرنا مستحب ہے لیکن جلدی سے مراد لے کر بھاگنا نہیں ہے اور نہ ایسی جلدی ہے جس سے کسی قسم کی کوئی خرابی رونما ہونے کا ا: ہو۔ طبرانی نے بسند صحیح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مر جا۔ اسے نہ روکو اور اسے جلد اس کی قبر تک لے جاؤ۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس فرمان کی حکمت خود ہی بیان فرمائی کہ جنازہ کی تیاری اور اس کی جلد تدفین کی حکمت یہ ہے کہ اگر ، والا نیک اور صالح تھا اور تم اسے جلد اس کے اچھے انجام اور خیر کی طرف پہنچا دو گے اور اگر مرنے والا برا آدمی ہے جس نے اپنی زندگ کی نافرمانی میں گزاری ہے تو بہتر یہی ہے کہ تم اپنے کندھوں سے اس بوجھ کو جلد اتاردو۔

(فتح الباري : ۷۸۳/۱۔ روضة المتقين : ۴۵۱/۲۔ دليل الفالحين : ۸۱/۳

میت کی گفتگو مخلوقات سنتی ہیں

۹۴۲۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :

"اِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى اَعْنَاقِهِمْ فَاِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ : قَدِّمُوْنِىْ وَاِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ لِاَهْلِهَا يَاوَيْلَهَا اَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا؟ يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَ الْاِنْسَانُ لَصَعِقَ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۹۴۲) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور لوگ اسے اپنے کاندھوں پر اٹھاتے ہیں اگر وہ نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ مجھے آگے لے چلو اور اگر وہ نیک نہیں ہوتا تو وہ کہتا ہے کہ ہائے ہلاکت و بربادی، مجھے تم کہاں لے جا رہے ہو؟ اس کی یہ آواز انسان کے علاوہ ہر شئے سنتی ہے اگر انسان سن لے تو انسان بے ہوش ہو جائے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۹۴۲): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب حمل الرجال الجنازة دون النساء .

کلمات حدیث: ولو سمع الانسان لصعق : اگر انسان سن لے تو اس پر غشی طاری ہو جائے اور وہ چیخ مار کر بے ہوش ہو جائے۔

شرح حدیث: نیک اور صالح آدمی کا جنازہ اٹھایا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ جلدی چلو اور اگر وہ برا آدمی ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ ہائے بربادی اور ہلاکت کہاں لے کر جا رہے ہو۔

حدیث مبارک میں تصریح ہے کہ جنازہ کو صرف مرد اٹھائیں گے امام نووی رحمہ اللہ نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جنازہ صرف مرد ہی اٹھائیں گے اور عورتیں نہیں اٹھائیں گی۔ ابویعلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم ایک جنازے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلے آپ ﷺ نے دیکھا کہ کچھ عورتیں بھی ساتھ آ رہی ہیں تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم جنازہ اٹھاؤ گی؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دفن کرو گی؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اجر لے کر لوٹو گناہ لے کر نہ لوٹو۔ (فتح الباري : ۱/۷۸۳)

البَابُ (۱۵۹)

بابُ تعجيلِ قضاءِ الدَّينِ عنِ الميّتِ والمبادرةِ الى تجهيزِهٖ اِلّا انْ يموتَ فجأةً فيُترك حتّى يتيقّن موتُهٗ

مرنے والے کے قرض کی ادائیگی اور اس کی تجہیز میں جلدی کرنا سوائے اس کے کوئی اچانک مرجائے تو توقف کیا جائے تاکہ موت کا یقین ہوجائے

مقروض کی روح قرض کی ادائیگی تک معلق رہتی ہے

۹۴۳. عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَیْنِهٖ حَتّٰی یُقْضٰی عَنْهُ". رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ.

(۹۴۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن کی روح اس کے قرض کی بناپر معلق رہتی ہے یہاں تک کہ اس کا قرض ادا کر دیا۔ (ترمذی، امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۹۴۳): الجامع للترمذی، ابواب الجنائز، باب ما جاء عن النبي ﷺ نفس المؤمن معلقه بدينه.

کلمات حدیث: حتی یقضی عنه: یہاں تک کہ اس کی جانب سے اداء کر دیا جائے۔

شرح حدیث: جملہ حقوق العباد کی ادائیگی زندگی ہی میں لازم ہے اور ضروری ہے کہ آدمی مرنے سے پہلے حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام کرے اور خاص طور پر قرض کی ادائیگی بے حد ضروری ہے اگر مرنے والے کے ذمہ کوئی قرض ہو تو اس کے وارث اسے فوراً ادا کریں۔ کیونکہ مؤمن کی جان اپنے قرض کے ساتھ محبوس رہتی ہے یہاں تک کہ اس کا قرض ادا کر دیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن قتادہ نے روایت کیا کہ ان کے والد حضرت قتادہ نے بیان کیا کہ ہم میں سے ایک شخص کا انتقال ہو گیا ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نمازِ جنازہ کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ اس نے کچھ چھوڑا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا نہیں اس نے کچھ نہیں چھوڑا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ اس نے قرض چھوڑا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں اٹھارہ درہم قرض ہے۔ آپ ﷺ نے پھر دریافت فرمایا کہ کیا مرنے والے نے اس قرض کی ادائیگی کے لیے کچھ چھوڑا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں اس نے اس قرض کی ادائیگی کے لیے بھی کچھ نہیں چھوڑا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر تم خود ہی نماز پڑھ لو۔ ابوقتادہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اگر میں اس کا قرض ادا کر دوں تو آپ ﷺ اس کی نماز پڑھیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم اس کی جانب سے قرض ادا کر دو گے تو میں نماز پڑھا دوں گا۔ چنانچہ حضرت ابوقتادہ گئے اور اس کا قرض ادا کر کے آئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تم اس کا قرض ادا کر آئے انہوں نے کہا کہ ہاں۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

امام شوکانی رحمہ اللہ نیل الاوطار میں فرماتے ہیں کہ حدیثِ مبارک میں دراصل ورثاء کو تاکید ہے کہ وہ مرنے والے کے قرض کی

ادائیگی میں جلدی کریں یہ اس صورت میں ہے جبکہ اس نے اتنا مال چھوڑا ہو جس سے قرض ادا ہو سکے۔ اور اگر اس نے مال نہیں چھوڑا لیکن زندگی میں اس کا عزم اور ارادہ تھا کہ وہ قرض ادا کرے تو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کا قرض اس کی طرف سے اداء فرمائیں گے بلکہ احادیث میں یہاں تک آیا ہے کہ اگر مرنے والے کو مدیون (مقروض) سے محبت تھی تو اگر چہ وہ مال چھوڑ کر مرا ہو اور ورثاء پھر بھی اس کا قرض ادا نہ کریں تب بھی اللہ تعالیٰ اس کے قرض کے متولی ہوں گے۔

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت عطا فرمادی اور مال و دولت کی فراوانی ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ مقروض کا قرض مسلمانوں کے مال سے اداء فرماتے تھے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مال چھوڑا وہ اس کے وارثوں کا ہے اور جس نے قرض چھوڑا وہ میرے ذمہ ہے اور میرے بعد والیوں کے ذمہ ہے کہ وہ اسے بیت المال سے ادا کریں۔

(تحفة الاحوذي : ١٩٢/٤ ۔ روضة المتقين : ٤٥٣/٢ ۔ دليل الفالحين : ٣٨٣/٣)

کفن دفن میں جلدی کرنا چاہیے

۹۴۴۔ وَعَنْ حُصَيْنِ بْنِ وَحْوَحٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ طَلْحَةَ بْنَ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ فَقَالَ اِنِّيْ لَا اُرٰى طَلْحَةَ اِلَّا قَدْ حَدَثَ فِيْهِ الْمَوْتُ فَاٰذِنُوْنِيْ بِهٖ وَعَجِّلُوْا بِهٖ فَاِنَّهٗ لَا يَنْبَغِيْ لِجِيْفَةِ مُسْلِمٍ اَنْ تُحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ اَهْلِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ .

(۹۴۴) حضرت حصین بن وحوح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت طلحہ بن براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو نبی کریم ﷺ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ طلحہ کی موت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ مجھے ان کی موت کی اطلاع دینا اور تدفین میں جلدی کرنا کیونکہ یہ مناسب نہیں ہے کہ مسلمان کی لاش اس کے گھر والوں کے درمیان رکھی رہے۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث (۹۴۴): سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب التعجیل بالجنازة و کراهية حبسها .

کلمات حدیث: آذنوننی : مجھے اطلاع دے دو۔ مجھے خبر کر دو، امر کا صیغہ ایذان سے ایذان کے معنی اطلاع دینا۔ اذان : اعلان۔

شرح حدیث: جب کسی مسلمان کی وفات ہو جائے تو اس کے تمام کاموں میں جلدی کرنا چاہیے اور کسی بات میں غیر ضروری تاخیر نہیں کرنی چاہیے اور اس کے غسل، تجہیز و تکفین اور تدفین میں جلدی کرنی چاہیے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض جگہ مال و دولت کی جانچ پڑتال یا تقسیم ترکہ کے انتظام و اہتمام یا دوستوں اور رشتہ داروں کے انتظار یا نمازیوں کی کثرت یا ایسی ہی اور کسی غرض سے میت کی تدفین میں دیر کی جاتی ہے حتیٰ کہ بعض جگہ کامل دو دن تک میت پڑی رہتی ہے یہ سب ناجائز اور منع ہے۔

(روضة المتقين : ٤٥٤/٢ ۔ دليل الفالحين : ٣٨٣/٣ ۔ احکام میت از مولانا ڈاکٹر عبد الحی : ص ۲۲۷)

الباب (۱٦۰)

بَابُ الْمَوْعِظَةِ عِنْدَ الْقَبْرِ
قبر کے پاس وعظ ونصیحت

۹۴۵ . عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا فِيْ جَنَازَةٍ فِيْ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ فَاَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَهٗ وَمَعَهٗ مِخْصَرَةٌ فَنَكَسَ وَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهٖ: ثُمَّ قَالَ، مَامِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهٗ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهٗ مِنَ الْجَنَّةِ " فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلاَ نَتَّكِلُ عَلىٰ كِتَابِنَا؟ فَقَالَ : "اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ"، وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۹۴۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم بقیع غرقد میں ایک جنازہ کے پاس تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آ کر بیٹھ گئے ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے آپ ﷺ کے پاس ایک چھڑی تھی آپ ﷺ نے سر مبارک جھکایا اور چھڑی سے زمین کو کریدنا شروع کر دیا اور فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص کا انجام لکھا ہوا ہے کہ جنتی ہے یا جہنمی۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (ﷺ) کیا ہم اس لکھے ہوئے پر بھروسہ نہ کر کے بیٹھ جائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عمل کرتے رہو ہر ایک کو اسی عمل کی توفیق ہوگی جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۹۴۵): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب موعظة المحدث عند القبر : صحیح مسلم، اوائل کتاب القدر .

کلمات حدیث: مخصرہ: ٹیک لگانے والی چھڑی یا لکڑی۔ جمع مخاصر.

شرح حدیث: قبرستان میں طبیعت پر دنیا کی بے ثباتی کا اثر ہوتا ہے اور اس وقت کی نصیحت اور موعظت پر اثر ہوتی ہے اس لیے اگر تدفین کے وقت وعظ ونصیحت ہو تو مفید ہوگی جیسا کہ اس حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے موعظت فرمائی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر آدمی کا جنت اور دوزخ میں ٹھکانا لکھ دیا گیا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں کوئی داخل نہیں ہوگا مگر اسے اس کا جہنم میں ٹھکانا دکھایا جائے گا تا کہ وہ شکر کرے اور جہنم میں کوئی نہیں جائے گا مگر اسے اس کا جنت میں ٹھکانا دکھایا جائے گا تا کہ اسے حسرت ہو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ) جب سب کا انجام لکھا ہوا ہے اور اسی لکھے ہوئے کے مطابق ہونا ہے تو کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ تقدیر پر بھروسہ کر لیا جائے فرمایا عمل کرتے رہو اس لیے کہ ہر ایک کے لیے وہ عمل آسان بنا دیا گیا ہے جو اس کے انجام کے مطابق ہے، جنت میں جانے والے کے لیے اعمالِ صالحہ آسان ہیں اور جہنم میں جانے والے کے لیے معاصی اور گناہ کی زندگی پر کشش ہے۔ مزید یہ کہ یہ پتہ نہیں ہے کہ اللہ کے یہاں کیا لکھا ہوا ہے اس لیے اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ نیک اعمال کیے جائیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے احکام کے مطابق زندگی گزاری جائے۔ (فتح الباري : ۱/ ۸۰۰۔ ارشاد الساري : ۴۵۸/۳۔ روضة المتقين : ۴۵۴/۲)

الباب (۱۶۱)

بَابُ الدُّعَآءِ لِلْمَيِّتِ بَعْدَ دَفْنِهٖ وَ الْقُعُوْدِ عِنْدَ قَبْرِهٖ سَاعَةً لِلدُّعَاءِ لَهٗ وَالْاِسْتِغْفَارِ وَ الْقِرَاءَةِ !

تدفین کے بعد میت کے لیے دعاء اور قبر کے پاس کچھ وقت بیٹھ کر مرنے والے کے لیے دعا اور استغفار کرنا اور قرآن کریم کی تلاوت کرنا

دفن کے بعد میت کے حق میں دعاء کرنا

۹۴۶ . عَنْ اَبِیْ عَمْرٍو وَقِيْلَ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ وَقِيْلَ اَبُوْ لَيْلٰى عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ وَقَالَ : "اسْتَغْفِرُوْا لِاَخِيْكُمْ وَسَلُوْا لَهُ التَّثْبِيْتَ فَاِنَّهُ الْاٰنَ يُسْئَالُ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ .

(۹۴۶) حضرت ابوعمرو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جن کی کنیت ابوعبداللہ اور ابولیلی بھی ذکر کی گئی ہے سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب میت کی تدفین سے فارغ ہوتے تو قبر پر ٹھہر جاتے اور فرماتے کہ اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کی ثابت قدمی کے لیے دعا کرو کیونکہ اب اس سے سوال کیا جارہا ہے۔(ابوداؤد)

تخریج حدیث(۹۴۶): سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للمیت فی وقت الانصراف .

کلمات حدیث: تثبیت : مضبوطی، ثابت قدمی، قبر میں منکر نکیر کے سوالوں کے جواب میں ثابت قدمی۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ جب میت کی تدفین سے فارغ ہوتے تو کچھ دیر توقف فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ اپنے بھائی کے لیے طلبِ مغفرت کرلو اور دعاء کرو کہ وہ قبر میں منکر نکیر کے سوالوں کے جواب میں ایمان اور یقین پر ثابت قدمی سے قائم رہے۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ مردے سے قبر میں سوال ہوتا ہے اور وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو اس آیتِ مبارکہ میں اسی جانب اشارہ ہے:

﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ﴾

''اللہ تعالیٰ قول ثابت کے ساتھ اہل ایمان کو دنیا اور آخرت میں ثابت قدمی عطا فرماتے ہیں۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ جب مردہ قبر میں اتار دیا جاتا ہے اور اس کو لے کر آنے والے رخصت ہوتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے پھر دو فرشتے آتے ہیں وہ اس کو بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ ان صاحب یعنی محمد ﷺ کے بارے میں تم کیا کہتے تھے تو مومن کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ تو اس سے کہا جائے گا کہ جہنم میں اپنا ٹھکانا دیکھ لو اللہ نے اس کے بدلے تمہیں جنت میں ٹھکانا عطا فرمایا ہے اور وہ ان دونوں کو دیکھے گا۔ (قتادہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بھی بتایا گیا کہ

اس کی قبر وسیع کر دی جائے گی) اس کے بعد پھر انہوں نے پھر حدیث انس بیان کی کہ اور منافق اور کافر سے پوچھا جائے گا کہ ان صاحب یعنی محمد ﷺ کے بارے میں کیا کہتے تھے تو وہ کہے گا کہ میں نہیں جانتا میں تو وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ اسے کہا جائے گا کہ نہ تو نے جانا نہ تو نے اتباع کی پھر اس کو لوہے کے گرز مارے جائیں گے جسے انسانوں اور جنوں کے سوا تمام مخلوقات سنیں گی۔

حدیثِ مبارک سے معلوم ہوا کہ تدفین کے بعد کچھ وقت ٹھہر کر مرنے والے کے لیے دعاء واستغفار کرنا چاہیے اور اس کی ثابت قدمی کے لیے دعاء کرنی چاہیے ایک حدیث میں ہے کہ اتنا ٹھہرنا چاہیے کہ اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جائے۔

فتاویٰ امداد الاحکام میں ہے کہ بعض لوگ تدفین کے بعد قبر پر انگلی رکھ کر مردے کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تم سے فرشتے پوچھیں کہ تمہارا رب کون ہے؟ تو تم کہنا کہ میرا رب اللہ ہے میرا رسول محمد اور میرا دین اسلام ہے۔ یہ روافض کا شعار ہے اور غلط ہے۔ اس لیے اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ (روضة المتقين : ٢/٤٥٦ ـ دليل الفالحين : ٣/٣٨٧ ـ امداد الاحكام : ١/١١٥)

دفن کے بعد کچھ دیر قبر پر ٹھہرنا

۹۴۷. وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : إِذَا دَفَنْتُمُوْنِي فَأَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِيْ قَدْرَ مَا تُنْحَرُ جَزُوْرٌ وَيُقَسَّمُ لَحْمُهَا حَتّٰى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ وَأَعْلَمَ مَاذَا" أُرَاجِعُ بِهٖ رُسُلَ رَبِّيْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَقَدْ سَبَقَ بِطُوْلِهٖ، قَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يُقْرَأَ عِنْدَهٗ شَيْءٌ مِنَ الْقُرْاٰنِ، وَإِنْ خَتَمُوا الْقُرْاٰنَ كُلَّهٗ كَانَ حَسَنًا.

(۹۴۷) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب تم مجھے دفن کر چکو تو میری قبر کے پاس اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح ہو کر اس کا گوشت تقسیم ہوتا ہے تا کہ میں تم سے انس حاصل کروں اور میں جان لوں کہ میں اپنے رب کے بھیجے ہوئے فرشتوں کو کیا جواب دوں۔ (مسلم)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ اس کے پاس کچھ قرآن پڑھا جائے اور اگر پورا قرآن پڑھ لیا جائے تو اور اچھا ہے۔

تخریج حدیث (۹۴۷): صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب كون الايمان يهدم ما كان قبله و كذلك الهجرة و الفتح

کلماتِ حدیث: جزور : ذبح کے لیے اونٹ۔

شرحِ حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس امر پر اجماع ہے کہ مردے کے لیے اگر دعاء کی جائے تو اس سے اسے فائدہ پہنچتا ہے اور اس کی تائید قرآن وسنت سے ہوتی ہے۔ جہاں تک قبر کے پاس تلاوت قرآن کا تعلق ہے تو ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح کتاب الفقہ الاکبر میں فرمایا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ ابوحنیفہ اور احمد کے نزدیک قبر کے پاس تلاوت قرآن مکروہ ہے۔

(روضة المتقين : ٢/٤٥٧ ـ دليل الفالحين : ٣/٣٨٧)

نوٹ:

قبر کے پاس تلاوت کا مکروہ ہونا شاید اس صورت میں کہ اجرت دیکر کسی کو تلاوت کیلئے بٹھایا ورنہ قبرستان میں تلاوت کا جواز احادیث سے ثابت ہے مثلا ایک روایت میں ہے جو شخص قبرستان میں سورۂ یٰسین کی تلاوت کرے اللہ تعالیٰ اسکی برکت سے اس دن مردوں کے عذاب میں تخفیف فرمادیں گے اور اسکے حروف کی مقدار میں پڑھنے والے کو اجر ملے گا۔ (ابن شائق عفا اللہ عنہ)

(شامیہ : جـ ۱)

الباب (۱۶۲)

بَابُ الصَّدَقَةِ عَنِ الْمَيِّتَ وَالدُّعَاْ لَه'
میت کی طرف سے صدقہ اوراس کے لیے دعاء

۲۷۳. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ وَالَّذِينَ جَآءُو مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا ہے کہ:

''اور وہ جوان کے بعد آئے کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔''(الحشر: ۱۰)

تفسیری نکات: وہ مسلمان جو پچھلے تمام مسلمانوں کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں بالخصوص خیر القرون کے لیے اوران سے محبت رکھتے ہیں اورانہیں برانہیں کہتے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت تمام مسلمانوں کے لیے ہے کہ اگلوں کا حق مانیں اورانہی کے پیچھے چلیں اوران کی محبت کے ساتھ ان کی اتباع کریں۔ (تفسیر عثمانی)

****

میت کی طرف سے صدقہ وخیرات

۹۴۸. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَجُلاً قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمِّي اُفْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَاُرَاهَا لَوْتَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا مِنْ اَجْرٍ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ : "نَعَمْ" . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۹۴۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میری والدہ کا اچانک انتقال ہوگیا ہے اور میرا خیال ہے کہ اگر انہیں کچھ کہنے کا موقعہ ملتا تو وہ صدقہ کی وصیت کرتیں تو اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو ان کو اجر ملے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۹۴۸): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب موت الفجاء ۃ. صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب وصول ثواب الصدقة عن الميت اليه .

کلمات حدیث: اجر : ثواب، جمع اجور : ماجور جسے اجر دیا جائے، جیسے اللہ کے یہاں اجر ملے گا۔

شرح حدیث: ایک صاحب نے خدمت میں عرض کیا کہ میری والدہ اچانک انتقال کرگئی ہیں، یہ صحابی حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ تھے اوران کی والدہ کا نام عمرہ تھا۔ اسی طرح ابن حبان نے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی غزوہ میں گئے ہوئے تھے اور مدینہ منورہ میں ان کی والدہ کا وقت وفات قریب آگیا تو کسی نے ان سے کہا کہ وصیت کردیں تو انہوں نے جواب دیا کہ میں کیا وصیت کروں جو کچھ مال ہے وہ تو سعد کا ہے غرض حضرت سعد کی واپسی سے پہلے ان کا انتقال ہوگیا۔ جب

حضرت سعد واپس آئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ میں اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کرسکتا ہوں اور کیا انہیں اس عمل کا اجر وثواب ملے گا؟ نبی کریم ﷺ نے اثبات میں جواب دیا تو حضرت سعد نے کہا کہ میرا فلاں باغ میری ماں کی طرف سے صدقہ ہے۔

غرض حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ مرنے والے کی طرف سے صدقہ کرنا عمل خیر ہے اور اس کا ثواب مرنے والے کو پہنچتا ہے اور اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے اسی طرح میت کے حق میں کی جانے والی دعاء قبول ہوتی ہے اور اللہ کی رحمت سے اس دعاء سے دنیا سے جانے والے کو فائدہ پہنچتا ہے۔(فتح الباري:۱/۸۱۲۔ارشاد الساري:۳/۴۹۵۔روضۃ المتقین:۲/۴۵۹)

****

موت کے بعد کام آنے والے اعمال

۹۴۹. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ : صَدَقَةٍ جَارِیَةٍ، اَوْعِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِهٖ، اَوْوَلَدٍ صَالِحٍ یَدْعُوْلَهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۹۴۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو سلسلہ عمل منقطع ہوجاتا ہے سوائے تین باتوں کے(۱) صدقہ جاریہ،(۲) علم جس سے فائدہ ہو،(۳) یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعاء کرے۔

تخریج حدیث(۹۴۹): صحیح مسلم، کتاب الوصیة، باب ما یلحق من الثواب للمیت بعد وفاته.

کلمات حدیث: انقطع عمله: اس کا عمل منقطع ہوگیا۔اس کا عمل ختم ہوگیا۔

شرح حدیث: حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ آدمی کی موت کے ساتھ اس کا دنیا سے تعلق منقطع ہوجاتا ہے اور اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے البتہ تین اعمال ایسے ہیں جو اس کے مرنے کے بعد بھی اس کے لیے باعثِ اجر وثواب بنتے ہیں اور ان کی خیر اسے حاصل ہوتی ہے۔ایک صدقہ جاریہ، یعنی ایسا صدقہ جو باقی رہے جیسے مسجد یا مدرسہ بنوانا، یا کوئی ایسا کام کرجانا جس سے عام مسلمانوں کو تا دیر فائدہ پہنچتا رہے۔دوسرے مرنے والے کا علم جس سے لوگ اس کے مرنے کے بعد مستفید ہوتے رہیں، مثلاً اس نے زندگی میں تدریس تعلیم و تبلیغ کے فرائض انجام دیئے جس کے نتیجے میں اس کے تلامذہ اس علم کو دوسروں کو سکھا رہے ہیں خود بھی عمل کر رہے ہیں اور دوسروں پر راہِ عمل روشن کر رہے ہیں، یا مرنے والے کی تصانیف جس سے بعد میں آنے والے مستفید ہو رہے ہیں اور دین کا علم حاصل کر رہے ہیں۔ تیسرے اولادِ صالح جو اس کے حق میں دعائے خیر کرے۔اس میں اس بات کی جانب بھی اشارہ ہے کہ باپ اولاد کی ایسی تعلیم وتربیت کرے جس سے اولاد صالح ہوجائے اور اس کے حق میں دعا کرے۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۱/۷۲)

البَاب (۱۶۳)

بَابُ ثَنَاءِ النَّاسِ عَلَى المَيِّتِ
مرنے والے کی خوبیاں بیان کرنا

٩٥٠. عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَرُّوْا بِجَنَازَةٍ فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "وَجَبَتْ" ثُمَّ مَرُّوْا بِاُخْرٰى فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "وَجَبَتْ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَاوَجَبَتْ؟ فَقَالَ : "هٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَهٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ، اَنْتُمْ شُهَدَآءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(٩٥٠) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام کا گزر ایک جنازے کے پاس سے ہوا، سب نے مرنے والے کے بارے میں کلمہ خیر کہا آپ ﷺ نے فرمایا کہ واجب ہوگئی۔ اس کے بعد ایک اور جنازہ کے پاس سے گزرے لوگوں نے اس کے بارے میں بری بات کہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ واجب ہوگئی۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا واجب ہوگئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس کے بارے میں تم نے کلمہ خیر کہا اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور جس کی تم نے برائی بیان کی اس کے لیے جہنم واجب ہوگئی تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۹۵۰): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ثناء الناس علی المیت . صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فیمن یثنی علیه خیر او شر ا من الموتی .

کلماتِ حدیث: فأثنوا علیها خیراً : اس کی خوبیاں بیان کیں، اس کے بارے میں کلمہ خیر کہا۔ ثنا : تعریف، ستائش، بیان محاسن۔ ثنی ثنایاء (باب ضرب) تعریف کرنا۔

شرحِ حدیث: مستدرک حاکم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ لوگ ایک جنازہ لے کر گزرے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ فلاں صاحب کا جنازہ ہے وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھنے والے تھے اور اللہ کی اطاعت کے کام کرتے اور اس کی سعی کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ واجب ہوگئی اور ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے واجب ہوگئی کا کلمہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ وجہ آپ ﷺ کے اس ارشاد کی یہ ہے کہ جب اللہ کا مؤمن بندہ وفات پاتا ہے تو اللہ اپنے بندوں کے دلوں میں اچھائی القاء فرمادیتے ہیں اس پر سب اس کی ثناء کرتے ہیں اور اس کے محاسن بیان کرتے ہیں جو اس کے اہل جنت میں سے ہونے کی علامت اور نشانی بن جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کو جنت میں داخل فرمادیتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ پھر دوسرا جنازہ گزرا تو لوگوں نے کہا کہ فلاں کا

جنازہ ہے جو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا دشمن تھا اور معاصی کا ارتکاب کرتا تھا اور انہی میں لگا رہتا تھا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس پر جہنم واجب ہوگئی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو یا جو تمہاری طرح ایمان وتقویٰ کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں۔ ابن التین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا یہ خطاب صحابہ کرام کے ساتھ مخصوص ہے کہ ان کی ہر بات مشتمل بر حکمت ہوتی تھی کہ وہ علوم نبوت ﷺ سے براہ راست فیضیاب ہوئے تھے۔

(فتح الباري : ۱/۲۰۸۱۔ ارشاد الساري : ۳/٤٦٥۔ روضة المتقين : ۳/٤٦٠۔ دليل الفالحين : ۳/۳۹۱)

دو آدمی بھی میت کی تعریف کریں تو وہ جنت میں داخل ہوگا

۹۵۱۔ وَعَنْ اَبِی الْاَسْوَدِ قَالَ : قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَجَلَسْتُ اِلٰی عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَمَرَّتْ بِهِمْ جَنَازَةٌ فَاُثْنِیَ عَلٰی صَاحِبِهَا خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ : وَجَبَتْ، ثُمَّ مُرَّ بِاُخْرٰی فَاُثْنِیَ عَلٰی صَاحِبِهَا خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ، ثُمَّ مُرَّ بِالثَّالِثَةِ فَاُثْنِیَ عَلٰی صَاحِبِهَا شَرًّا فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ قَالَ اَبُو الْاَسْوَدِ : فَقُلْتُ : وَمَا وَجَبَتْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ قَالَ : قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ''اَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهٗ اَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ'' فَقُلْنَا : وَثَلَاثَةٌ؟ قَالَ : ''وَثَلَاثَةٌ'' فَقُلْنَا : وَاثْنَانِ؟ قَالَ : ''وَاثْنَانِ'' ثُمَّ لَمْ نَسْئَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ . رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۹۵۱) حضرت ابوالاسود سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ آیا اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گیا۔ لوگوں کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو لوگوں نے مرنے والے کی خوبیاں بیان کیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واجب ہوگئی۔ پھر ایک اور جنازہ گزرا لوگوں نے اس مرتبہ بھی مرنے والے کی خوبیاں بیان کیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واجب ہوگئی۔ پھر ایک اور جنازہ گزرا اس مرتبہ لوگوں نے مرنے والے کی برائی کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واجب ہو گئی۔ راوی حدیث ابوالاسود کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ کیا واجب ہوگئی اے امیر المؤمنین! فرمایا کہ میں نے وہی کہا جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس مسلمان کے بارے میں چار مسلمان بھلائی کی گواہی دیں تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرماتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ تین، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں تین بھی۔ ہم نے کہا کہ اور دو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں دو بھی۔ پھر اس کے بعد ہم نے ایک کے بارے میں نہیں پوچھا۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۹۵۱): صحيح البخاری، كتاب الجنائز، باب ثناء الناس على الميت .

کلمات حدیث: وجبت : جو اس کے بارے میں کہا گیا وہی ثابت ہوگیا اور اسی کے مطابق وہ اچھے یا برے بدلے کا مستحق ہوگیا۔

شرح حدیث: مدینہ منورہ میں کوئی وبائی مرض پھیل گیا تھا اور کثرت سے اموات واقع ہو رہی تھیں راوی کا بیان ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گیا کوئی جنازہ آیا تو لوگوں نے اس کے حسن عمل اور ایمان کی تعریف کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

واجب ہوگئی دوسرا جنازہ آیا تب بھی ایسا ہی ہوا۔ تیسرا جنازہ آیا لوگوں نے اس کی بدعملی کا ذکر کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واجب ہوگئی، راوی نے پوچھا کہ کیا واجب ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس مسلمان کے حق میں چار آدمی گواہی دیں اسے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرما دیتے ہیں۔

مرنے والے کے بارے میں چار یا تین یا دو مسلمانوں کی گواہی کا قبول فرما کر اللہ تعالیٰ کا اس مسلمان کو جنت میں داخل فرما دینا اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ وہ مرنے والے کے حق میں اپنے بندوں کی دعاء بھی قبول فرماتا ہے اور اس کے حق میں گواہی کو بھی شرف قبولیت عطا فرماتا ہے اسی بناء پر علماء امت نے ارشاد فرمایا ہے کہ مرنے کے بعد مرنے والے کے حق میں کلمۂ خیر ہی کہنا چاہیے۔

(فتح الباري : ۱/۸۰۲ـ ارشاد الساري : ۳/٤٦٥ـ دليل الفالحين : ۳/۳۹۲)

الباب (١٦٤)

بَابُ فضل من مات له اولاد صغار
جس کے چھوٹے بچے مرجائیں اس کی فضیلت

نابالغ اولاد کی موت کی فضیلت

۹۵۲. عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ " مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَمُوْتُ لَهٗ ثَلاَ ثَةٌ لَمْ یَبْلُغُو االْحِنْثَ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰہُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ اِیَّاهُمْ . مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۹۵۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس مسلمان کے تین نابالغ بچے وفات پا جائیں اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل اور اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۹۵۲): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب فضل من مات له ولد فاحتسب . صحیح مسلم، کتاب البر و الصلة، باب فضل من یموت له ولد فیحتسبه .

کلمات حدیث: لم یبلغوا الحنث : جو ابھی گناہ کی عمر کو نہیں پہنچے، یعنی بالغ نہیں ہوئے۔ حنث : گناہ جمع احناث۔ حنث الیمین : قسم توڑ دینا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ اگر کسی مسلمان کے تین چھوٹے بچے مرجائیں اور وہ ان پر صبر کرے اور حکم الٰہی سمجھ کر راضی ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائیں گے۔ نابالغ بچوں کا ذکر اس لیے فرمایا کہ چھوٹے بچوں پر آدمی زیادہ شفیق اور مہربان ہوتا ہے اور ان کی تکلیف سے اسے زیادہ دکھ پہنچتا ہے اور اس صدمہ پر صبر کرنا زیادہ دشوار ہوتا ہے۔ اس مصیبت فاجعہ پر صبر کی جزا جنت ہے۔

﴿ إِنَّمَا يُوَفَّى ٱلصَّـٰبِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝١٠ ﴾

''صبر کرنے والوں کا اجر بے حساب ہوگا۔'' (فتح الباري : ۱/۸۰۲۔ ارشاد الساري : ٤٦٦/٣)

جس کے تین بچے مرجائیں

۹۵۳. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : لاَ یَمُوْتُ لِاَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ثَلاَ ثَةٌ مِنْ وَلَدٍ لاَ تَمَسُّهُ النَّارُ اِلَّا ، تَحِلَّةَ الْقَسَمِ . مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۹۵۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کسی مسلمان کے تین بچے مرجائیں اسے آگ نہیں چھوئے گی مگر قسم پوری کرنے کے لیے آگ پر سے گزرے گا۔ (متفق علیہ)

تحلۃ القسم سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی جانب اشارہ ہے کہ:

﴿ وَاِنۡ مِّنۡكُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا ﴾

''تم میں سے ہر شخص اس پر سے گزرے گا۔''

گزرنے سے مراد پل صراط پر سے گزرنا ہے۔صراط ایک پل ہے جو جہنم کے اوپر سے گزرتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ فرمائے۔

تخریج حدیث(۹۵۳): صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب فضل من مات له ولد فاحتسب . صحیح مسلم، کتاب البر و الصلة، باب فضل من یموت له ولد فیحتسبه .

کلماتِ حدیث: تحلة القسم : قسم کو حلال کرنے کے لیے۔حلال الیمین کا مصدر ہے قسم کا کفارہ ادا کر کے قسم سے حلال ہو جانا۔ مطلب یہ ہوا کہ آگ پر سے گزر ہو گا اور اس لیے ہو گا کہ اس آیت میں وارد قسم پوری ہو جائے۔

شرحِ حدیث: جس مؤمن آدمی کے تین بچے وفات پا جائیں اور وہ صبر کرے اور اللہ سے اجر وثواب کی امید رکھے اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہو جائے تو اس کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی اور پل صراط پر سے گزرتے ہوئے جہنم کی لپیٹ اسے تکلیف نہیں پہنچائے گی اور وہ اگر اہل سعادت میں سے ہے تو پلک جھپکنے کی مدت میں پل صراط سے گزر جائے گا۔ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پل صراط پر سے گزرے گا مگر اس کو نہ چھوئے گی اور اس کی تکلیف پہنچے گی۔ (روضة المتقین : ٢/٤٦٤ ۔ نزهة المتقین : ٢/٥٠)

عورتوں کو نصیحت کے لیے الگ دن مقرر کرنا

۹۵۴ . وَعَنۡ اَبِیۡ سَعِیۡدِ الۡخُدۡرِیِّ رَضِیَ اللّٰہ عَنۡهُ قَالَ : جَاءَ تِ امۡرَأَةٌ اِلٰی رَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتۡ یَارَسُوۡلَ اللّٰہِ ذَهَبَ الرِّجَالُ بِحَدِیۡثِکَ فَاجۡعَلۡ لَنَا مِنۡ نَفۡسِکَ یَوۡمًا نَأتِیۡکَ فِیۡهِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَکَ اللّٰہُ قَالَ : "اجۡتَمِعۡنَ یَوۡمَ کَذَا وَکَذَا" فَاجۡتَمَعۡنَ فَاَتَاهُنَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ فَعَلَّمَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَهُ اللّٰہُ ثُمَّ قَالَ : مَامِنۡکُنَّ مِنۡ امۡرَأَةٍ تُقَدِّمُ ثَلَاثَةً مِّنَ الۡوَلَدِ اِلَّا کَانُوۡا لَهَا حِجَابًا مِنَ النَّارِ، فَقَالَتِ امۡرَأَةٌ: وَاثۡنَیۡنِ؟ فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ "وَاثۡنَیۡنِ" . مُتَّفَقٌ عَلَیۡهِ .

(۹۵۴) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی کہنے لگی یارسول اللہ مرد آپ ﷺ کی باتیں لے گئے۔آپ ﷺ ہمارے لیے ایک دن مقرر فرما دیجئے کہ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں اور آپ ﷺ ہمیں بھی ان باتوں کی تعلیم دیں جو اللہ نے آپ کو سکھائی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا تم فلاں فلاں دن جمع ہو جاؤ۔وہ سب جمع ہو گئیں تو آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں ان باتوں کی تعلیم دی جو اللہ نے آپ ﷺ کو سکھائی تھیں۔اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں جو عورت اپنے تین بچے آگے بھیج دے (یعنی زندگی میں اسکے تین بچے فوت ہو جائیں) تو وہ اس کے لیے

جہنم کی آگ سے رکاوٹ بن جائیں گے۔ ایک عورت نے عرض کیا کہ دو بچوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو بچے بھی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۹۵۴): صحيح البخاری، کتاب الجنائز، باب فضل من مات له ولد فاحتسب . صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب من يموت له ولد .

کلمات حدیث: تقدم ثلاثة من الولد : جو عورت تین بچے آگے بھیج دے۔ یعنی وفات پا جائیں۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کی دعوت و تبلیغ اور تعلیم و تربیت کا دائرہ مردوں تک محدود نہ تھا بلکہ صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ صحابیات بھی علوم نبوت سے بخوبی فیضیاب ہوئیں اور دینی علم کا بہت بڑا حصہ ازواجِ مطہرات اور دیگر صحابیات کے ذریعہ امت تک پہنچا۔ جس طرح صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے فیض صحبت سے مستفید ہونے کے خواہش مند رہتے تھے اسی طرح عورتیں بھی رہتی تھیں۔ چنانچہ خواتین نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ مرد حضرات آپ ﷺ کی احادیث اور آپ کے کلماتِ طیبہ کا سارا ذخیرہ سمیٹ کر لے جاتے ہیں ہمارے لیے بھی آپ ﷺ کوئی وقت مقرر فرما دیں۔ آپ ﷺ نے وقت اور دن کا تعین فرما دیا اور آپ تشریف لے گئے اور اس موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی عورت کے تین بچے وفات پا گئے اور اس نے ان کے مرنے پر صبر کیا اور اللہ کا حکم سمجھ کر تقدیر پر راضی ہو گئی وہ تینوں بچے اس کے اور جہنم کی آگ کے درمیان حجاب بن جائیں گے۔ کسی عورت نے پوچھا اگر دو ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں دو بھی۔

رسول اللہ ﷺ نے پہلے تین کا عدد ارشاد فرمایا اور پھر دو کا۔ دونوں ہی باتیں وحی کے مطابق تھیں یعنی جب آپ ﷺ سے دو کے بارے میں پوچھا گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں دو بھی تو آپ کا یہ فرمانا بھی وحی کے مطابق تھا۔

(فتح الباري : ۱/۳۰۲۔ ارشاد الساري : ۱/۲۹۵)
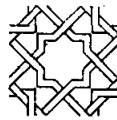
البَابُ (۱۶۵)

بَابُ الْبُكَآءِ وَالْخَوْفِ عِنْدَالْمُرُوْرِ بِقُبُوْرِ الظَّالِمِيْنَ وَمَصَارِعِهِمْ وَاِظْهَارِالْاِ فْتِقَارِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَالتَّحْذِيْرِ مِنَ الْغَفْلَةِ عَنْ ذٰلِكَ

ظالموں کے قبروں اوران کی بربادی کے مقامات پر سے گزرتے ہوئے رونا اور ڈرنا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی ظاہر کرنے اور غفلت میں مبتلا ہونے سے پرہیز کا بیان

****

قوم ثمود کی بستیوں سے تیزی کے ساتھ گزرنے کا حکم

۹۵۵. عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ يَعْنِىْ لَمَّا وَصَلُوا الْحِجْرَ : دِيَارَ ثَمُوْدَ: "لَا تَدْخُلُوْا عَلٰى هٰؤُلَآءِ الْمُعَذَّبِيْنَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ، فَاِنْ لَمْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ فَلَا تَدْخُلُوْا عَلَيْهِمْ لَا يُصِيْبُكُمْ مَا اَصَابَهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَ : لَمَّامَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحِجْرِ قَالَ: "لَا تَدْخُلُوْا مَسَاكِيْنَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ اَنْ يُصِيْبَكُمْ مَا اَصَابَهُمْ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ" ثُمَّ قَنَّعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاْسَهٗ وَاَسْرَعَ السَّيْرَحَتّٰى اَجَازَ الْوَادِىَ .

(۹۵۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ حجر جہاں قوم ثمود کے مکانات تھے پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم جب ان عذاب یافتہ لوگوں کے پاس سے گزرو تو روتے ہوئے گزرنا اگر تم پہ گریہ طاری نہ ہو تو وہاں سے نہ جانا کہ کہیں تمہیں بھی عذاب اسی طرح اپنی لپیٹ میں لے لے جیسے انہیں لے لیا تھا۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ مقام حجر سے گزرے تو ارشاد فرمایا کہ تم ان لوگوں کی آبادی کے پاس سے گزرو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تو روتے ہوئے گزرنا کہ کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آجائے جو ان پر آیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر مبارک ڈھانپ لیا اور سواری کو تیز کر دیا حتیٰ کہ آپ ﷺ اس وادی سے نکل گئے۔

تخریج حدیث(۹۵۵): صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی مواضع الخسف والعتاب . صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب لا تدخلوا مساکن الذین ظلموا انفسھم .

کلمات حدیث: حجر شام اور مدینہ کے درمیان اس علاقے کا نام ہے جہاں کبھی قوم ثمود آباد تھی۔ قنع راسہ : آپ نے اپنا سر ڈھانپ لیا۔ حتی أجاز الوادی : یہاں تک کہ آپ ﷺ نے وادی کو عبور کر لیا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ ۹ ھ میں غزوۂ تبوک کے لیے روانہ ہوئے تو آپ کا ان مقامات سے گزر ہوا جہاں کبھی قوم ثمود آباد تھی اور ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا تھا۔ اس علاقے کا نام حجر ہے اور یہاں قوم صالح آباد تھی۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَٰبُ ٱلْحِجْرِ ٱلْمُرْسَلِينَ ۝٨٠ ﴾

''اوراصحاب حجر نے رسولوں کو جھٹلایا۔''(الحجر: ۸۰)

غرض جب ان مقامات کے قریب پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان مقامات سے روتے ہوئے گزرو، خود آپ ﷺ نے اپنا سرڈھانپ لیا اور اونٹنی کو تیز کر کے اس علاقے سے باہر نکل گئے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ لوگ ارضِ ثمود یعنی حجر میں اتر گئے اور وہاں کنویں سے پانی لے کر آٹا گوندھ لیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ پانی پھینک دیں اور آٹا اونٹوں کو کھلا دیں البتہ اس کنوئیں سے پانی لے سکتے ہیں جس پر حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پینے آتی تھی۔

اسی طرح وادی محسر سے جو مکہ اور عرفہ کے درمیان ہے جلد گزرنے کا حکم ہے کیونکہ اس جگہ اصحابِ فیل ہلاک ہوئے تھے۔

غرض جب کسی ایسے علاقے سے گزر ہو جہاں گزشتہ اقوام میں سے کسی قوم پر عذاب نازل ہوا ہو تو وہاں ٹھہرنے سے گریز کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے لرزتے اور اس کی خشیت سے کانپتے ہوئے اور گریہ طاری کیے ہوئے تیز روی سے گزر جانا چاہیے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو گویا ہم اس کے مواخذے اور اس کی گرفت سے بےفکر اور فسادِ قلب وعمل میں ان سے مشابہت رکھنے والے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ظالموں کے ساتھ نشست و برخاست کی ممانعت کی گئی ہے اور فرمایا گیا:

﴿ وَلَا تَرْكَنُوٓا۟ إِلَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ فَتَمَسَّكُمُ ٱلنَّارُ ﴾

''ظالموں کی طرف مت جھکاؤ اختیار کرو ورنہ تمہیں آگ چھولے گی۔''

(روضة المتقين : ٢/٤٦٦ـ نزهة المتقين : ٢/ ٥١)

کتاب آداب السفر

اَلبَابُ (١٦٦)

بَابُ اِسۡتِحۡبَابِ الۡخُرُوۡجِ یَوۡمَ الۡخَمِیۡسِ وَاِسۡتِحۡبَابِهٖ اَوَّلَ النَّهَارِ
جمعرات کے روز صبح کے وقت آغازِ سفر کا استحباب

رسول اللہ ﷺ جمعرات کے دن سفر کو پسند فرماتے تھے

۹۵۶. وَعَنۡ كَعۡبِ بۡنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِيۡ غَزۡوَةِ تَبُوۡكَ يَوۡمَ الۡخَمِيۡسِ، وَكَانَ يُحِبُّ اَنۡ يَخۡرُجَ يَوۡمَ الۡخَمِيۡسِ مُتَّفَقٌ عَلَيۡهِ وَفِيۡ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيۡحَيۡنِ، لَقَلَّمَا كَانَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَخۡرُجُ اِلَّا فِيۡ يَوۡمِ الۡخَمِيۡسِ.

(۹۵۶) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ غزوۂ تبوک کے لیے جمعرات کے روز روانہ ہوئے تھے اور آپ ﷺ جمعرات کے روز سفر پر روانہ ہونا پسند فرماتے تھے۔ (متفق علیہ)

صحیحین کی ایک اور روایت میں ہے کہ کم ہی ایسا ہوتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ جمعرات کے علاوہ کسی اور روز سفر فرماتے۔

تخریج حدیث (۹۵۶): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب السير وحده.

کلمات حدیث: لقلما : بہت کم ایسا تھا۔

غزوۂ تبوک

شرح حدیث: ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ مسلمانوں کو ان انباط کے ذریعہ جو شام سے مدینہ منورہ تیل لے کر آتے تھے یہ خبر ملی کہ رومیوں نے ایک بڑا لشکر اکٹھا کر لیا ہے اور اپنے ساتھ بعض قبائل عرب کو بھی ملا لیا اور ان کا مقدمہ (لشکر کا اگلا حصہ) بلقاء تک پہنچ چکا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے تیاری کا حکم دیا اور واضح طور پر منزل کی نشاندہی فرما دی کہ ہمارا رخ تبوک کی جانب ہے۔ تبوک مدینہ منورہ اور دمشق کے درمیانی راستے پر خیبر اور العلاء کے خط پر واقع ہے اور آج کل حدود حجاز میں ہے۔ غزوۂ تبوک ۹ ھ میں ہوا اور یہ حیاتِ طیبہ کا آخری غزوہ ہے۔ مسلمان چونکہ مالی تنگی کی حالت میں تھے اس لیے تبوک کے لیے تیار ہونے والے لشکر کو جیش عسرت کہا گیا ہے۔ اس لشکر کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دوسو اونٹ پوری طرح تیار کر کے دیئے تھے اور دوسو اوقیہ چاندی بھی اس لشکر کی تیاری کے لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کی تھی۔

اس غزوہ کے لیے رسول اللہ ﷺ جمعرات کے روز روانہ ہوئے۔ جمعرات کے روز سفر کا آغاز سنت ہے اگر بسہولت انتظام ہو سکے تو جمعرات کے روز سفر بہتر ہے ورنہ جس روز بھی مناسب ہو سفر کیا جا سکتا ہے۔

(روضة المتقين : ٣/ ٤ ـ دليل الفالحين : ٣/١/ ٤٠٠)

دن کے آغاز پر کام کرنے سے برکت ہوتی ہے

۹۵۷ . وعَنْ صَخْرِ بْنِ وَدَاعَةَ الْغَامِدِيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِاُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِهَا وَكَانَ اِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً اَوْجَيْشًا بَعَثَهُمْ مِنْ اَوَّلِ النَّهَارِ، وَكَانَ صَخْرٌ تَاجِرًا، وَكَانَ يَبْعَثُ تِجَارَتَهُ اَوَّلَ النَّهَارِ فَاَثْرٰى وَكَثُرَ مَالُهُ: رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۹۵۷) حضرت صخر بن وداعہ غامدی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ میری امت کیلئے صبح کے وقت برکت عطا فرما۔ رسول اللہ ﷺ جب کوئی سریہ یا لشکر روانہ فرماتے تو دن کے اوّل حصہ میں روانہ فرماتے اور حضرت صخر تاجر تھے وہ اپنی تجارت کا سامان صبح سویرے روانہ کرتے وہ دولت مند ہو گئے اور مال میں اضافہ ہو گیا۔ (ابوداؤد، ترمذی اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۹۵۷): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب الابتكار بالسفر. الجامع للترمذي، ابواب البيوع، باب ما جاء في التكبير في التجارة .

راوی حدیث: حضرت عمرو بن کعب غامدی رضی اللہ عنہ صحابی رسول اللہ ﷺ ہیں حجازی ہیں اور طائف میں قیام رہا۔ سن وفات کا علم نہیں ہے اور ان سے ایک ہی حدیث مروی ہے جبکہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ دو احادیث مروی ہیں۔ (دليل الفالحين : ٣/ ٤٠٢)

کلماتِ حدیث: بارك : برکت عطا فرما، اس میں اضافہ اور نمو پیدا فرما۔ بكور : جمع بكر بكوراً : دن کے آغاز میں کوئی کام کرنا۔ صبح سویرے کام کا آغاز کرنا۔ بكرة غدوة : کی طرح ہے یعنی صبح سویرے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے امت کے لیے دعا فرمائی کہ امت کے لوگوں کے ان کاموں میں اللہ برکت عطا فرمائے جن کا آغاز وہ صبح سویرے کریں اور رسولِ کریم ﷺ جب کوئی لشکر یا سریہ روانہ کرتے تو صبح سویرے کرتے تھے۔ یعنی سفر ہو یا طلبِ علم یا کسبِ معاش ہو ہر کام کا آغاز صبح سویرے کیا جائے تو اس میں خیر و برکت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فجر کی نماز کے بعد اپنے بندوں میں رزق تقسیم فرماتے ہیں اور صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر روز صبح کے وقت دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ایک کہتا ہے کہ اے اللہ خرچ کرنے والے کو عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ ہاتھ روکنے والے کے مال کو تلف کر دے۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تلف سے مراد مال کا ضیاع ہے یا صاحبِ مال کی ہلاکت ہے اور ان اوقات کا ضیاع ہے کہ وہ کارِ خیر میں استعمال نہیں ہوئے ابن العربی فرماتے ہیں کہ صبح کا وقت تمام اوقات یوم میں بہترین ہوتا ہے کہ اس وقت آدمی کو نشاطِ نفس راحت بدن اور صفاء خاطر کی کیفیت حاصل ہوتی ہے۔

حضرت صخر تاجر تھے اور ان کی عادت تھی کہ وہ اپنی تجارتی مشاغل کا آغاز صبح سویرے کرتے تھے اللہ نے ان کے مال میں برکت عطا فرمائی ان کے مال میں اضافہ ہوا اور وہ دولت مند ہو گئے۔ (تحفة الاحوذي : ٤/ ٤٥٣ ـ روضة المتقين : ٣/ ٤ ـ دليل الفالحين : ٣/ ٤٠٢)

الباب (١٦٧)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ طَلَبِ الرِّفْقَةِ وَتَأمِيرِهِمْ عَلىٰ اَنْفُسِهِمْ وَاحِدًا يُطِيعُوْنَه'

سفر کے لیے رفقاء کی تلاش اوران میں سے کسی کوامیر بنا کراس کی اطاعت کا استحباب

تنہا سفر کرنے کے نقصانات

۹۵۸ . عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَوْ اَنَّ النَّاسَ يَعْلَمُوْنَ مِنَ الْوَحْدَةِ مَااَعْلَمُ مَا سَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَحْدَه، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۹۵۸) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو تنہا سفر کرنے کا وہ نقصان معلوم ہو جائے جو مجھے معلوم ہے تو کوئی سوار رات کے وقت تنہا سفر نہ کرے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۹۵۸): صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب السير وحده .

کلمات حدیث: راکب : سوار، جمع رکبان . سواری پر سفر کرنے والے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تنہا سفر کرنے کی مضرتیں اور نقصانات جو مجھے معلوم ہیں اگر لوگوں کو معلوم ہو جائیں تو کوئی شخص رات کے وقت تنہا سفر نہ کرے۔ مقصود حدیث یہ ہے کہ مطلق سفر نہ کرے نہ دن کو نہ رات کو رات کا ذکر صرف اس لیے فرمایا کہ اس میں مزید تکلیف کا اندیشہ ہے اور مضرت دینی بھی ہے اور دنیاوی بھی، دینی مضرت یہ ہے کہ وہ نماز با جماعت سے محروم رہے گا، دنیوی مضرت یہ ہے کہ اپنی حاجتوں میں کسی کی مدد نہ لے سکے گا۔ غرض سفر میں رفقائے سفر کا انتخاب کر کے آپس میں کسی ایک کو اپنا امیر بنا کر اس کی اطاعت کرنی چاہیے۔ (فتح الباري : ١/١٩٧ ـ إرشادي : ٦/٤٧٠)

جنگل میں اکیلا سفر کرنے والا شیطان ہے

۹۵۹ . وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاكِبُ شَيْطَانٌ وَالرَّاكِبَانِ شَيْطَانَانِ وَالثَّلَاثَةُ رَكْبٌ " رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنِّسَائِيُّ بِاَسَانِيْدَ صَحِيْحَةٍ، وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۹۵۹) حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ از والد خود از جد خود روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک سوار شیطان اور دو سوار دو شیطان ہیں اور تین سوار قافلہ ہے۔ (ابوداؤد ترمذی اور نسائی نے باسانید صحیحہ اور روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۹۵۹): سنن ابي داؤد، كتاب الجهاد، باب الرجل يسافر وحده .

شرح حدیث: حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان ایک یا دو آدمیوں سے برائی کا ارادہ کرتا ہے تین سے نہیں کرتا۔ امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک یا دو آدمی سفر پر ہوں تو شیطان کو یہ ہمت ہو جاتی ہے کہ انہیں نقصان پہنچائے اگر تین ہوں تو اس کو ہمت نہیں ہوتی۔ یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ تنہا سفر پر جانے والا شیطان ہے کہ شیطان کے معنی دور ہونے اور بعید ہونے کے ہیں اکیلا آدمی بھی انسانوں سے دور ہو جاتا ہے اور اس کا تعلق بستی سے منقطع ہو جاتے ہیں، چنانچہ روایت ہے کہ ایک آدمی تنہا سفر پر روانہ ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر یہ شخص راستے میں مر جائے تو میں کس سے معلوم کروں گا۔ امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی سفر میں مر جائے گا تو اس کی لاش بے گور و کفن پڑی رہ جائے گی۔

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ تعلیم نبوت ادب وارشاد کی نوعیت ہے اور یہ ممانعت حرمت پر مشتمل نہیں ہے بلکہ اگر ایک یا دو مسافر سفر کریں اور خطرات کا اندیشہ نہ ہو تو درست ہے، اسی طرح گھر میں تنہا سونے کا حکم ہے کہ اگر آدمی ضعیف القلب ہو اور اس کے خیالات بھی پراگندہ ہوں تو وہ تنہا نہ سوئے کہ مبادا اسے رات کے وقت وحشت محسوس نہ ہو۔ (روضة المتقين : ٦/٢ ۔ دليل الفالحين : ٤٠٣/٣)

****

سفر میں تین میں ایک کو امیر بنایا جائے

٩٦٠۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَّاَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِیْ سَفَرٍ فَلْیُؤَمِّرُوْا اَحَدَهُمْ حَدِیْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ .

(٩٦٠) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تین آدمی سفر کے لیے نکلیں تو وہ اپنے میں سے ایک کو امیر بنالیں۔ (حدیث حسن ہے ابوداؤد نے بسند حسن روایت کی ہے)

تخریج حدیث (٩٦٠): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی القوم یسافرون ویؤمروا احدهم .

کلمات حدیث: فليؤمروا احدهم : اپنے میں سے ایک کو امیر بنالیں۔ امیر : حاکم جمع امراء . امارت : امیر بننا۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں حسن معاشرت کی بہت عمدہ تعلیم دی گئی ہے کہ جب تین آدمی سفر پر روانہ ہوں تو وہ اپنے میں سے کسی ایک کو اپنا امیر مقرر کرلیں اور جو وہ کہے اس کے مطابق عمل کریں تاکہ تشتت اور افتراق کی جگہ جمعیت اور اتحاد پیدا ہو اور اتحاد اتفاق کی برکت حاصل ہو اور اگر باہم کوئی اختلاف ہو جائے تو اس کا اسی وقت فیصلہ ہو سکے۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امیر بنانے کا حکم اس لیے ہے کہ باہم نزاع کی صورت میں اسی وقت فیصلہ ہو سکے اور جو فیصلہ امیر کرے اسے قبول کیا جائے۔ امیر کا انتخاب بھی اس کی اعلیٰ دینی اور اخلاقی خوبیوں کی بناء پر ہونا چاہیے۔ (روضة المتقين : ٧/٣ ۔ دليل الفالحين : ٤٠٤/٣)

****

سفر میں چار آدمی ہونا بہتر ہے

٩٦١۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "خَیْرُ الصَّحَابَةِ اَرْبَعَةٌ

وَخَيْرُ السَّرَايَا اَرْبَعُمِائَةٍ، وَخَيْرُ الْجُيُوْشِ اَرْبَعَةُ الاٰفٍ، وَلَنْ يُغْلَبَ اثْنَا عَشَرَ اَلْفًا مِنْ قِلَّةٍ" رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

(۹٦۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بہترین ساتھی چار ہیں بہترین چھوٹا لشکر چار سو کا ہے بہترین بڑا لشکر چار ہزار کا ہے اور بارہ ہزار کا لشکر قلت تعداد کی بناء پر کبھی مغلوب نہیں ہوگا۔

تخریج حدیث(۹٦۱): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فيما يستحب من الجيوش والرفقاء والسرايا. الجامع للترمذی، ابواب السير، باب ما جاء في السرايا۔

کلماتِ حدیث: الصحابة : ساتھی، رفقاء۔صاحب کی جمع ہے جو صحبۃ سے بنا ہے جس کے معنی ہمنشیں اور ساتھ ہونے کے ہیں۔ تاریخ اسلام میں صحابی اور صحابہ کا لفظ رسول اللہ ﷺ کے رفقاء کے ساتھ خاص ہو گیا اور اصطلاحاً صحابی وہ ہے جس نے حالتِ ایمان میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہو اور حالتِ اسلام میں وفات پائی ہو۔

شرحِ حدیث: رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ سفر میں چار آدمیوں کی رفاقت اچھی رفاقت ہے کہ آسانی اور سہولت کے ساتھ اپنے معاملات طے کر سکتے ہیں باہم مشورہ کر سکتے ہیں اور ایک دوسرے کی ضرورتوں کے کفیل ہو سکتے ہیں۔ اور فرمایا کہ اگر مسلمانوں کا لشکر بارہ ہزار پر مشتمل ہو تو وہ محض قلت افراد کی بناء پر مغلوب نہ ہوگا چنانچہ غزوۂ حنین میں مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار تھی بعض صحابہ کرام کے دلوں میں اپنی کثرت کا عجب پیدا ہوا اور یہ عجب ہی مغلوبیت کا سبب بنا۔ مسلمانوں کی اصل قوت کثرتِ تعداد نہیں ہے بلکہ ایمان اور اتحاد اور اہل اسلام کی باہمی اخوت ہی اصل طاقت ہے۔ (روضة المتقين : ۳/۷۔ دليل الفالحين : ۳/٤۰٥)

الباب (١٦٨)

بَابُ اَدَبَ السَّيْرِ وَالنُّزُوْلِ وَالْمَبِيْتِ وَالنَّوْمِ فِي السَّفَرِ وَاِسْتِحْبَابِ السُّرٰى وَالرِّفْقِ بِالدَّوَابِ وَمُرَاعَاةِ مَصْلِحَتِهَا وَاَمْرِمَنْ قَصَرَ فِيْ حَقِّهَا بِالْقِيَامِ بِحَقِّهَا وَجَوَازِ الْاَرْدَافِ عَلَى الدَّابَّةِ اِذَا كَانَتْ تُطِيْقُ ذٰلِكَ

سفر میں چلنے اترنے رات گزارنے اور سونے کے آداب اور رات کو چلنے اور جانوروں کا خیال رکھنے اور ان کے ساتھ نرمی کرنے کا استحباب اور اس شخص کا حکم جو جانوروں کے حق میں کوتاہی کرے اور اگر جانور طاقت رکھتا تو پیچھے بٹھانے کے جواز کا بیان

سفر میں جانوروں کا خیال رکھنا

٩٦٢ . عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَافَرْتُمْ فِى الْخِصْبِ فَاَعْطُوْا الْاِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الْاَرْضِ وَاِذَا سَافَرْتُمْ فِى الْجَدْبِ فَاَسْرِعُوْا عَلَيْهَ السَّيْرَ وَبَادِرُوْا بِهَا نِقْيَهَا، وَاِذَا عَرَّسْتُمْ فَاجْتَنِبُوْا الطَّرِيْقَ فَاِنَّهَا طُرُقُ الدَّوَابِ وَمَأْوَى الْهَوَامِّ بِاللَّيْلِ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

مَعْنٰى : اَعْطُوا الْاِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الْاَرْضِ" اَىْ اُرْفُقُوْا بِهَا فِى السَّيْرِ لِتَرْعٰى فِىْ حَالِ سَيْرِهَا : وَقَوْلُه' "نِقْيَهَا" هُوَ بِكَسْرِ النُّوْنِ وَاِسْكَانِ الْقَافِ وَبِالْيَآءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ تَحْتُ وَهُوَ الْمُخُّ، مَعْنَاهُ اَسْرِعُوْابِهَا حَتّٰى تَصِلُوا الْمَقْصِدَ قَبْلَ اَنْ يَذْهَبَ مُخُّهَا مِنْ ضَنْكِ السَّيْرِ وَالتَّعْرِيْسُ" النُّزُوْلُ فِى اللَّيْلِ .

(٩٦٢) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم سرسبز شاداب زمین میں سفر کرو تو اونٹوں کو اس زمین سے چرنے کا موقعہ دو اور جب تم خشک اور بنجر زمین سے گزرو تو تیز رفتاری سے چلو اور ان کی قوت ختم ہونے سے پہلے منزل پر پہنچو اور جب رات کو پڑاؤ کرو تو راستے سے ہٹ کر کرو۔ کہ رات کے وقت راستوں پر جانور آجاتے ہیں اور کیڑے مکوڑے گزرتے ہیں۔ (مسلم)

اعطو الا بل خظها کے معنی ہیں کہ چلنے میں نرمی کرو تا کہ سفر کے دوران چر سکیں اور نقیها کے معنی ہیں گودا۔ مفہوم یہ ہے کہ تیز چلو تا کہ ان کا گودا ختم ہونے سے پہلے منزل پر پہنچ جاؤ اور یہ نہ ہو کہ راستے کی دشواریوں سے اونٹوں میں قوت ہی باقی نہ رہے۔ تعریس کے معنی رات کو پڑاؤ کرنے اور آرام کرنے کے ہیں۔

تخریج حدیث (۹۶۲): صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب مراعاۃ مصلحة الدواب فی السیر والنهی عن التعریس فی الطریق .

کلمات حدیث: خصب : مصدر ہے سرسبز شاداب ہونا۔ جدب : خشکی، یعنی زمین کا خشک اور بغیر سبزہ کے ہونا۔ ماوی الهوام :

کیڑے مکوڑوں کی پناہ گاہ، مثلاً سانپ، بچھو، وغیرہ جمع ہوجاتے ہیں۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے امت کو جو تعلیم دی ہے وہ کامل ترین اور جامع ترین تعلیم ہے۔ دنیا کا کوئی دین اور کوئی مذہب اور کوئی نظامِ تعلیم اس قدر مکمل اس قدر جامع اور اس قدر اعلیٰ اور محکم اخلاقی بنیادوں پر استوار نہیں ہے جس قدر اسلام کی تعلیم ہے۔ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ دورانِ سفر اگر کسی قطعہ زمین سے گزرو جہاں سبزہ اور شادابی ہو تو اونٹوں کو موقعہ دو کہ وہ چر لیں اور اپنا پیٹ اچھی طرح بھر لیں، اور جب ایسی زمین سے گزر ہو جہاں گھاس اور سبزہ نہ ہو تو ایسے علاقے سے تیزی سے گزر جاؤ نیز اس امر کا لحاظ رکھو کہ سفر کے جانور تھک نہ جائیں اور ان کی قوت ختم نہ ہوجائے اس لیے سفر کی ایسی ترتیب قائم کرو جس سے جانور تھکنے اور مضمحل ہونے سے محفوظ رہیں۔ کیڑے مکوڑے اور بہت سے ضرر رساں جانور رات کے وقت باہر آتے ہیں اور وہ بالعموم راستے پر چلنے لگتے ہیں، اس لیے رات کو جب پڑاؤ کرو تو راستے سے ہٹ کر کرو۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۵۸/۱۳۔ روضة المتقین : ۸/۳۔ نزهة المتقین : ۵۵/۲)

****

فجر کے قریب گہری نیند نہ سوئے

۹۶۳۔ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ فِیْ سَفَرٍ فَعَرَّسَ بِلَيْلٍ اِضْطَجَعَ عَلٰى يَمِيْنِهٖ وَاِذَا عَرَّسَ قُبَيْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَهٗ وَوَضَعَ رَاْسَهٗ عَلٰى كَفِّهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

قَالَ الْعُلَمَاءُ : اِنَّمَا نَصَبَ ذِرَاعَهٗ لِئَلَّا يَسْتَغْرِقَ فِی النَّوْمِ فَتَفُوْتَ صَلٰوةُ الصُّبْحِ عَنْ وَقْتِهَا اَوْعَنْ اَوَّلِ وَقْتِهَا .

(۹۶۳) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر کے دوران رات کو کسی مقام پر ٹھہرتے تو دائیں کروٹ لیٹتے اور جب صبح صادق سے ذرا پہلے ٹھہرتے تو اپنا بازو کھڑا کر کے سر مبارک ہتھیلی پر رکھ لیتے۔ (مسلم)

علماء نے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ بازو پر سر مبارک اس لیے ٹیک لیتے کہ کہیں گہری نیند نہ آجائے اور صبح کی نماز کا وقت نکل جائے یا اول وقت نکل جائے۔

تخریج حدیث(۹۶۳): صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب قضاء الصلاة الفائتة واستحباب تعجیل قضاء ها

کلمات حدیث: لئلا یستغفرق فی النوم : تاکہ آپ ﷺ گہری نیند نہ سوجائیں۔ استغراق (باب استفعال) استغراق فی النوم : گہری نیند سونا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ سفر میں جب کسی منزل پر قیام فرماتے تو رات کے وقت دائیں کروٹ سوتے اور اگر آخر شب میں کسی منزل پر اترتے تو سیدھا ہاتھ کھڑا کر لیتے اور اس کی ہتھیلی پر سر کو ذرا ساٹھ کا کر آرام فرمالیتے اور پوری طرح نہ لیٹتے اس احتیاط کے تحت

کہ ہوسکتا ہے کہ گہری نیند آ جائے اور صبح کی نماز اول وقت میں نہ پڑھی جاسکے یا صبح کی نماز قضا ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ اگر نماز کا وقت قریب ہو تو آدمی کو سونے میں احتیاط ملحوظ رکھنی چاہیے اور خیال رکھنا چاہیے کہ نیند کی وجہ سے نماز کا وقت نہ جاتا رہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ١٦٤/٥ ـ روضة المتقين : ١٠/٣)

رات کے سفر کرنے کی برکات

٩٦۴. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "عَلَيْكُمْ بِالدُّلْجَةِ، فَاِنَّ الْاَرْضَ تُطْوٰى بِاللَّيْلِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ "الدُّلْجَةُ" السَّيْرُ فِي اللَّيْلِ.

(۹۶۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رات کو سفر کرو کہ رات کو زمین لپیٹ دی جاتی ہے۔ (ابوداؤد نے بسند حسن راویت کیا ہے) دلجہ کے معنی ہیں رات کو چلنا۔

تخریج حدیث (۹۶۴): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی الدلجة .

کلمات حدیث: الدلجة : رات کا آخری حصہ۔ ادلج القوم : ساری رات چلنا، یا رات کے آخری حصہ میں چلنا۔

شرح حدیث: ابن الاثیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بعض علماء نے اس حدیث کا یہ مطلب بتایا ہے کہ پوری رات سفر کرنا چاہیے کہ فرمایا گیا ہے کہ رات کو زمین لپیٹ دی جاتی ہے اور اس میں رات کے اگلے یا پچھلے حصہ میں فرق نہیں کیا گیا ہے، بہرحال مسافر کے لیے رات کا سفر بہ نسبت دن کے سفر کے زیادہ آسان ہوتا ہے اور کم وقت میں زیادہ سفر طے ہو جاتا ہے۔

(روضة المتقين : ١٠/٣ ـ حلية الاولياء : ٢٥٠/٩)

دوران سفر اکٹھا رہنے چاہیے

٩٦٥. وَعَنْ اَبِيْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ النَّاسُ اِذَا نَزَلُوْا مَنْزِلاً تَفَرَّقُوْا فِي الشِّعَابِ وَالْاَوْدِيَةِ : فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ تَفَرُّقَكُمْ فِيْ هٰذِهِ الشِّعَابِ وَالْاَوْدِيَةِ اِنَّمَا ذٰلِكُمْ مِنَ الشَّيْطَانِ ! "فَلَمْ يَنْزِلُوْا بَعْدَ ذٰلِكَ مَنْزِلاً اِلَّا انْضَمَّ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ .

(۹۶۵) حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ جب دوران سفر کسی مقام پر اترتے تو گھاٹیوں اور وادیوں میں متفرق ہو جاتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا اس طرح گھاٹیوں اور وادیوں میں متفرق ہو جانا شیطان کی طرف سے ہے۔ اس کے بعد صحابہ کرام جب کسی منزل پر اترتے تو سب باہم ساتھ رہتے۔ (ابوداؤد نے بسند حسن روایت کیا ہے)

تخریج حدیث (۹۶۵): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب ما يؤمر من انضمام العسكر وسعته .

راوی حدیث: حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ صحابی رسول ﷺ ہیں صلح حدیبیہ میں شرکت فرمائی اور بیعت رضوان کے وقت بھی

موجود تھے۔ وہ اپنے قبیلے کی طرف داعی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ سجدے کی حالت میں انتقال فرمایا۔ آپ سے چالیس احادیث مروی ہیں جن میں سے تین متفق علیہ ہیں۔ (الاصابه، اسد الغابة : ۱۵۵/۵ . تهذيب الكمال : صـ ٤٤٦)

کلمات حدیث: شعاب : جمع شعب . پہاڑی راستہ۔ او دية : جمع وادی پانی کے گزرنے کا راستہ، پہاڑوں کے درمیان کی جگہ۔

شرح حدیث: مسلمانوں کے اتحاد باہمی کی تعلیم نبوی ﷺ میں خاص اہتمام ہے اور متعدد احادیث میں اتحاد و اتفاق کی نہ صرف یہ کہ تعلیم دی گئی ہے بلکہ مختلف صورتوں میں اتحاد کے عملی مظاہرے کی بھی تاکید کی گئی ہے جیسا کہ اس حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے دورانِ سفر کسی منزل پر اترنے کے بعد متفرق ہو جانے سے منع فرمایا اور صحابہ کرام نے اس پر اس طرح عمل فرمایا کہ جب ایسا موقعہ آتا تو سب یکجا اور ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہتے۔ (روضة المتقين : ۱۱/۳ - دليل الفالحيين : ۴۱۰/۳)

****

جانوروں کے حقوق کا خیال رکھا جائے

٩٦٦. وَعَنْ سَهْلِ بْنِ عَمْرٍو، وَقِيْلَ سَهْلِ بْنِ الرَّبِيْعِ بْنِ عَمْرٍو. اَلْاَنْصَارِيِّ اَلْمَعْرُوْفِ بِابْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ، وَهُوَ مِنْ اَهْلِ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ : مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعِيْرٍ قَدْ لَحِقَ ظَهْرُه' بِبَطْنِهِ فَقَالَ : "اتَّقُوا اللّٰهَ فِيْ هٰذِهِ الْبَهَآئِمِ الْمُعْجَمَةِ فَارْكَبُوْهَا صَالِحَةً وَكُلُوْهَا صَالِحَةً! رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(۹۶۶) حضرت سہل بن عمرو اور بعض کے نزدیک سہل بن الربیع بن عمرو انصاری جو ابن الحنظلیہ کے نام سے مشہور تھے اور اہل بیعت رضوان میں سے تھے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک ایسے اونٹ پر سے ہوا جس کی کمر پیٹ سے لگی ہوئی تھی آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، ان پر سواری کرو جب یہ تندرست ہوں اور ان کا گوشت کھاؤ جب یہ تندرست ہوں۔ (ابوداؤد نے بسندِ صحیح روایت کیا ہے)

تخریج حدیث (۹۶۶): سنن ابی داؤد، كتاب الجهاد، باب ما يؤمر به من القيام على الدواب والبهائم .

راوی حدیث: حضرت سہل بن عمرو یا حضرت سہل بن ربیع رضی اللہ عنہ کے نام میں اختلاف ہے اصحاب بیعت رضوان میں ہیں بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک رہے۔ آپ سے نو احادیث مروی ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں انتقال فرمایا۔

(دليل الفاحين : ۴۱۱/۳)

کلمات حدیث: معجمه : بے زبان جانور۔ عجماوات : چوپائے، بے زبان جانور۔ صالحه : جو سواری کے لیے موزوں ہوں اور کھانے کے لیے موزوں ہوں۔ لحق ظهره ببطنه : اس کی پشت پیٹ سے مل گئی۔ مطلب یہ ہے کہ بے حد دبلا ہو گیا۔

شرح حدیث: سواری کے جانور ہوں یا عام جانور سب کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ملا ہے خاص طور پر سواری کے جانور اور وہ جانور جن سے کسی نہ کسی صورت انتفاع حاصل کیا جاتا ہے ان کی دیکھ بھال اور ان پر رحم کرنے کا حکم دیا گیا کہ ان کے کھانے پینے اور ان کے

آرام اور راحت کا خیال رکھا جائے اور ان کو سواری میں اتنا نہ تھکایا جائے کہ وہ لاغر اور کمزور ہو جائیں۔ اس لیے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو ان کو تندرست رکھو تندرست جانور پر سواری کرو اور تندرست جانور کا گوشت کھاؤ۔

(روضة المتقين : ۱۱/۳ ۔ دليل الفالحين : ۴۱۱/۳)

****

جانوروں کو ستانا جائز نہیں

۹۶۷. وَعَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : اَرْدَفَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ خَلْفَهٗ وَاَسَرَّ اِلَیَّ حَدِیْثًا لَا اُحَدِّثُ بِهٖ اَحَدًا مِنَ النَّاسِ، وَکَانَ اَحَبَّ مَا اسْتَتَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهٖ هَدَفٌ اَوْحَآئِشُ نَخْلٍ، یَعْنِیْ حَآئِطَ نَخْلٍ : رَوَاهُ مُسْلِمٌ هٰکَذَا مُخْتَصَرًا وَزَادَفِیْهِ الْبَرْقَانِیْ بِاِسْنَادِ مُسْلِمٍ هٰذَا بَعْدَ قَوْلِهٖ: حَآئِشُ نَخْلٍ. فَدَخَلَ حَآئِطًا لِرَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَاِذَا فِیْهِ جَمَلٌ فَلَمَّا رَاٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَرْجَرَ وَذَرَفَتْ عَیْنَاهُ، فَاَتَاهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ سَرَاتَهٗ اَیْ سَنَامَهٗ. وَذِفْرَاهُ فَسَکَنَ، فَقَالَ!" مَنْ رَبُّ هٰذَا الْجَمَلِ؟ لِمَنْ هٰذَا الْجَمَلُ؟ فَجَآءَ فَتًی مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ : هٰذَا لِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ : قَالَ : اَفَلَا تَتَّقِی اللّٰهَ فِیْ هٰذِهِ الْبَهِیْمَةِ الَّتِیْ مَلَّکَکَ اللّٰهُ اِیَّاهَا؟ فَاِنَّهٗ یَشْکُوْا اِلَیَّ اَنَّکَ تُجِیْعُهٗ وَتُدْئِبُهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ کَرِوَایَةِ الْبَرْقَانِیِّ، قَوْلُهٗ "ذِفْرَاهُ هُوَ بِکَسْرِ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَاِسْکَانِ الْفَآءِ وَهُوَ لَفْظٌ مُفْرَدٌ مُؤَنَّثٌ : قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ الذِّفْرٰی: الْمَوْضِعُ الَّذِیْ یَعْرَقُ مِنَ الْبَعِیْرِ خَلْفَ الْاُذُنِ : وَقَوْلُهٗ" تُدْئِبُهٗ اَیْ تُتْعِبُهٗ .

(۹۶۷) حضرت ابو جعفر عبد اللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے سواری پر اپنے پیچھے بٹھالیا۔ مجھ سے راز داری کی ایک بات کہی جو میں کسی سے نہیں کہوں گا۔ اور رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے دیوار یا کھجور کے جھنڈ کے پردہ کرنے کو زیادہ اچھا پردہ سمجھتے تھے۔ (امام مسلم نے اس حدیث کو اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے)

اور برقانی نے مسلم کی سند کے ساتھ حائش نخل کے بعد یہ اضافہ کیا ہے۔

کہ پھر آپ ﷺ ایک انصاری شخص کے باغ میں داخل ہوئے اس میں ایک اونٹ تھا جب اس اونٹ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو وہ بلبلایا اور اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے آپ ﷺ اس کے پاس آئے اور اس کے کوہان اور کان کے پچھلے حصہ پر ہاتھ پھیرا تو وہ خاموش ہو گیا آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ اونٹ کس کا ہے؟ ایک انصاری نوجوان آیا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ اونٹ میرا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم اس جانور کے بارے میں جس کا اللہ نے تمہیں مالک بنایا ہے اللہ سے نہیں ڈرتے کیونکہ اس نے مجھ سے شکوہ کیا ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور اس کو تھکا دیتے ہو۔ اس روایت کو ابوداؤد نے بھی برقانی کی طرح ذکر کیا ہے۔

ذفـراہ : یہ لفظ مفرد ہے اور مؤنث ہے۔ اہل لغت بیان کرتے ہیں کہ ذفری اونٹ کے کان کے پیچھے کی وہ جگہ جہاں اسے پسینہ آتا ہے۔ تدئبہ : کے معنی ہیں تم اسے تھکا دیتے ہو۔

تخریج حدیث(۹۶۷): صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب ما یستر به لقضاء الحاجة . سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب ما یومر به من القیام علی الدواب والبهائم .

راوی حدیث: ابو جعفر عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ عم محترم حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے۔ جب ۷ھ میں حضرت جعفر مدینہ منورہ آئے تو حضرت عبد اللہ کی عمر سات سال تھی آپ نے ان کو اس وقت بیعت فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عبد اللہ بن جعفر صورتاً اور سیرتاً مجھ سے مشابہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے وقت آپ کی عمر دس سال تھی۔ آپ سے مروی دو احادیث بخاری و مسلم میں موجود ہیں۔ ۸۰ھ میں انتقال فرمایا۔ (الاصابه : ٤٨/٤ ۔ اسد الغابة : ١٣٤/٣)

کلماتِ حدیث: حائش : گنجان درخت کا حصہ، کھجوروں کا جھنڈ۔ جرجر الجمل : اونٹ کا بلبلانا۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ کو بطور معجزہ اونٹ کے شکوہ کرنے کا علم ہوگیا کہ اس کا مالک اسے بھوکا رکھتا ہے اور تھکا دیتا ہے اور جب آپ ﷺ نے اس کے کوہان پر اور اس کے کانوں کے پیچھے ہاتھ پھیرا تو وہ سمجھ گیا کہ آپ ﷺ اسے تسلی دے رہے ہیں اور آپ ﷺ اس کی تکلیف و شکایت کو دور فرمائیں گے اس لیے وہ خاموش اور پر سکون ہوگیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ جاؤ معلوم کرو کہ یہ اونٹ کس کا ہے؟ وہ گئے اور جا کر اس اونٹ کے مالک کو بلا لائے تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ اس اونٹ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ کی قسم مجھے نہیں معلوم کہ کیا حال ہے؟ ہم اس پر پانی لایا کرتے تھے اب یہ پانی ڈھونے سے بھی عاجز ہے تو اب ہم نے اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا اب ایسا نہ کرو۔

(دلیل الفالحین : ٤١٣/٣ ۔ السنن الکبری للبیهقي : ٩٤/١)

صحابۂ کرام کا جانوروں کے حقوق اداء کرنا

٩٦٨ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ! كُنَّا اِذَا نَزَلْنَا مَنْزِلاً لاَ نُسَبِّحُ حَتّٰى نَحُلَّ الرِّحَالَ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاسْنَادٍ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ"! وَقَوْلُه' "لانُسَبِّحُ" اَىْ لاَنُصَلِّى النَّافِلَةَ، وَمَعْنَاهُ اَنَّا. مَعَ حِرْصِنَا عَلَى الصَّلٰوةِ . لاَنُقَدِّمُهَا عَلٰى حَطِّ الرِّحَالِ وَاِرَاحَةِ الدَّوَابِ .

(٩٦٨) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارا طریقہ یہ تھا کہ ہم کسی جگہ اترتے تو ہم اونٹوں کے پالان اتارنے سے پہلے نفل نماز بھی نہ پڑھتے۔ (ابوداؤد نے مسلم کی شرط کے مطابق سند سے روایت کیا ہے)

لا نسبح : کے معنی یہ ہیں کہ ہم نفل نماز بھی نہ پڑھتے تھے۔ یعنی نفل نماز کی حرص اور اشتیاق کے باوجود ہم اسے جانوروں کے اوپر

سے کجاوے اتار کر انہیں آرام پہنچانے پر مقدم نہ کرتے۔

تخریج حدیث(۹۶۸): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی نزول المنازل .

کلمات حدیث: نحل الرحال : جانوروں کی پشت پر سے کجاوے اتارنا، الرحال رحل کی جمع ہے جس کا اطلاق کجاوے کے ساتھ ساتھ اسباب سفر پر بھی ہوتا ہے۔

شرح حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام سفر جہاد میں جب کسی منزل پر قیام کرتے تو سب سے پہلے اونٹوں کے اوپر سے کجاوے اور سامان اتار کر انہیں راحت و آرام پہنچاتے تھے اور نوافل کا شدید اشتیاق رکھنے کے باوجود نوافل کو بھی اس کام پر مقدم نہ کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تعلیم نبوی ﷺ کے زیر اثر صحابہ کرام جانوروں کی راحت اور آرام کا کس قدر خیال رکھتے تھے۔ (روضة المتقين : ۱٤/۳ ـ دليل الفالحين : ٤١٤/٣)

الباب (١٦٩)

بَابُ اِعَانَةِ الرَّفِيْقِ
رفیق سفر کی اعانت ومدد

اس موضوع سے متعلق متعدد احادیث پہلے بھی گزر چکی ہیں جیسے یہ حدیث کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی اس وقت تک مدد فرماتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔ اور جیسے حدیث ہر نیکی صدقہ ہے اور اسی طرح دیگر احادیث۔

زائد سواری سے رفقاء سفر کی اعانت

٩٦٩. وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : بَيْنَمَا نَحْنُ فِیْ سَفَرٍ اِذْ جَآءَ رَجُلٌ عَلٰی رَاحِلَةٍ لَه، فَجَعَلَ يَصْرِفُ بَصَرَه، يَمِيْنًا وَشِمَالاً، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ كَانَ مَعَه، فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْيَعُدْ بِهٖ عَلٰی مَنْ لَاظَهْرَ لَه، وَمَنْ كَانَ لَه، فَضْلُ زَادٍ فَلْيَعُدْ بِهٖ عَلٰی مَنْ لَازَادَلَه"، فَذَكَرَ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ مَاذَكَرَه، حَتّٰی رَاَيْنَا اَنَّه، لَاحَقَّ لِاَحَدٍ مِّنَّا فِیْ فَضْلٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(٩٦٩) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم سفر میں تھے ایک شخص اپنی سواری پر آیا اور دائیں بائیں نظر ڈال کر دیکھنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے پاس اپنی ضرورت سے زائد سواری ہو تو وہ اس کو دیدے جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جس کے پاس زائد زادِ راہ ہے وہ اس کو دیدے جس کے پاس نہیں ہے۔ اس طرح آپ ﷺ نے مال کی دیگر اصناف کا بھی ذکر فرمایا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ ہمیں ضرورت سے زائد چیز رکھنے کا حق نہیں ہے۔

تخریج حدیث (٩٦٩): صحيح مسلم، كتاب اللقطه، باب استحباب المواساة بفضول الاموال .

کلماتِ حدیث: يصرف نظره : اپنی نظر گھما کر دیکھ رہا تھا کہ کہیں سے اس کو مدد مل جائے۔ فضل ظهر : ضرورت سے زائد سواری کا اونٹ۔ فضل : ضرورت سے زائد چیز۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب نے اپنے کسی سفر کے دوران کسی منزل پر قیام کیا کہ اس اثناء میں ایک شخص آیا جو نظر ڈال کر سب کی طرف دیکھنے لگا۔ غالباً اس کا اونٹ تھکا ہوا اور لاغر تھا اور اس کے پاس اشیاءِ ضرورت موجود نہیں تھیں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو اس کی نصرت اور مدد کرنے کا حکم فرمایا کہ جس کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہو وہ اسے سواری دے دے اور جس کے پاس ضرورت سے زیادہ زادِ راہ وہ اسے زادِ راہ دیدے۔ (دليل الفالحين : ٤١٦/٣ ـ روضة الصالحين : ٥١٧/٣ ـ نزهة المتقين : ٥٩/٢)

تنگی کے وقت باری باری سوار ہونا

٩٧٠. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّه، اَرَادَ اَنْ يَغْزُ وَفَقَالَ :

يَامَعْشَرَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ، اِنَّ مِنْ اِخْوَانِكُمْ قَوْمًا لَّيْسَ لَهُمْ مَالٌ وَّلَا عَشِيْرَةٌ فَلْيَضُمَّ اَحَدُكُمْ اِلَيْهِ الرَّجُلَيْنِ اَوِ الثَّلَاثَةِ فَمَا لِاَحَدِنَا مِنْ ظَهْرٍ يَحْمِلُهُ اِلَّا عُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ يَعْنِيْ اَحَدَهُمْ قَالَ، فَضَمَمْتُ اِلَيَّ اثْنَيْنِ اَوْثَلَاثَةً مَالِيْ اِلَّاعُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ اَحَدِهِمْ مِنْ جَمَلِيْ، رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ .

(۹۷۰)　حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے جماعت مہاجرین وانصار! تمہارے بھائیوں میں سے ایسے بھی ہیں جن کے پاس نہ مال ہے اور نہ خاندان۔ لہٰذا تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ دو یا تین آدمیوں کو اپنے ساتھ ملا لے۔ چنانچہ ہم میں سے جس کے پاس سواری تھی اس پر ایک ایک باری باری بیٹھتا تھا۔ میں نے بھی اپنے ساتھ دو یا تین ملا لیے تھے اور مجھے بھی اپنے اونٹ پر سب کی طرح باری باری سوار ہونے کا موقعہ ملتا تھا۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث (۹۷۰): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب الرجل يتجمل بمال غيره يغزو .

کلمات حدیث: معشر : جماعت۔ عشيره : قبیلہ۔ فليضم اليه : اسے اپنے ساتھ ملا لے، یعنی اس پر خرچ کرے۔

شرح حدیث: ہجرت کے بعد جب اہل اسلام مدینہ منورہ میں جمع ہوئے تو مہاجرین سب کچھ چھوڑ کر خالی ہاتھ آئے تھے اور عسرت و تنگی کا دور تھا، رسول اللہ ﷺ نے اولاً مہاجرین اور انصار میں مواخات قائم فرمائی پھر جب غزوات میں تشریف لے جاتے تب بھی صحابہ کرام ایثار اور قربانی سے کام لیتے اور جنکے پاس مال ہوتا وہ ان پر خرچ کرتے جنکے پاس نہ ہوتا جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے غزوۂ تبوک میں لشکرِ اسلام کی تیاری میں حصہ لیا تھا۔ اسی طرح بعض غزوات میں رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ جس کے پاس سواری اور زادراہ ہو وہ اپنے ساتھ دو تین کو ملا لے چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سب باری باری سوار ہوتے اور اونٹ کے مالک کو بھی اونٹ پر سوار ہونے کا اتنا ہی موقعہ ملتا جتنا اس کے ان ساتھیوں کو جن کو اس نے اپنے ساتھ شامل کیا تھا۔ (دليل الفالحين : ۴۱۷/۳۔ نزهة المتقين : ۵۹/۲)

****

امیر قافلہ رفقاءِ سفر کا خیال رکھے

۹۷۱. وَعَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّفُ فِي الْمَسِيْرِ فَيُزْجِيُ الضَّعِيْفَ وَيُرْدِفُ وَيَدْعُوْلَهُ' رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ .

(۹۷۱)　حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دورانِ سفر پیچھے پیچھے چلا کرتے تھے کمزور کو چلاتے یا اپنے پیچھے بٹھا لیتے اور اس کے لیے دعاء فرماتے۔ (ابوداؤد نے بسندِ حسن روایت کیا)

تخریج حدیث (۹۷۱): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی لزوم الساقة .

کلمات حدیث: فيزجی : چلاتے تھے۔ ازجی ازجاء : آگے بڑھانا، چلانا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کی امت سے محبت اور شفقت کا یہ حال تھا کہ آپ ﷺ کسی غزوہ پر روانہ ہوتے وقت سب سے پیچھے چلتے اور جو کوئی کمزور پیچھے رہ جاتا اس کی سواری کو تیز کرتے یا اسے اپنے پیچھے بٹھا لیتے اور سب کیلئے دعاء فرماتے۔ (روضة المتقين : ۱۵/۲)

الباب (۱۷۰)

بَابُ مَا يَقُولُ اِذَا رَكِبَ الدَّابَةَ لِلسَّفَرِ

سوار ہوتے وقت پڑھنے کی دعاء

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ ﴿١٢﴾ لِتَسْتَوُوا عَلَىٰ ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ﴿١٣﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''اور تمہارے لیے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو تاکہ تم ان کی پیٹھ پر سیدھے ہو کر بیٹھو پھر جب تم سیدھے ہو کر بیٹھ جاؤ تو اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو اور کہو کہ پاک ہے وہ ذات جس نے اس جانور کو ہمارے لیے تابع کر دیا ہم اس کو قابو کرنے والے نہیں تھے اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ (الزخرف: ۱۲، ۱۳)

تفسیری نکات: سمندروں کی لہروں پر سفر کرتے ہوئے اور جانوروں کی پشت پر بیٹھے ہوئے ہر لمحہ اور ہر ساعت اس خالق و مالک کو یاد کرنا چاہیے جس نے ہمیں پیدا فرمایا پھر ہمیں عقل و دانش سے نوازا جس کی مدد سے ہم نے کشتیاں بنائیں اور جانوروں کو اپنے قابو میں کیا۔ سمندر اور یہ سواری کے جانور اللہ سبحانہ' کا اعجازِ تخلیق ہیں اور پھر جانوروں کا انسان کا مطیع و فرماں بردار ہونا بھی اللہ کی حکمت و قدرت کا شاہکار ہے اس لیے ہمارے اوپر لازم ہے کہ ہم اس کے شکر گزار ہوں اور صدقِ دل سے اس حقیقت کا اعتراف کریں کہ اے اللہ آپ کی ذات پاک ہے جس نے سمندر کی لہروں پر سفر کے لیے ہوا اور کشتی کو مسخر فرما دیا اور جانوروں کو ہمارا تابع بنا دیا ہم یہ کام نہیں کر سکتے تھے، یہ تو صرف آپ کا اعجازِ تخلیق ہے ہم تو فانی ہیں اور آپ کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ (تفسير عثماني- معارف القرآن)

سفر کے وقت پڑھنے کی دعاء

۹۷۲. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اسْتَوٰى عَلٰى بَعِيْرِهٖ خَارِجًا اِلٰى سَفَرٍ كَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ "سُبْحَانَ الَّذِىْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ، وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ! اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَالُكَ فِىْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِى السَّفَرِ، وَالْخَلِيْفَةُ فِى الْاَهْلِ : اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَعْثَآءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِى الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ" وَاِذَا رَجَعَ قَالَهُنَّ وَزَادَفِيْهِنَّ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مَعْنٰى "مُقْرِنِيْنَ" مُطِيْقِيْنَ "وَالْوَعْثَآءُ بِفَتْحِ الْوَاوِ وَاِسْكَانِ الْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَبِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ

بِالْمَدِّوَهِیَ : الشِّدَّةُ وَالْکَابَةُ " بِالْمَدِّوَهِیَ : تَغَیُّرُ النَّفْسِ مِنْ حُزْنٍ وَنَحْوِهٖ "وَالْمُنْقَلَبُ" الْمَرْجِعُ .

(۹۷۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ جب سفر پر روانہ ہونے کے لیے اونٹ پر تشریف فرما ہوتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر فرماتے اور پھر یہ دعاء پڑھتے : (سبحان الذیٰ سے والولد تک) پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارا تابع وفرمان بنا دیا اور ہم اسے اپنا تابع نہیں بنا سکتے تھے اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اے اللہ! ہم تجھ سے اپنے اس سفر میں نیکی اور تقویٰ کا اور ایسے عمل کی توفیق کی دعاء کرتے ہیں جس سے تو راضی ہو، اے اللہ! ہمارے لیے اس سفر کو آسان بنا دے اور اس کے فاصلے کو طے فرما دے۔ اے اللہ! تو سفر میں ہمارا ساتھی ہے اور اہل وعیال کا محافظ ہے۔ اے اللہ! میں سفر میں سختی پر برے منظر اور واپسی مال اہل اور اولاد میں بری تبدیلی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور جب آپ ﷺ واپس آتے تو آپ ﷺ یہ کلمات ارشاد فرماتے۔ (آئبون سے حامدون تک) ہم سفر سے واپس آنے والے ہیں توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے ہیں اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔ (مسلم)

مقرنین : کے معنی ہیں طاقت رکھنے والے۔ وعثاء : کے معنی ہیں شدت اور سختی۔ کابة : کے معنی ہیں غم وغیرہ سے نفس کا متغیر ہونا۔ منقلب : لوٹنے کی جگہ۔

تخریج حدیث (۹۷۲): صحیح مسلم، کتاب الحج، باب ما یقول إذا رکب الی سفر الحج .

کلمات حدیث: استوی : معتدل اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ وعثاء السفر : سفر کی پریشانی۔ وعث وعثاً : دشوار گزار ہونا۔ پر مشقت ہونا۔ کابة المنظر : برا منظر۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ سے منقول تمام دعائیں جو مختلف مواقع اور متنوع حاجات کے لیے ماثور ہیں سب کی سب انتہائی جامع اور بلیغ اور معانی کا ایک دریا اپنے اندر سمیٹے ہوئے، مسلمان کی سعادت یہ ہے کہ اسے ادعیہ ماثورہ کا ایک وافر ذخیرہ یاد ہو جسے وہ اپنے شب وروز میں اور اپنی مختلف حاجات کے لیے پڑھ سکے کہ زبانِ نبوت ﷺ سے نکلا ہوا ہر لفظ اپنے اندر خیر کا ایک سرچشمہ سمیٹے ہوئے ہوتا ہے۔ یہ دعاء بھی اسی طرح پر اثر دلنشیں بلیغ اور جامع ہے اور سفر کے دوران پیش آنے والے تمام حالات کا احاطہ کیے ہوئے، بنا بریں سفر میں اس دعاء کا پڑھنا باعثِ خیر وبرکت ہے۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ۹/۹۳۔ روضة المتقین : ۳/۱۶)

سفر شروع کرنے سے پہلے ایک دعاء

۹۷۳. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَفَرَ یَتَعَوَّذُ مِنْ وَعْثَآءِ السَّفَرِ، وَکَابَةِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحَوْرِ بَعْدَالْکَوْرِ وَدَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ، وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْاَهْلِ وَالْمَالِ : رَوَاهُ مُسْلِمٌ . اَلْحَوْرِ هٰکَذَا هُوَ فِیْ صَحِیْحِ مُسْلِمٍ " اَلْحَوْرِ بَعْدَ الْکَوْنِ " بِالنُّوْنِ وَکَذَا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ قَالَ التِّرْمِذِیُّ : وَیُرْوٰی، اَلْکَوْرُ بِالرَّآءِ، وَکِلَا هُمَا لَهٗ وَجْهٌ : قَالَ الْعُلَمَاءُ

وَمَعْنَاهُ بِالنُّوْنِ وَالرَّآءِ جَمِيْعًا : الرُّجُوْعُ مِنَ الْإِسْتِقَامَةِ اَوِالزِّيَادَةِ اِلَى النَّقْصِ قَالُوْا : وَرِوَايَةُ الرَّآءِ مَاخُوْذَةٌ مِنْ تَكْوِيْرِ الْعِمَامَةِ، وَهُوَ كَفُّهَا وَجَمْعُهَا وَرِوَايَةُ النُّوْنِ مِنَ الْكَوْنِ، مَصْدَرُ كَانَ يَكُوْنُ كَوْنًا : اِذَا وُجِدَ وَاسْتَقَرَّ.

(۹۷۳) حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر پر روانہ ہوتے تو سفر کی سختی واپسی پر رنج وتکلیف، کمال کے بعد زوال مظلوم کی بددعاء اور اہل و مال میں برے منظر سے پناہ مانگتے تھے۔ (مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اسی طرح روایت کیا ہے یعنی الحور بعد الکون ن کے ساتھ اور اسی طرح ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے ترمذی نے کہا ہے کہ کور بھی روایت کیا گیا ہے اور دونوں صحیح ہیں)

علماء فرماتے ہیں کہ کون اور کور دونوں الفاظ ر کے معنی استقامت سے واپسی یا زیادتی سے کمی کی طرف آنے کے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ کور تکویر العمامۃ سے ہیں جس کے معنی ہیں عمامہ کو لپیٹنا اور اکھٹا کرنا اور کون کان یکون کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں کسی شئے کا ٹھہرنا اور موجود ہونا۔

تخریج حدیث (۹۷۳): صحيح مسلم، كتاب الحج، سنن ابى داؤد، كتاب الدعوات، باب ما يقول إذا خرج مسافر .

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ ہیں اور بنی مخزوم کے حلیف تھے بعد میں بصرہ میں سکونت اختیار کر لی تھی صحابی رسول اللہ ﷺ ہیں آپ سے سترہ احادیث مروی ہیں جو کتبِ خمسہ میں منقول ہیں جن میں سے صحیح مسلم میں تین احادیث منقول ہوئی ہیں۔ (دليل الفالحين : ۳/ ۴۲۱)

شرح حدیث: رسولِ کریم ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو آغاز سفر سے پہلے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے سفر کی صعوبتوں اور دشواریوں سے سفر سے واپسی پر کسی غمگین بات سے دوچار ہونے سے، اچھائی کے برائی میں بدل جانے سے، مظلوم کی بددعاء سے اور اہل وعیال اور مال میں کسی بری بات کا سامنا کرنے سے۔ حدیث نبوی ﷺ کے یہ الفاظ اس قدر جامع ہیں کہ آدمی کو زندگی میں جو کوئی بری بات پیش آسکتی ہے ان سب سے اللہ کی پناہ مانگنے کا ذکر آ گیا ہے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ۹/ ۹۴)

سواری پر سوار ہونے کی دعاء

۹۷۴. وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ : شَهِدْتُ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اُتِيَ بِدَآبَّةٍ لِيَرْكَبَهَا، فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهٗ فِي الرِّكَابِ قَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ فَلَمَّا اسْتَوٰى عَلٰى ظَهْرِهَا قَالَ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَاكُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ! وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ثُمَّ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ: سُبْحَانَكَ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ اِنَّهٗ لَايَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ" ثُمَّ ضَحِكَ فَقِيْلَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، مِنْ اَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ؟ قَالَ : رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ كَمَا فَعَلْتُ ثُمَّ ضَحِكَ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ

اَیِّ شَیْءٍ ضَحِکْتَ؟ قَالَ : "اِنَّ رَبَّکَ سُبْحَانَهٗ یَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا قَالَ : اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ یَعْلَمُ اَنَّهٗ لَایَغْفِرُالذُّنُوْبَ غَیْرِیْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ، وَفِیْ بَعْضِ النُّسَخِ : حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَهٰذَا لَفْظُ اَبِیْ دَاوٗدَ .

(۹۷۴) علی بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ کے لیے سواری کا جانور لایا گیا آپ نے اس کی رکاب میں پیر رکھتے ہوئے بسم اللہ کہا اور جب اس کی پشت پر بیٹھ گئے تو آپ نے کہا:

﴿ سُبْحَٰنَ ٱلَّذِى سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُۥ مُقْرِنِينَ ﴿١٣﴾ ﴾

"پاک ہے اللہ کی ذات جس نے اسکو ہمارے تابع کر دیا اور ہم اس کو اپنے تابع نہیں بنا سکتے تھے اور ہم اللہ کی طرف پلٹنے والے ہیں۔"

پھر آپ نے تین مرتبہ الحمد للہ کہا، پھر تین مرتبہ اللہ اکبر کہا پھر آپ نے کہا:

" سبحانک انی ظلمت نفسی فاغفرلی انه لا یغفر الذنوب الا انت ."

"تیری ذات پاک ہے میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تو مجھے معاف فرمادے تیرے سوا کوئی گناہوں کا معاف کرنے والا نہیں ہے۔"

اسکے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنسے کسی نے عرض کیا کہ آپ کس بات پر ہنسے آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی طرح کیا تھا جس طرح میں نے کیا۔ میں نے بھی یہی عرض کیا تھا یا رسول اللہ! آپ کس بات پر ہنسے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب بندہ یہ کہتا ہے کہ اے اللہ مجھے معاف فرمادے تو اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں کہ میرے بندے کو یہ معلوم ہے کہ اسے کوئی میرا سوا معاف کرنے والا نہیں۔

(ابوداؤد، ترمذی، ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور بعض نسخوں میں ہے کہ حسن صحیح ہے اور الفاظ حدیث ابوداؤد کے ہیں)

تخریج حدیث(۹۷۴): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب مایقول الرجل إذا رکب . الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، باب ما ذکر فی دعوة المسافر .

کلمات حدیث: أتی بدابة لیرکبها : آپ کے پاس ایک سواری لائی گئی تاکہ آپ اس پر سوار ہو جائیں۔ اتی اتیانا (باب ضرب) آنا۔ اتی ماضی مجهول : لایا گیا۔

شرح حدیث: صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کی ہر ہر سنت پر عمل فرماتے تھے اور ہر وہ کام کرتے تھے جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہو چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ تمام کلمات ادا کیے جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ادا کرتے ہوئے سنا تھا اور اسی طرح مسکرائے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا تھا اور جب آپ سے متبسم ہونے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے یہی سوال کیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ اپنے اس بندے سے خوش ہوتے ہیں جو اس سے گناہوں کی معافی مانگتا ہے اور اس بات پر خوش ہوتے ہیں کہ میرے بندے کو یہ علم ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اور اس کے گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔

(دلیل الفالحین : ۴۲۳/۳ ۔ مسند احمد بن حنبل : ۷۵۳/۱)

الباب (۱۷۱)

بَابُ تَكْبِيرِ الْمُسَافِرِ إِذَا صَعِدَ الثَّنَايَا وَشِبْهَهَا وَتَسْبِيحِهِ إِذَا هَبَطَ الْأَوْدِيَةَ وَنَحْوَهَا وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُبَالَغَةِ بِرَفْعِ الصَّوْتِ بِالتَّكْبِيرِ وَنَحْوِهِ

بلندی پر چڑھتے وقت تکبیر اور بستی کی جانب آتے ہوئے تسبیح کرنا چاہیے، تکبیر میں بہت زیادہ آواز بلند کرنے کی ممانعت

٩٧٥. عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا وَإِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(٩٧٥) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم بلندی پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب نیچے اترتے تو سبحان اللہ کہتے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (٩٧٥): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب التسبيح إذا هبط واديا.

کلمات حدیث: صعدنا، صعدنا صعوداً (باب سمع) اوپر چڑھنا۔

شرح حدیث: المہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ ہر بلند جگہ پر چڑھتے ہوئے اللہ اکبر فرماتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا اس امر کی جانب اشارہ تھا کہ دنیا کی کوئی شئے نہ بڑی ہے نہ اونچی ہے اور نہ عظیم اللہ ہی سب سے بلند ہے وہی سب سے اعلیٰ ہے اور وہی عظیم ہے اور جب رسول اللہ ﷺ نیچے کی طرف آتے تو سبحان اللہ فرماتے اور اللہ کی تسبیح کرتے کہ حضرت یونس علیہ السلام بھی شکم حوت میں اللہ کی تسبیح بیان فرمائی تھی، نیز تسبیح اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر نقص وعیب سے پاک ہے۔

(فتح الباري: ٢/١٩٦۔ ارشاد الساري: ٦/٦٦)

چڑھتے ہوئے ''اللہ اکبر'' اترتے ہوئے ''سبحان اللہ'' کہیں

٩٧٦. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجُيُوشُهُ إِذَا عَلَوُا الثَّنَايَا كَبَّرُوا وَإِذَا هَبَطُوا سَبَّحُوا رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

(٩٧٦) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے لشکر کا معمول تھا کہ جب بلندی پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب نیچے اترتے تو تسبیح کہتے۔ (ابوداؤد نے بسند صحیح روایت کیا)

تخریج حدیث (٩٧٦): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب ما يقول الرجل إذا سافر.

کلمات حدیث: علو الثنایا: جب گھاٹیوں کے اوپر آتے۔ الثنایا: جمع ثنیہ گھاٹی، پہاڑ کی بلندی پر موڑ۔ ہبطو: اترے۔ ہبط ہبوطا (باب نصر) نیچے اترنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ اور آپ ﷺ کی اتباع کرنے والے صحابہ کرام دورانِ سفر جب کسی بلند جگہ پر آتے تو اللہ اکبر کہتے تاکہ علو حسی پر علو حقیقی کی عظمت و بلندی کا اعتراف واقرار ہو اور جب نیچے کی طرف آتے تو سبحان اللہ کہتے کہ اللہ تعالیٰ ہر اس بات سے پاک ہے جو اس کی شان کے مناسب نہیں ہے۔ (نزهة المتقين : ٢/٦٥)

****

سفر سے واپسی کے وقت کی دعاء

٩٧٧. وَعَنْهُ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَفَلَ مِنَ الْحَجِّ اَوِالْعُمْرَةِ كُلَّمَا اَوْفٰى عَلٰى ثَنِيَّةٍ اَوْفَدْفَدٍ كَبَّرَ ثَلاَثًا، ثُمَّ قَالَ : لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اٰيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ، وَنَصَرَ عَبْدَهٗ، وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ،، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ إِذَا قَفَلَ مِنَ الْجُيُوْشِ اَوِالسَّرَايَا اَوِالْحَجِّ اَوِالْعُمْرَةِ ! قَوْلُهٗ : "اَوْفٰى" اَيِ ارْتَفَعَ وَقَوْلُهٗ "فَدْفَدٍ" هُوَ بِفَتْحِ الْفَائَيْنِ بَيْنَهُمَا دَالٌ مُهْمَلَةٌ سَاكِنَةٌ وَاٰخِرُهٗ دَالٌ اُخْرٰى وَهُوَ! اَلْغَلِيْظُ الْمُرْتَفِعُ مِنَ الْاَرْضِ .

(۹۷۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب حج یا عمرے سے واپس تشریف لاتے تو کسی پہاڑی یا بلند جگہ پر چڑھتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے پھر یہ فرماتے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اس کے لیے ہے ملک اور تمام تعریفیں اسی کے لیے ہیں اور وہ ہر شئے پر قادر ہے ہم لوٹ کر آنے والے ہیں توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے ہیں سجدہ کرنے والے ہیں اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں اللہ نے اپنا وعدہ سچا فرما دیا، اپنے بندے کی مدد فرمائی اور کافروں کے لشکروں کو اس نے خود تنہا شکست دے دی۔ (متفق علیہ)

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بڑے لشکروں یا چھوٹے لشکروں یا حج یا عمرے سے لوٹتے تو یہ دعاء پڑھتے۔

اوفی : بلند جگہ پر چڑھنا۔ فد فد : زمین کا بلند حصہ۔

شرح حدیث: ہر سفر میں آتے جاتے بلندی پر چڑھتے ہو اللہ اکبر کہنا اور نیچے آتے ہوئے سبحان اللہ کہنا مستحب ہے۔ تاکہ اللہ کی وحدانیت کا زبان سے اظہار ہو اس کی نعمتوں اور اس کی مہربانیوں پر شکر ادا ہو اور اس کے احسانات کا اعتراف ہو اور بندگی اور طاعت کا عزم نو ہو۔ تسلیم و رضا اور قلب و زبان اور عمل میں ہم آہنگی کا نام بندگی ہے۔

(نزهة المتقين : ٢/٦٥۔ روضة المتقين : ٣/٢٢۔ فتح الباري : ١/٩٦٢۔ ارشاد الساري : ٤/٣٢٠)

****

سفر میں بھی تقویٰ اختیار کریں

٩٧٨. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً قَالَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اُسَافِرَ فَاَوْصِنِيْ،

قَالَ : "عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالتَّكْبِيرِ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ فَلَمَّا وَلَّى الرَّجُلُ قَالَ : "اَللّٰهُمَّ اطْوِلَهُ الْبُعْدَ وَهَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۹۷۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا سفر کا ارادہ ہے آپ مجھے وصیت فرما دیجیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ہر بلند جگہ پر تکبیر کہو۔ جب وہ شخص جانے کے لیے پلٹا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اللّٰھم اطوله البعد وھون علیه السفر ."

"اے اللہ اس کے لیے فاصلے سمیٹ دے اور اس کے لیے سفر آسان فرما دے۔"

تخریج حدیث(۹۷۸): الجامع للترمذی، کتاب الدعوات .

کلمات حدیث: علیك : تمہارے اوپر لازم ہے، تمہارے لیے ضروری ہے۔ شرف : بلندی، ہر بلندی کو کہتے ہیں خواہ حسی ہو یا معنوی چنانچہ شرف نسب بھی بولا جاتا ہے۔

شرح حدیث: حدیث مبارک کی تعلیم یہ ہے کہ سفر کے آغاز سے پہلے آدمی کو چاہیے کہ مرشد کے پاس یا اپنے دینی علم کے استاذ کے پاس یا اپنے کسی نیک اور صالح بزرگ کے پاس جائے اور اس سے اپنے حق میں دعاء کروائے اور نصیحت کی درخواست کرے اور جس سے درخواست کی جائے وہ تقویٰ کی اور یادِ الٰہی کی نصیحت کرے اور سفر کے آسان ہونے کی دعاء کرے۔

(روضة المتقین : ۳/۲۳۔ دلیل الفالحین : ۳/۴۲۸۔ نزهة المتقین : ۲/۶۶)

●●●●●●●●●●●●●

دعاء آہستہ مانگنا افضل ہے

۹۷۹. وَعَنْ اَبِي مُوسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ ، فَكُنَّا اِذَا اَشْرَفْنَا عَلٰى وَادٍ هَلَّلْنَا وَكَبَّرْنَا وَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يَآاَيُّهَا النَّاسُ! ارْبَعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ فَاِنَّكُمْ لَاتَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا اِنَّهُ مَعَكُمْ، اِنَّهُ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ! "ارْبَعُوْا" بِفَتْحِ الْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ اَیْ ارْفُقُوْا بِاَنْفُسِكُمْ .

(۹۷۹) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے جب ہم کسی وادی میں اوپر چڑھتے تو ہم لا الہ الا اللہ کہتے اور اللہ اکبر کہتے اور ہماری آوازیں بلند ہو جاتیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! اپنے ساتھ نرمی کرو تم بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے وہ اللہ تمہارے ساتھ ہے سننے والا ہے اور قریب ہے۔

(متفق علیہ)

اربعوا : کے معنی ہیں اپنے آپ سے نرمی کرو۔

تخریج حدیث(۹۷۹): صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب ما یکره من رفع الصوت فی التکبیر . صحیح مسلم، کتاب الذکر و الدعاء، باب استحباب خفض الصوت بالذکر .

کلماتِ حدیث: اشرفنا : ہم بلند ہوئے ، ہم بلندی پر چڑھے ۔ هللنا : ہم نے لا الا اللہ کہا ۔ هلل یهلل تهلیلاً (باب تفعیل) لا الہ الا اللہ کہنا ۔ کبر نا : ہم نے اللہ اکبر کہا ۔ کبر تکبیراً (باب تفعیل) اللہ اکبر کہنا ۔

شرحِ حدیث: صحابہ کرام دورانِ سفر لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہتے اور بعض اوقات آوازیں زیادہ بلند ہو جاتیں ۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ سننے والا ہے تم سے قریب ہے اور تمہارے ساتھ ہے اس لیے تکبیر و تہلیل میں آواز زیادہ بلند کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وقار اور سکینت کے ساتھ اللہ کو یاد کرو ۔ (فتح الباري : ٢/٢٩٤ ۔ ارشاد الساري : ٦/٤٦٥)

البَاب (۱۷۲)
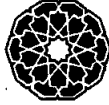
بَابُ اِسْتِحْبَابِ الدُّعَآءِ فِیْ السَّفَرِ
سفر میں دعاء کا استحباب

تین آدمیوں کی دعاء رد نہیں ہوتی

۹۸۰ . عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَکَّ فِیْهِنَّ دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ، وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلٰی وَلَدِهٖ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ وَلَیْسَ فِیْ رِوَایَةِ اَبِیْ دَاوٗدَ "عَلٰی وَلَدِهٖ" .

(۹۸۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین دعائیں بلاشبہ مقبول ہیں: مظلوم کی بددعاء، مسافر کی دعاء اور باپ کی اپنے بیٹے کے لیے بددعاء۔ ابوداؤد، ترمذی امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے، ابوداؤد میں علی ولدہ کے الفاظ نہیں ہیں)

تخریج حدیث (۹۸۰): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب الدعاء بظهر الغیب . الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، باب ما ذکر فی دعوة المسافر .

کلمات حدیث: مستجابات : مستجابة : کی جمع یعنی وہ دعاء جو قبول کر لی گئی ہو۔ مستجاب الدعوات : وہ شخص جس کی دعائیں اللہ کے یہاں قبول ہوتی ہیں۔ قد استجاب اللّٰه له : اللہ نے اس کی دعاء قبول فرمالی۔

شرح حدیث: دعائیں اصل اظہارِ بندگی، عجز و نیاز اور سراپا التجا ہو جانا ہے یہ کیفیت جس قدر ہوگی اس قدر دعاء کے مقبول ہونے کی توقع اور امید ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمیوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں ایک مظلوم کی بددعاء کہ اس کی دعاء بھی دل سے نکلتی ہے وہ مجبور ہو کر اور بے سہارا ہو کر اللہ کو پکارتا ہے اللہ اس کی دعاء قبول فرماتا ہے، مسافر بھی کہ وہ اپنے اہل وعیال سے اور خاندان سے منقطع ہوتا ہے اس لیے اس کی دعاء بھی قبول کی جاتی ہے اور اسی طرح باپ کی بددعاء، اولاد کے حق میں قبول ہوتی ہے کہ باپ بھی بہت عاجزی اور خلوص سے دعاء مانگتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اس کی دعاء قبول فرماتے ہیں۔

الباب (۱۷۳)

بَابُ مَا يَدْعُوْ بِهٖ اِذَا خَافَ نَاسًا اَوْ غَيْرَهُمْ
لوگوں سے یا کسی چیز سے خوف کے وقت کیا دعاء پڑھی جائے؟

۹۸۱. عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَافَ قَوْمًا قَالَ : اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ، وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ" رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنِّسَائِيُّ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ".

(۹۸۱) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی قوم سے خوف محسوس فرماتے تو یہ دعاء پڑھتے:

" اللّٰهم انا نجعلك فى نحورهم ونعوذبك من شرورهم ."

"اے اللہ ہم تجھے ان کے سامنے کرتے ہیں اور تیرے ذریعے سے ان کی شرارتوں سے پناہ مانگتے ہیں۔" (ابوداؤد اور نسائی نے صحیح سند کے ساتھ اس روایت کو نقل کیا ہے)

تخریج حدیث (۹۸۱): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب ما يقول الرجل إذا خاف قوماً .

کلمات حدیث: نحورهم : ان کے سامنے، نحور جمع ہے نحر سینے کا بالائی حصہ۔

شرح حدیث: رسولِ کریم ﷺ جب دشمنانِ اسلام سے کوئی خوف اور خطرہ محسوس فرماتے تو اپنے آپ کو اللہ کی حفاظت میں دیدیتے تھے اور اسی کی پناہ چاہتے تھے اور اللہ ہی پر اعتماد بھروسہ اور یقین رکھتے تھے۔

﴿ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُۥٓ ﴾

"جو اللہ پر توکل کرے اللہ اسے کافی ہے۔" (روضة المتقين : ۲۶/۳ ـ نزهة المتقين : ۶۷/۲)
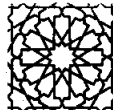
الباب (۱۷۴)

بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا نَزَلَ مَنْزِلًا
کسی منزل پر اترتے وقت کی دعاء

****

۹۸۲. عَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ حَكِيْمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : مَنْ نَزَلَ مَنْزِلاً ثُمَّ قَالَ : اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَاخَلَقَ! لَمْ يَضُرُّه‘ شَیْءٌ حَتّٰى يَرْتَحِلَ مِنْ مَنْزِلِهِ ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۹۸۲) حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو کوئی کسی منزل پر اترے اور یہ کلمات کہے:

" اعوذ بکلمات الله التامات من شر ما خلق ."

"میں اللہ کے کامل کلمات کے ذریعے مخلوق کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔" تو اسے اپنی اصل منزل پہنچنے تک کوئی شئے نقصان نہ پہنچا سکے گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۹۸۲): صحیح مسلم، کتاب الذكر والدعاء، باب فی التعوذ من سوء القضاء ودرك الشقاء .

راوی حدیث: حضرت خولہ ام شریک رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کی خالہ تھیں ان کا نکاح حضرت عثمان بن مظعونؓ سے ہوا تھا جن کا انتقال ۲ھ میں ہو گیا تھا اور ان کے بعد حضرت خولہ نے نکاح نہیں کیا۔ ان سے پندرہ احادیث منقول ہیں۔

(الاصابة : ۸/ ۷۰۔ تهذيب التهذيب : ۲/ ۲۱۵)

کلمات حدیث: التامات : تامہ کی جمع، مذکر تام۔ تم تماماً (باب ضرب) تام ہونا، مکمل ہونا۔ کلمات الله التامات : اللہ کے پاکیزہ اور مکمل کلمات۔

شرح حدیث: سفر میں کسی جگہ ٹھہرنا ہو تو اس دعاء کو پڑھنا چاہیے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مسافر اپنے گھر پہنچنے تک تمام حوادث، خطرات اور اندیشوں سے محفوظ رہے گا اور ہر شر سے اللہ کی پناہ میں ہوگا۔ (دلیل الفالحین : ۳/ ۴۳۲)

****

جنگل میں قیام کے وقت یہ دعاء پڑھے

۹۸۳. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَفَرَ فَاَقْبَلَ اللَّيْلُ قَالَ "يَا اَرْضُ رَبِّیْ وَرَبُّكِ اللّٰهُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيْكِ، وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيْكِ، وَشَرِّ مَا يَدِبُّ عَلَيْكِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ اَسَدٍ وَاَسْوَدَ وَمِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ، وَمِنْ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَمِنْ وَالِدٍ وَمَا

وَلَدَ "رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ."

" وَالْاَسْوَدُ " اَلشَّخْصُ : قَالَ الْخَطَّابِیْ وَسَاکِنُ الْبَلَدِ"! هُمُ الْجِنُّ الَّذِیْنَ هُمْ سُکَّانُ الْاَرْضِ : قَالَ : وَالْبَلَدُ مِنَ الْاَرْضِ مَاکَانَ مَاوَی الْحَیَوَانِ وَاِنْ لَمْ یَکُنْ فِیْهِ بِنَاءٌ وَمَنَازِلُ : قَالَ یَحْتَمِلُ اَنَّ الْمُرَادَ" بِالْوَالِدِ" اِبْلِیْسُ وَمَاوَلَدَ الشَّیَاطِیْنُ .

(۹۸۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ دورانِ سفر جب رات آجاتی تو رسول اللہ ﷺ یہ کلمات ارشاد فرماتے (یاارض ربی سے وماولد تک) اے زمین میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے میں تیرے شر سے اور اس چیز کے شر سے جو تیرے اندر ہے اس شر سے جو تیرے اندر پیدا کیا گیا ہے اور اس کی شر سے جو تیرے اوپر رینگتا ہے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں ۔ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیر سے اور سانپ سے بچھو سے اور اس زمین پر رہنے والے (جنات) اور والد (ابلیس) اور ولد (شیطان) سے ۔ (ابوداؤد)

اسود کالے سانپ کو کہتے ہیں، امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ساکن البلد سے مراد وہ جن ہیں جو زمین میں رہتے ہیں اور بلند سے مراد زمین کا وہ قطعہ ہے جس میں حیوانات رہتے ہیں اور اگرچہ اس میں کوئی آبادی اور عمارت نہ ہو اور والد سے مراد ابلیس اور ماولد سے مراد شیاطین ہیں ۔

تخریج حدیث (۹۸۳): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب ما یقول الرجل إذا نزل المنزل .

کلمات حدیث: ما فیك : جو ایذاء رساں چیزیں تیرے اندر ہیں ۔ وما خلق فیك : جو تجھ میں پیدا کی گئیں ۔ ما یدب : جو حرکت کرنے والا کیڑا ہو ۔ دب دبیباً (باب ضرب) رینگنا ۔

شرح حدیث: رات کو شیاطین باہر نکلتے ہیں اور ہر طرح کے ایذاء رساں جانور بھی باہر آجاتے ہیں اس لیے جو دعاء مذکور ہوئی وہ دورانِ سفرات کے وقت کسی منزل پر اترتے وقت پڑھی جائے تاکہ پڑھنے والا جسمانی اور روحانی طور پر اللہ کی پناہ میں آجائے اور رات کے وقت تمام نادیدہ مخلوقات کے شر سے محفوظ ہو جائے ۔ (روضة المتقین : ۲۸/۳ ۔ دلیل الفالحین : ۴۳۳/۳)

الباب (۱۷۵)
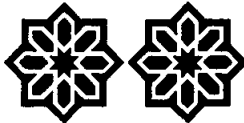
بَابُ اسْتِحْبَابِ تَعْجِيلِ الْمُسَافِرِ فِي الرُّجُوعِ إِلَى أَهْلِهِ إِذَا قَضَى حَاجَتَهُ

مسافر کا اپنی مصروفیت نمٹا کر جلد اپنے اہل خانہ کی طرف لوٹنے کا استحباب

ضرورت پوری ہونے کے بعد سفر سے واپسی میں جلدی کرے

۹۸۴. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَنَوْمَهُ فَإِذَا قَضَى أَحَدُكُمْ نَهْمَتَهُ مِنْ سَفَرِهِ فَلْيُعَجِّلْ إِلَى أَهْلِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

"نهمته" : مَقْصُودُهُ .

(۹۸۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سفر عذاب کا ایک حصہ ہے جو مسافر کو کھانے پینے اور سونے سے مانع ہو جاتا ہے۔ جب سفر کا مقصد پورا ہو جائے تو اپنے اہل خانہ کی طرف جلد لوٹ جانا چاہیے۔ (متفق علیہ) نهمته : کے معنی ہیں اسکا مقصود۔

تخریج حدیث (۹۸۴): صحيح البخاری، کتاب العمرة، باب السفر قطعة العذاب . صحيح مسلم، کتاب الامارة، باب السفر قطعة من العذاب .

کلمات حدیث: قطعة من العذاب : عذاب کا ایک حصہ، یعنی تکلیف اور مشقت جس سے مسافر سفر میں دو چار رہتا ہے۔ يمنع احدكم : تم میں ہر ایک کے لیے مانع بن جاتا ہے۔ یعنی سفر میں آدمی کو کھانے پینے اور راحت و آرام کی وہ کیفیت حاصل نہیں ہوتی جو اسے اپنے گھر میں ہوتی ہے۔

شرح حدیث: سفر میں آدمی کو اپنے گھر کی بہ نسبت بے آرامی اور عدم راحت ضرور ہوتی ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اپنے بیوی بچوں، والدین اور احباب کی جدائی محسوس کرتا ہے اس لیے محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہ ہے کہ جب مقصود سفر تمام ہو جائے تو پھر آدمی کو چاہیے کہ گھر واپس آنے میں جلدی کرے۔

(روضة المتقين : ۲۸/۳ ۔ دليل الفالحين : ۴۳۵/۳ ۔ فتح الباري : ۹٦٤/۱)

الباب (۱۷۶)

بَابُ اسْتِحْبَابِ الْقُدُوْمِ عَلٰی اَهْلِهٖ نَهَارًا وَ كَرَاهَتِهٖ فِی اللَّيْلِ لِغَيْرِ حَاجَتِه

دن کے وقت سفر سے واپس آنے کا استحباب اور بلاضرورت رات کو آنے کی کراہت

۹۸۵. عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اذا طال احدكم الغيبة فَلاَ يَطْرُقَنَّ اَهْلَه لَيْلاً" وَفِیْ رِوَايَةٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نهى ان يطرق الرجل اهله لَيْلاً." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۹۸۵) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کی اپنے گھر سے غیر حاضری طویل ہو جائے تو رات کے وقت گھر واپس نہ آئے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کے وقت گھر واپس آنے سے منع فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۹۸۵): صحيح البخارى، كتاب العمرة، باب لا يطرق اهله اذا بلغ المدينة. صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب كراهة الطروق، وهو الدخول ليلا لمن ورد من سفر۔

کلماتِ حدیث: فلا يطرق اهله ليلا: رات کے وقت اپنے گھر والوں کے پاس نہ آئے۔ طروق: کے معنی رات کو آنے کے ہیں رات کو آنے والے کو طارق کہا جاتا ہے۔ طروق کے اصل معنی مارنے اور دھکیلنے کے ہیں اسی لیے طریق راستہ کو کہتے ہیں کہ لوگ راستہ پر پیر مارتے ہوئے چلتے ہیں اور جو رات کو آتا ہے اسے بھی دروازہ بجانے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

شرحِ حدیث: مقصودِ حدیث یہ ہے کہ جو آدمی طویل عرصہ سے سفر میں ہو وہ اچانک رات کے وقت اپنے گھر والوں کے پاس نہ آئے، اگر اس کے آنے کی اہل خانہ کو پہلے سے اطلاع ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

(فتح الباري : ۱/۹۶۳۔ ارشاد الساري : ۴/۳۲۴)

رسول اللہ ﷺ سفر سے دن کے وقت واپس تشریف لاتے تھے

۹۸۶. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَطْرُقُ اَهْلَه لَيْلاً، وَكَانَ يَاتِيهِمْ غُدْوَةً اَوْعَشِيَّةً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۹۸۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر سے رات کو گھر تشریف نہیں لاتے تھے، صبح کو یا شام کو آتے تھے۔ (متفق علیہ)

طروق کے معنی رات کے وقت آنا۔

تخریج حدیث(۹۸۶): صحیح البخاری، کتاب العمرة، باب الدخول بالعشی . صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب کراهية الطروق وهو الدخول ليلاً لمن ورد من سفر .

کلماتِ حدیث: غدوة : صبح کا وقت۔ عشية : شام کا وقت۔

شرحِ حدیث: رسولِ کریم ﷺ جب کسی سفر پر یعنی کسی جنگی مہم وغیرہ پر تشریف لے جاتے تو رات کے وقت گھر تشریف نہ لاتے اور رات کو گھر نہ جانے کی وجہ اس حدیث میں بیان ہوئی ہے جو بخاری اور مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک لشکر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے تھے، جب ہم مدینہ منورہ واپس آئے تو ہم اپنے گھروں کو جانے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا کچھ توقف کرو ہم رات کو گھر جائیں گے، تاکہ بیوی کنگھی کر لے اور صفائی کر لے۔ ظاہر ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جبکہ شوہر بغیر اطلاع سفر سے واپس آئے تو اس صورت میں رات کے وقت اچانک گھر میں داخل نہ ہو بلکہ یا تو صبح کو واپس ہو یا شام کو یا اہل خانہ کو اطلاع ہو جانے کا انتظام کرے جیسا کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے توقف کا حکم فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ کی اخلاقی تعلیمات کی یہ ایک روشن مثال ہے اور مقصود یہ ہے کہ شوہر گھر واپس آرہا ہو تو بیوی کو اطلاع کر دے یا اطلاع ہونے کا انتظار کرے اور بغیر اطلاع رات کے وقت گھر میں نہ جائے ہو سکتا ہے کہ بیوی کسی ایسے حال میں ہو جس میں وہ شوہر کا استقبال کرنا پسند نہ کرتی ہو یا وہ حالت شوہر کے لیے ناپسند ہو نیز یہ کہ اطلاع سے اشتیاقِ ملاقات پیدا ہو گا جو زن و شوہر کے باہمی تعلق کے لیے مستحسن ہے۔ (فتح الباري : ۱/۹٦۳۔ ارشاد الساري : ٤/٣٢٤)

البَابُ (۱۷۷)

بَابُ مَا يَقُوْلُ إِذَا رَجَعَ وَإِذَا رَأىٰ بَلْدَتَه'
سفر سے واپسی پر اپنے شہر کو دیکھ کر کیا پڑھے؟

اس باب سے متعلق وہ حدیث بھی ہے جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور بـاب تكبير المسافر اذا صعد الثنايا میں گزر چکی ہے۔ (یعنی بلندی پر جاتے ہوئے اللہ اکبر اور پستی کی جانب آتے ہوئے سبحان اللہ کہنا)

****

۹۸۷. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ اَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِظَهْرِ الْمَدِيْنَةِ قَالَ " اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ فَلَمْ يَزَلْ يَقُوْلُ ذٰلِكَ حَتّٰى قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ .

رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۹۸۷) حضرت انس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ واپس آئے جب ہم مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

" آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون ."

''آنے والے توبہ کرنے والے بندگی کرنے والے اور اپنے رب کی حمد کرنے والے۔''

آپ ﷺ یہ کلمات فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم مدینہ منورہ میں داخل ہو گئے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۹۸۷): صحيح مسلم، كتاب الحج، باب ما يقول إذا قفل من سفر الحج وغيره.

کلمات حدیث: ظهر المدينه : مدینہ کے باہر، اطراف مدینہ۔

شرح حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ خیبر سے واپسی پر میں اور ابوطلحہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ کے پیچھے سواری پر تشریف فرما تھیں جب ہم مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے جو بندگی اور عبودیت کے اظہار اور اللہ تعالیٰ جل شانہ' کی تقدیس کے بیان پر مشتمل ہیں اور ان کلمات میں اس امر کا اظہار ہے کہ جس قدر اللہ کے ہم پر انعامات ہیں اس قدر ہم اس کی بندگی اور اس کے سامنے عجز و نیاز کے لیے اس کی توفیق کے محتاج ہیں۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ۹۶/۹۔ دليل الفالحين : ۴۳۸/۳)

الباب (۱۷۸)
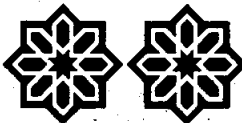
بَابُ اسْتِحْبَابِ ابْتِدَاءِ الْقَادِمِ بِالْمَسْجِدِ الَّذِيْ فِيْ جِوَارِهِ وَصَلٰوتِهِ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ

سفر سے واپسی پر قریبی مسجد میں دو رکعت نفل پڑھنے کا استحباب

۹۸۸. عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اذا قَدِمَ مِن سفرٍ بدأ بالمَسْجِدِ فركع فِيْهِ ركْعَتَيْنِ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۹۸۸) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر سے تشریف لاتے تھے تو پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نفل ادا فرماتے ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۹۸۸): صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب الصلاة اذا قدم من سفر. صحيح مسلم، كتاب المسافرين، باب استحباب ركعتين في المسجد لمن قدم من سفر اول قدومه.

کلمات حدیث: بدأ بالمسجد : مسجد سے ابتداء کرتے یعنی مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد آپ سب سے پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے تھے۔

شرح حدیث: سفر سے بخیر و خوبی واپسی پر مسافر کو چاہیے کہ پہلے مسجد میں دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ کا شکر ادا کرے کہ اللہ نے اسے دوران سفر عافیت کے ساتھ رکھا اور خیریت کے ساتھ واپس لایا۔ اس عمل میں اللہ کے گھر کی تعظیم بھی ہے کہ آدمی سفر سے واپس آکر پہلے مسجد میں داخل ہو کیونکہ ارشاد ہے:

﴿ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَٰٓئِرَ ٱللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى ٱلْقُلُوبِ ﴾

''اور مسجد شعائر اللہ میں سے ہیں۔''

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ پہلے مسجد میں اس لیے تشریف لے جاتے تھے کہ اس امر کا اظہار ہو جائے کہ میرے گھر سے اللہ کا گھر زیادہ محترم و مکرم ہے اور تا کہ آپ ﷺ امت کو اللہ کی بارگاہ میں ادائے شکر کا ایک خوبصورت طریقہ تعلیم فرما دیں۔

(روضة المتقين : ۳۲/۳۔ دليل الفالحين : ۴۳۹/۳)

الباب (۱۷۹)

بَابُ تَحْرِيم سَفَرِ الْمَرْأَةِ وَحْدَهَا

عورت کے تنہا سفر کی حرمت

●●●●●●●●●●●●

عورت کے لیے بغیر محرم کے سفر کرنا ممنوع ہے

۹۸۹ . عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " لَايَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ تُسَافِرُ مَسِيْرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ اِلَّامَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ عَلَيْهَا ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۹۸۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی عورت کے لیے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو حلال نہیں کہ وہ محرم کے بغیر ایک دن اور ایک رات کا سفر کرے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۹۸۹): صحيح البخارى، كتاب الصلاة، باب تقصير الصلاة . صحيح مسلم، كتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم .

کلماتِ حدیث: مسيرة يوم وليلة : **ایک دن اور رات کی مسافت۔** سار سيراً (باب ضرب) چلنا، سفر کرنا۔ مسيرة : مسافت

شرحِ حدیث: صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ عورت بغیر محرم تین دن کا سفر نہ کرے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ عورت بغیر محرم دو دن کا سفر نہ کرے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں مطلق ممانعت مذکور ہے کہ عورت بغیر محرم سفر نہ کرے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہے کہ جب رسولِ کریم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کیا عورت بغیر محرم تین دن کا سفر کر سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں! پھر پوچھا گیا کہ دو دن کا سفر کر سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے نفی میں جواب دیا اور جب مطلق دریافت کیا گیا کہ کیا عورت بغیر محرم سفر کر سکتی ہے تو آپ ﷺ نے مطلق جواب دیا کہ نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا بغیر محرم کے سفر کرنا مطلقاً حرام ہے۔ حج، عمرے اور دار الشرک سے باہر نکلنے کے علاوہ بغیر محرم ہر سفر کی حرمت پر اجماع ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک سفر حج میں محرم کا ہونا شرط ہے۔

(فتح الباري : ۱/ ۷۰۰۔ روضة المتقين : ۳/ ۲۷۔ دليل الفالحين : ۳/ ٤٤٠)

●●●●●●●●●●●●

اجنبی عورت کے ساتھ خلوت میں بیٹھنا حرام ہے

۹۹۰ . وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : " لَايَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ اِلَّا وَمَعَهَا ذُوْمَحْرَمٍ وَلَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ " فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ امْرَأَةَ خَرَجَتْ حَاجَّةً وَاِنِّیْ اكْتُتِبْتُ " فِیْ غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا ؟ قَالَ : " اِنْطَلِقْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ ."

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(۹۹۰) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہرگز کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھے مگر اس صورت میں جبکہ اس کے ساتھ اس کا محرم ہو اور کوئی عورت سفر نہ کرے مگر اس کے ساتھ اس کا محرم ہو۔ کسی شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری بیوی حج کے لیے جا رہی ہے اور میرا فلاں غزوہ کے لیے (نام) لکھا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ تم اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۹۹۰): صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب لا یخلون رجل بأمراة الاذ و محرم . صحیح مسلم، کتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم الی حج وغیرہ .

کلمات حدیث: وانی اکتتبت فی غزوة کذا : اور میں فلاں غزوہ میں لکھ لیا گیا ہوں، میرا نام فلاں غزوہ کے لیے لکھ لیا گیا ہے۔ اکتتبت ماضی مجہول ہے، اکتتاب (باب افتعال) کا۔

شرح حدیث: کوئی مرد کسی نامحرم عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی میں نہ بیٹھے، ایک روایت میں ہے کہ اگر کوئی اجنبی مرد کسی نامحرم عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھتا ہے تو ان دونوں کے درمیان شیطان ہوتا ہے۔ بہرحال یہ ضروری ہے کہ جب کوئی مرد کسی نامحرم عورت کے ساتھ بیٹھے تو محرم ضرور موجود ہو عورت کا محرم یا مرد کا محرم اور بغیر کسی تیسرے شخص کی موجودگی کے نامحرم عورت کے ساتھ بیٹھنا حرام ہے۔ اگر ایک عورت کے ساتھ دو یا زیادہ نامحرم مرد بیٹھیں وہ بھی حرام ہے البتہ ایک مرد کئی عورتوں کے ساتھ بیٹھ سکتا ہے۔

اسی طرح عورت کا بغیر محرم کے سفر کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ اس سے پہلے حدیث میں گزر چکا ہے۔

عورت کا محرم وہ مرد ہے جس سے شریعت میں نکاح کرنا دائمی طور پر حرام ہو، یہ حرمت نسب کی بناء پر ہو، یا رضاعت کی بناء پر یا سسرالی رشتہ کی بناء پر ہو۔ سفر میں محرم کی شرط میں یہ بھی ضروری ہے کہ محرم عاقل اور بالغ ہو، بچہ اور مجنون محرم کی شرط کو پورا نہیں کرتا۔

(روضة المتقين : ۳۳/۳۔ فتح الباري : ۱/۹۹۴۔ ارشاد الساري : ٤/٤٠٠)

کتاب الفضائل

الباب (۱۸۰)

بَابُ فَضْلِ قِرَآءَةِ الْقُرْاٰنِ
تلاوتِ قرآن کی فضیلت

****

۹۹۱. عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "اِقْرَؤُا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّهٗ یَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ شَفِیْعًا لِاَصْحَابِهٖ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۹۹۱) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کریم کی تلاوت کیا کرو کہ روزِ قیامت تلاوت کرنے والوں کا شفیع بن کر آئے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۹۹۱): صحیح مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضل قراءة القرآن .

شرح حدیث: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور خیر و برکت اور اجرِ عظیم کا خزانہ ہے اس کی تلاوت پر ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اس لیے تلاوت قرآن پر مداومت رکھنی چاہیے اور شب و روز کے اعمال میں ایک بڑا حصہ تلاوت قرآن کا ہونا چاہیے۔ الفاظ کی تلاوت کے ساتھ قرآن کے معانی اور احکام کے سمجھنے اور ان پر غور کرنے اور ان پر عمل کرنے کی ضرورت بھی محتاج بیان نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بیان ہے کہ ہم قرآن اور علم و عمل ایک ساتھ سیکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن سیکھتے اور سکھاتے ہیں۔

قرآن کریم روزِ قیامت شفیع بن کر آئے گا کہ گنہگاروں کے گناہ معاف ہو جائیں گے اور جو گناہوں سے پاک ہوں گے ان کے درجات بلند ہوں گے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زھراوان یعنی سورۃ البقرۃ اور سورۂ آلِ عمران کی تلاوت کیا کرو کہ یہ دونوں سورتیں روزِ قیامت دو بادلوں کی طرح آئیں گی اور اپنے پڑھنے والوں کو ڈھانپ لیں گے۔

(شرح مسلم للنووي : ۷۸/۵ ۔ روضة المتقین : ۳۶/۳)

****

سورۂ بقرہ اور آلِ عمران کی شفاعت

۹۹۲. وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یُؤْتٰی یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِالْقُرْاٰنِ وَاَهْلِهِ الَّذِیْنَ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ بِهٖ فِی الدُّنْیَا تَقْدُمُهٗ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَاٰلُ عِمْرَانَ تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۹۹۲) حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے روز قرآن کو اور دنیا میں قرآن پر عمل کرنے والوں کو لایا جائے گا سورۃ البقرۃ اور سورۃ آل عمران آگے ہوں گی اور اپنے پڑھنے والوں کے حق میں سفارش کریں گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۹۹۲): صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل قراءۃ القرآن۔

کلماتِ حدیث: حاجان عن صحابهما : اپنے پڑھنے والوں کے حق میں جھگڑا کریں گی اور ان کے حق میں دلیل دیں گی۔

شرحِ حدیث: جو اہل ایمان دنیا کی زندگی میں فہم وتدبر کے ساتھ قرآن کی تلاوت کریں گے اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہوں گے ان کے لیے بشارت وخوشخبری ہے کہ روزِ قیامت قرآن کریم ان کی سفارش کرے گا اور وہ اللہ کے اہل اس کے مقربین اور اس کے خاص اولیاء قرار پائیں گے۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کچھ نیک لوگ روزِ قیامت اہل اللہ قرار دیے جائیں گے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اہل اللہ اہل قرآن ہوں گے۔ سورۃ البقرۃ اور سورۃ آل عمران آگے آگے ہوں گی اور یہ دونوں سورتیں صاحبِ قرآن پر سایہ فگن ہوں گی اپنے پڑھنے والے کی مدافعت کریں گی اور اس کی طرف سے صفائی سے پیش کریں گی۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ٦/٧٨۔ تحفة الأحوذي : ٨/١٩٣)

قرآن سیکھنے اور سکھانے والا بہترین شخص ہے

٩٩٣. وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وعَلَّمَهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۹۹۳) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے سب سے اچھا وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۹۹۳): صحیح البخاری، کتاب الفضائل، باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمه۔

کلماتِ حدیث: خیرکم : تم میں سے سب سے اچھا، تمہارا بہترین، خیر بھلائی، جمع خیور . خیر : افعل التفضیل جمع اخیار .

شرحِ حدیث: قرآن کریم کلام اللہ ہے اور اللہ کے کلام کو سیکھنا، سکھانا، سمجھنا سمجھانا خود عمل کرنا اور دوسروں کو آمادہ عمل کرنا سراسر خیر ہی خیر ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن کریم سیکھنا اور سکھانا اشرف العلوم کا سیکھنا اور سکھانا ہے۔ غرض تمام اہل ایمان میں قرآن کے سیکھنے اور سکھانے والے اس پر عمل کرنے والے اور اس پر عمل کرانے والے سب سے بہترین اور سب سے افضل لوگ ہیں اور اس کی وجہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی اس حدیث میں بیان کی گئی ہے کہ جس نے قرآن کریم سیکھ لیا اس نے گویا اپنے پہلوؤں کے درمیان بغیر اس کے کہ اس کی طرف وحی کی جائے علم نبوی کو سمیٹ لیا اور نبوت کے بعض درجات سے متصل ہو گیا اور ان صدیقین کے زمرے میں شامل ہو گیا جس نے اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی پوری اطاعت

اور بندگی کی اور علم وعمل کی اعلیٰ مثال قائم کردی۔ (فتح الباري : ۱/ ۹۵۹۔ دلیل الفالحین : ۳/ ٤٤٣)

اٹک اٹک کر پڑھنے والے کو دگنا ثواب ملتا ہے

۹۹۴. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَّذِىْ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَهُوَ مَاهِرٌ بِهٖ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ، وَالَّذِىْ يَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ، وَيَتَتَعْتَعُ فِيْهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌ لَهٗ اَجْرَانِ ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۹۹۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے اور وہ اس کا ماہر ہے تو وہ روزِ قیامت بزرگ نیکوکار فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو قرآن اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اور اس کے پڑھنے میں مشقت اٹھاتا ہے تو اس کے لیے دگنا ثواب ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۹۹۴): صحيح البخاري، كتاب التو حيد، باب قول النبي ﷺ الماهر بالقرآن مع السفرة الكرام البراة. صحيح مسلم، كتاب فضائل القرآن، باب الماهر بالقرآن والذى يتتع فيه .

کلمات حدیث: سفره جمع سفير : وہ فرشتے جو اللہ کے رسولوں کے پاس اللہ کے پیغام لے کر آتے ہیں، کرام جمع کریم، معزز ومکرم، فرماں بردار و مطیع اور نیک۔

شرح حدیث: جو صاحب ایمان قرآن کریم کا ماہر ہو یعنی اس کے الفاظ ومعانی سے آشنا اور اس کی تلاوت پر قدرت رکھنے والا، اس کے معانی ومفاہیم کو بیان کرنے والا اور اس پر عمل کرنے والا روزِ قیامت ان مقرب اور فرماں بردار فرشتوں کے ساتھ ساتھ ہوگا جو اللہ کے پیغام اللہ کے رسولوں کے پاس لے کر آتے ہیں۔ وجہ مناسبت یہ ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے مطیع وفرماں بردار ہوتے ہیں وہ اس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتے، وہ اللہ کے احکام سے بخوبی واقف ہوتے ہیں کہ وہ خود یہ احکام اللہ کے رسولوں کے پاس لے کر آتے ہیں اور انہیں پہنچاتے ہیں اور ان کے ذریعہ سے ان کی امت کو پہنچانے کا ذریعہ بنتے ہیں، اسی طرح اہل ایمان جو قرآن کے علوم معانی پر دسترس رکھتے ہیں اور اس کی آیات کے مفاہیم کے ماہر ہیں وہ خود عمل کرتے ہیں اور دوسروں کو عمل کراتے ہیں اور علوم قرآن کو دوسرے لوگوں تک پہنچاتے ہیں اور انہی صفات سے متصف ہونے کی بناء پر وہ روزِ قیامت سفرة کرام بررة کے ساتھ ہوں گے اور جو لوگ اٹک اٹک کر قرآن کی تلاوت کرتے ہیں ان کو دھرا اجر ملے گا تلاوت قرآن کا اجر اور اس مشقت وتکلیف کا اجر جو وہ قرآن کریم کے سیکھنے اور اس کی تلاوت میں اٹھاتے ہیں۔ (فتح الباري : ۲/ ۹۰۷۔ شرح مسلم للنووي : ٦/ ٧٤۔ تحفة الأحوذي : ٨/ ٢١٧)

تلاوت کرنے والے اور نہ کرنے والے کی مثال

۹۹۵. وَعَنْ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

"مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الْاُتْرُجَّةِ رِیْحُهَا طَیِّبٌ وَطَعْمُهَا طَیِّبٌ وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ لَایَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ کَمَثَلِ التَّمْرَةِ : لَارِیْحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ کَمَثَلِ الرَّیْحَانَةِ :رِیْحُهَا طَیِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ لَایَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ کَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ لَیْسَ لَهَا رِیْحٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ . مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۹۹۵) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کی تلاوت کرنے والے مؤمن کی مثال نارنگی کی سی ہے کہ خوشبو بھی اچھی ہے اور ذائقہ بھی عمدہ ہے اور جو مومن قرآن کی تلاوت نہیں کرتا وہ کھجور کی طرح ہے کہ جس میں خوشبو نہیں ہوتی لیکن ذائقہ شیریں ہوتا ہے اور اس منافق کی جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے مثال ریحانہ (پھول) کی طرح ہے جس کی خوشبو تو اچھی ہے مگر ذائقہ کڑوا ہے اور اس منافق کی جو قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرتا مثال اندرائن کی طرح ہے کہ خوشبو بھی نہیں ہے اور ذائقہ بھی کڑوا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۹۹۵): صحیح البخاری، کتاب الاطعمه . صحیح مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضیلة حافظ القرآن .

کلمات حدیث: اترجه : ایک پھل جو دیکھنے میں بہت خوبصورت خوشبو میں عمدہ اور ذائقہ میں لطیف ہے۔ حنظلة : اندرائن، ایک پھل جو کڑوا ہونے میں ضرب المثل ہے۔

شرح حدیث: حکیم انسانیت ﷺ نے بہت سے امور کو تشبیہات بلیغہ، تمثیلات بدیعہ اور اشارات لطیفہ کے ذریعہ سمجھایا ہے اور ان امور کے دقیق ترین پہلوؤں کو اجاگر فرمایا ہے چنانچہ یہاں بھی ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے مؤمن کی مثال اترجہ کی سی ہے کہ خوشبو بھی لطیف اور ذائقہ بھی عمدہ۔ اس مثال میں رسول اللہ ﷺ نے اصل ایمان کو ذائقہ سے تشبیہ دی ہے اور تلاوتِ قرآن کو خوشبو سے کیونکہ جس طرح پھل میں ذائقہ بغیر خوشبو کے بھی ہو سکتا ہے اسی طرح بغیر کثرتِ تلاوت کے بھی صاحب ایمان مومن ہو سکتا ہے۔ اترجہ ایک پھل ہے اس کا ذائقہ عمدہ اور خوشبو لطیف ہوتی ہے یہ چھونے میں ملائم ہوتا ہے اور اس میں بے شمار منافع ہیں۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ جس گھر میں اترجہ ہو اس میں جن داخل نہیں ہوتا، اس کا یہ وصف قرآن کی طرح ہے کہ جس گھر میں قرآن کی تلاوت کی جائے اس میں شیطان نہیں آتا۔ اترجہ کے دانے کا غلاف سفید ہوتا ہے جو قلب مؤمن کے مناسب ہے کہ مومن کا دل گناہوں کی سیاہی سے پاک اور سفید ہوتا ہے۔ ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس طرح کے پھل کو خلاصۃ الوجود کہا جا سکتا ہے اور مؤمن بھی خلاصۃ الوجود ہے۔

اس مومن کی مثال جو قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرتا کھجور کی طرح ہے کہ کھجور کا ذائقہ تو شیریں ہے مگر خوشبو سے خالی ہے، منافق جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے ایسا ہے جیسے ریحانہ کہ اس کی خوشبو تو اچھی ہے مگر ذائقہ کڑوا ہے اور جو منافق تلاوت نہیں کرتا وہ حظلہ کی طرح ہے کہ خوشبو بھی نہیں ہے اور ذائقہ بھی کڑوا ہے۔ (فتح الباري : ۹٥٤/۲۔ ارشاد الساري : ۲۹٦/۱۱۔ روضة المتقین : ۳۹/۳)

****

قرآن بلندی و پستی درجات کا ذریعہ ہے

۹۹۶. وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : " اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ . " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۹۹۶) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ بعض لوگوں کو بلند فرماتے ہیں اور بعض کو گرا دیتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۹۹۶): صحيح مسلم، كتاب فضائل القرآن، باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه .

شرح حدیث: امت مسلمہ کے لیے قرآن ہی باعث عزت و افتخار ہے کہ اللہ سبحانہ اس قرآن کے ذریعے سے اٹھاتے اور بلند فرماتے ہیں اور درجات بلند فرماتے ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نافع بن عبدالحارث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طرف سے مکہ مکرمہ کے عامل تھے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تو حضرت عمر نے ان سے پوچھا کہ اہل وادی پر کس کو عامل مقرر کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ابن ابزی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ ابن ابزی کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے آزاد کردہ غلاموں میں سے ایک غلام ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر تم نے مولی کو کیوں ان پر حاکم بنادیا؟ اس پر نافع نے جواب دیا کہ وہ کتاب اللہ کا قاری ہے اور فرائض کا عالم ہے یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب سے کچھ لوگوں کو بلند فرماتے ہیں اور کچھ کو پست فرما دیتے ہیں۔ یعنی جو قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے علوم کی تحصیل میں مصروف اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہوتا ہے اللہ اس کے دنیا کے درجات اور آخرت کے مراتب بلند فرماتے ہیں۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/٨٤)

****

دو باتوں میں حسد کرنا جائز ہے

۹۹۷. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال : " لَاحَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ : رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ ، وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰه مَالًافَهُوَ يُنْفِقُهٗ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ . " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

" الْاٰنَاءُ " : السَّاعَاتُ .

(۹۹۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حسد صرف دو باتوں میں روا ہے، ایک وہ شخص جس کو اللہ نے قرآن کا علم عطاء فرمایا، وہ دن و رات اسی میں مصروف رہتا ہے اور وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہے جسے وہ دن رات اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

آناء کے معنی ہیں اوقات۔

تخریج حدیث(۹۹۷): صحیح البخاری، و صحیح مسلم .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو آدمی ایسے ہیں جن پر رشک روا ہے ایک وہ شخص جو قرآن کریم کا عالم ہو اور شب وروز اسی کی تلاوت اس کی آیات میں فہم وتدبر اور اس کے معانی کے بیان وتوضیح اور اس کے احکام پر عمل میں مصروف ہو اور دوسرا شخص جس کے پاس مال ہو جسے وہ شب وروز اللہ کے راستے میں خرچ کر رہا ہو۔

(دليل الفالحين : ٣/٤٤٥ ـ نزهة المتقين : ٢/٧٦)

یہ حدیث باب الکرم والجود (حدیث:۵۴۴) اور باب فضل الغنی الشاکر (حدیث:۵۷۲) میں گذر چکی ہے۔

تلاوت کرنے والوں پر سکینہ نازل ہوتا ہے

۹۹۸. وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ رَجُلٌ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْكَهْفِ وَعِنْدَه' فَرَسٌ مَرْبُوْطٌ بِشَطَنَيْنِ فَتَغَشَّتْهُ سَحَابَةٌ فَجَعَلَتْ تَدْنُوْا وَجَعَلَ فَرَسُه' يَنْفِرُ مِنْهَا، فَلَمَّا اَصْبَحَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ لَه' ذٰلِكَ فَقَالَ : "تِلْكَ السَّكِيْنَةُ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْاٰنِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !

"الشَّطَنُ" بِفَتْحِ الشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَالطَّآءِ الْمُهْمَلَةِ : الْحَبْلُ.

(۹۹۸) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سورۃ الکہف کی تلاوت کیا کرتا تھا اس کے پاس ایک گھوڑا تھا جو دو رسیوں سے بندھا ہوا تھا، تلاوت کے دوران اس کو ایک بادل نے ڈھانپ لیا اور اس کے قریب ہو گیا اور گھوڑا اس سے بدکنے لگا۔ جب صبح ہوئی تو یہ شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ سے یہ بات ذکر کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سکینہ تھا جو قرآن کریم کی تلاوت کی بناء پر نازل ہوا۔ (متفق علیہ) شطن کے معنی رسی کے ہیں۔

تخریج حدیث(۹۹۸): صحيح البخاری، كتاب فضائل القرآن، باب فضل سورة الكهف. صحيح مسلم، كتاب فضائل القرآن، باب نزول السكينة لقراء ة القرآن .

کلمات حدیث: شطن : بر وزن سبب، اس کی جمع اشطان بروزن أسباب.

شرح حدیث: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب سورۃ الکہف پڑھ رہے تھے، تحفۃ القاری میں ہے کہ یہ صاحب اسد بن حضیر تھے۔ ان کی قراءت کے دوران ایک بادل اتر کر ان کے قریب آ گیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سکینہ تھا جو قرآن کریم کی تلاوت کے ساتھ نازل ہوا اور ایک روایت میں ہے کہ یہ فرشتوں کی ایک جماعت تھی جو تمہارا قرآن سننے اتری تھی اور اگر تم صبح تک پڑھتے تو لوگ بھی انہیں دیکھ لیتے۔ سکینہ کے معنی وقار اور سکون کے ہیں یہاں فرشتوں کی ایک جماعت مراد ہے جو قرآن کریم کی عظمت کے طور پر انتہائی سکون اور وقار کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کو سنتے ہیں۔ قول مختار یہ ہے کہ سکینہ اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے جس پر سکون اور وقار کا غلبہ ہے اور جو قرآن کریم کی تلاوت سننے فرشتوں کی معیت میں زمین پر اترتی

ہے۔ واللہ اعلم (عمدة القاري : ١٧/ ٢٠٢۔ فتح الباري : ٢/ ٣٩٦۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/ ٧٠)

قرآن کریم کے ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں

٩٩٩. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لَا اَقُوْلُ : آلٓمٓ حَرْفٌ وَلٰكِنْ اَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيْمٌ حَرْفٌ . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(٩٩٩) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا اس کے لیے ایک نیکی ہے اور نیکی کا دس گناہ ثواب ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ الٓم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (٩٩٩): الجامع للترمذی، ابواب ثواب القرآن، باب ما جاء فیمن قرأ حرفا من القرآن ماله من الاجر .

کلمات حدیث: حسنة : نیکی، بھلائی، اچھی بات، جمع حسنات.

شرح حدیث: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلام کو ساری کائنات پر اسی طرح فضیلت و برتری اور شرف حاصل ہے جس طرح خود ذات باری تعالیٰ تمام مخلوقات سے اعلیٰ ارفع اور عظیم ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت کا اجر و ثواب اور اس کے احکام و آیات میں غور و فکر اور اس پر عمل کا صلہ کون و مکاں کی وسعتوں سے زیادہ ہے اس کے ایک حرف کی تلاوت بھی نیکی اور حسنہ ہے اور ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہے اس لیے الٓم کہنے کی تیس نیکیاں ہیں۔ پھر اللہ جس قدر چاہے ان نیکیوں میں اور ان کے اجر و ثواب میں اضافہ فرماتا رہتا ہے یہاں تک کہ یہ اجر و ثواب سات سو گناہ تک پہنچ جاتا ہے۔ (تحفة الأحوذي : ٨/ ٢٢٧۔ روضة المتقين : ٣/ ٤٣)

جو سینہ قرآن سے خالی ہو ویران گھر کی طرح ہے

١٠٠٠. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّ الَّذِيْ لَيْسَ فِيْ جَوْفِهٖ شَيْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ!

(١٠٠٠) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے سینے میں قرآن کا کوئی حصہ نہ ہو، وہ ویران گھر کی طرح ہے۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (١٠٠٠): الجامع للترمذی، ابواب ثواب القرآن، باب الذی لیس فی جوفه قرآن کالبیت الخرب .

کلمات حدیث: جوف : پیٹ۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں جوف سے مراد دل ہے۔

شرح حدیث: کوئی بھی شخص جو اللہ پر اس کے رسول ﷺ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ اس کے دل میں

قرآن یا قرآن کا کچھ حصہ نہ ہو، اگر کوئی ایسا ہو جس کے دل میں قرآن کا کوئی حصہ نہ ہو تو اس کا دل اور اس کا وجود ایک ویرانے اور خرابے کی طرح ہے۔ گھر تو وہ ہے جس میں مکین ہوں اور جس میں کوئی نہ رہتا ہو اور اسی طرح اس پر کچھ وقت گزر جائے تو وہ ویران اور کھنڈر بن جاتا ہے۔ مؤمن کا دل اللہ کی یاد سے آباد ہوتا ہے اور قلبِ مؤمن میں ایک گوشہ ایسا ہوتا ہے کہ اس میں یادِ الٰہی کے سوا اور کوئی شئے سما نہیں سکتی اور اگر دل یادِ الٰہی سے بالکل خالی ہو تو ایسا اضطراب اور بے چینی اور قلق جنم لیتا ہے جس کا علاج ساری دنیا کے مال و دولت اور جملہ آسائشات سے بھی نہیں ہو سکتا، وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپتا رہتا ہے اور اسی حال میں موت کے ہم آغوش ہو جاتا ہے اور جنہیں اللہ کے فضل سے امن کی دولت ہاتھ آجائے وہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔

اللہ کے ذکر سے اور قرآن سے خالی دل کو غیر آباد مسکن سے تشبیہ دینا بہت عمدہ دلنشیں اور دقیق تعبیر ہے جس سے مراد یہ ہے کہ دل کا اللہ کی یاد سے خالی ہونا فسادِ قلب کی علامت ہے جس طرح کسی گھر کا کھنڈر بن جانا اس بات کی علامت ہے کہ اس میں کوئی رہتا نہیں ہے، ایک اور حدیث میں اس معنی کی وضاحت بخوبی بیان ہوگئی ہے فرمایا کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جو اگر درست ہو تو سارا جسم درست ہے اور اگر اس میں فساد پیدا ہو جائے تو سارے جسم میں فساد سرایت کر جاتا ہے سمجھ لو کہ یہ دل ہے۔

قلب کو ویرانہ بننے سے بچانے کا سب سے بڑا اور اولین ذریعہ نماز ہے، نماز کی پابندی اور صبح و شام تلاوت و تسبیح اور ذکر کرنا اور اللہ کو یاد کرنا ہے۔

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱذْكُرُوا۟ ٱللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۝٤١ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝٤٢ ﴾

(تحفة الأحوذي : ٨/ ٢٣٠ ـ روضة المتقين : ٣/ ٤٤ ـ دليل الفالحين : ٣/ ٤٤٧)

ہر ایک آیت کی بدولت جنت کا ایک درجہ بلند ہوگا

۱۰۰۱ . وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ : اِقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا فَاِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰيَةٍ تَقْرَؤُهَا . رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

(۱۰۰۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ صاحب قرآن سے کہا جائے گا پڑھتا جا اور درجات بلند پر چڑھتا جا اور تلاوت کرتا جا جیسا کہ تو دنیا میں تلاوت کیا کرتا تھا، تیری منزل وہ ہوگی جہاں تو آخری آیت پڑھ کر ختم کرے۔ (ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۱۰۰۱): سنن ابی داود، کتاب الصلاة، باب استحباب الترتیل فی القراءة. الجامع للترمذی، ابواب ثواب القرآن، باب الذي ليس في جوفه قرآن كالبيت الخرب .

کلمات حدیث: صاحب القرآن : حافظ قرآن یا اس کے بعض حصے کو یاد رکھنے والا، اس کی تلاوت پر فہم و تدبر کے ساتھ مواظبت

کرنے والا۔ وارتق : امر کا صیغہ ارتقاء (باب افتعال) سے بمعنی چڑھنا۔ بلندی پر جانا۔ اقرأ و ارتق : قرآن پڑھتا جا اور چڑھتا جا، جنت میں تیرے درجات کی بلندی کا حساب تیری تلاوت کے ساتھ وابستہ ہے۔

شرح حدیث: صاحب القرآن وہ ہے جس نے دنیا میں رہتے ہوئے قرآن کریم کے ساتھ اپنا تعلق قائم رکھا ہو، اسے حفظ کیا ہو، اس کے معانی اور مطالب کے سمجھنے میں اپنے اوقات صرف کئے ہوں، اس کی تعلیم و تدریس میں وقت لگایا ہو اور اس کے احکام پر عمل کیا ہو۔ صاحب القرآن سے کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور چڑھتا جا تیرے درجات کی بلندی وہاں تک ہے جہاں تک تیرے پڑھنے کا منتہیٰ ہو۔ امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک اثر میں آیا ہے کہ جنت کے درجات کی تعداد آیات قرآن کے مطابق ہے اور صاحب قرآن سے کہا جائے گا اسی طرح تلاوت کر جس طرح تو دنیا میں تلاوت کیا کرتا تھا۔

صاحب قرآن سے مراد قرآن کا باعمل عالم ہے یعنی جو تلاوت قرآن کرتا ہے اور اس کے معانی اور مفاہیم سمجھتا ہے اور اس کے احکام کے مطابق عمل کرتا ہے۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم قرآن اور علم و عمل ایک ساتھ سیکھتے تھے، یعنی قرآن کریم کا حفظ اور اس کی تلاوت، اس کے معانی کا فہم اور اس کے احکام پر عمل۔

(تحفة الأحوذي : ٨/ ٢٣١ـ دليل الفالحين : ٣/ ٤٤٧)

الباب (۱۸۱)

بَابُ الْاَمْرِ بِتَعَهُّدِ الْقُرْاٰنِ وَالتَّحْذِيْرِ مِنْ تَعْرِيْضِهٖ لِلنِّسْيَانِ

قرآنِ کریم کی حفاظت کا حکم اور اس کو بھلا دینے کی ممانعت

۱۰۰۲. عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "تَعَاهَدُوا هٰذَا الْقُرْاٰنَ فَوَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَهُوَ اَشَدُّ تَفَلُّتًا مِّنَ الْاِبِلِ فِیْ عُقُلِهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۰۰۲) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کریم کی حفاظت کرو! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ قرآن نکل جانے میں اس اونٹ سے زیادہ ہے جو رسی میں بندھا ہوا ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۰۰۲): صحیح البخاری، کتاب الفضائل، باب استذکار القرآن. صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب الامر بتعهد القرآن .

کلماتِ حدیث: تعاهدوا هذا القرآن : اس قرآن کی حفاظت کرو، اس کے ساتھ حفظ وتلاوت کا اور فہم ودرس کا تعلق برقرار رکھو۔ جو کچھ قرآن یاد کیا اور سمجھا ہے اسے دہراتے رہو اور بھول جانے سے اس کی حفاظت کرو۔ اشد تفلتا من الإبل فی عقلها : بندھے ہوئے اونٹ کی اگر رسی کھل جائے تو وہ جس طرح نکل جاتا ہے اسی طرح اگر قرآن کا حفظ وتلاوت اور درس وتدریس جاری نہ رہے تو وہ اس سے بھی زیادہ جلدی سے نکل جاتا ہے۔

شرحِ حدیث: قرآن کریم اگر کسی نے حفظ کیا ہے تو وہ اس کی تلاوت کرتا رہے، اگر کسی نے سمجھا ہے اور معانی پر غور کیا ہے تو وہ اس کا اعادہ کرتا رہے اور دیکھ کر تلاوت کرنے والا تلاوت کا معمول رکھے۔ یعنی جس نے جس قدر قرآن یاد کیا ہے تلاوت کی ہے یا سمجھا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس عمل کو ہمیشہ جاری رکھے ورنہ جو اس نے سیکھا ہے یا یاد کیا ہے وہ اسے بھول جائے گا اور اس کے ذہن سے نکل جائے گا۔ مقصودِ حدیث یہ ہے کہ قرآنِ کریم سے مؤمن کا تعلق وقتی نہیں دائمی ہے۔

(فتح الباري : ۲/ ۹۶۰۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/ ٦٨)

قرآن کو یاد رکھنے کی کوشش کرنا بہت ضروری ہے

۱۰۰۳. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْاٰنِ كَمَثَلِ الْاِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ اِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا اَمْسَكَهَا وَاِنْ اَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

الباب (۱۸۲)

بَابُ اسْتِحْبَابِ تَحْسِينِ الصَّوْتِ بِالْقُرْانِ وَطَلَبِ الْقِرَاءَةِ مِنْ حَسَنِ الصَّوْتِ وَالِاسْتِمَاعِ لَهَا

حسن صوت کے ساتھ تلاوتِ قرآن کا استحباب

اچھی آواز والے سے قرآن سننے کی درخواست اور اس کو سننا

۱۰۰۴۔ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: ''مَاۤاَذِنَ اللهُ لِشَيْءٍ مَاۤاَذِنَ لِنَبِيٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْاٰنِ يَجْهَرُ بِهٖ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

مَعْنٰى ''اَذِنَ اللّٰهُ'' اَيِ اسْتَمَعَ وَهُوَ اِشَارَةٌ اِلَى الرِّضَا وَالْقَبُوْلِ.

(۱۰۰۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کی طرف کان نہیں لگاتے جیسا کہ اچھی آواز والے نبی کی طرف توجہ فرماتے ہیں جو بلند اور اچھی آواز سے قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

اذ ن اللہ کے معنی ہے کہ اللہ سنتا ہے جو اشارہ ہے اللہ کی رضا اور قبول کی جانب۔

تخریج حدیث (۱۰۰۴): صحيح البخاری، كتاب فضائل القرآن، باب من لم يتغن بالقرآن. صحيح مسلم، كتاب فضائل القرآن، باب استحباب تحسين الصوت بالقرآن.

کلماتِ حدیث: ما اذن الله: اللہ تعالیٰ نہیں سنتا، نہیں کان لگاتا۔ یعنی اللہ تعالیٰ توجہ نہیں فرماتے۔

شرح حدیث: اللہ کا نبی اگر اچھی آواز کے ساتھ اللہ کے کلام کو باآواز بلند اور بصوت حسن تلاوت کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ بہت پسند فرماتے ہیں اور کسی شئے کی جانب اتنی توجہ نہیں فرمائی جاتی جتنی توجہ اس جانب فرماتے ہیں اور اسی طرح جب نبی کا کوئی امتی تلاوت کرتا ہے تو رحمتِ حق اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ حدیث مبارک میں يتغنى بالقرآن سے مراد قرآن کریم کی قلبی کیفیات کے ساتھ تلاوت کرتا ہے کہ تلاوت کے وقت دل سوزی ہو رقتِ قلب ہو اور آواز میں سوز ہو، کلامِ الٰہی کی تلاوت سے دل پھٹا جاتا ہو اور آنکھوں سے اشکوں کا سیل رواں ہو، تلاوت کرنے والا دنیا اور دنیا کی تمام لذتوں سے فرار حاصل کر کے گناہوں کی مغفرت اور رحمت کی امید میں اللہ کے دربار میں حاضر ہوتا ہے، یہ وہ مناجات ہے جس کو اللہ تعالیٰ بہت پسند فرماتے ہیں۔

(فتح الباري: ٢/٩٥٦ - روضة المتقين: ٣/٤٧ - دليل الفالحين: ٣/٤٥١)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش آواز تھے

۱۰۰۵۔ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ: "لَقَدْ اُوْتِيْتَ مِزْمَارًا مِّنْ مَّزَامِيْرِ آلِ دَاوٗدَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ "لَوْ رَاَيْتَنِيْ وَاَنَا اَسْتَمِعُ لِقِرَآءَتِکَ الْبَارِحَةَ".

(۱۰۰۵) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تمہیں حضرت داؤد علیہ السلام کے سُروں میں سے ایک سُر دیا گیا ہے۔ (متفق علیہ)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم مجھے دیکھ لیتے کہ میں گزشتہ رات تمہاری قرأت سن رہا تھا۔

تخریج حدیث(۱۰۰۵): صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب حسن الصوت بالقرآن. صحيح مسلم، كتاب فضائل القرآن، باب استحباب تحسين الصوت بالقرآن.

کلماتِ حدیث: مــزمــار: بانسری جمع مزامیر۔ یہاں مراد قراءت کی خوش الحانی ہے جسے مزامیر آلِ داؤد سے تشبیہ دی گئی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے بہت خوبصورت آواز عطا ہوئی تھی، حسن صوت کا یہ عالم تھا کہ پرندے اتر آتے اور ان کی تلاوت سنتے۔

شرحِ حدیث: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بہت خوش الحانی کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قرآن کی تلاوت میں خوش الحانی ان پر ختم تھی۔ ایک شب تلاوت فرمارہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی آپ کی تلاوت سنی تو اگلے دن فرمایا کہ جو خوش الحانی حضرت داؤد علیہ السلام کو ملی تھی تمہیں بھی اس کا حصہ وافر ملا ہے اور اگر تمہیں معلوم ہو جاتا کہ میں تمہاری تلاوت سن رہا تھا تو تم یقیناً خوش ہوتے۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوموسیٰ اشعری کے گھر کے پاس سے گزرے وہ اس وقت اپنے گھر میں تلاوت فرمارہے تھے، وہ دونوں سننے کھڑے ہوگئے کچھ دیر کھڑے رہے اور پھر تشریف لے گئے، اگلے روز صبح کو جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی ملاقات رسول اللہ ﷺ سے ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوموسیٰ میں اور عائشہ کل تمہارے گھر کے پاس سے گزرے تھے تم اس وقت اپنے گھر میں تلاوت کر رہے تھے تو ہم کھڑے ہوگئے اور ہم نے تمہاری تلاوت سنی، اس پر حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ! اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ آپ میری قراءت سن رہے ہیں تو میں اپنی تلاوت کو اور بھی زیادہ خوبصورت بنا دیتا۔

(فتح الباري: ٢/٦٦٩۔ عمدة القاري: ٢٠/٧٨)

رسول اللہ ﷺ بہت خوش آواز تھے

۱۰۰۶۔ وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ

فِیْ الْعِشَآءِ بِالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ فَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا اَحْسَنَ صَوْتاً مِّنْهُ . مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۱۰۰۶) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نمازِ عشاء میں والتین و الزیتون کی تلاوت کرتے ہوئے سنا میں نے آپ سے زیادہ اچھی آواز والا کسی کو نہیں پایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۰۰۶): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب القراء ة فی العشاء. صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب القراء ة فی العشاء .

کلمات حدیث: فما سمعت احسن صوتا منه : میں نے کسی کو نہیں سنا کہ اس کی آواز آپ ﷺ کی آواز سے اچھی ہو۔ میں نے آپ ﷺ سے زیادہ خوبصورت آواز کسی کی نہیں سنی۔

شرح حدیث: انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اوصاف وخصائص اوراپنی عادات وخصائل اوراپنے اخلاق وشمائل میں تمام انسانوں سے ممتاز اعلیٰ اورارفع ہوتے ہیں اوررسول کریم ﷺ انبیاءِ کرام علیہم السلام کے درمیان اورتمام دنیا کے انسانوں کے درمیان اعلیٰ اخلاق کے مالک تھےاورآپ ﷺ کی ہرعادت اورآپ کی ہرخصلت اورآپ کی ہرخوبی درجۂ کمال کوپہنچی ہوئی تھی، چنانچہ آپ ﷺ حسن صوت میں بھی درجۂ کمال پرفائز تھے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعلی بن السکن کی کتاب الصحابہ میں زرعۃ بن خلیفہ کے ترجمہ میں دیکھا کہ زرعۃ بن خلیفہ جو یمامہ کے ایک شخص تھےانہوں نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسالت کے بارے میں سناتو ہم آپ ﷺ کے پاس آئے اوراسلام لے آئے آپ نے نماز میں والتین اورسورۃ القدر کی تلاوت کی۔ ہوسکتا ہے کہ یہ وہی عشاء کی نماز ہوجس کا ذکر حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ہےاورصحیح بخاری کی ایک اورروایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ سفر میں تھےاورآپ ﷺ نے عشاء کی ایک رکعت میں والتین پڑھی۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے عشاء کی نماز میں قصار مفصل کی سورتوں میں سے قرأت فرمائی کہ آپ حالت سفر میں تھےاورسفر میں تخفیف مطلوب ہے۔ (فتح الباري : ۱/۵۷۱۔ ارشاد الساري : ۳/۴۱۵)

****

خوش الحانی سے تلاوت نہ کرنے پروعید

۱۰۰۷. وَعَنْ اَبِیْ لُبَابَةَ بَشِیْرِ بْنِ عَبْدِالْمُنْذِرِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ لَمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ فَلَیْسَ مِنَّا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ جَیِّدٍ.

مَعْنٰی "یَتَغَنّٰی" یُحَسِّنُ صَوْتَه، بِالْقُرْاٰنِ".

(۱۰۰۷) حضرت ابولبابہ بشیر بن عبدالمنذ ررضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے قرآن کریم کو خوش الحانی سے تلاوت نہیں کیا وہ ہم میں سے نہیں۔ (ابوداؤ دنے بسندِ جید روایت کیا ہے) یتغنی کے معنی ہیں قرآن کی تلاوت کے وقت

اپنی آواز کو اچھا بنانا۔

تخریج حدیث(۱۰۰۷): سنن ابی داوٗد، کتاب الصلاۃ، باب استحباب الترتیل فی القراء ۃ .

راوی حدیث: حضرت ابولبابہ بشیر بن عبدالمنذ ررضی اللہ عنہ بیعتِ عقبہ ثانیہ کے موقع پر اسلام لائے اکثر غزوات میں شرکت فرمائی۔غزوۂ بدر میں آپ ﷺ کے ہم رکاب تھے۔ان سے ۱۵ احادیث مروی ہیں، دورِنبوت ہی میں انتقال فرمایا۔

(اسد الغابة، الاصابه في تمييز الصحابة)

کلماتِ حدیث: یتغن بالقرآن : قرآن کریم کی دلسوزی اور رقتِ قلبی اور خلوصِ نیت ومحبت کے ساتھ کیف وسرور اور وجد کے ساتھ تلاوت کرنا۔

شرح حدیث: علامہ ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ احادیث میں وارد تغنی بالقرآن سے مراد قرآن کریم کی دلسوزی اور رقتِ قلبی کے ساتھ وجد آفریں آواز میں اس طرح تلاوت کرنا ہے کہ جوکوئی سنے جھوم اٹھے اور یہ صورت جب پیدا ہوتی ہے جب قاری پر کلامِ الٰہی کی عظمت طاری ہو اور زبان وقلب ہم آہنگ ہوں اور سارا نظام صوت کلماتِ قرآن کے اتار چڑھاؤ سے بخوبی ہم آہنگ ہو۔

(روضة المتقين : ۴۸/۳)

تلاوت سن کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے

۱۰۰۸. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اِقْرَأْ عَلَیَّ الْقُرْاٰنَ" فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! اَقْرَأُ عَلَیْکَ وَعَلَیْکَ اُنْزِلَ؟ قَالَ :"اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهٗ مِنْ غَیْرِیْ "فَقَرَأْتُ عَلَیْهِ سُوْرَةَ النِّسَآءِ حَتّٰی جِئْتُ اِلٰی هٰذِهِ الْاٰیَةِ "فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیْدٍ وَجِئْنَا بِکَ عَلٰی هٰؤُلَاءِ شَهِیْدًا قَالَ حَسْبُکَ الْاٰنَ" فَالْتَفَتُّ اِلَیْهِ فَاِذَا عَیْنَاهُ تَذْرِفَانِ، مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۱۰۰۸) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے قرآن سناؤ، میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں آپ ﷺ کو پڑھ کر سناؤں اور آپ پر قرآن نازل ہوا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے پسند ہے کہ میں اپنے علاوہ کسی اور سے سنوں۔میں نے آپ ﷺ کے سامنے سورۃ النساء کی تلاوت شروع کی جب میں اس آیت پر پہنچا:

﴿ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ﴿٤١﴾ ﴾

"اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت پر ایک گواہ لائیں گے اور ان سب پر آپ کو گواہ بنائیں گے۔"

تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اتنا ہی کافی ہے۔میں آپ کی طرف متوجہ ہوا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۰۰۸): صحيح البخاری، كتاب التفسير، باب فكيف إذا جئنا. صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب فضل استماع القرآن .

کلماتِ حدیث: فإذا عيناه تذرفان : کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔

شرحِ حدیث: رسولِ کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سورۃ النساء سنی جب وہ اس آیت پر پہنچے:

﴿ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ﴿٤١﴾ ﴾

تو آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ بس یہیں تک کافی ہے، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پلٹ کر دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، یعنی آپ اپنی امت کے اس امر پر شفقت کر کے آبدیدہ ہو گئے کہ آپ کی امت کے اعمال پر گواہ بنایا جائے گا اور گواہ کا فرض ہے کہ وہ سب کچھ سچ سچ بیان کر دے تو آپ ﷺ کیونکر روزِ قیامت میدانِ حشر میں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی امت کی کمزوریوں اور نقائص کی نشاندہی کریں گے۔

حدیثِ مبارک سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی تلاوت اچھی آواز سے اور خلوص سے اور قلب کی گہرائیوں سے کرنی چاہیے اور اچھے قاری سے قرآن کریم کی تلاوت سننا چاہیے کہ بعض اوقات سننے کی تاثیر خود تلاوت کرنے سے زیادہ ہوتی ہے۔

یہ حدیث اس سے پہلے بھی باب فضل البكاء من خشية الله میں گزر چکی ہے۔ (دليل الفالحين : ٣/٤٥٤)

البَابُ (۱۸۳)

بَابٌ فِی الْحَثِّ عَلٰی سُوَرٍ وَاٰیَاتٍ مَخْصُوْصَةٍ
مخصوص سورتیں اور مخصوص آیات کے پڑھنے کی ترغیب

****

سورۂ فاتحہ کی فضیلت

۱۰۰۹. عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَافِعِ بْنِ الْمُعَلّٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ : قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اَلَا اُعَلِّمُکَ اَعْظَمَ سُوْرَةٍ فِی الْقُرْاٰنِ قَبْلَ اَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ؟ فَاَخَذَ بِیَدِیْ فَلَمَّا اَرَدْنَا اَنْ نَخْرُجَ قُلْتُ : یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّکَ قُلْتَ لَاُعَلِّمَنَّکَ اَعْظَمَ سُوْرَةٍ فِی الْقُرْاٰنِ؟ قَالَ : "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ، هِیَ السَّبْعُ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِیْمُ الَّذِیْ اُوْتِیْتُهٗ"، رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ،

(۱۰۰۹) حضرت ابوسعید رافع بن معلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا میں مسجد سے نکلنے سے پہلے قرآن کریم کی عظیم سورت نہ سکھادوں؟ آپ ﷺ نے میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے لیا، پھر جب ہم مسجد سے نکلنے لگے، میں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ آپ مجھے قرآن کریم کی عظیم سورت سکھائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ الحمد لله رب العالمین سبع مثانی ہے اور قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۱۰۰۹): صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فاتحة الکتاب .

راوی حدیث: حضرت ابوسعید رافع بن معلیٰ صحابی رسول ﷺ ہیں، اہل حجاز میں شمار ہوتے ہیں ان سے دو حدیثیں مروی ہیں۔

(دلیل الفالحین : ۳/۴۵۶)

کلمات حدیث: السبع المثانی : سات آیات جو ہر نماز میں دہرائی جاتی ہیں۔

شرح حدیث: سورۃ الفاتحہ کی سات آیات ہیں جو ہر نماز کی ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہیں اور اس سورۃ کو القرآن العظیم کہا گیا۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے:

﴿ وَلَقَدْ ءَاتَیْنَـٰكَ سَبْعًا مِّنَ ٱلْمَثَانِی وَٱلْقُرْءَانَ ٱلْعَظِیمَ ﴿٨٧﴾ ﴾

"ہم نے آپ کو سبع مثانی اور قرآن عظیم عطا کیا۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ام القرآن ھی سبع المثانی اور القرآن العظیم ہے۔ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ام اصل کو کہتے ہیں اور سورہ الفاتحہ کو ام القرآن اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اصل قرآن ہے اور اس کا مقدمہ ہے بلکہ قرآن کریم کے جملہ معانی اور مفاہیم پر مشتمل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بھی ہے، اس کی عبودیت کا اقرار بھی ہے، ذکر معاد بھی ہے اور منکروں کا انجام بھی بیان کیا گیا ہے اور ہدایت اور صراط مستقیم کی دعاء بھی ہے جو کہ اصل مقصود ہے۔

سورۃ الفاتحہ کو ام القرآن اور ام الکتاب اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس سے قرآن کریم کا آغاز ہوتا ہے اور یہ کہ یہ قرآن کریم کے جملہ مضامین اور تمام معانی کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ سورۃ الفاتحہ کے اور بھی بہت سے نام ہے جو یہ ہیں: الکنز، الوافیہ، الشفاء، الشافیہ، الکافیہ، الاساس، السوال، الشکر، الدعاء۔ (فتح الباري : ۲/۶۸۲۔ عمدة القاري : ۱۸/۱۰۲۔ ارشاد الساري : ۱۰/۵)

سورۂ اخلاص اجر میں تہائی قرآن کے برابر ہے

۱۰۱۰. وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ قِرَآءَةِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ : "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ"

وَفِیْ رِوَایَةٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ" اَیَعْجِزُ اَحَدُکُمْ اَنْ یَقْرَأَ بِثُلُثِ الْقُرْاٰنِ فِیْ لَیْلَةٍ" فَشَقَّ ذٰلِکَ عَلَیْهِمْ وَقَالُوْا اَیُّنَا یُطِیْقُ ذٰلِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ!؟ فَقَالَ : "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، اَللّٰهُ الصَّمَدُ ثُلُثُ الْقُرْاٰنِ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۱۰۱۰) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قل ہو اللہ احد کے بارے میں فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ سورت ایک تہائی قرآن کے برابر ہے اور ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی ایک رات میں ایک تہائی قرآن نہیں پڑھ سکتا، صحابہ نے اس امر کو دشوار محسوس کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم میں سے کون اس کی طاقت رکھتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قل ہو اللہ احد اللہ الصمد ایک تہائی قرآن ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۱۰۱۰): صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل قل ھو اللہ .

کلمات حدیث: لتعدل ثلث القرآن : **ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔** عدل عدلاً (باب ضرب) برابری کرنا، یعنی یہ سورت اجر و ثواب اور خیر و برکت میں ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔

شرح حدیث: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کے مضامین تین اقسام پر مشتمل ہیں۔ **احکام، اخبار اور توحید، سورۃ الاخلاص توحید کے مضمون کا انتہائی جامع اور مکمل بیان ہے اس لیے اسے ایک تہائی قرآن فرمایا۔ اس مفہوم کی تائید حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے قرآن کریم کے تین اجزاء قرار دیے اور فرمایا کہ سورۃ الاخلاص اس کا ایک جزء ہے۔**

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سورۃ الاخلاص میں اللہ تعالیٰ کے دو اسماء وارد ہوئے ہیں جو قرآن کریم کی دیگر سورتوں میں نہیں آئے، ایک الاحد اور دوسرا الصمد۔ یہ دونوں کلمات اللہ تعالیٰ کے ایک، واحد اور یکتا ہونے اور اس کے جملہ کمالات کے ساتھ متصف ہونے کو بیان کرتے ہیں یعنی الاحد دلالت کرتا ہے کہ وہ اللہ ایک ہے، یکتا ہے، واحد ہے اور فرد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ کوئی اس

جیسا ہے اور الصمد تمام صفات کمال پر دلالت کرتا ہے کہ وہی ایک ذات ہے جو جملہ اوصاف کمال سے متصف ہے اس سے معلوم ہوا کہ سورۂ اخلاص اللہ کی ذات اور اس کی صفات کی معرفت پر مشتمل ہے اور اس لیے اسے ایک تہائی قرآن فرمایا گیا۔

ابن عبدالبر نے اسحاق بن راہویہ کا قول نقل کیا ہے کہ سورۂ اخلاص کے ایک تہائی قرآن ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس سورہ کو تین مرتبہ پڑھ لیا تو پورا قرآن ہو گیا، ایسا سمجھنا غلط ہے۔

(فتح الباري : ۲/۹۵۲۔ ارشاد الساري : ۱۱/۲۸۷۔ عمدة القاري : ۲۰/۴۵)

ایک صحابی کا سورۂ اخلاص کی مکرر تلاوت کرنا

۱۰۱۱. وَعَنْهُ اَنَّ رَجُلاً سَمِعَ رَجُلاً يَقْرَأُ : "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" يُرَدِّدُهَا فَلَمَّا اَصْبَحَ جَآءَ اِلىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ وَكَانَ الرَّجُلُ يَتَقَالُّهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ اِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ، "رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ".

(۱۰۱۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کسی کو قل هو الله احد بار بار پڑھتے ہوئے سنا اگلے دن صبح کو اس نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا گویا وہ اس عمل کو کم سمجھ رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ یہ سورہ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۰۱۱): صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن .

کلمات حدیث: يتقالها : اسے قلیل سمجھ رہا تھا۔ تقال الشيي: کسی شئے کو قلیل سمجھنا۔

شرح حدیث: ایک صاحب نے نماز میں کئی مرتبہ سورۂ اخلاص کو دہرایا جب یہ بات آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ثلث قرآن ہے۔ الشیخ زکریا تحفۃ القاری میں فرماتے ہیں کہ جنہوں نے سورۃ الاخلاص کی بار بار تلاوت کی وہ قتادۃ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور جنہوں نے ان کو پڑھتے ہوئے سنا اور اس قراءت کو کم سمجھا وہ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ تھے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سورۃ الاخلاص ایک تہائی قرآن کے برابر ہے اور وہ اس لیے کہ قرآن کریم کے مضامین اپنے معانی کے اعتبار سے تین قسموں میں تقسیم کیے جا سکتے ہیں جو یہ ہیں: علم التوحید، علم الشرائع اور علم الاخلاق وتہذیب النفس۔ سورۂ اخلاص علم التوحید کے بیان پر مشتمل ہے اس لیے ایک تہائی قرآن ہے اور علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قرآن کریم کے مضامین کے تین پہلو ہیں قصص، احکام اور صفات الٰہی اور سورۂ اخلاص صفات الٰہی کا بیان ہے۔

(فتح الباري : ۲/۹۵۲۔ عمدة القاري : ۲۰/۴۶۔ ارشاد الساري : ۱۱/۲۸۷)

۱۰۱۲. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ قُلْ هُوَ

اللّٰهُ اَحَدٌ : "اِنَّهَا تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ" . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۰۱۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قل ھو اللہ احد کے بارے میں فرمایا کہ یہ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۱۲): صحیح مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضل قراءة قل هو الله احد.

تشریح حدیث: سورۃ الاخلاص اپنے مضامین کی اہمیت اور توحید باری تعالیٰ پر مشتمل ہونے کی بناء پر بے حد اہم اور افضل ہے اور اس فضیلت میں اس قدر بڑھی ہوئی کہ گویا ایک تہائی قرآن کے برابر ہوگئی کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی ذات و صفات کی معرفت کا موضوع اہم ترین ہے اور اس سورۃ میں انتہائی جامعیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توحید کا بیان ہوا ہے اس لیے اسے ایک تہائی قرآن کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ (روضه المتقين : ۳/ ٥٤ ۔ دليل الفالحين : ۳/ ٤٥٨)

یہ حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے وہاں اس کی مزید شرح ملاحظہ فرمائی جائے۔

سورۂ اخلاص کی محبت دخول جنت کا ذریعہ ہے

۱۰۱۳ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُحِبُّ هٰذِهِ السُّوْرَةَ: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ قَالَ : "اِنَّ حُبَّهَا اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ : وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِيْ صَحِيْحِهٖ تَعْلِيْقًا!

(۱۰۱۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے یہ سورہ یعنی قل هو الله احد بہت محبوب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری اس سورۃ سے محبت تمہیں جنت میں لے جائے گی۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور بخاری نے اپنی صحیح میں تعلیقاً روایت کیا ہے)

تخریج حدیث(۱۰۱۳): صحيح البخاری، کتاب الصلاة، باب الجمع بين السورتين . الجامع للترمذی، ابواب ثواب القرآن، باب ما جاء في سورة الاخلاص.

شرح حدیث: اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اصل ایمان ہے اور جسے اللہ کے کلام سے محبت ہے اسے گویا اللہ ہی سے محبت ہے اور سورۂ اخلاص چونکہ اللہ کی ذات وصفات کے بیان پر مشتمل ہے اس لیے اس سورۃ سے محبت دخول جنت کی ضامن ہے۔

صحیح بخاری میں یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مسجد قباء میں ایک انصاری صحابی امامت کیا کرتے تھے اور قراءت میں پہلے سورۂ اخلاص پڑھتے اور پھر اس کے ساتھ ایک اور سورت ملالیتے اور ہر رکعت میں اسی طرح کرتے۔ ان کے ساتھیوں نے ان سے کہا کہ تم سورۂ اخلاص پڑھتے ہو پھر اس کے ساتھ ایک اور سورت ملاتے ہو یا تو صرف یہی سورت پڑھ لو یا اس کے علاوہ کوئی اور سورت پڑھ لو۔ انہوں نے کہا کہ میں تو اس سورت کو نہیں چھوڑ سکتا تم چاہو تو میں تمہیں امامت کراؤں اور اگر تم چاہو تو میں چھوڑ دوں

لوگ انہیں اپنے درمیان افضل سمجھتے تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ ان کے علاوہ کوئی اور امامت کرے۔ غرض یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو آگاہ کیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ اے فلاں! تم اس طرح کیوں نہیں کرتے جس طرح تمہارے ساتھی کہتے ہیں اور ہر رکعت میں تم اس سورۃ کا کیوں التزام کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے یہ سورۃ محبوب ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری اس سورت سے محبت تمہیں جنت میں لے جائے گی۔

غرض سورۂ اخلاص سے محبت اور اس سے تعلق جنت میں جانے کا سبب ہے کیونکہ یہ سورۃ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی صفاتِ کمال کے بیان پر مشتمل ہے۔ (فتح الباري : ۱/۵۷۳۔ ارشاد الساري : ۲/۴۲۳۔ روضة المتقين : ۳/۵۵)

معوذتین کی فضیلت

۱۰۱۴۔ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اَلَمْ تَرَ اٰيَاتٍ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قَطُّ؟ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ . قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۰۱۴) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تجھے نہیں معلوم کہ آج کی رات ایسی آیات نازل ہوئی ہیں کہ اس سے پہلے ان کی مثال نہیں دیکھی گئی۔ یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۱۴): صحيح مسلم، كتاب فضائل القرآن، باب فضل قراءة المعوذتين .

کلماتِ حدیث: لم ير مثلهن قط : ان کی مثال نہیں دیکھی گئی، ان کی کوئی مثال نہیں ہے، وہ بے مثال ہیں۔

راوی حدیث: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ہجرتِ نبوی ﷺ کے بعد اسلام لائے۔ قرآن کریم سے بہت شغف تھا اور اپنے ہاتھ سے مصحف لکھا تھا، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ان سے صرف ایک حدیث سننے کے لیے مصر پہنچے تھے اور حدیث سن کر فوراً واپس آگئے تھے۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے **۵۵** احادیث مروی ہیں جن میں سے یہ ایک متفق علیہ ہے۔ سن ۵۸ھ میں انتقال فرمایا۔

(اسد الغابة : ۳/۴۲۳۔ الاصابة في تمييز الصحابة : ۲/۴۸۹)

شرحِ حدیث: معوذتین کا پڑھنا تمام ضرر رساں اشیاء سے تحفظ کا ایک مؤثر ذریعہ ہے اور مخلوقات کے شر سے بچنے کے لیے ان دونوں سورتوں کا پڑھنا اور ان کا ورد رکھنا اور اپنے اوپر پڑھ کر دم کرنا بے حد مفید ہے۔ ابن حبان اور نسائی نے بسندِ صحیح حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سواری پر سوار تھے اور میں آپ ﷺ کے پیچھے تھا میں نے اپنا

کے بعد کوئی رات ایسی نہیں گزری کہ میں نے ان سورتوں کو نہ پڑھا ہو اور میں ان سورتوں کا پڑھنا کیوں کر چھوڑ سکتا ہوں، جبکہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ان کے پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ٨٢/٦۔ روضة المتقين : ٥٦/٣)

معوذتین کے ذریعہ آپ پناہ مانگتے تھے

١٠١٥. وَعَنْ اَبِي سَعِيدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنَ الْجَآنِّ وَعَيْنِ الْاِنْسَانِ حَتّٰى نَزَلَتِ الْمُعَوِّذَتَانِ فَلَمَّا نَزَلَتَا اَخَذَا بِهِمَا وَتَرَكَ مَاسِوَاهُمَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

(١٠١٥) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنوں اور انسانوں کی نظرِ بد سے پناہ مانگا کرتے تھے یہاں تک کہ معوذتین نازل ہوگئیں جب یہ دونوں سورتیں نازل ہوگئیں تو آپ ﷺ نے ان دونوں کو (تعوذ کے طور پر) اختیار کرلیا اور ان کے علاوہ (تعوذات) کو ترک فرمادیا۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (١٠١٥): الجامع للترمذی، ابواب الطب، باب ما جاء فی الرقية بالمعوذتين.

کلمات حدیث: أخذبهما و ترك ما سواهما : معوذتین کو اختیار کرلیا اور دیگر معوذات کو ترک فرمادیا۔

شرح حدیث: رسولِ کریم ﷺ معوذتین کے نازل ہونے سے پہلے جنوں اور انسانوں کی بدنظری سے تحفظ کے لیے کلمات تعوذ پڑھا کرتے تھے، جب معوذتین نازل ہوگئیں تو آپ ﷺ ان سورتوں کو پڑھنے لگے اور ان کے علاوہ تعوذ کے دیگر کلمات ترک فرمادیے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ عین (نظر لگنا) حق ہے۔

دنیا کا ہر نفع اور نقصان اللہ کے ہاتھ میں ہے اس کی مرضی کے بغیر کسی کو نہ کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے اور نہ نقصان، اس لیے دنیوی اور اخروی آفات سے بچنے کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی اللہ کی پناہ میں آجائے۔ ان دونوں سورتوں میں یہی تعلیم دی گئی اور دنیا کے ہر شر اور ہر آفت سے بچ کر اللہ کی پناہ میں آجانے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔

سورۂ فلق کے آغاز میں صبح کے رب کی پناہ مانگی گئی ہے کہ رات کا اندھیرا اکثر شرور و آفات کا سبب بنتا ہے اور دن کا اجالا ان کا پردہ چاک کردیتا ہے جو صبح کے رب کی پناہ میں آجائے گا وہ شر اور آفت کی تاریکی سے نکل کر اللہ کی پناہ میں آجائے گا اور اس کی پناہ میں آجانے سے شر کی تاریکی چھٹ جائے گی اور امن و عافیت اور سلامتی کا نور اسے اپنی حفاظت میں لے لے گا۔ شر کا لفظ عام ہے اور ہر طرح کے شر کو اور اسباب شر کو شامل ہے۔ سورۂ فلق کا پڑھنے والا تمام شرور، سحر اور حسد سے محفوظ رہے گا۔ اور سورۃ الناس کا پڑھنے والا برے وساوس، افکار اور خیالات سے محفوظ ہوکر اللہ کی پناہ اور اس کی امان میں آجائے گا۔

(روضة المتقين : ٥٧/٣۔ دليل الفالحين : ٤٦٠/٣۔ معارف القرآن۔ تفسيری مظهری)

سورۃ الملک قیامت کے دن شفاعت کرے گی

١٠١٦. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مِنَ الْقُرْاٰنِ سُوْرَةٌ ثَلَاثُوْنَ اٰیَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰی غُفِرَلَه' وَهِیَ : تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْکُ "رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ: وَفِیْ رِوَایَةِ اَبِیْ دَاوٗدَ: " تَشْفَعُ:"

(١٠١٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کریم میں ایک سورۃ ہے جس میں تیس آیات ہیں جو آدمی کی شفاعت کرتی ہیں یہاں تک کہ اس کو معاف کر دیا جاتا ہے اور وہ سورت تبارك الذی ہے۔(ابوداؤد، ترمذی) ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور ابوداؤد کی ایک روایت میں شفعت کی جگہ تشفع ہے یعنی سفارش کرتی ہے۔

تخریج حدیث(۱۰۱۶): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب فی عدد الآی . الجامع للترمذی، ابواب ثواب القرآن، باب ما جاء فی سورة الملك .

کلمات حدیث: شفعت لرجل حتی غفرله : ایک آدمی کی سفارش کی یہاں تک کہ اس کی مغفرت ہوگئی۔آدمی کی سفارش کرتی ہے یہاں تک کہ اس کی معافی کا پروانہ حاصل کر لیتی ہے۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں سورۃ الملک کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ سورۃ الملک ہر مؤمن کے دل میں ہو اور ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سورت اللہ کے عذاب سے روکنے والی اور نجات دینے والی ہے۔اس حدیث میں فرمایا کہ جو شخص سورۃ الملک کی تلاوت پر مداومت کرے اس کے احکام پر عمل کرے اور اس کے مضامین سے عبرت حاصل کرے تو یہ سورت روزِ قیامت اس کی شفاعت کرے گی یہاں تک کہ معافی مل جائے گی۔حدیث مبارک میں شفعت بصیغہ ماضی آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی اطلاع ہوئی کہ کوئی سورۃ الملک پڑھتا تھا اور اس کی شفاعت پر اس کی مغفرت ہوگئی اور آپ ﷺ نے بطور ترغیب اس کو خبر دینے کے طور پر بیان فرمایا۔یا شفعت، تشفع کے معنی میں ہے جیسا کہ ابوداؤد کی ایک روایت میں تشفع ہے یعنی روزِ قیامت سورۃ الملک اپنے پڑھنے والے کے حق میں سفارش کرے گی یہاں تک کہ اسے معاف کر دیا جائے گا۔ (روضة المتقین : ۳/ ۵۸ ـ دلیل الفالحین : ۳/ ٤٦٠)

●●●●●●●●●●●●

سورۃ البقرۃ کی آخری آیات کی فضیلت

١٠١٧. وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ نِ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ قَرَاَ بِالْاٰیَتَیْنِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِیْ لَیْلَةٍ کَفَتَاهُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

"قِیْلَ کَفَتَاهُ الْمَکْرُوْهَ تِلْکَ اللَّیْلَةَ وَقِیْلَ کَفَتَاهُ مِنْ قِیَامِ اللَّیْلِ.

(١٠١٧) حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے رات کو سورۃ بقرہ کی آخری

دو آیتیں پڑھیں وہ اسے کافی ہو جائیں گی۔ (متفق علیہ)

کسی نے کہا کہ کافی ہو جائیں گی کے معنی ہیں کہ اس رات کے شر کو کافی ہو جائیں گی اور کسی نے کہا کہ اس رات کے قیامِ لیل کو کافی ہو جائیں گی۔

تخریج حدیث (۱۰۱۷): صحيح البخاري، كتاب المغازي، و كتاب فضائل القرآن، باب من لم ير بأسا ان يقول سورة الفاتحة وسورة كذا و كذا . صحيح مسلم، كتاب فضائل القرآن، باب فضل سورة البقرة و خواتم سورة البقرة .

کلماتِ حدیث: كفتاه : اسے کافی ہو جائیں گی یعنی یہ دو آیتیں اس کو رات کے کسی شر سے بچانے اور محفوظ رکھنے کے لیے کافی ہوں گی۔

شرحِ حدیث: سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیات کی فضیلت بیان ہوئی ہے یعنی آمن الرسول سے آخر تک کہ جو شخص انہیں پڑھے گا یہ اسے کافی ہو جائیں گی شیطان کے شر اور ہر نوع کے شر سے۔ جیسا کہ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو آیت الکرسی پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا محافظ بن جاتا ہے اور صبح تک شیطان اس کے قریب نہیں آتا۔ (فتح الباري : ۲/۹۵۱۔ روضة المتقين : ۳/۵۹)

سورۂ بقرۃ کی تلاوت سے شیطان بھاگ جاتا ہے

۱۰۱۸۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَاتَجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ مَقَابِرَ اِنَّ الشَّیْطَانَ یَنْفِرُ مِنَ الْبَیْتِ الَّذِیْ تُقْرَأُ فِیْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۰۱۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے گھروں کو مقابر نہ بناؤ! بے شک شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۃ البقرۃ پڑھی جاتی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۱۸): صحيح مسلم، كتاب صلاة، المسافرين، باب استحباب صلاة النافلة في بيته .

کلماتِ حدیث: مقابر : جمع مقبرۃ، قبر۔ مقابر : قبرستان۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ کہ جس طرح مردے کچھ نہیں کرتے اسی طرح تم بھی نماز، قرآن اور تلاوت اور اللہ کے ذکر سے بے تعلق ہو جاؤ۔ جس دل میں اللہ کی یاد نہیں ہے وہ مردہ دل ہے اور جس گھر میں اللہ کا ذکر نہیں ہے وہ قبرستان ہے اور ارشاد فرمایا کہ جس گھر میں سورۃ البقرۃ پڑھی جاتی ہے اس سے شیطان دور بھاگتا ہے اور اس گھر کے لوگوں کو بہکانے اور ورغلانے سے مایوس ہو جاتا ہے کیونکہ سورۃ البقرۃ دلائل و براہین، احکام و قصص اور موعظت و عبر اور شریعت اور معجزات کے بیان پر مشتمل ہے اس میں شیطان کے مکائد کا ذکر ہے اور اس کے حضرت آدم علیہ السلام کے بہکانے کا ذکر ہے۔ مضامین کے تنوع اور کثرت کا یہ حال ہے کہ کہا گیا کہ سورۃ البقرۃ میں ایک ہزار اوامر ایک ہزار ممانعتیں ایک ہزار احکام اور ایک ہزار اخبار مذکور ہیں۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ۶/۶۰۔ روضة المتقين : ۳/۵۹۔ دليل الفالحين : ۳/۴۶۲)

قرآن کریم کی عظیم آیت

۱۰۱۹. وَعَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ : قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "یَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَتَدْرِیْ اَیَّ اٰیَۃٍ مِّنْ کِتَابِ اللّٰہِ مَعَکَ اَعْظَمُ؟ قُلْتُ: اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ، فَضَرَبَ فِیْ صَدْرِیْ وَقَالَ لِیَھْنِکَ الْعِلْمُ اَبَا الْمُنْذِرِ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ .

(۱۰۱۹) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوالمنذر کیا تمہیں معلوم ہے کہ کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم یہ سن کر آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا اے ابومنذر تمہیں یہ علم مبارک ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۱۹): صحیح مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضل سوۃ الکھف و آیۃ الکرسی.

کلماتِ حدیث: لیھنك العلم : تمہیں یہ علم مبارک ہو۔ ھنا یھناء : خوش گوار ہونا، اچھا ہونا۔

شرحِ حدیث: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو دورِ نبوت ہی میں سارا قرآن حفظ تھا۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ چار آدمیوں سے قرآن حاصل کرو، عبداللہ بن مسعود، سالم مولی ابی حذیفۃ، معاذ بن جبل اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم۔ نیز صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں سورۃ لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب سناؤں۔ حضرت ابی بن کعب نے دریافت کیا کہ کیا اللہ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں۔ اس پر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہو گئے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ یہ بات حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی ایک عظیم فضیلت اور تشریف عظیم ہے اور اسی وجہ سے وہ آبدیدہ ہو گئے۔ ابوعبید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابی کو سنانے کا مقصود اس سورۃ کو ان کو سکھانا اور ان کو بخوبی اس کی ادائیگی کی تعلیم دینا تھا اور یہ مقصود تھا کہ اس طرح امت میں قرآن سننے اور سنانے کی سنت قائم ہو جائے اور جماعتِ صحابہ کو علم ہو جائے کہ حضرت ابی کعب رضی اللہ عنہ کو حفظ قرآن اور ادائے کلماتِ قرآن میں ایک گونہ فضیلت حاصل ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت الکرسی کو قرآن کریم کی عظیم ترین آیت اس لیے فرمایا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے اوصاف کا بیان ہے اور ایسے معانی کا بیان ہے کہ جو بالکل ممتاز اور نمایاں ہیں اور تقریباً سولہ مقامات پر ضمائر کا مرجع ذات باری تعالیٰ ہے اور اللہ سبحانہٗ کی تعظیم اور ان کی کبریائی کا بیان ہے۔ (شرح مسلم للنووي : ۶/۸۲۔ روضه المتقين : ۳/۶۰۔ دليل الفالحين : ۳/۴۶۳)

رات کو آیت الکرسی کی تلاوت سے گھر محفوظ ہو جاتا ہے

۱۰۲۰. وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ : وَکَّلَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَکَاۃِ رَمَضَانَ، فَاَتَانِیْ اٰتٍ فَجَعَلَ یَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُہٗ فَقُلْتُ لَاَرْفَعَنَّکَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنِّيْ مُحْتَاجٌ، وَعَلَيَّ عِيَالٌ، وَبِيْ حَاجَةٌ شَدِيْدَةٌ. فَخَلَّيْتُ عَنْهُ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَااَبَا هُرَيْرَةَ، مَافَعَلَ اَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ؟ فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ شَكَا حَاجَةً وَّعِيَالاً فَرَحِمْتُه، فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَه، فَقَالَ : "اَمَا اِنَّه، قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ فَعَرَفْتُ اَنَّه، سَيَعُوْدُ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَصَدْتُه، فَجَآءَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ، فَقُلْتُ : لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : دَعْنِيْ فَاِنِّيْ مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ لَااَعُوْدُ، فَرَحِمْتُه، وَخَلَّيْتُ سَبِيْلَه، فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يَااَبَا هُرَيْرَةَ، مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ؟ قُلْتُ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ شَكَا حَاجَةً وَّعِيَالاً فَرَحِمْتُه، وَخَلَّيْتُ سَبِيْلَه، فَقَالَ : "اِنَّه، قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ" فَرَصَدْتُه، الثَّالِثَةَ فَجَآءَ يَحْثُوْمِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُه، فَقُلْتُ: لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا اٰخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ اِنَّكَ تَزْعَمُ اَنَّكَ لَاتَعُوْدُ ثُمَّ تَعُوْدُ فَقَالَ دَعْنِيْ فَاِنِّيْ اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهَا، قُلْتُ: مَاهُنَّ؟ قَالَ اِذَا اَوَيْتَ اِلٰى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ فَاِنَّه، لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ، وَلَا يَقْرُبُكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ، فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَه، فَاَصْبَحْتُ، فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَافَعَلَ اَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ؟ فَقُلْتُ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ زَعَمَ اَنَّه، يُعَلِّمُنِيْ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِي اللّٰهُ بِهَا فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَه، فَقَالَ : "مَاهِيَ؟ فَقُلْتُ : قَالَ لِيْ اِذَا اَوَيْتَ، اِلٰى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ اَوَّلِهَا حَتّٰى تَخْتِمَ الْاٰيَةَ:" اَللّٰهُ لَااِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ" وَقَالَ لِيْ : لَايَزَالُ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَلَنْ يَقْرَبَكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّه، قَدْصَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلَاثٍ يَااَبَا هُرَيْرَةَ؟ قُلْتُ : لَا ! قَالَ : "ذَاكَ شَيْطَانٌ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۱۰۲۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے رمضان کی زکوٰہ کی حفاظت پر مامور فرمایا۔ ایک شخص آیا اور طعام (غلہ) بھرنے لگا میں نے اس کو پکڑ لیا اور اس سے کہا کہ تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کروں گا اس نے کہا کہ میں ضرورت مند ہوں اور عیال دار ہوں مجھے سخت ضرورت تھی میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ جب صبح کو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ تیرے رات والے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس نے ضرورت مند ہونے اور عیال دار ہونے کا عذر کیا تو میں نے ترس کھا کر اس کو چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے تم سے جھوٹ بولا اور وہ پھر آئے گا۔ میں نے سمجھ لیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے فرما دیا ہے تو وہ ضرور آئے گا، اس لیے میں اس کے انتظار میں رہا وہ پھر آیا اور طعام (غلہ) بھرنے لگا میں نے کہا کہ میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کروں گا اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں ضرورت مند ہوں اور عیال دار ہوں اور میں پھر نہیں آؤں گا، میں نے اس پر ترس کھا کر اس کو چھوڑ دیا۔ صبح کو خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے رات کے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس نے ضرورتمند ہونے اور عیال دار

ہونے کا عذر کیا تو میں نے اسے ترس کھا کر چھوڑ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے تم سے جھوٹ بولا وہ پھر آئے گا میں نے پھر تیسری رات اس کا انتظار کیا وہ پھر آ کر طعام (غلہ) بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کروں گا کہ یہ آخری اور تیسری مرتبہ ہے کہ تو کہتا ہے کہ میں دوبارہ نہیں آؤں گا اور پھر آجاتا ہے۔ اس نے کہا کہ تم مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایسے کلمات سکھاؤں گا جن سے اللہ تعالیٰ تمہیں نفع پہنچائے گا۔ میں نے کہا کہ وہ کیا کلمات ہیں؟ اس نے کہا کہ جب تم رات کو بستر پر آؤ تو آیت الکرسی پڑھا کرو تمہارے اوپر اللہ کی طرف سے ایک محافظ مقرر رہے گا اور صبح تک شیطان تمہارے پاس نہیں آئے گا اس پر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی میں حاضر خدمت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے رات کے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس نے کہا کہ وہ مجھے کچھ کلمات سکھائے گا جن سے اللہ مجھے فائدہ پہنچائے گا تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ وہ کیا کلمات ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ اس نے مجھ سے کہا کہ جب تم رات کو بستر پر آؤ تو آیت الکرسی اول سے آخر تک پڑھو یعنی اللہ لا الہ الا ھو القیوم اور مجھ سے کہا کہ تمہارے اوپر اللہ کی طرف سے محافظ مقرر رہے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ خود تو جھوٹا ہے لیکن تم سے سچ کہا ہے۔ اے ابو ہریرہ! تمہیں معلوم ہے کہ تین دن سے تم کس سے مخاطب ہو؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شیطان ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۰۲۰): صحیح البخاری، کتاب الوکالۃ کاملا، باب اذا وکل رجل فترك الوكيل شيئا فاجازه الموكل فهو جائز.

کلمات حدیث: زکوۃ رمضان سے مراد صدقۃ الفطر ہے۔ یحثو : دونوں ہاتھوں سے لپ بھر کر کھانا لے رہا تھا۔

شرح حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو صدقۃ الفطر میں آئی ہوئی کھجوروں کا محافظ مقرر فرمایا تھا۔ حدیث مبارک میں آیت الکرسی کی فضیلت کا بیان ہے اور اس کا رات کو سونے سے پہلے پڑھنا بہت خیر و برکت کا حامل ہے۔ متعدد احادیث میں آیۃ الکرسی کے فضائل بیان ہوئے ہیں کیونکہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی دس صفات کو یکجا بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سورۃ البقرۃ میں ایک آیت ہے جو سیدۃ آیۃ القرآن ہے، وہ جس گھر میں پڑھی جائے شیطان اس سے نکل جاتا ہے۔

نسائی کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھا کرے تو اسے جنت میں داخل ہونے کے لیے بجز موت کے کوئی مانع نہیں ہے یعنی موت کے بعد وہ فوراً جنت کے آثار اور راحت و آرام کا مشاہدہ کرنے لگے گا۔

(فتح الباري : ۱/ ۱۱٦٥ ۔ روضة المتقين : ۳/ ٦۱ ۔ دليل الفالحين : ۳/ ٤٦٥)

دجال کے فتنے سے حفاظت کا ذریعہ

۱۰۲۱. وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ

حَافَظَ عَشْرَ اٰیَاتٍ "مِنْ اَوَّلِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجَالِ"
وَفِیْ رِوَایَةٍ : "مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۲۱) حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے سورۃ الکہف کی پہلی دس آیات حفظ کرلیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ ہوگیا اور ایک اور روایت میں سورۃ الکہف کی آخری دس آیات کے بارے میں یہی ارشاد ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۲۱): صحیح مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضل سورة الكهف .

کلماتِ حدیث: عصم : محفوظ کردیا گیا، بچالیا گیا۔ عصم عصما (باب ضرب) محفوظ ہونا۔

شرحِ حدیث: دجال قیامت کے قریب ظاہر ہوگا اور اس کا فتنہ قیامت سے پہلے ظاہر ہونے والے فتنوں میں سب سے بڑا سب سے ہمہ گیر اور سب سے زیادہ دین وایمان کی بربادی کا سبب ہوگا اور اسی لیے متعدد احادیث میں اس سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے اور فرماتے تھے:

" اللّٰهم اني اعوذبک من فتنة المسيح الدجال ."

"اے اللہ! میں مسیح دجال کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔"

اس کے فتنہ کے اس قدر شدید ہونے کی ایک وجہ یہ ہوگی کہ اللہ کے حکم سے بعض خارق عادت قوتیں حاصل ہوں گی، وہ کہے گا کہ اے آسمان بارش برسادے تو بارش ہوجائے گی اور زمین کو اگانے کا حکم دے گا تو زمین سے پیداوار ظاہر ہوجائے گی۔

صحیح مسلم میں مروی دو روایات میں فتنہ دجال سے محفوظ رہنے کے لیے سورۃ الکہف کی پہلی دس آیات اور سورۃ الکہف کی آخری دس آیات پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ جو شخص ان آیات کو پڑھنے کا اہتمام کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو دجال کے فتنے سے محفوظ رکھے گا۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٨١/٦۔ روضة المتقين : ٦٣/٣۔ دليل الفالحين : ٤٦٧/٣)

سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات کی فضیلت

۱۰۲۲ . وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ : بَیْنَمَا جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ نَقِیْضًا مِنْ فَوْقِهٖ فَرَفَعَ رَأْسَهٗ فَقَالَ : هٰذَا بَابٌ مِنَ السَّمَآءِ فُتِحَ الْیَوْمَ وَلَمْ یُفْتَحْ قَطُّ اِلَّا الْیَوْمَ فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَکٌ فَقَالَ : هٰذَا مَلَکٌ نَزَلَ اِلَی الْاَرْضِ لَمْ یَنْزِلْ قَطُّ اِلَّا الْیَوْمَ فَسَلَّمَ وَقَالَ اَبْشِرْ بِنُوْرَیْنِ اُوْتِیْتَهُمَا لَمْ یُؤْتَهُمَآ نَبِیٌّ قَبْلَکَ: فَاتِحَةُ الْکِتَابِ وَخَوَاتِیْمُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ، لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِنْهَا اِلَّا اُعْطِیْتَهٗ ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ . "اَلنَّقِیْضُ": اَلصَّوْتُ .

(۱۰۲۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم

ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے اوپر سے ایک آواز سنی۔ حضرت جبرئیل نے اپنا سراوپر اٹھایا اور فرمایا کہ آسمان کا ایک دروازہ کھلا ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا تھا اور اس دروازے سے ایک فرشتہ اترا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں اترا تھا۔ اس فرشتے نے آپ ﷺ کو سلام کیا اور کہا کہ آپ ﷺ کو دو نوروں کی بشارت ہو جو آپ ﷺ کو عطا کیے گئے آپ سے پہلے یہ کسی نبی کو نہیں دیے گئے۔ فاتحۃ الکتاب اور سورۃ البقرۃ کی آخری آیات۔ ان کا جو حرف بھی آپ ﷺ تلاوت کریں گے وہ آپ کو دے دیا جائے گا۔ (مسلم) نقیض کے معنی آواز کے ہیں۔

تخریج حدیث(۱۰۲۲): صحيح مسلم، كتاب فضائل القرآن، باب فضل الفاتحة و خواتيم سورة البقرة .

کلماتِ حدیث: أبشر بنورين أو تيتهما : ان دونوروں کی خوشخبری قبول کیجیے جو آپ کو دیے گئے ہیں۔

شرحِ حدیث: رسولِ کریم ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل امین علیہ السلام پہلے سے موجود تھے کہ آسمانوں میں سے ایک آواز سنائی دی، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آسمان کے ایک دروازے کی آواز ہے جو آج پہلی مرتبہ کھلا ہے اور اس سے جو فرشتہ اتر کر آرہا ہے وہ بھی آج پہلی مرتبہ اتر کر آرہا ہے۔ غرض وہ فرشتہ آیا اور رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا اور کہا کہ آپ ﷺ کو بشارت ہو آپ کو دو نور عطا ہوئے ہیں جو پہلے کبھی کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے تھے سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرۃ کی آخری آیات، آپ ان کا جو حرف پڑھیں گے وہ آپ ﷺ کو عطا کر دیا جائے گا۔

سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرۃ کی آخری آیات نور ہی نور ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کو ایک نمایاں فضیلت اور مرتبہ عطا کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ان آیات کا پڑھنا ان پر غور کرنا اور ان پر عمل کرنا بہت ہی باعثِ برکت اور سعادت ہے کہ جو ان کی مواظبت کے ساتھ تلاوت کرے گا اور ان سے اپنا قلبی اور عملی تعلق رکھے گا اللہ کے فضل و کرم سے وہ ان کے ساتھ ہوگا جن کو یہ دو نور عطا ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ اسے روزِ قیامت کی رسوائی اور شرمندگی سے محفوظ فرما دیں گے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝٨ ﴾

''جس دن کہ اللہ ذلیل نہ کرے گا نبی کو ان لوگوں کو جو یقین لائے ہیں اس کے ساتھ، ان کی روشنی دوڑتی ہے ان کے آگے اور ان کے دائیں، کہتے ہیں کہ اے رب، ہمارے! پوری کر دے ہم کو ہماری روشنی اور معاف کر ہم کو بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔'' (التحریم:۸)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے سورۂ بقرۃ کی آخری آیات عرش کے نیچے خزانوں سے عطا کی گئی ہیں اور مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئیں۔

غرض سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرۃ کی آخری آیات کو اہتمام سے روزانہ تلاوت کرنا چاہیے ان کے معانی و مفاہیم کو سمجھنا چاہیے اور ان سے قلبی روحانی اور عملی تعلق رکھنا چاہیے کہ اللہ کی رحمت بے پایاں سے اُمید ہے کہ ان سے تعلق قائم رکھنے والا اور روزِ قیامت ان کے نور سے مستفید ہوگا۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/ ٨٠ـ روضة المتقين : ٣/ ٦٤ـ نزهة المتقين : ٣/ ٨٨)

الباب (۱۸٤)

بَابُ اسْتِحْبَابِ الْاِجْتِمَاعِ عَلَى الْقِرَاءَةِ

قرآن کریم کی اجتماعی تلاوت کا استحباب

۱۰۲۳. عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ”وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُوْنَهٗ بَيْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ“، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۰۲۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور اس کا باہم درس کرتے ہیں ان پر سکینت نازل ہوتی ہے، رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے پاس موجود فرشتوں میں فرماتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۲۳): صحیح مسلم، کتاب الذکر، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن وعلی الذکر .

کلمات حدیث: یتدارسون : آپس میں درس لیتے ہیں، ایک دوسرے کو سناتے ہیں۔ تدارس (باب تفاعل) درس درساً دراسة (باب نصر) سیکھنا، پڑھنا۔ تدارس : باہم مل کر پڑھنا۔

شرح حدیث: قرآن کریم کلام الٰہی ہے اور کلام الٰہی سے محبت و تعلق علامت ہے اللہ سے محبت و تعلق کی اس لیے اللہ کے گھر یعنی مسجد میں جو اللہ کی زمین میں سب سے بہترین جگہ ہے جمع ہو کر قرآن سیکھنا اور سکھانا تلاوت کرنا اور ایک دوسرے کو سکھانا اس قدر فضیلت کا اور اس قدر خیر کا باعث ہے کہ سکینت نازل ہوتی ہے، رحمت ڈھانپ لیتی ہے فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے پاس موجود فرشتوں کی موجودگی میں ان لوگوں کا ذکر فرماتے ہیں۔

یہ حدیث اس سے پہلے باب قضاء حوائج المسلمین میں گزر چکی ہے۔

(روضة المتقين : ۳/٦٥۔ دليل الفالحين . ۴۷۰/۳)

البَابُ (۱۸۵)

بَابُ فَضْلِ الْوُضُوْءِ

وضوء کی فضیلت

۲۷۴. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ فَٱغْسِلُواْ وُجُوهَكُمْ ﴾

اِلٰی قَوْلِهٖ تَعَالٰی :

﴿ مَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَلَـٰكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُۥ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝٦ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

”اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے کھڑے ہوتو اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو، اپنے سروں کا مسح کرلو اور اپنے پیروں کو ٹخنوں تک دھولو اور اگر تم جنبی ہوتو اچھی طرح پاکی حاصل کرلو اور اگر تم بیمار ہو یا حالتِ سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص استنجے سے آیا، یا تم نے بیویوں سے قربت کی ہو، پھر تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی سے تیمّم کرو یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو پاک مٹی سے، اللہ تعالیٰ تم پر تنگی کا ارادہ نہیں کرتا ہے بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نصیحت کو تم پر پوری کرے تاکہ تم شکر کرو۔“

(المائدۃ:٦)

تفسیری نکات: نماز پڑھنے کے لیے باوضوء ہونا ضروری ہے اور جسم کی اور اس جگہ کی جہاں نماز پڑھی جائے پاکی ضروری ہے، اگر پہلے سے وضو ہو تو دوبارہ وضوء کرنا مستحب ہے۔ وضوء میں پہلے چہرے کو دھونا چاہیے، تمام اعضاءِ وضوء کو ایک ایک مرتبہ دھونا چاہیے اور تین تین مرتبہ دھونا سنت ہے۔

پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولو، وارجلکم کا عطف اگر وجوھکم کی طرف ہے تو معنی یہ ہیں کہ پیروں کو ٹخنوں تک دھوؤں اور اگر اس کا عطف وامسحوا پر ہے تو معنی ہوں گے کہ پاؤں میں موزے ہونے کی صورت میں پاؤں پر ٹخنوں تک مسح کرو چمڑے کے موزے پہننے کی صورت میں ان پر حالت اقامت میں ایک دن ایک رات مسح درست ہے اور حالتِ سفر میں تین دن تین رات مسح کیا جاسکتا ہے۔ ناپاکی کی حالت میں غسل کرنا چاہیے، پانی نہ ہونے کی صورت میں اور حالتِ عذر میں تیمّم درست ہے۔ (معارف القرآن)

قیامت کے دن اعضاء وضوء چمک رہے ہوں گے

۱۰۲۴. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: ”اِنَّ اُمَّتِیْ يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ، فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يُطِيْلَ غُرَّتَه‘

فَلْيَفْعَلْ" مُتَّفقٌ عَلَيهِ .

(۱۰۲۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کے لوگوں کو روزِ قیامت پکارا جائے گا اور وضوء کے آثار سے ان کے چہرے اور اعضاءِ وضوء چمک رہے ہوں گے تو تم سے جو چاہتا ہے کہ اس کی روشنی طویل ہو تو وہ ضرور ایسا کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۰۲۴): صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب فضل الوضوء و الغر المجلون من اثر الوضوء. صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب استحباب الطھارۃ الغرۃ و التحجیل.

کلماتِ حدیث: أمتی : میری امت یعنی امت محمدیہ ﷺ، نبی کے تمام ماننے والے، اس نبی کی امت کہلاتے ہیں، اور اصولوں کی اساس پر جو لوگ تیار ہوں اور وہ سب ان اصولوں کو مانتے ہوں تو وہ ملت کہلاتے ہیں جیسے: ﴿ مِّلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَٰهِيمَ ﴾ (تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت) غرہ : گھوڑے کی پیشانی پر سفید بال، یہاں پر چہروں کی روشنی اور نور مراد ہے، روزِ قیامت مؤمنین کے چہرے نورِ ایمان سے دمک رہے ہوں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ﴾ اور محجلین : تحجیل سے ہے گھوڑے کی ٹانگوں پر پائی جانے والی سفیدی کو کہتے ہیں۔ یہاں وہ نور اور روشنی مراد ہے جو روزِ قیامت مومنین کے ہاتھوں اور پیروں پر وضو کے آثار سے پائی جائے گی۔ حاصل یہ ہے کہ روزِ قیامت مؤمنین کے چہرے اور ہاتھ پاؤں نور سے منور ہوں گے۔

شرحِ حدیث: روزِ قیامت جب امتِ محمدیہ ﷺ کے افراد کو پکارا جائے گا، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں امت سے مراد امت اجابت ہے یعنی تا قیامِ قیامت جو لوگ آپ ﷺ پر ایمان لا کر آپ ﷺ کی امت میں شامل ہوں گے تو ان کے چہرے اور ان کے ہاتھ پاؤں نور سے چمک رہے ہوں گے۔ جس قدر کثرت سے کوئی صاحبِ ایمان وضوء کرے گا اتنا ہی اس کے چہرے کی اور اس کے ہاتھوں اور پیروں کی روشنی اور نور بڑھتا جائے گا۔

(فتح الباري : ۳۱۸/۱۔ ارشاد الساري : ۳۴٤/۱۔ روضة المتقين : ٦٧/۳۔ دليل الفالحين : ٤٧٢/۳)

وضوء کی برکت سے جنت کے زیورات

۱۰۲۵۔ وَعَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ خَلِيلِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : "تَبْلُغُ الْحِلْيَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوَضُوءُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۰۲۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے خلیل ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جہاں تک وضوء کا پانی پہنچتا ہے اس جگہ تک مؤمن کے زیوارت ہوں گے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۲۵): صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب تبلغ الحلية حيث يبلغ الوضوء.

کلماتِ حدیث: خلیلی : خلیل اس دوست کو کہتے ہیں جس کی محبت دل میں اتر جائے اور پیوست ہو جائے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اکثر رسول اللہ ﷺ کا ذکر خلیلی (میرے دوست، میرے حبیب) کہہ کر فرماتے تھے۔

شرحِ حدیث: روزِ قیامت مؤمن کے ہاتھوں اور پیروں میں اس جگہ تک زیوارت ہوں گے جہاں تک وضوء کا پانی پہنچتا ہے، امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حلیه سے مراد تحجیل ہے کہ جہاں تک وضوء کا پانی پہنچے وہاں تک اعضاءِ وضوء منور اور روشن ہوں گے اور یہ امتِ محمد ﷺ کا اختصاص ہے کسی اور امت کے لوگوں کو یہ حاصل نہیں ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے حوض کا فاصلہ اتنا ہے جتنا ایلہ سے عدن، اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں اس حوض سے لوگوں کو اس طرح ہٹا رہا ہوں گا جس طرح آدمی اپنے حوض سے اجنبی اونٹوں کو ہٹاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ ہمیں پہچان لیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں تم میرے پاس اس طرح آؤ گے کہ تمہارے اعضاءِ وضوء وضوء کے آثار سے دمک رہے ہوں گے اور یہ خوبی تمہارے علاوہ کسی اور کو حاصل نہ ہوگی۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۳/ ۱۲۰ ۔ روضه المتقین : ۳/ ۶۷)

وضوء کی برکت سے گناہ معاف ہوتے ہیں

۱۰۲۶ . وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِهِ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۲۶) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے وضوء کیا اور اچھی طرح وضوء کیا اس کے جسم سے اس کے سارے گناہ نکل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۲۶): صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء .

کلماتِ حدیث: حتی تخرج من تحت اظفاره : یہاں تک کہ گناہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں۔ اظفار : ظفر کی جمع، ناخن: یعنی وضوء سے ظاہری طہارت بھی حاصل ہوتی ہے اور باطنی طہارت بھی اس درجہ حاصل ہوتی ہے کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ دھل کر نکل جاتے ہیں۔

شرحِ حدیث: جس نے وضوء کیا اور خوب اچھی طرح وضو کیا یعنی اعضاءِ وضوء کو اچھی طرح اور تین تین مرتبہ حسنِ نیت اور خلوصِ قلب کے ساتھ دھویا تو اعضاءِ وضوء کے دھلنے کے ساتھ اس کے تمام گناہ دھل جائیں گے حتیٰ کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جائیں گے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کا اخلاصِ قلبی اور حسنِ نیت انتہائی درجے کا ہو کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئے اور اس کے صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف فرما دیے جائیں۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۳/ ۱۱٤ ۔ دلیل الفالحین : ۳/ ٤۷۳)

وضوء سے پچھلے تمام صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں

۱۰۲۷. وَعَنْهُ قَالَ : رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مِثْلَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ قَالَ: مَنْ تَوَضَّاءَ هٰكَذَا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَكَانَتْ صَلٰوتُهٗ وَمَشْيُهٗ اِلَى الْمَسْجِدِ نَافِلَةً . رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۲۷) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے اس طرح وضوء فرمایا جس طرح میں نے کیا اور فرمایا کہ جس نے اس طرح وضوء کیا اس کے تمام گزشتہ گناہ معاف کر دیے گئے اور اب اس کا نماز پڑھنا اور چل کر مسجد جانا نفل ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۲۷): صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب فضل الوضوء و الصلاة عقبة.

کلماتِ حدیث: غفرله ما تقدم من ذنبه : اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے گئے، جو گناہ وہ اس وضوء سے پہلے کر چکا ہے وہ معاف کر دیئے گئے۔

شرحِ حدیث: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خود وضوء کر کے دکھایا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح وضوء فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جس نے اس طرح وضو کیا اس کے گزشتہ صغیرہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے یعنی وضوء کے پانی کے ساتھ تمام صغیرہ گناہ دھل جاتے ہیں اور کوئی گناہ باقی نہیں رہتا اور اس کے بعد جب وہ نماز کو جاتا ہے اور نماز پڑھتا ہے تو اس کے اجر و ثواب میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ۳/۹۵۔ روضة المتقين : ۳/۶۹)

وضوء میں جس عضوء کو دھویا جائے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں

۱۰۲۸. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا تَوَضَّاءَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ اَوِ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهٖ كُلُّ خَطِيْئَةٍ كَانَ نَظَرَ اِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَآءِ اَوْمَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَآءِ، فَاِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيْئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَآءِ اَوْمَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَآءِ فَاِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيْئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَآءِ اَوْمَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَآءِ، حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوْبِ .رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۲۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب مسلمان یا بندۂ مومن وضوء کرتا ہے اور اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے وہ تمام گناہ پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتے ہیں، جن کی طرف اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ پھر جب وہ اپنے ہاتھوں کو دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ پانی کے آخری قطرے کے ساتھ اس کے ہاتھوں سے وہ گناہ نکل جاتے ہیں جن کو اس کے ہاتھوں نے پکڑا تھا اور جب وہ اپنے پیر دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے

ساتھ وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں جن کی طرف اس کے پیر چل کر گئے تھے یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔

(مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۲۸): صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب خروج الخطايا مع ماء الوضوء.

کلمات حدیث: نقیا: صاف ستھرا۔ نقی نقاوۃ (باب سمع) صاف ہونا، پاکیزہ ہونا۔ نقی پاک وصاف، جمع انقیاء.

شرح حدیث: مؤمن یا مسلم جب وضوء کرتا ہے تو اس کے صغیرہ گناہ اعضاء کے دھلنے کے ساتھ دھلتے جاتے ہیں اور آخری قطرے کے ٹپکنے کے ساتھ ہر عضو سے گناہ خارج ہوتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ وضوء مکمل ہونے تک بندہ صغیرہ گناہوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے، امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں واضح طور پر پاؤں کے دھلنے اور ان کے دھلنے سے ان گناہوں کے نکل جانے کو بیان کیا جا رہا ہے جن کی طرف آدمی پیروں سے چل کر گیا ہو تو یہ دلیل واضح ہے کہ شیعوں کا پیروں پر مسح کا مسئلہ صحیح نہیں ہے۔ یہاں گناہوں کی معافی سے صغیرہ گناہوں کی معافی مراد ہے اور کبیرہ گناہوں سے توبہ کرنا ضروری ہے اور حقوق العباد کی معافی کے لیے ان حقوق کی ادائیگی یا اصحاب حقوق سے معافی حاصل کرنا ضروری ہے۔ خود رسول کریم ﷺ نے ایک حدیث میں کبائر کو مستثنیٰ فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ پانچ وقت کی نمازیں، جمعہ سے جمعہ اور رمضان سے رمضان تک یہ عبادات درمیانی عرصہ کے لیے کفارہ ہیں جب تک آدمی کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ۳/۱۱۳۔ تحفة الأحوذي : ۱/۳۱)

وضوء کرنے والوں کو رسول اللہ ﷺ پہچان لیں گے

۱۰۲۹. وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَى الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ، وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، وَدِدْتُ اَنَّا قَدْ رَاَيْنَا اِخْوَانَنَا قَالُوْا اَوَلَسْنَا اِخْوَانَكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ "اَنْتُمْ اَصْحَابِيْ وَاِخْوَانُنَا الَّذِيْنَ لَمْ يَاْتُوْا بَعْدُ" قَالُوْا: كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَاْتِ بَعْدُ مِنْ اُمَّتِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ "اَرَاَيْتَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا لَّهٗ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرَيْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ اَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهٗ"؟" قَالُوْا : بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! قَالَ: "فَاِنَّهُمْ يَاْتُوْنَ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنَ الْوُضُوْءِ، وَاَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۲۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ سلام ہو تم پر اے اس گھر میں رہنے والے مؤمنو! ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ صحابہ نے عرض کیا کہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے صحابہ ہو، میرے بھائی وہ لوگ ہیں جو ابھی نہیں آئے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جو لوگ آپ کی امت میں ابھی نہیں آئے انہیں آپ ﷺ کیسے پہچانیں گے؟ فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے اگر کالے سیاہ گھوڑوں میں کسی کے پنچ کلیاں گھوڑے ملے ہوں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو نہیں پہچانے گا؟ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیوں نہیں!

آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ وضوء کی وجہ سے سفید ہاتھ پاؤں کے ساتھ آئیں گے اور میں حوض پر ان کا استقبال کروں گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۲۹): صحیح مسلم، کتاب الطھارة، باب استحباب اطالة الغر و التحجیل.

کلماتِ حدیث: اتی المقبرة : آپ ﷺ قبرستان تشریف لائے۔ مدینہ منورہ کا قبرستان جنت البقیع مراد ہے۔ خیل غر محجلة : گھوڑے جن کی پیشانی اور چاروں ٹانگوں پر سفیدی ہو۔ پنج کلیاں گھوڑے۔ دھم بھم : دھم ادھم کی جمع ہے بمعنی سیاہ بھم بھیم کی جمع ہے خوب سیاہ یعنی کالے سیاہ۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع تشریف لائے اور وہاں مردوں کو سلام کیا اور فرمایا کہ تمنا یہ تھی کہ ہم اپنے بعد آنے والے بھائیوں کو بھی دیکھ لیتے اور کسی نے کہا کہ معنی یہ ہیں کہ دل چاہتا ہے کہ ہم روزِ قیامت آنے والے بھائیوں سے بھی ملاقات کریں اور بھائی سے مراد وہ سچے مؤمن ہیں جو ایمان کامل اور حبِ رسول ﷺ میں اعلیٰ درجہ پر فائز ہوں گے جیسا کہ حدیث میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بھائی وہ ہیں جنہوں نے مجھے دیکھا نہیں ہوگا اور مجھ پر ایمان لائیں گے مجھ سے ملے نہ ہوں گے اور میری رسالت کی تصدیق کریں گے ان میں سے ہر ایک کی تمنا ہوگی کہ اگر اہل مال سب کچھ لٹا کر بھی مجھے دیکھ سکے تو دیکھ لے۔ امام باجی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ تم میرے اصحاب ہو تو آپ کے فرمانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صحابہ کرام بھائی نہیں ہیں بلکہ وہ بھائی بھی ہیں اور اصحاب ہیں، جبکہ آئندہ آنے والے بھائی ہوں گے اصحاب نہ ہوں گے کیونکہ تمام مؤمنین آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جب روزِ قیامت آپ کی ملاقات ان اہل ایمان سے ہوگی جو بعد میں آئیں گے تو آپ ﷺ انہیں کس طرح پہچانیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی آدمی کے ایسے گھوڑے ہوں جن کی پیشانی اور ٹانگیں سفید ہوں اور وہ سیاہ گھوڑوں کے درمیان کھڑے ہوں کیا گھوڑوں کے مالک کو اپنے گھوڑوں کے پہچاننے میں دشواری پیش آسکتی ہے؟ میرے آئندہ آنے والے مؤمن بھائیوں کی پیشانیاں اور اعضاء وضوء کے اثر سے دمک رہے ہوں گے اور میں حوضِ کوثر پر ان کا استقبال کروں گا۔

(شرح صحیح ملسم للنووي : ۱۱۸/۳ ۔ روضه المتقين : ۷۱/۳)

درجات بلند کرنے والے اعمال

۱۰۳۰ ۔ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَايَمْحُوا اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا، وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟" قَالُوْا : بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ : "اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ، وَكَثْرَةُ الْخُطَا اِلَى الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَالصَّلٰوةِ " فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۳۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جس کے ذریعے سے اللہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور درجات بلند فرما دیتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ضرور یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ مشقت

کے وقت پوری طرح وضوء کرنا مسجد کی طرف جاتے ہوئے قدموں کا زیادہ ہونا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ یہی رباط ہے، یہی رباط ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۳۰): صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب اسباغ الوضوء علی المکاره.

کلماتِ حدیث: اسباغ الوضوء علی المکاره : ناگوار اور پر مشقت مواقع پر پورا اور مکمل وضوء کرنا یعنی جب وضوء کرنا طبیعت کے خلاف ہو مثلاً شدید سردی ہو۔ فذلکم الرباط : تمہارا رباط یہ ہے یعنی تمہارا اپنے آپ کو بندگی اور عبادات کے لیے وقف کر دینا یہی ہے۔

شرحِ حدیث: اقوامِ گزشتہ میں لوگ اپنی پوری زندگی عبادت اور بندگی کے لیے وقف کر دیتے تھے اور ترکِ دنیا اختیار کر کے رہبانیت اختیار کرلیا کرتے تھے۔ اب اس امت کے لیے رباط کا طریقہ یعنی اپنے آپ کو جہاد کے لیے وقف کرنا یا عبادت و بندگی کے لیے وقف کر دینا یہ ہے کہ ناگوار حالتوں میں وضوء کی تکمیل، مسجد کے لیے اٹھنے والے بکثرت قدم اور ایک نماز سے دوسری نماز کا انتظار، یہ ایسا عمل ہے کہ جس سے تمام خطائیں معاف ہو جاتی ہیں اور درجات بلند ہو جاتے ہیں۔

یہ حدیث باب کثرة طرق الخیر میں گزر چکی ہے۔ حدیث (۱۳۱) (دلیل الفالحین : ۳/۴۷۷)

●●●●●●●●●●●●●

صفائی نصف ایمان ہے

۱۰۳۱. وَعَنْ اَبِیْ مَالِکِ نِ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "اَلطَّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

وَقَدْ سَبَقَ بِطُوْلِهٖ فِیْ بَابِ الصَّبْرِ، وَفِی الْبَابِ حَدِیْثُ عَمْرِوبْنِ عَبَسَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ السَّابِقُ فِیْ اٰخِرِ بَابِ الرَّجَآءِ وَهُوَ حَدِیْثٌ عَظِیْمٌ مُشْتَمِلٌ عَلٰی جُمَلٍ مِنَ الْخَیْرَاتِ!"

(۱۰۳۱) حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پاکیزگی اور طہارت نصف ایمان ہے۔ (مسلم) یہ حدیث مفصل باب الصبر میں گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث (۱۰۳۱): صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب فضل الوضوء .

اس موضوع سے متعلق عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث باب الرجاء میں گزر چکی ہے جو بڑی اہم حدیث ہے اور عمدہ مضامین پر مشتمل ہے۔

کلماتِ حدیث: الطهور : خوب پاکیزگی اور طہارت۔ الطهور : طاء کے زبر کے ساتھ پانی، یعنی وہ شئے جس سے پاکی حاصل کی جائے۔ شطر : نصف۔

شرحِ حدیث: طہارتِ جسمانی نماز کے لیے ضروری ہے۔ اس طہارت کی اہمیت اور فضیلت کو اجاگر کرنے کے لیے فرمایا کہ

طہارت نصف ایمان ہے۔ یہ حدیث اس سے پہلے باب الصبر میں گزر چکی ہے۔

وضوء کے بعد کلمہ شہادت پڑھنے کی فضیلت

۱۰۳۲. وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَامِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ يَتَوَضَّاءُ فَيَبْلُغُ. اَوْفَيُسْبِغُ الْوُضُوْءَ ثُمَّ قَالَ : اَشْهَدُ اَنْ لَااِلٰهَ اِلَااللّٰهُ وَحْدَه' لَاشَرِيْكَ لَه' وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُه' وَرَسُوْلُه' اِلَّافُتِحَتْ لَه' اَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُ مِنْ اَيِّهَا شَآءَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَزَادَ التِّرْمِذِيُّ : اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ، مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ .

(۱۰۳۲) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جوکوئی وضوء کرتا ہے یا مکمل وضوء کرے پھر کہے:

" اشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله ."

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔"

تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے جس سے چاہے داخل ہو جائے۔ (مسلم) ترمذی نے یہ الفاظ زائد ذکر کیے ہیں کہ یہ کہے کہ:

" اللّٰهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين ."

"اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں میں بنادے اور مجھے خوب پاکیزگی حاصل کرنے والوں میں سے بنادے۔"

تخریج حدیث(۱۰۳۲): صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب الذكر المستحب عقب الوضوء .

کلمات حدیث: يسبغ : وضوء کے واجبات اور مستحبات کو پوری طرح اداء کرنا ہے۔ التوابين : التواب کی جمع خوب توبہ کرنے والے۔ التواب : اللہ تعالیٰ کا نام، بہت توبہ قبول کرنے والا۔ المتطهرين : گناہوں سے خوب پاکی حاصل کرنے والے۔

شرح حدیث: نماز کے لیے وضوء لازم اور ضروری ہے اور وضوء کے لیے ضروری ہے کہ تمام سنن اور آداب کی رعایت ملحوظ رکھ کر مکمل وضوء کیا جائے کہ اعضاءِ وضوء پر خوب اچھی طرح پانی پہنچ جائے اور وضوء کے دوران وہ کلمات کہے جو مسنون اور ماثور ہیں اور کمال یقین اور کمال ایمان کے ساتھ اللہ کے ایک ہونے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہونے کی شہادت دے تو اللہ کی رحمت اور اس کے فضل سے وہ جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے گا۔

(روضة المتقين : ۷۳/۳۔ دليل الفالحين : ۴۷۸/۳)

☆☆☆☆☆

البَابُ (١٨٦)

بَابُ فَضْلِ الْاَذَانِ
اذان کی فضیلت کا بیان

١٠٣٣ . عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَوْیَعْلَمُ النَّاسُ مَافِی النِّدَآءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ یَجِدُوْا اِلَّا اَنْ یَسْتَهِمُوْا عَلَیْهِ لَاسْتَهَمُوْا عَلَیْهِ، وَلَوْیَعْلَمُوْنَ مَافِی التَّهْجِیْرِ لَاسْتَبَقُوْا اِلَیْهِ، وَلَوْ یَعْلَمُوْنَ مَا فِی الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاتَوْهُمَا وَلَوْحَبْوًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.
"اَلْاِسْتِهَامُ": اَلْاِقْتِرَاعُ : "وَالتَّهْجِیْرُ": اَلتَّبْکِیْرُ اِلَی الصَّلٰوةِ .

(۱۰۳۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان اور صف اول میں کتنا ثواب ہے اور انہیں موقع نہ ملے سوائے اس کے کہ وہ قرعہ اندازی کریں تو وہ اس پر قرعہ اندازی کریں اور اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اوّل وقت آنے کا کس قدر ثواب ہے تو وہ دوڑ کر آئیں اور اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ عشاء اور فجر کی نماز میں حاضری کا کس قدر اجر ہے تو وہ ضرور آئیں اگر چہ انہیں گھسٹ کر آنا پڑے۔ (متفق علیہ)

استهام کے معنی قرعہ اندازی کے ہیں اور تهجیر کے معنی نماز کی طرف جلد آنے کے ہیں۔

تخریج حدیث(۱۰۳۳): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الاستهام فی الاذان . صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب تسویة الصفوف .

کلمات حدیث: تهجیر : نماز کو جلدی جانا۔ لاستبقوا الیه : اذان سے پہلے مسجد کی طرف سبقت کریں۔ عتمة : نماز عشاء، عتمہ کے معنی رات کی تاریکی کے ہیں اور مراد عشاء کی نماز ہے۔ حبــواً: کے معنی گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل چلنا، یعنی گھسٹ کر آنا، مطلب یہ ہے کہ اگر انتہائی مشقت کے ساتھ آنا پڑے تب بھی آئے۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں ارشاد ہے کہ اذان دینے اور نماز کی پہلی صف میں نماز پڑھنے کا اس قدر عظیم اجر وثواب ہے کہ اگر لوگوں کو اس کی حقیقت کا ادراک اور پورا شعور حاصل ہو جائے تو لوگ اس کے لیے مسابقت کریں اور ہر ایک اس فضل وکمال کے حصول کا خواستگار ہو جائے اور ظاہر ہے کہ سب اس فضیلت کو حاصل نہ کر سکیں گے تو وہ آپس میں قرعہ اندازی کریں گے اور قرعہ اندازی میں جن کے نام آئیں گے وہ اذان دیں گے اور صف اول میں نماز پڑھیں گے اور اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اوّل وقت میں یا اذان سے پہلے نماز کے لیے مسجد میں پہنچنے کا کس قدر اجر وثواب ہے تو سب مساجد کی طرف دوڑ پڑیں اور اگر لوگوں کو صبح کی نماز اور عشاء کی نماز میں حاضری کی فضیلت اور اس کے اجر کا علم ہو جائے تو وہ گرتے پڑتے مسجد آئیں بلکہ ان کو گھسٹ کر بھی آنا پڑے تو اس حالت میں بھی وہ مسجد میں پہنچ جائیں۔ (فتح الباري : ١/٥٠٧۔ شرح مسلم للنووي : ٤/١٣٢۔ تحفة الأحوذي : ٢/٢٠)

قیامت کے دن موذنین کی گردنیں سب سے اونچی ہوں گی

۱۰۳۴۔ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اَلْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۱۰۳۴) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا کہ اذان دینے والوں کی گردنیں روزِ قیامت سب لوگوں سے لمبی ہوں گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۳۴): صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل الاذان .

کلمات حدیث: اعناق : جمع عنق گردن۔

شرح حدیث: اذان دینے والے روزِ قیامت اپنے اعمال کے اجر وثواب کی توقع میں گردنیں اٹھا کر دیکھ رہے ہوں گے اس بناء پر وہ سب سے نمایاں اور ممتاز ہوں گے اور ان کو یہ مقام اس لیے حاصل ہوگا کہ وہ دنیا میں لوگوں کو صلاح اور فلاح کی طرف بلاتے رہے۔

(دلیل الفالحین : ۴۸۱/۳)

اذان بلند آواز سے کہنی چاہیے

۱۰۳۵۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ صَعْصَعَةَ اَنَّ اَبَاسَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَهٗ: "اِنِّيْ اَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ فَاِذَا كُنْتَ فِيْ غَنَمِكَ. اَوْبَادِيَتِكَ فَاَذَّنْتَ لِلصَّلٰوةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَآءِ فَاِنَّهٗ لَايَسْمَعُ مَدٰى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ، وَلَا اِنْسٌ، وَلَا شَيْءٌ اِلَّا شَهِدَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" قَالَ اَبُوْسَعِيْدٍ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۱۰۳۵) حضرت عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی صعصعہ سے روایت ہے کہ ان سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تمہیں بکریاں اور جنگل پسند ہیں۔ تم جب جنگل میں اپنی بکریوں کے ساتھ ہوا کرو تو بلند آواز کے ساتھ نماز کے لیے اذان دیا کرو کہ موذن کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے اور جن وانس اور جو شئے اس آواز کو سنے گی وہ روزِ قیامت موذن کے حق میں گواہی دے گی۔ ابوسعید نے فرمایا کہ میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۱۰۳۵): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب رفع الصوت بالنداء .

کلمات حدیث: البادیة : جنگل جمع بوادی . مدی صوت المؤذن : جس حد تک موذن کی آواز پہنچتی ہو۔

شرح حدیث: اذان شعائر اسلام میں سے ہے اور اذان کا بہت اجر وثواب ہے۔ موذن اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتا اس کی عظمت کا اعتراف کرتا ہے رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتا ہے اور تمام لوگوں کو صلاح اور فلاح کی طرف بلاتا ہے اس کی آواز جہاں تک پہنچے

گی تمام جن وانس اور تمام موجودات روزِ قیامت اس کے حق میں گواہ بن کر آئیں گے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فرشتے بھی اس کے حق میں گواہی دیں گے۔

علامہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جنگل میں تنہا ہو تو وہ فضیلت اذان کے حصول کی نیت سے اذان دے تو اسے ضرور اذان کی خیر و برکت حاصل ہوگی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اذان میں رفع صوت (آواز بلند کرنا) مستحب ہے۔

(فتح الباري : ١/٥٠٤ـ ارشاد الساري : ٢/٢٥٤ـ روضة المتقين : ٣/٧٦ـ نزهة المتقين : ٢/٩٦)

اذان کی آواز سن کر شیطان بھاگتا ہے

١٠٣٦ . وعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : اِذَا نُوْدِیَ بِالصَّلٰوةِ اَدْبَرَ الشَّیْطَانُ وَلَهٗ ضُرَاطٌ حَتّٰی لَایَسْمَعَ التَّأْذِیْنَ، فَاِذَا قُضِیَ النِّدَآءُ اَقْبَلَ حَتّٰی اِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ اَدْبَرَ حَتّٰی اِذَا قُضِیَ التَّثْوِیْبُ اَقْبَلَ حَتّٰی یَخْطِرَ بَیْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ یَقُوْلُ، اُذْكُرْ كَذَا، وَاذْكُرْ كَذَا لِمَا لَمْ یَذْكُرْ مِنْ قَبْلُ. حَتّٰی یَظَلَّ الرَّجُلُ مَایَدْرِیْ كَمْ صَلّٰی . مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

"التَّثْوِیْبُ": الْاِقَامَةُ .

(١٠٣٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پلٹ کر بھاگتا ہے اور ہوا خارج کرتا ہے تاکہ وہ اذان کو نہ سن سکے۔ جب اذان مکمل ہو جاتی ہے تو واپس آجاتا ہے یہاں تک کہ جب نماز کی اقامت کہی جاتی ہے تو پھر پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے اور جب اقامت پوری ہو جاتی ہے پھر آجاتا ہے یہاں تک کہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان وسوسے ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں بات یاد کر فلاں بات یاد کر یعنی وہ باتیں جو اسے اس سے پہلے یاد نہ تھیں یہاں تک کہ اس آدمی کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے کہ اسے یہ پتہ نہیں رہتا کہ اس نے کتنی نماز پڑھی۔ (متفق علیہ) تثویب کے معنی اقامت اور تکبیر کے ہیں۔

تخریج حدیث(١٠٣٦): صحيح البخاری، كتاب الاذان، باب فصل التأذين. صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب فضل الاذان وهر . الشيطان عند سماعه .

کلماتِ حدیث: ادبر الشيطان : شیطان پریشان ہو کر تیز بھاگتا ہے یہاں تک کہ اس کے بھاگنے کی آواز پیدا ہوتی ہے مسلم کی ایک روایت میں حصاص کا لفظ ہے یعنی خوف کے ساتھ اور پریشانی کے ساتھ تیز دوڑنے سے اس کی آواز پیدا ہوتی ہے جسے ضراط اور حصاص سے تعبیر کیا گیا ہے۔

شرحِ حدیث: شیطان اذان کی آواز سن کر بھاگتا ہے اور بھاگتے ہوئے اس کی ہوا خارج ہوتی ہے قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ظاہری معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیطان کی اذان سے شدتِ نفرت کا بیان مقصود ہو۔ چنانچہ صحیح مسلم کی روایت

میں حصاص کا لفظ وارد ہوا ہے جس کے معنی اس آواز کے ہیں جو تیز دوڑنے سے پیدا ہوتی ہے۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شیطان اذان سے اس قدر نفرت کرتا ہے کہ وہ اس کے نہ سننے کی یہ تدبیر کرتا ہے کہ آوازیں نکالتا ہے تاکہ اس کے کانوں میں اذان کی آواز کی بجائے یہ آوازیں جائیں۔ اس کے اس عمل کی برائی اور قباحت بیان کرنے کے لیے اس آواز کو ضراط سے تعبیر کیا گیا۔ ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مسجد میں اذان ہو جانے کے بعد مسجد سے باہر نہ جانا چاہیے تاکہ ظاہری طور پر بھی شیطان کی مشابہت نہ ہو۔

اذان کے بعد جب اقامت ہوتی ہے تو شیطان پھر بھاگ جاتا ہے اور اقامت کے پورا ہونے کے بعد پھر آ جاتا ہے اور نمازی کے دل میں وسوسے ڈالنا شروع کرتا حتیٰ کہ اسے وہ باتیں بھی یاد دلاتا ہے جو وہ بھول چکا تھا، ان شیطانی وسوسوں کی کثرت سے نمازی کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعت نماز پڑھی ہے۔ (فتح الباري : ۵۰۲/۱ ۔ ارشاد الساري : ۲۵۳/۲ ۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ۷۸/٤)

****

اذان کا جواب دینا مسنون ہے

۱۰۳۷ . وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَآءَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَايَقُوْلُ. ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّهُ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوْا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ فَاِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَاتَنْبَغِيْ اِلَّالِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِاللّٰهِ وَاَرْجُوْا اَنْ اَكُوْنَ اَنَا هُوَ، فَمَنْ سَاَلَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۰۳۷) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم اذان سنو تو وہی کلمات کہو جو مؤذن کہتا ہے پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ پھر اللہ سے میرے لیے وسیلہ کا سوال کرو یہ جنت کا درجہ ہے جو کسی کے لیے مناسب نہیں ہے سوائے اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کے اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہوں جو میرے لیے وسیلہ کا سوال کرے گا اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۳۷): صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب القول مثل قول المؤذن .

کلمات حدیث: الوسیلہ : وسیلہ کسی شے تک پہنچنے کے ذریعہ کو کہتے ہیں، روزِ قیامت الوسیلہ جنت کا بلند ترین مقام ہوگا جو اللہ کے بندوں میں سے کسی ایک بندے کو حاصل ہوگا۔

شرح حدیث: مؤذن جس طرح کلمات کہے سننے والا انہیں اسی طرح دہراتا جائے البتہ حي على الصلاة حي على الفلاح سن کر لا حول ولا قوة الا بالله کہے۔ صحیح مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں صراحتاً مذکور ہے کہ جب مؤذن اللہ اکبر اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر اللہ اکبر کہو اور اسی طرح تمام کلمات اذان دہراؤ، یہاں تک کہ مؤذن حي على الصلاة حي على الفلاح

کہے تو تم لا حول ولا قوة الا بالله کہو اور جب وہ لا اله الا الله کہے تم بھی لا اله الا الله کہو جس نے اس طرح کلمات اذان صدق دل سے کہے جنت میں داخل ہوا، امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی فرض یا نفل نماز پڑھ رہا ہو اس وقت اذان سنے تو نماز سے فارغ ہو کر کلماتِ اذان دہرا لے۔

اذان کے کلمات دہرانے کے بعد درود شریف پڑھنا چاہیے کہ جو ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں اور برکتیں نازل فرماتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ سے رسول اللہ ﷺ کے لیے وسیلہ طلب کرو یعنی وہ دعاء پڑھی جائے جس میں اللہ سے رسول اللہ ﷺ کے لیے وسیلہ کا سوال ہے۔ جو یہ دعاء پڑھے گا اس کے لیے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت حلال ہو جائے گی۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٧٤/٤ - روضة المتقين : ٧٩/٣ - نزهة المتقين : ٩٨/٣)

اذان کے جواب دینے کا طریقہ

١٠٣٧ . وَعَنْ اَبِي سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ : اِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَآءَ فَقُوْلُوْا كَمَا يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(١٠٣٨) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اذان کی آواز سنو تو اسی طرح کہو جس طرح مؤذن کہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (١٠٣٨): صحيح البخاري، كتاب الاذان، باب ما يقول اذا سمع المنادى . صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب القول مثل قول المؤذن .

کلماتِ حدیث: النداء : کے معنی پکار اور اعلان کے ہیں، یہاں اذان مراد ہے۔

شرحِ حدیث: علامہ نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اذان سننے والے کو اسی طرح کلمات اذان کہنا چاہیے جس طرح مؤذن کہے اور اس طرح کلماتِ اذان کہنا مستحب ہے اور اس کا بڑا اجر و ثواب ہے۔ حي على الصلاة اور حي على الفلاح پر لا حول ولا قوة الا بالله کہے۔ اسی طرح اذانِ فجر میں الصلوٰة خير من النوم کے بعد کہے صدقت و بررت وبالحق نطقت (تم نے سچ کہا نیک بات کہی اور حق زبان سے ادا کیا) اذان کا جواب ہر شخص کو دینا چاہیے چاہے باوضوء ہو یا نہ ہو اور چاہے جنبی اور حائض ہو، اور اگر نماز میں اذان سنے تو نماز پوری کر کے کلمات اذان کہہ لے۔

(فتح الباري : ٦٠٥/١ - ارشاد الساري : ٢٥٧/٢ - شرح صحيح مسلم للنووي : ٧٣/٤)

اذان کے بعد کی دعاء

١٠٣٩ . وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ قَالَ

حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَا نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدَانِ الَّذِيْ وَعَدْتَّه، حَلَّتْ لَه، شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(۱۰۳۹) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اذان سن کر یہ کلمات کہے اس کے لیے روز قیامت میری شفاعت حلال ہوگئی۔

اللّٰھم رب ھذه الدعوة التامة والصلاة القائمة آت محمدا الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاما محمودا الذي وعدته . (البخاری)

''اے اللہ! اس دعوت کامل اور اس قائم ہونے والی نماز کے مالک! محمد کو وسیلہ اور فضیلت عطاء فرما اور انہیں اس مقامِ محمود پر سرفراز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔''

تخریج حدیث (۱۰۳۹): صحيح البخاری، کتاب الاذان، باب الدعاء عند النداء .

کلمات حدیث: الدعوة: دعوتِ حق، حق کی جانب بلاوا، یعنی اذان۔ التامة : کامل جس میں قیامت تک ردوبدل نہیں ہوسکتا، یہ دعوت مکمل بھی ہے اور تام بھی ہے اس میں کسی لفظ کے اضافے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ اس میں کوئی لفظ کم کیا جاسکتا ہے۔

شرح حدیث: جو صاحبِ ایمان اذان سنے وہ اذان کے کلمات دہرائے اور پھر دعائے مذکور پڑھے اللہ کی رحمت سے وہ روزِ قیامت رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کا مستحق ہوگا۔ اس دعاء میں ہے کہ اے اللہ! رسول اللہ ﷺ کو وسیلہ عطا فرما۔ وسیلہ جنت کا ایک مقامِ بلند ہے جو اللہ کے بندوں میں سے کسی ایک بندے کو ملے گا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں گا۔ اور اے اللہ! رسول اللہ ﷺ کو مقامِ محمود عطاء فرما یعنی مقامِ حمد عطاء فرما جس کا تو نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا ہے اور کہا ہے کہ:

﴿ عَسَىٰٓ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ۝٧٩ ﴾

''اللہ تعالیٰ آپ کو مقامِ محمود عطا فرمائیں گے۔'' (الاسراء: ۷۹)

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس آیت میں یہی مقامِ محمود مراد ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے عسی کے لفظ کا استعمال تیقن ہی کے معنی میں ہوتا ہے۔ (فتح الباري : ۱/ ٦١٤۔ ارشاد الساري : ۲/ ۲۵۸۔ روضة المتقين : ۳/ ۸۲۔ تحفة الأحوذي : ۱/ ٦٤٧)

اذان کے بعد کی دوسری دعاء

۱۰۴۰ . وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّه، قَالَ : مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ : اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَه، لَاشَرِيْكَ لَه، وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُه، وَرَسُوْلُه، رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا، غُفِرَلَه، ذَنْبُه، . رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۴۰) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے اذان سن کر یہ

کلمات کہے اس کے گناہ معاف کر دیے گئے ۔ (مسلم)

أشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريک له وأن محمد عبده ورسوله رضيت بالله ربا وبمحمد رسولا وبالإسلام دينا .

'' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں میں راضی ہوں کہ اللہ میرا رب ہے محمد اس کے رسول ہیں اور اسلام میرا دین ہے ۔'' (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۴۰): صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب القول مثل قول المؤذن .

کلمات حدیث: ذنب : گناہ جمع ذنوب .

شرح حدیث: اذان سننے والے کے لیے اذان سن کر فارغ ہونے کے بعد ان کلمات کا کہنا مستحب ہے یعنی پہلے کلماتِ اذان مؤذن کے ساتھ دہرائے ، پھر یہ کلمات کہے اور اس کے بعد وہ دعاء پڑھے جو اوپر مذکور ہوئی ۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ۴/۷۶)

اذان واقامت کے درمیان دعاء قبول ہوتی ہے

۱۰۴۱ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :"الدُّعَآءُ لَايُرَدُّ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۱۰۴۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اذان اور اقامت کے درمیان مانگی جانے والی دعاء رَد نہیں ہوتی ۔ (ابوداؤد، ترمذی) ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے ۔

تخریج حدیث (۱۰۴۱): سنن ابی داؤد، كتاب الصلاة، باب ما جاء في الدعاء بين الاذان والاقامة . الجامع للترمذي، ابواب الصلاة، باب ما جاء في أن الدعاء لا يرد بين الاذان والاقامة .

کلمات حدیث: لا یرد : لوٹایا نہیں جاتا ۔ یعنی اذان اور تکبیر کے درمیان دعاء رَد نہیں کی جاتی ۔

شرح حدیث: ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اذان اور اقامت کے درمیان مانگی جانے والی دعاء رَد نہیں ہوتی بلکہ مقبول ہوتی ہے اس لیے کہ اس وقت دعاء مانگنے والے کی نیت میں خلوص ہوتا ہے اور ابواب رحمت مفتوح ہوتے ہیں ۔ ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ! ہم اذان اور اقامت کے درمیان کیا دعاء مانگیں ؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سے دنیا اور آخرت کی عافیت طلب کرو ۔ ابن حبان نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو اوقات ایسے ہیں جن میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں نماز کے وقت اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے صفیں بناتے وقت ۔

غرض اذان کے بعد نماز کی تکبیر کہے جانے تک دعائیں مقبول ہوتی ہیں ، یہ وقت استجابت دعاء اور آسمانوں کے ابوابِ قبولیت کھولے جانے کا وقت ہے ۔ (تحفة الأحوذي : ۱/ ۶۵۰ ۔ روضة المتقين : ۳/ ۸۴)

الباب (۱۸۷)

بَابُ فَضْلِ الصَّلٰوتِ
نمازوں کی فضیلت

نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے

۲۷۵. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

''بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔'' (العنکبوت: ۴۵)

تفسیری نکات: نماز اللہ اور بندے کے درمیان ایک خصوصی تعلق ہے، اسی لیے فرمایا کہ نماز مؤمنین کی معراج ہے یعنی اہل ایمان کو نماز میں وہ ترقی درجات اور وہ فضیلت و مرتبت حاصل ہوتی ہے جو اس کے لیے اللہ کی جانب اور ملاء اعلیٰ کی جانب روحانی ارتقاء کا ذریعہ بن جاتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ سے یہ خصوصی تعلق قائم ہو جاتا ہے تو بندہ مؤمن پھر کسی معصیت یا گناہ یا برائی کی طرف کیسے جا سکتا ہے؟ وہ تو ہر بری بات سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اور ہر معصیت سے دور ہو جاتا ہے۔ اگر نماز کی یہ تأثیر ظاہر نہ ہو تو سمجھنا یہی چاہیے کہ نمازی کی نماز میں کمی ہے۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے جب اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس شخص کی نماز اسے بے حیائی اور برے کاموں سے نہیں روکتی وہ نماز ہی نہیں ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جس کو اس کی نماز برائیوں اور برے کاموں سے نہیں روکتی اس سے اس کے درمیان اور اللہ کے درمیان اور فاصلہ بڑھ جاتا ہے۔

(معارف القرآن۔ تفسیر ابن کثیر)

پانچوں نمازوں سے پاکیزگی حاصل ہونے کی مثال

۱۰۴۲ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ "اَرَاَيْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهْرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ هَلْ يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ؟ قَالَ : فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوٰتِ الْخَمْسِ ، يَمْحُوا اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۰۴۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم میں سے کسی کے گھر کے سامنے نہر ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ نہاتا ہو کیا اس پر کوئی میل باقی رہے گا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) کوئی میل نہیں باقی رہے گا، فرمایا کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ پانچوں نمازوں کے ذریعے تمام گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۰۴۲): صحيح البخاری، كتاب الصلاة، باب الصلوات الخمس كفارة. صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب المشی الی الصلاة لتمحی به الخطايا و ترفع به الدرجات۔

کلمات حدیث: هل يبقى من درنه شي: کیا اس کا میل کچیل باقی رہ جائے گا۔ درن: میل کچیل۔ جمع ادران .

شرح حدیث: علامہ ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص پر بہت میل کچیل ہو اور اس کا جسم بہت گندا ہو اور اس کے گھر کے دروازے کے سامنے ایک نہر بہہ رہی ہو اور وہ اپنے بدن پر اس میل کچیل کو دھونے اور صاف کرنے کے لیے دن میں روزانہ نہانا شروع کر دے تو اس کے جسم پر کوئی میل کچیل باقی نہیں رہے گا جس طرح میل کچیل جسمی ہوتا ہے اسی طرح معنوی میل کچیل اور گندگی ہوتی ہے اور یہ معنوی اور غیر حسی میل کچیل اللہ کی نافرمانیوں، معصیتوں اور گناہوں کا میل ہوتا ہے یہ انسان کے وجود پر محیط ہو جاتا ہے اور اس کے نفس پر چھا جاتا ہے اور اس کے دل کو گھیر لیتا ہے اور دل سیاہ ہو جاتا ہے اس غیر حسی میل کو دور کرنے کا طریقہ پانچ وقت نمازوں کے لیے وضوء ہے، وضو سے تمام غیر محسوس میل دور ہو کر آدمی اسی طرح صاف ستھرا ہو جاتا ہے جس طرح نہر کے بہتے پانی میں روزانہ پانچ مرتبہ نہانے سے ظاہری اور محسوس میل کچیل دور ہو جاتا ہے، نفس پر چڑھے ہوئے میل کے پرت اترتے جاتے ہیں، دل کا زنگ دور ہو جاتا ہے، ناامیدی اور مایوسی کی جگہ امید اور رجاء ابھر آتی ہے، سینے سے بوجھ اتر جاتا ہے، پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں اور غم و آلام جاتے رہتے ہیں، کیونکہ غموم گناہوں سے پیدا ہوتے ہیں، جس قدر گناہ دور ہوتے جائیں گے اسی قدر ہموم و افکار فاسدہ ختم ہوتے جائیں گے اور جب اس وضوء کے بعد نماز پڑھے تو نماز تو نور ہے اس سے دل منور ہو جائے گا، قلب مضطر کو قرار آ جائے گا بے چین طبیعت مطمئن ہو جائے گی اور دنیا کی تاریکیوں اور گناہوں کی ظلمتوں سے گھبرایا ہوا آدمی عافیت پا جائے گا۔

﴿ أَلَا بِذِكْرِ ٱللَّهِ تَطْمَئِنُّ ٱلْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾ ﴾

(روضة المتقين: ۸۵/۳۔ فتح الباري: ۴۷۲/۱۔ شرح صحيح مسلم للنووي: ۱۴۴/۵)

****

گناہوں کو مٹانے میں پانچوں نمازوں کی مثال

۱۰۴۳. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ غَمْرٍ جَارٍ عَلَىٰ بَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"اَلْغَمْرُ": بِفَتْحِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ، اَلْكَثِيْرُ.

(۱۰۴۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پانچوں نمازوں کی مثال اس گہری نہر کی سی ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے بہہ رہی ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔ (مسلم)

غمرۃ کے معنی کثیر پانی کے ہیں۔

تخریج حدیث(۱۰۴۳): صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب المشی الی الصلاۃ تمحی به الخطایا و ترفع به الدرجات.

کلمات حدیث: نهر جار غمر : بہت پانی والی بہتی ہوئی نہر، نہر کا پانی جس قدر زیادہ ہوگا اور جس قدر بہاؤ تیز ہوگا اسی قدر وہ میل کو دور کرنے میں مؤثر ہوگا۔ غمر غمراً (باب نصر) غمرہ الماء کثیر پانی نے اسے ڈھانپ لیا۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں ارشاد ہوا کہ پانچ وقت کی نماز گناہوں کی معافی اور معصیتوں کے میل کچیل کے دور کرنے میں اس قدر مؤثر ہے جس طرح کسی گھر کے سامنے تیز اور گہرے پانی کی نہر بہہ رہی ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ وقت نہاتا ہو تو اس کے جسم پر کوئی ظاہری میل باقی نہیں رہتا۔ یعنی ایمان اخلاص اور رضائے الٰہی کی نیت سے پانچ وقت کی نماز آدمی کو گناہوں کی گندگی کے میل اور نافرمانیوں کی گندگی سے بالکل پاک وصاف کر دیتی ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۵/۱۴۴۔ روضة المتقین : ۳/۸۶۔ دلیل الفالحین : ۳/۴۹۰)

نماز گناہوں کو مٹاتی ہے

۱۰۴۴. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اَصَابَ مِنِ امْرَاَةٍ قُبْلَةً فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفاً مِّنَ اللَّيْلِ ، اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ فَقَالَ الرَّجُلُ : اِلَى هٰذَا؟ قَالَ : "لِجَمِيْعِ اُمَّتِيْ كُلِّهِمْ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۰۴۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو یہ بات بتائی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ طَرَفَيِ ٱلنَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ ٱلَّيۡلِۚ إِنَّ ٱلۡحَسَنَٰتِ يُذۡهِبۡنَ ٱلسَّيِّـَٔاتِۚ ﴾

"نماز قائم کرو، دن کے دونوں کناروں میں اور کچھ حصہ رات کو، بیشک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔"

اس شخص نے عرض کیا کیا یہ حکم میرے لیے خاص ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری ساری امت کے لیے ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۰۴۴): صحیح البخاری کتاب التفسیر، سورۃ ھود. صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب قوله تعالیٰ ان الحسنات یذھبن السیئات.

کلمات حدیث: طرفی النھار وزلفا من اللیل : دن کے دونوں کناروں سے مراد فجر، ظہر اور عصر کی نمازیں ہیں اور زلفا من اللیل سے مغرب اور عشاء۔

شرح حدیث: پانچ وقت نمازوں کی ادائیگی سے آدمی کے تمام صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں گویا وضوء اور نماز کی پابندی سے آدمی روزانہ گناہوں اور معصیتوں سے پاک ہوتا رہتا ہے اور اس کے وجود سے نافرمانیوں کا میل دھلتا رہتا ہے۔

جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک صاحب نے کسی عورت کا بوسہ لے لیا۔ اور آپ ﷺ سے عرض کیا تو یہ آیت نازل ہوئی ﴿ إِنَّ ٱلْحَسَنَٰتِ يُذْهِبْنَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ ﴾ اچھائیوں سے برائیاں دور ہو جاتی ہیں۔ یعنی نمازوں سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اا صاحب نے دریافت کیا کہ یہ حکم صرف میرے لیے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں تمام امت کے لیے ہے۔

(نزهة المتقین : ۲/۱۰۱ ـ روضة المتقین : ۳/۸۶ـ دلیل الفالحین : ۳/۹۰)

نمازوں کے درمیانی اوقات گناہوں کے لیے کفارہ ہیں

۱۰۴۵ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ اِلَی الْجُمُعَةِ، كَفَّارَةٌ لِّمَا بَیْنَهُنَّ مَالَمْ تُغْشَ الْكَبَائِرُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۰۴۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پانچوں نمازیں اور جمعہ سے دوسرے جمعہ تک درمیانی عرصے کے لیے کفارہ ہیں، جب تک کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۴۵): صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب الصلوات الخمس والجمعة الی الجمعة ورمضا؛ الی رمضان .

کلمات حدیث: مالم تغش الکبائر : جب تک کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کیا جائے۔

شرح حدیث: پانچوں نمازیں اور دو جمعہ کے درمیان کا عرصہ آدمی کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے یعنی ہر دو نمازوں کے درمیان اا دو جمعہ کے درمیان کی خطائیں، لغزشیں اور گناہ صغیرہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور ان کو درگزر کر دیا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ ٱلْحَسَنَٰتِ يُذْهِبْنَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ ﴾

جب تک آدمی گناہِ کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے کیونکہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب کے بعد توبہ ضروری ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۳/۱۰۰)

خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھی جانے والی نمازوں کی فضیلت

۱۰۴۶ . وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : "مَامِنِ امْرِئٍ مُسْلِمٍ تَحْضُرُهٗ صَلٰوةٌ مَكْتُوْبَةٌ فَیُحْسِنُ وُضُوْءَ هَا، وَخُشُوْعَهَا، وَرُكُوْعَهَا، اِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوْبِ مَالَمْ تُؤْتِ كَبِیْرَةٌ وَذٰلِکَ الدَّهْرُ كُلَّهٗ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۰۴۶) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان فرض نماز کا وقت آنے پر اچھی طرح وضوء کرے اور اچھی طرح خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھے تو وہ نماز اس

ے گناہوں کے لیے کفارہ بن جائے گی جب تک کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کرلے اور ہمیشہ اسی طرح ہوتا ہے۔ (مسلم)

ریج حدیث (۱۰۴۶): صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب فضل الوضوء والصلاة عليه.

ماتِ حدیث: الدهر : طویل زمانہ، طویل عرصہ۔

رح حدیث: مسلمان آدمی ایمان کے ساتھ حسن نیت کے ساتھ اور رضائے الٰہی کی نیت کے ساتھ وضوء کرتا ہے اور اللہ کی بارگاہ ں عاجزی اور انکساری کا اظہار کرتا ہے کہ اس کا دل بھی خاشع ہوتا ہے اور اس کے جوارح بھی اس کے سامنے عاجزی اختیار کیے ہوتے ں اور اسی طرح خشوع وخضوع کے ساتھ وہ اللہ کے سامنے جھک جاتا اور رکوع میں چلا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام صغیرہ گناہ معاف ما دیتے ہیں، جب تک کہ وہ کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کرلے اور اللہ تعالیٰ کا مسلمان بندے سے یہ معاملہ ہمیشہ کے لیے ہوتا ہے۔ قاضی یاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک اس حدیث میں گناہوں کی معافی سے مراد صغیرہ گناہ ہیں، گناہِ کبیرہ کے لیے بہ کرنا ضروری ہے۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ۹٦/۳۔ روضة المتقين : ۸۷/۳۔ دليل الفالحين : ۴۹۱/۳)

البَابُ (١٨٨)

بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الصُبحِ وَالْعَصرِ
صبح اور عصر کی نمازوں کی فضیلت

١٠٤٧. عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ صَلَّی الْبَرْدَیْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ". مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

البردان : الصبح و العصر.

(١٠٤٧) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو دو ٹھنڈی نمازیں پڑھتا ہے وہ جنت میں جائے گا۔ (متفق علیہ) بردان صبح اور عصر کی نمازیں۔

تخریج حدیث(١٠٤٧): صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاة، باب فضل صلاة الفجر. صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاتي العصر و الصبح و المحافظة علیهما.

کلمات حدیث: البردان : تثنیہ ہے برد کا جس کے معنی ہیں ٹھنڈا اور سرد، مراد ہے دو ٹھنڈی نمازیں یعنی فجر اور عصر۔

شرح حدیث: جو مسلمان فجر اور عصر کی نمازوں کا اہتمام کرتا ہے اور ہر وقت ان میں حاضری کے بارے میں فکرمند رہتا ہے کہ صبح کی نماز کا وقت نیند کا وقت ہے ڈر رہتا ہے کہ کہیں نیند غالب نہ آجائے اور عصر کی نماز کا وقت کاروبار اور عملی جدوجہد کا وقت ہوتا ہے تو ڈر ہوتا ہے کہ مصروفیت کی بناء پر نماز نہ مؤخر ہو جائے۔ جو شخص ان دونوں نمازوں کو اہتمام کے ساتھ ادا کرتا ہے تو یہ اس امر کی علامت ہے کہ وہ تمام نمازوں کا اہتمام کرتا ہے۔ ایسا شخص اللہ کی رحمت سے جنت میں جائے گا، یہ اشارہ ہے کہ اس مسلمان کا خاتمہ اللہ کے فضل سے ایمان و اسلام پر ہوگا۔ (فتح الباري : ٤٨٩/١۔ ارشاد الساري : ٢٢٣/٢۔ شرح صحیح مسلم للنووي : ١١٤/٥)

نمازِ فجر و عصر کی پابندی کرنے والا جہنم سے محفوظ رہے گا

١٠٤٨. وَعَنْ اَبِیْ زُهَیْرٍ عَمَارَةَ بْنِ رُوَیْبَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَنْ یَلِجَ النَّارَ اَحَدٌ صَلَّی قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا" یَعْنِی الْفَجْرَ، وَالْعَصْرَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(١٠٤٨) حضرت ابوزہیر عمارۃ بن رویبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص ہرگز جہنم میں نہ جائے گا جو سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے نماز پڑھتا ہے۔ یعنی فجر اور عصر۔ (مسلم)

تخریج حدیث(١٠٤٨): صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاتی الصبح و العصر و المحافظة علیهما

راوی حدیث: حضرت ابوزہیر عمارۃ بن رویبہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تہذیب میں فرماتے ہیں کہ یہ صحابی رسول ہیں کوفہ میں آکر بس گئے تھے اور ۵۰ھ کے بعد تک حیات رہے ان سے نو احادیث مروی ہیں۔

(دلیل الفالحین : ۳/ ۴۹۲)

کلمات حدیث: لن یلج النار احد : کوئی شخص ہرگز جہنم میں نہیں جائے گا۔ ولج ولوجاً (باب ضرب) داخل ہونا۔

شرح حدیث: جو مسلمان ان دونوں نمازوں یعنی فجر اور عصر کا اہتمام کرے اور ان کی حفاظت کرے وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔ عبداللہ بن فضالہ روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں تعلیم دی اور اس تعلیم میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''پانچوں نمازوں کی حفاظت کرو'' میں نے عرض کیا کہ میں کافی کاموں میں مشغول رہتا ہوں آپ ﷺ مجھے کسی امر جامع کا حکم دیجئے جس پر عمل کرنا میرے لیے کافی ہو جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عصرین کی حفاظت کرو۔ یہ لفظ ہمارے لہجے میں نہ تھا اس لیے میں نے عرض کیا عصرین کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا طلوع شمس سے پہلے کی نماز اور غروب شمس سے پہلے کی نماز۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فجر اور عصر کے زائد اہتمام کا اس لیے فرمایا کہ فجر کی نماز نیند کے غلبہ کے وقت ہے اور عصر کی نماز کاروباری مصروفیات کا وقت ہے۔ اور صبح کے وقت دن کے فرشتے اترتے ہیں اور عصر کے وقت رات کے فرشتے اترتے ہیں اور بندوں کے اعمال کا گوشوارہ لے کر اوپر جاتے ہیں۔ اس لیے ان دونوں وقت کی نمازوں کی حفاظت اور ان کا زائد اہتمام دراصل پانچوں نمازوں کے اہتمام اور ان کی محافظت کی دلیل ہے۔ اور اس لیے ان کی حفاظت کرنے والا جنت میں جائے گا۔ (روضۃ المتقین : ۳/ ۹۰۔ دلیل الفالحین : ۳/ ۴۹۲)

فجر کی نماز پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کی امان میں ہے

۱۰۴۹. وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ فَانْظُرْ يَاابْنَ اٰدَمَ لَايَطْلُبَنَّكَ اللّٰهُ مِنْ ذِمَّتِهٖ بِشَيْءٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۱۰۴۹) حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نماز صبح پڑھتا ہے وہ اللہ کی امان میں رہتا ہے۔ اے ابن آدم! احتیاط کر کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تجھ سے اپنے ذمہ (امان) کے بارے میں سوال کرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۴۹): ذمۃ اللہ : اللہ کی حفاظت اور اس کی امان۔ لا یطلبنك : اللہ تجھ سے مطالبہ نہ کرے؟ اللہ تم سے محاسبہ نہ کرے کہ تم میری حفظ وامان میں تھے تم نے اس کو بھی توڑ ڈالا اور میرے ذمہ کی بھی خلاف ورزی کی۔

شرح حدیث: جس مسلمان نے فجر کی نماز پڑھی وہ اللہ کے حفظ وامان میں داخل ہو گیا اسے چاہیے کہ وہ اللہ کے حفظ وامان ہی میں رہے اور کوئی کام ایسا نہ کرے جس سے وہ اس عہد اور ذمہ سے نکل جائے اور اللہ کے یہاں اس سے باز پرس کی جائے کہ اس نے اللہ کے ذمہ کو کیوں توڑ دیا اور اس کی عطا کردہ حفظ وایمان سے کیوں نکل گیا۔ اسی طرح ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اس شخص کے حفظ وامان میں خلل نہ ڈالے کہ اس کے ساتھ کسی طرح کی کوئی زیادتی کرے اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اسے اللہ کے حفظ وامان کو توڑنے پر اس کے مؤاخذے سے

ڈرنا چاہیے۔ (روضة المتقين : ٣/ ٩٠۔ دليل الفالحين : ٣/ ٤٩٣)

نمازِ فجر وعصر میں فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے

۱۰۵۰۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُوْنَ فِیْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ فَيَسْاَلُهُمُ اللّٰهُ. وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِیْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ : تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ، وَاَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۰۵۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے پاس روز وشب کے فرشتے باری باری آتے رہتے ہیں، اور یہ رات دن کے فرشتے نماز فجر اور نماز عصر میں جمع ہوتے ہیں۔ وہ فرشتے جنہوں نے تمہارے درمیان رات گزاری اوپر چلے جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتے ہیں حالانکہ وہ فرشتوں سے زیادہ جانتے ہیں کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم انہیں اس حال میں چھوڑ کر آئے ہیں کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس گئے تب بھی وہ نماز میں مصروف تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۰۵۰): صحيح البخاری، كتاب المواقيت . صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب فضل صلاتی الصبح و العصر و المحافظة عليهما .

کلمات حدیث: يتعاقبون : باری باری آتے ہیں۔ يعرج : چڑھتے ہیں۔ عرج عروجاً (باب فتح وسمع) چڑھنا۔ معراج : رسول اللہ ﷺ کا آسمانوں پر تشریف لے جانا۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کے وہ فرشتے جو انسانوں کی نگرانی پر مامور ہیں، صبح وشام بدلتے رہتے ہیں۔ دن کے فرشتے صبح کی نماز میں پہنچ جاتے ہیں، اس وقت رات کے فرشتے بھی موجود ہوتے ہیں، اسی طرح رات کے فرشتے عصر میں آتے ہیں اور اس وقت دن کے فرشتے بھی موجود ہوتے ہیں یعنی فجر اور عصر ان دونوں کے دوران رات ودن کے دونوں فرشتے موجود ہوتے ہیں اور جب اوپر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے دریافت فرماتے ہیں کہ میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑ آئے ہو وہ جواب دیں گے جب ہم گئے تھے تو جب بھی وہ نماز میں تھے اور جب ہم واپس آئے اس وقت بھی وہ نماز میں تھے۔ اس بناء پر ان دونوں اوقات کی نمازوں کے اہتمام اور ان کی محافظت کا حکم فرمایا گیا ہے۔ نیز ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ صبح کی نماز کے بعد ارزاق تقسیم ہوتے ہیں اور شام (عصر) کے وقت لوگوں کے اعمال کا حساب لے کر اوپر جاتے ہیں۔

(فتح الباري : ١/ ٤٨٢۔ ارشاد الساري : ٢/ ٢٠٥۔ روضة المتقين : ٣/ ٩١۔ شرح صحيح مسلم : ٥/ ١١٢)

جنت میں دیدارِ الٰہی نصیب ہوگا

۱۰۵۱. وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْبَجَلِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ : كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ . اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَاتَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَاتُضَامُوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَاتُغْلَبُوْا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ فَنَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ، لَيْلَةَ اَرْبَعَ عَشْرَةَ .

(۱۰۵۱) حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے چاند کی چودھویں رات تھی۔ آپ ﷺ نے چاند کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا کہ بے شک تم اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو کہ اس کے دیکھنے میں تمہیں کوئی دقت نہیں ہے اگر تمہیں طاقت ہے تو سورج کے نکلنے سے پہلے کی نماز اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے کی نماز میں مغلوب نہ ہو جاؤ، بلکہ ان نمازوں میں ضرور حاضر ہو۔ (متفق علیہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے چودھویں کے چاند کو دیکھا۔

تخریج حدیث (۱۰۵۱): صحيح البخاری، كتاب المواقيت، باب فضل صلاة الفجر . صحيح مسلم، كتاب التوحيد .

کلماتِ حدیث: ليلة البدر : چودھویں شب، بدر کو بدر اس لیے کہتے ہیں کہ چودھویں شب میں چاند جلد طلوع ہوتا ہے۔ لا تضامون : تمہیں کوئی دقت اور مشقت پیش نہیں آتی۔

شرحِ حدیث: مؤمنین کو اللہ کا دیدار نصیب ہوگا وہ دیدار جو اللہ کی صفات کمال کے لائق ہے۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ تم اپنے رب کو عیاناً دیکھو گے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا روزِ قیامت ہم اپنے رب کو دیکھیں گے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں چودھویں کی شب چاند کو دیکھنے میں کوئی دشواری ہوتی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! فرمایا کہ اسی طرح تم اپنے رب کو بھی دیکھو گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿٢٣﴾ ﴾

"کچھ چہرے تر و تازہ ہوں گے اور اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے۔"

فرمایا کہ نمازِ فجر اور عصر کا اہتمام اور ان کی زائد محافظت کرو۔ خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مقصودِ حدیث یہ ہے کہ ان دونوں نمازوں کی حفاظت اور ان کا زیادہ اہتمام اہل ایمان کو دیدارِ الٰہی کا استحقاق عطا ہونے کا سبب ہے، صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت جریر بن عبداللہ نے اس کے بعد یہ آیت پڑھی:

﴿ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ﴿٣٩﴾ ﴾ (ق:۳۹)

(فتح الباري : ۱/۴۸۱۔ ارشاد الساري : ۲/۲۵۴۔ روضة المتقين : ۳/۹۱۔ دليل الفالحين : ۳/۴۹۵)

نمازِ عصر چھوڑنے کی نحوست

۱۰۵۲. وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ تَرَكَ صَلوٰةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُه" . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ!

(۱۰۵۲) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے نمازِ عصر چھوڑ دی اس کے اعمال برباد ہوگئے ۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۰۵۲): صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاة، باب من ترک صلاة العصر .

کلماتِ حدیث: فقد حبط عمله : اس کا عمل برباد ہوگیا۔ اس کا عمل بے کار گیا۔ حبط حبطاً (باب سمع) ضائع ہونا، بے کار ہو جانا۔

شرحِ حدیث: جس نے نمازِ عصر عمداً ترک کر دی جیسا کہ حضرت ابوالدرداء سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے عمداً نمازِ عصر ترک کی یہاں تک کہ وہ اس سے فوت ہوگئی (وقت نکل گیا) تو اس کا عمل حبط ہوگیا۔ نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے عمداً نماز عصر چھوڑ دی یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا اس کا گویا اہل اور مال سب کچھ برباد ہوگیا۔

ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حبط عمل سے مراد نقص عمل ہے یعنی جس وقت فرشتے عمل اوپر لے کر جاتے ہیں اس وقت اس کا عمل ناقص ہونے کی بناء پر وہ اسے اوپر نہیں لے جاتے۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿ حَـٰفِظُواْ عَلَى ٱلصَّلَوَٰتِ وَٱلصَّلَوٰةِ ٱلْوُسْطَىٰ ﴾

"نمازوں کی محافظت کرو اور نمازِ عصر کی محافظت کرو۔" (البقرة:۲۳۸)

چونکہ نمازِ عصر رفع عمل کا وقت ہے اور جس نے عصر کی نماز نہیں پڑھی اس کا عمل ناقص ہوگیا اور نقصانِ عمل کی بناء پر وہ اس دن کی پیشی میں پیش نہ ہوسکا۔ واللہ اعلم

(فتح الباري : ۱/ ۴۸۱ ـ ارشاد الساري : ۲/ ۲۵۳ ـ روضة المتقين : ۳/ ۹۳ ـ دليل الفالحين : ۳/ ۴۹۶)

البَابُ (۱۸۹)

بَابُ فَضُلِ الْمَشُيِ اِلَى الْمَسَاجِدِ
مساجد کی طرف چل کر جانے کی فضیلت

مسجد میں پابندی سے حاضری دینے والوں کے لیے خوشخبری

۱۰۵۳. عَنُ اَبِیُ هُرَيُرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنُهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنُ غَدَا اِلَی الْمَسَاجِدِ اَوُرَاحَ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهٗ فِی الْجَنَّةِ نُزُلًا كُلَّمَا غَدَا اَوُرَاحَ " مُتَّفَقٌ عَلَيُهِ.

(۱۰۵۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص صبح کو یا شام کو مسجد کی طرف چلا اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے مہمانی تیار کرتے ہیں ہر صبح و شام اس کے جانے کے وقت۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۰۵۳): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب فضل من غدا الی المسجد ومن راح. صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب المشی الی الصلاة لتمحی به الخطایا وترفع به الدرجات

کلمات حدیث: من غدا الی المسجد أوراح : جو صبح کو یا شام کو مسجد گیا۔ غدا : صبح کے وقت کوئی کام کیا۔ راح : شام کے وقت کوئی کام کیا۔ غدوة : صبح کا وقت۔ روحة : شام کا وقت۔

شرح حدیث: مسجد اللہ کا گھر ہے جو اللہ کے گھر جائے گا اس کی مہمان نوازی ہوگی۔ یعنی ہر وقت جب مسجد میں نماز کے لیے جائے اس کے لیے جنت میں مہمان نوازی تیار کر کے رکھی جائے گی کہ جب وہ جنت میں پہنچے گا تو وہ اس مہمان نوازی سے لطف اندوز ہوگا۔

(فتح الباري : ۵۲۹/۱۔ ارشاد الساري : ۳۰۴/۲۔ شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۴۵/۵)

مسجد کی طرف اٹھنے والے ہر قدم پر گناہ معاف ہوتا ہے

۱۰۵۴. وَعَنُهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنُ تَطَهَّرَ فِی بَيُتِهٖ ثُمَّ مَضٰی اِلٰی بَيُتٍ مِّنُ بُيُوُتِ اللّٰهِ لِيَقُضِیَ فَرِيُضَةً مِّنُ فَرَائِضِ اللّٰهِ كَانَتُ خُطُوَاتُهٗ اِحُدَاهَا تَحُطُّ خَطِيُئَةً وَالْاُخُرٰی تَرُفَعُ دَرَجَةً" رَوَاهُ مُسُلِمٌ.

(۱۰۵۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے گھر میں اچھی طرح وضوء کیا پھر وہ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر کی طرف روانہ ہوا تا کہ اللہ کے فرائض میں سے کسی فریضہ کو ادا کرے تو اس کے ہر قدم رکھنے سے ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور دوسرا قدم رکھنے سے ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۵۴): صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب المشی الی الصلاة تمحی به الخطایا وترفع به الدرجات.

کلماتِ حدیث: خطواتہ :خطوات خطوۃ کی جمع ،ایک قدم ،جتنی مرتبہ وہ مسجد کو جانے کے لیے قدم اٹھاتا ہے ایک مرتبہ میں اس کا ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور دوسرا قدم اٹھانے پر اس کا ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔

شرحِ حدیث: جس شخص نے اپنے گھر میں اچھی طرح وضوء کیا اور صرف نماز کے لیے مسجد کی طرف جاتا ہے تا کہ مسجد میں فرض نماز ادا کرے تو اس کے ہر پہلے قدم پر اس کی ایک خطا معاف ہو جاتی ہے اور ہر دوسرے قدم پر اس کا ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر سے مروی حدیث میں ہے کہ اس کے ہر قدم پر دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۴۴/۵ ۔ روضۃ المتقین : ۹۵/۳)

مسجد میں پیدل حاضری کا شوق

۱۰۵۵ ۔ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ :كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ، لَااَعْلَمُ اَحَدًا اَبْعَدَ مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْهُ، وَكَانَتْ لَاتُخْطِئُهٗ صَلٰوةٌ فَقِيْلَ لَهٗ: لَوِاشْتَرَيْتَ حِمَارًا لِتَرْكَبَهٗ فِي الظُّلْمَاءِ وَفِي الرَّمْضَآءِ قَالَ : مَايَسُرُّنِيْ اَنَّ مَنْزِلِيْ اِلىٰ جَنْبِ الْمَسْجِدِ اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ يُّكْتَبَ لِيْ، مَمْشَايَ اِلَى الْمَسْجِدِ وَرَجُوْعِيْ اِذَا رَجَعْتُ اِلىٰ اَهْلِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :"قَدْجَمَعَ اللّٰهُ لَكَ ذٰلِكَ كُلَّهٗ"، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۵۵) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انصاری صحابی تھے میرے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں جو ان سے زیادہ دور سے مسجد آتا ہو، اس کے باوجود کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ نماز میں نہ پہنچے ہوں۔ کسی نے ان سے کہا کہ آپ ایک گدھا خرید لیتے تاریکی اور گرمی کے وقت اس پر سوار ہو جاتے۔ انہوں نے کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ میرا گھر مسجد کے قریب ہو میں تو چاہتا ہوں کہ میرا مسجد میں آنا لکھا جائے اور میرا واپس گھر جانا لکھا جائے ،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے اس کے لیے یہ سب اجر و ثواب جمع فرما دیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۵۵): صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل کثرۃ الخطا الی المساجد.

کلماتِ حدیث: رمضاء : گرمی کی شدت۔ ظلماء : تاریکی، اندھیرا۔

شرحِ حدیث: ایک صحابی رسول ﷺ تھے جن کا گھر مسجد سے بہت دور تھا اور مسند احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق وہ پانچوں نمازوں میں مسجد نبوی میں حاضر ہوا کرتے تھے تا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھیں۔ کسی نے ان سے کہا کہ ایک گدھا خرید لیں تا کہ گرمی میں یعنی ظہر کی نماز کے وقت اور تاریکی میں یعنی فجر اور عشاء کی نمازوں کے لیے اس پر سوار ہو سکیں اور راستے میں سانپ وغیرہ کا بھی ڈر نہ ہو۔ انہوں نے کہا کہ میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ میرا گھر مسجد کے ساتھ ہو جائے بلکہ یہی چاہتا ہوں کہ اسی طرح پیدل نمازوں کے لیے آتا اور واپس جاتا رہوں اور میرے مسجد کی طرف اٹھنے والے قدم اور واپس جانے کے لیے اٹھنے والے قدم لکھے جاتے

رہیں اوران کا اجروثواب مجھے ملتا رہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا یہ سب اجروثواب اللہ کے یہاں جمع ہو گیا۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۴۳/۵ ۔ روضة المتقين : ۹۵/۳ ۔ دليل الفالحين : ۴۹۸/۳)

نمازیوں کے نشانات قدم لکھے جاتے ہیں

۱۰۵۶ . وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ : خَلَتِ الْبِقَاعُ حَوْلَ الْمَسْجِدِ فَاَرَادَ بَنُوْسَلِمَةَ اَنْ يَنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمْ بَلَغَنِيْ اَنَّكُمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ؟ قَالُوْا : نَعَمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ اَرَدْنَا ذٰلِكَ، فَقَالَ "بَنِيْ سَلِمَةَ دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ اٰثَارُكُمْ دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ اٰثَارُكُمْ فَقَالُوْا مَايَسُرُّنَا اَنَّا كُنَّا تَحَوَّلْنَا، رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَرَوَى الْبُخَارِيُّ مَعْنَاهُ مِنْ رِوَايَةِ اَنَسٍ.

(۱۰۵۶) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مسجد کے پاس کچھ زمین خالی ہوئی تو بنوسلمہ نے ارادہ کیا کہ مسجد کے قریب منتقل ہو جائیں۔ رسول اللہ ﷺ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں یارسول اللہ ہمارا یہی ارادہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے بنی سلمہ! اپنے ہی گھروں میں رہو تمہارے آثار قدم لکھے جاتے ہیں، اپنے ہی گھروں میں رہو تمہارے آثار قدم لکھے جاتے ہیں۔ یہ ارشاد سن کر بنوسلمہ نے کہا کہ اب ہمیں یہ پسند نہیں ہے کہ ہم مسجد کے قریب منتقل ہوں۔ (اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے ہم معنی حدیث حضرت انس سے روایت کی ہے)

تخریج حدیث (۱۰۵۶): صحيح البخاری، كتاب الصلاة، باب الاحتساب من الآثار. صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب فضل كثرة الخطا الى المساجد.

کلمات حدیث: البقاع : جمع بقعة . جگہ، قطعہ زمین۔

شرح حدیث: بنوسلمہ مدینہ منورہ کے انصار کا خاندان ہے۔ یہ مدینہ منورہ کے نواحی علاقے میں مسجد نبوی سے دور رہتے تھے۔ مسجد نبوی کے آس پاس کی کچھ زمین خالی ہوئی تو بنوسلمہ نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے گھر فروخت کر کے مسجد نبوی کے قریب آباد ہو جائیں تا کہ رسول اللہ ﷺ کے قریب ہو جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں منتقل ہونے سے منع فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ مسجد کی طرف اٹھنے والے ہر قدم پر نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس بات کو پسند نہیں فرماتے تھے کہ مدینہ منورہ کی نواحی بستیاں خالی ہو جائیں۔ بنوسلمہ نے کہا کہ اب ہمیں یہی پسند ہے کہ ہم اپنے سابق گھروں میں رہیں اور مسجد کو جانے میں اٹھنے والے اپنے قدموں کا اجروثواب حاصل کریں۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ۱۴۳/۵ ۔ فتح الباري : ۵۲۵/۱ ۔ ارشاد الساري : ۲۹۷/۲)

دور سے مسجد آنے والوں کوزیادہ ثواب ملتا ہے

۱۰۵۷۔ وعَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعالیٰ عَنْہُ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ " اِنَّ اَعْظَمَ النَّاسِ اَجْرًا فی الصَّلوٰۃِ اَبْعَدُھُمْ اِلَیْھَا مَمْشًی فَاَبْعَدُھُمْ : وَالَّذِیْ یَنْتَظِرُ الصَّلوٰۃَ حَتّٰی یُصَلِّیَھا مع الْاِمَامِ اَعْظَمُ اَجْرًا مِّنَ الَّذِیْ یُصَلِّیْھَا ثُمَّ یَنَامُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

(۱۰۵۷) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز کا ثواب سب سے زیادہ اس شخص کو ملے گا جو سب سے زیادہ فاصلہ سے چل کر آئے گا اور جو شخص نماز کا انتظار کرتا ہے یہاں تک کہ وہ امام کے ساتھ نماز اداء کرلے اس شخص سے کہیں زیادہ ہے جو اکیلا نماز پڑھ کر سو جائے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۰۵۷): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب فضل صلاۃ الفجر فی جماعۃ . صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل کثرۃ الخطا الی المساجد .

کلماتِ حدیث: أبعدهم إليها ممشى . جو سب سے زیادہ دور سے چل کر آتا ہے۔

شرحِ حدیث: جو مسلمان نماز باجماعت کے لیے مسجد چل کر آئے اس کے ہر قدم پر نیکیاں لکھی جائیں گی اور جو شخص زیادہ دور سے چل کر آئے اس کی زیادہ نیکیاں لکھی جائیں گی اور وہ زیادہ اجر وثواب کا مستحق ہوگا اور جو شخص مسجد میں آکر نمازِ عشاء کا انتظار کرتا ہے اور نماز کو امام کے ساتھ باجماعت ادا کرتا ہے اس کا اجر وثواب اس شخص سے بہت زیادہ ہے جو تنہا نماز پڑھ کر سو جائے۔

(فتح الباري : ۵۲٤/۱ ـ ارشاد الساري : ۲۹٤/۲ ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ۱٤۲/٥)

●●●●●●●●●●●●●

اندھیروں میں مسجد آنے والوں کوقیامت کے دن نور ملے گا

۱۰۵۸۔ وعَنْ بُرَیْدَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ :" بَشِّرُوْا الْمَشَّائِیْنَ فِی الظُّلَمِ اِلَی الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ " رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ .

(۱۰۵۸) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تاریکی میں مسجد کی طرف چل کر آنے والوں کو بشارت دیدو کہ روزِ قیامت ان کو نورتام حاصل ہوگا۔ (ابوداؤد و ترمذی)

تخریج حدیث (۱۰۵۸): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی المشی الی الصلاۃ في الظلم . الجامع للترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ما جاء فی فضل العشاء و الفجر فی جماعۃ .

کلماتِ حدیث: المشائین : پیدل چل کر آنے والے۔ مشی مشیا (باب ضرب) پیدل چلنا۔

شرحِ حدیث: روزِ قیامت انسانوں کو تاریکیاں اور اندھیرے ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہوں گے اور کسی کو راستہ جھائی نہ دے گا

اس عالم میں جس کو روشنی حاصل ہوگی وہ اس کے اعمال کی روشنی ہے۔ ان اعمالِ صالحہ میں سے ایک جن سے روزِ قیامت مؤمن کی راہیں روشن اور منور ہو جائیں گی تاریکی میں مسجد کی طرف پیدل چل کر جانا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کو قیامت کی تاریکیوں میں مکمل روشنیوں کی خوش خبری سنا دو جو دنیا میں رات کی تاریکی میں مسجد کی طرف پیدل چل کر آتے ہیں، یعنی فجر اور عشاء کی نمازیں مسجد میں ادا کرتے ہیں۔

روزِ قیامت مکمل اور پوری روشنی اسے حاصل ہوگی جس کا ایمان مکمل اور اسلام تام ہوگا جو یقین کی دولت سے سرفراز ہوگا اور جو اعمالِ صالحہ کا خوگر ہوگا اور جس کا ایمان جس قدر کمزور ہوگا اور جس کا اعمالِ صالحہ کا زادِ راہ جس قدر خفیف ہوگا اس کا نور اسی قدر کم اور ہلکا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ يَوْمَ تَرَى ٱلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمُؤْمِنَـٰتِ يَسْعَىٰ نُورُهُم بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَـٰنِهِم بُشْرَىٰكُمُ ٱلْيَوْمَ جَنَّـٰتٌ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَـٰرُ خَـٰلِدِينَ فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ هُوَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ﴿١٢﴾ ﴾

''جس دن تم دیکھو گے ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو کہ دوڑتی ہوئی چلتی ہوگی ان کی روشنی ان کے آگے اور ان کے داہنے۔ خوش خبری ہے آج تم کو جنت کی جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ اس میں رہو، یہی ہے عظیم کامیابی۔'' (الحدید: ۱۲)

حدیث میں رات کی تاریکی میں فجر اور عشاء کی باجماعت مسجدوں میں ادائیگی کے لیے چل کر جانے والوں کو نورِ تام کی خوش خبری دی گئی ہے۔ (تحفة الأحوذي : ۲/۱۸۔ روضة المتقين : ۳/۹۸۔ دليل الفالحين : ۳/۵۰۰)

****

۱۰۵۹. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلیٰ مَا يَمْحُوا اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا، وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟ قَالُوْا بَلیٰ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: "اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلیٰ الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَا اِلَى الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ، فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۵۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتلاؤں جس سے اللہ تعالیٰ تمہاری خطائیں مٹا دیں اور درجات بلند فرما دیں؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور فرمائیے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دشواریوں کے باوجود پوری طرح وضوء کرنا، مساجد کی طرف جانے میں زیادہ قدموں کا اٹھنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ یہی رباط ہے یہی رباط ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۵۹): صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب فضل الاسباغ الوضوء على المكاره.

کلمات حدیث: اسباغ الوضوء : وضو کو اچھی طرح اور پوری طرح کرنا، کہ تمام اعضاءِ وضوء کا احاطہ ہو جائے اور وہ بخوبی دھل جائیں۔ مکارہ : مشقتیں، دشواریاں۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک میں ارشاد فرمایا کہ تین اعمالِ صالحہ ایسے ہیں جن سے خطائیں معاف ہوجاتی ہیں اور درجات بلند فرمادیئے جاتے ہیں۔ پہلا عمل ہے حسن نیت اور اخلاص کے ساتھ مسنون طریقے پر وضو کرنا اور وضو کے پانی کو اعضاءِ وضوء پر اچھی طرح پہنچانا اور اس بات کی احتیاط ملحوظ رکھنا کہ کوئی حصہ خشک نہ رہ جائے چنانچہ ایک حدیثِ مبارک میں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ارشاد فرمایا ہے کہ

" ويل للأعقاب من النار ."

''پاؤں کی ایڑیوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔''

کیونکہ پاؤں کی ایڑیاں اکثر خشک ہوتی ہیں تو امکان ہوتا ہے کہ پانی اچھی طرح نہ پہنچ پائے اس لیے تنبیہ فرمائی کہ ایڑیوں کا بطورِ خاص خیال رکھو کہ کہیں خشک نہ رہ جائیں۔

دوسرا عمل ہے مسجد کی جانب کثرت سے اٹھنے والے قدم، کہ ہر قدم پر دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

تیسرا عمل ہے، ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار۔ فرمایا کہ یہ رباط حقیقی ہے یہ نفس کے ساتھ جہاد ہے اور نفس کے ساتھ جہاد جہادِ اکبر ہے۔

رباط کے معنی ہیں جہاد میں سرحد پر مورچہ بند ہونا اور سرحدوں کی دشمنوں سے حفاظت کرنا اور اپنے آپ کو جہاد کے لیے تیار رکھنا ایک حدیث میں اسے جہادِ اصغر اور نفس کے ساتھ جہاد کو جہادِ اکبر کہا گیا ہے کہ نفس کے ساتھ جہاد دائمی اور مستقل ہے یعنی اپنے آپ کو شیطانی وساوس سے محفوظ رکھنا اور نفسانی خواہشات سے بچانا اور ہر وقت اپنے آپ کو اعمالِ صالحہ کے لیے آمادہ اور تیار رکھنا۔ حدیث میں مذکوران تین اعمال کو رباطِ حقیقی کہا گیا ہے۔

یہ حدیث (۱۳۵) اس سے پہلے بھی گزر چکی ہے۔

(روضة المتقين : ۳/۹۷۔ نزهة المتقين : ۲/۱۰۸۔ دليل الفالحين : ۳/۵۰۰)

جو مسجد میں کثرت کے ساتھ آتا ہے اس کے ایمان کی گواہی دو

۱۰۶۰ . وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " قَالَ اِذَا رَاَيْتُمُ الرَّجُلَ يَعْتَادُ الْمَسَاجِدَ فَاشْهَدُوْا لَه بِالْاِيْمَانِ" قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ "اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَاللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ" الاٰيَةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

(۱۰۶۰) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو مسجد کی طرف سے کثرت سے آتا دیکھو تو اس کے صاحبِ ایمان ہونے کی گواہی دو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

﴿ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَٰجِدَ ٱللَّهِ مَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ ﴾

"اللہ کی مساجد کو وہ آباد رکھتے ہیں جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔"

ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث (۱۰۶۰): الجامع للترمذی، باب التفسیر، باب من سورۃ التوبۃ .

کلماتِ حدیث: يعتاد المساجد : مساجد کثرت سے آتا ہے۔ مسجد میں حاضری کا اہتمام کرتا ہے۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک میں ارشاد ہے کہ جو شخص مسجد میں کثرت سے آتا ہو، اور مسجد میں زیادہ وقت گزارتا ہو، مسجد سے اس کا تعلق زیادہ ہو۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ سات افراد ہیں جن کو اللہ اپنے سایۂ رحمت میں لے گا جب کوئی اور سایہ نہ ہوگا سوائے اس کے سائے کے۔ ان سات میں ایک فرد وہ ہے جس کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ: " قلبه معلق بالمساجد ." اس کا دل مسجدوں میں اٹکا ہوا ہو علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں يعتاد المساجد کی جگہ يتعاهد المساجد آیا ہے جس کا مفہوم زیادہ عام ہے اور جس میں مسجد سے ہر نوع کا تعلق داخل ہے یعنی مسجد بنانا، مسجد کی مرمت و اصلاح اور مسجد کا انتظام و انصرام اور مسجد میں اعتکاف و عبادت اور کثرت سے مسجد کی طرف آنا وغیرہ۔ ان میں سے ہر کام عبادت ہے اور ہر کام اس حدیث کے مفہوم میں داخل ہے۔ (دليل الفالحين : ۳/۵۰۱ - تحفة الأحوذي : ۷/۴۰۲)

البَابُ (۱۹۰)

بَابُ فَضْلِ اِنْتِظَارِ الصَّلوٰةِ
انتظارِ صلاۃ کی فضیلت

انتظار کرنے والے کونماز کا ثواب ملتا رہتا ہے

۱۰۶۱. عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَا یَزَالُ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلوٰةٍ مَادَامَتِ الصَّلوٰةُ تَحْبِسُه' لَایَمْنَعُه' اَنْ یَنْقَلِبَ اِلیٰ اَهْلِهٖ اِلَّا الصَّلوٰةُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۰۶۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی نماز ہی میں رہتا ہے جب تک نماز اس کو روکے رکھے اور کوئی شئے اس کو اپنے گھر جانے میں مانع نہ ہو سوائے نماز کے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۰۶۱): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ . صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاۃ الجماعۃ و انتظار الصلاۃ.

کلماتِ حدیث: ما دامت الصلاۃ تحبسہ : جب تک نماز روکے رکھے۔ حبس حبسا (باب ضرب) روکنا۔

شرحِ حدیث: جو شخص مسجد میں بیٹھا ہوا نماز کا انتظار کرتا ہے وہ مستقل نماز ہی میں ہے یعنی اس کو نماز ہی کا اجر وثواب ملتا رہے گا جب تک نماز نے اسے روکا ہوا ہو اور اسے گھر جانے میں کوئی اور امر مانع نہ ہو۔ سوائے اس کے کہ وہ نماز کے انتظار میں ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ بعض صحابہ کرام نماز پڑھ کر دوسری نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ اے معشر المسلمین تمہیں بشارت ہو تمہارے رب نے آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا اور فرشتوں کے سامنے تمہاری ثنا فرمائی اور فرمایا کہ دیکھو یہ میرے بندے ہیں ایک فرض ادا کر کے دوسرے فرض کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ غرض جو شخص ایک نماز پڑھ کر دوسری نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھا رہے اسے اس طرح اجر وثواب ملتا رہے گا جیسے وہ یہ سارا وقت نماز میں رہا ہو۔

(فتح الباري : ۵۲۶/۱ ـ ارشاد الساري : ۳۰۰/۲ ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ۱٤۱/۵)

نماز کے انتظار کرنے والوں کے حق میں فرشتے دعا کرتے ہیں

۱۰۶۲. وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَلْمَلَائِکَةُ تُصَلِّیْ عَلیٰ اَحَدِکُمْ مَادَامَ فِیْ مُصَلَّاهُ الَّذِیْ صَلّٰی فِیْهِ مَالَمْ یُحْدِثْ، تَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

(۱۰۶۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے اس آدمی کے حق میں دعاء کرتے رہتے ہیں جو نماز پڑھ کر اسی جگہ بیٹھا رہے جہاں اس نے نماز پڑھی جب تک وہ بے وضوء نہ ہو۔ فرشتے کہتے ہیں کہ اے اللہ اس کی

مغفرت فرمادے اے اللہ! اس پر رحم فرما۔ (بخاری)

ریج حدیث(۱۰۶۲): صحيح البخاري، كتاب الاذان، باب من جلس في المسجد ينتظر الصلاة .

ماتِ حدیث: مالم يحدث : جب تک حدث نہ کرے، یعنی جب تک بے وضوء نہ ہو جائے۔ یا ہاتھ یا زبان سے کسی کو تکلیف نہ چائے۔

رحِ حدیث: مسلمان جب ایک نماز پڑھ کر دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے اور اللہ کی تسبیح اور تحمید میں اور ذکر الٰہی میں نغول رہے تو فرشتے مستقل اس کے حق میں دعا کرتے رہتے ہیں اور کہتے رہتے ہیں اے اللہ اس کو معاف فرمادے اے اللہ اس پر رحم ما۔ (فتح الباري : ١/٥٢٦۔ ارشاد الساري : ٢/٣٠٠)

جماعت کے انتظار میں بیٹھنے کی فضیلت

۱۰۶۳ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَّرَ لَيْلَةً صَلوٰةَ الْعِشَاءِ اِلىٰ شَطْرِ اللَّيْلِ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ بَعْدَ مَاصَلّٰى فَقَالَ : "صَلَّى النَّاسُ وَرَقَدُوْا وَلَمْ تَزَالُوْا فِيْ صَلوٰةٍ مُنْذُ انْتَظَرْتُمُوْهَا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(١٠٦٣) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز نصف شب تک مؤخر فرمادی نماز سے فارغ ہو کر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ لوگ نماز پڑھ کر سو گئے اور تم جس وقت سے نماز کا انتظار کر رہے ہو نماز ہی میں ہو۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۱۰۶۳): صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب وقت العشاء الى نصف الليل .

کلماتِ حدیث: شطر الليل : آدھی رات۔ ثم أقبل علينا بوجهه : پھر اپنے چہرہ ہماری طرف فرمایا اور ہماری طرف متوجہ ہوئے۔

شرحِ حدیث: ایک شب رسول اللہ ﷺ نے نمازِ عشاء میں نصف شب تک تاخیر فرمائی۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں نصف لیل کی وضاحت موجود ہے اور نماز سے فارغ ہو کر صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم جس وقت سے نماز کا انتظار کر رہے ہو اس وقت سے لے کر نماز سے فارغ ہونے تک تم نماز ہی میں تھے اور نماز کا اجر و ثواب مستقل تمہارے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا رہا۔

(فتح الباري : ١/٥٢٢۔ ارشاد الساري : ٢/٢٩١۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ٥/١٤١)

الباب (۱۹۱)

بَابُ فَضْلِ صَلوٰةِ الْجَمَاعَةِ
نماز باجماعت کی فضیلت

۱۰۶۴. عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "صَلوٰةُ الْجَمَاعَةِ اَفْضَلُ مِنْ صَلوٰةِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِیْنَ دَرَجَةً" "مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ".

(۱۰۶۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جماعت سے پڑھی جانے والی نماز تنہا نماز سے ستائیس درجہ افضل ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۰۶۴): صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب فضل صلاة الجماعة. صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاة الجماعة.

کلمات حدیث: الفذ: تنہا، اکیلا۔ صلاة الفذ: تنہا نماز، اکیلے بغیر جماعت کے نماز۔

شرح حدیث: باجماعت نماز کی فضیلت اور اس کا اجر وثواب تنہا (منفرد) کی نماز سے ستائیں گنا زیادہ ہے۔ مقصود حدیث یہ ہے کہ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ باجماعت نماز کا اہتمام کرلے اور فرائض کو منفرداً اور تنہا ادا نہ کرے۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ جماعت کی نماز فرد کی نماز سے ۲۵ درجہ زیادہ ہے، ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بذریعۂ وحی پہلے ۲۵ درجات زائد ہونے کی اطلاع دی گئی ہو اور بعدازاں امت مسلمہ پر فضل فرماتے ہوئے ستائیس درجہ فرمادیا گیا۔

(فتح الباري: ۱/۵۲۲۔ ارشاد الساري: ۲/۲۸۹)

جماعت کی نماز کا ثواب ۲۵ گنا زیادہ ہوتا ہے

۱۰۶۵. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "صَلوٰةُ الرَّجُلِ فِیْ جَمَاعَةٍ تُضَعَّفُ عَلیٰ صَلوٰتِهٖ فِیْ بَیْتِهٖ وَفِیْ سُوْقِهٖ خَمْسًا وَّعِشْرِیْنَ ضِعْفًا، وَذٰلِکَ اَنَّهٗ اِذَا تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَی الْمَسْجِدِ لَایُخْرِجُهٗ اِلَّا الصَّلوٰةُ لَمْ یَخْطُ خَطْوَةً اِلَّا رُفِعَتْ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ وَحُطَّتْ عَنْهُ بِهَا خَطِیْئَةٌ، فَاِذَا صَلّٰی لَمْ تَزَلِ الْمَلَآئِکَةُ تُصَلِّیْ عَلَیْهِ مَادَامَ فِیْ مُصَلَّاهُ مَالَمْ یُحْدِثْ تَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْهِ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَایَزَالُ فِیْ صَلوٰةٍ مَاانْتَظَرَ الصَّلوٰةَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ.

(۱۰۶۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کی وہ نماز جو اس نے جماعت میں

پڑھی ہو اس نماز سے جو اس نے اپنے گھر میں یا بازار میں پڑھی ہو پچیس گنا زیادہ ہے۔ اور یہ اس وجہ سے کہ اس نے اچھی طرح وضو کیا پھر مسجد کی طرف روانہ ہوا اور سوائے نماز کے مسجد کی طرف جانے کی اور کوئی غرض نہ ہو اس حال میں وہ جو قدم اٹھائے گا اس کا ایک درجہ بلند ہوگا اور ایک خطا معاف کردی جائے گی اور نماز پڑھنے کے بعد وہ جب تک اپنی نماز پڑھنے کی جگہ بیٹھا رہے گا تو جب تک حدث لاحق نہ ہو فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہیں گے اور کہتے رہیں گے اے اللہ! اس پر رحم فرما اے اللہ! اس پر مہربان ہو جا اور جب تک وہ دوسری نماز کے انتظار میں رہتا ہے وہ نماز ہی میں رہتا ہے۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

تخریج حدیث (۱۰۶۵): صحيح البخاري، كتاب الاذان، باب فضل الفجر في جماعة . صحيح مسلم، كتاب مساجد، باب فضل صلاة الجماعة .

کلمات حدیث: تضعف : دوگنا کردی جاتی ہے۔ ضعف تضعيفا (باب تفعيل) دگنا کرنا۔

شرح حدیث: باجماعت نماز تنہا نماز سے پچیس درجہ زیادہ ہے اور یہ اس لیے کہ آدمی اچھی طرح سنن کے مطابق وضوء کر کے صرف دائے نماز کے لیے گھر سے نکلتا ہے اس کے ہر ہر قدم پر دس نیکیاں ملتی ہیں پھر ملائکہ اس کے لیے دعاء اور استغفار کرتے ہیں اور پھر جب تک وہ نماز کی جگہ بیٹھا تسبیح واستغفار کرتا ہے اور دوسری نماز کے انتظار میں رہتا ہے تو اسے اس تمام وقت میں نماز ہی کا اجر و ثواب ملتا ہے۔

غرض حدیث مبارک باجماعت مسجد میں نماز کی ادائیگی کی فضیلت کے بیان پر مشتمل ہے۔ اور ان سب امور کی بناء پر جو حدیث میں بیان ہوئے ہیں مسلمان کو چاہیے کہ وہ مسجد میں باجماعت نماز کا اہتمام کرے اور اس کی پابندی کرے۔ باجماعت نماز احناف کے نزدیک واجب ہے۔ فتح القدیر میں ہے کہ اکثر احناف کے نزدیک باجماعت نماز واجب ہے۔

(فتح الباري : ۱/۳۳۹۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ۵/۱۲۸۔ فتح القدير شرح الهداية)

نابینا کو بھی جماعت کے ساتھ نماز کی تاکید

۱۰۶۶ . وَعَنْهُ قَالَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ اَعْمٰى فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! لَيْسَ لِيْ قَائِدٌ يَقُوْدُنِيْ اِلَى الْمَسْجِدِ، فَسَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُرَخِّصَ لَهٗ فَيُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِهٖ، فَرَخَّصَ لَهٗ فَلَمَّا وَلّٰى دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ: "هَلْ تَسْمَعُ النِّدَآءَ بِالصَّلٰوةِ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ : "فَاَجِبْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۶۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جو مجھے مسجد تک لے جائے اور رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ انہیں گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے، آپ ﷺ نے اولاً انہیں اجازت دیدی۔ جب وہ واپس جانے لگے تو انہیں بلایا اور پوچھا کہ کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو اس نے کہا کہ ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اذان کا جواب دو۔ (یعنی مسجد میں نماز ادا کرو) (مسلم)

تخریج حدیث(١٠٦٦): صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب یجب ایتان المسجد علی من سمع النداء .

کلماتِ حدیث: لیس لی قائد یقودنی : میرے پاس کوئی آدمی نہیں ہے جو مجھے لے کر مسجد آئے۔ قاد قیادة (باب نصر) کسی آگے چلنا اور دوسرے کا اس کے پیچھے چلنا۔ قائد : رہنما جمع قواد .

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک نابینا صاحب آئے، ابوداؤد کی روایت میں وضاحت ہے کہ وہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے عرض کیا کہ نابینا ہوں اور نماز کے لیے لے جانے والا بھی کوئی نہیں ہے آپ ﷺ نے اولاً انہیں رخصت عطا فرمائی پھر آپ ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ وہ کیا اذان کی آواز سنتے ہیں انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں مسجد میں آکر نماز پڑھنا چاہیے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پہلے اجازت مرحمت فرمائی لیکن بعد میں آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ مسجد آسکتے ہیں تو آپ ﷺ نے رخصت واپس لے لی۔ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ اجازت واپس لینے کے بارے میں آپ ﷺ کو وحی آگئی ہو اس لیے آپ ﷺ نے اجازت واپس لے لی یا آپ ﷺ نے ان کے حق میں اس بات کو بہتر خیال فرمایا کہ رخصت پر عمل کرنے کی بجائے عزیمت پر عمل کریں یعنی مسجد میں آکر باجماعت نماز ادا کریں۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ١٣٢/٥ ۔ روضة المتقین : ١٠٥/٣ ۔ دلیل الفالحین : ٥٠٧/٣

جماعت میں حاضری کی تاکید

١٠٦٧ . وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ وَقِيلَ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ الْمَعْرُوْفِ بِابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ الْمُؤَذِّنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْمَدِيْنَةَ كَثِيْرَةُ الْهَوَامِ وَالسِّبَاعِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "تَسْمَعُ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ فَحَيَّهَلاً" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ .

وَمَعْنٰى "حَيَّهَلاً" : تَعَالَ.

(١٠٦٧) حضرت عبداللہ اور کہا گیا عمرو بن قیس جو ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے نام سے معروف ہیں نے بیان کیا کہ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ مدینہ منورہ میں سانپ اور درندے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح سنتے ہو تو پھر مسجد میں آؤ۔ (ابوداؤد نے بسند حسن روایت کیا) تعالَ کے معنی ہیں آجاؤ۔

تخریج حدیث(١٠٦٧): سنن ابی داوٗد ، کتاب الصلاۃ، باب فی التشدید فی ترك الجماعة .

راوی حدیث: حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ صحابی تھے اور نابینا تھے۔ مکہ میں مسلمان ہوئے اور مدینہ منورہ ہجرت فرمائی. ١٣ مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی نیابت میں نمازوں کے امام رہے۔ دو یا تین روایات منقول ہیں۔ خلافت فاروقی میں انتقال فرمایا۔

(الاصابة

کلماتِ حدیث: حیہلا : آؤ، جلدی کرو، یہ دو لفظ ہیں۔ حی : بمعنی آؤ۔ ھلا : جلدی کرو۔

شرح حدیث: حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ نے عرض کیا کہ میں نابینا ہوں اور مسجد آتا ہوا ڈرتا ہوں کہ کوئی موذی جانور مجھے نقصان نہ پہنچائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم حی علی الصلاۃ سنتے ہو پھر ضرور مسجد میں آؤ۔ یعنی جو شخص اذان کی آواز سنے تو باوجود عذر کے بھی مسجد میں آ کر باجماعت نماز میں شرکت کرے۔ (روضة المتقين : ۳/۱۰۶۔ دليل الفالحين : ۳/۵۰۸)

جماعت چھوڑنے پر وعید

۱۰۶۸۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ فَیُحْتَطَبَ ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَیُؤَذَّنَ لَهَا ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَیَؤُمَّ النَّاسَ ثُمَّ اُخَالِفَ اِلیٰ رِجَالٍ فَاُحَرِّقَ عَلَیْهِمْ بُیُوْتَهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۱۰۶۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ میں نے ارادہ کیا کہ میں حکم دوں کہ لکڑیاں جمع کی جائیں اور لکڑیاں جمع کر لی جائیں پھر میں نماز کا حکم دوں اور اذان دی جائے پھر ایک شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں خود ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز سے پیچھے رہ گئے اور ان کے گھروں میں آگ لگا دوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۰۶۸): صحيح البخاری، كتاب الاذان . صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب فضل صلاة الجماعة.

کلمات حدیث: هممت : میں نے پکا ارادہ کیا۔ هم هماً (باب نصر) ارادہ کرنا۔ اخالف : نماز میں شرکت نہ کروں اور ان کے گھروں کی طرف جاؤں جو نماز میں نہیں آئے۔

شرح حدیث: نماز باجماعت کی اہمیت کس قدر ہے اس کا اندازہ اس حدیثِ مبارک سے ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دوں جو باجماعت نمازوں کی ادائیگی کے لیے مسجد میں نہیں آتے۔ آپ ﷺ نے اس امر کا اظہار ان لوگوں کے بارے میں فرمایا جو بلا کسی عذر کے جماعت کے ساتھ نماز میں حاضر نہ ہوتے تھے اور یہ ان منافقین کے بارے میں ہے جو فجر اور عشاء میں حاضر نہ ہوتے تھے چنانچہ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ منافقین پر فجر اور عشاء کی نماز زیادہ گراں ہے۔ نیز اس کی تصریح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ جو نماز میں نہ آتا تھا وہ وہی ہوتا تھا جس کا نفاق سب کو معلوم ہوتا تھا۔ نماز باجماعت کی احادیث میں اس قدر تاکید کی گئی ہے اور اس حاضری پر اس قدر زور دیا گیا ہے کہ بعض فقہاء نے نماز باجماعت کو فرض کہا ہے، الا یہ کہ کوئی عذر ہو، احناف کے نزدیک واجب ہے۔

(فتح الباري : ۱/ ۵۲۰۔ ارشاد الساري : ۲/ ۲۸۶۔ دليل الفالحين : ۳/ ۵۰۹)

جماعت کے ساتھ نماز اداء کرنا سنن ہدیٰ میں سے ہے

۱۰۶۹۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ : "مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّلْقَى اللّٰهَ تَعَالٰى غَدًا مُسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ الصَّلَوٰتِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ، فَاِنَّ اللّٰهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَنَ الْهُدٰى وَاِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى وَلَوْ اَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّيْ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِيْ بَيْتِهٖ، لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ وَلَقَدْ رَاَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا اِلَّا مُنَافِقٌ مَعْلُوْمُ النِّفَاقِ، وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتٰى بِهٖ يُهَادٰى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يُقَامَ فِي الصَّفِّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ قَالَ: "اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدٰى، وَاِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى الصَّلٰوةَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ يُؤَذَّنُ فِيْهِ."

(۱۰۶۹) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے کہ وہ مسلمان ہو، وہ ان نمازوں کی حفاظت کرے جب ان کے لیے اذان دی جائے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سنن ہدی مقرر فرمائی ہیں اور یہ نمازیں سنن ہدی میں سے ہیں۔ اگر تم اس طرح گھروں میں نماز پڑھنے لگو جس طرح کوئی پیچھے رہ جانے والا پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی کی سنت ترک کر کے گمراہ ہو جاؤ گے۔ ہم نے اپنے زمانے میں لوگوں کو دیکھا کہ کوئی بھی جماعت سے پیچھے نہیں رہتا تھا سوائے اس کے کہ جو منافق ہوتا تھا اور اس کا نفاق معلوم و مشہور ہوتا تھا۔ حد تو یہ کہ کسی کو اس حال میں لایا جاتا کہ وہ دو آدمیوں کے درمیان سہارا لیے ہوئے ہوتا اور اسے لا کر صف میں کھڑا کر دیا جاتا۔ (مسلم)

مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سنن ہدیٰ کی تعلیم دی اور ان سنن ہدیٰ میں سے ایک یہ ہے کہ اس مسجد میں نماز ادا کی جائے جس میں اذان دی جاتی ہو۔

تخریج حدیث (۱۰۶۹): صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب صلاة الجماعة من سنن الهدى.

کلمات حدیث: المتخلف : پیچھے رہ جانے والا۔ تخلف تخلفا (باب تفعل) پیچھے رہ جانا۔

شرح حدیث: نماز با جماعت کی انتہائی بلیغ انداز میں تاکید کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ نماز با جماعت کا اہتمام ہر اس مسلمان پر لازم ہے جو حالتِ اسلام میں اللہ کے حضور میں حاضر ہونا چاہتا ہو وہ ہر حال میں با جماعت نماز میں حاضری کی سعی کرے کہ یہ با جماعت نماز کی حاضری سنن ہدی میں سے ہے اور اگر سب لوگ بغیر جماعت گھروں میں نماز پڑھنے لگیں تو یہ گمراہی ہے اور سنتِ رسول ﷺ کا ترک ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ دورِ صحابہ میں تو با جماعت نماز سے وہی پیچھے رہتا تھا جس کا منافق ہونا معلوم و مشہور ہوتا تھا۔

سنن ھدیٰ : ہدی کے معنی ہدایت کے ہیں اور سنن سنت کی جمع ہے جس کے معنی ہیں رسول اللہ ﷺ کا مقرر فرمایا ہوا طریقہ، اس طرح سنن ہدیٰ کے معنی ہوئے وہ طریقے جو رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمائے اور جن کو اختیار کرنا امت کے لیے لازم ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جو اعمال و افعال اس طور پر فرمائے کہ بعد میں امت کے لوگ ان پر عمل کریں وہ تمام اعمال و افعال سنن ہدی ہیں، ان میں سے جن اعمال کی تاکید کی گئی ہے وہ سنن مؤکدہ ہیں اور جن کی تاکید نہیں کی گئی وہ سنن غیر مؤکدہ ہیں۔ اصولی طور پر رسول اللہ ﷺ کے تمام اعمال و افعال کی اتباع اور پیروی لازم ہے کہ قرآن کریم نے آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی اتباع کو لازم قرار دیا ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۳۳/۵ ۔ روضة المتقین : ۱۰۸/۳ ۔ دلیل الفالحین : ۵۱۰/۳)

جنگل میں بھی جماعت کے ساتھ نماز کا اہتمام کریں

۱۰۷۰ . وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : "مَامِنْ ثَلَاثَةٍ فِیْ قَرْیَةٍ وَلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِیْهِمُ الصَّلٰوةُ اِلَّا قَدِاسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطَانُ. فَعَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَةِ، فَاِنَّمَا یَاْکُلُ الذِّئْبُ مِنَ الْغَنَمِ الْقَاصِیَةَ". رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ .

(۱۰۷۰) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس بستی یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور ان کے درمیان نماز قائم نہ ہوئی ہو تو شیطان ان پر غالب آ جاتا ہے۔ اس لیے تم پر جماعت لازم ہے۔ بھیڑیا اس بکری کو کھاتا ہے جو ریوڑ سے دور ہوتی ہے۔ (ابوداؤد نے بسند حسن روایت کیا)

تخریج حدیث (۱۰۷۰): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب في التشدید فی ترك الجماعة .

کلمات حدیث: قریة : بستی جمع قری، بدو : جنگل۔ استحوذ علیه الشیطان : شیطان ان پر غالب آ گیا۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں نماز باجماعت کی تاکید ہے کہ جہاں جس بستی میں یا جنگل میں تین مسلمان موجود ہوں انہیں چاہیے کہ وہ باجماعت نماز ادا کریں، اگر انہوں نے علیحدہ علیحدہ نماز پڑھ لی تو وہ گویا اسلامی نظم اور اجتماعیت سے نکل گئے، نماز باجماعت مسلمانوں کی اخوت اور اجتماعیت کا ایک اعلیٰ ترین مظہر ہے۔ اس اجتماعیت سے علیحدہ ہو کر شیطان کو غلبہ پانے اور تسلط جمانے کا موقع مل جاتا ہے کہ بھیڑیا اس بکری کو شکار کرتا ہے جو گلے سے علیحدہ ہو گئی ہو۔

(روضة المتقین : ۱۰۹/۳ ۔ دلیل الفالحین : ۵۱۱/۳ ۔ نزهة المتقین : ۱۱٤/۲)

البَابُ (۱۹۲)

بَابُ الْحَثِّ عَلٰى حُضُوْرِ الْجَمَاعَةِ فِي الصُّبْحِ وَالْعِشَاءِ
فجر اور عشاء کی جماعت میں حاضری کی ترغیب

****

۱۰۷۱. عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "مَنْ صَلَّى الْعِشَآءَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَاَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَاَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّه‘‘، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ شَهِدَ الْعِشَآءَ فِيْ جَمَاعَةٍ كَانَ لَه‘ قِيَامُ نِصْفِ لَيْلَةٍ وَمَنْ شَهِدَ الْعِشَآءَ وَالْفَجْرَ فِيْ جَمَاعَةٍ كَانَ لَه‘ كَقِيَامِ لَيْلَةٍ" قَالَ التِّرْمِذِيُّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۱۰۷۱) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے عشاء کی نماز جماعت سے ادا کی اس نے گویا آدھی رات قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز با جماعت پڑھ لی اس نے گویا تمام رات نماز پڑھی۔ (مسلم)

ترمذی کی روایت جو حضرت عثمان بن عفان سے مروی ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی عشاء کی نماز میں حاضر ہوا تو اس کو آدھی رات کے قیام کا ثواب ہے اور جس نے عشاء اور فجر کی نماز با جماعت ادا کی اسکے لیے پوری رات کے قیام کا ثواب ہے۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ روایت حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۱۰۷۱): صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب فضل صلاة العشاء و الصبح في جماعة. الجامع للترمذی، كتاب الصلاة، باب ما جاء فی فضل العشاء و الفجر في جماعة .

کلمات حدیث: قيام الليل : رات کو کھڑا ہونا یعنی رات کو نماز پڑھنا، نمازِ شب، تہجد۔

شرح حدیث: عشاء اور فجر کی نمازیں با جماعت مسجد میں ادائیگی کا اس قدر اجر و ثواب ہے جیسے کوئی شخص ساری رات نماز میں اور تہجد میں رہے۔ حدیثِ مبارک میں فجر اور عشاء کی نماز کو مسجد میں با جماعت پڑھنے کی فضیلت اور اس کا اعلیٰ ترین مرتبہ بیان ہوا اور اس امر کی تاکید کی گئی ہے کہ مسلمان کو صبح اور عشاء کی نماز با جماعت مسجد میں ادا کرنا چاہیے۔ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو عشاء اور فجر کی نمازوں کا اجر و ثواب معلوم ہو جائے تو وہ ضرور آئیں چاہے انہیں گھسٹ کر آنا پڑے اور ایک اور روایت میں ہے جسے طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راویت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے عشاء کی نماز با جماعت مسجد میں ادا کی اور پھر مسجد سے نکلنے سے پہلے چار رکعتیں پڑھیں تو اس کی یہ رات لیلۃ القدر کے برابر ہے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٥/١٣٤ ـ تحفة الأحوذي : ٢/١٦)

●●●●●●●●●●●●●

١٠٧٢ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَافِی الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَقَدْ سَبَقَ بِطُوْلِهٖ.

(١٠٧٢) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ عشاء اور صبح کی نماز میں کتنا اجر ہے تو وہ ضرور آئیں خواہ وہ گھسٹ کر ہی آئیں۔ (متفق علیہ)

اس سے پہلے یہ حدیث مفصل گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث (۱۰۷۲): صحيح البخاری، کتاب صلاة الجماعة، باب فی فضل التهجد . صحيح مسلم، کتاب الصلاة، باب التسوية الصفوف و اقامتها .

کلمات حدیث: لأ توهما ولو حبواً : وہ ضرور ان دونوں نمازوں میں آتے خواہ انہیں گھٹنوں کے بل آنا پڑتا یا گھسٹ کر آنا پڑتا، یعنی اگر بیمار اور معذور بھی ہوتے تو بھی مسجد میں ان دونوں نمازوں کے لیے حاضر ہو جاتے۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں نمازِ عشاء اور نمازِ فجر میں باجماعت مسجد میں حاضری کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ یہ حدیث اس سے پہلے باب فضل الاذان میں (۱۰۴۵) میں گزر چکی ہے۔ (روضة المتقين ٣/١١١ ـ دليل الفالحين : ٣/٥١٣)

●●●●●●●●●●●●●

١٠٧٣ . وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَيْسَ صَلٰوةٌ اَثْقَلَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَالْعِشَآءِ وَلَوْيَعْلَمُوْنَ مَافِيْهِمَا لَاتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(١٠٧٣) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ منافقین پر کوئی نماز فجر اور عشاء سے زیادہ بھاری نہیں ہے اور اگر انہیں علم ہو جائے کہ ان نمازوں میں کس قدر اجر و ثواب ہے تو وہ ضرور آئیں اگر چہ گھسٹ کر آئیں۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۰۷۳): صحيح البخاری، کتاب الاذان، باب فضل العشاء فی الجماعة . صحيح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاة العشاء و الصبح في جماعة .

کلمات حدیث: أثقل : زیادہ بوجھل، زیادہ وزنی۔ ثقل : بوجھ وزن، جمع اثقال .

شرح حدیث: جس کا دل ایمان و یقین سے خالی اور جس کا قلب اللہ کی یاد سے معمور نہ ہو اس کے لیے ہر نماز بھاری اور دشوار ہے اور نمازِ عشاء اور نمازِ فجر تو اور بھی دشوار ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ وَلَا يَأْتُونَ ٱلصَّلَوٰةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَىٰ ﴾

''نمازوں میں منافقین سستی اور کاہلی کے ساتھ آتے ہیں۔''

اہل اسلام کو چاہیے کہ مساجد میں باجماعت نمازوں کا اہتمام کریں اور ذوق وشوق کے ساتھ اور جذبۂ ایمانی کے ساتھ مساجد میں حاضر ہوں تا کہ کوئی ظاہری سی اور معمولی سی مشابہت بھی منافقین کے ساتھ نہ ہو اور نماز فجر اور نمازِ عشاء کی مسجد میں باجماعت ادائیگی تو کمال ایمان کی علامت ہے بنا بریں ان دونوں نمازوں کے لیے مسجد میں حاضری اور باجماعت ادائیگی بہت ضروری ہے۔ جیسا کہ احادیث مبارکہ سے واضح ہے۔

(فتح الباري : ۱/۵۲۶ ـ ارشاد الساري ۲/۲۹۸ ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ۵/۱۳۱)

البَابُ (۱۹۳)

بَابُ الْاَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوبَاتِ وَالنَّهْيِ الْاَكِيْدِ وَالْوَعِيْدِ الشَّدِيْدِ فِيْ تَرْكِهِنَّ

فرض نمازوں کی محافظت اوران کے ترک کی ممانعت اورشدید وعید

۲۷۶. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ حَٰفِظُواْ عَلَى ٱلصَّلَوَٰتِ وَٱلصَّلَوٰةِ ٱلْوُسْطَىٰ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''تم نمازوں کی حفاظت کرواور درمیانی نماز کی۔'' (البقرة:۲۳۸)

تفسیری نکات: پہلی آیت کریمہ میں فرمایا کہ نماز پنجگانہ کی حفاظت کرو یعنی انہیں وقت پر تمام آداب وسنن کی رعایت کے ساتھ مسجد میں باجماعت ادا کرو اور خاص طور پر درمیانی نماز کا خیال رکھو۔ درمیانی نماز عصر کی نماز ہے، یہ وقت دنیاوی کاموں کی مصروفیات کا ہوتا ہے اس لیے زیادہ اہتمام سے ذکر فرمایا کہ کہیں غفلت نہ ہوجائے۔ (تفسير عثماني)

۲۷۷. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ فَإِن تَابُواْ وَأَقَامُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُاْ ٱلزَّكَوٰةَ فَخَلُّواْ سَبِيلَهُمْ ﴾

اور فرمایا کہ:

''اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔'' (التوبة:۵)

تفسیری نکات: دوسری آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا کہ جو کافر ایمان لے آئے اور توبہ کرلے اور نماز قائم کرلے اور زکوٰۃ ادا کرے ان سے کوئی تعرض نہ کرو۔ اب وہ تمہارے دینی بھائی بن چکے ہیں یعنی مسلمان اور غیر مسلم میں وجہ امتیاز نماز ہے اور ایمان اور کفر میں حدِ فاصل نماز ہے۔ کسی غیر مسلم کے مسلمان ہوجانے پر اس کے اسلام پر اعتماد تین باتوں پر موقوف ہے ایک توبہ دوسرے اقامت الصلاۃ اور تیسرے اداء زکوٰۃ جب تک ان باتوں پر عمل نہ ہو محض کلمہ پڑھ لینے سے ان کا اسلام قابل اعتماد تصور نہ ہوگا۔ مانعینِ زکوٰۃ کے بارے میں قتال پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس آیت سے استدلال کیا تھا۔ (تفسير عثماني ـ معارف القرآن)

نماز کو اس کے وقت پر اداء کرنا افضل عمل ہے

۱۰۷۴. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ : سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ : ''اَلصَّلٰوةُ عَلٰى وَقْتِهَا قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ. قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۰۷۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وقت پر نماز کی ادائیگی میں نے کہا کہ پھر کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک، میں نے کہا کہ پھر کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جہاد فی سبیل اللہ۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۰۷۴): صحیح البخاری، کتاب المواقیت، باب فضل الصلاۃلوقتها. صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون الایمان باللّٰه تعالیٰ افضل الایمان .

کلماتِ حدیث: أحب الی اللّٰه : اللہ کوزیادہ پسند، اللہ کوزیادہ محبوب، اللہ کے یہاں زیادہ مقبول۔

شرحِ حدیث: نمازوں کواپنے تمام سنن آداب کے ساتھ باجماعت مسجد میں ادا کرنا اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ اور مقبول عمل ہے۔نماز کے بعد درجہ افضلیت کا والدین کے حسن سلوک ان کی تابعداری اوران کی خدمت ہے اوراس کے بعد درجۂ فضیلت جہادفی سبیل اللہ کوحاصل ہے۔یہ حدیث اس سے پہلے باب بر الوالدین (۳۱۴) میں گزرچکی ہے۔

(روضة المتقين : ۳/۱۱۲۔ دلیل الفالحین : ۳/۵۱٤۔ نزهة المتقين : ۲/۱۱۵)

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے

۱۰۷۵ . وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمْضَانَ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۰۷۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۰۷۵): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب دعاؤکم ایمانکم . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب قول النبي صلی اللّٰه علیه وسلم بنی الاسلام علی خمس .

کلماتِ حدیث: بنی الإسلام علی خمس : اسلام پانچ باتوں پر قائم ہے۔پانچ باتیں اسلام کی اساس ہیں۔اسلام پانچ امور پر مبنی ہے۔

شرحِ حدیث: اسلام کوایک مضبوط اور عظیم الشان عمارت سے تشبیہ دی گئی جس کے پانچ ستون ہیں، ان میں سے ہرستون اس عمارت کی استواری قیام اور بقاء کے لیے اہم ہے، یہ پانچ بنیادی ستون ہیں جن پر یہ عمارت قائم ہے۔شہادتین کا اقرار، نماز کا قیام،

ادائے زکوۃ، حج اور روزے۔ کسی کا ایمان اس وقت تک قابل قبول نہیں جب تک وہ ان پانچ باتوں کو نہ مانے اور ان پر دل سے عمل نہ کرے ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کفر ہے۔

یہ حدیث مبارک جوامع الکلم میں سے ہے اور اس میں بڑی خوبصورتی اور بڑی عمدگی اور انتہائی حسن کے ساتھ ارکانِ خمسہ کو بیان کر دیا گیا ہے۔ اہل عرب کے خیمے پانچ ستونوں پر نصب ہوا کرتے تھے ایک درمیان میں اور چار کناروں پر، درمیانی ستون اور اصل ستون اقرار شہادتین ہے اور باقی چار ستون ارکانِ اربعہ ہیں۔

(فتح الباري : ١/ ٤٠ ٢ ۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ١/ ١٥٧ ۔ نزهة المتقين : ٢/ ١١٧)

کفر سے توبہ کر کے ایمان قبول کرنے سے جان و مال محفوظ ہو جاتا ہے

١٠٧٦ . وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوا اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّىْ دِمَآءَ هُمْ، وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(١٠٧٦) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں۔ وہ یہ سب کام کریں تو ان کی جانیں اور ان کے مال مجھ سے محفوظ کیے گئے ہیں سوائے اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (١٠٧٦): صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب الامر بقتال الناس حتى يقولوا لا اله الا الله. صحيح بخاري، كتاب الايمان، باب فان تابوا واقاموا الصلوٰة .

کلمات حدیث: الناس : کافر مراد ہیں۔

شرح حدیث: بت پرست اور کافروں سے اس وقت تک قتال کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ اسلام میں داخل نہ ہو جائیں اور ان کے اسلام کی دلیل زبان سے شہادتین کا اقرار، نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا اور اسلام کے احکام وفرائض کو ماننا اور ان پر عمل کرنا ہے۔ اسی طرح اسلام میں داخل ہو کر ان کے جان و مال کو تحفظ حاصل ہو جائے گا سوائے ان حقوق وفرائض کے جو اسلام نے مقرر کیے ہیں۔

یہ حدیث اس سے پہلے (حدیث ٣٩١) میں بھی آئی ہے۔

دین کی تعلیم میں ترتیب وحکمت اختیار کی جائے

١٠٧٧ . وعَنْ مُعَاذٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : بعثَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسَلَّم اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ

"اِنَّکَ تَاتِیْ قَوْمًا مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ فَادْعُھُمْ اِلٰی شَھَادَۃِ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ، فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِکَ فَاَعْلِمْھُمْ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی افْتَرَضَ عَلَیْھِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَلَیْلَۃٍ، فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِکَ فَاَعْلِمْھُمْ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی افْتَرَضَ عَلَیْھِمْ صَدَقَۃً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَآئِھِمْ فَتُرَدُّ عَلٰی فُقَرَآئِھِمْ فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِکَ فَاِیَّاکَ وَکَرَآئِمَ اَمْوَالِھِمْ وَاتَّقِ دَعْوَۃَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّہٗ لَیْسَ بَیْنَھَا وَبَیْنَ اللّٰہِ حِجَابٌ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

(۱۰۷۷) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یمن کی طرف روانہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اہل کتاب کے پاس جا رہے ہو انہیں سب سے پہلے شہادتین کی طرف بلانا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں اگر وہ اس کو تسلیم کرلیں تو ان کو اس بات کی طرف دعوت دینا کہ اللہ نے دن و رات میں ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس بات کو تسلیم کرلیں تو ان کو دعوت دینا کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لے کر ان کے فقراء میں تقسیم کی جائے گی اور اگر وہ اس کو تسلیم کرلیں تو ان کے عمدہ مال زکوٰۃ میں لینے سے احتراز کرنا اور مظلوم کی بد دعاء سے بچنا کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۰۷۷): صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ .

کلماتِ حدیث: اھل الکتاب : وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی، یعنی یہود و نصاریٰ.

شرحِ حدیث: کفار کو اسلام کی دعوت دینا اور انہیں حق کی جانب بلانا فرض ہے اور تمام امتِ مسلمہ پر فرضِ کفایہ ہے اور ضروری ہے کہ ہر دور میں ایک جماعت ایسی ہو جو دین کی طرف دعوت دے اور تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دے، نماز کی ادائیگی زکوٰۃ دینا ہر مسلمان پر فرض ہے اور غیر مسلم اسلام کے قبول کرنے کے بعد اس امر کا پابند ہو جائے گا کہ نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے۔ زکوٰۃ جس شہر کے مالداروں سے لی جائے اسی شہر کے فقراء میں تقسیم کی جائے اور جب تک اس شہر کے مستحقین کی ضرورت سے زائد نہ ہو دوسری جگہ منتقل نہ کی جائے۔ عامل زکوٰۃ کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ لوگوں کا عمدہ مال زکوٰۃ میں لے اور کسی پر ظلم کرے کہ مظلوم کی بد دعاء قبول ہوتی ہے۔

اس حدیث کی شرح باب تحریم الظلم (حدیث ۲۱۰) میں گزر چکی ہے۔

(نزھۃ المتقین : ۱۱۸/۲ . دلیل الفالحین : ۵۱۷/۳)

ایمان و کفر کے درمیان حدِ فاصل نماز ہے

۱۰۷۸. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : "اِنَّ بَیْنَ الرَّجُلِ وَبَیْنَ الشِّرْکِ وَالْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلٰوۃِ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ .

(۱۰۷۸) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ

آدمی کے درمیان اور اس کے شرک اور کفر کے درمیان فاصل نماز کا چھوڑنا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۷۸): صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اطلاق اسم الکفر علی من ترك الصلاة .

شرحِ حدیث: اسلام اور کفر کے درمیان فرق وامتیاز پیدا کرنے والی نماز ہے جس نے نماز چھوڑ دی گویا اس نے کفر کیا۔ اکثر علماء نے کہا ہے کہ اگر کوئی مسلمان نماز کے ترک کو جائز اور روا سمجھ کر چھوڑ دے تو گویا وہ کافر ہوگیا، امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر عمداً کاہلی اختیار کرے اور نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ وقت نکل جائے تو اسے توبہ کرائی جائے گی اور اگر توبہ نہ کرے تو اسے قتل کیا جائے گا۔ بعض علماء نے کہا کہ تارکِ صلاۃ کو مارا جائے تا آنکہ وہ نماز پڑھنے لگے۔ بعض حضرات نے اس موضوع کی احادیث کو ظاہر پر محمول کر کے تارکِ صلوٰۃ کو مطلقاً کافر کہا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تارکِ صلاۃ کو قید کیا جائے اور تعزیری سزا دی جائے۔

صحیح رائے یہ ہے کہ تارکِ صلاۃ کافر نہیں ہے کیونکہ کافر وہ ہے جو انکار کرے اور ترکِ صلاۃ انکار نہیں ہے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں جس نے پانچوں وقت نماز ادا کی اور کوئی نماز ضائع نہیں کی تو اس کے لیے اللہ کے یہاں وعدہ ہے کہ اس کی مغفرت کردی جائے گی اور جو ان نمازوں کو ادا نہ کرے تو پھر اللہ پر کوئی عہد نہیں ہے وہ چاہے معاف کردے اور چاہے عذاب دے۔ یہ حدیث نص ہے کہ ترکِ صلوٰۃ کفر نہیں ہے اور شرک سے کمتر گناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرمائے گا اور اس کے علاوہ جس کو چاہے گا معاف فرمادے گا۔

غرض حدیث میں بہت شدید سرزنش اور تنبیہ ہے کہ ترکِ صلوٰۃ کو کوئی مسلمان معمولی بات نہ سمجھے بلکہ ہر مسلمان کو چاہیے کہ اس کا اہتمام کرے اور ہر حالت میں نماز باجماعت مسجد میں ادا کرے۔ مزید تفصیل آئندہ حدیث میں آرہی ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۲/۶۲۔ روضة المتقین : ۳/۱۱۴۔ نزهة المتقین : ۳/۱۱۸)

نماز چھوڑنے سے کافر ہوجاتا ہے

۱۰۷۹. وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اَلْعَهْدُ الَّذِیْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلٰوةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(۱۰۷۹) حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ عہد جو ہمارے اور کافروں کے درمیان امتیاز پیدا کرتا ہے وہ نماز ہے جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۱۰۷۹): الجامع للترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء فی ترك الصلاة .

کلماتِ حدیث: العهد : وعہد، پیمان، معاہدہ۔

شرحِ حدیث: العهد الذی بیننا وبینهم . علامہ بیضاوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "ھم" کی ضمیر منافقین کی طرف اشارہ ہے اور یہاں ان کے جان ومال کے تحفظ کو اس امر سے تشبیہ دی ہے جس سے معاہدہ باقی رہتا ہے مقصد یہ ہے کہ احکامِ ظاہری کے ان پر جاری

ہونے میں مسلمانوں کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں اور یہ مشابہت اسی صورت میں برقرار رہ سکتی ہے جب کہ وہ جماعت کے ساتھ مسلمانوں کے ساتھ نمازیں ادا کریں اور ظاہری احکام کی اسی طرح پیروی کریں جس طرح مسلمان کرتے ہیں اور اگر وہ نماز کو چھوڑ دیں تو ان کا حکم دیگر کفار کی طرح ہے۔علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بھی ممکن ہے کہ ضمیر ھم عام ہو اور مسلمان اس میں داخل ہوں۔

اس موضوع سے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایات منقول ہیں۔طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے عمداً نماز چھوڑی اس نے علانیہ کفر کیا۔اور ابو یعلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی کڑیاں اور دین کے قواعد تین ہیں، انہی پر اسلام کی بنیادیں قائم ہیں، جس نے ان میں سے کسی ایک کو ترک کیا وہ کافر ہے اور حلال الدم ہے۔لا الہ الا اللہ کی شہادت، فرض نماز اور رمضان کے روزے۔

علاوہ بریں حضرت عبداللہ بن شقیق عقیلی سے مروی ہے کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کسی عمل کا ترک کفر نہیں سمجھا جاتا تھا، سوائے نماز کے اس اثر کے ظاہر معنی یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ترک صلاۃ کو کفر سمجھتے تھے۔

امام شوکانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب نیل الاوطار میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے باب حجة من كفر تارك الصلاة اور ترک صلوٰۃ کے موضوع پر تفصیل سے کلام کیا ہے جس کی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تلخیص کی ہے۔وہ بیان کرتے ہیں کہ اہل اسلام کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اگر کوئی تارکِ صلاۃ نماز کے وجوب کا بھی منکر ہو تو وہ کافر ہے۔اور اگر سستی اور کاہلی سے ترکِ صلوٰۃ کا مرتکب ہوتا ہے لیکن اس کی فرضیت کا قائل ہے تو اس کے بارے میں فقہاء کی آراء میں اختلاف ہے۔جمہور سلف اور خلف اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ کافر نہیں ہے بلکہ فاسق ہے اگر توبہ کر لے تو درست ورنہ حداً قتل کیا جائے اور ایک جماعت کی رائے میں یہ کافر ہے اور یہ رائے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے دو اقوال میں سے بھی ایک قول ہے۔یہی رائے عبداللہ بن مبارک اور اسحاق بن راہویہ کی ہے اور بعض اصحاب شافعی رحمہ اللہ کے یہاں بھی یہ رائے مقبول ہے۔اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور جماعت اہل کوفہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے اصحاب میں مزنی کی رائے یہ ہے کہ کافر نہیں ہے اور قتل نہیں کیا جائے بلکہ قید کیا جائے اور تعزیری سزا دی جائے یہاں تک کہ نماز پڑھنے لگے۔

(تحفة الأحوذي: ٧/٤٠٥ـ شرح صحيح مسلم للنووي: ٢/٦٠ـ روضة المتقين: ٣/١١٥ـ نزهة المتقين: ٢/١١٩)

صحابۂ کرام نماز کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے

١٠٨٠. وَعَنْ شَقِيقِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ التَّابِعِيِّ الْمُتَفَقِ عَلٰى جَلَالَتِهِ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَالَ: كَانَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَرَوْنَ شَيْئًا مِنَ الْاَعْمَالِ تَرْكُهٗ كُفْرٌ غَيْرَ الصَّلٰوةِ: رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ فِيْ كِتَابِ الْاِيْمَانِ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

(۱۰۸۰) شقیق بن عبداللہ جلیل القدر تابعی کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے اصحاب کسی عمل کا ترک کرنا کفر نہیں سمجھتے تھے سوائے نماز کے۔ (ترمذی نے کتاب الایمان میں بسند صحیح روایت کیا ہے)

تخریج حدیث(۱۰۸۰): الجامع للترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء فی ترك الصلاة .

شرح حدیث: صحابہ کرام کے زمانے میں یہ تصور نہیں تھا کہ مسلمان ہوتے ہوئے کوئی نماز نہ پڑھے اگر کوئی نماز کے لیے مسجد میں حاضر نہ ہوتا تو وہی ہوتا جس کا نفاق معلوم ومشہور ہوتا۔ متعدد احادیث سے نماز کا اسلام اور کفر میں فرق وامتیاز ہونا واضح ہے کہ نماز ہی بتلاتی ہے کہ یہ آدمی مسلم ہے۔

تارکِ صلوٰۃ کے بارے میں تفصیلی احکام گزشتہ احادیث کی شرح میں بیان ہو چکے ہیں۔ یہاں ان کا مختصر سا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان تارک صلوٰۃ ہونے کے ساتھ فرضیتِ نماز کا منکر ہو تو وہ باجماع امت کافر ہے اور ملتِ اسلام سے خارج ہے۔ لیکن اگر تارک صلوٰۃ اس کی فرضیت کا قائل ہو اور سستی کی بناء پر نہ پڑھتا ہو تو امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک وہ کافر نہیں ہے بلکہ فاسق ہے اس سے توبہ کروائی جائے گی اگر توبہ نہ کرے تو حداً قتل کیا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ وہ کافر ہے اور یہی ایک رائے امام احمد بن حنبل سے منقول ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نہ اسے کافر قرار دیا جائے گا اور نہ قتل کیا جائے گا بلکہ سزائے قید ہوگی اور تعزیری سزا ہوگی، یہاں تک کہ نماز پڑھنے لگے۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ٢/٦١ـ تحفة الأحوذي : ٤٠٦/٧)

سب سے پہلے نماز کا حساب

۱۰۸۱ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّ اَوَّلَ مَایُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ عَمَلِهٖ صَلٰوتُه''، فَاِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ اَفْلَحَ وَاَنْجَحَ وَاِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ، فَاِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِیْضَتِهٖ شَیْءٌ قَالَ الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ! اُنْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِیْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَیُکَمَّلُ بِهَا مَاانْتَقَصَ مِنَ الْفَرِیْضَةِ، ثُمَّ تَکُوْنُ سَآئِرُ اَعْمَالِهٖ عَلیٰ هٰذَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ.

(۱۰۸۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلا عمل جس کا روزِ قیامت حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے۔ اگر وہ درست ہوئی تو وہ کامیاب وکامران ہوا اور اگر وہ خراب ہوئی تو وہ ناکام و نامراد ہوا۔ اگر اسکے فرائض میں سے کوئی چیز کم ہوئی تو اللہ رب العزت فرمائیں گے کہ دیکھو میرے اس بندے کے کچھ نوافل بھی ہیں کہ ان سے فرض کی کمی تلافی کردی جائے۔ پھر اس کے تمام اعمال کا اسی طرح حساب ہوگا۔ (ترمذی)

تخریج حدیث(۱۰۸۱): الجامع للترمذی، باب ما جاء عن اول ما یحاسب به العبد یوم القیامة الصلوٰة .

کلماتِ حدیث: اول ما یحاسبه علیه : اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے جس حق کا سب سے پہلے حساب ہوگا۔

شرحِ حدیث: اسلام میں داخل ہونے کے بعد نماز اوّل ترین اور اہم ترین فریضہ ہے اور اس امر کی علامت ہے کہ آدمی اسلام لاکر

اللہ کی بندگی میں اوراس کی عبودیت میں داخل ہوگیا کہ اللہ کو ایک معبود ماننے کا مطلب یہ ہے کہ ماننے والے نے اللہ واحد کی عبودیت قبول کرلی اور عبودیت کا نمایاں ترین اظہار اور سب سے پہلا اور سب سے بے ساختہ اظہار معبود کے سامنے سر جھکا دینا ہے۔اسی لیے روزِ قیامت سب سے پہلے جس عمل کا حساب ہوگا وہ نماز ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ روزِ قیامت سب سے پہلے حساب انسانی جان کے تلف کرنے کا ہوگا۔الجری فرماتے ہیں کہ ان دونوں احادیث میں جمع کی صورت یہ ہے کہ نماز حق اللہ ہے اور قتلِ نفس حق العبد ہے، حق اللہ میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اور حق العبد میں سب سے پہلے قتلِ نفس کا حساب ہوگا۔

جس کی نماز صحیح ہوگی اور نقص سے پاک ہوگی یعنی جس کی نماز سنت کے مطابق اور آداب صلوٰۃ کے موافق ہوگی وہ مقبول ہوگی اور اگر کوئی نقص ہوگا تو وہ اس کی نوافل سے پورا کیا جائے گا اور اس شخص کو کامیاب اور سرفراز قرار دیا جائے گا۔

﴿ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴾

حدیثِ مبارک سے نماز کی فضیلت اور اللہ کے یہاں اور یوم الحساب میں اس کی اہمیت کی وضاحت ہوتی ہے اور اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ نوافل کی کثرت اور ازدیاد چاہیے تاکہ اللہ کے یہاں حساب کے وقت نمازوں کی کمی اور نقص کی تلافی نوافل سے ہو سکے اور اس کے ساتھ ہی نوافل درجات کی بلندی کا سبب بن جائیں۔

(تحفة الأحوذي : ٢/٤٧٦ ـ روضة المتقين : ٣/١١٦ ـ دليل الفالحين : ٣/٥١٩)

الباب (١٩٤)

بَابُ فَضْلِ الصَّفِّ الْاَوَّلِ وَالْاَمْرِ بِاِتْمَامِ الصُّفُوْفِ الْاُوَلِ وَتَسْوِيَتِهَا وَالتَّرَاصّ فِيْهَا

صفِ اوّل میں نماز کی فضیلت پہلی صفوں کے اتمام، صفوں کے برابر کرنے اور مل کر کھڑے ہونیکا حکم

۱۰۸۲. عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ : خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :اَلَا تَصُفُّوْنَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَآئِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا؟ " فَقُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ تَصُفُّ الْمَلَآئِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا؟ قَالَ : "يُتِمُّوْنَ الصُّفُوْفَ الْاُوَلَ وَيَتَرَاصُّوْنَ فِی الصَّفِّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۰۸۲) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ تم اس طرح صفیں کیوں نہیں بناتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے سامنے بناتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! فرشتے اپنے رب کے سامنے کیسے صفیں بناتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ پہلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں اور صف میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۸۲): صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب الامر بالسکون فی الصلاة .

کلمات حدیث: تصفون : تم صفیں بناتے ہو۔ یتراصون فی الصف : صف میں مل کر قریب قریب کھڑے ہوتے ہیں اور درمیان میں جگہ نہیں چھوڑتے۔ رص رصاً (باب نصر) باہم جوڑنا، ملانا، پیوستہ ہونا۔

شرح حدیث: فرشتے بارگاہِ الٰہی میں صفیں بنا کر کھڑے ہوتے ہیں اور باہم ایک دوسرے سے مل کر اس طرح کھڑے ہوتے ہیں کہ درمیان میں جگہ اور خلا باقی نہ رہے۔ اسی طرح نمازوں کی صفوں میں چاہیے کہ تمام نمازی باہم مل کر کھڑے ہوں اور درمیان میں خلا نہ چھوڑیں۔ سب برابر ہوں آگے پیچھے نہ ہوں اور پہلے پہلی صف کو مکمل کریں اور پھر دوسری اور اسی طرح تمام صفیں درست، سیدھی اور باہم ملی ہوئی ہونی چاہئیں۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ٤/١٢٧۔ روضة المتقین : ٣/١١٨۔ دلیل الفالحین : ٣/٥٢١)

صفِ اوّل میں نماز کی فضیلت

۱۰۸۳. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَوْيَعْلَمُ النَّاسُ مَافِی النِّدَآءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا اِلَّا اَنْ يَسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۰۸۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان اور صفِ اوّل کا کیا ثواب ہے پھر اگر انہیں صفِ اوّل میں کھڑے ہونے کا موقع اس کے سوا نہ ملے کہ وہ قرعہ اندازی کریں تو وہ ضرور قرعہ اندازی بھی کریں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۰۸۳): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الاستهام فی الاذان . صحیح مسلم، کتاب

الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف .

کلماتِ حدیث: النداء : اذان۔ ثم لم یجدوا إلا أن یستهموا : پھر اگر وہ کوئی طریقہ نہ پائیں سوائے اس کے کہ قرعہ اندازی کریں۔ استفهام : قرعہ اندازی۔

شرحِ حدیث: اذان دینے اور صفِ اوّل میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے کا اس قدر عظیم ثواب اور اس قدر بڑا اجر ہے کہ اگر لوگوں کو اس اجر و ثواب کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو جائے تو وہ اس فضیلت کے حصول میں باہم مقابلہ اور مسابقت کریں اور اگر اس فضیلت کے حصول کا ماسوا قرعہ اندازی کے کوئی طریقہ باقی نہ رہے تو قرعہ اندازی کر کے اذان دینے اور صفِ اوّل میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا موقع حاصل کریں۔ (دلیل الفالحین : ۵۲۲/۳۔ نزهة المتقین : ۱۲۱/۲) اس سے پہلے بھی یہ حدیث (۱۰۳۳) گزر چکی ہے۔

مردوں کی بہترین صف پہلی صف ہے

۱۰۸۴ . وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "خَيْرُ صُفُوْفِ الرِّجَالِ اَوَّلُهَا، وَشَرُّهَا اٰخِرُهَا . وَخَيْرُ صُفُوْفِ النِّسَآءِ اٰخِرُهَا، وَشَرُّهَا اَوَّلُهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۰۸۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مردوں کی صفوں میں سب سے بہتر سب سے پہلی صف اور سب سے بری سب سے آخری ہے اور عورتوں کی صفوں میں سب سے بہتر آخری ہے اور سب سے بری سب سے پہلی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۸۴): صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف واقامتها .

شرحِ حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہوا کہ مردوں کے لیے سب سے زیادہ اجر و ثواب اور خیر و برکت پہلی صف میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا ہے اور اس کے بعد درجہ بدرجہ صفیں ہیں اور مردوں کے لیے سب سے کم اجر و ثواب والی صف سب سے آخری صف ہے اور عورتوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے کہ سب سے پچھلی صف میں ان کا کھڑا ہونا زیادہ بہتر ہے اور زیادہ باعثِ خیر ہے یعنی ان میں اور مردوں میں جس قدر فاصلہ ہو وہ خوب تر ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ احادیث میں صف اوّل کی جو فضیلت آئی ہے وہ اس صف کے بارے میں ہے جو امام سے متصل اور اس کے فوراً پیچھے ہوتی ہے خواہ اس صف میں کھڑا ہونے والا کوئی نمازی پہلے آیا ہو یا بعد میں۔ غرض حدیث مبارک میں مسجد میں جلد آنے اور صف اوّل میں جگہ پانے کی فضیلت اور اس کا اجر و ثواب بیان کیا گیا ہے اور اس فضیلت کے حصول کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ (نزهة المتقین : ۱۲۱/۲۔ شرح صحیح مسلم : ۱۳۳/٤)

مسلسل پچھلی صف میں نماز پڑھنے والوں کے لیے وعید

۱۰۸۵ . وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى

فِی اَصْحَابِهٖ تَاَخُّرًا فَقَالَ لَهُمْ : "تَقَدَّمُوْا فَأْتَمُّوْا بِیْ وَلْیَأْتَمَّ بِکُمْ مَّنْ بَعْدَکُمْ، لَایَزَالُ قَوْمٌ یَتَاَخَّرُوْنَ حَتّٰی یُؤَخِّرَهُمُ اللّٰهُ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۸۵) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ دیکھا کہ کچھ صحابہ پیچھے ہٹ رہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ آگے بڑھواور میری اقتداء کرو تمہارے بعد آنے والے تمہاری اقتداء کریں گے اور لوگ پیچھے ہٹتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ انہیں پیچھے ہٹادے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۸۵): صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب تسویة الصفوف واقامتها .

کلماتِ حدیث: تأخراً : نماز کی صفوں میں پیچھے ہوجانا۔ فأتموا بی : میری اقتداء میں نماز پڑھو۔

شرح حدیث: صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ مسجد کے ایک گوشے میں کچھ اصحاب دیکھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے قریب آجاؤ اور نماز میں اور حصولِ علم میں میری اقتداء کرو، تاکہ تمہارے بعد والے تمہاری اقتداء کریں اور اسی طرح دین اور نماز کا طریقہ اور علم اگلوں سے پچھلوں تک پہنچے اور پچھلے اپنے اگلوں کی اقتداء اور پیروی کریں۔

نماز کی صفیں امام کے ساتھ شروع ہوں اور پہلی صف میں اور تمام صفوں کے درمیان تین ذراع سے زیادہ فاصلہ نہ ہو اور اہل فضل و صلاح امام کے پیچھے کھڑے ہوں، پہلی صف کے لوگ حرکات وانتقالاتِ نماز میں امام کی اقتداء کریں اور پچھلی صفوں کے لوگ اگلی صفوں کے لوگوں کی اقتداء کریں۔

لوگ اگر صفِ اول کے اجر وثواب سے اور اس کی فضیلت سے پیچھے رہیں گے اور علم دین اور نورِ نبوت ﷺ سے پیچھے رہیں گے تو اللہ تعالیٰ بھی انہیں پیچھے ہٹادے گا۔ یعنی نمازوں کی صفِ اول میں شرکت کے لیے سبقت کرنے والے اور علم دین کے حصول اور اس پر عمل میں سبقت کرنے والے ہی اللہ کے یہاں اجرِ کثیر اور ثوابِ عظیم حاصل کریں گے اور اس کی رحمت وفضل کے مستحق ہوں گے اور جنت کے درجات حاصل کریں گے اور جو یہاں پیچھے رہ گئے وہ اللہ کے یہاں بھی پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوں گے۔

صف سیدھا نہ کرنے پر وعیدیں

۱۰۸۶ . وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ : کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَمْسَحُ مَنَاکِبَنَا فِی الصَّلٰوةِ وَیَقُوْلُ : "اسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُکُمْ لِیَلِیَنِیْ مِنْکُمْ اُوْلُوا الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰی ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۸۶) حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوتے وقت ہمارے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرماتے کہ برابر ہوجاؤ آگے پیچھے نہ ہو کہ تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا ہوجائے۔ تم میں سے میرے قریب وہ لوگ ہوں جو عقل وسمجھ والے ہیں پھر جو ان کے قریب ہیں اور پھر جو ان کے قریب ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۰۸۶): صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف و اقامتھا .

کلماتِ حدیث: یمسح مناکبنا : ہمارے کاندھوں پر دستِ مبارک رکھ کر صفوں کو برابر فرماتے کہ کوئی آگے پیچھے نہ ہو۔ مناکب جمع منکب : شانہ، کاندھا۔ لیلینی مجھ سے مل جائے۔ میرے قریب ہو جائے۔ اولوا الاحلام و النھی : تدبر اور بردباری کے حامل افراد اور وہ لوگ جو سمجھدار اور عقل والے ہوں۔

شرحِ حدیث: رسول کریم ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو صفوں کو درست فرماتے اور صحابہ کرام کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر ان کی صفوں کو برابر فرماتے کہ کوئی آگے پیچھے نہ ہو جائے اور فرماتے کہ آگے پیچھے ہو کر نہ کھڑے ہو کہ کہیں یہ ظاہری اختلاف دلوں کے بدل جانے اور قلوب میں اختلاف پیدا ہو جانے کا سبب نہ بن جائے۔

نیز فرمایا کہ میرے قریب اصحابِ علم وفضل کھڑے ہوں وہ لوگ جو حلم وتدبر والے اور عقل وفہم رکھنے والے ہیں علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس لیے فرمایا تا کہ اصحاب علم وعقل نماز میں آپ ﷺ کے ہر عمل کو دیکھ کر اسے محفوظ کریں اور اس کو دوسروں تک پہنچائیں۔ امام کے قریب اگر اہل علم وعقل ہوں اور اس قابل ہوں کہ امام کی جگہ لے سکیں تو اگر امام کو کوئی بات پیش آ جائے جس کی بناء پر اسے امامت کی جگہ سے ہٹنا پڑے تو ان میں سے کوئی امام کی جگہ لے سکے اور اگر امام کو سہو لاحق ہو تو وہ اس پر متنبہ ہو سکیں۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۳۰/٤۔ روضۃ المتقین : ۱۲۱/۳۔ دلیل الفالحین : ۵۲۳/۳)

صف سیدھا کرنا نماز کے اتمام میں داخل ہے

۱۰۸۷ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "سَوُّوْا صُفُوْفَکُمْ فَاِنَّ تَسْوِیَۃَ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوۃِ. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِلْبُخَارِیِّ فَاِنَّ تَسْوِیَۃَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَۃِ الصَّلٰوۃِ .

(۱۰۸۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی صفوں کو درست کرو کہ صف کی درستگی اتمام صلوۃ میں سے ہے۔ (متفق علیہ) اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ صفوں کی درستگی اقامت صلوۃ میں سے ہے۔

تخریج حدیث(۱۰۸۷): صحیح البخاری، کتاب صلاۃ الجماعۃ، باب تسویۃ الصفوف عند الاقامۃ . صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف واقامتھا .

کلماتِ حدیث: سووا صفوفکم : اپنی صفوں کو برابر کرو۔ سوی تسویۃ : (باب تفعیل) برابر کرنا۔ تسویۃ الصفوف سے مراد ہے کہ تمام نمازی سیدھے اور برابر کھڑے ہوں آگے پیچھے نہ ہوں۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک میں صفوں کے سیدھا رکھنے اور ان کو درست رکھنے کی تاکید ہے کہ صفوں کی درستگی اور برابری اتمامِ صلوۃ میں سے ہے یعنی اتمام نماز کا ذریعہ ہے اور صحیح بخاری کی روایت میں فرمایا کہ اقامتِ صلوۃ میں سے ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اس

فرمان میں داخل ہے: ﴿ وَأَقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ ﴾ تو جس طرح نماز کے قائم کرنے میں تعدیل ارکان اور نماز کا اس کی تمام سنتوں اور جملہ آداب کے ساتھ ادا کرنا ہے اسی طرح اقامتِ صلوٰۃ میں صفوں کی درستگی، برابری اور ان کا سیدھا ہونا بھی داخل ہے۔

(فتح الباري : ١/ ٥٥٥ ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ١٣٢/٤)

صف سیدھا کرنے کی تاکید

١٠٨٨ . وَعَنْهُ قَالَ : اُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ: ''اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَتَرَاصُّوْا فَاِنِّىْ اَرَاكُمْ مِنْ وَرَآءِ ظَهْرِىْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ بِلَفْظِهٖ، وَمُسْلِمٌ بِمَعْنَاهُ .

وَفِىْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِىِّ: ''وَكَانَ اَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهٗ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهٖ وَقَدَمَهٗ بِقَدَمِهٖ!

(١٠٨٨) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جب نماز کی اقامت ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اپنی صفوں کو درست کرلو اور مل کر کھڑے ہو جاؤ، میں تمہیں اپنی پیٹھ پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ (بخاری نے ان الفاظ کے ساتھ اور مسلم نے اسے معنی روایت کیا ہے)

اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کندھے سے کندھا ملا کر اور قدم سے قدم ملا کر کھڑا ہوتا تھا۔

تخریج حدیث(١٠٨٨): صحيح البخاري، كتاب صلاة الجماعة، باب الزاق المنكب بالمنكب و القدم بالقدم . صحيح مسلم، كتاب صلاة الجماعة، باب تسوية الصفوف و اقامتها .

کلماتِ حدیث: فاني اراكم من وراء ظهري :میں تمہیں اپنے پیچھے بھی دیکھتا ہوں یعنی بطور معجزہ۔

شرحِ حدیث: رسولِ کریم ﷺ نماز کی اقامت کے بعد صحابہ کرام کی جانب متوجہ ہوئے اور صفوں کی درستگی کی تاکید فرمائی اور فرمایا کہ صفیں سیدھی کرو اور مل کر کھڑے ہو کہ میں تمہیں پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں اور صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ میں تمہیں پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح سامنے سے دیکھتا ہوں مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں پیچھے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور یہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات اور آپ ﷺ کے معجزات میں سے ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملا کر کھڑے ہوتے تھے۔

(فتح الباري : ١/ ٥٥٣ ـ روضة المتقين : ١٢٢/٣ ـ دليل الفالحين : ٥٢٤/٣)

صف سیدھا نہ کرنے سے دلوں میں اختلاف پیدا ہوتا ہے

١٠٨٩ . وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْلَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يُسَوِّيْ صُفُوْفَنَا حَتّٰى كَاَنَّمَا يُسَوِّيْ بِهَا الْقِدَاحَ حَتّٰى رَاٰى اَنَّا قَدْعَقَلْنَا عَنْهُ : ثُمَّ خَرَجَ يَوْمًا فَقَامَ حَتّٰى كَادَ، يُكَبِّرُ فَرَاٰى رَجُلاً بَادِيًاصَدْرُهٗ مِنَ الصَّفِّ فَقَالَ "عِبَادَاللّٰهِ ! لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْلَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ ."

(۱۰۸۹) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم ضرور اپنی صفوں کو برابر کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں میں اختلاف پیدا کر دے گا۔ (متفق علیہ)

مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو اس طرح سیدھا فرماتے تھے کہ گویا کہ آپ ﷺ ان صفوں کی سیدھ سے تیروں کو سیدھا کریں گے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اندازہ فرمایا کہ اب ہم اس بات کی اہمیت کو سمجھ گئے ہیں۔ پھر ایک روز آپ تشریف لائے اور کھڑے ہو گئے اور آپ تکبیر کہنے ہی والے تھے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنا سینہ صف سے باہر نکالا ہوا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے بندو تم صفیں ضرور سیدھی کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں میں اختلاف پیدا کر دے گا۔

تخریج حدیث(۱۰۸۹): صحيح البخاری، كتاب صلاة الجماعة، باب تسوية الصفوف عند الاقامة . صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف واقامتها .

کلماتِ حدیث: القداح : جمع قدح ، ایسا تیر جس میں سامنے نوک ہو۔ تیر جب تک بالکل سیدھا نہ ہو تو وہ ہدف تک نہیں جاتا۔ رسول اللہ ﷺ صفوں کو اس قدر سیدھا فرماتے کہ جیسے ان پر رکھ کر تیر کو سیدھا کیا جانا مقصود ہو، یعنی صفیں تیر سے بھی زیادہ سیدھی اور مستقیم ہوتی تھیں اور اس قدر راست ہوتی تھیں کہ اگر کوئی ان پر تیر کو سیدھا کرنا چاہے تو وہ تیر کو سیدھا کر سکتا ہے۔

شرح حدیث: رسولِ کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا اور فی الحقیقت خطاب پوری امت کو ہے کہ تم ضرور اور یقیناً اپنی صفوں کو درست اور سیدھا رکھو گے ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو بدل دے گا اور فتنے پھیل جائیں گے اور باہمی اختلاف اور افتراق پیدا ہو جائے گا اور مسلمانوں کی شوکت اور عظمت جاتی رہے گی اور اس طرح دشمن کو مسلط ہونے کا موقع مل جائے گا۔ یعنی نماز کی صفوں میں مسلمان کا اتحاد اور اتفاق دلوں کے اتفاق اور قلوب کے اتحاد کی علامت اور نشانی ہے اور اسی لیے اس کا اہتمام بہت ضروری ہے کہ صفیں سیدھی ہوں اور مل کر کھڑے ہوں کہ درمیان میں خلل باقی نہ رہے۔

(فتح الباري : ۵۵۳/۱ ـ ارشاد الساري : ۲۶۲/۲ ـ روضة المتقين : ۱۲۳/۳ ـ دليل الفالحين : ۵۲۵/۳)

پہلی صف میں نماز پڑھنے والوں پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے

۱۰۹۰ . وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّلُ الصَّفَّ مِنْ نَاحِيَةٍ اِلٰى نَاحِيَةٍ يَمْسَحُ صُدُوْرَنَا وَمَنَا كِبَنَا وَيَقُوْلُ : "لَاتَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ

قُلُوبُکُمْ" وَکَانَ یَقُوْلُ: "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَآئِکَتَه، یُصَلُّوْنَ عَلَی الصُّفُوْفِ الْاُوَلِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ.

(۱۰۹۰) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صفوں کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک جاتے ہمارے سینوں اور شانوں کو دست مبارک سے سیدھا فرماتے اور کہتے کہ فرق نہ پیدا کرو کہ تمہارے دلوں میں فرق آجائے گا اور آپ ﷺ فرماتے کہ اللہ اور اس کے فرشتے پہلی صفوں میں کھڑے ہوئے لوگوں پر رحمتیں بھیجتے ہیں۔ (ابو داؤد نے اسے بسندِ حسن روایت کیا ہے)

تخریج حدیث (۱۰۹۰): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف .

کلمات حدیث: یتخلل الصف: صف کے درمیان میں گزرتے۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ صفوں کے درمیان میں سے گزرتے اور شانوں پر اور سینوں پر ہاتھ لگا کر نمازیوں کو برابر کرتے اور دیکھتے کہ کسی کا سینہ یا شانہ تو نہیں نکلا ہوا اور صف کی سیدھی ہونے میں اور اس کے باہم ملے ہوئے ہونے میں کوئی فرق تو نہیں ہے اور فرماتے کہ صفوں میں کسی طرح کا فرق واختلاف نہ پیدا ہونے دو کہیں تمہارے دلوں میں فرق واختلاف نہ پیدا ہو جائے۔ یعنی ادبِ ظاہری علامت ہے ادبِ باطنی کی کہ جس قدر دلوں میں نماز کی عظمت اور اس کی فضیلت اور اس سے متعلق سنن وآداب کے پورا کرنے کا جذبہ اور شوق ہوگا اتنا ہی وہ صفوں کے سیدھا اور درست ہونے اور شانے سے شانہ اور قدم سے قدم ملے ہوئے ہونے میں ظاہر ہوگا اور ظاہری اختلاف اور فرق دلوں کے اختلاف اور فرق کا ذریعہ بن جائے گا۔

اور فرمایا کہ پہلی صفوں میں کھڑے ہوئے نمازیوں پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمتیں بھیجتے ہیں۔

(روضة المتقين : ۳/۱۲٤ ـ دليل الفالحين : ۳/۵۲٦)

****

صف کے درمیان خالی جگہ نہ چھوڑیں

۱۰۹۱. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَقِیْمُوا الصُّفُوْفَ، وَحَاذُوْا بَیْنَ الْمَنَاکِبِ، وَسُدُّوا الْخَلَلَ وَلِیْنُوْا بِاَیْدِیْ اِخْوَانِکُمْ، وَلَاتَذَرُوْا فُرُجَاتٍ لِلشَّیْطَانِ، وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللّٰهُ، وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللّٰهُ" رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ."

(۱۰۹۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی صفوں کو سیدھا رکھا کرو اور کاندھے برابر کرو اور صفوں کے درمیان خلا نہ چھوڑو اور اپنے بھائیوں کے لیے نرم ہو جاؤ اور شیطان کے لیے خالی جگہ نہ چھوڑو اور جس نے صف کو ملایا اللہ اس کو ملائے گا اور جس نے صف کو توڑا اللہ تعالیٰ اسے کاٹیں گے۔ (ابو داؤد نے بسند صحیح روایت کیا)

تخریج حدیث (۱۰۹۱): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف .

کلمات حدیث: اقیموا الصفوف : صفیں قائم کرو۔ حاذو بین المناکب : شانے برابر کرو۔ سدوا الخلل : صفوں کے

درمیان خلل کو بند کرو۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک میں نماز کی صفوں کو برابر کرنے ، سیدھا کرنے اور پیوست کرنے کا حکم ہے کہ شانے شانے سے ملے ہوں اور قدم سے قدم ملے ہوں اور درمیان میں کوئی خلا باقی نہ رہے بلکہ سب ایک دوسرے کے ساتھ مل کر اور جڑ کر کھڑے ہوں اور اگر کوئی صف کے درمیان میں آنا چاہے اس کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو نرم کر کے اسے موقع دیا جائے کہ وہ صف میں شامل ہو جائے اور رکوع اور سجود میں جاتے ہوئے اپنے برابر کھڑے ہوئے لوگوں کا خیال رکھا جائے کہ انہیں زحمت نہ ہو اور صفوں کے درمیان جگہ نہ رہے کہ شیطان اس سے اندر داخل ہو جائے اور جو شخص صف کو ملائے اور اسے متصل کرے اللہ اس پر اپنی رحمت فرمائے گا اور جو صف کو منقطع کرے اور اس میں فاصلہ پیدا کرے اللہ اسے اپنی رحمت سے دور فرما دیں گے۔

(روضة المتقین : ۳/۱۲۵ ـ دلیل الفالحین : ۳/۵۲۶)

صف کے درمیان خالی جگہ میں شیطان گھستا ہے

۱۰۹۲. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ "رُصُّوْا صُفُوْفَکُمْ، وَقَارِبُوْا بَیْنَھَا، وَحَاذُوْا بِالْاَعْنَاقِ، فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنِّیْ لَاَرَی الشَّیْطَانَ یَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ کَاَنَّھَا الْحَذَفُ"، حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ.

"اَلْحَذَفُ" بِحَآءٍ مُھْمَلَةٍ وَذَالٍ مُعْجَمَةٍ مَفْتُوْحَتَیْنِ ثُمَّ فَآءٌ وَھِیَ : غَنَمٌ سُوْدٌ صِغَارٌ تَکُوْنُ بِالْیَمَنِ.

(۱۰۹۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی صفوں کو خوب اچھی طرح ملاؤ اور پیوست کرو اور قریب قریب ہو کر کھڑے ہو کر گردنوں کو برابر کر لو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں شیطان کو صف کے خلا میں گھستا ہوا دیکھتا ہوں جیسے وہ سیاہ بکری کا بچہ ہے۔ (یہ حدیث صحیح ہے اور اسے ابو داؤد نے مسلم کی شرط کے مطابق سند سے روایت کیا ہے)

حذف : چھوٹی سیاہ بکری جو یمن میں ہوتی ہے۔

تخریج حدیث (۱۰۹۲): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب تسویة الصفوف .

کلماتِ حدیث: حاذوا بالأعناق : گردنیں برابر کر لو۔ یعنی سب کی گردنیں ایک سیدھ میں ہوں۔

شرحِ حدیث: صفیں سیدھی اور درست ہونا اور نمازیوں کا باہم مل کر اور پیوست ہو کر کھڑا ہونا کہ سب کے شانے اور قدم باہم ملے ہوئے ہوں اتمامِ صلوٰۃ میں سے ہے۔ اسی طرح صفیں آگے پیچھے ہوں کہ سب باہم متصل ہوں یعنی دو صفوں کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ ہو اس سے زیادہ فاصلہ مکروہ ہے۔ شیطان صفوں کے درمیان گھس کر نمازیوں میں خلل ڈالنے کی کوشش کرتا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ایک صف کے درمیان خلا نہ ہو اور نہ صفوں کی ترتیب میں فاصلہ ہو۔ (روضة المتقین : ۳/۱۲۶ ـ دلیل الفالحین : ۳/۵۲۷)

پہلی صف پہلے مکمل کریں

۱۰۹۳. وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَتِمُّوا الصَّفَّ الْمُقَدَّمَ ثُمَّ الَّذِیْ یَلِیْہِ، فَمَا کَانَ مِنْ نَقْصٍ فَلْیَکُنْ فِی الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ". رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ.

(۱۰۹۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے اگلی صف کو مکمل کرو پھر اس کے بعد والی صف کو اور جو کمی ہو وہ پچھلی صف میں ہونی چاہیے۔ (ابوداؤد، بسند حسن)

تخریج حدیث (۱۰۹۳): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف.

کلمات حدیث: أتموا الصف المقدم : پہلی صف کو مکمل کرو، اگلی صف کو پورا کرو۔

شرح حدیث: پہلے صفِ اوّل کو مکمل کیا جائے یعنی اگر پہلی صف میں جگہ ہو تو پہلی صف میں کھڑا ہونا چاہیے، پہلی صف کے مکمل ہونے کے بعد دوسری صف کو مکمل کرنا چاہیے۔ اگلی صف مکمل ہونے سے پہلے ہی دوسری صف میں کھڑا ہو جانا درست نہیں ہے۔

(روضۃ المتقین : ۳/۱۲۶۔ نزھۃ المتقین : ۲/۱۲۶)
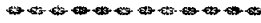
امام کے دائیں جانب کھڑے ہونے والوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت

۱۰۹۴. وَعَنْ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلٰی مَیَامِنِ الصُّفُوْفِ" رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ وَفِیْہِ رَجُلٌ مُخْتَلَفٌ فِیْ تَوْثِیْقِہٖ.

(۱۰۹۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمتیں بھیجتے ہیں ان لوگوں پر جو صفوں کے دائیں جانب کھڑے ہوتے ہیں۔ (اس حدیث کو ابوداؤد نے ایسی سند سے جو مسلم کی شرط کے مطابق ہے روایت کیا، مگر اس سند میں ایک راوی جس کے ثقہ ہونے میں اختلاف ہے)

تخریج حدیث (۱۰۹۴): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب الصف بین السواری.

کلمات حدیث: یصلون : صلوٰۃ کی نسبت اگر اللہ سبحانہ کی جانب ہو تو اس کے معنی رحمت کے ہیں اور فرشتوں کی جانب ہو تو استغفار کے ہوتے ہیں۔

شرح حدیث: سنت یہ ہے کہ امام درمیان میں ہو اور اس کے دونوں جانب نمازیوں کی تعداد مساوی ہو، اور جب کوئی نمازی آئے تو یہ دیکھے کہ صف کے دائیں بائیں دونوں طرف جگہ موجود ہے تو افضل یہ ہے کہ وہ دائیں جانب کھڑا ہو۔ بہرحال صف کے دائیں جانب کھڑا ہونا افضل ہے اور اللہ تعالیٰ صف کے دائیں طرف کھڑے ہونے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں اور فرشتے ان کے حق میں دعاء

کرتے ہیں۔ (روضة المتقين : ٣/١٢٧ ـ دليل الفالحين : ٣/٥٢٨)

صحابۂ کرام رسول اللہ ﷺ کے دائیں جانب کھڑا ہونے کو پسند فرماتے تھے

١٠٩٥ . وَعَنِ الْبَرَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْبَبْنَا اَنْ نَّكُوْنَ عَنْ يَمِيْنِهٖ ، يُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ : "رَبِّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ اَوْ تَجْمَعُ عِبَادَكَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(١٠٩٥) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہمیں یہ بات پسند ہوتی تھی کہ ہم آپ ﷺ کے دائیں طرف کھڑے ہوں تا کہ آپ ﷺ اپنا چہرہ ہماری طرف کریں۔ ایک مرتبہ میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

"رب قني عذابك يوم تبعث عبادك."

"اے میرے رب جب تو اپنے بندوں کو اٹھائے تو مجھے عذاب سے محفوظ رکھنا۔" (مسلم)

تخریج حدیث (١٠٩٥): صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب يمين الامام.

شرحِ حدیث: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے عملِ صحابہ بیان فرمایا ہے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ کو یہ بات محبوب تھی کہ صف کے دائیں جانب نماز میں شریک ہوں کہ جیسے ہی رسول اللہ ﷺ نماز سے سلام پھیریں تو چہرہ انور پر نظر پڑے۔ غرض نماز کی صفوں میں صف کے دائیں جانب کھڑا ہونا افضل ہے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ٥/١٨٦ ـ روضة المتقين : ٣/١٢٧)

صف کے درمیان خالی جگہ پُر کرنے کی تاکید

١٠٩٦ . وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَسِّطُوا الْاِمَامَ، وَسُدُّوا الْخَلَلَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ.

(١٠٩٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ امام کو درمیان میں رکھو اور خلا کو بند کرو۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث (١٠٩٦): سنن ابى داؤد، كتاب الصلاة، باب في تسوية الصفوف.

کلماتِ حدیث: وسطوا الامام : امام کو درمیان میں رکھو۔ یعنی امام کے دائیں بائیں نمازی ہوں اور امام سامنے صف کے درمیان میں کھڑا ہو۔

شرحِ حدیث: امام کو سامنے اس طرح کھڑا ہونا چاہیے کہ اس کے پیچھے صفوں میں دونوں جانب لوگ برابر ہوں ایسا نہ ہو کہ صف

کے ایک حصہ میں زیادہ لوگ ہو جائیں اور ایک حصہ میں کم ہو جائیں۔صف کے دائیں جانب کھڑے ہونے کی افضلیت بھی سابقہ احادیث میں گزری ہے وہ بھی اس بات کے پیش نظر ہے کہ دائیں جانب جگہ ہو اور بائیں جانب بھی لوگ موجود ہوں۔اگر صف کے بائیں جانب لوگ کم کھڑے ہوں تو بائیں جانب کھڑے ہونے والے کے بارے میں ایک حدیث میں اجر وثواب بیان کیا گیا ہے تا کہ یہ صورت نہ ہو کہ صف کی بائیں جانب نمازی نہ ہوں اور تمام نمازی دائیں جانب کھڑے ہو جائیں۔

(روضة المتقين : ۱۲۸/۳۔ نزهة المتقين : ۱۲۷/۲)
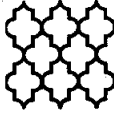
الباب (۱۹۵)

بَابُ فَضْلِ السُّنَنِ الرَّاتِبَةِ مَعَ الْفَرَآئِضِ وَبَيَان اَقَلِّهَا وَاَكْمَلِهَا وَمَابَيْنَهُمَا

فرض نمازوں کے ساتھ سنن موکدہ کی فضیلت کم سے کم، زیادہ کامل اوران دونوں کے درمیان صورت کا بیان

بارہ رکعت سنتوں کی فضیلت

۱۰۹۷. عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمِّ حَبِيْبَةَ رَمْلَةَ بِنْتِ اَبِىْ سُفْيَانَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَامِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُصَلِّىْ لِلّٰهِ تَعَالىٰ فِىْ كُلِّ يَوْمٍ ثِنْتَىْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَالْفَرِيْضَةِ اِلَّا بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِى الْجَنَّةِ، اَوْ اِلَّا بُنِىَ لَهٗ بَيْتٌ فِى الْجَنَّةِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۰۹۷) حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے فرض نمازوں کے علاوہ روزانہ بارہ رکعتیں نفل پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنادیتا ہے یا اسی طرح فرمایا کہ اس کے لیے جنت میں گھر بنادیا جاتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۰۹۷): صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب السنن الراتبة قبل الفرائض وبعدهن وبيان عددهن.

کلماتِ حدیث: تطوع: فرائض کے علاوہ نوافل پڑھنا۔

شرحِ حدیث: جو بندہ ہر روز فرض نمازوں کے علاوہ بارہ رکعت نفل پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنادیں گے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ جو شخص شب وروز میں بارہ رکعت پڑھے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ان نمازوں کو کبھی ترک نہیں کیا ان رکعات کی تعداد اوقات اور تفصیل اس حدیث میں آئی ہے جو ترمذی نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے شب وروز میں بارہ رکعتیں پڑھیں اس کے لیے جنت میں گھر بن گیا۔ چار ظہر سے پہلے دو ظہر کے بعد۔ دو مغرب کے بعد دو عشاء کے بعد اور دو فجر سے پہلے۔ ابن حبان نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے لیکن انہوں نے کہا کہ دو رکعت قبل عصر اور دو رکعت بعد عشاء کا ذکر نہیں ہے۔

سنن ابی داؤد میں بسند صحیح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ عصر سے قبل دو رکعت پڑھتے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اس بندے پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے دو رکعت پڑھے اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جس نے چار رکعت قبل ظہر اور چار رکعت بعد ظہر کی محافظت کی اللہ تعالیٰ اس پر جہنم حرام کردے گا۔

(شرح صحيح مسلم للنووي: ۸/۶۔ تحفة الاحوذي: ۴۸۲/۲۔ روضة المتقين: ۱۲۸/۳)

ظہر سے پہلے کی سنتیں

۱۰۹۸ . وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا قَالَ : صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۰۹۸) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دو رکعت ظہر سے پہلے اور دو رکعت ظہر کے بعد پڑھیں اور دو رکعت جمعہ کے بعد اور دو رکعتیں مغرب کے بعد اور دو رکعتیں عشاء کے بعد پڑھیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۰۹۸): صحیح البخاری، کتاب التھجد، باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی. صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب سنن الراتبۃ قبل الفرائض و بعدھن.

شرح حدیث: فرض نمازوں کے علاوہ ہر نماز سے پہلے یا بعد میں نفل نمازیں پڑھی جاتی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں ایک وہ نماز ہے جس پر رسول اللہ ﷺ نے مداومت فرمائی۔ جیسے اس حدیث میں ان کی تعداد دس رکعت بیان ہوئی ہے، بعض احادیث میں ان کی تعداد بارہ یا چودہ بیان ہوئی ہے۔ یہ سنن مؤکدہ یا سنن رواتب کہلاتی ہیں یعنی ایسی رکعتیں جو نبی کریم ﷺ کے طریق عمل اور فرمان سے ثابت ہیں اور جن پر آپ ﷺ نے ہمیشہ عمل فرمایا۔ نوافل کی دوسری قسم وہ ہے جن پر آپ ﷺ کا عمل دائمی نہیں تھا انہیں نوافل یا غیر مؤکدہ کہتے ہیں۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ نوافل کی بہت اہمیت ہے اور ان کا بہت اجر و ثواب ہے اور جس قدر زیادہ نوافل کوئی اللہ کا بندہ پڑھ سکتا ہو اسے چاہیے کہ وہ پڑھ لے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے جب آپ ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے جنت میں آپ ﷺ کی مرافقت مطلوب ہے تو آپ نے فرمایا کہ تم کثرت سجود سے میری مدد کرو یعنی نوافل کثرت سے پڑھو۔

حضرت شیخ عبدالحق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث مذکور امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک ظہر کی فرض نماز سے پہلے دو رکعتیں سنت ہیں مگر احناف کے نزدیک چار ہیں۔ احناف کی دلیل وہ احادیث ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے منقول ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ صحابہ کرام میں سے اکثر کا عمل وہی تھا جو احناف کا مسلک ہے۔ نیز امام شافعی اور امام احمد کا بھی ایک قول چار رکعتوں کا منقول ہے لیکن اس طرح کہ چار رکعتیں دو سلام سے پڑھی جائیں۔ نیز جمعہ میں احناف کے نزدیک چار رکعت قبل الجمعہ اور چار رکعت بعد جمعہ سنت ہیں کیونکہ طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو جمعہ میں حاضر ہو تو چار رکعت جمعہ سے پہلے اور چار رکعت جمعہ کے بعد پڑھے۔

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ احناف کے نزدیک تمام نمازوں کی سنتوں کی تفصیل و تعداد ذکر کر دی جائے۔

فجر کی نماز سے پہلے دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں ان کی تاکید تمام سنتوں سے زیادہ ہے۔ بعض روایات میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ان کے واجب ہونے کا قول منقول ہے۔ ظہر کے وقت چار رکعت فرض سے پہلے ایک سلام سے اور فرض کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ

ہیں۔ جمعہ کے وقت فرض سے پہلے چار رکعت ایک سلام سے سنتِ مؤکدہ ہیں اور فرض کے بعد چار رکعت ایک سلام سے سنتِ مؤکدہ ہیں۔ عصر کے وقت کوئی سنتِ موکدہ نہیں ہے البتہ فرض سے پہلے چار رکعت ایک سلام سے مستحب ہیں۔ مغرب کے فرض کے بعد دو رکعت سنتِ مؤکدہ ہیں۔ عشاء کے وقت فرض کے بعد دو رکعت سنتِ مؤکدہ ہیں اور فرض سے پہلے چار رکعت ایک سلام سے مستحب ہیں۔ وتر کے بعد دو رکعت مستحب ہیں۔

(فتح الباري : ۱/۶۴۳۔ ارشاد الساري : ۲/۶۱۷۔ مظاهر حق : ۱/۷۳۸، ۷۵۲۔ عمدة القاري : ۷/۳۶۰)

ہر اذان و اقامت کے درمیان نماز ہے

۱۰۹۹۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلوٰةٌ بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلوٰةٌ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَآءَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اَلْمُرَادُ بِالْاَذَانَيْنِ : اَلْاَذَانُ وَالْاِقَامَةُ.

(۱۰۹۹) حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے تیسری مرتبہ میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو چاہے۔ (متفق علیہ)

اذانیں : دو اذانوں سے مراد اذان اور اقامت ہے۔

تخریج حدیث (۱۰۹۹): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب بین کل اذانین صلاۃ لمن شاء. صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب بین کل اذانین صلوٰۃ.

شرح حدیث: ہر اذان اور اقامت کے نماز درمیان ہے، مقصودِ حدیث یہ ہے کہ اذان سن کر فوراً مسجد جانا چاہیے اور اذان اور اقامت کے درمیان نفل نماز پڑھنی چاہیے۔ زین الدین بن المنیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اذان کے بعد مسجد میں جلد پہنچنے کی ترغیب ہے کیونکہ نماز کے انتظار میں بیٹھنا بھی نماز ہی کے حکم میں ہے۔ بہر حال حدیث مبارک میں نفل نمازوں کی ترغیب ہے کہ نوافل بلندیِ درجات اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہیں اور ان سے فرض کے نقصان کی بھی تلافی ہوتی ہے۔ صحیح بخاری میں مروی حدیثِ قدسی میں ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: میرا بندہ نوافل سے میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں۔ اور صحیح ابن حبان میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر فرض نماز سے پہلے دو رکعتیں ہیں۔

(فتح الباري : ۱/۵۱۱۔ ارشاد الساري : ۲/۲۲۷۔ روضة المتقين : ۳/۱۳۰)

البَابُ (۱۹۶)

بَابُ تَاكِيدِ رَكْعَتَي سُنَّةِ الصُّبحِ
صبح کی سنتوں کی تاکید

ظہر سے پہلے چار رکعت اور فجر سے پہلے دو رکعت کی پابندی

۱۱۰۰. عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَايَدَعُ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۱۱۰۰) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعت اور فجر سے پہلے دو رکعت ترک نہیں فرماتے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۱۰۰): صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب الركعتين قبل الظهر .

کلمات حدیث: قبل الغداة : صبح سے پہلے یعنی نمازِ فجر سے پہلے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز سے پہلے دو سنتوں اور ظہر سے قبل چار رکعت کا التزام فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک اور حدیث میں مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے۔

اس حدیث میں اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی اس حدیث میں جس میں آپ نے ظہر سے پہلے دو سنتیں ذکر کی ہیں تعارض نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب گھر میں پڑھتے تو چار پڑھتے اور مسجد میں پڑھتے تو دو رکعت پڑھتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جو عمل نبوت دیکھا وہ بیان کیا۔ یا ہوسکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ بعد زوال چار رکعتیں پڑھتے ہوں اور یہ آپ ﷺ کا معمول ہو کیونکہ ثوبان سے مروی ایک حدیث میں ہے جسے بزار نے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نصف نہار کے بعد نماز پڑھنا پسند فرماتے تھے اور آپ ﷺ ارشاد فرماتے کہ اس وقت آسمانوں کے دروازے کھلتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو بہ نظر رحمت دیکھتے ہیں۔ (فتح الباري : ۷۳۲/۱۔ ارشاد الساري : ۲۳۲/۳۔ عمدة القاري : ۳۵۵/۷)

فجر کی سنتوں کا اہتمام

۱۱۰۱. وَعَنْهَا قَالَتْ : لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلىٰ شَيْءٍ مِّنَ النَّوَافِلِ اَشَدَّ تَعَاهُدًا مِّنْهُ عَلىٰ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۱۰۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نوافل میں کسی نفل کا اتنا اہتمام نہیں فرماتے تھے جتنا

صبح سے پہلے کی دوسنتوں کا اہتمام فرماتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۱۰۱): صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب التعاهد لرکعتی الفجر . صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ المسافرین، باب استحباب رکعتی الفجر .

کلمات حدیث: تعاهد : التزام، پابندی، محافظت.

شرح حدیث: مقصودِ حدیث مبارک یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ فجر سے پہلے کی دوسنتوں کا بہت اہتمام فرماتے اور سفر میں اور حضر میں ہر حال میں ان سنتوں کو ادا فرماتے تھے۔ مسلم میں ایک اور حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر سے پہلے کی دوسنتوں کی شدید محافظت فرماتے تھے۔ یعنی احتیاط کے ساتھ ان کی پابندی فرماتے تھے۔

(فتح الباري : ۱/۷۲۸۔ ارشاد الساري : ۳/۳۲۲۔ عمدۃ القاري : ۷/۳۳۱)

فجر کی سنتیں دنیا ومافیہا سے بہتر

۱۱۰۲. وعنها عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : "ركعتا الفجر خيرٌ من الدُّنيا وما فيها" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

وَفِي رِوَايَةٍ لَّهُ: "اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الدُّنيَا جَمِيعًا."

(۱۱۰۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ فجر کی دو رکعتیں دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں سے بہتر ہیں۔ (مسلم)

مسلم کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہیں۔

تخریج حدیث(۱۱۰۲): صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب استحباب رکعتي الفجر .

شرح حدیث: فجر کی سنتیں تمام دنیا اور اس کی تمام نعمتوں سے افضل ہیں، یعنی اگر کسی کو ساری دنیا کی دولت حاصل ہو جائے اور وہ اس ساری دولت کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دے تب بھی فجر سے پہلے کی دو رکعتیں افضل ہیں۔ دنیا کی اور دنیا کی نعمتوں کی اللہ کے یہاں اسی وقت کوئی قدر و قیمت ہوتی ہے جب اس مال و دولت کو اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے ورنہ بذات خود دنیا اور متاعِ دنیا کی تو حیثیت اللہ کے یہاں ایک مکھی کے پر کے برابر بھی نہیں ہے۔ (مظاهر حق : ۱/۷۴۱)

طلوعِ فجر کے بعد سنت وفجر کی ادائیگی

۱۱۰۳. وَعَنْ اَبِي عَبْدِاللهِ بِلَالِ بْنِ رَبَاحٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْهُ مُؤَذِّنِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ اَتَى رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُؤْذِنَهُ بِصَلوٰةِ الْغَدَاةِ فَشَغَلَتْ عَآئِشَةُ بِلَالًا بِاَمْرٍ سَاَلَتْهُ

عَنْهُ حَتّی اَصْبَحَ جِدًّا، فَقَامَ بِلَالٌ فَاٰذَنَهٗ وَتَابَعَ اَذَانَهٗ فَلَمْ یَخْرُجْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا خَرَجَ صَلّٰی بِالنَّاسِ، فَاَخْبَرَهٗ اَنَّ عَآئِشَةَ شَغَلَتْهُ بِاَمْرٍ سَاَلَتْهُ عَنْهُ حَتّٰی اَصْبَحَ جِدًّا وَاَنَّهٗ اَبْطَأَ عَلَیْهِ بِالْخُرُوْجِ، فَقَالَ. یَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اِنِّیْ کُنْتُ رَکَعْتُ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ" فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّکَ اَصْبَحْتَ جِدًّا؟ فَقَالَ: "لَوْ اَصْبَحْتُ اَکْثَرَ مِمَّا اَصْبَحْتُ لَرَکَعْتُهُمَا وَاَحْسَنْتُهُمَا، وَاَجْمَلْتُهُمَا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ!!

(۱۱۰۳) مؤذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوعبداللہ بلال بن رباح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح کی اطلاع دیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کسی کام کے بارے میں پوچھنے لگیں جوانہوں نے ان سے کہا تھا۔ یہاں تک کہ خوب صبح ہوگئی۔ بلال کھڑے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کی اطلاع دی اور آپ کو بار بار اطلاع دی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف نہ لائے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کسی کام کے بارے میں پوچھنے لگی تھیں جوانہوں نے ان سے کہا تھا یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیر سے تشریف لائے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دو رکعت فجر پڑھ رہا تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے صبح کردی اور آپ نے فرمایا کہ اگر میں اس سے بھی زیادہ صبح کر دیتا تب بھی میں ان دو رکعتوں کو پڑھتا خوب اچھی طرح پڑھتا اور بہترین طریقے سے پڑھتا۔ (ابوداؤد نے بسند حسن روایت کیا)

تخریج حدیث(۱۱۰۳): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب رکعتی الفجر.

کلمات حدیث: لیؤذنہ: تاکہ آپ کو اطلاع کر دیں، یعنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ فجر کی اذان ہوگئی ہے۔ تابع اذانہ: بار بار آپ کو اطلاع دی کہ اذان ہوگئی ہے۔ لو اصبحت اکثر: اگر اس سے زیادہ صبح ہو جاتی تب بھی میں فجر کی سنتیں ضرور ادا کرتا۔

راوی حدیث: حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ غلام تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ مؤذنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، آپ کے ساتھ متعدد غزوات میں شرکت کی۔ سابقین اسلام میں سے ہیں اور قبولِ اسلام پر کافروں کے ظلم وستم کا نشانہ بنے اور ثابت قدم رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جہاد کے لیے شام چلے گئے اور وہیں مقیم رہے۔ آپ سے ۴۴ احادیث مروی ہیں۔ ۲۰ھ میں انتقال کیا۔ (الاصابہ فی تمییز الصحابہ)

شرح حدیث: حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذانِ فجر دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لے گئے تاکہ آپ کو اطلاع دیں کہ اذانِ فجر ہوگئی ہے نماز کے لیے تشریف لائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بلال سے کوئی بات کرنی تھی اور کسی کام کے بارے میں پوچھنا تھا اس گفتگو میں حضرت بلال کو تاخیر ہوئی بہرکیف انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی اور کئی بار اطلاع دی لیکن آپ قدرے تاخیر سے باہر تشریف لائے اور نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد حضرت

بلال رضی اللہ عنہ نے بطورِ معذرت آپ سے گزارش احوال کی اور فرمایا کہ آپ ﷺ بھی دیر سے باہر تشریف لائے اور خوب صبح ہوگئی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں فجر سے پہلے کی دو سنتیں پڑھ رہا تھا اگر اس سے بھی زیادہ صبح ہو جاتی تب بھی میں ان دو رکعتوں کو خوب اچھی طرح اور خوب ترین طریقے پر پڑھتا۔

حدیثِ مبارک سے فجر کی دو سنتوں کی اہمیت وفضیلت اور ان کی تاکید کی وضاحت ہوتی ہے۔

(روضة المتقين : ۱۳۳/۳ ـ دليل الفالحين : ۵۳۵/۳)

الباب (۱۹۷)

بَابُ تَخْفِيفِ رَكْعَتِي الْفَجْرِ وَبَيَانِ مَايُقْرَأُ فِيهَا، وَبَيَانِ وَقْتِهِمَا

فجر کی سنتوں میں تخفیف اور ان کی قراءت اور وقت کا بیان

۱۱۰۴. عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَآءِ وَالْاِقَامَةِ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا يُصَلِّيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَيُخَفِّفُهُمَا حَتّٰى اَقُوْلَ هَلْ قَرَأَ فِيْهِمَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ كَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اِذَا سَمِعَ الْاَذَانَ وَيُخَفِّفُهُمَا وَفِيْ رِوَايَةٍ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ.

(۱۱۰۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی اذان اور اقامت کے درمیان دو مختصر رکعت پڑھتے تھے۔ (متفق علیہ)

بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ فجر کی دو رکعتیں پڑھتے اور خفیف پڑھتے یہاں تک کہ میں سوچتی کہ آپ ﷺ نے سورۂ فاتحہ بھی پڑھ لی ہے۔

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ فجر کی دو رکعتیں پڑھتے مگر جب اذان کی آواز سنتے تو ان میں تخفیف فرما لیتے تھے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جب فجر طلوع ہو جاتی۔

تخریج حدیث (۱۱۰۴): صحيح البخاری، كتاب الصلاة، باب ما يقرأ فی ركعتی الفجر . صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب ركعتی الفجر.

کلمات حدیث: خفيفتين : تثنیہ، واحد خفیفہ: ہلکی، خفیف دو خفیف رکعتیں۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ صلاۃ التہجد میں اور دیگر نوافل میں طویل قراءت فرماتے اور طویل رکوع و سجود فرماتے۔ مگر صبح کی دو رکعتوں میں بعض اوقات تخفیف فرماتے خاص طور پر جب فجر کی اذان ہو جاتی یا آپ ﷺ کو اذانِ فجر کی اطلاع دی جاتی تو آپ ﷺ ان رکعتوں میں تخفیف فرماتے تا کہ فجر کی نماز میں قراءت طویل ہو سکے۔ (دليل الفالحين : ۵۳۸/۳۔ روضة المتقين : ۱۳٤/۳)

فجر کی سنتیں ہلکی پھلکی ادا فرماتے تھے

۱۱۰۵. وَعَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِلصُّبْحِ وَبَدَا الصُّبْحُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ : کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ لَایُصَلِّیْ اِلَّا رَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ .

(۱۱۰۵) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ جب مؤذن صبح کی اذان دیتا اور صبح ظاہر ہو جاتی تو آپ ﷺ دو خفیف رکعت پڑھتے ۔ (متفق علیہ)

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر طلوع ہو جانے کے بعد کوئی نماز سوائے دو ہلکی رکعتوں کے نہ پڑھتے ۔

تخریج حدیث (۱۱۰۵): صحیح البخاری، کتاب الصلاة و الاذان، باب الاذان بعد الفجر . صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب استحباب رکعتی الفجر .

کلمات حدیث: بدا الصبح : صبح رونما ہوگئی، صبح ظاہر ہوگئی، صبح صادق طلوع ہوگئی۔

شرح حدیث: صبح کی دوسنتوں کا وقت طلوع صبح صادق کا یقین ہو جانے کے بعد ہوتا ہے طلوع صبح صادق کے بعد دوسنتوں پر اکتفاء کرنا چاہیے، ان رکعتوں میں رسول اللہ ﷺ اس لیے تخفیف فرماتے تھے تاکہ فجر کی نماز کے وقت میں وسعت باقی رہے اور اس میں طویل قراءت کی جا سکے۔ (نزهة المتقين : ۲/۱۳۱)

طلوعِ فجر کے بعد سنت کی ادائیگی

۱۱۰۶ . وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ : کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ مَثْنٰی مَثْنٰی وَیُوْتِرُ بِرَکْعَةٍ مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ، وَیُصَلِّی الرَّکْعَتَیْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ، وَکَأَنَّ الْاَذَانَ بِاُذُنَیْهِ . مُتَّفَقٌ عَلَیْه .

(۱۱۰۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو دو رکعت پڑھتے اور رات کے آخری حصے میں ایک رکعت سے وتر بناتے اور صبح کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے گویا کہ آپ ﷺ کے کانوں میں اقامت کی آواز آرہی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۱۰۶): صحیح البخاری، کتاب الوتر، باب ساعات الوتر و التهجد و المساجد . صحیح مسلم، کتاب الصلاة المسافرین، باب صلاة اللیل مثنی مثنی .

کلمات حدیث: مثنی مثنی : دو دو، یعنی دو دو رکعتیں۔ کان الاذان فی اذنیه : گویا کانوں میں اقامت کی آواز آرہی ہے۔ یہاں اذان سے اقامت مراد ہے۔

شرح حدیث: رات کی نماز دو دو رکعت پڑھنی چاہیے، اس حدیث میں وتر کی ایک رکعت ذکر کی گئی ہے جو شافعی، حنبلی اور مالکی فقہاء کا مسلک ہے یعنی تہجد کی دو دو رکعت پڑھ کر پھر ایک رکعت پڑھ کر ان تمام رکعتوں کو وتر بنالے۔ احناف کے نزدیک وتر کی تین رکعتیں ہیں

کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ ثم او تر بثلاث کہ پھر آپ ﷺ نے تین رکعت وتر پڑھے۔
آپ ﷺ فجر کی دو سنتیں خفیف پڑھتے جیسے آپ ﷺ کے کانوں میں اقامت کی آواز آرہی ہے یعنی آپ ﷺ فجر کی سنتوں میں جلدی فرماتے اوران رکعتوں میں قراءت کم فرماتے کہ فارغ ہوکر مسجد میں فرض نماز کی ادائیگی کے لیے تشریف لے جائیں۔

(فتح الباري : ٦٦٧/١۔ أوشاد الساري : ٨/٣۔ عمدة القاري : ١٢/٧)

فجر کی سنتوں میں قرأت

١١٠٧. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فِي الْاُوْلٰى مِنْهُمَا "اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ .
وَفِيْ رِوَايَةٍ : وَفِي الْاٰخِرَةِ الَّتِيْ فِيْ اٰلِ عِمْرَانَ "تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ رَوَاهُمَا مُسْلِمٌ.

(١١٠٧) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی دو سنتوں میں پہلی رکعت میں پڑھتے تھے:
﴿ قُولُوٓا۟ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَمَآ أُنزِلَ إِلَيْنَا ﴾ سورۃ البقرۃ کی آیات ﴿ ءَامَنَّا وَٱشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴾
اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ دوسری رکعت میں آلِ عمران کی یہ آیت پڑھتے:
﴿ تَعَالَوْا۟ إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ﴾ (مسلم)

تخریج حدیث(١١٠٧): صحيح مسلم. كتاب صلاة المسافرين. باب استحباب ركعتي سنة الفجر .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ فجر کی سنتوں میں سورۃ البقرۃ کی یہ آیات قولوا آمنا بالله. ونحن مسلمون تک پہلی رکعت میں تلاوت فرماتے اور دوسری رکعت میں آلِ عمران کی یہ آیات واشهد بأننا مسلمون تک پڑھتے اور بعض اوقات دوسری رکعت میں یہ آیات پڑھتے قل يا اهل الكتاب تعالوا سے فقولوا اشهدوا بأنا مسلمون تک تلاوت فرماتے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/٦۔ روضة المتقين : ١٣٦/٣)

فجر کی سنتوں میں سورۃ الکافرون اور اخلاص پڑھنا

١١٠٨. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ : قُلْ يَااَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ، وَقُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ!!"رَوَاهُ مُسْلِمٌ!

(١١٠٨) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فجر کی دو رکعتوں میں ﴿ قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْكَٰفِرُونَ ﴾ اور ﴿ قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ﴾ کی تلاوت فرمائی۔(مسلم)

تخریج حدیث(۱۱۰۸): صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب استحباب رکعتی الفجر .

شرح حدیث: ابن حبان نے اپنی صحیح میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک صاحب نے فجر کی دو رکعتیں پہلی رکعت میں ﴿ قُلْ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلْكَـٰفِرُونَ ﴾ پڑھی جب ان کی تلاوت ختم ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بندہ ہے جس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ پھر انہوں نے دوسری رکعت میں ﴿ قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ﴾ پڑھی یہاں تک کہ مکمل ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بندہ ہے جو اپنے رب پر ایمان لایا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے محبوب ہے کہ میں فجر کی دو رکعتوں میں یہ سورتیں پڑھوں۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ٦/٦۔ روضه المتقین : ١٣٦/٣)

فجر کی سنتوں میں سورۃ کافرون اور اخلاص پڑھنا بہتر ہے

١١٠٩. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ : رَمَقْتُ النَّبِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ : قُلْ يَآاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ!

(١١٠٩) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک مہینہ تک دیکھتا رہا کہ آپ فجر سے پہلے کی دو رکعتوں میں ﴿ قُلْ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلْكَـٰفِرُونَ ﴾ اور ﴿ قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ﴾ پڑھتے رہے۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۱۱۰۹): الجامع للترمذی، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی تخفیف رکعتی الفجر .

کلمات حدیث: رمقت : میں دیکھتا رہا، میں بغور دیکھتا رہا۔ رمق، رمقاً (باب نصر) دیر تک دیکھنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ فجر سے پہلے کی دو رکعتوں میں قراءت میں تخفیف فرماتے اور سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص پڑھتے اور اس تخفیف کی حکمت یہ تھی کہ اوّل وقت میں نمازِ فجر ادا کریں یا اس لیے کہ فجر کی فرض نماز میں زیادہ طویل قراءت فرماسکیں اور فجر سے پہلے کی دو رکعتیں ہلکی ادا فرما کر پوری ہمت اور استعداد تام کے ساتھ نماز فجر ادا فرمائیں۔ یہ بات حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری اور العراقی نے شرح الترمذی میں فرمائی ہے۔

سنت یہ ہے کہ ان تینوں روایات کو جمع کیا جائے کہ فجر سے پہلے کی دو رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں سورۃ البقرۃ کی آیت اور الکافرون تلاوت کرے اور دوسری رکعت میں آیات البقرۃ وآلِ عمران اور سورۂ اخلاص پڑھے اور یہ تخفیف کے خلاف نہیں ہے کہ تخفیف امورِ نسبیہ میں سے ہے۔ (تحفة الأحوذي : ٤٨٦/٢۔ روضة المتقین : ١٣٧/٣۔ دلیل الفالحین : ٥٤٠/٣)

البَابُ (۱۹۸)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْاِضْطِجَاعِ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، عَلٰى جَنْبِهِ الْاَيْمَنِ، وَالْحَثِّ عَلَيْهِ سَوَآءٌ كَانَ تَهَجَّدَ بِاللَّيْلِ اَمْ لَا

فجر کی دو رکعتوں کے بعد دائیں جانب لیٹنے کا استحباب خواہ تہجد پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو

●●●●●●●●●●●●

۱۱۱۰ . عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلّٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اِضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ! رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ!!

(۱۱۱۰) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب دو رکعت فجر پڑھ لیتے تو آپ ﷺ اپنی دائیں جانب لیٹ جاتے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۱۱۰): صحیح البخاری، کتاب التهجد بالليل، باب الضجعة على الشق الايمن.

کلمات حدیث: اضطجع: آپ ﷺ لیٹ گئے۔ اضطجاع (باب افتعال) لیٹنا۔ ضجع ضجعا (باب فتح) پہلو کے بل لیٹنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ فجر سے پہلے دو رکعت پڑھنے کے بعد دائیں کروٹ لیٹتے اور قدرے استراحت فرماتے دائیں جانب کو بائیں جانب پر شرف وفضل حاصل ہے اور یہ بھی ہے کہ مردہ قبر میں دائیں کروٹ پر لٹایا جاتا ہے تو دائیں کروٹ لیٹنا تذکیر بالموت کا سبب بھی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دائیں کروٹ لیٹنے میں مصلحت یہ ہے کہ قلب لٹکا ہوا رہتا ہے اس لیے نیند گہری نہیں ہوتی بلکہ خفیف آتی ہے جبکہ بائیں کروٹ لیٹنے میں قلب دَب جاتا ہے اور آدمی کی نیند گہری ہو جاتی ہے۔

(فتح الباري : ۱/٦٦٤ـ ارشاد الساري : ٦/٣)

●●●●●●●●●●●●

فجر کی سنتوں کے بعد استراحت

۱۱۱۱ . وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْمَا بَيْنَ اَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ اِلَى الْفَجْرِ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ، فَاِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَتَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ وَجَآءَ الْمُؤَذِّنُ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ هٰكَذَا حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْاِقَامَةِ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

قَوْلُهَا : "يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ هٰكَذَا هُوَ فِيْ مُسْلِمٍ وَمَعْنَاهُ بَعْدَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ !

(۱۱۱۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز عشاء سے فراغت کے بعد اور فجر سے پہلے گیارہ

رکعت پڑھتے ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے اور ایک رکعت سے وتر بناتے۔ جب مؤذن اذان فجر سے فارغ ہو جاتا اور فجر واضح ہو جاتی اور مؤذن آپ ﷺ کے پاس آتا تو آپ ﷺ کھڑے ہو کر دو خفیف رکعتیں پڑھتے پھر دائیں کروٹ لیٹتے کہ پھر مؤذن اقامت کی اطلاع دینے آتا۔ (مسلم)

مسلم کی روایت میں یسلم بین کل رکعتین کے الفاظ کے معنی ہیں ہر دو رکعت کے بعد۔

تخریج حدیث (۱۱۱۱): تبین له الفجر : صبح صادق ظاہر ہو جاتی۔

شرح حدیث: نمازِ عشاء سے فارغ ہونے کے بعد سے نمازِ فجر تک رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعتیں پڑھتے اور ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے۔ صبح کی اذان کے بعد آپ ﷺ دو رکعت قبل فجر پڑھتے پھر قدرے دائیں کروٹ لے کر استراحت فرماتے اتنی دیر کہ پھر آپ ﷺ کو نمازِ صبح کی اقامت کے قریب آجانے کی اطلاع دی جاتی۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صحابہ کرام میں استراحت کا عمل بطورِ سنت جاری نہیں رہا ہے۔

حدیث مبارک میں یہ الفاظ کہ ویوتر بواحدة کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ ﷺ ایک رکعت وتر پڑھتے تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ گیارہ رکعتیں اس طرح پڑھا کرتے تھے کہ آخری دونوں رکعتوں یعنی نویں اور دسویں کے ساتھ ایک رکعت ملا کر وتر بنا لیا کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں، ایک یہ کہ وتر ایک رکعت پڑھی جا سکتی ہے دوسرے یہ کہ نمازِ تہجد میں ہر دو رکعت پر سلام پھیرنا چاہیے ائمہ ثلاثہ کا یہی مسلک ہے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/١٥)

فجر کی سنتوں کے بعد دائیں جانب لیٹنا

۱۱۱۲. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ فَلْیَضْطَجِعْ عَلٰی یَمِیْنِهٖ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ بِاَسَانِیْدَ صَحِیْحَةٍ قَالَ التِّرْمِذِیُّ . حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ .

(۱۱۱۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی فجر کی دو رکعت پڑھ لے وہ اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جائے۔ (ابوداؤد اور ترمذی نے اس حدیث کو باسانید صحیحہ روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۱۱۱۲): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب الاضطجاع بعد ركعتي الفجر . الجامع للترمذی، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی الاضطجاع بعد ركعتي الفجر .

شرح حدیث: فجر کی سنتوں کے بعد دائیں کروٹ لیٹنا مستحب ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری میں فرمایا ہے کہ

بعض علماء نے فرمایا کہ فجر سے پہلے کی دو رکعتوں کے بعد لیٹنا گھر میں مستحب ہے، مسجد میں نہیں، اس لیے کہ آپ ﷺ کا مسجد میں استراحت فرمانا منقول نہیں ہے۔ امام نوویؒ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی دو رکعتوں کے بعد لیٹنا مختار قول ہے اور جو روایات ترک استراحت کے بارے میں آئی ہیں وہ بیان جواز کے لیے ہیں۔

(تحفة الأحوذي : ٢/٤٩٠)

البَابُ (١٩٩)
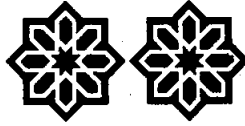
باب سنة الظهر
ظہر کی سنتوں کا بیان

١١١٣ . عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(١١١٣) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دو رکعت ظہر سے پہلے اور دو رکعت ظہر کے بعد پڑھیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (١١١٣): صحيح البخاری، کتاب التهجد، باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی. صحيح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب سنن الرواتب قبل الفرائض وبعدهن .

شرح حدیث: حنفی فقہاء کے نزدیک نمازِ ظہر سے پہلے چار رکعت سنتِ مؤکدہ ہیں اور دو رکعت بعد نمازِ ظہر اس سے قبل (١٠٩٨) میں تفصیل گزر چکی ہے۔ (روضة المتقين : ٣/١٤٠ ـ دليل الفالحين : ٣/٥٤٤)

ظہر سے پہلے آپ ﷺ چار رکعتوں کا بہت اہتمام فرماتے تھے

١١١٤ . وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَايَدَعُ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(١١١٤) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ظہر سے قبل چار رکعت ترک نہ فرماتے تھے۔

تخریج حدیث (١١١٤): صحيح البخاری، کتاب التهجد، باب الركعتين قبل الظهر .

شرح حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعت پر مداومت فرماتے تھے۔ اس لیے ظہر سے قبل چار رکعت سنت مؤکدہ ہیں۔

آپ ﷺ ظہر کی سنتیں گھر میں پڑھا کرتے تھے

١١١٥ . وَعَنْهَا قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِيْ قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا، ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ : وَكَانَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ، ثُمَّ يَدْخُلُ بَيْتِيْ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ وَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْعِشَآءَ : وَيَدْخُلُ بَيْتِيْ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(۱۱۱۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعت ادا فرماتے، پھر تشریف لاتے اور دو رکعت ادا فرماتے۔ آپ لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھاتے پھر میرے گھر آتے اور دو رکعت پڑھتے اور آپ لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے اور میرے گھر آتے اور دو رکعتیں پڑھتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۱۱۵): صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب جواز النافلة قائما وقاعداً.

شرح حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ظہر سے قبل چار رکعت اور بعد ظہر دو رکعت گھر میں ادا فرماتے اور دو رکعت بعد مغرب اور دو رکعت بعد عشاء ادا فرماتے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نوافل راتبہ گھر میں ادا کرنی چاہئیں جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں نماز پڑھ چکے تو اپنی نماز کا اپنے گھر میں بھی حصہ رکھے کہ اللہ اس کی گھر کی نماز سے اس کے گھر میں برکت عطا فرمائے گا۔ غرض سنن رواتب اور نفلوں کا گھر میں پڑھنا مستحب ہے اور یہ بھی مستحب ہے کہ مسجد سے آ کر فوراً پڑھے تاکہ کسی اور کام میں مشغول نہ ہو جائے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ۹/۶ ـ مظاهر حق : ۷۴۸/۱ ـ تحفة الأحوذي : ۵۲۵/۲)

ظہر کی سنتوں کا اہتمام جہنم سے خلاصی کا ذریعہ ہے

۱۱۱۶. وَعَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ حَافَظَ عَلَى أَرْبَعِ رَكْعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَأَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ" رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ!

(۱۱۱۶) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے قبل ظہر چار رکعت اور بعد ظہر چار رکعات کی محافظت کی اسے اللہ تعالیٰ آگ پر حرام فرما دے گا۔

تخریج حدیث(۱۱۱۶): سنن ابی داؤد، كتاب الصلاة، باب الاربع قبل الظهر وبعدها. الجامع للترمذی، كتاب الصلاة.

کلمات حدیث: حرمه الله على النار : اسے اللہ آگ پر حرام فرما دیں گے۔ یعنی آگ میں ہمیشہ رہنا حرام فرما دیں گے۔

شرح حدیث: چار رکعات قبل ظہر اور چار رکعات بعد ظہر کی پابندی کرنے والا اور ان کی محافظت کرنے والا جہنم پر حرام کر دیا جائے گا یعنی وہ کافر کی طرح ابدی جہنم کا سزاوار نہیں ہوگا یا اسے مطلقاً دوزخ میں نہیں ڈالا جائے گا۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ظہر کے بعد ان مذکورہ چار رکعات میں دو رکعت سنتِ مؤکدہ ہیں اور دو رکعت مستحب اور اولیٰ یہ ہے کہ یہ چار رکعات دو دو کر کے دو سلام کے ساتھ ادا کی جائیں۔ (تحفة الأحوذي : ۵۱۴/۲ ـ مظاهر حق : ۷۴۲/۱)

زوال کے بعد چار رکعت نفل

۱۱۱۷. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ السَّآئِبِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یُصَلِّیْ اَرْبَعاً بَعْدَ اَنْ تَزُوْلَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ وَقَالَ : ''اِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِیْهَا اَبْوَابُ السَّمَآءِ فَاُحِبُّ اَنْ یَصْعَدَ لِیْ فِیْهَا عَمَلٌ صَالِحٌ'' رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ!

(۱۱۱۷) حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ زوال شمس کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعت ادا فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ یہ ایسا وقت ہے جس میں آسمانوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ اس وقت میرا کوئی عمل صالح اوپر جائے۔ (ترمذی) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث (۱۱۱۷): الجامع للترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ما جاء فی الصلاۃ عند الزوال.

کلمات حدیث: بعد أن تزول الشمس : زوال شمس کے بعد، اس کے بعد کہ سورج زوال پذیر ہو جائے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ بعد از ان ظہر چار رکعات پڑھتے کہ وقت ظہر زوال کے بعد شروع ہو جاتا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ یہ ظہر سے پہلے کی چار سنتیں ہیں۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھتے، ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ یہ نماز ہمیشہ پڑھتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ یہ رکعات پڑھتے اور فرماتے کہ اس وقت آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ اس وقت میرا عمل صالح اوپر جائے، آپ ﷺ کا یہ فرمانا اس آیت کی جانب اشارہ ہے:

﴿ إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ ﴾

''اسی کی جانب چڑھتا ہے پاکیزہ کلمہ اور عمل صالح اسے بلند کرتا ہے۔'' (فاطر: ۱۰)

(تحفة الأحوذي ۲/ ۶۰۰۔ مظاهر حق : ۱/ ۲۴۷)

ظہر کے فرض سے پہلے سنتیں رہ جائیں تو بعد میں پڑھ لے

۱۱۱۸. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا لَمْ یُصَلِّ اَرْبَعاً قَبْلَ الظُّهْرِ صَلَّا هُنَّ بَعْدَهَا، رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ !

(۱۱۱۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اگر کسی روز ظہر سے پہلے کی چار رکعت نہ پڑھتے تو ظہر کے بعد پڑھ لیتے۔ (ترمذی) اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث (۱۱۱۸): الجامع للترمذی، ابواب الصلاۃ.

شرح حدیث: اس حدیث مبارک میں بیان ہے کہ رسول کریم ﷺ ظہر سے قبل کی چار رکعتوں کا بہت اہتمام فرماتے اور اگر کسی

روز آپ ظہر سے پہلے نہ پڑھ پاتے تو پھر ظہر کے بعد پڑھتے۔ ظہر سے پہلے کی چار رکعات کی فضیلت کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ ظہر سے قبل چار رکعات پڑھنے والے پر رحم فرماتا ہے'' اور اس رحمت کا نتیجہ وہ ہے جو اس سے قبل حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں بیان ہوا کہ یہ چار رکعات اس کے لیے جہنم سے نجات کا سبب بن جاتی ہیں اور اس بات کی علامت بن جاتی ہیں کہ اس کا خاتمہ اسلام پر ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے گا۔

(دليل الفالحين : ٣/٥٤٦ـ روضة المتقين : ٣/١٤٢)

البَابُ (۲۰۰)

بَابُ سُنَّةِ الْعَصْرِ
عصر کی سنتوں کا بیان

****

عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھنے کا معمول تھا

۱۱۱۹. عَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِالتَّسْلِيْمِ عَلَی الْمَلَآئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ!

(۱۱۱۹) حضرت علی بن طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ عصر سے پہلے چار رکعت ادا فرماتے تھے اور ان کے درمیان ملائکہ مقربین اور ان کے متبعین مسلمانوں اور مؤمنوں پر سلام کے ساتھ فصل فرماتے۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حسن ہے)

تخریج حدیث(۱۱۱۹): الجامع للترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی الاربع قبل العصر.

کلمات حدیث: یفصل بینهن: ان کے درمیان سلام سے فصل فرماتے، یا ان کے درمیان التحیات سے فصل فرماتے جس میں یہ الفاظ ہیں۔

" السلام علینا وعلی عباد اللّٰہ الصالحین ."

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ عصر سے پہلے چار رکعات ادا فرماتے اور ان چار رکعتوں کے درمیان فصل فرماتے یعنی دو رکعت پر سلام پھیر کر پھر دو رکعات پڑھتے، یا التشہد کے ذریعہ فصل فرماتے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عصر سے پہلے چار رکعات پڑھنا مستحب ہے، اور چار رکعت ایک سلام کے ساتھ پڑھنا افضل ہے۔ امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں وارد لفظ تسلیم سے مراد تشہد ہے۔

(تحفة الأحوذي: ۲/۵۱۶۔ روضة المتقين: ۳/۱۴۲)

****

۱۱۲۰. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأً صَلَّی قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعاً" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ" وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ!

(۱۱۲۰) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عصر سے پہلے چار سنتیں پڑھنے والے پر رحم فرمائے۔ (اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۱۱۲۰): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ قبل العصر. الجامع للترمذی، کتاب الصلاۃ،

باب ما جاء فی الاربع قبل العصر .

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے اور ان پر مداومت اختیار کرے۔ اس معنی کی صورت میں یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دعاء ہے۔ مگر یہ جملہ خبریہ بھی ہوسکتا ہے اس صورت میں اس کے معنی ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ رحم فرماتے ہیں اس بندے پر جو دائما عصر سے پہلے چار رکعات پڑھتا ہے اور جس کو اللہ کی رحمت حاصل ہو جائے اس کے گناہ بھی معاف کر دیے جائیں گے اور وہ جنت میں جائے گا۔ (تحفة الأحوذي : ٢/٥١٨ـ روضة المتقين : ٣/١٤٣)

عصر سے پہلے دو رکعتیں بھی پڑھی جاسکتی ہیں

١١٢١. وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یُصَلِّیْ قَبْلَ الْعَصْرِ رَكْعَتَیْنِ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ .

(١١٢١) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عصر سے پہلے دو رکعت ادا فرماتے۔

(ابوداؤد بسند صحیح)

تخریج حدیث(۱۱۲۱): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب الصلاة قبل العصر .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ بعض اوقات عصر سے پہلے دو رکعت بھی پڑھتے اور اکثر اوقات چار رکعات پڑھتے تھے اس بناء پر اس روایت میں دو اور اس روایت میں چار رکعات کا ذکر ہے کوئی تعارض نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر ہیثمی فتح الالہ میں فرماتے ہیں کہ عصر سے قبل چار رکعات والی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ چار رکعات پر دوام فرمایا کرتے تھے اور بعض ایام کسی مشغولیت کی بنا پر دو رکعت پڑھ لیا کرتے تھے۔ (روضة المتقين : ٣/١٤٤)
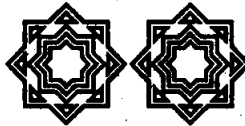
الباب (۲۰۱)

بَابُ سُنَّةِ الْمَغْرِبِ بَعْدَهَا وَ قَبْلَهَا

مغرب سے پہلے اور مغرب کے بعد کی سنتیں

تَقَدَّمَ فِيْ هٰذِهِ الْاَبْوَابِ حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ وَحَدِيْثُ عَائِشَةَ وَهُمَا صَحِيْحَانِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ بَعْدَالْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ.

گزشتہ ابواب میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی احادیث گزرچکی ہیں اور یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں اوران میں یہ بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ مغرب کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

مغرب کے فرض سے پہلے نفل پڑھنا چاہے تو اجازت ہے

۱۱۲۲. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "صَلُّوْا قَبْلَ الْمَغْرِبِ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ: لِمَنْ شَآءَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۱۱۲۲) حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نماز مغرب سے پہلے نماز پڑھو۔ تیسری مرتبہ میں فرمایا کہ جو چاہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۱۲۲): صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب الصلاة قبل المغرب.

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے پہلے دو مرتبہ فرمایا کہ مغرب سے پہلے نماز پڑھو اور تیسری مرتبہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو چاہے اور اس سے مراد مغرب کی اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعت نماز پڑھنا ہے جیسا کہ دیگر روایات میں اس کی تصریح ہے لیکن چونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو چاہے اس لیے یہ رکعات مستحب ہیں اور ان کی ترغیب اس لیے فرمائی کہ اذان اور اقامت کے درمیان دعا قبول ہوتی ہے۔ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے جو چاہے کے الفاظ اس لیے فرمائے کہ لوگ اس کو سنت نہ بنالیں۔

(فتح الباري: ۱/۷۲۹۔ ارشاد الساري: ۲/۲۳۴)

صحابہ مغرب میں فرض سے پہلے نفل پڑھا کرتے تھے

۱۱۲۳. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: لَقَدْ رَاَيْتُ كِبَارَ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِيَ عِنْدَالْمَغْرِبِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۱۱۲۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کبار کو دیکھا کہ مغرب کے وقت جلدی جلدی سنتوں کی طرف جارہے ہوتے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۱۲۳): صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ الی الاسطوانۃ .

کلماتِ حدیث: یبتدرون : جلدی کرتے ہیں، جلدی سے جاتے ہیں۔ ابتدار (باب افتعال) جلدی کرنا۔ السواری جمع ساریۃ : ستون۔

شرح حدیث: اصحاب رسول اللہ ﷺ اذانِ مغرب کے بعد دو رکعت پڑھنے کے لیے ستونوں کی طرف جاتے تھے تا کہ ان کو سترہ بنا کر دو رکعت ادا کریں۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ جب مؤذن اذان دیتا تو کچھ لوگ جلدی سے اٹھ کر ستونوں کی طرف چلے جاتے یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ باہر تشریف لے آتے اور یہ حضرات مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھ رہے ہوتے اور مغرب کے وقت اذان اور اقامت کے درمیان کم وقت ہوتا تھا۔ (فتح الباري : ١ ٤٦١)

مغرب سے پہلے نفل پڑھنے والوں کو منع نہیں فرمایا

۱۱۲۴۔ وَعَنْهُ قَالَ : كُنَّا نُصَلِّيْ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ فَقِيْلَ : اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّاهَا؟ قَالَ : كَانَ يَرَانَا نُصَلِّيْهِمَا فَلَمْ يَامُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا، رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(۱۱۲۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں قبل مغرب غروب آفتاب کے بعد دو رکعات پڑھا کرتے تھے۔ دریافت کیا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ بھی پڑھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ ہمیں نماز پڑھتے دیکھتے تھے نہ آپ حکم فرماتے اور نہ منع کرتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۱۲۴): صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب رکعتین قبل المغرب .

کلماتِ حدیث: فلم یأمرنا : آپ نے ہمیں حکم نہیں کیا۔ ولم ینهنا : آپ ﷺ نے ہمیں منع نہیں کیا۔

شرح حدیث: امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام غروبِ آفتاب کے بعد اور مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں پڑھتے ہوئے دیکھا اور منع نہیں فرمایا جس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ دو رکعت آپ ﷺ کی سنتِ تقریری سے ثابت ہیں اور مستحب ہیں۔ خصوصاً جبکہ یہ حدیثِ مبارک بھی موجود ہے کہ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ سلف میں سے بہت سے لوگ مثلاً احمد اور اسحاق اس کے جواز کے قائل ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اذانِ مغرب اور نمازِ مغرب کے درمیان دو رکعت پڑھنا مستحب ہے کیونکہ صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مغرب سے پہلے نماز پڑھو، مغرب سے پہلے نماز پڑھو، مغرب سے پہلے نماز پڑھو، تیسری مرتبہ فرمایا جو چاہے۔ ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دو رکعت مستحب ہیں۔ اب اس مسئلہ میں دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ یہ مستحب نہیں ہیں۔ اور صحیح رائے یہ ہے کہ یہ مستحب ہیں۔ سلف کے یہاں بھی یہی دو آراء ہیں صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت نے انہیں مستحب کہا ہے جن میں

احمد اور اسحاق بھی ہیں اور صحابہ کرام میں حضرت ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور امام مالک اور اکثر فقہاء نے کہا ہے کہ مستحب نہیں ہے۔ حتیٰ کہ امام نخعی رحمہ اللہ نے تو بدعت کہا ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۰۸/٦ ـ روضة المتقين : ۱٤٥/۳ ـ دليل الفالحين : ۵۵۰/۳)

مغرب کی نماز سے قبل نفل پڑھنے کا معمول

۱۱۲۵ . وَعَنْهُ قَالَ : كُنَّا بِالْمَدِيْنَةِ فَإِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِصَلوٰةِ الْمَغْرِبِ ابْتَدَرُوْا السَّوَارِيَ فَرَكَعُوْا رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى إِنَّ الرَّجُلَ الْغَرِيْبَ لَيَدْخُلُ الْمَسْجِدَ فَيَحْسَبُ أَنَّ الصَّلوٰةَ قَدْ صُلِّيَتْ مِنْ كَثْرَةِ مَنْ يُصَلِّيْهِمَا، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۱۲۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ میں تھے جب مؤذن مغرب کی اذان دیتا تو صحابہ کرام جلدی سے مسجد کے ستونوں کی طرف جاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے یہاں تک کہ اجنبی آدمی مسجد میں داخل ہوتے ہوئے یہ خیال کرتا کہ نماز پڑھی جا چکی ہے کیونکہ کثرت سے لوگ یہ دو رکعت پڑھ رہے ہوتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۱۲۵): صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب استحباب رکعتین قبل المغرب.

کلمات حدیث: الرجل الغریب : اجنبی آدمی، ناواقف آدمی، وہ شخص جو باہر سے آیا ہو۔

شرح حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مدینہ منورہ میں بعد اذان مغرب بکثرت صحابہ کرام دو رکعت پڑھا کرتے تھے یہاں تک کہ اگر کوئی باہر سے اجنبی آتا تو وہ سب کو نماز پڑھتا ہوا دیکھ کر یہ سمجھتا کہ نماز ہو چکی ہے اور یہ لوگ مغرب کے بعد کی سنتیں پڑھ رہے ہیں۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۰۸/٦ ـ روضة المتقين : ۱٤٦/۳)

البَاب (۲۰۲)
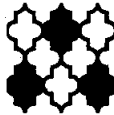
بَابُ سُنَّةَ الْعَشَآءِ بَعْدَهَا وَقَبْلَهَا
عشاء کے بعد اور اس سے پہلے کی سنتیں

اس باب سے متعلق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث گزر چکی ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ عشاء کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔ اسی طرح اس سے پہلے حضرت عبداللہ بن مغفل کی حدیث سے گزر چکی ہے کہ ہر دو اذان کے درمیان نماز ہے، جو حدیث متفق علیہ ہے۔

یہ دونوں احادیث (۱۰۹۸ اور ۱۰۹۹) میں گزر چکی ہیں۔

البَابُ (۲۰۳)

بَابُ سُنَّةِ الْجُمُعَةِ
جمعہ کی سنتیں

فِيهِ حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ السَّابِقُ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

اس باب میں بھی ایک حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی گزر چکی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ جمعہ کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔

****

جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھیں

۱۱۲۶. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيُصَلِّ بَعْدَهَا أَرْبَعاً".

(۱۱۲۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی جمعہ کی نماز پڑھے تو اس کے بعد چار رکعت پڑھے۔ (مسلم)

شرح حدیث: قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کہ اگر جمعہ کے بعد نماز پڑھو تو چار رکعت پڑھو کے معنی ہیں اگر تم نفل پڑھو اور اس کا مطلب یہ ہے کہ دو رکعت پر اکتفاء نہ کرو تا کہ جمعہ اور ظہر کی نماز میں التباس نہ ہو جائے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیثِ مبارک میں جمعہ کے بعد سنتوں کی ترغیب ہے اور یہ کہ یہ سنتیں کم از کم دو ہیں اور ان کی مکمل صورت چار رکعات ہیں۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر چار رکعات ادا فرمایا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے چار رکعت ہی کی ترغیب دی۔ (شرح صحيح مسلم للنووي: ٦/ ١٤٠ ـ روضة المتقين: ٣/ ١٤٧)

****

جمعہ کے بعد گھر آ کر دو رکعتیں پڑھنا

۱۱۲۷. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۱۲۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کے بعد نماز نہیں پڑھتے تھے یہاں تک کہ واپس لوٹتے اور دو رکعت اپنے گھر میں ادا فرماتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۱۲۷): صحيح مسلم، كتاب الجمعه، باب الصلاة بعد الجمعه.

کلماتِ حدیث: حتی ینصرف: یہاں تک کہ واپس تشریف لے جاتے۔ انصراف (باب انفعال) لوٹنا، پلٹنا، واپس ہونا۔ صرف صرفا (باب ضرب) لوٹنا، پلٹنا۔

شرحِ حدیث: رسول کریم ﷺ نمازِ جمعہ کے بعد گھر جا کر دو رکعت پڑھتے تھے۔ صحیحین میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کسی کو مسجد میں جمعہ کے بعد دو رکعت پڑھتے دیکھا جو اسی جگہ یہ دو رکعتیں پڑھ رہا تھا جہاں اس نے جمعہ پڑھا تھا اسے سرزنش کی اور فرمایا کہ کیا تم جمعہ چار رکعت پڑھ رہے ہو؟ خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر میں دو رکعت پڑھتے اور فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کیا۔

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء کا جمعہ کے بعد کی سنتوں میں اختلاف ہے، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک دو رکعتیں ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ جمعہ سے پہلے چار رکعت اور جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھتے تھے۔ ابن المبارک سفیان ثوری اور حنفی فقہاء کا یہی مسلک ہے۔ اسحاق کہتے ہیں کہ اگر مسجد میں پڑھے تو چار پڑھے اور گھر آ کر پڑھے تو دو پڑھے تا کہ دونوں احادیث پر عمل ہو جائے۔

طحاوی رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بسندِ صحیح روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نمازِ جمعہ کے بعد چھ رکعت پڑھے اور امام بغوی رحمہ اللہ نے شرح السنۃ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حکم دیا کہ جمعہ کے بعد پہلے دو رکعت پڑھی جائیں اور پھر چار رکعت پڑھی جائیں۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/١٤١ ـ روضة المتقين : ٣/١٤٨ ـ دليل الفالحين : ٣/٥٥٣)

البَابُ (٢٠٤)
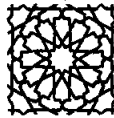
بَابُ اِسْتِحْبَابِ جَعْلِ النَّوَافِلِ فِي الْبَيْتِ سَوَآءِ الرَّاتِبَةِ وَغَيْرِهَا وَالْاَمْرِ بِالتَّحَوُّلِ لِلنَّافِلَةِ مِنْ مَوْضِعِ الْفَرِيْضَةِ اَوِ الْفَصْلِ بَيْنَهُمَا بِكَلَامٍ

سنن راتبہ اور غیر راتبہ کی گھر میں ادائیگی کا استحباب اور نوافل کو فرائض سے جدا کرنے کے لیے جگہ بدلنا یا کلام کرنا

****

١١٢٨. عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "صَلُّوا اَيُّهَا النَّاسُ فِيْ بُيُوْتِكُمْ، فَاِنَّ اَفْضَلَ الصَّلوٰةِ صَلوٰةُ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهِ اِلَّا مَكْتُوْبَةً "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!"

(١١٢٨) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھو بے شک افضل ترین نماز وہ ہے جو آدمی اپنے گھر میں پڑھے ماسوا فرض کے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۱۲۸): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب صلاة الليل . صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب استحباب صلاة الفاضلة فی بيته.

کلمات حدیث: صلوا ایها الناس : اے لوگو! نماز پڑھو، خطاب عام ہے۔ المکتوبة : لکھی ہو، یعنی فرض نماز۔

شرح حدیث: نوافل اور سنن کا گھر میں پڑھنا زیادہ افضل ہے، امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث عام ہے اور سنن رواتب اور غیر رواتب سب کو شامل ہے سوائے ان نوافل کے جو شعائر اسلام میں داخل ہیں جیسے عیدین اور صلاۃ کسوف اور استسقاء اور اسی طرح صلاۃ التراویح کہ صحیح یہ ہے کہ مسجد میں با جماعت پڑھی جائیں اور صلاۃ استسقاء کھلے میدان میں پڑھی جائے۔ واللہ اعلم

(فتح الباري : ١/٥٥٧۔ ارشاد الساري : ٢/٣٧٢)

****

گھروں کو قبرستان نہ بنایا جائے

١١٢٩. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِجْعَلُوْا مِنْ صَلوٰتِكُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ وَلَاتَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(١١٢٩) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنی نمازوں کا کچھ حصہ گھر میں بھی پڑھا کرو۔ اور اپنے گھر کو قبرستان نہ بناؤ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۱۲۹): صحیح البخاری، کتاب الصلاة، باب کراهية الصلاة فی المقابر . صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب استحباب صلاة الفاضلة فی بتيه .

کلماتِ حدیث: من صلاتکم : تمہاری نماز کا کچھ حصہ، یعنی نفلی نمازوں کی کچھ مقدار۔ لا تتخذوھا قبوراً : اپنے گھروں کو قبروں کی طرح عمل سے خالی نہ رکھو، یا قبرستان کی طرح غیر آباد نہ چھوڑ دو۔

شرحِ حدیث: ایسے گھر جو اللہ کی یاد سے خالی ہوں قبروں کی طرح ہیں کہ قبریں بھی اعمالِ صالحہ سے خالی ہوتی ہیں۔ نماز ذکرِ الٰہی کا اعلیٰ ترین مظہر ہے اس لیے فرمایا کہ گھروں کو نمازوں سے آباد رکھو۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس گھر میں اللہ کا ذکر ہو اور جس گھر میں اللہ کا ذکر نہ ہو اس کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔ یعنی زندہ آدمی اللہ کو یاد کرتا ہے اور مردہ نہیں کرتا۔

جمہور فقہاء کے نزدیک ان نمازوں سے مراد نفل نمازیں ہیں کیونکہ گھر میں نفل نماز میں اخفاء ہے اور اسی طرح ریا سے خالی ہے اور مصلحت یہ ہے کہ گھر میں خیر و برکت نازل ہو اور اللہ کی رحمت ہو۔

(فتح الباري : ١/٤٤١ ۔ ارشاد الساري : ٢/٤٣٢ ۔ شرح مسلم للنووي : ٦/٦٠)

گھر میں بھی کچھ نوافل پڑھا کریں

١١٣٠ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : اِذَا قَضٰی اَحَدُکُمْ صَلَاتَه، فِی الْمَسْجِدِ فَلْیَجْعَلْ لِبَیْتِهٖ نَصِیْبًا مِنْ صَلَاتِهٖ ! فَاِنَّ اللّٰهَ جَاعِلٌ فِیْ بَیْتِهٖ مِنْ صَلٰوتِهٖ خَیْرًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(١١٣٠) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں نماز ادا کرے تو وہ اپنے گھر کے لیے اپنی نفل نماز کا حصہ رکھے اللہ تعالیٰ اس نماز کے سبب اس کے گھر میں خیر و برکت نازل فرمائیں گے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (١١٣٠): صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب صلاۃ الفاضلة فی بیته .

کلماتِ حدیث: نصیبا من صلاته : اپنی نماز کا کچھ حصہ۔

شرحِ حدیث: نفلی نمازوں سے اپنے گھروں کو آباد رکھنا انہیں خیر و برکت سے بھر دینے والا ہے اور یہ خیر و برکت اللہ کی رحمت سے اس کے تمام گھر والوں کو شامل ہوگی۔ اس سے ایک جانب اہل خانہ کو نماز کی توفیق اور رغبت ہوگی دوسری جانب ان کی عمر میں صحت میں اور رزق میں برکت ہوگی۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ٦/٦٠ ۔ روضة المتقین : ٣/١٥٠)

فرض کے بعد جگہ بدل کر سنتیں پڑھنا

١١٣١ ۔ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ عَطَآءٍ اَنَّ نَافِعَ ابْنَ جُبَیْرٍ اَرْسَلَه، اِلَی السَّآئِبِ ابْنِ اُخْتِ نَمِرٍ یَسْئَالُه، عَنْ شَیْءٍ رَاٰهُ مِنْهُ مُعَاوِیَةُ فِی الصَّلٰوةِ فَقَالَ : نَعَمْ صَلَّیْتُ مَعَهُ الْجُمُعَةَ فِی الْمَقْصُوْرَةِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْاِمَامُ قُمْتُ

فِیْ مَقَامِیْ فَصَلَّیْتُ، فَلَمَّا دَخَلَ اَرْسَلَ اِلَیَّ فَقَالَ :لَاتَعُدْ لِمَا فَعَلْتَ : اِذَا صَلَّیْتَ الْجُمُعَۃَ فَلَا تُصَلِّھَا بِصَلوٰۃٍ حَتّٰی تَتَکَلَّمَ اَوْ تَخْرُجَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَنَا بِذٰلِکَ اَنْ لَانُوْصِلَ صَلوٰۃً بِصَلوٰۃٍ حَتّٰی نَتَکَلَّمَ اَوْنَخْرُجَ ! رَوَاہُ مُسْلِمٌ .

(۱۱۳۱) حضرت عمر بن عطاء کہتے ہیں کہ نافع بن جبیر نے مجھے سائب بن اخت نمر کے پاس کسی ایسی بات کے بارے میں پوچھنے کے لیے بھیجا جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز میں دیکھی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں نے ان کے ساتھ مقصورہ میں جمعہ کی نماز ادا کی جب امام نے سلام پھیرا میں اپنی جگہ کھڑا ہو گیا اور نماز پڑھی۔ جب وہ اندر گئے تو مجھے بلوایا اور کہا کہ جو تم نے کیا دوبارہ نہ کرنا۔ جب تم جمعہ کی نماز پڑھ لو تو اسے کسی اور نماز کے ساتھ نہ ملاؤ۔ یہاں تک کہ تم کوئی بات کر لو یا باہر چلے جاؤ۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم جب تک کوئی بات نہ کرلیں یا باہر نہ چلے جائیں جمعہ کی نماز سے ملا کر کوئی نماز نہ پڑھیں۔

تخریج حدیث(۱۱۳۱): صحیح مسلم، کتاب الجمعه، باب الصلوٰۃ بعد الجمعة .

کلماتِ حدیث: لا تعد : دوبارہ نہ کرنا۔ جو کام تم نے کیا ہے اسے دوبارہ نہ کرنا۔

شرحِ حدیث: السائب بن اخت نمر نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقصورہ میں نماز پڑھی، مقصورہ امام کے ساتھ مخصوص جگہ جو امراء اور احکام کے لیے مخصوص تھی جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت بنوائی تھی جب ان پر حملہ کیا گیا تا کہ آئندہ اس طرح کے حملے سے بچا جا سکے۔ السائب جب دو رکعت جمعہ کی نماز پڑھ چکے تو اسی جگہ سنتیں پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ بعد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بلوایا اور انہیں بتایا کہ آئندہ اس طرح نہ کرنا کہ نمازِ جمعہ سے متصل اسی جگہ پر سنتیں پڑھو بلکہ نمازِ جمعہ میں اور بعد میں سنتیں اور نوافل پڑھنے میں فصل کرنا چاہیے خواہ وہ فصل کلام سے ہو یا اس طرح ہو کہ اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ نماز پڑھ لی جائے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اسی طرح حکم فرمایا کہ ہم نمازِ جمعہ کے ساتھ کوئی اور نماز نہ ملائیں یہاں تک کہ ہم کلام کرلیں یا اس جگہ سے ہٹ جائیں، یعنی مستحب یہ ہے کہ فرض نماز کی جگہ سے ہٹ کر نوافل و سنن ادا کیے جائیں۔ تا کہ سجدے کے مواضع مختلف ہو جائیں اور نفل کی صورت فرض سے مختلف ہو جائے۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۴۸/۶۔ روضة المتقين : ۱۵۱/۳)

الباب (۲۰۵)

بَابُ الْحَثِّ عَلٰی صَلٰوةِ الْوِتْرِ وَبَيَانِ اَنَّه سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ وَبَيَانِ وَقْتِه
نمازِ وتر کی ترغیب وتر کے سنتِ مؤکدہ ہونے اور اس کے وقت کا بیان

۱۱۳۲. عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ! الْوِتْرُ لَيْسَ بِحَتْمٍ كَصَلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ وَلٰكِنْ سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِنَّ اللّٰهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ، فَاَوْتِرُوْا يَا اَهْلَ الْقُرْاٰنِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ!

(۱۱۳۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ وتر فرض نماز کی طرح حتمی نہیں ہے لیکن یہ رسول اللہ ﷺ کی مقرر کردہ سنت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ وتر ہے اور وتر کو پسند فرماتا ہے اے اہل قرآنؐ وتر پڑھا کرو۔ (ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۱۱۳۲): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب الوتر . الجامع للترمذی، ابواب الصلاة، باب ما جاء ان الوتر ليس بحتم .

کلماتِ حدیث: ليس بحتم : حتمی نہیں، قطعی نہیں ہے، جس طرح کہ فرض نماز قطعی ہے۔

شرحِ حدیث: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی ذات اور اپنی صفات میں یکتا اور بے مثال ہے اور وہ اعداد میں وتر کو پسند فرماتا ہے، مثلاً طواف کے سات شوط، رمی جمار میں سات کنکریاں، نماز میں تسبیحات کی تعداد طاق ہونا اور اسی طرح نمازِ وتر بھی طاق ہے۔

وتر اس نماز کو کہتے ہیں جس کا وقت عشاء کی نماز کے بعد شروع ہوتا ہے اور جو عام طور پر بعد عشاء کے بعد پڑھی جاتی ہے اور اس کا وقت اذانِ فجر (صبح صادق) سے پہلے تک رہتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نمازِ وتر واجب ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ اور قاضی ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔ نیز حنفی فقہاء کے نزدیک وتر کی تین رکعات ہیں جبکہ دیگر ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ وتر کی ایک ہی رکعت ہے لیکن ان کے نزدیک بھی صرف ایک رکعت پڑھنا مکروہ ہے اور صحیح طریقہ ان کے نزدیک یہ ہے کہ پہلے دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرا جائے اور پھر ایک رکعت وتر پڑھی جائے۔

(تحفة الأحوذي : ۵۵۱/۲ـ روضة المتقين : ۱۵۱/۳ـ دليل الفالحين : ۵۵۹/۳ـ مظاهر حق : ۷۹۲/۱)

وتر کی نماز رات کے بالکل آخری حصہ میں پڑھنا

۱۱۳۳. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ قَدْ اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَوَّلِ اللَّيْلِ وَمِنْ اَوْسَطِه وَمِنْ اٰخِرِه وَانْتَهٰى وِتْرُه اِلَى السَّحَرِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ"

(۱۱۳۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کے ہر حصے میں نماز پڑھی، رات کے پہلے حصے میں درمیانی حصے میں اور آخری حصے میں اور آپ ﷺ کی وتر نماز سحر تک پہنچی۔

تخریج حدیث(۱۱۳۳): صحيح البخاری، كتاب الصلاة، باب ما جاء في الوتر . صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ.

کلماتِ حدیث: انتهى وتره الى السحر : آپ ﷺ کا وتر سحر تک پہنچا۔ انتهاء : نہایت اختتام۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ نے نمازِ وتر رات کے ہر حصہ میں ادا فرمائی اور رات کے شروع حصے میں درمیانی میں بھی اور آخر میں بھی اور کبھی بالکل آخر شب میں یعنی نماز صبح سے کچھ پہلے۔ ماوردی رحمہ اللہ نے کہا کہ سحر سے پہلے مراد رات کا آخری چھٹا حصہ ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وتر کی نماز کی ادائیگی کا یہ فرق واختلاف مواقع اور مناسبات کے اختلاف کی بناء پر تھا کہ اگر رسول کریم ﷺ بیمار ہوتے تو آغازِ شب ہی میں وتر پڑھ لیتے سفر میں ہوتے تو نصف شب میں پڑھ لیتے اور عام حالات میں آخر شب میں نمازِ تہجد کے بعد پڑھتے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/ ٢٢ - روضة المتقين : ٣/ ١٥٢ - تحفة الأحوذي : ٢/ ٥٥٧)

رات کی نمازوں میں وتر کو آخر میں پڑھو

۱۱۳۴۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلوٰتِكُمْ بِالَّيْلِ وَتْرًا : مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(۱۱۳۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ رات کی نماز میں تم اپنی آخر نماز وتر کو بناؤ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۱۳۴): صحيح البخاری، كتاب الوتر، باب ليجعل آخر صلاته وتراً. صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاة الليل مثنى مثنى والوتر ركعة.

شرحِ حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ جو نماز شب پڑھے تو اپنی آخری نماز صبح سے پہلے وتر کو بنائے کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح حکم فرماتے تھے۔ وتر کو آخری نماز بنانے میں حکمت یہ ہے کہ وتر ان تمام رات والی نمازوں سے افضل ہے اس لیے اس کو آخر میں رکھا گیا تا کہ اس عمل کا اختتام افضل ہو۔

(روضة المتقين : ٣/ ١٥٣ - نزهة المتقين : ٢/ ١٤٢)

صبح سے پہلے وتر پڑھ لیا کرو

۱۱۳۵۔ وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :

اَوْتِرُوْا قَبْلَ اَنْ تُصْبِحُوْا ''رَوَاهُ مُسْلِمٌ !''

(۱۱۳۵) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ صبح سے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۱۳۵): صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ اللیل مثنی مثنی .

کلمات حدیث: اوترو ا : وتر کی نماز پڑھو، نماز کو وتر بناؤ۔ قبل أن تصبحوا : اس سے پہلے کہ تم صبح کرو۔

شرح حدیث: یعنی اذان صبح سے پہلے وتر پڑھ لو۔ وتر کا وقت نمازِ عشاء کے بعد سے صبح صادق تک ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آخر شب میں فرشتے موجود ہوتے ہیں۔ یعنی فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور اس بات کو دیکھتے ہیں کہ اللہ کا بندہ نمازِ وتر ادا کر رہا ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ٦/ ٣٠ـ تحفة الأحوذي : ٢/ ٥٨٤)

وتر کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بیدار فرماتے تھے

۱۱۳۶ . وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ صَلٰوتَه' بِـاللَّيْلِ وَهِيَ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاِذَا بَقِيَ الْوِتْرُ اَيْقَظَهَا فَاَوْتَرَ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ : وَفِيْ رِوَايَةٍ لَه' فَاِذَا بَقِيَ الْوِتْرُ قَالَ : قُوْمِيْ فَاَوْتِرِيْ يَاعَائِشَةُ !

(۱۱۳۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نمازِ شب ادا فرماتے اور وہ آپ ﷺ کے سامنے لیٹی ہوئی ہوتیں، جب وتر باقی رہ جاتے تو آپ ﷺ انہیں اٹھا دیتے اور میں وتر پڑھ لیتی۔ (مسلم) اور ایک اور روایت میں ہے کہ جب وتر باقی رہ جاتے تب آپ ﷺ فرماتے کہ اے عائشہ! اٹھو اور وتر پڑھ لو۔

تخریج حدیث (۱۱۳۶): صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ اللیل .

کلمات حدیث: معترضة بین یدیه : آپ ﷺ کے اور قبلہ کے درمیان لیٹی رہتی۔

شرح حدیث: رسولِ کریم ﷺ نمازِ شب ادا فرماتے اور اس دوران حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سو رہی ہوتیں صحیح بخاری میں حضرت عروہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے اور وہ آپ ﷺ کے اور قبلے کے درمیان اسی طرح لیٹی ہوئی ہوتیں جیسے جنازہ رکھا جاتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے سو رہی ہوتی اور میرے پیر آپ ﷺ کے قبلے کے سامنے ہوتے جب آپ ﷺ سجدے میں جاتے تو آپ ﷺ میرا پیر دباتے جس سے میں اپنا پاؤں سکیڑ لیتی پھر جب آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے تو میں پھر ٹانگ لمبی کر لیتی۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں ہوا کرتے تھے اور گھر چھوٹے ہوتے تھے۔

حدیث سے ثابت ہوا کہ وتر آخر شب میں افضل ہے خواہ انسان نے تہجد نہ پڑھا ہو، بشرطیکہ اسے یقین ہو کہ وہ اٹھ جائے گا یا کوئی اسے اٹھا دے گا۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ٦/ ٢١ـ روضة المتقین : ٣/ ١٥٤ـ دلیل الفالحین : ٣/ ٥٦٠)

صبح سے پہلے جلدی وتر پڑھ لیا کرو

۱۱۳۷. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : بَادِرُوْا الصُّبْحَ بِالْوِتْرِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ! وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ !

(۱۱۳۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جلدی سے وتر پڑھ لواس سے پہلے کہ صبح ہو۔ (ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۱۱۳۷): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ،، باب وقت الوتر . الجامع للترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ما جاء فی مبادرۃ الصبح بالوتر .

شرحِ حدیث: یعنی صبح صادق کے طلوع ہونے سے پہلے وتر کی ادائیگی میں جلدی کرو۔ یعنی جو شخص یقین رکھتا ہو کہ وہ آخر شب میں بیدار ہو جائے گا یا کوئی اسے بیدار کر دے گا تو وہ وتر آخر شب میں پڑھے لیکن طلوع صبح صادق سے پہلے ادا کرے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۲۸/۶ـ تحفة الأحوذي : ۵۸۴/۲)

وتر کی نماز عشاء کے بعد متصلاً پڑھنا

۱۱۳۸. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ خَافَ اَنْ لَايَقُوْمَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوْتِرْ اَوَّلَهٗ وَمَنْ طَمِعَ فَلیوتر اٰخِرَ اللَّيْلِ فَاِنَّ صَلٰوةَ اٰخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُوْدَةٌ ' وَذٰلِكَ اَفْضَلُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۱۱۳۸) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جسے یہ اندیشہ ہو کہ وہ آخر شب میں نہ اٹھ سکے گا تو وہ پہلے ہی وتر پڑھ لے اور جو آخر شب میں پڑھنا چاہے تو وہ رات کے آخری حصے میں پڑھے کہ رات کے آخری حصے میں نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ زیادہ افضل ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۱۳۸): صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب من خاف ان لا یقوم .

کلماتِ حدیث: مشهودة : آخر شب کی نماز میں فرشتوں کی حاضری ہوتی ہے جو خیر و برکت کے لیے آتے ہیں۔

شرحِ حدیث: جس کو یہ خیال ہو کہ وہ رات کے آخری حصے میں نہ اٹھ سکے گا تو وہ رات کے اوّل حصے میں وتر پڑھ لے اور جسے یہ یقین ہو کہ وہ آخر شب میں قیام لیل کے لیے اٹھ جائے گا وہ آخر شب میں وتر پڑھے کہ اس حصے میں رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور اس حصے میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صاحبِ استطاعت کے لیے وتر کی تاخیر افضل ہے، ورنہ حزم و احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ وتر اوّل شب میں پڑھ لے۔ امام خطابی رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن المسیب سے

روایت کیا ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں وتر کی بات کرنے لگے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تو وتر پڑھ کر سوتا ہوں، پھر اگر میں تہجد کے لیے اٹھتا ہوں تو صبح صادق تک دو دو رکعت پڑھتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بغیر وتر پڑھے سو جاتا ہوں اور سحر سے پہلے وتر پڑھتا ہوں۔ رسول کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارہ میں فرمایا کہ انہوں نے احتیاط پر عمل کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے ہمت کا مظاہرہ کیا۔ حدیث مبارک میں حضرت ابو بکر رضی اللہ کے عمل سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی اوّل شب میں وتر پڑھ لے اور پھر آخر شب میں دو دو رکعت کر کے نماز پڑھے تو اس پر دوبارہ وتر لازم نہیں ہے۔ بلکہ وتر ایک رات میں ایک ہی ہے خواہ وہ اوّل شب میں پڑھے یا آخر شب میں پڑھے۔ چنانچہ ابو داؤد میں طلق بن علی سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک رات میں دو وتر نہیں ہیں۔

بہر حال اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اوّل شب میں وتر افضل ہے اس شخص کے لیے جو آخر شب میں اٹھ سکتا ہو ورنہ وہ اول شب میں وتر پڑھ لے۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ۶/ ۳۰۔ تحفة الأحوذي : ۲/۵۵۵۔ روضة المتقین : ۳/۱۵۵)

الباب (۲۰٦)

بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الضُّحىٰ وَبَيَان اَقَلِّهَا وَاَكْثَرِهَا وَاَوْسَطِهَا وَالْحَثِّ عَلَى الْمُحَافَظَةِ عَلَيْهَا

صلاۃ الضحیٰ کی فضیلت وترغیب، صلاۃ الضحیٰ کی رکعتوں کا بیان

۱۱۳۹. عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ : اَوْصَانِىْ خَلِيْلِىْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصِيَامِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَكْعَتَىِ الضُّحىٰ، وَاَنْ اُوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَرْقُدَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(۱۱۳۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے خلیل ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی کہ ہر ماہ تین روزے رکھوں اور دو رکعت ضحیٰ پڑھوں اور سونے سے پہلے وتر پڑھ لوں۔ (متفق علیہ)

سونے سے پہلے وتر پڑھنا اس شخص کے لیے مستحب ہے جسے آخر شب میں اٹھنے پر اعتماد نہ ہو اگر یہ اعتماد ویقین حاصل ہو تو شب کے آخری حصہ میں وتر پڑھنا افضل ہے۔

تخریج حدیث (۱۱۳۹): صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب صلاة الضحی و الصوم. صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب استحباب الضحی.

کلمات حدیث: ضحی: سورج کے اچھی طرح نکل جانے کے بعد کا وقت ضحیٰ ہے۔ ضحوة: دن کے پہلے حصہ کا بلند ہونا۔ اضحی النهار: کے معنی ہیں کہ دن کی روشنی اچھی طرح پھیل گئی۔

شرح حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اکثر رسول اللہ ﷺ کی حدیث ان الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے کہ میرے خلیل ﷺ نے فرمایا۔ خلیل اس دوست اور حبیب کو کہتے ہیں کہ جس کی محبت دل میں اتر گئی ہو۔ غرض حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے تین کاموں کی نصیحت فرمائی کہ میں ہر ماہ تین دن کے روزے رکھوں تا کہ صیام دہر کے قائم مقام ہو جائے۔ تین دنوں سے یا تو مہینہ کے کوئی سے بھی دن مراد ہیں یا ایام بیض مراد ہیں ہر ماہ کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخیں ہیں۔ رسول کریم ﷺ ایام بیض میں روزے رکھتے تھے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ہر ماہ کے شروع میں تین دن کے روزے رکھ لے اور بعض دیگر کی رائے یہ ہے کہ ہر دس دن میں ایک دن کا روزہ رکھ لے۔

صلاۃ الضحی جب آفتاب بلند ہو جائے اس وقت پڑھی جانے والی نماز کو صلاۃ الضحی کہا جاتا ہے۔ سورج کے طلوع ہو جانے اور آفتاب کے بلند ہو جانے کے بعد دراصل دو نمازیں ہیں۔ ایک صلاۃ الاشراق اور دوسری صلاۃ الضحی۔ بقدر ایک یا دو نیزہ آفتاب کے بلند ہو جانے اور وقت مکروہ ختم ہو جانے کے بعد جو نماز پڑھی جائے اسے اصطلاحاً صلاۃ الاشراق کہتے ہیں اور جب آفتاب اچھی طرح بلند ہو جائے اور دھوپ اتنی پھیل جائے کہ دوسرا پہر شروع ہو جائے تو زوال سے پہلے جو نماز پڑھی جاتی ہے وہ صلاۃ الضحیٰ ہے۔ صلاۃ الاشراق کی کم از کم دو

رکعات ہیں اور زیادہ سے زیادہ چھ اور صلاۃ الضحیٰ کی کم از کم دو رکعت ہیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت ہیں۔ لیکن علماء کے نزدیک مختار امر چار رکعات پڑھنا ہے۔ کیونکہ احادیثِ مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کا چار رکعت پڑھنا ثابت ہے۔ نماز ضحیٰ کی بہت فضیلت ہے اور اکثر علماء کے قول کے مطابق یہ نماز مستحب ہے۔ شیخ ولی الدین بن العراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صلاۃ الضحیٰ کے بارے میں بکثرت احادیث صحیحہ منقول ہیں یہاں تک کہ محمد بن جریر طبرانی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ احادیث تواتر معنوی کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہیں۔

نماز وتر کا بیان ہو چکا ہے کہ اگر کسی کو آخر شب میں اٹھنے پر اعتماد و وثوق ہو تو آخر شب میں وتر پڑھنا افضل ہے بصورتِ دیگر اول شب میں پڑھنا مستحب ہے۔

(فتح الباري : ۷۳۲/۱ ـ ارشاد الساري : ۲۳۰/۳ ـ روضة المتقين : ۱۵٦/۳ ـ مظاهر حق : ۸۲٦/۱)

●●●●●●●●●●●●

جسم کے ہر جوڑ کے بدلہ میں صدقہ کرنا

۱۱۴۰۔ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "یُصْبِحُ عَلٰی کُلِّ سُلَامٰی مِنْ اَحَدِکُمْ صَدَقَةٌ ! فَکُلُّ تَسْبِیْحَةٍ صَدَقَةٌ وَکُلُّ تَحْمِیْدَةٍ صَدَقَةٌ وَکُلُّ تَهْلِیْلَةٍ صَدَقَةٌ، وَکُلُّ تَکْبِیْرَةٍ صَدَقَةٌ، وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَةٌ، وَتُجْزِئُ مِنْ ذٰلِکَ رَکْعَتَانِ یَرْکَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰی" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۱۴۰) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر آدمی اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کے ہر جوڑ پر صدقہ ہوتا ہے، ہر تسبیح صدقہ ہے،، ہر تحمید صدقہ ہے اور ہر تہلیل صدقہ ہے اور ہر تکبیر صدقہ ہے امر بالمعروف صدقہ ہے نہی عن المنکر صدقہ ہے اور اگر آدمی صلوٰۃ الضحیٰ پڑھ لے تو وہ ان سب سے کافی ہے۔

تخریج حدیث (۱۱۴۰): صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب الضحىٰ.

کلماتِ حدیث: تسبيحة : ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنا۔ تحميدة : ایک مرتبہ الحمد للہ کہنا۔ تكبيرة : ایک مرتبہ اللہ اکبر کہنا۔ تهليلة : ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہنا۔

شرح حدیث: صلاۃ الضحیٰ کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ آدمی جب صبح کو اٹھتا ہے تو اس کے ہر جوڑ پر صدقہ ہوتا ہے جب وہ سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو اس سے یہ صدقہ ادا ہوتا ہے اسی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے یہ صدقہ ادا ہوتا اور اگر آدمی دو رکعت صلاۃ الضحیٰ پڑھ لے تو ان سب کی طرف سے صلاۃ الضحیٰ کافی ہو جاتی ہے۔ (دليل الفالحين : ۵٦٤/۳)

●●●●●●●●●●●●

چاشت کی چار رکعتیں ہیں

۱۱۴۱۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ : کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ

الضُّحٰی اَرْبَعًا وَیَزِیْدُ مَاشَاءَ اللّٰهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ!

(۱۱۴۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چار رکعات صلاۃ الضحیٰ ادا فرمایا کرتے تھے، اور پھر جتنا اللہ چاہتا اضافہ فرماتے ۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۱۴۱): صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب صلاۃ الضحی .

شرح حدیث: صلاۃ الضحیٰ کی فضیلت اور اس کی ترغیب میں متعدد احادیث مروی ہیں چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صلاۃ الضحیٰ کی محافظت کرنے والا اواب ہے۔ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں صلاۃ الضحیٰ کی فضیلت پر مفصل کلام فرمایا ہے۔ آپ ﷺ اکثر چار رکعات پڑھتے اور کبھی اس پر اضافہ بھی فرماتے تھے۔ صلاۃ الضحیٰ کی کم سے کم رکعات دو ہیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ ہیں۔ یہ حدیث اس سے پہلے بھی آ چکی ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۶/۱۹۴ ۔ دليل الفالحين : ۳/۵۶۴)

فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے چاشت کی آٹھ رکعتیں ادا فرمائی ہیں

۱۱۴۲ . وَعَنْ اُمِّ هَانِیءٍ فَاخِتَه بِنْتِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ! ذَهَبْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُّه یَغْتَسِلُ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِه، صَلّٰی ثَمَانِیَ رَکْعَاتٍ وَذٰلِکَ ضُحًی" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَهٰذَا مُخْتَصَرُ لَفْظِ اِحْدٰی رِوَایَاتِ مُسْلِمٍ!

(۱۱۴۲) حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں فتح مکہ والے سال خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی آپ اس وقت غسل فرما رہے تھے، جب آپ ﷺ س سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے آٹھ رکعات پڑھیں اور یہ صلاۃ الضحیٰ کی نماز تھی ۔ (متفق علیہ) یہ مسلم کی ایک روایت کے مختصر الفاظ ہیں۔

تخریج حدیث (۱۱۴۲): صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ و التهجد، باب صلاۃ الضحی فی السفر . صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب صلاۃ الضحی.

کلمات حدیث: عام الفتح : یعنی فتح مکہ مکرمہ ۸ ھ کا سال۔

شرح حدیث: اس حدیث میں اور اس سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے صلاۃ الضحیٰ چار رکعت پڑھیں ۔ یہ حدیث اس سے پہلے بھی آ چکی ہے۔ (دليل الفالحين : ۳/۵۶۵ ۔ روضة المتقين : ۳/۱۵۸)

الباب (۲۰۷)

بَابُ تَجُوزُ صَلوٰةُ الضُّحیٰ مِنِ ارْتِفَاعِ الشَّمْسِ اِلَی زَوَالِهَا، وَالْاَفْضَلُ اَنْ تُصَلّٰی عِنْدَ اشْتِدَادِ الْحَرِّوَارْتِفَاعِ الضُّحیٰ

صلاۃ الضحیٰ سورج کے بلند ہونے کے وقت سے لیکر زوال سے پہلے تک جائز ہے، افضل یہ ہے کہ دن قدرے گرم ہو جائے اور سورج بلند ہونے کے بعد پڑھی جائے

۱۱۴۳. عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ اَنَّهُ رَاٰى قَوْماً يُصَلُّوْنَ مِنَ الضُّحیٰ فَقَالَ : اَمَا لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ الصَّلوٰةَ فِیْ غَيْرِ هٰذِهِ السَّاعَةِ اَفْضَلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلوٰةُ الْاَوَّابِيْنَ حِيْنَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

"تَرْمَضُ" بِفَتْحِ التَّآءِ وَالْمِيْمِ وَبِالضَّادِ الْمُعْجَمَةِ يَعْنِیْ شِدَّةَ الْحَرِّ "وَالْفِصَالُ" جَمْعُ فَصِيْلٍ وَهُوَ الصَّغِيْرُ مِنَ الْاِبِلِ!

(۱۱۴۳) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بعض اصحاب کوصلوٰۃ الضحیٰ پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ انہیں معلوم ہے کہ نماز اس وقت کے علاوہ افضل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رجوع کرنے والوں کی نماز اس وقت افضل ہے جب اونٹ کے بچوں کے پاؤں جلنے لگیں۔ (مسلم)

ترمض میم پر زبر ہے، سخت گرمی ہونا۔ فصال: فصیل کی جمع ہے اونٹ کا بچہ۔

تخریج حدیث (۱۱۴۳): صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب صلاوة الاوابین حین ترمض الفصال .

کلمات حدیث: اوّابین۔ جمع اوّاب۔ توبہ اور استغفار کے ساتھ اللہ کی جانب پلٹنے والا۔

شرح حدیث: صلاۃ الضحیٰ کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب سورج بلند ہو جائے اور اس میں تیزی آ جائے، صلوٰۃ الاوابین سے یہاں مراد صلوٰۃ الضحیٰ ہے یعنی ان لوگوں کی نماز جو اللہ کی جانب توبہ اور استغفار سے بہت رجوع کرنے والے ہیں۔ قرآن کریم میں حضرت داؤد علیہ السلام کو اواب کہا گیا ہے کہ وہ بہت توبہ اور استغفار کرنے والے تھے۔ غرض حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صلاۃ الضحیٰ کا افضل وقت وہ ہے جو سورج کی دھوپ اتنی ہو جائے کہ اونٹوں کے بچوں کے پاؤں جلنے لگیں۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۲۶/٦ ۔ روضة المتقین : ۱۵۹/۳)

الباب (۲۰۸)

بَابُ الْحَثِّ عَلٰی صَلٰوۃِ تَحِیَّۃِ الْمَسْجِدِ بِرَکْعَتَیْنِ وَ کَرَاھِیَۃِ الْجُلُوْسِ! قَبْلَ اَنْ یُّصَلِّیَ رَکْعَتَیْنِ بِنِیَّۃِ التَّحِیَّۃِ اَوْ صَلٰوۃِ فَرِیْضَۃٍ اَوْ سُنَّۃٍ رَاتِبَۃٍ اَوْ غَیْرِھَا

تحیۃ المسجد کی ترغیب، مسجد میں دو رکعت پڑھے بغیر بیٹھنا مکروہ ہے خواہ کسی بھی وقت مسجد میں جائے اور خواہ یہ دو رکعت فرض یا سنت راتبہ ہوں یا نفل ہوں یا تحیۃ المسجد کی نیت سے پڑھی گئی ہوں

●●●●●●●●●●●●●

۱۱۴۴۔ عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : "اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا یَجْلِسْ حَتّٰی یُصَلِّیَ رَکْعَتَیْنِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ !

(۱۱۴۴) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اس وقت تک نہ بیٹھے یہاں تک کہ دو رکعت پڑھ لے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۱۴۴): صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب اذا دخل المسجد فلیرکع رکعتین. صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب تحیۃ المسجد.

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہے کہ جب بھی آدمی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لے۔ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ عام فقہاء کے نزدیک یہ امر ترغیب اور استحباب کے لیے ہے اور امام طحاوی رحمہ اللہ نے یہ وضاحت بھی کی کہ اوقاتِ ممنوعہ میں اگر مسجد میں جائے تو یہ دو رکعت نہ پڑھے اور امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں مسجدِ حرام میں پہلے طواف کرے پھر تحیۃ المسجد پڑھے اور مسجدِ نبوی ﷺ میں پہلے تحیۃ المسجد پڑھے پھر درود و سلام پڑھے۔

(فتح الباري : ۱/۴۴۵ ۔ ارشاد الساري : ۲/۱۰۳ ۔ روضۃ المتقین : ۳/۱۶۱ ۔ شرح صحیح مسلم : ۶/۱۹۱)

●●●●●●●●●●●●●

مسجد میں داخل ہونے کے بعد دو رکعتیں پڑھنا

۱۱۴۵۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ فِی الْمَسْجِدِ فَقَالَ صَلِّ رَکْعَتَیْنِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ !

(۱۱۴۵) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا آپ ﷺ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو رکعتیں پڑھ لو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۱۴۵): صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب اذا دخل المسجد فلیرکع رکعتین . صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب تحیۃ المسجد.

شرح حدیث: جو شخص مسجد میں داخل ہو وہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے، اس میں تحیۃ المسجد کی نیت سے ہی دو رکعت پڑھنا ضروری نہیں ہے بلکہ اگر فرض یا سنت یا نفل پڑھ لیے تب بھی درست ہے۔ جو شخص مسجد میں سے گزر رہا ہو وہ بھی تحیۃ المسجد پڑھے اور اگر کوئی مسجد میں سویا ہوا ہو اور بیدار ہو جائے تو وہ بھی پڑھے۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا آپ ﷺ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے آپ ﷺ نے فرمایا ابوذر تم نے نماز پڑھ لی میں نے کہا کہ نہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھڑے ہو اور دو رکعتیں پڑھ لو۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص مسجد میں داخل ہو کر بیٹھ جائے تب بھی وہ اٹھ کر دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لے۔ تحیۃ المسجد کی دو رکعت پڑھنا مستحب ہے۔

(فتح الباري : ١/٤٤٤۔ ارشاد الساري : ٢/١٠٣۔ شرح صحيح مسلم : ٦/١٩١۔ روضة المتقين : ٣/١٦١)

الباب (۲۰۹)
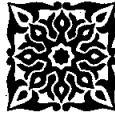
بَابُ اسْتِحْبَابِ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْوُضُوْءِ
تحیۃ الوضوء کا مستحب ہونا

****

۱۱۴۶ . عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالٍ: يَابِلَالُ! حَدِّثْنِیْ بِاَرْجٰى عَمَلٍ عَمِلْتَه فِي الْاِسْلَامِ، فَاِنِّیْ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَیَّ فِي الْجَنَّةِ، قَالَ: مَاعَمِلْتُ عَمَلًا اَرْجٰى عِنْدِیْ مِنْ اَنِّیْ لَمْ اَتَطَهَّرْ طُهُوْراً فِیْ سَاعَةٍ مِّنْ لَيْلٍ اَوْنَهَارٍ اِلَّا صَلَّيْتُ بِذٰلِكَ الطُّهُوْرِ مَاكُتِبَ لِیْ اَنْ اُصَلِّیَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ.

"الدَّفُّ" بِالْفَآءِ: صَوْتُ النَّعْلِ وَحَرْكَتُه عَلَى الْاَرْضِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

(۱۱۴۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے بلال! مجھے تم اپنا ایسا عمل بتاؤ جو تم نے اسلام لانے کے بعد کیا ہو اور تمہیں اس کے بہت اجر کی توقع ہو کہ میں نے جنت میں تمہارے جوتوں کی آواز اپنے آگے آگے سنی ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے ایسا کوئی عمل نہیں کیا جس کے بہت اجر کی توقع ہو سوائے اس کے کہ رات میں یا دن میں جب بھی وضوء کیا اس کے بعد جتنی نماز اللہ نے میرے مقدر میں لکھی تھی میں نے ضرور ادا کی۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

دَف: جوتے کی آواز اور اس کی زمین پر حرکت۔

تخریج حدیث (۱۱۴۶): صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب فضل الوضوء بالليل و النهار. صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة .

کلمات حدیث: بارجى عمل عملته فى الإسلام: اسلام قبول کرنے کے بعد کوئی ایسا عمل جس کے اجر وثواب کی بہت توقع ہو۔
ارجیٰ: زیادہ امید والا۔ ایسا عمل جس کے اجر وثواب کی زیادہ امید ہو۔ رجا رجاء (باب نصر) امید رکھنا۔ توقع رکھنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم کون سا ایسا عمل کرتے ہو جس کے بہت اجر وثواب کی تمہیں زیادہ امید ہو، کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے آگے تمہارے قدموں کی آواز سنی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بات خواب میں دیکھی کیونکہ حدیث میں عند الفجر کے الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے یہ بات فجر کے وقت بیان فرمائی اور آپ ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جو آپ ﷺ خواب دیکھتے وہ آپ صحابہ کے سامنے بیان فرماتے تھے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی ایسا خاص عمل تو نہیں جس پر اللہ سے بہت زیادہ اجر وثواب کی توقع ہو البتہ یہ کہ دن و رات میں جب بھی وضوء کرتا ہوں حسب توفیق الٰہی نماز ضرور پڑھتا ہوں۔ یعنی ہر وضوء کے ساتھ نوافل پڑھنے کا عمل اللہ کے یہاں اس قدر

مقبول ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے جنت میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے چلنے پھرنے کی آواز سنی۔

اس حدیث سے ہر وضوء کے بعد دو رکعت یا زیادہ نوافل پڑھنے کا استحباب معلوم ہوا اور اسی نماز کو تحیۃ الوضوء کہا جاتا ہے۔ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وضوء کا مقصود نماز ہے اس لیے وضوء کے بعد نماز پڑھنی چاہیے تا کہ وضوء اپنی غرض و غایت سے خالی نہ ہو۔

(فتح الباري : ۷۲۳/۱ـ ارشا الساري : ۲۰۵/۳ـ عمدة القاري: ۲۹۹/٦ـ شرح صحيح مسلم : ۱۱/۱٦)

الباب (۲۱۰)

بَابُ فَضْلِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَوُجُوبِهَا وَالِاغْتِسَالِ لَهَا وَالتَّطَيُّبِ وَالتَّبْكِيرِ إِلَيْهَا وَالدُّعَاءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالصَّلوٰةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ وَبَيَانِ سَاعَةِ الْإِجَابَةِ وَاسْتِحْبَابِ اَكْثَرِ ذِكْرِ اللّٰهِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کا وجوب اس کے لیے غسل کرنا، خوشبو لگانا اور نماز جمعہ کے لیے جلدی جانا، جمعہ کے روز رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنا اور بعد جمعہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرنا اور روزِ جمعہ ساعتِ اجابت کا بیان

قال اللّٰہ تعالیٰ :

﴿ فَإِذَا قُضِيَتِ ٱلصَّلَوٰةُ فَٱنتَشِرُواْ فِي ٱلْأَرْضِ وَٱبْتَغُواْ مِن فَضْلِ ٱللَّهِ وَٱذْكُرُواْ ٱللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''جب نماز جمعہ پوری ہو جائے تو زمین پر پھیل جاؤ اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

(الجمعہ: ۱۰)

تفسیری نکات: نمازِ جمعہ سے پہلے حکم ہوا تھا کہ جمعہ کی اذان ہوتے ہی کاروبار چھوڑ کر اور خرید و فروخت بند کر کے اللہ کی یاد کی طرف دوڑو یعنی خطبۂ جمعہ سنو اور اللہ کے احکام کا فہم حاصل کر کے ان پر عمل کرو اور پھر نمازِ جمعہ ادا کرو اور جب جمعہ کی نماز ہو جائے تو پھر تمہیں اجازت ہے کہ اللہ کی زمین میں پھیل کر اللہ کے فضل اس کی مہربانی اور اس کے رزق کی تلاش ہو اور اس دوران خوب کثرت سے اللہ کا ذکر ہو کہ کامیابی اللہ کی یاد سے وابستہ ہے۔

جمعہ کے دن کی فضیلت

۱۱۴۷ : وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، فِيهِ خُلِقَ اٰدَمُ، وَفِيهِ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ، وَفِيهِ اُخْرِجَ مِنْهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۱۴۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن وہ جنت میں داخل کیے گئے اور اسی روز جنت سے نکالے گئے۔

(مسلم)

تخریج حدیث (۱۱۴۷): صحیح مسلم، کتاب الجمعہ، باب فضل یوم الجمعہ.

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک میں روز جمعہ کی فضیلت اور اس دن کی خیر اور برکت بیان ہوئی ہے کہ یہ ایسا بہترین دن ہے جس

میں ابوالانبیاء اور ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی روز وہ جنت میں داخل ہوئے اسی روز ان کی توبہ قبول ہوئی۔ اسی روز وہ جنت سے نکالے گئے جو دنیا میں خیر کا اعمال صالحہ کا اور انبیاء کرام کے آنے کا سبب بنا۔ اس اعتبار سے حضرت آدم علیہ السلام کا جنت سے زمین پر آنا جیسے کسی مسافر کا کسی کام پر جانا اور پھر اپنے گھر واپس آجانا۔ حضرت آدم علیہ السلام حکمتِ الٰہی کے تحت اور اس کے سپرد کیے ہوئے کام کے انجام دینے کے لیے جنت سے دنیا میں آئے اور اس فرض کی تکمیل کے بعد پھر واپس جنت میں چلے گئے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۲٤/٦ ۔ روضة المتقین : ۱٦٤/۳ ۔ دلیل الفالحین : ۵۷۳/۳)

نمازِ جمعہ کی ادائیگی گناہ معاف ہونے کا ذریعہ ہے

۱۱۴۸ . وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ، غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، وَمَنْ مَسَّ الْحَصٰى فَقَدْ لَغَا " رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۱۴۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے وضوء کیا اور خوب اچھی طرح دضوء کیا پھر جمعہ کی نماز کے لیے حاضر ہوا غور سے خطبہ سنا اور خاموش رہا تو اس کے پچھلے گناہ جو اس جمعہ اور اگلے جمعہ کے درمیان ہوئے معاف کردیے جاتے ہیں اور مزید تین دن کے بھی اور جو خطبہ کے دوران کنکریوں کو ادھر ادھر کرتا رہا اس نے لغو حرکت کی۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۱۴۸): صحیح مسلم، کتاب الجمعه، باب فضل من استمع و أنصت .

کلمات حدیث: أحسن الوضوء : خوب اچھی طرح سنن وآداب کی رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے وضو کیا۔ فاستمع وانصت : ارادے اور توجہ کے ساتھ خطبہ کو سنا اور اس کے دوران خاموشی اختیار کی۔ مس الحصی : کنکریوں کو چھویا یا انہیں ادھر ادھر کیا۔ فقد لغا : اس نے فضول اور بے مقصد حرکت کی، لغو ہر وہ کام ہے جس کا کوئی مقصد یا نتیجہ نہ ہو جو فضول اور باطل ہو۔ مقصد یہ ہے کہ دوران استماع خطبہ کوئی فضول حرکت نہیں کرنی چاہئے جس سے توجہ خطبہ سے ہٹ جائے جیسے اپنے کپڑوں سے کھیلنا وغیرہ۔

شرح حدیث: جس شخص نے روزِ جمعہ جملہ سنتوں اور اس کے تمام آداب کی رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے وضوء کیا، پھر جمعہ کو گیا اور اچھی طرح خطبہ سنا اور دورانِ خطبہ سکوت اختیار کیا تو اس کے اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک تمام گناہِ صغیرہ معاف کردیے جائیں گے بلکہ اگلے تین دن کے بھی معاف کردیے جائیں گے اور تین دن کا اضافہ اس لیے کہ الحسنة بعشر امثالها ہر نیکی کا اجر اس کا دس گنا ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۲۷/٦ ۔ روضة المتقین : ۱٦۵/۳ ۔ دلیل الفالحین : ۵۷٤/۳)

نمازیں گناہ معاف ہونے کا ذریعہ ہیں

۱۱۴۹ . وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ،

وَرَمْضَانُ اِلَی رَمَضَانَ مُکَفِّرَاتٌ مَابَیْنَ ھُنَّ اِذَا اجْتُنِبَتِ الْکَبَائِرُ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

(۱۱۴۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پانچوں نمازیں اور جمعہ اگلے جمعہ تک اور رمضان اگلے رمضان تک ان گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں جو ان کے درمیان سرزد ہوں بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۱۴۹): صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب الصلوات الخمس والجمعة الى الجمعة.

کلمات حدیث: مكفرات ما بينهن : ان کے درمیان گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں۔ ما اجتنبت الكبائر : بشرطیکہ کبائر سے بچتا رہے۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر رحمت بہت وسیع ہے اس کے فضل وکرم سے پانچوں نمازوں کے درمیان کے تمام صغیرہ گناہوں کو معاف فرمادیا جاتا ہے اور نماز اگلی نماز تک کے لیے صغیرہ گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے اسی طرح جمعہ سے اگلے جمعہ تک اور رمضان سے اگلے رمضان تک گناہِ صغیرہ معاف کردیے جاتے ہیں بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے کہ کبیرہ گناہ کے لیے اللہ کے حضور میں توبہ کرنا اور آئندہ اس گناہ کے نہ کرنے کا عہد کرنا ضروری ہے۔

(روضة المتقين : ۱٦٤/۳ ـ دليل الفالحين : ۵۷٤۳)

****

جمعہ ترک کرنے پر سخت وعید

۱۱۵۰. وَعَنْهُ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمْ اَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَلٰی اَعْوَادِ مِنْبَرِهٖ : "لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ اَوْلَيَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُوْنُنَّ مِنَ الْغَافِلِيْنَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۱۵۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان دونوں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو لوگ جمعہ چھوڑ دیتے ہیں وہ جمعہ چھوڑنے سے باز آجائیں ورنہ اللہ ضرور ان کے دلوں پر مہر لگادیں گے پھر ان کا شمار غافلوں میں ہوگا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۱۵۰): صحیح مسلم، ابواب الجمعه، باب التغليظ فی ترك الجمعة.

کلمات حدیث: وهو على اعواد منبره : آپ ﷺ اپنے منبر کی لکڑیوں پر تھے، آپ ﷺ اپنے منبر کی سیڑھیوں پر تھے۔ اقوام : جمع قوم یہاں مراد منافقین ہیں۔

شرح حدیث: نمازِ جمعہ کے چھوڑنے پر سخت ترین وعید بیان کی گئی کہ یا تو یہ لوگ جمعہ کی حاضری کا اہتمام کریں اور جمعہ کی نماز میں عدم حاضری سے باز آجائیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگادے گا اور ان کا شمار غافلین میں فرمادے گا یعنی جو لوگ جمعہ کی نماز کی

حاضری میں سستی کرتے ہیں ان کا وہ انجام ہوگا کہ جو منافقین کا ہے کہ ان کے دلوں پر مہر لگ جائے گی اور غفلت شعاروں میں داخل ہو جائیں گے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/١٣٣۔ روضة المتقين : ٣/١٦٥)

****

جمعہ سے پہلے غسل کرنے کا حکم

١١٥١. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا جَآءَ اَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(١١٥١) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے لیے آئے تو اسے چاہیے کہ غسل کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(١١٥١): صحيح البخارى، كتاب الجمعه، باب فضل الغسل يوم الجمعة . صحيح مسلم، اول كتاب يوم الجمعة .

کلمات حدیث: فليغتسل : اسے چاہیے کہ غسل کرے، یعنی غسل مسنون کرے۔

شرح حدیث: امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یوم جمعہ کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے اور یہی اہل ظاہر کی رائے ہے خطابی رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ کا بھی ایک قول اسی طرح نقل کیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک غسلِ جمعہ سنت ہے اور یہی تمام اہل فتویٰ کا قول ہے۔ متعدد احادیث میں نمازِ جمعہ کے لیے وضو کر کے آنا مذکور ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اچھی طرح وضو کیا اور جمعہ کے لیے جامع مسجد آیا اور خاموشی اور توجہ سے خطبہ سنا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے کہ لوگ اذان کے بعد مسجد میں آتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے امیر المومنین میں نے اذان سنتے ہی وضو کیا اور مسجد میں آ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صرف وضوء کیا؟ تم نے نہیں سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی جمعہ کے لیے آئے تو اسے چاہیے کہ غسل کر لے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا اس امر پر اجماع ہے کہ غسل نمازِ جمعہ کے لیے شرط نہیں۔

حضرت حسن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے لئے وضوء کیا اس نے اچھا کیا اور جس نے غسل کیا تو غسل کرنا افضل ہے۔

حدیث مذکور دلیل ہے کہ جمعہ کے روز غسل سنت اور افضل ہے۔

(فتح الباري : ١/٦١٤۔ ارشاد الساري : ٢/٥٤٢۔ روضة المتقين : ٣/١٦٦۔ دليل الفالحين : ٣/٥٧٥)

****

جمعہ سے پہلے غسل کا اہتمام کریں

۱۱۵۲ . وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "غُسْلُ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُحْتَلِمٍ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ .

"اَلْمُرَادُ بِالْمُحْتَلِمِ: الْبَالِغُ وَالْمُرَادُ بِالْوُجُوْبِ : وَجُوْبُ اخْتِیَارٍ کَقَوْلِ الرَّجُلِ لِصَاحِبِہٖ حَقُّکَ وَاجِبٌ عَلَیَّ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ .

(۱۱۵۲) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ روزِ جمعہ کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔ (متفق علیہ)

محتلم سے بالغ مراد ہے اور وجوب سے مراد وجوب اختیار ہے جیسے کوئی کہے کہ تیرا حق مجھ پر واجب ہے۔ واللہ اعلم

تخریج حدیث (۱۱۵۲): صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب ھل علی من لم یشھد الجمعۃ الغسل من النساء والصبیان. صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب وجوب الغسل یوم الجمعۃ، علی کل بالغ من الرجال .

شرحِ حدیث: غسل یوم واجب ہے یعنی بطورِ اختیار اور بطورِ نظافت، تا کہ جمعہ کے روز حاضرین میں سے کسی کو پسینہ کی بو محسوس نہ ہو، نیز یہ کہ غسل سے طبیعت میں نشاط پیدا ہو جائے اور آدمی خطبۂ جمعہ کے سننے کے لیے اور اس کے سمجھنے کے لیے تیار ہو جائے۔

(فتح الباری : ۶۱۴/۱ ۔ ارشاد الساری : ۵۴۳/۲ ۔ شرح صحیح مسلم للنووی : ۱۱۶/۶)

عذر کی وجہ سے جمعہ کا غسل چھوڑا جا سکتا ہے

۱۱۵۳ . وَعَنْ سَمُرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : مَنْ تَوَضَّأَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَبِھَا وَنِعِمَتْ وَمَنِ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ اَفْضَلُ" رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ !

(۱۱۵۳) حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن وضوء لیا اس نے اچھا کیا اور جس نے غسل کیا تو غسل افضل ہے۔ (اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے)

کلماتِ حدیث (۱۱۵۳): فبھا و نعمت : یہ کافی ہے اور خوب ہے۔ اسی طرح درست ہے اور اچھا ہے۔ یعنی جمعہ کے روز وضوء پر اکتفاء میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ یہ بھی بہتر اور عمدہ ہے۔

شرحِ حدیث: جمہورِ فقہاء کے نزدیک جمعہ کے روز غسل سنتِ مؤکدہ ہے، بعض حضرات نے واجب بھی کہا ہے یعنی ان احادیث کے پیش نظر جن میں وجوب کا لفظ آیا ہے۔ مگر جمہور کے نزدیک استحباب مراد ہے اور لفظ واجب سے تاکید اور ترغیب مقصود ہے شرعی وجوب مقصود نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے وضوء کیا اس نے بھی اچھا کیا اور وضوء کافی ہے۔ نیز فرمایا کہ غسل افضل ہے یعنی مندوب اور مستحب ہے اور وضوء سے افضل ہے۔ جمعہ کا غسل ان لوگوں کے لیے ضروری ہے جن پر جمعہ کی حاضری واجب ہے یا جو

جمعہ میں حاضر ہونے کا ارادہ کریں، طلوعِ فجر سے لے کر نمازِ جمعہ کے لیے جانے تک جمعہ کے غسل کا وقت ہے البتہ جمعہ کے قریب غسل کرنا زیادہ افضل ہے۔ (تحفة الأحوذي : ۲۱/۳ ـ نزهة المتقين : ۱۵۱/۲)

نمازِ جمعہ کے آداب

۱۱۵۴ . وَعَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عنه قال قال رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَايَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَااسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهٖ، اَوْيَمَسُّ مِنْ طِيْبِ بَيْتِهٖ ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ ثُمَّ يُصَلِّيْ مَاكُتِبَ لَهٗ، ثُمَّ يُنْصِتُ اِذَا تَكَلَّمَ الْاِمَامُ، اِلَّاغُفِرَ لَهٗ مَابَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى. رواهُ الْبُخَارِيُّ.

(۱۱۵۴) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی جمعہ کے دن غسل کرتا ہے اور جس حد تک ہو سکے پاکیزگی حاصل کرتا ہے اور تیل لگاتا ہے اور اپنے گھر میں موجود خوشبو استعمال کرتا ہے پھر جمعہ کو جاتا ہے اور دو آدمیوں کے درمیان زبردستی جگہ نہیں کرتا اور جو اللہ نے اس کے حق میں لکھ دیا ہے وہ نماز پڑھتا ہے اور خاموشی اور سکوت کے ساتھ خطبہ سنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک اس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۱۵۴): صحيح البخاري، كتاب الجمعه، باب لا يفرق بين اثنين يوم الجمعة.

کلمات حدیث: ما استطاع من طهر : جس قدر بھی وضوء سے یا غسل سے طہارت اور پاکیزگی حاصل کر سکے۔ لا يفرق بين اثنين : دو آدمیوں کے درمیان تفریق نہ کرے، دو آدمیوں کے درمیان جگہ کر کے خود نہ بیٹھے، یا دو آدمیوں کے درمیان سے پھلانگ کر آگے نہ جائے بلکہ جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائے۔ فرق تفريقاً (باب تفعیل) تفریق کرنا۔ جدا کرنا، علیحدہ کرنا۔

شرح حدیث: نمازِ جمعہ کا اہتمام اور اس کے لیے خوب اچھی طرح طہارت و پاکیزگی حاصل کرنا کہ جسم اور کپڑے خوب صاف ہوں، ان میں کوئی بو نہ ہو اور اسی طرح تیل اور خوشبو لگا لینا جو خوشبو بھی گھر میں میسر ہو اور نمازِ جمعہ کے لیے جلد مسجد میں آ جانا یہ تمام امور مستحبات میں سے ہیں، پھر جب آدمی مسجد میں داخل ہو جائے تو آدابِ مسجد کا خیال رکھے لوگوں کو پھلانگ کر آگے نہ جائے اور نہ دو آدمیوں کے درمیان جگہ بنا کر خود بیٹھ جائے بلکہ جہاں جگہ ملے وہاں بیٹھ جائے۔ پھر اللہ جس قدر توفیق دے اتنی نوافل ادا کرے اور جب خطبہ جمعہ شروع ہو تو اس کو سکوت کے ساتھ اور توجہ کے ساتھ سنے، ان جملہ آداب کی جو شخص رعایت ملحوظ رکھے گا اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اگلے جمعہ تک اس کے گناہِ صغیرہ معاف فرما دیں گے۔ (دليل الفالحين : ۵۷۷/۳ ـ نزهة المتقين : ۱۵۲/۲)

۱۱۵۵ . وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْاُوْلٰى فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بُدْنَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ

الثَّانِيَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

قَوْلُهُ "غُسْلَ الْجَنَابَةِ" أَيْ غُسْلًا كَغُسْلِ الْجَنَابَةِ فِي الصِّفَةِ.

(۱۱۵۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن غسلِ جنابت کی طرح غسل کیا پھر اول وقت (پہلی ساعت) میں جمعہ کے لیے گیا اس نے گویا ایک اونٹ قربان کیا۔ جو دوسری ساعت میں گیا اس نے گویا گائے کی قربانی دی، جو تیسری ساعت میں گیا اس نے گویا سینگوں والے دنبہ کی قربانی دی اور جو چوتھی ساعت میں گیا اس نے گویا مرغی کی قربانی دی اور جو پانچویں ساعت میں گیا اس نے گویا انڈا قربانی میں دیا جب امام خطبے کے لیے نکل آئے تو فرشتے مسجد میں آکر خطبہ سنتے ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۱۵۵): صحيح البخاری، كتاب الجمعة، باب فضل الجمعة . صحيح مسلم، كتاب الجمعة، باب الطيب و السواك يوم الجمعة.

کلماتِ حدیث: بدنة : قربانی کا اونٹ۔ کبشا أقرن : سینگوں والا دنبہ۔

شرح حدیث: حدیثِ مبارک میں نمازِ جمعہ کو جلدی جانے کی ترغیب وتاکید بیان فرمائی گئی ہے کہ جو شخص خوب اچھی طرح غسل کر کے اوّل ساعت میں یا دن کے آغاز میں نمازِ جمعہ کے لیے مسجد پہنچ گیا تا کہ وہاں نوافل پڑھے اور ذکر و تسبیح میں مشغول رہے، وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے تقرب کے لیے ایک اونٹ قربان کر دیا ہو، یعنی اول ساعت میں جمعہ کی ادائیگی کے لیے مسجد پہنچنے والے کا اجر وثواب بہت عظیم ہے اور پھر اس کے بعد درجہ بدرجہ ثواب ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے روز فرشتے مسجد میں آنے والوں کے نام لکھتے رہتے ہیں پہلے آنے والوں کے پہلے نام لکھے جاتے ہیں۔ پھر جب امام خطبہ کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے تو فرشتے خطبہ سننے مسجد میں آتے ہیں۔

حدیثِ مبارک سے معلوم ہوا کہ نمازِ جمعہ کے لیے مسجد میں جس قدر جلد ممکن ہو پہنچنا چاہیے اور جمعہ کا خطبہ شروع ہونے سے پہلے مسجد میں پہنچ جانا چاہیے کیونکہ خطبہ جب شروع ہوتا ہے تو فرشتے نام لکھنا بند کر دیتے ہیں اور خطبہ سننے مسجد میں چلے جاتے ہیں۔ گویا جو شخص خطبہ جمعہ شروع ہونے کے بعد مسجد میں گیا فرشتوں کے یہاں اس کا نام نہیں لکھا گیا۔

(فتح الباري : ۶۱۸/۱۔ ارشاد الساري : ۵۴۸/۲۔ دليل الفالحين : ۵۷۸/۳۔ روضة المتقين : ۱۶۹/۳)

****

جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی

۱۱۵۶. وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ "فِيهَا سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا

عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي يَسْئَالُ اللّٰهَ شَيْئاً اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاه، وَاَشَارَبِيَدِهِ يُقَلِّلُهَا ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(١١٥٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کا تذکرہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس میں ایک ساعت ایسی ہے جو مسلمان بندہ اس کو اس حال میں پائے کہ وہ کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا ہو اور اللہ تعالیٰ سے سوال کر رہا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ عطا فرما دیتے ہیں جس کا اس نے سوال کیا ہو اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اس ساعت کے قلیل ہونے کا اشارہ فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (١١٥٦): صحیح البخاری، کتاب الجمعه، باب الساعة التی فی یوم الجمعة .

کلمات حدیث: ذِکر یوم الجمعة : آپ جمعہ کا ذکر فرماتے رہے تھے یعنی جمعہ کے فضائل بیان فرما رہے تھے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ جمعہ کے محاسن اور اس کے فضائل بیان فرما رہے تھے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے روز ایک مختصر سی ایسی ساعت ہے، جس میں اللہ کا بندہ اللہ سے جو سوال کرے اللہ اسے عطا فرما دیتے ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ یہ ساعت امام کے خطبہ کے لیے بیٹھنے سے لے کر نمازِ جمعہ کے اختتام تک ہے۔ غرض مقصودِ حدیث یہ ہے کہ جمعہ کے دن اللہ کی عبادت اور اس کا ذکر کثرت سے کرنا چاہیے کہ اس روز ایک ساعت جو بہت مختصر ہوتی ہے ایسی آتی ہے کہ اللہ کا بندہ اللہ سے جو سوال کرے اللہ تعالیٰ اسے عطا فرما دیتے ہیں۔ جس طرح رمضان المبارک میں لیلۃ القدر کا تعین نہیں کیا گیا اسی طرح جمعہ کے روز کی ساعت کا تعین نہیں فرمایا گیا تا کہ اہل ایمان اس ساعت کی فضیلت کے حصول کے لیے سعی و کوشش کریں۔

(فتح الباري : ٦٣٨/١ ـ عمدة القاري : ٢٦٠/٦ ـ روضة المتقين : ١٧٢/٣)

قبولیت کی گھڑی کا وقت

١١٥٧. وَعَنْ اَبِي بُرْدَةَ بْنِ اَبِي مُوسىٰ الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ: قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَر رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا اَسَمِعْتَ اَبَاكَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ شَأْنِ سَاعَةِ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ : قُلْتُ : نَعَمْ سَمِعْتُه، يَقُوْلُ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : هِيَ مَابَيْنَ اَنْ يَجْلِسَ الْإِمَامُ اِلىٰ اَنْ تُقْضىٰ الصَّلوٰةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١١٥٧) حضرت ابو بردۃ بن ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے اپنے والد سے وہ حدیث سنی ہے جو وہ جمعہ کی ایک ساعت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں، میں نے کہا کہ جی ہاں میں نے سنی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ ساعت امام کے خطبہ کے لیے بیٹھنے سے نمازِ جمعہ کے اختتام تک ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (١١٥٧): صحیح مسلم، کتاب الجمعه، باب فی الساعة التی فی یوم الجمعة .

کلمات حدیث: فی شأن ساعة الجمعة : جمعہ کی ساعت کے بارے میں۔ شأن : بارے میں، حالت، کیفیت، جمع شئون .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے روز ایک مختصر سی ساعت قبولیت دعاء کی ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین کے درمیان اس امر میں اختلاف ہے کہ یہ ساعت باقی ہے یا نہیں اور یہ کہ یہ ساعت ہر جمعہ کو ہوتی ہے یا سال میں کسی ایک جمعہ کے دن آتی ہے اور جمعہ کے دن کس وقت ہوتی ہے کب شروع ہوتی ہے اور کب ختم ہوتی ہے اور اسی طرح مختلف پہلوؤں سے متعلق علماء کے تقریباً پینتالیس اقوال ہیں جو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں ذکر کیے ہیں۔ اور امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب سطوع البدر فی فضائل لیلة القدر میں بیان کیے ہیں۔

صحیح ترین رائے یہی ہے کہ یہ ساعت ہر جمعہ کو اور امام کے خطبہ کے لیے بیٹھنے سے لے کر نماز جمعہ کے ختم ہونے تک ہے جیسا کہ اس حدیث میں وضاحت ہے۔ (شرح صحیح مسلم للنووي : ۱۲۲/۶ ۔ روضة المتقین : ۱۷۲/۳)

جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھنے کی تاکید

۱۱۵۸ . وَعَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ، فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ .

(۱۱۵۸) حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے دنوں میں سب سے زیادہ افضل جمعہ کا دن ہے۔ اس دن میرے اوپر کثرت سے درود بھیجو! تمہارا یہ درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

(ابوداؤد نے بسند صحیح روایت کیا ہے)

تخریج حدیث (۱۱۵۸): سنن ابی داؤد، کتاب الطهارة، باب فضل یوم الجمعة .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ پر درود بھیجنا باعث خیر و برکت اور باعث اجر و ثواب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ اپنی رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔ درود ہر وقت اور بکثرت پڑھنا چاہیے اور جمعہ کے روز زیادہ کثرت سے پڑھنا چاہیے وہ درود جو نماز میں پڑھا جاتا ہے جسے درود ابراہیمی کہتے ہیں پڑھنا زیادہ فضیلت کی بات ہے۔

(دلیل الفالحین : ۵۸۱/۳)

البَابُ (۲۱۱)
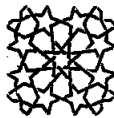
بَابُ اسْتِحْبَابِ سُجُودِ الشُّكْرِ عِنْدَ حُصُولِ نِعْمَةٍ ظَاهِرَةٍ اَوِ انْدِفَاعِ بَلِيَّةٍ ظَاهِرَةٍ

سجودِ شکر کا استحباب اس وقت جب کوئی ظاہری نعمت ملے یا کوئی بلا ٹل جائے

۱۱۵۹. عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ : خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ نُرِيْدُ الْمَدِيْنَةَ، فَلَمَّا كُنَّا قَرِيْبًا مِنْ عَزْوَرَاءَ نَزَلَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَدَعَا اللّٰهَ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَكَثَ طَوِيْلاً، ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا . فَعَلَهُ ثَلَاثًا . وَقَالَ : "اِنِّیْ سَأَلْتُ رَبِّیْ وَشَفَعْتُ لِاُمَّتِیْ فَاَعْطَانِیْ ثُلُثَ اُمَّتِیْ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِّرَبِّیْ شُكْرًا ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِیْ فَسَأَلْتُ رَبِّیْ لِاُمَّتِیْ فَاَعْطَانِیْ ثُلُثَ اُمَّتِیْ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّیْ شُكْرًا، ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِیْ فَسَأَلْتُ رَبِّیْ لِاُمَّتِیْ فَاَعْطَانِیْ الثُّلُثَ الْاٰخَرَ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّیْ." رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ .

(۱۱۵۹) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ سے نکلے ہمارا ارادہ مدینہ منورہ کا تھا جب ہم مقام عزوراء پر پہنچے تو رسول اللہ ﷺ سواری سے اترے دست مبارک بلند فرمائے کچھ وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی پھر آپ ﷺ سجدے میں چلے گئے اور دیر تک سجدے کی حالت میں رہے۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے پھر دست مبارک بلند کیے پھر سجدے میں چلے گئے۔ تین مرتبہ اسی طرح فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے سوال کیا اور اپنی امت کے لیے شفاعت کی تو اللہ تعالیٰ نے میری شفاعت قبول کی اور مجھے میری امت کا ایک تہائی دے دیا۔ اس پر میں نے سجدہ شکر ادا کیا، پھر میں نے سر اٹھایا اور اپنی امت کے بارے میں اپنے رب سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے تہائی امت عطا فرمادی تو میں نے سجدہ کیا۔ پھر میں نے سر اٹھایا اور اپنے رب سے اپنی امت کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے میری امت کا باقی تہائی بھی دیدیا اس پر میں نے رب کی بارگاہ میں سجدہ کیا۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث (۱۱۵۹): سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب سجود الشكر .

کلمات حدیث: عزوراء : مکہ کے قریب ایک مقام کا نام ہے۔ خر ساجداً : جلدی سے سجدے میں چلے گئے۔

شرح حدیث: سجدۂ شکر کا ایک سجدہ ہے اور اس سجدے کے لیے ان تمام امور کی رعایت لازمی ہے جو نماز میں لازم ہیں۔ یعنی نماز کی طرح تکبیر کہی جائے نیت ہو اور سجدہ اور سجود کے بعد سلام پھیرا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے امت کے حق میں دعاء فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعاء قبول فرمائی اور آپ ﷺ نے سجدۂ شکر ادا فرمایا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی عظیم نعمت عطا ہونے کے وقت سجدۂ شکر کرنا مستحب ہے۔ (روضة المتقين : ۱۷۴/۳ ـ دليل الفالحين : ۵۸۳/۳)

☆☆☆

البَابُ (۲۱۲)

بَابُ فَضْلِ قِيَامِ اللَّيْلِ
رات کے قیام کی فضیلت

۲۷۸. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ وَمِنَ ٱلَّيۡلِ فَتَهَجَّدۡ بِهِۦ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰٓ أَن يَبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُودًا ﴿٧٩﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

''اور رات کو تہجد ادا کرو یہ زائد ہے آپ ﷺ کے لیے امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا۔'' (الاسراء: ۷۹)

تفسیری نکات: پہلی آیت میں رسولِ کریم ﷺ کو خطاب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رات کے حصے میں نیند سے بیدار ہو کر نماز میں قرآن کریم کی تلاوت کیجئے، شب کی تاریکی میں یہ نماز اور تلاوت قرآن آپ کے لیے ہمارے یہاں ایک مزید مرتبہ اور ایک مزید مقام کا باعث بنے گی۔ مقام محمود شفاعت عظمیٰ کا مقام ہے جب اللہ تعالیٰ کے حضور میں کسی کو بولنے کا یارانہ ہوگا اس وقت رسول اللہ ﷺ اس مقام پر فائز ہوں گے ہر شخص کی زبان پر آپ کی حمد اور تعریف ہوگی اور حق تعالیٰ بھی آپ ﷺ کی تعریف فرمائیں گے۔ گویا شانِ محمدیت کا مکمل ظہور ہوگا اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے خلقت کو تکلیف سے چھڑائیں گے۔ مقام محمود کی یہ تفسیر صحیح حدیثوں میں آئی ہے اور صحیح بخاری اور مسلم اور دیگر کتبِ حدیث میں شفاعتِ کبریٰ کا نہایت مفصل بیان موجود ہے۔ (تفسیر عثمانی)

۲۷۹. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمۡ عَنِ ٱلۡمَضَاجِعِ ﴾ الْاٰيَةَ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

''ان کے پہلو خواب گاہوں سے الگ رہتے ہیں۔'' (السجدۃ: ۱۶)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں اہل ایمان کا ذکر ہے کہ وہ میٹھی نیند اور آرام دہ بستر چھوڑ کر راحت و آرام سے کنارہ کش اللہ کے حضور میں اس کی بندگی کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مراد نمازِ تہجد ہے۔ (معارف القرآن، تفسیر عثمانی)

۲۸۰. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ قَلِيلًا مِّنَ ٱلَّيۡلِ مَا يَهۡجَعُونَ ﴿١٧﴾ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

''وہ رات میں تھوڑا آرام کرتے ہیں۔'' (الذاریات: ۱۷)

تفسیری نکات: تیسری آیت میں بھی اہل ایمان کا بیان ہے کہ رات کے خواب اور آرام کو ترک کر کے اللہ کے حضور میں بندگی کے لیے حاضر ہوتے ہیں اور رات کا اکثر حصہ عبادتِ الٰہی میں گزارتے ہیں اور توبہ واستغفار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے رحمت ومغفرت کے

طالب ہوتے ہیں۔ (تفسير عثماني)

آپ ﷺ رات کو اتنا قیام فرماتے کہ پاؤں مبارک پر ورم آجاتا تھا

۱۱۶۰۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ حَتّٰى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ، فَقُلْتُ لَهُ : لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَقَدْ غُفِرَلَكَ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَاتَأَخَّرَ؟ قَالَ :اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا، "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ نَحْوُهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !

(۱۱۶۰) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رات کو قیام فرماتے یہاں تک کہ کھڑے کھڑے قدم مبارک پھٹ جاتے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جبکہ آپ ﷺ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کردیے گئے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ (متفق علیہ)

حضرت مغیرہ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۱۶۰): صحيح البخاری، كتاب التفسير، باب قوله ليغفرلك ما تقدم من ذنبك. صحيح مسلم، كتاب المنافقين، باب اكثر الاعمال و الاجتهاد فى العبادة.

کلماتِ حدیث: تتفطر قدماه : آپ ﷺ کے قدم مبارک کثرتِ قیام کی وجہ سے پھٹ جاتے تھے۔ افلا اکون عبدا شکوراً : کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بن جاؤں۔ شکور : بروزن فعول بہت شکر کرنے والا۔ شکر کے معنی ہیں اللہ کی دی ہوئی نعمت کا اعتراف کرتے ہوئے اس کی حمد وثناء کرنا اور اس کی بندگی بجالانا۔

شرحِ حدیث: سونے کے بعد رات کے کسی حصے میں اٹھ کر خصوصاً آخر شب میں اٹھ کر صبح صادق ہونے سے پہلے نماز پڑھنا نمازِ تہجد ہے۔ قیام اللیل (رات کا قیام) کا مطلب ہے رات میں اللہ کی عبادت اور نمازِ شب جسے تہجد کہتے ہیں۔ رسولِ کریم ﷺ رات کو اٹھ کر نماز کے لیے کھڑے ہوجاتے اور اس قدر طویل قیام ہوتا کہ قدم مبارک پھٹ جاتے اور ان پر ورم آجاتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو پہلے ہی خوشخبری سنا چکے ہیں کہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ اور خطائیں معاف کی جاچکی ہیں تو آپ ﷺ اس قدر زحمت کیوں فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بن جاؤں؟

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے مجھ سے سب خطائیں درگزر فرمادی ہیں اور مجھے دنیا میں اور آخرت میں اعلیٰ مقام پر فائز فرمادیا ہے تو کیا میرے لیے یہ موزوں نہیں ہے کہ میں رات کو اس کے حضور میں کھڑا ہو کر اس کی بندگی کروں اور اس کا شکر بجالاؤں؟ جس اللہ تعالیٰ نے مجھے اس قدر نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے اور اس قدر مقامات بلند سے سرفراز فرمایا ہے تو میں بھی چاہتا ہوں کہ اس کی بندگی کروں اور زیادہ سے زیادہ بندگی کروں اور اس کا شکر ادا کرنے والا بندہ بن جاؤں۔

(فتح الباري : ۱/ ۸۶۰۔ ارشاد الساري : ۱۱/۷۳۔ عمدة القاري : ۱۹/ ۲۵۴۔ مظاهر حق : ۱/ ۷۵۷)

تہجد کی تاکید

١١٦١. وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ لَيْلاً فَقَالَ: اَلَا تُصَلِّيَانِ؟" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. طَرَقَهُ : اَتَاهُ لَيْلاً

(١١٦١) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات میرے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تم دونوں تہجد نہیں پڑھتے ؟ (متفق علیہ)

طرقہ : کے معنی ہیں رات کے وقت تشریف لائے۔

تخریج حدیث (١١٦١): صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب تحريض النبي ﷺ على قيام الليل و النوافل من غير ايجاب. صحيح مسلم. كتاب صلاة المسافرين، باب ما روي فيمن نام الليل اجمع حتى اصبح.

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے گھر رات کے وقت تشریف لے گئے اور انہیں نمازِ تہجد کے لیے بیدار فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ نمازِ تہجد کے لیے کسی اور کو بیدار کرنا بھی سنتِ رسول ﷺ ہے اور اجر وثواب کا کام ہے۔ امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ کو تہجد کی نماز کی فضیلت اور اس کے اجر وثواب اور اس کی خیر و برکات کا علم تھا اس لیے آپ ﷺ نے اپنی بیٹی اور داماد کو اس نماز کے لیے بیدار فرمایا اور آیت پر عمل فرمایا:

﴿ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَوٰةِ ﴾

"اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کیجیے۔" (فتح الباري : ١/٧١٣ـ ارشاد الساري : ٣/١٧٦)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تہجد کی پابندی

١١٦٢. وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمْ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُاللّٰهِ لَوْكَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ" قَالَ سَالِمٌ : فَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ بَعْدَ ذٰلِكَ لَايَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ اِلَّاقَلِيْلاً .مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(١١٦٢) حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عبداللہ بہت اچھے آدمی ہیں مگر کاش وہ رات کو نماز بھی پڑھا کرتے۔ سالم کہتے ہیں کہ اس فرمانِ نبوی ﷺ کے بعد عبداللہ رات کو بہت کم سوتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (١١٦٢): صحيح البخاري، كتاب فضائل الصحابة، باب مناقب عبد الله بن عمر . صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عبد الله بن عمر رضي الله عنهما.

شرحِ حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں اصحاب رسول خواب دیکھتے اور اپنے خواب خدمتِ اقدس میں بیان کرتے۔ میں نے بھی تمنا کی کہ میں خواب دیکھوں اور آپ ﷺ سے بیان کروں میں اس وقت تنہا نوجوان تھا اور مسجد میں سویا کرتا تھا۔ میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے آئے اور وہ مجھے جہنم کی طرف لے گئے، جہنم کنویں کی طرح گہرا تھا اور اس کے دونوں طرف اس طرح قرن بنے ہوئے تھے (کنویں کے دونوں طرف پانی کی چرخی) جیسے کنویں پر بنے ہوتے ہیں۔ میں نے اعوذ باللّٰہ من النار کہنا شروع کیا۔ تو ایک اور فرشتہ آیا اس نے مجھ سے کہا کہ خوف زدہ مت ہو۔ میں بیدار ہوا تو میں نے یہ خواب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو سنایا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر فرمایا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ عبداللہ اچھا آدمی ہے اگر وہ نمازِ شب ادا کرے۔

سالم کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو رات کو بہت کم سوتے ہوئے دیکھا ہے۔

حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ اللیل اور نمازِ تہجد اللہ کے یہاں بے حد مقبول عبادت ہے۔

(فتح الباري : ۱/۷۱۱۔ ارشاد الساري : ۳/۱۷۰)

تہجد کی عادت چھوڑنے کی مذمت

۱۱۶۳۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "يَاعَبْدَاللّٰهِ لَاتَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ ! كَانَ يَقُوْمُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۱۶۳) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے عبداللہ تم فلاں شخص کی طرح نہ ہو جانا وہ رات کا قیام کرتا تھا پھر اس نے ترک کر دیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۱۶۳): صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب ما يكره من ترك قيام الليل . صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب النهي عن صيام الدهر.

شرحِ حدیث: احادیث مبارکہ سے بصراحت معلوم ہوتا ہے کہ جو آدمی کوئی نیک عمل کرے تو اس پر مداومت کرے یعنی اسے ہمیشہ کرتے رہے کوئی بھی عمل صالح شروع کر کے اسے چھوڑ دینا اچھا نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو نصیحت فرمائی کہ قیام لیل کی پابندی کرو اور اسے شروع کر کے چھوڑ نہ دو۔ بلکہ اس پر مواظبت اختیار کرو۔

(فتح الباري : ۱/۷۲٤۔ روضة المتقين : ۳/۱۷۸۔ دليل الفالحين : ۳/۵۸۸)

صبح تک سونے والے کے کام میں شیطان پیشاب کرتا ہے

۱۱۶۴۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ : ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ رَجُلٌ نَامَ لَيْلَةً حَتّٰى اَصْبَحَ قَالَ : "ذَاكَ رَجُلٌ بَالَ الشَّيْطَانُ فِىْ اُذُنَيْهِ اَوْقَالَ فِىْ اُذُنِهٖ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۱۶۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک شخص کا ذکر ہوا کہ وہ رات کو سویا اور صبح تک سوتا رہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ایسا آدمی جس کے کانوں میں شیطان نے پیشاب کر دیا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۱۶۴): صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب اذا قام ولم يصل بال الشيطان في اذنه . صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب ما روي فيمن نام الليل اجمع حتى اصبح

شرح حدیث: قیام لیل ایک ایسا عمل ہے جس کی حد درجہ فضیلت بیان ہوئی ہے اور جس کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہے، ساری رات سونا اور صبح تک سوتے رہنا کہ آدمی نمازِ شب کے لیے بیدار نہ ہو اس طرح ہے جیسے شیطان نے اپنا تسلط جما لیا ہو اور اس پر ایسا غلبہ کر لیا ہو کہ وہ اللہ کی بندگی اور اس کی عبادت سے غافل ہو گیا۔ خواہ شیطان نے حقیقتاً پیشاب کر دیا ہو اور اس کے کانوں کو اذان کی آواز سننے سے محروم کر دیا ہو یا اس نے اپنے غلبہ اور تسلط سے اللہ کی عبادت سے محروم کر دیا ہو۔

(فتح الباري : ۷۲۰/۱ ـ عمدة القاري : ۲۸۳/۷ ـ ارشاد الساري : ۱۹۷/۳)

شیطان کی طرف سے غفلت کے گرہیں

۱۱۶۵. وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَأْسِ اَحَدِكُمْ اِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ : يَضْرِبُ عَلٰى كُلِّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ، فَاِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ تَعَالٰى اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ تَوَضَّأَ اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَاِنْ، صَلّٰى اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ كُلُّهَا فَاَصْبَحَ نَشِيْطاً طَيِّبَ النَّفْسِ وَاِلَّا اَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ . "قَافِيَةُ الرَّأْسِ" : اٰخِرُهٗ.

(۱۱۶۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان تم میں سے ہر ایک کی گدی پر رات کو سوتے وقت تین گرہیں لگاتا ہے ہر گرہ پر یہ کہہ کر دم کرتا ہے کہ بڑی لمبی رات ہے خوب سو لے۔ جب وہ بیدار ہو کر اللہ کو یاد کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور اگر اس نے وضوء کر لیا تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور جب نماز پڑھ لی تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور وہ خوش باش اور نشیط صبح کرتا ہے ورنہ وہ خبث نفس اور سستی اور کاہلی کے ساتھ صبح کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

قافيه الرأس : سر کا پچھلا حصہ، گدی۔

تخریج حدیث (۱۱۶۵): صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب عقد الشيطان على قافية الرأس . صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب ما روي فيمن نام الليل اجمع .

کلمات حدیث: يعقد الشيطان : شیطان گرہیں لگاتا ہے۔ عقد عقداً (باب ضرب) گرہ لگانا۔ عقدة : گرہ جمع عقد۔ النفاثات في العقد : گرہوں میں پھونکیں مار کر دم کرنے والیاں۔ قافيه : گردن کا پچھلا حصہ، یعنی گدی۔

شرح حدیث: شیطان آدمی کا دشمن ہے اور نہیں چاہتا کہ وہ اللہ کی بندگی اور عبادت کرے اس لیے جب سونے لیٹتا ہے تو وہ اس کی گدی پر تین گرہیں لگا تا ہے اور ہر ایک گرہ پر دَم کر دیتا ہے کہ رات طویل ہے خوب سوتا رہ۔ اب اگر صبح کو آدمی اٹھ کر اللہ کا نام لیتا ہے تو پہلی گرہ کھل جاتی ہے وضوء کرتا ہے دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور نماز پڑھتا ہے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور آدمی خوش باش اور نشیط اٹھتا ہے ورنہ سست اور کسلمند ہوتا ہے اور اسی حال میں اس کی صبح ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی یاد سینے میں انشراح پیدا کرتی ہے اور اس سے دل مطمئن ہو جاتا ہے اور دکھ اور رنج اور پریشانی دور ہو جاتی ہے کیونکہ بندہ ہر حال میں اور ہر وقت اپنے خالق و مالک کا محتاج ہے، وہ جب تک اس کو نہ پکارے وہ تنگ دلی، بیزاری، سستی اور ضیق نفس کا شکار رہتا ہے اور اس کی ساری دنیا کی مال و دولت بھی طبیعت کی آزردگی کو دور نہیں کر سکتی سوائے یادِ الٰہی کے کہ یہی اطمینان قلب کا اکسیر نسخہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طاعت و بندگی میں ایک طبعی اور ذاتی پہلو انبساط خوشی مسرت اور طمانیت کا موجود ہے اور اللہ سے دوری اور اس سے بغاوت وسرکشی اور غفلت کا نتیجہ خود بخود آزردگی اور افسردگی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ ایسی کھلی حقیقت ہے کہ اس کا جو چاہے اور جب چاہے تجربہ کر کے دیکھ لے۔

(فتح الباري : ۷۱۸/۱۔ ارشاد الساري : ۱۹٤/۳۔ نزهة المتقين : ۱۵۹/۲۔ عمدة القاري : ۲۸۳/۷)

تہجد کی پابندی بھی دخولِ جنت کا ذریعہ ہے

۱۱۶۶۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَيُّهَا النَّاسُ ! اَفْشُوا السَّلَامَ، وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

(۱۱۶۶) حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے لوگو سلام کو پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ اور رات کو اس وقت نماز پڑھو جب لوگ سو رہے ہوں تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (۱۱۶۶): الجامع للترمذی، ابواب صفة القیام، باب افشوا السلام واطعموا الطعام.

کلمات حدیث: افشوا السلام : سلام کو پھیلاؤ، یعنی کثرت سے سلام کرو۔

شرح حدیث: رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ تین باتوں کی پابندی اور ان کا اہتمام سلامتی کے ساتھ جنت میں دخول کا سبب ہیں۔ کثرت سے سلام کرنا اور ہر ایک کو سلام کرنا خواہ تم اسے جانتے ہو یا نہ جانتے ہو، کثرت سے مساکین اور مستحقین کو کھانا کھلانا اور جب لوگ رات کو سو رہے ہوں تو نماز پڑھنا۔ یعنی نماز تہجد قیامت کے دن اللہ کی رحمت اور اس کے فضل سے ذریعہ نجات بن جائے گی، کیونکہ تہجد گزار اللہ کی یاد میں اور اس کے اجر و ثواب کے حصول کی امید میں اپنی نیند اور اپنا آرام ترک کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوتے

ہیں اور اسے جنت کا آرام اور راحت عطا فرماتے ہیں۔ یہ حدیث اس سے پہلے باب فضل السلام میں گزر چکی ہے۔

(دليل الفالحين : ٣/ ٥٩٠ـ نزهة المتقين : ٢/ ١٥٩)

فرض کے بعد سب سے زیادہ اہمیت تہجد کی ہے

١١٦٧. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمْضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ، وَاَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ صَلٰوةُ اللَّيْلِ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(١١٦٧) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رمضان المبارک کے بعد اللہ کے یہاں افضل روزے ماہِ محرم کے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز تہجد کی نماز ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (١١٦٧): صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب فضل صوم المحرم.

کلماتِ حدیث: شهر الله المحرم : اللہ کا وہ مہینہ جس نے اسے حرام قرار دیا ہے یعنی محترم بنایا ہے۔ افضل الصيام : یعنی نفلی روزوں میں سب سے افضل۔

شرحِ حدیث: محرم کے مہینے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے جس سے اس ماہِ محرم کا شرف وامتیاز واضح ہوگیا۔ اس ماہ میں روزے رکھنا تمام نفلی روزوں سے افضل ہے۔ اسی طرح نفلی نمازوں میں سب سے افضل نماز تہجد ہے کہ آدمی اللہ کی یاد اور اس کی بندگی کے لیے اپنی راحت اور آرام ترک کرتا ہے اور رات کی تاریکی میں اپنے گھر میں اور سب کی نظروں سے چھپ کر اللہ کی عبادت کرتا ہے اور اس طرح اس نماز میں خشوع وخضوع زیادہ ہوتا ہے اور یہ ریاء سے پاک ہوتی ہے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٨/ ٤٤ـ تحفة الأحوذي : ٢/ ٥٢٨)

تہجد کی نماز دو دو رکعتیں بھی پڑھ سکتے ہیں

١١٦٨. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى، فَاِذَا خِفْتَ الصُّبْحَ فَاَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(١١٦٨) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں جب تمہیں صبح کا خطرہ ہو تو ایک تیسری رکعت ملا کر وتر بنالو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (١١٦٨): صحيح البخاری، كتاب التهجد، باب صلاة النبی ﷺ. صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاة الليل مثنى مثنى والوتر ركعة من آخر الليل.

شرحِ حدیث: رات کی نماز یعنی تہجد کی نماز دو دو رکعت پڑھنی چاہیے اور جسے اپنے بارے میں رات کو اٹھ جانے کا یقین ہو وہ وتر کی

نمازِ تہجد کے بعد ادا کرے ورنہ بعد عشاء وتر پڑھ لے۔ یہ حدیث اس سے پہلے باب تخفیف رکعتی الفجر میں گزر چکی ہے۔

(نزهة المتقين : ٢ / ١٦٠)

●●●●●●●●●●●●

١١٦٩ . وَعَنْهُ قَالَ :"كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى، وَيُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(١١٦٩) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رات کی نماز دو دو رکعت اداء فرماتے اور ایک رکعت سے وتر بنا لیتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(١١٦٩): صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب صلاة النبي ﷺ. صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاة الليل مثنى مثنى.

شرحِ حدیث: نمازِ تہجد دو دو رکعتوں کی صورت میں پڑھی جائے اور نمازِ تہجد کے بعد وتر پڑھے جائیں، اگر نمازِ تہجد کے لیے اٹھنے کا یقین نہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ وتر بعد عشاء پڑھ لیے جائیں۔ یہ حدیث اس سے پہلے باب تخفیف رکعتی الفجر میں گزر چکی ہے۔

(دليل الفالحين : ٣/٥٩١)

●●●●●●●●●●●●

رسول اللہ ﷺ نے رات کے ہر حصہ میں تہجد پڑھی ہے

١١٧٠ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ "كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰى نَظُنَّ اَنْ لَايَصُوْمَ مِنْهُ، وَيَصُوْمُ حَتّٰى نَظُنَّ اَنْ لَايُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا، وَكَانَ لَاتَشَآءُ اَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا اِلَّا رَاَيْتَهٗ وَلَا نَائِمًا اِلَّا رَاَيْتَهٗ ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(١١٧٠) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی ماہ روزے نہ رکھتے، یہاں تک کہ یہ خیال ہوتا کہ اس ماہ روزے نہیں رکھیں گے اور کبھی اس طرح مسلسل روزے رکھتے کہ خیال ہوتا کہ اس ماہ کا کوئی روزہ نہیں چھوڑیں گے۔ اور اگر تم چاہتے ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات نماز پڑھتا ہوا دیکھو تو آپ ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے اور اگر تم نہ چاہتے کہ آپ ﷺ کو سوتا ہوا دیکھیں مگر سوتا ہوا دیکھ لیتے۔ (بخاری)

تخریج حدیث(١١٧٠): صحيح البخاري، كتاب التهجد و الصيام، باب ما يذكر من صوم النبي ﷺ و افطاره.

شرحِ حدیث: رسولِ کریم ﷺ روزے بھی رکھتے اور افطار بھی فرماتے اور رات کو نماز شب بھی پڑھتے اور آرام بھی فرماتے۔ حدیثِ مبارک میں نفلی روزوں اور نماز شب کی ترغیب ہے مگر اس کے ساتھ اعتدال اور میانہ روی کی تعلیم بھی ہے کہ نفلی روزے اس طرح ہوں کہ کچھ روزے رکھ کر پھر افطار کر لیا جائے اور رات میں کچھ وقت نماز پڑھ لی جائے اور کچھ وقت آرام کیا جائے تا کہ طبیعت میں ملال

پیدانہ ہو بلکہ جس قدر عبادت ہو وہ شوق اور رغبت کے ساتھ ہو۔

(فتح الباري : ١/٧١٧ ـ ارشاد الساري : ٣/١٩٣ ـ عمدة القاري : ٧/٢٧٨)

****

تہجد میں پچاس آیات کے برابر طویل سجدہ فرماتے تھے

١١٧١. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "كَانَ يُصَلِّيْ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً، تَعْنِيْ فِي اللَّيْلِ. يَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذٰلِكَ قَدْرَ مَايَقْرَأُ اَحَدُكُمْ خَمْسِيْنَ اٰيَةً قَبْلَ اَنْ يَرْفَعَ رَاْسَهٗ، وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ، ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ، حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُنَادِيْ لِلصَّلٰوةِ،" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

(١١٧١) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو گیارہ رکعت نماز ادا فرماتے اور اس میں اتنا طویل سجدہ فرماتے جتنی دیر میں سے کوئی پچاس آیتیں تلاوت کرتا ہے اس سے پہلے کہ آپ سجدے سے سر اٹھائیں اور آپ ﷺ فجر کی نماز سے پہلے دو رکعت ادا فرماتے اس کے بعد آپ ﷺ دائیں کروٹ لیٹ جاتے یہاں تک کہ نماز کی اطلاع دینے والا آجاتا۔(بخاری)

تخریج حدیث (١١٧١): صحيح البخاری، باب صلاة النبي ﷺ.

کلمات حدیث: شقه الأيمان: آپ ﷺ اپنی داہنی کروٹ پر لیٹتے۔ شق : پہلو، جانب۔ أيمن : دائیں جانب، دائیں طرف۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ گیارہ رکعت نماز تہجد ادا فرماتے اور سجدہ اتنا طویل ہوتا کہ کوئی اگر قرآن کی تلاوت کرے تو اس عرصے میں پچاس آیات تلاوت کر لے۔ کیونکہ نماز کا سب سے اعلیٰ رکن سجدہ ہے اور سجدے میں مؤمن اللہ کے زیادہ قریب ہوتا ہے اس لیے آپ طویل سجدہ فرماتے تھے اور فجر سے پہلے کی دو رکعت پڑھ کر استراحت فرماتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کو نمازِ فجر کی اطلاع دی جاتی تو آپ نمازِ فجر کے لیے تشریف لے جاتے۔ (فتح الباري : ١/٥١٣ ـ ارشاد الساري : ٣/٢٦٩)

****

نبی کی آنکھیں سوتی ہیں دل بیدار رہتا ہے

١١٧٢. وَعَنْهَا قَالَتْ مَاكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَافِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً : يُصَلِّيْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ. ثُمَّ يُصَلِّيْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ، وَطُوْلِهِنَّ. ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثًا. فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ؟ فَقَالَ، "يَاعَائِشَةُ اِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَايَنَامُ قَلْبِيْ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(١١٧٢) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں تہجد کی نماز میں گیارہ

رکعت پر اضافہ نہ فرماتے۔ چار رکعت پڑھتے ان کے حسن اور طوالت کے بارے میں نہ پوچھو، پھر تین رکعت پڑھتے۔ میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (١١٧٢): صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب صلاة النبي ﷺ و عدد ركعاته ﷺ.

کلماتِ حدیث: فلا تسأل عن حسنهن و طولهن: یہ چار رکعت اس قدر عمدہ اور اس قدر طویل ہوتیں کہ ان کے بارے میں سوال کرنے یا پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے یعنی ان رکعات کی خوبی اور ان کی طوالت اس قدر ظاہر اور نمایاں تھی کہ یہ محتاج بیان ہی نہیں ہے۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ نمازِ تہجد گیارہ رکعت پڑھتے اور رمضان یا غیر رمضان میں فرق نہ ہوتا اور چار رکعت درمیان میں ایک سلام کے ساتھ یعنی دو دو رکعات کر کے ایسی پڑھتے کہ ان کا حسن اور ان کی خوبی بڑی نمایاں اور بڑی واضح ہوتی اور یہ رکعت خوب طویل ہوتیں اور اس کے بعد وتر کی تین رکعت پڑھتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! آپ رات کو وتر پڑھے بغیر سو جاتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل بیدار رہتا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بات رسول اللہ ﷺ کے خصائص اور آپ کے معجزات میں سے ہے۔

(فتح الباري: ١/٧٢٢ـ ارشاد الساري: ٣/٢٠٢ـ شرح صحيح مسلم للنووي: ٦/١٩)

آپ ﷺ کا عام معمول آخری رات میں تہجد کا تھا

١١٧٣. وَعَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنَامُ اَوَّلَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ اٰخِرَه‘ فَيُصَلِّيْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(١١٧٣) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رات کے شروع حصے میں سوتے اور آخر میں اٹھ جاتے اور نماز پڑھتے۔ (متفق علیہ)

شرحِ حدیث (١١٧٣): رسول اللہ ﷺ رات کے اول حصے میں سو جاتے اور رات کے آخری حصہ میں اٹھ کر نماز پڑھتے اگر چہ اس سے قبل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول بھی گزر چکا ہے کہ آپ نے وتر کی نماز شب کے اول حصے میں بھی پڑھی، وسط میں بھی پڑھی اور آخر میں بھی۔ لیکن زیادہ تر آپ ﷺ کا طریقہ یہی تھا کہ آپ ثلث اخیر میں نماز تہجد پڑھا کرتے تھے کیونکہ یہ وقت بہت خیر و برکت کا ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا رب جب رات کا آخری تہائی رہ جاتا ہے تو آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ کوئی مجھے پکارنے والا ہے کہ میں اس کی پکار کا جواب دوں کوئی مجھ سے مانگنے والا ہے کہ میں اس کو دوں اور کوئی مجھ سے مغفرت طلب کرنے والا ہے کہ میں اسے معاف کر دوں۔

(فتح الباري: ١/٧٢٢ـ ارشاد الساري: ٣/٢٠١ـ عمدة القاري: ٧/٢٩٣)

رسول اللہ ﷺ تہجد کی نماز بہت طویل ہوتی تھی

۱۱۷۴. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ : صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتّٰى هَمَمْتُ بِاَمْرِ سُوْءٍ قِيْلَ : مَاهَمَمْتَ؟ قَالَ : هَمَمْتُ اَنْ اَجْلِسَ وَاَدَعَه، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(۱۱۷۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے طویل قیام فرمایا یہاں تک کہ میرے دل میں ایک غلط خیال آگیا۔ان سے پوچھا گیا کہ کیا خیال؟انہوں نے فرمایا کہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں آپ ﷺ کو کھڑا رہنے دوں اور خود بیٹھ جاؤں۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۱۷۴): صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب طول القیام فی صلوٰة اللیل. صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب استحباب تطویل القراءة فی صلاة اللیل.

کلمات حدیث: هممت بأمر سوء : میں نے ایک بری بات کا ارادہ کیا، میرے دل میں ایک برا خیال آیا، میں نے ایک غلط بات سوچی۔ هم یهم هما (باب نصر) ارادہ کرنا۔

شرح حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رات کے وقت رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز تہجد پڑھ رہے تھے آپ ﷺ نے حسب عادت شریفہ طویل قیام فرمایا۔ یہاں تک کہ حضرت عبداللہؓ نے ارادہ کیا کہ آپ ﷺ کو حالت قیامت میں چھوڑ کر خود بیٹھ جائیں۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نوافل میں طویل قیام مستحب ہے اور نوافل میں امام کی اقتداء بھی جائز ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس ارادہ کے باوجود کہ بیٹھ جائیں آپ کے ساتھ کھڑے رہے کہ نبی کریم ﷺ کے ادب اور آپ کی عظمت وشان کے منافی کام نہ ہو۔

(ارشاد الساري : ۱۸۵/۳۔ فتح الباري : ۷۲۹/۱۔ روضة المتقين : ۱۸٦/۳۔ دليل الفالحين : ۵۹٤/۳)

****

سورۂ بقرہ، آلِ عمران، نساء ایک رکعت میں تلاوت فرمائی

۱۱۷۵. وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ، فَقُلْتُ : يَرْكَعُ عِنْدَ الْمِائَةِ ثُمَّ مَضٰى فَقُلْتُ يُصَلِّيْ بِهَا فِيْ رَكْعَةٍ، فَمَضٰى فَقُلْتُ : يَرْكَعُ بِهَا ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَآءَ فَقَرَأَهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ اٰلَ عِمْرَانَ فَقَرَاهَا يَقْرَأُ مُتَرَسِّلاً اِذَا مَرَّ بِاٰيَةٍ فِيْهَا تَسْبِيْحٌ سَبَّحَ، وَاِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَاَلَ، وَاِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ، تَعَوَّذَ، ثُمَّ رَكَعَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ : سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمُ، فَكَانَ رُكُوْعُه، نَحْوًا مِّنْ قِيَامِه، ثُمَّ قَالَ : سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه، رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، ثُمَّ قَامَ طَوِيْلاً قَرِيْباً مِمَّا رَكَعَ، ثُمَّ سَجَدَ فَقَالَ : سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى، فَكَانَ سُجُوْدُه، قَرِيْبًا مِّنْ قِيَامِه .رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١١٧٥) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی، آپ ﷺ نے سورۃ البقرۃ کی تلاوت شروع کی میں نے اپنے دل میں کہا کہ آپ ﷺ سو آیات پڑھ کر رکوع فرمائیں گے مگر آپ نے تلاوت جاری رکھی، میں نے سوچا کہ سورۃ البقرۃ پوری ایک رکعت میں پڑھیں گے مگر آپ ﷺ نے تلاوت جاری رکھی اور سورۃ النساء شروع کر دی وہ بھی ختم کر لی اور آل عمران شروع کر دی آپ ﷺ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرماتے رہے جب آیت تسبیح پڑھتے تو سبحان اللہ کہتے، جب سوال پر آتے تو سوال کرتے اور جب تعوذ پر آتے تو تعوذ فرماتے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے رکوع فرمایا اور آپ سبحان ربی العظیم کہتے رہے، آپ ﷺ کا رکوع آپ ﷺ کے قیام کے برابر تھا پھر سمع الله لمن حمده ربنا لك الحمد کہا اور قومہ کیا اور قومہ میں کھڑے رہے آپ کا یہ قیام بھی رکوع کے قریب تھا پھر سجدہ فرمایا اور سبحان ربي الأعلى کہنا شروع کیا اور آپ کا سجدہ بھی قیام کے قریب تھا۔ (مسلم)

تخریج حدیث (١١٧٥): صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب استحباب تطويل القراءة في صلاة الليل.

کلمات حدیث: مترسلاً : ٹھہر ٹھہر کر، حروف کی مکمل ادائیگی اور ترتیل کے ساتھ پڑھتے ہوئے۔

شرح حدیث: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے نمازِ تہجد میں رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کی آپ ﷺ نے طویل قیام فرمایا اور سورۃ البقرۃ، النساء اور آلِ عمران کی تلاوت فرمائی۔ ممکن ہے کہ اولاً سورتوں کی ترتیب اسی طرح ہو اور بعد میں رسول اللہ ﷺ نے آلِ عمران کو النساء پر مقدم فرما دیا ہو اور مصحف عثمانی اسی ترتیب پر ہے۔

رسولِ کریم ﷺ نے طویل قراءت ترتیل کے ساتھ فرمائی اور جس مقام پر تسبیح کا حکم دیا وہاں تسبیح فرمائی، جہاں حکم ہوا اللہ سے مانگنے کا اور سوال کرنے کا وہاں سوال فرمایا اور جہاں عذاب اور احوالِ قیامت کا ذکر آیا وہ اللہ کی پناہ طلب فرمائی۔

یہ حدیث اس سے قبل باب المحاهدة میں گزر چکی ہے۔ (روضة المتقين : ٣/١٨٧ ـ دليل الفالحين : ٣/٥٩٤)

****

لمبے قیام والی نماز افضل ہے

١١٧٦ . وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ : سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَىُّ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ؟ قَالَ : "طُوْلُ الْقُنُوْتِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ . اَلْمُرَادُ بِالْقُنُوْتِ : اَلْقِيَامُ .

(١١٧٦) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے دریافت کیا کہ کون سی نماز افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ طول قنوت۔ (مسلم) قنوت سے مراد قیام ہے۔

تخریج حدیث (١١٧٦): صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب افضل الصلاة طول القنوت .

شرح حدیث: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں قنوت سے مراد طولِ قیام ہے اور اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نوافلِ شب میں طویل قیام فرمایا کرتے تھے اور قرآن کی تلاوت حالتِ قیام میں ہوتی

ہے اس لیے قیام کا لمبا کرنا افضل ہے اور اس کے بعد سجدہ کو لمبا کرنا افضل ہے اور اس کے بعد رکوع۔ اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ بندہ اپنے رب سے قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/ ٣٠۔ تحفة الأحوذي : ٢/ ٤١٠)

صلوٰۃِ داؤد اور صومِ داؤد اللہ تعالیٰ کو پسند ہے

١١٧٧. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاوُدَ، وَاَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوُدَ، كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ وَيَصُوْمُ يَوْمًا وَ يُفْطِرُ يَوْماً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(١١٧٧) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں نمازوں میں سب سے محبوب نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور روزوں میں سب سے محبوب روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں۔ وہ نصف شب سوتے تھے، ایک تہائی قیام کرتے اور پھر چھٹا حصہ سوتے تھے اور ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (١١٧٧): صحيح البخارى، كتاب الصوم، باب صوم داؤد عليه السلام . صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب النهى عن صوم الدهر لمن تضرربه .

کلماتِ حدیث: احب الصلاة : سب سے اچھی نماز، سب سے محبوب نماز، اللہ کے یہاں زیادہ مقبول نماز۔

شرحِ حدیث: احادیثِ طیبہ اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ نفلی عبادات اور اعمالِ صالحہ میں اعتدال اور میانہ روی مطلوب ہے اور دوسری اہم بات احادیثِ مبارکہ سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ آدمی جو عملِ خیر شروع کرے اس کی پابندی کرے اور اس پر مداومت اختیار کرے ایسا نہ ہو کہ کچھ دن مسلسل روزے رکھے اور پھر ترک کر دیے اور چند راتیں پوری رات نماز پڑھ لی اور پھر قیامِ لیل ترک کر دیا۔ قیامِ لیل شروع کر کے ترک کر دینے کے بارے میں حدیث مبارک اس سے پہلے گزر چکی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے فرمایا کہ اے عبداللہ تم فلاں کی طرح نہ ہو جانا اس نے نماز شروع کی اور پھر چھوڑ دی۔ غرض مسلسل روزے رکھنا اور ساری رات نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے بلکہ وہ عمل کرے جو اس حدیث مبارک میں حضرت داؤد علیہ السلام کا عمل بیان ہوا ہے۔

(فتح الباري : ١/ ٧١٥۔ لرشاد الساري : ٣/ ١٨١۔ عمدة القاري : ٧/ ٢٦٢)

ہر رات قبولیت کی ایک گھڑی ہے

١١٧٨. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَقُولُ: "اِنَّ فِي اللَّيْلِ لَسَاعَةً لَايُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ يَسْئَالُ اللّٰهَ تَعَالٰى خَيْرًا مِنْ اَمْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١١٧٨) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رات میں ایک ساعت ایسی آتی ہے کہ جو مسلمان اس کو پالے اور اس میں اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی جو خیر بھی مانگے اللہ تعالیٰ اسے عطا فرمادیتے ہیں اور یہ ساعت ہر رات میں آتی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (١١٧٨): صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب في الليل ساعة مستجاب فيها الدعاء .

کلمات حدیث: یوافقها : وہ ساعت موافق ہوجائے، مطابق ہوجائے۔ یعنی وہ ساعت بندۂ مسلم کو مل جائے۔

شرح حدیث: ہر رات ایک ساعت ایسی آتی ہے کہ اگر بندہ مسلم اس کو پالے تو وہ اللہ سے جو خیر دنیا یا آخرت کی طلب کرے اللہ تعالیٰ اسے عطا فرمادیں گے۔ یہ ساعت اسی طرح جس طرح جمعہ کے روز قبولیت کی ایک ساعت ہے اسے اگرچہ غیر متعین کیا گیا لیکن اغلباً یہ آخر شب ہوتی ہے جس کے بارے میں ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ کیا کوئی پکارنے والا ہے کہ میں اس کی پکار کا جواب دوں کیا کوئی مانگنے والا ہے کہ میں اس کو دیدوں اور کیا کوئی مغفرت طلب کرنے والا ہے کہ میں اس کی مغفرت کردوں اور اسی لیے یہ وقت عبادت کا افضل وقت ہے اور اس کے ابہام میں بھی وہی حکمت ہے جو لیلۃ القدر کے ابہام میں ہے کہ بندۂ مومن زیادہ سے زیادہ وقت اللہ کی یاد اور اس کی بندگی میں گزارے۔

(روضة المتقين : ١٨٩/٣۔ دليل الفالحين : ٥٩٧/٣۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ٣٢/٦)

تہجد کے شروع میں دو مختصر رکعتیں پڑھیں

١١٧٩. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَفْتَتِحِ الصَّلٰوةَ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١١٧٩) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز شب کے لیے کھڑا ہو تو نماز کا افتتاح دو خفیف رکعتوں سے کرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (١١٧٩): صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب الدعاء في صلاة الليل وقيامه .

شرح حدیث: نمازِ شب کے لیے جب آدمی اٹھے تو پہلے دو ہلکی رکعتیں پڑھے تاکہ نیند کا اثر جاتا رہے اور طبیعت میں نشاط پیدا ہو جائے اور عبادت کے لیے طبیعت تیار ہوجائے۔ (روضة المتقين : ١٨٩/٣)

١١٨٠. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ

مِنَ اللَّيْلِ افْتَتَحَ صَلوتَه' بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١١٨٠) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نمازِ شب کے لیے اٹھتے تو پہلے دو ہلکی رکعتیں پڑھتے ۔ (مسلم)

تخریج حدیث(١١٨٠): صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب الدعاء فى صلاة الليل وقيامه .

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ جب تہجد کے لیے اٹھتے تو پہلے دو خفیف رکعت پڑھتے تا کہ بعد میں نماز کے لیے طبیعت پوری طرح تیار ہو جائے اور نشاط پیدا ہو جائے۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ٤٧/٦ ـ روضة المتقين : ١٩٠/٣)

آپ ﷺ تہجد کی بھی قضاء فرماتے تھے

١١٨١ . وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَاتَتْه' الصَّلوٰةُ مِنْ وَجْعٍ اَوْغَيْرِهٖ صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَىْ عَشْرَةَ رَكْعَةً، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١١٨١) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر کسی بیماری یا عذر کی بناء پر رسول اللہ ﷺ کی نمازِ شب رہ جاتی تو آپ ﷺ دن کے وقت بارہ رکعت پڑھتے ۔ (مسلم)

تخریج حدیث(١١٨١): صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب جامع صلاة الليل ومن نام عنه او مرض .

شرحِ حدیث: رسولِ کریم ﷺ کی طبیعت ناساز ہوتی یا کوئی اہم کام درپیش ہوتا جس کی وجہ سے نمازِ شب ادا نہ کر پاتے تو آپ ﷺ دن کے وقت بارہ رکعتیں پڑھتے یا بطورِ قضاء پڑھتے ۔اس صورت میں اس حدیث سے یہ دلیل اخذ ہوگی کہ نفل کی قضاء مستحب ہے، یا مستقل نوافل ادا فرماتے تا کہ جو رات کی نماز کا ثواب ہے یہ دن کی نماز اس کی جگہ ہو جائے اور اس کا اجر و ثواب مل جائے ۔ابن حجر رحمہ اللہ نے شرح المشکاۃ میں یہی رائے ظاہر کی ہے۔ (دليل الفالحين : ٥٩٨/٣)

رات کے فوت شدہ معمولات دن میں قضاء کیے جا سکتے ہیں

١١٨٢ . وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهٖ اَوْعَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَقَرَأَه، فِيْمَا بَيْنَ صَلوٰةِ الْفَجْرِ وَصَلوٰةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَه' كَاَنَّمَا قَرأَه' مِنَ اللَّيْلِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١١٨٢) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص کا رات کا کوئی وظیفہ یا معمول رہ جائے اور وہ اگلے دن فجر سے لے کر ظہر تک پڑھ لے تو وہ اسی طرح لکھ لیا جاتا ہے کہ گویا اس نے رات ہی میں پڑھا ہے۔

تخریج حدیث(١١٨٢): صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب جامع صلاة الليل ومن نام عنه او مرض .

کلماتِ حدیث: من نام عن حزبہ : جو سو گیا اور وہ حصہ جو اسے پڑھنا تھا نہیں پڑھا۔ حزب : وہ حصہ یا معمول جو انسان نے رات کو پڑھنے کا مقرر کر رکھا ہو۔ یعنی قرآن کریم کی تلاوت یا ادعیۂ ماثورہ وغیرہ۔

شرحِ حدیث: جو عملِ خیر انسان نے اپنے لیے بطور نفل مقرر کیا ہوا ہو اور وہ کسی عذر کی بنا پر رہ جائے تو اس کو دوسرے وقت کر لینا چاہیے تا کہ اس کا اجر و ثواب بھی مل جائے اور آدمی کی عادت بھی برقرار رہے۔ سو اگر کسی نے رات کا کوئی معمول تلاوت و قرأت کا یا درود کا یا ادعیۂ ماثورہ کا مقرر کیا ہوا ہے تو اگر وہ کسی رات رہ جائے تو اگلے دن اسے کر لینا چاہیے۔ اور فجر کے بعد سے نمازِ ظہر سے پہلے تک کر لے تو وہ اس کے حق میں ایسا ہوگا جیسے اس نے رات ہی کو کیا ہو۔ اس حدیث سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ نوافل کی قضاء مستحب ہے۔ (دليل الفالحين : ٥٩٩/٣ ـ نزهة المتقين : ١٦٦/٢ ـ روضة المتقين : ١٩١/٣)

میاں بیوی کا ایک دوسرے کو تہجد کے لیے اٹھانا باعثِ رحمت ہے

١١٨٣. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلّٰى وَاَيْقَظَ امْرَأَتَه، فَاِنْ اَبَتْ نَضَحَ فِیْ وَجْهِهَا الْمَآءَ رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ وَاَيْقَظَتْ زَوْجَهَا فَاِنْ اَبٰى نَضَحَتْ فِیْ وَجْهِهِ الْمَآءَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

(١١٨٣) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرماتا ہے جو رات کو اٹھا اور نماز پڑھی اور اپنی بیوی کو جگایا اگر وہ نہ اٹھی تو اس کے چہرے پر پانی چھڑک دیا اور اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اس عورت پر جو رات کو بیدار ہوئی اور اپنے شوہر کو بھی جگایا اور اگر وہ نہ اٹھا تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکا۔ (ابوداؤد نے بسندِ صحیح روایت کیا ہے)

تخریج حدیث (١١٨٣): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب قیام اللیل.

کلماتِ حدیث: فإن أبت : اگر اس نے انکار کیا یعنی نہ اٹھی۔ أبی أباء (باب فتح) انکار کرنا۔

شرحِ حدیث: نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاونِ باہمی سب سے زیادہ مطلوب اور مستحسن وہ تعاون ہے جو میاں بیوی کے درمیان ہو، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اللہ کی رحمتیں ہوں اس شخص پر جو نمازِ تہجد کے لیے اٹھا اور بیوی کو بھی اٹھایا اور وہ نیند کے غلبے سے نہ اٹھی تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکا اور دونوں اللہ کی بندگی اور اس کے نیاز میں اس کے سامنے کھڑے ہو گئے اور اللہ کی رحمتیں ہوں اس بیوی پر جس نے ایسا ہی عمل کیا۔

طبرانی نے حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی رات کو بیدار ہو کر اپنی بیوی کو اٹھاتا ہے اور اگر اس پر نیند کا غلبہ ہو تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکتا ہے۔ پھر دونوں اپنے گھر میں کھڑے ہو کر کچھ دیر اللہ کو یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان دونوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔ (دليل الفالحين : ٥٩٩/٣ ـ روضة المتقين : ١٩١/٣)

میاں بیوی دونوں کا ذاکرین میں شامل ہونا

۱۱۸۴. وَعَنْهُ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَا : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : اِذَا اَیْقَظَ الرَّجُلُ اَهْلَه' مِنَ اللَّیْلِ فَصَلَّیَا اَوْ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ جَمِیْعًا کُتِبَ فِی الذَّاکِرِیْنَ وَالذَّاکِرَاتِ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ.

(۱۱۸۴) حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی اپنے گھر والوں کو بیدار کرے اور وہ دونوں نماز پڑھیں یا وہ اکھٹے دو رکعتیں پڑھیں تو ان کو ذاکرین اور ذاکرات میں لکھ دیا جاتا ہے۔ (ابو داؤد نے بسند صحیح روایت کیا)

تخریج حدیث(۱۱۸۴): سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب قیام اللیل.

کلمات حدیث: الذاکرین : ذاکر کی جمع ،ذکر کرنے والا۔ اللہ کو یاد کرنے والا۔ الذاکرات : ذاکرۃ کی جمع ،ذکر کرنے والی ،اللہ کو یاد کرنے والی۔

شرح حدیث: میاں بیوی میں سے کوئی رات کو اٹھ کر اپنے دوسرے ساتھی کو بیدار کرے پھر دونوں مل کر نمازِ شب ادا کریں تو اللہ تعالیٰ ان کا نام ذاکرین اور ذاکرات میں لکھ دیتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ وَالذَّٰكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّٰكِرَٰتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿٣٥﴾ ﴾

"اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے مرد اور اللہ کو بہت یاد کرنے والی عورتیں، ان کے لیے اللہ نے تیار کر رکھی ہے مغفرت اور اجر عظیم۔"

(الاحزاب:۳۵)

اس حدیث میں صلی جمیعا کے الفاظ آئے ہیں جس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ میاں بیوی نفل نماز با جماعت پڑھ سکتے ہیں۔ مگر یہاں جمیعاً کے معنی دونوں کے ہیں، جماعت کے نہیں ہیں یعنی مفہوم یہ ہے کہ دونوں بیک وقت نوافل ادا کریں۔

(روضة المتقین : ۳/۱۹۲۔ دلیل الفالحین : ۳/۶۰۰)

جب نیند کا غلبہ ہو تو تہجد کو مؤخر کردے

۱۱۸۵. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِذَا نَعِسَ اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوۃِ فَلْیَرْقُدْ حَتّٰی یَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَاِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا صَلّٰی وَهُوَ نَاعِسٌ لَعَلَّه' یَذْهَبُ یَسْتَغْفِرُ فَیَسُبُّ نَفْسَه'، مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(۱۱۸۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو اونگھ آجائے اسے چاہیے کہ وہ سو جائے یہاں تک کہ اس کی نیند دور ہو جائے۔ کیونکہ اگر نیند کے غلبہ میں کوئی نماز پڑھے اور استغفار کرے تو بجائے استغفار

کے اپنے آپ کو برا کہنے لگے۔

تخریج حدیث(١١٨٥): صحیح البخاری، کتاب الوضوء . صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب امر من نعس فی صلاتہ بان یرقد .

کلمات حدیث: نعس : اونگھ آ گئی، نیند غالب آ گئی۔ نعاس : اونگھ، نیند کا غلبہ۔ ناعس : جس پر نیند کا غلبہ، جو نیند سے اونگھ رہا ہو۔ فیسب نفسہ : اپنے آپ کو برا بھلا کہنے لگے۔ سب سباً (باب نصر) برا بھلا کہنا گالی دینا۔ سباب : گالی دینا، برا کہنا۔ ساب : برا بھلا کہنے والا۔

شرح حدیث: نماز کے لیے حضورِ قلب اور خشوع اور خضوع ضروری ہے، نماز اس وقت پڑھنی چاہیے جب آدمی نشیط اور تازہ دم ہو اور بہت تھکا ہوا اور سست نہ ہو۔ اسی لیے حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا کہ اگر نیند کا ایسا غلبہ ہو کہ آدمی کو یہ پتہ نہ چلے کہ استغفار کر رہا ہے یا اپنے آپ کو برا کہہ رہا ہے تو بہتر یہ ہے کہ سو جائے کیونکہ اس حالت میں اللہ کے حضور عجز و نیاز کا پورا اظہار نہیں ہو سکتا جو نماز کی اصل روح ہے۔ بناء بریں ایسی حالت میں انسان کو سو کر اپنی نیند پوری کر لینی چاہیے اور اس کے بعد نماز، تلاوت قرآن اور یاد الٰہی میں مشغول ہونا چاہیے۔

(فتح الباري : ١/٣٥٢۔ دليل الفالحين : ٣/٦٠٠۔ رياض الصالحين (اردو) ترجمه صلاح الدين يوسف : ٢/١٩٦)

تہجد پڑھتے ہوئے نیند کا غلبہ ہو تو کچھ دیر آرام کرنا چاہیے

١١٨٦ . وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَاسْتَعْجَمَ الْقُرْاٰنُ عَلىٰ لِسَانِهٖ فَلَمْ يَدْرِمَا يَقُوْلُ فَلْيَضْطَجِعْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١١٨٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی بیدار ہو اور اسے نیند کے غلبہ سے قرآن کریم کی تلاوت دشوار ہو جائے اور پتہ نہ چلے کہ کیا پڑھ رہا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ سو جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(١١٨٦): صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب امر من نعس فی صلاتہ واستعجم علیہ القرآن .

کلمات حدیث: فاستعجم القرآن : قرآنِ کریم کی تلاوت دشوار محسوس ہو اور قراءت مشکل ہو جائے۔

شرح حدیث: ہر عملِ خیر کے لیے موزوں یہ ہے کہ نیت صالحہ اور اخلاص اور اشتیاق و رغبت کے ساتھ انجام دیا جائے اور جو کام شروع کیا جائے اس پر مداومت اختیار کی جائے اگر نیند کے غلبہ کی بناء پر خشوع و خضوع کی کیفیت پیدا نہ ہو اور تلاوت قرآن میں دشواری پیش آئے تو بہتر یہ ہے کہ کچھ دیر آرام کر لے اور جب طبیعت میں نشاط اور عبادت کی جانب رغبت و شوق پیدا ہو تو اس وقت اٹھ کر صلاۃ اللیل پڑھے۔ رات کے آخری حصے میں تہجد کے لیے اٹھنا مستحب ہے اور یہ وقت اللہ کی رحمتوں کے نازل ہونے کا ہے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/٦٤۔ روضة المتقين : ٣/١٩٣۔ دليل الفالحين : ٣/٦٠١)

الباب (۲۱۳)

بَابُ اِسۡتِحۡبَابِ قِیَامِ رَمُضَانَ وَهُوَ التَّرَاوِیۡحُ

قیام رمضان یعنی تراویح کا استحباب

رمضان میں روزے اور تراویح دونوں مغفرت کا ذریعہ ہیں

۱۱۸۷. عَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنۡهُ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ''مَنۡ قَامَ رَمَضَانَ اِیۡمَاناً وَّاحۡتِسَاباً غُفِرَ لَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡبِهٖ'' مُتَّفَقٌ عَلَیۡهِ!

(۱۱۸۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ایمان اور اجر وثواب کی نیت سے قیام رمضان کیا اس کے تمام گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۱۸۷): صحیح البخاری، کتاب الصلاة، صلاة التراویح، باب من صام رمضان ایمانا و احتسابا. صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب الترغیب فی قیام رمضان و هو التروایح.

کلماتِ حدیث: تـــراویـــح : ترویحہ کی جمع ہے جس کے معنی ہے ایک مرتبہ راحت، چونکہ نماز تراویح میں ہر چار رکعت بعد جلسہ استراحت ہوتا ہے اس لیے اسے صلوٰۃ التراویح کہتے ہیں اور اسی کو قیام رمضان کہتے ہیں۔ ایمـــانـــا : یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان کے ساتھ اور اس بات پر ایمان کہ اللہ کے یہاں نیک اعمال کی جزا اور ثواب ہے۔ احتساباً : اللہ تعالیٰ کے یہاں جزا اور ثواب کی نیت کے ساتھ۔

شرحِ حدیث: جس نے ایمان ویقین کے ساتھ اور اللہ کے یہاں اجر وثواب کی اُمید کے ساتھ قیام رمضان کیا اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ قیام رمضان سے مراد نماز تراویح ہے، جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے اور کرمانی نے کہا ہے کہ اس امر پر اتفاق ہے کہ قیام رمضان سے مراد صلاۃ التراویح ہے اور یہ بیس رکعات ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ رمضان المبارک میں رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور بعض اصحاب کے ساتھ نماز ادا فرمائی پھر اگلی رات بھی نماز پڑھی تو لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگئی اسی طرح لوگ تیسری اور چوتھی رات کو جمع ہوئے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے باہر تشریف نہ لائے اور پھر جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تمہارے اکٹھے ہونے کی خبر ہے مگر میں اس لیے باہر نہیں آیا کہ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے اور یہ بات رمضان میں پیش آئی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ قیام رمضان کی ترغیب ضرور دلاتے تھے لیکن آپ ﷺ نے بتا کید حکم نہیں فرمایا، بلکہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جو رمضان المبارک میں ایمان اور اجر وثواب کی امید کے ساتھ قیام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وفات فرما گئے اور قیام رمضان کی یہی صورت رہی، یہی

صورت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں رہی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلافت کے اوّل دور تک اسی طرح رہی۔

یعنی صلاۃ التراویح اور قیام رمضان کی جو صورت عہدِ نبوت میں تھی وہی باقی رہی۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلافت کے دوسرے سال ١٤ھ میں مسئلہ تراویح با قاعدہ اور منضبط ہوگیا۔ اور وہ اس طرح کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ رمضان میں مسجد میں تشریف لائے تو لوگ مسجد میں متعدد جماعتوں کی صورت میں نماز تراویح پڑھ رہے تھے کوئی تنہا پڑھ رہا تھا اور کسی کی امامت میں ایک جماعت نماز پڑھ رہی تھی۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں ان سب کو ایک قاری کی امامت میں جمع کردوں تو یہ زیادہ عمدہ اور زیادہ اچھی بات ہوگی اور آپ نے سب کو حضرت ابی بن کعب کی امامت میں جمع فرمادیا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ نئی بات بہت اچھی ہوگئی۔ یعنی حضرت عمر نے تراویح قائم نہیں فرمائی بلکہ تراویح رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک سے ہورہی تھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ہوتی رہی، لیکن صحابہ کرام کا طریقہ یہ تھا کہ متعدد صحابہ کرام نماز پڑھنے کھڑے ہوجاتے اور سب کے پیچھے لوگ جمع ہوجاتے اور اس طرح صحابہ کرام متعدد جماعتوں کی صورت میں نماز تراویح پڑھتے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارادہ فرمایا کہ اگر سب مل کر ایک جماعت کے ساتھ پڑھیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ چنانچہ آپ نے فرمانِ نبوت ﷺ ''اقروہم ابی بن کعب'' کہ قرآن کے سب سے بہتر پڑھنے والے ابی بن کعب ہیں۔ کے تحت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمادیا اور صحابہ کرام کو ان کی امامت میں جمع فرمادیا۔ صحابہ کرام سے لیکر بعد کے زمانوں تک ہر دور میں مسلمانوں کا عمل اسی طرح قائم رہا اور تراویح شعائر ظاہر میں سے بن گئی۔

صلاۃ التراویح سنت مؤکدہ ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک با جماعت افضل ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز تراویح با جماعت پڑھنا واجب علی الکفایۃ ہے۔

(فتح الباري:١/١٠٦٨۔ شرح صحيح مسلم للنووي:٦/٣٥۔عمدة القاري:١١/١٧٦۔ كشف المغطأ عن وجه الموطأ:٩٥)

****

قیام اللیل کی خصوصی ترغیب

١١٨٨. وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَغِّبُ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَامُرَهُمْ فِيْهِ بِعَزِيْمَةٍ فَيَقُوْلُ: "مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَاناً وَاحْتِسَاباً غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ!

(١١٨٨) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں قیام رمضان کی ترغیب دلاتے تھے مگر آپ لازمی حکم نہ دیتے تھے۔ بلکہ آپ ﷺ فرماتے جس نے ایمان ویقین اور اللہ کے یہاں اجر وثواب کی امید کے ساتھ قیام کیا اس کے گزشتہ گناہ معاف کردیے گئے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(١١٨٨): صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب الترغيب في قيام رمضان وهو التراويح.

کلمات حدیث: من غير أن يامرهم فيه بعزيمة : بغیر اس کے کہ آپ ﷺ انہیں تاکید کے ساتھ اور لزوم کے ساتھ حکم دیں۔

شرح حدیث: رمضان المبارک میں رات کو قیام کی ترغیب دی گئی اور فرمایا گیا کہ اس سے گزشتہ تمام گناہ صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ قیام رمضان سے مراد نماز تراویح ہے جو بیس رکعت ہیں اور دس سلام کے ساتھ دو دو رکعت کر کے ادا کی جاتی ہیں تین رکعت وتر ان کے علاوہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود یہ نماز پڑھی اور صحابہ کرام نے بھی پڑھی لیکن چند راتیں صحابہ کرام کے ساتھ یہ نماز پڑھنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم پر فرض نہ ہو جائے اس کے بعد صحابہ کرام مسجدِ نبوی میں متعدد جماعتوں کی صورت میں علیحدہ علیحدہ نماز پڑھتے رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو تراویح کا امام مقرر فرما کر سب کو ایک امام کے ساتھ جمع کر دیا اور تمام صحابہ کرام نے ان کے اس اقدام کو قبول فرمایا اور کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا تو اس طرح صحابہ کرام کا اس امر پر اجماع ہو گیا اور اس کے بعد سے مسلمان صلاۃ التراویح پر متفق چلے آ رہے ہیں اور روافض کے سوا کسی نے بھی انکار نہیں کیا اور اس طرح صلاۃ التراویح امت مسلمہ کے شعائر ظاہرہ میں سے بن چکی ہے۔

(فتح الباري: ١٦٨/١ ـ شرح صحيح مسلم للنووي: ٣٥/٦ ـ عمدة القاري: ١٧٦/١١ ـ كشف المغطأ عن وجه المؤطا: ص ٩٥)

الباب (۲۱۴)

بَابُ فَضْلِ قِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَبَيَانِ أَرْجَى لَيَالِيهَا

قیام لیلۃ القدر کی فضیلت اور اس کی متوقع راتیں

۲۸۱. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ﴾ اِلٰى اٰخِرِ السُّوْرَةِ .

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''ہم نے اس کو لیلۃ القدر میں اتارا۔'' (القدر)

تفسیری نکات: ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ہم نے قرآن کریم کو لوحِ محفوظ سے آسمان دنیا میں بیت العزت کی طرف لیلۃ القدر میں اتارا پھر آسمان دنیا سے واقعات اور حالات کی مناسبت کے مطابق تھوڑا تھوڑا کر کے جبریل امین علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آتے رہے۔ لیلۃ القدر کی رات ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ روایت ہے کہ ایک موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک غازی تھا جو اللہ کے راستے میں مسلسل ایک ہزار مہینوں تک اسلحہ بند رہا، صحابہ کرام نے اس عمل کے بالمقابل اپنے اعمال کو قلیل جانا تو رحمتِ الٰہی سے لیلۃ القدر امتِ مسلمہ کو دی گئی، جس میں ایک شب کی عبادت ایک ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے۔ اس رات اللہ کے حکم سے اللہ کے فرشتے اور حضرت جبرئیل امین علیہ السلام اللہ کی طرف سے رحمتیں اور برکتیں لے کر اترتے ہیں اور ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس رات زمین پر آنے والے فرشتوں کی تعداد کنکریوں سے بھی زائد ہوتی ہے۔ رحمت و برکات کے نزول کا سلسلہ اور سلامتی کا نزول صبح تک جاری رہتا ہے اور یہ ایسی سلامتی ہوتی ہے جس میں کوئی شر اور برائی نہیں ہوتی اور نہ شیطان اس میں کوئی بری بات داخل کر سکتا ہے۔ (تفسير ابن كثير- روح المعاني)

۲۸۲. وَقَالَ تَعَالٰى :

﴿ إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةٍ مُّبَٰرَكَةٍ ﴾ اَلْاٰيَاتِ .

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''ہم نے اس کو مبارک رات میں اتارا۔'' (الدخان:۳)

تفسیری نکات: دوسری آیت میں فرمایا کہ ہم نے قرآن کریم شب مبارک میں اتارا۔ یہ ایسی شب ہے جس پر ہر محکم بات کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور تمام اہم امور پورے سال کے لیے طے کر لیے جاتے ہیں یعنی سال بھر کے متعلق قضاء وقدر کے حکیمانہ اور اٹل فیصلے اسی عظیم الشان رات میں لوحِ محفوظ سے نقل کر کے ان فرشتوں کے حوالے کیے جاتے ہیں جو شعبہ ہائے تکوینیات میں کام کرنے والے ہیں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شعبان کی پندرہویں رات ہے جسے شبِ برأت کہتے ہیں۔ (تفسير عثماني)

شب قدر میں عبادت مغفرت کا ذریعہ ہے

۱۱۸۹ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَاناً وَّاحْتِسَاباً غُفِرَلَه' مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !

(۱۱۸۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اوراجروثواب کی امید کے ساتھ قیام کیااس کے گزشتہ گناہ معاف کردیے گئے ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۱۸۹): صحیح البخاری، کتاب صلاة التراویح، باب من صام رمضان ایمانا و احتساباً . صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب الترغیب فی قیام اللیل وهو التراویح.

کلمات حدیث: قام لیلة القدر : یعنی رات کونماز پڑھی۔ لیلة القدر : میں قیام اللیل کیا۔

شرح حدیث: اللہ سبحانہ' کااس امر پراحسانِ عظیم ہے کہ اس نے اس امت کے لوگوں کے تھوڑے عمل پراجرکثیر عطافرمانے کاوعدہ فرمایااورایسے اوقات اورایام مقررفرمائے جس میں مؤمن تھوڑی سی بندگی سے خیرکثیر حاصل کرسکتا ہے مثلاً جمعہ کو باقی ایام پرفضیلت تمام ایام پر رمضان المبارک کوفضیلت عطافرمائی اور رمضان المبارک میں آخری دس ایام کوافضل قرار دیااوران آخری دنوں میں ایک ایسی رات رکھی جس کی فضیلت ایک ہزارمہینوں سے زیادہ ہےاس لیے جوشخص اس رات میں ایمان اوراحتساب کے ساتھ اللہ کی بندگی کرے اس کے گزشتہ گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔

(شرح صحیح مسلم للنووي : ٣٦/٦۔ روضة المتقين : ١٩٦/٣۔ دليل الفالحين : ٦٠٥/٣)

لیلۃ القدر کورمضان کی آخری سات راتوں میں تلاش کرنا

۱۱۹۰ . وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ اَنَّ رِجَالاً مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرُوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِی الْمَنَامِ فِی السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَرٰى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِی السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ، فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيْهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِی السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(۱۱۹۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بعض صحابہ کرام کوخواب میں آخری سات راتوں میں لیلۃ القدر دکھائی گئی ۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میراخیال ہے کہ تم سب کے خواب آخری سات راتوں پرمتفق ہوگئے اب اگرکوئی جستجوکرے تو آخری سات راتوں میں کرے۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۱۹۰): صحیح البخاری، کتاب الصیام باب التماس لیلة القدر فی السبع الاواخر. صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب لیلة القدر .

کلمات حدیث: أروا : دکھلائے گئے۔ رأی روية: دیکھنا۔ أروا : جمع غائب مجہول دکھائے گئے ۔یعنی متعدصحابہ کرام خواب میں

لیلۃ القدر پر مطلع کیا گیا کہ یہ رمضان المبارک کی آخری سات راتوں میں ہے۔ فمن کان متحریھا : اب اگر کوئی اس کی جستجو کرنے والا ہو۔ فلیتحرھا : تو وہ اس کی جستجو اور تلاش کرے۔

شرح حدیث: متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خواب میں دکھلایا گیا کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک کی آخری سات راتوں میں ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے ان اصحاب کے اسمائے گرامی کا علم نہ ہوسکا۔ ان سب صحابہ کرام نے اپنے اپنے خواب رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان کیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم سب کے خواب متفق ہیں تو پھر جسے لیلۃ القدر کی جستجو ہو وہ اسے آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔

حدیث مبارک میں صحابہ کرام کی فضیلت اور ان کے مراتب ہائے بلند کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ لیلۃ القدر کی جستجو اور تلاش بذات خود ایک عمل صالح اور خیر کثیر ہے اور اس کی تلاش کا طریقہ یہی ہے کہ رمضان کے آخری عشرے میں خوب عبادت کرے اور اللہ کی بندگی اور اس کے سامنے عجز و نیاز کے لیے اپنے آپ کو پیش کردے۔

(فتح الباري : ۱/۷۲٤ـ ارشاد الساري : ۳/۲۰۸ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ٦/۳٦ـ دليل الفالحين : ۳/٦۰٥)

****

آخری عشرہ کا اعتکاف

۱۱۹۱. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنهَا قَالَتْ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَيَقُوْلُ: "تحروا ليلة القدر في العشر الا واخر من رمضان". متفق عليه .

(۱۱۹۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۱۹۱): صحيح البخاري، كتاب الصيام، باب تحرى ليلة القدر فى العشر الأواخر . صحيح مسلم، كتاب الصيام باب فضل ليلة القدر .

کلمات حدیث: کان رسول اللہ ﷺ یجاور: یعنی رسول اللہ ﷺ اعتکاف فرماتے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف فرماتے اور آپ ﷺ ارشاد فرماتے کہ لیلۃ القدر کو رمضان المبارک کے آخری دس دنوں میں تلاش کرو۔

(فتح الباري : ۱/۱۰۷۲ـ ارشاد الساري : ٤/٥٨٩ـ عمدة القاري : ۱۱/۱۹۱)

****

طاق راتوں میں شب قدر کی تلاش

۱۱۹۲. وَعَنْهَا (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنهَا) اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "تَحَرَّوْا لَيْلَةَ

الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ!' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ!

(١١٩٢) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لیلۃ القدر کو رمضان المبارک کے آخری دس دنوں کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ (بخاری)

تخریج حدیث(١١٩٢): صحیح البخاری، کتاب فضل لیلة القدر، باب تحری لیلة القدر فی الوتر من العشر الاواخر.

کلمات حدیث: فی الوتر : یعنی طاق راتوں میں۔

شرح حدیث: لیلۃ القدر رمضان المبارک کی آخری دس راتوں میں سے طاق راتوں میں ہوتی ہے یعنی اکیس، تئیس، پچیس، ستائیس اور انتیس۔ گویا آخری دس راتوں میں سے پانچ راتیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے شب قدر کے بارے میں صحابہ کرام اور سلف صالح کی آراء مفصل درج فرمائی ہیں۔ (فتح الباري : ١/١٠٧٤)

شب بیداری کے لیے گھر والوں کو بیدار کرنا

١١٩٣۔ وَعَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ مِنْ رَمَضَانَ اَحْيَا اللَّيْلَ كُلَّه، وَاَيْقَظَ اَهْلَه، وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(١١٩٣) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں تمام رات بیدار رہتے اور اہل خانہ کو بھی بیدار کر دیتے اور خوب کوشش کرتے اور کمر کس لیتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(١١٩٣): صحیح البخاری، کتاب صلاة التراویح، باب العمل فی عشر الاواخر من رمضان . صحیح مسلم، الاعتکاف، باب الاجتهاد فی العشر والاواخر من شهر رمضان .

کلمات حدیث: جد : بہت کوشش فرماتے، اللہ کی عبادت کے لیے بڑی ہمت فرماتے۔ شد المئزر : ازار کس کر باندھ لیتے یعنی کمر ہمت کس لیتے اور عبادت کے لیے خوب تیار ہو جاتے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک کی آخری دس راتوں میں تمام رات بیدار رہتے اور اہل خانہ کو اٹھاتے اور عبادت کی خوب سعی وہمت فرماتے۔ حدیث مبارک کا مقصود یہ ہے کہ رمضان المبارک کی آخری راتوں میں بیدار رہنا اور تمام رات عبادت اور ذکر وفکر میں مشغول رہنا مستحب ہے اور اس کی خیر وبرکت سارا سال باقی رہتی ہے۔

(فتح الباري : ١/١٠٧٦۔ ارشاد الساري : ٤/٥٩٦)

رسول اللہ ﷺ کا آخری عشرہ میں عبادت کا اہتمام

١١٩٤۔ وَعَنْهَا قَالَتْ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِيْ رَمَضَانَ مَالَا يَجْتَهِدُ فِيْ

غَيْرِهٖ وَفِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْهُ مَالَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(١١٩٤) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں اتنی محنت کرتے جتنی کسی اور مہینہ میں نہ کرتے اور اس کے آخری دس دنوں میں اس قدر محنت کرتے جو ان کے علاوہ دنوں میں نہ کرتے ۔ (مسلم)

تخریج حدیث(١١٩٤): صحيح مسلم، كتاب الاعتكاف، باب الاجتهاد في العشر والاواخر من من شهر رمضان

کلمات حدیث: یجتهد : کوشش کرتے، محنت کرتے، زیادہ عمل کرتے۔ اجتهاد (باب افتعال) کوشش کرنا، جدوجہد کرنا۔ رسول کریم ﷺ عبادت اور اعمالِ صالحہ کی انجام دہی کے لیے بہت سعی وکوشش فرماتے۔

شرح حدیث: رمضان المبارک میں ہر مسلمان کو چاہیے کہ اعمالِ صالحہ کی انجام دہی کی خوب کوشش کرے اور زیادہ وقت یادِ الٰہی میں تلاوت قرآن میں اور نوافل کی ادائیگی میں صرف کرے۔ عام دنوں کے علاوہ رمضان المبارک میں ان اعمال کی کثرت ہونا بہت زیادہ باعث خیر و برکت ہے اور رمضان المبارک میں بھی آخری دس دنوں میں اللہ کی یاد تلاوت اور نوافل کی زیادہ کثرت ہونی چاہیے۔ انہی دنوں میں اعتکاف بھی ایک بہت فضیلت والی عبادت ہے اور اس کا بہت اجر و ثواب ہے اور لیلۃ القدر کی جستجو میں رمضان المبارک کی آخری طاق راتوں میں کثرت نوافل اور تلاوت قرآن کی کثرت کا اہتمام اور دعاء و استغفار میں سعی وکوشش کرنی چاہیے۔

(نزهة المتقين : ٢/ ١٧١ ـ روضة المتقين : ٣/ ٢٠٠)

شبِ قدر میں پڑھنے کی دعاء

١١٩٥. وَعَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ عَلِمْتُ اَيُّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا اَقُوْلُ فِيْهَا؟ قَالَ :"قُوْلِيْ، اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ : وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ !

(١١٩٥) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر مجھے علم ہو جائے کہ کون سی رات لیلۃ القدر ہے تو میں اس میں کیا دعاء کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ دعاء کرو:

" اللّٰهم إنك عفو تحب العفو فاعف عني ."

"اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے معاف کرنے کو پسند کرتا ہے تو مجھے معاف فرمادے۔"

ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث(١١٩٥): صحيح البخاري، كتاب الذكر و الدعاء، باب اي الدعاء افضل .

کلمات حدیث: أرأيت إن علمت : آپ کیا فرماتے ہیں اگر مجھے علم ہو جائے۔ رأى رأياً : دیکھنا رائے ہونا، خیال ہونا۔ أ : ہمزہ استفہام۔ ارأیت : تونے دیکھا۔ أرأيت : کیا تو نے دیکھا، یعنی تمہاری کیا رائے ہے، یا تمہارا کیا خیال ہے؟

شرح حدیث: مؤمن کی شان یہ ہے کہ اس کی زبان پر ہر وقت اللھم اغفر لی ہو کیونکہ معلوم نہیں کہ کوئی ساعت قبولیت کسی بھی وقت آجائے اور مانگنے والے کی مراد پوری ہو جائے۔ غرض دعاء واستغفار مؤمن کی شان ہے جس میں وہ ہر وقت اور ہر گھڑی مصروف رہتا ہے اور خاص طور پر رمضان المبارک میں دعاء واستغفار بہت کثرت سے چاہیے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کہ اگر میں لیلۃ القدر پالوں تو میں کیا دعاء کروں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سے معافی مانگو وہ معاف کرنے والا بھی اور معاف کر دینے کو پسند بھی فرماتا ہے۔

لیلۃ القدر کی متعدد علامات بیان کی گئی ہیں ان میں سے نمایاں علامت یہ ہے کہ یہ رات معتدل ہوتی ہے اور صبح کو سورج سفید نکلتا ہے اور اس کی شعاعوں میں تیزی نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم (تحفة الاحوذي : ٩/ ٤٦٠ ـ دليل الفالحين : ٣/ ٦٠٨)

الباب (٢١٥)

بَابُ فَضْلِ السِّوَاكِ وَخِصَالِ الْفِطْرَةِ
مسواک کی فضیلت اور خصالِ فطرت

●●●●●●●●●●●●

مسواک کی اہمیت

١١٩٦. عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلیٰ اُمَّتِیْ اَوْعَلیٰ النَّاسِ . لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاکِ مَعَ کُلِّ صَلوٰةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ !

(١١٩٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری امت پر یا لوگوں پر دشوار ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(١١٩٦): صحیح البخاری، کتاب الجمعه، باب السواك يوم الجمعة . صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب السواك .

کلماتِ حدیث: لو لا أن أشق : اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ مشقت اور دشواری پیش آئے گی۔ اگر مجھے مشقت پیش آنے کا خیال نہ ہوتا۔ لأمرتهم بالسواك : تو میں انہیں حکم دیدیتا، یعنی ان پر لازم کردیتا کہ ہر نماز کے ساتھ مسواک کریں۔ ساك سوكاً (باب نصر) مسواک کرنا۔

شرح حدیث: اسلام میں انسان کی باطنی طہارت کا بھی اہتمام کیا گیا ہے اس کے لیے اخلاق حسنہ اختیار کرنے نفس کو رذائل سے اور بری باتوں سے پاک کرنے اور تزکیہ نفس کا حکم دیا ہے اور اسی طرح ظاہری صفائی طہارت اور نظافت کی بھی تاکید کی گئی ہے اور فرمایا:

﴿ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴾

''اور اللہ تعالیٰ طہارت اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔''

پورے جسم کی صفائی اور طہارت اور لباس کی پاکی اور پاکیزگی کے ساتھ منہ کی صفائی اور نظافت کی تاکید متعدد احادیث میں وارد ہوئی ہے تاکہ منہ کے اندر کسی قسم کی بو باقی نہ رہے ظاہری اور محسوس بو بھی نہ ہو جس سے انسانوں کو تکلیف ہو اور غیر محسوس بو بھی منہ میں نہ ہو جس سے فرشتے تکلیف محسوس کریں۔

منہ کی اور دانتوں کی صفائی میں سب سے اہم حکم مسواک کا ہے۔ متعدد احادیث میں مسواک کی تاکید آئی ہے اور اس حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ ہر نماز کے ساتھ مسواک کو فرض اور لازم قرار دینے میں کہیں امت زحمت میں نہ پڑ جائے تو میں اسے ہر نماز کے ساتھ لازم کردیتا۔

ہر نماز کے ساتھ خواہ فرض ہو یا نفل مسواک کرنا افضل اور سنت ہے۔ مسواک میں بہتر وہ ہے جس کی خوشبو اچھی ہو اور رسول اللہ ﷺ

کی اتباع میں پیلو کے درخت کی لکڑی سے مسواک کرنا زیادہ افضل ہے کیونکہ اس کی خوشبو عمدہ اور اس کا ریشہ نرم ہوتا ہے۔ مسواک بہ نیتِ تقرب کرنا چاہیے اور اس طرح کرنا چاہیے کہ منہ سے بو کا ازالہ ہو جائے بندہ وضوء اور مسواک کر کے اللہ کے حضور حاضر ہوتا اور اس کی بندگی کے لیے کھڑا ہوتا ہے اور اس کے نازل کردہ کلام کو اپنی زبان سے ادا کرتا ہے اس لیے منہ کی طہارت ونظافت ضروری ہے۔

(فتح الباري : ١/٦٢٢۔ روضة المتقين : ٣/٢٠٠۔ دليل الفالحين : ٣/٦١٠)

آپ ﷺ نیند سے بیدار ہو کر مسواک فرماتے تھے

١١٩٧. وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :اِذَا قَامَ مِنَ النَّوْمِ يَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ! "الشَّوْصُ": الدَّلْكُ!

(١١٩٧) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نیند سے بیدار ہوتے تو اپنے منہ کو مسواک سے صاف کرتے۔ (متفق علیہ) شوص کے معنی ہیں ملنا۔

تخریج حدیث (١١٩٧): صحيح البخاري، كتاب الجمعه، باب السواك يوم الجمعة . صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب السواك .

کلماتِ حدیث: يشوص فاه : آپ ﷺ اپنے منہ کو مل کر صاف فرماتے ،شوص کے معنی ملنے اور صاف کرنے کے ہیں۔ ابن درید کہتے ہیں کہ شوص کے معنی ہیں دانتوں کو نیچے سے اوپر کی طرف صاف کرنا۔

شرحِ حدیث: حدیثِ مبارک میں سو کر اٹھنے کے بعد مسواک کرنے کی ترغیب ہے کیونکہ سونے میں انسان کا منہ بند رہتا ہے اس لیے اس میں تغیر پیدا ہو جاتا ہے اس لیے سو کر جب آدمی اٹھے تو دانت اچھی طرح صاف کرے مسواک کرے اور منہ کو اچھی طرح دھوئے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مسواک ہر وقت مستحب ہے لیکن پانچ اوقات میں اس کے استحباب میں اضافہ ہو جاتا ہے وہ پانچ اوقات یہ ہیں۔ نماز کے وقت، وضوء کے وقت، تلاوتِ قرآن کے وقت، نیند سے اٹھ کر اور منہ میں تغیر پیدا ہو جانے کے وقت، جو منہ بند رہنے سے یا روزہ سے یا زیادہ بولنے سے ہو جاتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک روزہ دار کے لیے زوال کے بعد مسواک مکروہ ہے، کہ اس وقت مسواک سے منہ کی وہ بو زائل ہو جائے گی جو مستحب ہے۔ مسواک دائیں جانب سے اور عرضاً کرنا چاہیے تاکہ مسوڑھوں کو نقصان نہ پہنچے۔ (فتح الباري : ١/٣٦٩۔ روضة المتقين : ٣/٢٠٢۔ شرح صحيح مسلم للنووي : ٣/١٢٢)

تہجد میں بھی آپ ﷺ مسواک کا اہتمام فرماتے تھے

١١٩٨. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا قَالَتْ : كُنَّا نُعِدُّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِوَاكَهٗ وَطَهُوْرَهٗ فَيَبْعَثُهُ اللّٰهُ مَاشَآءَ اَنْ يَبْعَثَهٗ مِنَ اللَّيْلِ فَيَتَسَوَّكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّيْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(۱۱۹۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے لیے مسواک اور وضوء کا پانی رکھ دیا کرتی تھیں پھر جب اللہ تعالیٰ آپ کو اٹھانا چاہتا تو اٹھا دیتا اور آپ ﷺ مسواک کرتے اور وضوء کرتے اور نماز پڑھتے ۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۱۹۸): صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جامع صلاۃ اللیل .

کلماتِ حدیث: کنا نعد : ہم تیار کیا کرتی تھیں، ہم رکھ دیا کرتی تھیں، طہورہ آپ کے وضوء کا پانی۔ طہور : طاء کے پیش کے ساتھ پاکی، پاکی حاصل کرنا۔ طہور : طاء کے زبر کے ساتھ پانی، وضوء کا پانی۔

شرحِ حدیث: ازواجِ مطہرات رسول اللہ ﷺ کے معمولاتِ زندگی کا اہتمام فرمایا کرتی تھیں اور آپ کی راحت و آرام کا ہر طرح خیال رکھتیں، چنانچہ آپ کی نمازِ تہجد کے لیے مسواک اور وضوء کا پانی پہلے سے رکھ دیتیں تاکہ آپ رات میں کسی بھی وقت اٹھیں تو آپ کو زحمت نہ ہو۔ حدیثِ مبارک سے معلوم ہوا کہ عبادت کی پہلے سے تیاری افضل ہے اور سو کر اٹھنے کے بعد مسواک کرنا افضل ہے۔

(روضة المتقین : ۳/ ۲۰۲۔ دلیل الفالحین : ۳/ ۶۱۱)

مسواک کا تاکیدی حکم

۱۱۹۹ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَكْثَرْتُ عَلَيْكُمْ فِي السِّوَاكِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ !

(۱۱۹۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے مسواک کے بارے میں تمہیں بکثرت تاکید کی ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۱۹۹): صحیح البخاری، کتاب الجمعه، باب السواك یوم الجمعة .

کلماتِ حدیث: أكثرت علیکم : تمہیں بکثرت تاکید کی ہے، متعدد مرتبہ تم سے کہا ہے ۔

شرحِ حدیث: رسول اللہ ﷺ نے بار بار متعدد احادیث میں مسواک کی فضیلت بیان فرمائی اور اس کی تاکید فرمائی۔ اس لیے اس تاکید کے پیشِ نظر ضروری ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔ (فتح الباري : ۱/ ۶۲۳۔ رشاد الساري : ۲/ ۵۵۸)

گھر میں داخل ہو کر مسواک فرماتے تھے

۱۲۰۰ . وَعَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا، بِاَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَبْدَأُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ بَيْتَه' قَالَتْ! بِالسِّوَاكِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(۱۲۰۰) حضرت شریح بن ہانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ جب نبی کریم ﷺ گھر میں تشریف لاتے تو سب سے پہلے کون سا کام کرتے؟ انہوں نے بتایا کہ سب سے پہلے مسواک فرماتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۲۰۰): صحیح مسلم، کتاب الطهارة ؟ باب السواك .

کلمات حدیث: بأی شئی کان یبدأ : کس کام سے ابتداء کرتے، کون سا کام پہلے کرتے ؟

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نظافت وطہارت کا بہت اہتمام فرماتے تھے اور گھر میں داخل ہوتے ہی پہلا کام یہ ہوتا کہ مسواک فرماتے تا کہ باہر رہنے اور گفتگو کرنے کے بعد دہن مبارک صاف ہو جائے۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ١٢٢/٣ ـ دليل الفالحين : ٦١٢/٣)

****

آپ ﷺ زبانِ مبارک پر بھی مسواک فرماتے تھے

١٢٠١ . وَعَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ : دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَطَرَفُ السِّوَاکِ عَلیٰ لِسَانِهٖ، مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَهٰذَا لَفْظُ الْمُسْلِمِ !

(۱۲۰۱) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ مسواک کا کنارہ آپ کی زبان پر تھا۔ (متفق علیہ) اور یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

تخریج حدیث(۱۲۰۱): صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب السواك . صحیح مسلم کتاب الطهارة، باب السواك .

شرح حدیث: زبان پر مسواک پھیرنا مستحب ہے، تا کہ زبان پر غذا وغیرہ جمی ہوئی ہو تو وہ صاف ہو جائے اس کا طریقہ یہ ہے کہ مسواک کو نیچے آدھے دانتوں کے درمیان رکھے پھر اس کو دائیں جانب پھیرے پھر اس کو اپنے بالائی دانتوں کی طرف لوٹائے پھر دوسری جانب والے آدھے دانتوں کی طرف لے جائے پھر نچلے دانتوں کے کناروں پر گزارے پھر اوپر والے دانتوں کی طرف لے جائے جس طرح کہ پہلے گزرا۔ اس طرح مسواک کو اندر کی جانب بھی پھیرے پھر اپنے حلق کے اوپر اور پھر اپنے دانتوں پر۔

(فتح الباري : ٣٦٩/١ ـ شرح صحيح مسلم للنووي : ١٢٣/٣ ـ نزهة المتقين : ١٧٤/٢)

****

مسواک پاکی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ ہے

١٢٠٢ . وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَلسِّوَاکُ مَطْهَرَةٌ لِّلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ" رَوَاهُ النِّسَائِیُّ، وَابْنِ خُزَیْمَةَ فِیْ صَحِیْحِهٖ بِاَسَانِیْدَ صَحِیْحَةٍ .

(۱۲۰۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسواک منہ کو پاک کرنے والی ہے اور رب کی رضامندی کا باعث ہے۔ (نسائی اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں بسند صحیح روایت کیا)

تخریج حدیث(۱۲۰۲): سنن النسائی، کتاب الطهارة، باب الترغیب فی السواك ـ صحیح ابن خزیمه .

کلماتِ حدیث: مطهرة : پاک کرنے والی۔ مرضاة للرب : رب کی رضا کا سبب بننے والی۔

شرحِ حدیث: مسواک سے منہ پاک وصاف ہو جاتا ہے اور وضوء سے اعضاء وضوء دھل جاتے ہیں پھر بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے اور رب کی بارگاہ میں رب کا نازل کردہ کلام اپنی زبان سے ادا کرتا ہے۔ یہ ہمارا عمل رب کی رضا کے حصول اور اس کی خوشنودی ہی کے لیے ہوتا ہے۔ اسی لیے نماز کو معراج مؤمن کہا گیا اور فرمایا گیا کہ بندہ سجدے کی حالت میں اپنے رب سے قریب تر ہوتا ہے۔ (دليل الفالحين : ٣/٦١٢)

****

پانچ باتیں فطرتِ انسانی میں داخل ہیں

۱۲۰۳ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ. اَوْخَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ : الْخِتَانُ، وَالْاِسْتِحْدَادُ، وَتَقْلِيْمُ الْاَظْفَارِ، وَنَتْفُ الْاِبْطِ وَقَصُّ الشَّارِبِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ! اَلْاِسْتِحْدَادُ : حَلْقُ الْعَانَةِ وَهُوَ حَلْقُ الشَّعْرِ الَّذِیْ حَوْلَ الْفَرْجِ !

(۱۲۰۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ فطرت پانچ امور ہیں، یا آپ ﷺ نے فرمایا کہ امورِ فطرت پانچ ہیں: ختنہ، زیرِ ناف بال کاٹنا، ناخن تراشنا، بغل کے بال اکھیڑنا، اور مونچھوں کے بال کٹوانا۔ (متفق علیہ)

استحداد کے معنی ہیں زیرِ ناف بال صاف کرنا، یہ وہ بال ہیں جو شرمگاہ کے اردگرد ہوتے ہیں۔

تخریج حدیث(۱۲۰۳): صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب قص الشارب . صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة .

کلماتِ حدیث: الفطرة : فطرت وہ خلقی امور ہیں جن پر اللہ نے انسان کو پیدا فرمایا۔ فطرة الله التى فطر الناس عليها : جن میں کوئی رد و بدل نہیں ہوتا۔ یا فطرت سے مراد وہ طریقے ہیں جو تمام انبیاء علیہم السلام نے اختیار فرمائے اور ہمیشہ سے چلے آتے ہیں اور تمام قدیم شریعتیں ان پر متفق ہیں اور انسان کی اصل فطرت سے ہم آہنگ ہیں۔

شرحِ حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہوا کہ امورِ فطرت پانچ ہیں: یعنی وہ امور جو دین نے مقرر کیے ہیں اور ہر شریعت میں موجود رہے ہیں اور تمام انبیاء کرام کی سنت رہی ہیں امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ وہ پانچ امور وہ باتیں ہیں جن کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش کی گئی اور آپ ان پر پورا اترے اور آپ امام بنائے گئے۔ یہ ساری خصلتیں مجموعی طور پر پاکی اور پاکیزگی کی حفاظت کرنے والی ہیں اور انسان کو حسن ہیئت عطا کرنے والی ہیں۔ (فتح الباري : ١/١٣٨ - ارشاد الساري : ١٢/٥٨٦)

****

دس باتیں فطرت میں داخل ہیں

۱۲۰۴ . وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

''عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ : قَصُّ الشَّارِبِ، وَاِعْفَآءُ اللِّحْيَةِ، وَالسِّوَاكُ وَاسْتِنْشَاقُ الْمَآءِ، وَقَصُّ الْاَظْفَارِ، وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ، وَنَتْفُ الْاِبْطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَانْتِقَاصُ الْمَآءِ'' قَالَ الرَّاوِیُ : وَنَسِيْتُ الْعَاشِرَةَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ الْمَضْمَضَةُ قَالَ وَكِيْعٌ وَهُوَ اَحَدُ رُوَاتِهِ اِنْتِقَاصُ الْمَآءِ يَعْنِي الْاِسْتِنْجَآءَ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

''الْبَرَاجِمُ'' بِالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ وَ الْجِيْمِ : وَهِيَ : عُقَدَ الْاَصَابِعِ ! ''وَاِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ'' مَعْنَاهُ : لَا يَقُصُّ مِنْهَا شَيْئًا .

(١٢٠٤) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دس چیزیں فطرت سے ہیں: مونچھوں کا تراشنا، ڈاڑھی کا بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن کاٹنا، جوڑوں کا دھونا، بغل کے بال اکھاڑنا، زیر ناف بال صاف کرنا، استنجا کرنا۔ راوی نے کہا کہ یہ دسویں بات میں بھول گیا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ کلی کرنا ہو اور وکیع جو اس حدیث کے ایک راوی ہیں انہوں نے کہا کہ انتقاص الماء کے معنی ہیں پانی سے استنجاء کرنا۔ (مسلم)

البراجم کے معنی انگلیوں کے جوڑوں کے ہیں۔ اعفاء اللحیۃ کے معنی ہیں کہ ڈاڑھی نہ کاٹے۔

تخریج حدیث(١٢٠٤): صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة .

کلمات حدیث: اعفاء اللحية : ڈاڑھی کو چھوڑ دینا اور اسے نہ تراشنا۔

شرح حدیث: حدیثِ سابق میں پانچ امورِ فطرت کا بیان ہوا تھا اس حدیث میں دس امور بیان ہوئے ہیں۔ اور فرمایا کہ عشر من الفطرۃ جس کا مطلب یہ ہے کہ امورِ فطرت میں سے یہاں دس باتیں بیان کی گئی ہیں تمام باتوں کا بیان نہیں ہوا اور ان کے علاوہ اور بھی باتیں امورِ فطرت ہیں۔ ابن العربی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جن عادات اور عبادات کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا تھا وہ تیس احکام تھے جن کو انہوں نے بکمالہ پورا کیا اور اللہ نے ان کو امام بنایا۔ بہرحال سورۂ بقرۃ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں جن کلمات کا ذکر ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام پورے کیے تو کلمات کی تفسیر وتعبیر میں متعدد اقوال مروی ہیں جن میں سے طاؤس نے انہی امورِ فطرت کو ذکر کیا جو اس حدیث میں بیان ہوئے ہیں۔

(شرح صحيح مسلم للنووي : ٣/١٢٦۔ فتح الباري : ١/١٣٨۔ تفسير مظهری)

مونچھیں کاٹنے داڑھی بڑھانے کا حکم

١٢٠٥ . وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ''اَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَاَعْفُوا اللُّحٰى'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(١٢٠٥) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مونچھیں کٹواؤ اور داڑھی بڑھاؤ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(١٢٠٥): صحيح بخارى، كتاب اللباس باب اعفاء اللحى . صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب فعال الفطرة .

شرح حدیث: احادیث سابقہ میں جن امور فطرت یا افعال فطرت کا ذکر آیا ہے۔ان سب کی تفصیل اس طرح ہے:

١- مسواک: مسواک مستحب ہے اور سنت ہے۔ اور اس کی بہت فضیلت اور اجر ثواب ہے یہاں تک کہ اسے رضاالٰہی کے حصول کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔

٢/٣- کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا: کلی خوب اچھی طرح کرنا چاہیے تا کہ منہ اچھی طرح دُھل جائے اور اسی طرح ناک میں پانی ڈال کر ناک میں سے اس پانی کو ہوا کے ذریعہ صاف کر دینا چاہیے۔ان دونوں کو وضو میں تین تین مرتبہ کرنا مسنون ہے۔کلی اور ناک میں پانی ڈالنا وضو اور غسل میں دونوں مطلوب ہیں اور ضرورت کے وقت نظافت کا تقاضا ہے۔

٤- انگلیوں کی گرہوں کو دھونا، یعنی ہاتھوں کے دھوتے وقت صرف پانی بہانے پر اکتفاء کرنے کے بجائے انہیں اچھی طرح دھونا چاہیے اور انگلیوں کے درمیان خلاء اور جوڑوں کو اچھی طرح دھونا چاہیے تا کہ انگلیوں کے جوڑ کی جگہ میل باقی نہ رہے۔اسی طرح بدن کے وہ تمام جوڑ جہاں میل جمع ہو جاتا ہے جیسے کانوں کے موڑ ان کے اندرونی حصے بغلوں، کہنیوں اور گھٹنوں کے جوڑ وغیرہ ان سب جگہوں کی نظافت اور پاکیزگی کا اہتمام ضروری ہے۔

٥- استنجاء: یعنی ان مقامات کو جہاں سے نجاست خارج ہوتی ہے پانی سے خوب اچھی طرح دھونا اور اگر ڈھیلا استعمال کیا جائے تو اس کے بعد بھی بہتر ہے کہ پانی سے خوب اچھی طرح دھولیا جائے۔حصول طہارت کے لیے استنجاء واجب ہے کہ طہارت کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

٦- ختنہ: امام شافعی رحمہ اللہ و اکثر فقہاء کے نزدیک ختنہ واجب ہے اور امام مالک کے نزدیک سنت ہے۔ ولادت کے ساتویں روز ختنہ مستحب ہے۔

٧- زیرِ ناف اور زیرِ بغل بالوں کا ازالہ: چالیس دن سے زیادہ تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

٨- ناخنوں کا کاٹنا: ناخنوں کے نیچے میل جمع ہو جاتا ہے اس لیے جوں ہی ناخن انگلی کے پوروں سے باہر نکلے انہیں تراشنا چاہیے۔وضو اور غسل میں ناخنوں کے نیچے کے گوشت تک پانی پہنچنا ضروری ہے اگر ناخنوں کے نیچے میل جمع ہو جائے تو پانی نہیں پہنچے گا، جو کہ فرض ہے۔

٩- مونچھیں تراشنا سنت ہے۔

١٠- داڑھی رکھنا علماء کے نزدیک واجب ہے۔حنفی فقہاء کے نزدیک ایک مشت کے برابر داڑھی رکھنا ضروری ہے اس سے بڑھ جانے کی صورت میں تراشنا جائز ہے۔

(فتح البارى : ١/ ١٤٤ ـ شرح صحيح مسلم للنووى٣/١٤٦ ـ روضة المتقين٣/ ٢٠٦ ـ نزهة المتقين٢/١٧٦)

الباب (۲۱۶)

بَابُ تَاكِيدِ وُجُوبِ الزَّكَاةِ وَبَيَانِ فَضْلِهَا وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهَا

وجوبِ زکوٰۃ کی تاکید اوراس کی فضیلت

۲۸۳. قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ :

﴿ وَأَقِيمُوا ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا ٱلزَّكَوٰةَ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا کہ:

''نماز کوقائم کرواورزکوٰۃ دو۔'' (البقرہ:۴۳)

تفسیری نکات: زکوٰۃ کے معنی نشو ونما افزائش اور بڑھنے کے ہیں اوراسی طرح اس کے معنی پاک کرنے کے ہیں، اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے مال گھٹتانہیں بڑھتا ہےاورنشو ونما پاتا ہےاوراسی طرح اس کا اجروثواب بڑھتا رہتا ہے یہاں تک اگرکسی نے کھجور کا ایک ٹکڑاصدقہ دیا تو اللہ تعالیٰ اس کے اجروثواب میں اضافہ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ احد پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔اسی طرح زکوٰۃ زکوٰۃ دینے والے اوراس کے مال کومیل کچیل سے پاک کردیتی ہے۔

پہلی آیت کریمہ میں نماز کاحکم ہوانماز سے انسان کوانفرادی،اخلاقی اورروحانی زندگی استوار ہوتی ہےاورزکوٰۃ سے انسان کی اجتماعی معاشی زندگی درست ہوتی ہے۔ (تفسیر عثمانی)

اخلاص کے ساتھ عبادت کی جائے

۲۸۴. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ وَمَآ أُمِرُوٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوا ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُوا ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُوا ٱلزَّكَوٰةَ وَذَٰلِكَ دِينُ ٱلْقَيِّمَةِ ۝ ﴾

اوراللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اورنہیں ان کوحکم دیا گیامگراس بات کا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اس کے لیے پکار کوخالص کریں،یکسوہوکرنماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں یہی مضبوط دین ہے۔'' (البینہ:۵)

تفسیری نکات: دوسری آیت کریمہ میں فرمایا کہ ان کوصرف ایک ہی حکم ہوا کہ صرف ایک اللہ کی بندگی کریں اور ہرقسم کے باطل جھوٹ اورریا سے علیحدہ ہوکرخالصتاً خدائے واحد کی عبادت کریں اورابراھیم علیہ السلام کی طرح سب سے ٹوٹ کراسی ایک مالک کے غلام بن جائیں اورشریعت ہویا نوامیس قدرت اورکائنات کے امورمیں سے کسی میں بھی اللہ کے سواکسی کوبااختیارنہ تصورکریں،نماز قائم کریں اورزکوٰۃ دیں یہی کمال بندگی ہے یہی دین ہےاوریہی شریعت ہے۔ (تفسیر عثمانی۔ معارف القرآن)

۲۸۵. وَقَالَ تَعَالىٰ :

﴿ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

"تم ان کے مالوں میں سے صدقہ لو اور ان کو پاک کرو اور اس کے ذریعہ ان کا تزکیہ کرو۔" (التوبہ:۱۰۳)

تفسیری نکات: تیسری آیت کریمہ میں فرمایا کہ ان کے اموال کو صدقہ میں قبول فرمالیجئے، اس آیت کریمہ کے سبب نزول میں بیان ہوا ہے کہ بعض صحابہ کرام جو غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے اور پھر نادم ہو کر اپنے آپ کو مسجد کے ستون سے باندھ لیا تھا پھر جب ان کی توبہ قبول کر لی گئی اور وہ قید سے کھول دیئے گئے تو انہوں نے اپنا سارا مال بطور شکرانہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے مال لینے کا حکم نہیں ہے۔ اس لیے ارشاد ہوا کہ ان کے اموال میں سے کچھ لے لیجئے اور ان کو پاک کر دیجئے اور اس کو ان کی پاکیزگی طہارت اور تزکیہ کا ذریعہ بنا دیجئے۔ آیت کریمہ میں اگرچہ سبب نزول بھی خاص ہے اور خطاب بھی رسول کریم ﷺ کو ہے لیکن آیت عام ہے ہر دور اور ہر زمانے کے لیے ہے۔ (تفسیر عثمانی۔ معارف القرآن)

اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے

١٢٠٦. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ : شَهَادَةُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءُ الزَّكٰوةِ، وَحَجُّ الْبَيْتِ، وَصَوْمُ رَمَضَانَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(١٢٠٦) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزیں ہیں، اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(١٢٠٦): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب دعاؤ کم ایمانکم . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ارکان الاسلام.

کلمات حدیث: بُنی الاسلام علی خمس: اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر رکھی گئی اسلام کو پانچ امور پر استوار کیا گیا ہے۔ بُنی، بنی بناءً (باب ضرب) بنانا، کا ماضی مجہول صیغہ واحد غائب بنایا گیا۔

شرح حدیث: ارکان اسلام پانچ ہیں جن میں سے ایک زکوٰۃ ہے، اہل اسلام میں سے زکوٰۃ ہر اس شخص پر عائد ہوتی ہے جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کے برابر رقم اس کی ضرورت سے زائد موجود ہو یا اس کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا یا اس سے زائد موجود ہو۔ کم از کم اس قدر مالیت جس کے پاس موجود ہو وہ ہر سال ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرے۔ یہ فرض ہے اور حد درجہ ضروری ہے۔ قرآن کریم میں جابجا زکوٰۃ کو نماز کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ:

﴿ وَأَقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُواْ ٱلزَّكَوٰةَ ﴾

''نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔''

زکوٰۃ ارکان اسلام میں سے ہے اور ہر صاحب استطاعت مسلمان پر واجب ہے۔ اس فرض اور واجب زکوٰۃ کے علاوہ مسلمان جو مال اللہ کی راہ میں خرچ کرے وہ نفلی صدقات کے دائرے میں آتا ہے۔ صدقاتِ نافلہ کا بہت اجر وثواب ہے اور متعدد احادیث میں اس کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ صدقات صدقہ کی جمع ہے۔ اس کو صدقہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ دینے والے کی دعوی ایمان کی صحت وصداقت پر دلیل ہوتا ہے یعنی صاحب ایمان جس دین پر ایمان لایا ہے اس نے اپنا مال دے کر اس دین کے سچا ہونے کی تصدیق کی ہے۔ جیسے شہید اپنی جان دے کر اس دین کے حق ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ یہ حدیث اس سے پہلے الامر بالمحافظة علی الصلوات المکتوبة میں گزر چکی ہے۔

(دليل الفالحين : ٤/٣ـ رياض الصالحين : (اردو ترجمه صلاح الدين يوسف) ٢/٢٠٦ـ مظاهر حق ٢/١٦٤)

ایک دیہاتی کو بنیادی ارکان کی تعلیم

١٢٠٧ . وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جَآءَ رَجُلٌ اِلىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرُ الرَّأْسِ نَسْمَعُ دَوِيَّ صَوْتِهٖ وَلَانَفْقَهُ مَايَقُوْلُ حَتّٰى دَنَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَ يَسْاَلُ عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "خَمْسُ صَلَوٰاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ" قَالَ : هَلْ عَلَيَّ غَيْرُ هُنَّ؟ "قَالَ : "لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ" فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ" قَالَ : هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهٗ"؟ قَالَ : "لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ وَذَكَرَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكوٰةَ فَقَالَ : هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ:"لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ" فَاَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُوْلُ: وَاللّٰهِ لَااَزِيْدُ عَلىٰ هٰذَا وَلَا اَنْقُصُ مِنْهُ فَقَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَفْلَحَ اِنْ صَدَقَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !

(١٢٠٧) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ اہل نجد کا ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس کے بال پراگندہ تھے ہم اس کی آواز کی گونج تو سن رہے تھے لیکن سمجھ نہیں رہے تھے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے یہاں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے قریب آ گیا وہ آپ ﷺ سے اسلام کے بارے میں دریافت کر رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شب وروز میں پانچ نمازیں ہیں۔ اس نے پوچھا کہ کیا میرے اوپر ان کے علاوہ بھی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں سوائے اس کے کہ تم نفل پڑھو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اور رمضان کے مہینے کے روزے۔ پھر اس نے پوچھا کہ میرے اوپر اس کے علاوہ بھی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تم نفلی روزے رکھو۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ کا ذکر فرمایا تو اس نے کہا کہ نہیں مگر یہ کہ تو نفلی صدقہ کرے۔ وہ آدمی یہ کہتے ہوئے مڑا اللہ کی قسم میں اس میں نہ اضافہ کروں گا اور نہ کمی کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ کامیاب ہوگا۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲۰۷): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب الزکوۃ من الاسلام و الصوم باب وجوب صوم رمضان . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الصلوات التھی ھی احد ارکان الاسلام .

کلمات حدیث: ثائر الراس : سر کے بال بکھرے ہوئے۔ دوی صوتہ : اس کی آواز کی گونج۔ دوی۔ ایسی آواز جو تکرار سنائی دے رہی ہو لیکن سمجھ میں نہ آئے۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کے پاس یمن کا ایک شخص آیا، علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اسلام کے بارے میں دریافت کیا آپ ﷺ نے بہت حکمانہ انداز میں انہیں ارکانِ اسلام کی تعلیم دی۔ اسلام کی تعلیمات اس قدر سادہ اور دلنشین ہیں کہ ایسی تعلیم سے انسانوں کے کان کبھی آگاہ نہیں ہوتے پھر رسول کریم ﷺ جس محبت وشفقت اور جس وضاحت اور تفصیل سے تعلیم دیتے تھے اس نے اشاعت اسلام کو اس قدر سہل اور آسان بنا دیا تھا کہ دور دور سے آنے والے جاہل عرب بات سمجھ بھی لیتے تھے اور مان بھی لیتے تھے اور اس قدر پختگی اور مضبوطی سے اس تعلیم کو اختیار کرتے تھے کہ یہ کہتے ہوئے پلٹتے تھے کہ نہ کوئی کمی کروں گا اور نہ زیادتی۔ اور اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اپنے قول میں سچا ہے تو کامیاب ہو گیا اور نجات پا گیا۔ (فتح الباری : ١/٢٦٤۔ شرح صحیح مسلم للنووی : ١/ ١٥٠)

اسلام کی تعلیمات کو یکے بعد دیگرے سکھلانا

۱۲۰۸ . وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا قال : اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ : "اُدْعُهُمْ اِلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْكَ لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالىٰ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَآئِهِمْ وَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَآئِهِمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(۱۲۰۸) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن بھیجا اور ارشاد فرمایا کہ تم انہیں لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی دعوت دینا۔ اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو انہیں بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر شب وروز میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو انہیں بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لے کر ان کے غرباء کو لوٹائی جائے گی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲۰۸): صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب وجوب الزکوٰۃ . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدعاء الی الشھادتین و شرائع الاسلام .

کلمات حدیث: بعث : بھیجا، روانہ کیا۔ بعث بعثاً (باب فتح) بھیجنا۔ کسی کام پر روانہ کرنا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن روانہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ، اں جا کر سب سے

پہلے ان لوگوں کو ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کی تعلیم دیں اور شہادتین کا اقرار کرائیں، کیونکہ ایمان اصل اور بنیاد ہے اور ایمان کے بغیر اعمال مقبول نہیں ہے اور پھر انہیں بالتدریج ارکان اسلام کی تعلیم دیں۔ اور انہیں تعلیم دیں کہ اللہ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے اغنیاء سے لے کر ان کے فقراء پر تقسیم کی جائے گی۔ اگر ان کی ضروریات پوری ہو جانے کے بعد کچھ بچ رہے تو دوسرے علاقوں میں بھیجی جاسکتی ہے۔

زکوۃ اسلام میں عبادت ہے اور فرض ہے اور اسلام کی معاشی تعلیمات کا ایک اساسی حکم ہے۔ زکوۃ اسلام کی منفرد یگانہ اور بہت اعلیٰ خصوصیت ہے جس کی مثال دنیا کے کسی نظام میں نہیں ملتی اس لیے زکوۃ کو ٹیکس یا ویلتھ ٹیکس کہنا یا اس کے مماثل کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ زکوۃ صرف صاحب نصاب مالداروں سے ڈھائی فیصد کے حساب سے لی جاتی ہے اور آٹھ مصارف میں صرف کی جاتی ہے جو قرآن کریم میں سورۂ توبہ میں بیان ہوئے ہیں۔ زکوۃ کی جملہ تفصیلات اسلامی شریعت میں مقرر اور متعین ہیں اور ان میں کوئی ردوبدل نہیں ہوسکتا۔

یہ حدیث اس سے پہلے باب المحافظة علی الصلوات المکتوبات میں آچکی ہے۔

(دلیل الفالحین : ٤/٦۔ نزهة المتقين : ٢/١٨٠۔ رياض الصالحين (ترجمه اردو صلاح الذين يوسف) ٢/٢٠٧)

اسلام میں پورے داخل ہونے تک قتال جاری رکھا جائے

١٢٠٩. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوا اَنْ لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ، وَيُؤْتُواالزَّكٰوةَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّىْ دِمَآءَ هُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !

(١٢٠٩) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں لوگوں سے لڑتا رہوں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں اگر وہ ان باتوں کو تسلیم کرلیں تو ان کی جان اور اموال مجھ سے محفوظ ہو جائینگے سوائے حق اسلام کے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲۰۹): صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم.

صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

کلمات حدیث: الا بحق الاسلام : یعنی اسلام کے احکام نافذ کرنے کے لیے ان لوگوں پر جنھوں نے حدود اللہ میں سے کسی حد کا ارتکاب کیا ہو یا کسی کو قتل کیا ہو یا مرتد ہو گیا ہو۔

شرح حدیث: دشمن کے ساتھ اس وقت تک جہاد کیا جائے گا جب تک کہ وہ اسلام کے شعائر اور اس کے اساسی ارکان کو تسلیم کرلیں اور ان کو مان لیں اگر وہ ان سب باتوں کو مان لیں تو وہ مسلمان کے دینی بھائی ہیں۔ اور ان کے جان و مال محفوظ ہیں سوائے حق اسلام کے۔ یعنی اگر قبول اسلام کے بعد کسی نے کوئی ایسا جرم کیا جو قابل حد ہو تو وہ حد اس پر نافذ ہوگی اور اگر کسی کو ناحق قتل کیا تو اسے قتل کی

سزا میں قتل کیا جائے گا۔ اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہیں یعنی اگر قبول اسلام میں مخلص نہ ہوں اور منافقانہ اسلام کا اظہار کریں تو ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔ یہ حدیث اس سے پہلے (حدیث ٤٩) میں گزر چکی ہے۔

(دلیل الفالحین : ٤/٤ ـ نزهة المتقين : ٢/ ١٨٠)

اسلام کے کسی ایک فرض کو چھوڑنے والے کے خلاف بھی جہاد ہوگا

١٢١٠. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ : لَمَّا تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ فَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّیْ مَالَهٗ وَنَفْسَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهٗ عَلَی اللّٰهِ؟" فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ! وَاللّٰهِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ فَاِنَّ الزَّكٰوةَ حَقُّ الْمَالِ. وَاللّٰهِ لَوْمَنَعُوْنِیْ عِقَالًا يُؤَدُّوْنَهٗ اِلیٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلیٰ مَنْعِهٖ قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ : فَوَاللّٰهِ مَاهُوَ اِلَّا اَنْ رَاَيْتُ اللّٰهَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ اَبِیْ بَكْرٍ لِّلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَقُّ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(١٢١٠) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو عرب کے بعض قبائل کافر ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ کیسے ان لوگوں سے لڑینگے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم ہے کہ میں لوگوں سے لڑتا رہوں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں جس نے یہ کہہ دیا اس نے اپنا مال اور اپنی جان مجھ سے محفوظ کرلی مگر اسلام کے حق کے ساتھ اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں ضرور ان لوگوں سے لڑوں گا جو نماز اور زکوۃ میں فرق کرے گا، کیونکہ زکوۃ ایک مالی حق ہے۔ قسم بخدا اگر یہ مجھے اونٹ باندھنے کی وہ رسی بھی نہیں دینگے جو رسول اللہ ﷺ کے عہد میں وہ دیتے تھے تو میں اس پر بھی ان سے جہاد کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم بہت جلد میں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سینہ قتال کے لیے کھولدیا ہے اور میں نے سمجھ لیا کہ یہی حق ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (١٢١٠): صحيح البخاری، كتاب الزكوٰة، باب وجوب الزكوٰة ۔ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب الامر بقتال الناس حتى يقو لو الا اله الا الله محمد رسول الله

کلمات حدیث: كفر من كفر : جسے کفر اختیار کرنا تھا وہ کافر ہو گیا، جسے کافر ہونا تھا وہ کافر ہو گیا۔ عقال : وہ رسی جس سے اونٹ کو باندھا جاتا ہے۔

شرح حدیث: یہ ایک معلوم اور معروف حقیقت ہے کہ توحید و رسالت کی شہادت اور اقامت صلاۃ کے بعد زکوۃ اسلام کا تیسرا رکن

ہے۔قرآن کریم میں ستر سے زیادہ مقامات پر اقامت صلاۃ اور اداز کوۃ کا ذکر اس طرح ساتھ ساتھ کیا گیا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین میں نماز اور زکوۃ کا مقام مرتبہ اور اہمیت قریب قریب ایک ہی ہے کہ نماز جسمانی عبادت ہے اور زکوۃ مالی عبادت ہے اور دونوں ہی عبادتیں اللہ نے فرض اور لازم قرار دی ہیں۔ دراصل عبادت بندے کے اس عمل کو کہا جاتا ہے جس کا مقصود اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی عبدیت اور بندگی کے تعلق کو ظاہر کرنا اور اس کی رضا کا حصول اور اس کے رحم وکرم کی طلب وجستجو ہو، یہ غرض و غایت جس طرح نماز میں مطلوب ہے اسی طرح زکوۃ میں بھی مطلوب ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد متعدد قبائل عرب مرتد ہو گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے قتال کیا اور یہ مشہور جملہ ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم اگر یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اونٹ کی ایک رسی زکوۃ میں دیدیتے اور اب نہ دیں تو میں ان سے قتال کروں گا اور ارشاد فرمایا کہ جو نماز اور زکوۃ میں فرق کرے گا میں اس سے قتال کروں گا کہ زکوۃ مالی حق ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کا مقصود یہ ہے کہ اسلام وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ لے کر مبعوث ہوئے اور آپ ﷺ کی رحلت کے بعد وہ تمام امور تسلیم کرنا ہوں گے اور وہ تمام باتیں ماننی ہوں گی جن کی تعلیم رسول اللہ ﷺ نے امت کو دی۔ چنانچہ یہی حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جو زیادہ مفصل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں، یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور وہ ہمارے قبلہ کو اپنا قبلہ بنائیں، ہمارا ذبح کیا ہوا کھائیں اور جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں اس طرح نماز پڑھیں۔ جب وہ یہ سب کام کر لیں تو ان کے جان و مال ہمارے اوپر حرام ہوں گے سوائے حق کے ان کے لیے وہی ہوگا جو مسلمان کے لیے اور ان پر وہ تمام امور لازم ہوں گے جو تمام مسلمانوں پر لازم ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی حقیقت کے پیش نظر اس بات کو سمجھا اور اللہ نے ان کا سینہ کھولدیا کہ نماز اور زکوۃ میں کوئی فرق نہیں ہے، جس طرح نماز جسمانی عبادت ہے اسی طرح زکوۃ مالی عبادت ہے اور دونوں ہی عبادت کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے فرض قرار دیا ہے۔

امام خطابی رحمہ اللہ نے مانعین زکوۃ کے بارے میں تفصیل سے کلام کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

مرتدین کی تفصیلات

رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد جو قبائل مرتد ہو گئے تھے ان کی تفصیل یہ ہے کہ یہ لوگ دو قسم کے گروہ تھے ان میں سے ایک گروہ تو بالکلیہ اسلام سے خارج ہو کر کافر ہو گیا تھا۔ حدیث مذکور میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کفر من کفر (اور جسے کافر ہونا تھا وہ کافر ہو گیا) یہی گروہ مراد ہے۔ پھر اس گروہ کے مزید دو فرقے تھے، ایک فرقہ ان لوگوں کا تھا جو مسیلمہ کے ساتھ ہو گئے تھے اور اس کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کی تھی اور اسی طرح یمن کے لوگوں نے اسود عنسی کے دعویٰ نبوت کو تسلیم کر کیا تھا۔ یہ سارے لوگ رسول اللہ ﷺ کی نبوت سے منکر ہو کر بالکل دین اسلام سے خارج ہو گئے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان مرتدین سے قتال کیا یہاں تک

کہ یمامہ میں مسیلمہ کذاب قتل ہوگیا اور صنعاء میں اسود عنسی مارا گیا۔ دوسرا فرقہ وہ تھا جس نے شریعت کا بالکلیہ انکار کر کے ارتداد اختیار کیا اور نماز اور زکوٰۃ اور دیگر امور دین سب ترک کر دیئے اور اپنے جاہلی طریقوں پر لوٹ آئے۔ اور یہ حال ہو گیا کہ روئے زمین پر صرف تین مسجدوں میں اللہ کو سجدہ کیا جارہا تھا، مسجد مکہ، مسجد مدینہ اور بحرین میں مسجد عبدالقیس جو جواثا کی بستی میں تھی، جواثا میں بنوازد کے لوگ اللہ کے دین پر قائم رہے اور جواثا میں محصورر ہے یہاں تک کہ اللہ کی رحمت سے مسلمانوں نے یمامہ فتح کرلیا۔

دوسرا گروہ ان مذکورہ فرقوں کے علاوہ ان لوگوں کا تھا جنہوں نے نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کی کہ نماز کو تسلیم کیا اور زکوٰۃ سے انکار کیا اور اس بات سے انکار کیا کہ زکوٰۃ امام کو دی جائے۔ اس گروہ میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو زکوٰۃ دینے کے لئے تیار تھے مگر جن سرداروں کا ان پر غلبہ تھا انہوں نے ان کو زکوٰۃ ادا کرنے سے روکدیا جیسے بنی یربوع کہ ان لوگوں نے اپنی زکوٰۃ جمع کرلی اور اسے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجنے کا ارادہ کیا تو مالک بن نویرہ نے ان کو اس سے باز رکھا اور زکوٰۃ کو دوبارہ انہی میں تقسیم کر دیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنکے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تأمل کا اظہار کیا اور اس معاملہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گفتگو کی اور اس حدیث کے ظاہر کو مدنظر رکھا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہہ لیں جب وہ لا الٰہ الا اللہ کہہ لیں تو ان کے جان و مال مجھ سے محفوظ ہیں۔ مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ زکوٰۃ مالی حق ہے اور جان و مال کے تحفظ کی بات تمام شرائط اور جملہ لوازم کے ساتھ ہے۔ یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے تمام لوازم ماننا ضروری ہے اور ان لوازم میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ بھی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی یہ حدیث اختصار کے ساتھ روایت کی گئی ہے، جبکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی حدیث میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا بھی ذکر ہے۔

بہر حال حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس گروہ کے بارے میں جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا اور زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اسی طرح حکم اور مضبوط فیصلہ فرمایا جیسا کہ آپ نے مرتدین کے بارے میں فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس بات کے لیے اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سینہ کھولدیا تھا اس پر مجھے بھی شرح صدر ہو گیا کہ یہی حق اور صحیح ہے اور میں نے سمجھ لیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قتال کا فیصلہ صحیح اور درست ہے۔

(فتح الباری: ۱/ ۸۱۵۔ ارشاد الساری: ۳/ ۵۱۱۔ شرح صحیح مسلم للنووی: ۱/ ۱۷۸۔ معارف الحدیث: ۱/ ۳۰۱)

جنت میں داخل کروانے والے اعمال

۱۲۱۱۔ وَعَنْ اَبِی اَیُّوْبَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : اَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ یُدْخِلُنِی الْجَنَّۃَ قَالَ : ”تَعْبُدُ اللّٰہَ لَاتُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا، وَتُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ، وَتُؤْتِی الزَّکَاۃَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ“ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

(۱۲۱۱) حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے ایسا عمل

بتلا دیجیے جو مجھے جنت میں لے جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو نماز قائم کرو زکوٰۃ ادا کرو اور صلہ رحمی کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۲۱۱): صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب و جوب الزکوۃ . صحیح مسلم، کتاب الایمان باب بیان الایمان الذی ید خل الجنۃ .

کلمات حدیث: تصل الرحم : تم صلہ رحمی کرو۔ یعنی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرو ان کی مدد کرو اور صدقات سے ان کی اعانت کرو۔ وصل وصلا (باب ضرب) ملانا۔

شرح حدیث: اللہ کی عبادت اور اس کی بندگی اور اس کے دیئے ہوئے احکام کو ماننا اور ان پر عمل کرنا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، نماز اپنے جملہ آداب وسنن اور شروط ولوازم کے ساتھ ادا کرنا، زکوٰۃ دینا اور صلہ رحمی کرنا ایسے اعمال ہیں جو جنت میں لے جانے والے ہیں۔ (فتح الباری : ۱/ ۸۱۶۔ شرح صحیح مسلم للنودی : ۱/ ۱۵۴۔ دلیل الفالحین ۴/ ۱۰)

اسلام پر مکمل عمل کی وجہ سے دنیا میں جنت کی بشارت

۱۲۱۲. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ اَعْرَابِیًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُه، دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ: "تَعْبُدُ اللّٰهَ لَاتُشْرِکُ بِهٖ شَیْئًا، وَتُقِیْمُ الصَّلٰوةَ، وَتُؤْتِی الزَّکٰوةَ الْمَفْرُوْضَةَ، وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ قَالَ : وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَااَزِیْدُ عَلٰی هٰذَا فَلَمَّا وَلّٰی قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ سَرَّه، اَنْ یَنْظُرَ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی هٰذَا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

(۱۲۱۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتلایئے جسے کر کے میں جنت میں پہنچ جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔ اس نے یہ سنکر کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اس پر کوئی اضافہ نہیں کروں گا۔ جب وہ واپس پلٹا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو چاہتا ہے کہ کسی جنتی کو دیکھے وہ اس شخص کو دیکھ لے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۲۱۲): صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب وجوب الزکوۃ. صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الایمان الذی ید خل الجنۃ .

کلمات حدیث: والذی نفسی بیدہ: اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اس جملہ میں "و" قسم کا ہے۔ الذی: وہ ذات عظیم مراد ہے اللہ تعالیٰ۔ نفسی بیدہ: جس کے قبضہ قدرت میں میرا سارا وجود ہے۔ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ کا طریقہ دعوت یہ تھا کہ اسلام قبول کرنے والے اعراب کو توحید کی تعلیم دیتے اور ارکان اسلام بتاتے

جب وہ اسلام قبول کر کے ان بنیادی ارکان کے پابند ہو جاتے پھر ان کو مزید تعلیم دیتے۔ اسلام قبول کرتے ہی تمام تفصیلات بتانے سے ہو سکتا ہے کہ بعض لوگ بوجھ محسوس کرتے اس لیے بالتدریج تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا جو حیات طیبہ کے ہر لمحے اور ہر وقت مسلسل جاری رہا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ یہ تھا کہ وہ آپ کے ہر قول اور عمل کی پیروی کرتے تھے، وہ جو کچھ آپ ﷺ فرماتے اس پر بھی عمل کرتے اور جو کچھ آپ ﷺ کو کرتا ہوا دیکھتے اس پر بھی عمل کرتے تھے اور جو لوگ اسلام قبول کرتے وہ بھی اس طریقہ پر عمل پیرا ہو جاتے۔ اسلئے رسول اللہ ﷺ اولا اسلام کے بنیادی ارکان کی تعلیم دیتے پھر جب وہ اسلام میں داخل ہوتے پھر وہ تفصیلات سیکھتے رہتے تھے اور یہ سلسلہ تعلیم مستقل جاری رہتا تھا رسول اللہ ﷺ نے اپنے دس اصحاب کو جنت کی بشارت دی جنہیں عشرۂ مبشرہ کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی بعض لوگوں کے بارے میں جنت کی بشارت دی جیسا کہ اس حدیث میں مذکور اعرابی کے بارے میں ہے اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جنت کے سردار فرمایا اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو بھی جنت کی خوش خبری دی۔

یہ حدیث اس سے قبل باب النصیحہ میں گزر چکی ہے۔ (فتح الباری : ١/ ٨١٥۔ شرح صحیح مسلم للنووی: ١/ ١٥٦)

****

ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی پر بیعت

١٢١٣. وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ : بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِقَامِ الصَّلٰوةِ، وَاِيْتَآءِ الزَّكَاةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(١٢١٣) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے بیعت کی نماز قائم کرنے زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلم کی خیر خواہی پر۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (١٢١٣): صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب البیعة علی ایتاء الزکوۃ . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الدین النصیحه .

کلمات حدیث: بایعتُ : میں نے بیعت کی، میں نے عہد کیا، میں نے وعدہ کیا کہ میں ان کاموں کو انجام دوں گا اور ان پر عمل کروں گا۔ النصح لکل مسلم: ہر مسلمان کا بھلا چاہنا اس کی خیر خواہی کرنا دنیا اور آخرت کی جو بات اس کی بھلائی کی ہو وہ اسے بتلانا جس بات میں اس کا دنیا اور آخرت کا کوئی نقصان ہو اس سے اسے باز رکھنا۔

شرح حدیث: بعض احادیث میں آیا ہے کہ جب اسلام قبول کرنے والے قبول اسلام کے لیے آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرتے تو ان کی بیعت ایسے الفاظ پر ہوتی تھی جس میں دین کے تمام پہلو آجاتے تھے۔ مثلاً بیعت کرنے والے کہتے کہ میں نے سمع وطاعت پر بیعت کی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بات آپ ارشاد فرمائینگے اور جو حکم آپ ﷺ دینگے میں اسے تابعداری سے سنوں گا اور اس کی تعمیل کروں گا۔ ازاں بعد آپ ﷺ بعض باتیں ارشاد فرمادیتے وہ اس پر عمل کرنا شروع کر دیتا پھر اس کے بعد بالتدریج سلسلہ تعلیم جاری رہتا۔ یہ حدیث اس سے پہلے باب فی النصیحہ میں آچکی ہے۔ (نزهة المتقين : ٢/ ١٨٣ ـ دليل الفالحين ٤/ ١٠)

زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر سخت وعیدیں

۱۲۱۴. وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَامِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَلَافِضَّةٍ لَايُؤَدِّیْ مِنْهَا حَقَّهَا اِلَّا اِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صُفِّحَتْ لَهٗ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ فَاُحْمِیَ عَلَيْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَيُكْوٰى بِهَا جَنْبُهٗ وَجَبِيْنُهٗ وَظَهْرُهٗ كُلَّمَا بَرَدَتْ اُعِيْدَتْ لَهٗ فِیْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيَرٰى سَبِيْلَهٗ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ" قِيْلَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْاِبِلُ؟ قَالَ: "وَلَا صَاحِبِ اِبِلٍ لَايُؤَدِّیْ مِنْهَا حَقَّهَا وَمِنْ حَقِّهَا حَلْبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا اِلَّا اِذَاكَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ اَوْفَرَمَا كَانَتْ لَايَفْقِدُ مِنْهَا فَصِيْلًا وَاحِدًا تَطَؤُهٗ بِاَخْفَافِهَا، وَتَعَضُّهٗ بِاَفْوَاهِهَا كُلَّمَا مَرَّعَلَيْهِ اُوْلَاهَا رُدَّ عَلَيْهِ اُخْرَاهَا فِیْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيَرٰى سَبِيْلَهٗ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ" قِيْلَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ؟ قَالَ: "وَلَاصَاحِبِ بَقَرٍ وَلَاغَنَمٍ لَايُؤَدِّیْ مِنْهَا حَقَّهَا اِلَّا اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ لَايَفْقِدُ مِنْهَا شَيْئًا لَيْسَ فِيْهَا عَقْصَاءُ وَلَاجَلْحَاءُ وَلَاعَضْبَاءُ تَنْطَحُهٗ بِقُرُوْنِهَا وَتَطَؤُهٗ بِاَظْلَافِهَا كُلَّمَا مَرَّعَلَيْهِ اُوْلَاهَا رُدَّ عَلَيْهِ اُخْرَاهَا فِیْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيَرٰى سَبِيْلَهٗ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ" قِيْلَ" يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْخَيْلُ؟ قَالَ: "اَلْخَيْلُ ثَلَاثَةٌ: هِیَ لِرَجُلٍ وِزْرٌ وَهِیَ لِرَجُلٍ سِتْرٌ: وَهِیَ لِرَجُلٍ اَجْرٌ فَاَمَّا الَّتِیْ هِیَ لَهٗ وِزْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا رِيَآءً وَّفَخْرًا وَّنِوَآءً عَلٰى اَهْلِ الْاِسْلَامِ فَهِیَ لَهٗ وِزْرٌ وَاَمَّا الَّتِیْ هِیَ لَهٗ سِتْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِیْ ظُهُوْرِهَا وَلَارِقَابِهَا فَهِیَ لَهٗ سِتْرٌ، وَاَمَّا الَّتِیْ هِیَ لَهٗ اَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا، فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ فِیْ مَرْجٍ اَوْ رَوْضَةٍ فَمَا اَكَلَتْ مِنْ ذٰلِكَ الْمَرْجِ اَوِالرَّوْضَةِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّاكُتِبَ لَهٗ عَدَدُ مَا اَكَلَتْ حَسَنَاتٍ وَكُتِبَ لَهٗ عَدَدُ اَرْوَاثِهَا وَاَبْوَالِهَا حَسَنَاتٍ، وَلَاتَقْطَعُ طِوَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا اَوْشَرَفَيْنِ اِلَّاكَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ عَدَدَ اٰثَارِهَا وَاَرْوَاثِهَا حَسَنَاتٍ وَلَامَرَّبِهَا صَاحِبُهَا عَلٰى نَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَايُرِيْدُ اَنْ يَسْقِيَهَا اِلَّاكَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ عَدَدَ مَاشَرِبَتْ حَسَنَاتٍ" قِيْلَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْحُمُرُ؟ قَالَ" مَااُنْزِلَ عَلَیَّ فِی الْحُمُرِ شَیْءٌ اِلَّاهٰذِهِ الْاٰيَةُ الْفَاذَّةُ الْجَامِعَةُ "فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ"، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ!

(۱۲۱۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو سونے اور چاندی کا مالک ہے اور اس کا حق ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن (سونے چاندی کے) اس کے لیے آگ کے تختے بنائے جائینگے اور ان کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا اور پھر اس کے ساتھ اس کے پہلو اس کی پیشانی اور اس کی پشت کو داغا جائے گا۔ جب بھی وہ تختیاں ٹھنڈی ہوں گی انہیں

دوبارہ آگ میں تپایا جائے گا اور پھر داغا جائے گا اور اس روز یہ عذاب مسلسل جاری رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی، یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کردیا جائے گا اور وہ اپنا راستہ دیکھ لے گا جنت کی طرف یا جہنم کی جانب۔ کسی نے کہا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) اونٹوں کی زکوۃ کا کیا معاملہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اونٹوں کا مالک ہے اور ان کا حق ادا نہیں کرتا اور ان کے حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ پانی پلانے کی باری والے روز ان کا دودھ ضرورت مندوں کے لیے دوہا جائے، روز قیامت ان اونٹوں کے مالک کو ایک چٹیل میدان میں ان اونٹوں کے سامنے منہ کے بل ڈال دیا جائے گا اور یہ اونٹ اس وقت اتنے تنومند ہوں گے جتنے کبھی وہ دنیا میں رہے تھے ان میں سے وہ ایک بچے کو بھی گم نہ پائے گا وہ اسے اپنے پیروں تلے روندیں گے اور اپنے منہ سے کاٹیں گے اور اول سے آخر تک سارے اونٹ برابر اسے روندتے رہینگے اور اپنے منہ سے کاٹتے رہینگے۔ اس روز جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کردیا جائے گا اور وہ اپنا راستہ جنت کی طرف یا جہنم کی جانب دیکھ لے گا۔

عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول گائے اور بکریوں کا کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو بھی گائے اور بکریوں کا مالک ان کا حق ادا نہیں کرتا روز قیامت اسے ایک چٹیل میدان میں ڈالدیا جائے گا وہ ان جانوروں میں سے کسی کو بھی گم نہ پائے گا ان میں سے کوئی بھی نہ مڑے ہوئے سینگوں والی ہوگی اور نہ ایسی ہوگی کہ اسکے سینگ ٹوٹے ہوئے یا مڑے ہوئے ہوں وہ اس کو اپنے سینگوں سے مارینگی اور اپنے کھروں سے روندیں گی جب ان کا پہلا گروہ گزر جائے گا تو اس کو لوٹایا جائے گا اور یہ اس دن بار بار ہوتا رہے گا جس دن کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کردیا جائے گا، پھر وہ جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف اپنا راستہ دیکھ لے گا۔

کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) گھوڑوں کے بارے میں فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑے تین قسم کے ہیں، ایک وہ جو آدمی کے لیے بوجھ ہیں، ایک وہ جو آدمی کے لیے پردہ ہیں، اور وہ جو آدمی کے لیے اجر ہیں۔ جو آدمی پر بوجھ ہیں اور گناہ ہیں وہ وہ ہیں جنھیں اس نے ریا اور فخر کے طور پر اور اہل اسلام کو تکلیف پہنچانے کے لیے باندھا ہے۔ وہ گھوڑے جو اس کے لیے پردہ ہیں وہ ہیں جن کو اس نے اللہ کی راہ میں باندھا پھر ان سے متعلق اللہ کے حق کو فراموش نہیں کیا تو وہ اس کے لیے پردہ ہیں، اور جو گھوڑے اس کے لیے اجر ہیں وہ وہ ہیں جو اس نے اہل اسلام کے اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے کسی باغ یا چراگاہ میں باندھ رکھے ہیں۔ وہ اس باغ یا چراگاہ میں سے جو چیز بھی کھاتے ہیں تو ان کے کھانے کی تعداد کے برابر اور اس کے لیے ان کے گوبر اور پیشاب کی گنتی کے برابر نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور وہ اپنی رسی نہیں تڑاتے کہ کوئی ایک ٹیلے یا دو ٹیلے پر چڑھ جائیں تو اس کے بدلے بھی اللہ ان کے قدموں کے نشانات اور گوبر کی مقدار کے برابر نیکیاں لکھ دیتے ہیں۔ اور ان کا مالک ان کو جس نہر کے پاس سے لے کر گزرتا ہے اور وہ اس سے پانی پیتے ہیں خواہ ان کا مالک ان کو پلانا بھی نہ چاہے مگر اللہ ان کے پانی پینے کی مقدار کے برابر نیکیاں لکھ دیتے ہیں۔

کسی نے عرض کیا اور یا رسول اللہ (ﷺ) گدھوں کے بارے میں فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کی گدھوں کے متعلق مجھ پر کوئی حکم نہیں اتارا گیا۔ سوائے اس منفرد اور جامع آیت کے:

﴿فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝٧ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝٨﴾

ترجمہ: ''جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی وہ اسے دیکھ لے گا۔'' (متفق علیہ)
یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔

تخریج حدیث (۱۲۱۴): صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب اثم مانع الزکوۃ. صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب اثم مانع الزکوۃ.

کلمات حدیث: لا یؤدی منها حقها: جس کے پاس سونا اور چاندی ہو اور وہ اس میں سے اللہ کا مقرر کیا ہوا حق ادا نہ کرے یعنی زکوٰۃ نہ دے۔ قرآن کریم میں ہے: ﴿ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ﴾ ''وہ جن کے مال میں حق مقرر ہے۔'' صفحت له صفائح: سونا اور چاندی کا مالک اگر زکوۃ نہیں دیتا تو روز قیامت اس کے لیے اس کے سونے اور چاندی کو تختیوں کی صورت میں ڈالا جائے گا اور انہیں جہنم کی آگ میں تپا کر اس نادہندہ کے پہلو کو پیشانی کو اور پشت کو داغا جائے گا اور جب یہ تختیاں ٹھنڈی ہو جائینگی انہیں پھر تپایا جائے گا اور پھر یہ عمل اس سارے دن جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی دہرایا جاتا رہے گا۔ صفائح صفیحۃ: کی جمع وہ چادر یا تختی جو لوہے یا کسی دھات سے بنائی جائے۔ فاحمی علیھا: یہ تختیاں جہنم کی دھکتی آگ پر دھکائی جائینگی یہاں تک وہ خود آگ میں بدل جائینگی۔ یوم وردھا: ان کے گھاٹ پر آنے کا دن وہ دن جب انہیں گھاٹ پر پانی پلانے لایا جاتا ہے۔ قاع قرقر: چٹیل وسیع میدان۔ عقصاء: گائے، بکری جس کے سینگ مڑے ہوئے ہوں۔ جلحاء: گائے، بکری جس کے سینگ نہ ہوں۔ عضباء: وہ جانور جس کے سینگ ٹوٹے ہوئے ہوں۔ تنطحہ بقرونها: اسے اپنے سینگ ماریں گی۔ وتطئوہ باظلافها: اسے اپنے کھروں سے روندیں گی۔

شرح حدیث: سونے اور چاندی، اونٹوں اور گائے بکریوں پر زکوۃ فرض ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک سائمہ گھوڑوں پر بھی زکوۃ ہے، امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صریح طور پر سونے اور چاندی پر زکوۃ واجب ہونے پر دلالت کرتی ہے اور اس وجوب میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور اسی طرح اونٹوں، گائیوں اور بکریوں میں بھی بلا اختلاف زکوۃ واجب ہے۔

حدیث مبارک میں علاوہ زکوۃ کے اونٹوں کا یہ حق بھی بتایا گیا ہے کہ پانی پینے کے باری والے دن ان کو دودھ دوھ کر ضرورتمندوں کو دیا جائے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ زکوۃ کی فرضیت سے پہلے کا حکم ہے اور بعض دیگر علماء کے نزدیک یہ علاوہ زکوۃ کے نفلی صدقہ کا حکم ہے کیونکہ انسان کے مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔

حدیث مبارک میں مال کا حق ادا نہ کرنے کی جو سزا بیان ہوئی ہے وہ میدان حشر کی ہے جس کا ایک دن دنیا کے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا اس سزا سے گزر کر اللہ کی رحمت سے اگر اللہ کے مومن بندوں کو معافی دیدی گئی تو وہ جنت میں جائینگے ورنہ جہنم میں مومن وہاں سزا سے گزر کر بالآخر جنت میں پہنچ جائے گا اور کافر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا۔

(شرح صحیح مسلم للنووی: ۵۵/۷۔ عمدۃ القاری: ۱۲/ ۳۰۱۔ روضۃ المتقین: ۳/ ۲۱۷۔ نزھۃ المتقین: ۲/ ۱۸۳)

☆☆☆

الباب (۲۱۷)

بَابُ وُجُوبِ صَوْمِ رَمَضَانَ وَبَيَانِ فَضْلِ الصِّيَامِ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ

صیام رمضان کا وجوب، اس کی فضیلت اور متعلقات کا بیان

رمضان میں قرآن نازل ہوا ہے

۲۸۶. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح کہ ان لوگوں پر فرض ہوئے جو تم سے پہلے ہوئے۔''

اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى :

﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِيٓ أُنزِلَ فِيهِ ٱلْقُرْءَانُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَٰتٍ مِّنَ ٱلْهُدَىٰ وَٱلْفُرْقَانِ ۚ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ ٱلشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ﴾ الاٰيَةَ .

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَقَدْ تَقَدَّمَتْ فِي الْبَابِ الَّذِيْ قَبْلَهٗ!

یہاں تک کہ اللہ سبحانہ نے فرمایا کہ:

''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا ہے جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور ہدایت کے دلائل اور معجزات پس جو شخص تم میں سے رمضان پالے اسے چاہیے کہ وہ روزہ رکھے اور جو بیماری اور سفر کی حالت میں ہو وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرے۔''

(البقرۃ:۱۸۳)

تفسیری نکات: صوم (روزہ) کے لفظی معنی رکنے کے ہیں اس کی جمع صیام ہے۔ اور اس کے شرعی معنی ہیں صبح صادق [illegible] کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور بیوی کی قربت سے باز رہنا ہے۔ روزہ ان عبادات میں سے ایک ہے جو اسلام کے عمود اور ارکان ہیں۔ روزے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک تمام امتوں میں فرض رہے ہیں اور روزہ کی غرض و غایت اور اس کا مقصود تقوی ہے۔

تمام آسمانی صحیفے رمضان میں نازل ہوتے

روزے رمضان المبارک کے مہینے میں فرض قرار دیئے گئے ہیں کہ اس ماہ کی نمایاں فضیلت یہ ہے کہ اللہ نے اس ماہ کو اپنی وحی اور آسمانی کتابوں کے نزول کے لیے خاص کر رکھا ہے یعنی صرف یہی نہیں کہ قرآن کریم اس ماہ میں نازل ہوا بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے، تورات، انجیل اور زبور سب کتابیں رمضان میں نازل ہوئیں جیسا کہ ابن کثیر نے بعض مروایات کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

رمضان المبارک کی وہ رات جس میں قرآن کریم نازل ہوا خود قرآن ہی کی تصدیق کے مطابق شب قدر تھی، جو رمضان المبارک کی ۲۴ رمضان کی شب تھی۔ اب جو شخص ماہ رمضان میں موجود ہو اس پر لازم ہے کہ اس پورے مہینے کے روزے رکھے۔ اس میں مریض اور مسافر کو رخصت دی گئی ہے کہ وہ اس وقت روزہ نہ رکھیں تندرستی حاصل ہونے پر اور سفر کے ختم ہونے پر اتنے دنوں کی قضاء کرلیں (معارف القرآن) رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت کا بیان اس سے پہلے بھی احادیث مبارکہ میں آچکا ہے۔

رمضان المبارک میں گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام کیا جائے

١٢١٥ ۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: "کُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَه' اِلَّا الصِّیَامَ فَاِنَّه' لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ. وَالصِّیَامُ جُنَّةٌ فَاِذَا کَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِکُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّه' اَحَدٌ اَوْقَاتَلَه' فَلْیَقُلْ : اِنِّیْ صَآئِمٌ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّآئِمِ اَطْیَبُ عِنْدَاللّٰهِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ. لِلصَّآئِمِ فَرْحَتَانِ یَفْرَحُهُمَا : اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ، وَاِذَا لَقِیَ رَبَّه' فَرِحَ بِصَوْمِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. وَهٰذَا لَفْظُ رِوَایَةِ الْبُخَارِیِّ، وَفِیْ رِوَایَةٍ لَه' : "یَتْرُکُ طَعَامَه'، وَشَرَابَه'، وَشَهْوَتَه'، مِنْ اَجْلِیْ، اَلصِّیَامُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ : "کُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ یُضَاعَفُ : اَلْحَسَنَاتُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰی سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی" اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّه' لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ : یَدَعُ شَهْوَتَه' وَطَعَامَه' مِنْ اَجْلِیْ. لِلصَّآئِمِ فَرْحَتَانِ : فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ، وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَآءِ رَبِّهٖ. وَلَخُلُوْفُ فِیْهِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ."

(١٢١٥) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آدم کے بیٹے کا ہر عمل اس کے لیے ہے سوائے روزے کے کہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ روزے ڈھال ہیں، جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو وہ نہ کوئی بری بات کرے اور نہ شور مچائے اگر کوئی اسے برا بھلا کہے یا اس سے لڑے تو اسے کہے میں روزے میں ہوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے یہاں مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ روزہ دار کو وہ خوشیاں ملتی ہیں جن سے وہ خوش ہوتا ہے ایک روزہ کے افطار کے وقت دوسرا جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو اپنے روزے پر خوش ہوگا (متفق علیہ) یہ الفاظ صحیح بخاری کے ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جو صحیح بخاری کی ہے کہ روزہ دار اپنا کھانا پینا اور خواہش میری خاطر چھوڑ دیتا ہے روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ ہر نیکی کی جزاء دس گناہ ہے اور سات سو گنا تک ثواب ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ سوائے روزے کے کہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ روزہ دار نے اپنی شہوت اور کھانا میری خاطر چھوڑا۔ روزہ دار کو دو خوشیاں میسر ہوتی ہیں ایک خوشی افطار کے وقت اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت ہوگی اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے یہاں مشک کی

خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ اور لطیف ہے۔

تخریج حدیث(۱۲۱۵): صحیح البخاری، کتاب الصیام، باب وجوب صوم رمضان . صحیح مسلم، کتاب الصیام باب فضل الصیام .

کلمات حدیث: انا اجزی به : میں بذات خود اس کا اجر دوں گا۔ جُنة : ڈھال جس سے جنگ میں تیروں اور نیزوں اور تلواروں سے بچا جاتا ہے۔ گویا روزہ جہنم کی آگ سے بچانے والی ڈھال ہے۔ فلا یرفث : بری اور گندی بات زبان پر نہ لائے۔ فحش گوئی سے اجتناب کرے۔ ولا یصخب : شور نہ مچائے اور فضول باتیں نہ کرے۔ خلوف : روزہ دار کے منہ کی بو جو منہ بند رہنے اور معدہ خالی رہنے سے پیدا ہو جاتی ہے۔

شرح حدیث: اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کچھ اس طرح فرمائی ہے کہ اس کا وجود روحانیت اور حیوانیت یا ملکوتیت اور بہیمیت کا جامع بن گیا ہے اس کی طبیعت میں وہ سارے مادی اور سفلی تقاضے بھی ہیں جو حیوان میں ہوتے ہیں اور اس کی فطرت میں روحانیت اور ملکوتیت کا وہ نورانی جوہر بھی موجود ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق یعنی فرشتوں کی خاص دولت ہے۔ انسان کی سعادت کا مدار اسی پر ہے کہ اس کا یہ روحانی عنصر اس کے حیوانی عنصر پر غالب آ جائے۔ روزہ کی ریاضت کا مقصود یہی غرض خاص ہے کہ روزہ سے حیوانیت دب جاتی ہے اور سکڑ جاتی ہے اور روحانیت اور ملکوتیت کا غلبہ اور اس کا فیضان ہو جاتا ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔

وجہ یہ ہے کہ جملہ اعمال حسنہ میں سے ہر ایک کی جزا اور اس کا اجر و ثواب بیان کر دیا گیا ہے سوائے روزے کہ اس کے بارے میں کہا گیا کہ اللہ ہی اس کا اجر دے گا۔ چنانچہ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "ابن آدم کے ہر عمل میں اضافہ کیا جاتا ہے کہ ہر نیکی کی جزا دس سے سات سو گنا تک دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سوائے روزے کے کہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا"۔ اور قرآن کریم میں ہے "انما یوفی الصابرون اجرهم بغیر حساب" (صابرین کو اجر بلا حساب دیا جائے گا) اور مفسرین کے قول کے مطابق اس آیت میں صابروں سے مراد روزے دار ہیں۔ روزہ مومن کے لیے گناہوں سے بچنے کی، بدگوئی اور بد زبانی سے احتراز کی اور ہر بری بات سے اجتناب کی اور جہنم کی آگ سے بچنے کی ڈھال ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ جس کا روزہ ہو وہ کوئی بری بات منہ سے نہ نکالے بلکہ اگر کوئی اس کو برا بھلا بھی کہے اور اس سے لڑنے کو آمادہ ہو جائے تو صرف اتنا کہے کہ میں روزے سے ہوں۔

جب قیامت قائم ہو جائے گی اس دنیا کے سارے پیمانے بدل جائیں گے اور چیز کی ماہیت، کیفیت اور حالت مختلف ہو جائے گی: یوم تبدل الارض غیر الارض وہاں ان خوشبوؤں کا اعتبار باقی نہیں رہے گا جو دنیا میں انسان کی قوت شامہ کے لیے مرغوب و محبوب ہیں، وہاں روزہ دار کے منہ کی بو کی لطافت و پاکیزگی مشک سے بھی درچند ہو جائے گی۔

روزدار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں ایک دنیوی اور دوسری اخروی جب وہ روزہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور جب وہ اللہ سے ملاقات کرے گا اور روزے کا اجر و ثواب اور اس کے صلے میں ملنے والے درجات بلند اور مقامات رفیع تو اس وقت وہ اپنے روزے پر خوش ہوگا۔ (فتح الباری : ۱/ ۱۰۰۸۔ ارشاد الساری : ٤/ ٤٤١۔ شرح صحیح مسلم للنووی : ۸/ ۲٤۔ روضة

المتقین :٣/ ٢٣٤ ۔ معارف الحدیث : ١/ ٣٤٣)

روزہ داروں کے لیے باب الریان ہے

١٢١٦ . وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ نُوْدِيَ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ : يَاعَبْدَاللّٰهِ هٰذَا خَيْرٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ، وَمَنْ كَانَ وَمِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ، مَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ" قَالَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاعَلٰى مَنْ دُعِيَ مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ فَهَلْ يُدْعٰى اَحَدٌ مِّنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ كُلِّهَا؟ فَقَالَ : "نَعَمْ وَاَرْجُوْا اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !

(١٢١٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جوشخص اللہ کی راہ میں کسی چیز کا جوڑا خرچ کرے گا اس کو جنت کے دروازوں میں سے آواز دی جائے گی۔اے اللہ کے بندے یہ خیر ہے جو،نماز والوں میں سے ہوگا اسے باب الصلوۃ سے پکارا جائے گا جو اہل جہاد میں سے ہوگا اسے باب الجہاد سے پکارا جائے گا اور جو اہل صیام میں سے ہوگا اسے باب الریان سے پکارا جائے گا اور جو اہل صدقہ میں سے ہوگا اسے باب الصدقہ سے پکارا جائے گا۔حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے ماں اور باپ آپ پر فدا ہوں یارسول اللہ ﷺ جس کو ان دروازوں میں کسی سے پکارا جائے گا وہ تو درست ہے تو کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جسے ان تمام دروازوں سے پکارا جائے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اور میں امید کرتا ہوں کہ تم ان میں سے ہو۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(١٢١٦): صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الریان ۔ صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب من جمع الصدقه و اعمال البر ۔

کلمات حدیث: زوجین: کسی چیز کا جوڑا، کسی نے دو گھوڑے صدقے میں دیئے، دو جوڑے کپڑے دیدیئے وغیرہ۔ممکن ہے اعمال میں بھی ہو کہ دو روزے رکھ لیے یا ایک صدقہ کو دوسرے صدقہ کے ساتھ ملالیا۔باب الریان: سیرابی کا دروازہ، چونکہ روزہ دار پیاسا ہوتا ہے اس لیے وہ باب الریان سے داخل ہوگا۔رَیّ: کے معنی سیراب ہونے کے ہیں۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں جنت کے چار دروازوں کا ذکر ہے۔امام سیوطی رحمہ اللہ ایک بیان میں فرماتے ہیں کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جنت کے دیگر ابواب کا ذکر دیگر احادیث میں آیا ہے جو یہ ہیں۔باب التوبہ، باب الکاظمین الغیظ والعافین الناس، باب الراضین اور الباب الایمن ،الباب الایمن وہ ہے جس سے وہ اہل جنت داخل ہوں گے جن سے کوئی حساب نہیں ہوگا۔ایک حدیث مبارک میں ہے کہ جس نے اچھی طرح وضو کیا اور کہا اشهد ان لا اله الا الله الحدیث۔اس حدیث میں ہے کہ وہ جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس سے چاہے جنت میں داخل ہوجائے۔

اہل ایمان میں سے جس کا جو عمل غالب ہوگا وہ اس دروازے سے داخل ہوگا بکثرت روزے رکھنے والا باب الریان سے داخل ہوگا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جو جس دروازے سے پکارا جائے گا وہ جنت میں اس دروازے سے داخل ہوجائے گا کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جسے سب دروازوں سے بلایا جائے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اور مجھے امید ہے کہ تم ان میں سے ہو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت بیان ہوئی کہ انہیں جنت کے آٹھ دروازوں میں ہر دروازے سے بلایا جائے گا۔

(فتح الباری: ۱/ ۱۰۱۰۔ شرح صحیح مسلم للنووی: ۷/ ۱۰۲۔ تحفة الاحوذی: ۱۰/۱۵۲۔ دلیل الفالحین: ۴/ ۱۸)

جنت کا ایک دروازہ روزہ داروں کے لیے خاص ہے

۱۲۱۷. وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهٗ الرَّيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّآئِمُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَايَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ يُقَالُ: اَيْنَ الصَّائِمُوْنَ فَيَقُوْمُوْنَ لَايَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ فَاِذَا دَخَلُوْا اُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ اَحَدٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(۱۲۱۷) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو ریان کہا جاتا ہے اس سے روز قیامت روزہ دار داخل ہوں گے ان کے سوا کوئی داخل نہیں ہوگا جب وہ داخل ہو چکے ہوں گے تو اسے بند کر دیا جائے گا اور کوئی اور اس سے داخل نہیں ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۲۱۷): صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الریان للصائمین . صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام .

شرح حدیث: اہل ایمان جن کے اعمال میں روزے غالب اور رائج ہوں گے اور انہوں نے فرض روزوں کے علاوہ بکثرت نفلی روزے بھی رکھے ہوں گے وہ روز قیامت جنت میں باب الریان سے داخل ہوں گے کہ جو دنیا میں انہوں نے روزوں میں پیاس کی تکلیف اٹھائی تھی ان کی وہ پیاس ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں اور وہ ابدی طور پر پیاس سے محفوظ ہو جائیں۔

باب الریان سے داخل ہونے والے صرف روزے دار ہوں گے اور جب سارے روزہ دار جنت میں پہنچ جائینگے تو اس دروازے کو بند کر دیا جائے جس کے بعد کوئی اور اس دروازے سے داخل نہیں ہوگا

مسند احمد بن حنبل میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کریم اور روزے دونوں روز قیامت بندہ مومن کی شفاعت کرینگے اور کہیں گے اے اللہ میں نے اس بندے کو کھانے سے اور خواہشات سے روک دیا تھا تو آپ اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرمالیں اور قرآن کہے گا اے اللہ میں نے اس بندے کو رات کی نیند سے باز رکھا تھا آپ اس کے بارے میں میری شفاعت قبول فرمالیں۔ فرمایا کہ دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

(فتح الباری: ۱/ ۱۰۱۰۔ روضة المتقین: ۳/ ۲۲۶۔ دلیل الفالحین: ۴/ ۲۳)

ایک دن کا روزہ جہنم سے ستر برس دوری کا ذریعہ ہے

١٢١٨. وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَامِنْ عَبْدٍیَّصُوْمُ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِلَّا بَاعَدَ اللّٰهُ بِذٰلِکَ الْیَوْمِ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(١٢١٨) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو بندہ اللہ کی رضا کے لیے ایک دن کا روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس ایک دن کے روزے کے بدلے اسے ستر سال جہنم سے دور فرما دیتے ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(١٢١٨): صحیح البخاری، کتاب الجهاد و السیر، باب فضل الصوم فی سبیل الله . صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام فی سبیل الله لمن یطیقه .

کلمات حدیث: مامن عبد : جو کوئی بندہ، کوئی مکلف، مرد یا عورت، یعنی مسلمان بندہ۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں ارشاد ہوا ہے کہ جو مومن اللہ کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے ستر سال کی مسافت دور فرما دیتے ہیں۔ علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فی سبیل اللہ کے لفظ سے جہاد فی سبیل اللہ مراد ہے یعنی بندہ مومن جہاد میں ہو اور روزہ سے بھی ہو۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فی سبیل اللہ سے اللہ کی فرماں برداری اور اس کی رضا مراد ہے یعنی جو رضائے الٰہی کے حصول کے لیے ایک دن کا روزہ رکھے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اگر کوئی مجاہد اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے اپنے مورچہ میں بیٹھا ہو اور وہ اللہ کی راہ میں روزہ رکھے۔ ابن دقیق العید نے فرمایا کہ فی سبیل اللہ کا لفظ جہاد ہی کے لیے مستعمل ہے اور جہاد اور صوم کا اجتماع درحقیقت بہت بڑی فضیلت ہے، اس لیے حدیث میں وارد فی سبیل اللہ کے لفظ کو جہاد پر معمول کرنا زیادہ مناسب ہے۔

غرض جو اللہ کے راستے میں مصروف جہاد ہو اور روزے سے ہو یا جس نے خالصتاً رضائے الٰہی کے حصول کے لیے روزہ رکھا ہو اللہ تعالیٰ اس ایک دن کے روزے کے صلہ میں اس کے درمیان اور جہنم کے درمیان ستر برس کی مسافت کے بقدر فاصلہ پیدا فرما دینگے۔

(فتح الباري : ١٠١٢/١ ـ شرح صحیح مسلم للنووی : ٢٦/٨)

****

روزہ گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے

١٢١٩. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

(١٢١٩) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ایمان کے ساتھ اور اللہ کے یہاں ملنے والے اجر وثواب کی امید پر روزہ رکھا اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲۱۹): صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب من صام رمضان ایمانا و احتسابا : صحیح مسلم کتاب الصیام، باب فضل الصیام .

شرح حدیث: ایمان اور احتساب کے ساتھ روزہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا اصل محرک اور اس کی اساس اللہ اور اس کے رسول پر ایمان ہو کہ رسول اللہ ﷺ بنی نوع انسان کے لیے ہدایت وتعلیم لے کر مبعوث ہوئے ہیں وہ سب برحق ہے اور جس عمل پر جس اجر وثواب کا وعدہ فرمایا ہے وہ بھی برحق ہے اس ایمان واحتساب کے ساتھ روزہ دار کا مقصود صرف اور صرف رضائے الٰہی ہو اور اس روزے پر ملنے والے اجر وثواب کی امید ہو کہ اللہ تعالیٰ ضرور اپنا کیا ہوا وعدہ پورا فرمائے گا۔ یہی ایمان واحتساب ہے جس سے مؤمن کے تمام اعمال کا تعلق اللہ تعالیٰ سے قائم ہوتا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہی ایمان واحتساب تمام اعمال صالحہ کی روح ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو عمل صالح جسم بلا روح ہے جس کی اللہ کے یہاں کوئی قدر وقیمت نہیں۔ جبکہ ایمان واحتساب کے ساتھ کیا ہوا بندہ کا ایک عمل بھی اللہ کے یہاں اس قدر عزیز اور اتنا قیمتی ہے کہ اس کے طفیل انسان کے برسہابرس کے گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔

(فتح الباری : ۱/۱۰۱۲ ۔ شرح صحیح مسلم للنووی : ۸/ ۲۶ ۔ معارف الحدیث : ۴/۳۵۲)

رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں

۱۲۲۰ . وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ’’اِذَاجَآءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ، وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ وَصُفِّدَتْ الشَّيَاطِيْنُ‘‘ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۲۲۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب رمضان آتا ہے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲۲۰): صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب هل يقال رمضان او شهر رمضان. صحیح مسلم، اول کتاب الصوم .

کلمات حدیث: صفدت الشياطين : شیطان زنجیروں سے باندھ دیئے جاتے ہیں۔ صفد : کے معنی قید اور بیڑی کے ہیں۔ یعنی شیاطین کے پیروں میں بیڑیاں ڈال دی جاتی ہیں اور انہیں زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔

شرح حدیث: رمضان المبارک کا مہینہ بہت ہی بابرکت مہینہ ہے جب یہ مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنت آسمانوں کے اوپر ہے اور عرش اس کی چھت ہے جنت کے دروازے جب کھول دیئے جاتے ہیں تو اس کے آسمانوں کے دروازے بھی کھول دیئے جاتے ہوں گے۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿ حَتّٰٓى إِذَا جَآءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَٰبُهَا ﴾ (الزمر:۷۳)

’’یہاں تک جب پہنچ جائیں اور اس پر کھولے جائیں گے اس کے دروازے۔‘‘

یعنی جس طرح معزز مکرم مہمانوں کی آمد سے پہلے ہی مہمان خانہ کے دروازے کھولدیئے جاتے ہیں اسی طرح اہل جنت پہنچیں گے تو دروازے کھلے ہوئے پائینگے، چنانچہ سورۂ صٓ میں فرمایا: ﴿ مُفَتَّحَةً لَّهُمُ الْأَبْوَابُ ﴾ ''ان کے لیے دروازے پہلے ہی سے کھلے ہوئے ہوں گے۔'' اور اللہ کے فرشتے انتہائی اعزاز واکرام سے ان کا استقبال کرینگے، ان کے مرتبہ بلند پر ان کی مدح کرینگے اور کلمات سلام وثناء سے ان کو جنت میں آنے پر مبارکباد دینگے۔ رمضان المبارک میں جنت کے دروازے اس لیے کھولدیئے جاتے ہیں کہ مومنین کی رجاء اور امید میں اضافہ ہوجائے اور اس اضافے کے ساتھ ان کو اعمال صالحہ کی رغبت پیدا ہو اور وہ زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ کر کے زیادہ سے زیادہ رحمت الٰہی کے مستحق بن جائیں۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی توجیہ

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں جو مضمون تحریر فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے صالح اور اطاعت شعار بندے رمضان المبارک میں چونکہ طاعات وحسنات میں مشغول ہوجاتے ہیں دن کو روزہ رکھ کر تلاوت میں گزارتے ہیں اور راتوں کا بڑا حصہ تراویح تہجد اور دعاؤں اور استغفار میں بسر کرتے ہیں اور ان کے انوار و برکات سے متاثر ہوکر عام مومنین کے قلوب بھی رمضان المبارک میں عبادات اور اعمال صالحہ کی طرف راغب اور گناہوں سے کنارہ کش ہوجاتے ہیں تو اسلام اور ایمان کے حلقے میں سعادت اور تقویٰ کے اس عمومی رجحان اور نیکی اور عبادت کی اس عام فضاء کے پیدا ہوجانے کی وجہ سے وہ طبائع جن میں کچھ بھی صلاحیت ہوتی ہے اللہ کی مرضیات کی جانب مائل اور شر اور خباثت سے متنفر ہوجاتی ہیں۔ اور پھر اس ماہ مبارک میں تھوڑے سے عمل خیر کی قیمت بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے دوسرے دنوں کی بہ نسبت زیادہ بڑھادی جاتی ہے تو ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے لیے جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے ان پر بند کردیئے جاتے ہیں اور شیاطین ان کو گمراہ کرنے سے عاجز اور بےبس ہوجاتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی اس تشریح کے مطابق جنت کے دروازے کھولے جانے جہنم کے دروازے بند کردیئے جانے اور شیاطین کے زنجیروں میں باندھ دیئے جانے کا تعلق ان اہل ایمان سے ہے جو اس ماہ صیام میں خیر وسعادت کے حصول کے لیے کوشاں ہوتے ہیں اور ماہ کی رحمتوں اور برکتوں سے مستفید ہونے کے لیے عبادتوں کو اپنا شعار بناتے ہیں باقی رہے وہ کفار اور خدا ناشناس اور خدا فراموش اور غفلت شعار لوگ جنکی زندگیوں میں ماہ رمضان کی آمد سے کوئی تبدیلی نہیں آتی، تو ان بشارتوں کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے جب وہ خود ہی اپنی روش پر مطمئن اور سال کے بارہ مہینے شیطان کی پیروی پر راضی ہوگئے ہیں تو پھر اللہ کے یہاں بھی ان کے لیے محرومی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ (فتح الباری: ١/ ١٠١٠۔ عمدة القاری: ١١/ ٢٧٩۔ ارشاد الساری: ٤/ ٤٤٨۔ روضة المتقين ٣/ ٢٣٠۔ معارف الحديث ١/ ٣٤٤)

روزہ اور افطار کا مدار چاند کی رؤیت پر ہے

١٢٢١. وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ، فَاِنْ

غِيَ عَلَيْكُمْ فَاكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلاثِيْنَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيّ، وَفِي رِوَايَةِ مُسْلِمٍ "فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَصُوْمُوْا ثَلاثِيْنَ يَوْماً!

(۱۲۲۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اگر تم پر مخفی ہو تو شعبان کی گنتی پوری کرو۔ (متفق علیہ) اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اگر بادل چھایا ہو تو تیس دن کے روزے رکھو۔

تخریج حدیث(۱۲۲۱): صحيح البخاری، كتاب الصيام، باب قول النبی ﷺ اذا رايتم الهلال فصوموا. صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال و الفطر لرؤية.

کلمات حدیث: فان غبی علیکم : اگر تم پر بادل چھا جائے۔ صحیح بخاری کی روایت میں ہے۔ فان غم علیکم : غبی اور غم دونوں الفاظ کے معنی ایک ہیں یعنی بادل چھا جانا۔ مطلع ابر آلود ہونا جس کی وجہ سے چاند نہ نظر آئے۔

شرح حدیث: حدیث مبارک میں حکم ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرلو اگر بادلوں کے چھا جانے یا گرد و غبار کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو حکم یہ ہے کہ تیس دن کی گنتی پوری کرو۔ ۲۹ شعبان کو اگر چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کر کے رمضان المبارک کے روزوں کا آغاز کیا جائے اسی طرح اگر ۲۹ رمضان کو شوال کا چاند نظر نہ آئے تو رمضان المبارک کے تیس دن پورے کیئے جائیں اور اس کے بعد عید ہوگی۔ غرض روزوں کے آغاز اور رمضان کے روزوں کے افطار کا تعلق صرف اور صرف رؤیت ہلال سے ہے۔ محض فلکی حساب کافی نہیں ہے۔ اسلامی شریعت نے ان اعمال وعبادات کی تعیین کے لیے جن کا تعلق دن یا زمانے یا اوقات سے ہے اس امر کا خاص لحاظ رکھا ہے کہ اس کے وقت اور زمانے کی دریافت اور اس کا معلوم کرنا اس قدر واضح ہو کہ ہر مسلمان خواہ وہ جاہل ہو یا عالم خواہ وہ بستی میں رہتا ہو یا کسی جنگل میں اسے اپنی عبادت کا وقت معلوم کرنے میں کسی دوسرے کی احتیاج نہ ہو اور نہ اسے علم فلکیات حساب اور فلسفہ و سائنس کی مدد لینے کی ضرورت پیش آئے غرض جملہ عبادت کے اوقات کی ایسی علامات مقرر کر دی گئی ہیں جنہیں ہر شخص جان سکتا ہے اور معلوم کر سکتا ہے اور اس کو اس علم کے لیے کسی آلہ کی یا کسی خاص علم کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ نمازوں کے اوقات کی ایسی ظاہری علامتیں مقرر کر دی گئی ہیں جنکے معلوم کرنے میں کسی کو کوئی دشواری نہیں پیش آ سکتی۔ اسی طرح جن عبادات کا تعلق ماہ و سال سے ہے ان کے اوقات معلوم کرنے کے لیے قمری ماہ و سال کو معیار بنایا گیا ہے۔ شمسی ماہ و سال میں ایسی کوئی ظاہری علامت موجود نہیں ہے جسے ہر شخص دیکھ سکے اور خود اس کا مشاہدہ کر سکے۔ لیکن چونکہ قمری مہینوں کا آغاز طلوع قمر سے ہوتا ہے اس لیے ہر شخص بآسانی جان سکتا ہے کہ گزشتہ مہینہ ختم ہو کر نیا مہینہ شروع ہو گیا ہے۔

رمضان المبارک کے چاند کی رؤیت کے اثبات کے لیے ایک گواہ کی گواہی کافی ہے۔ جبکہ شوال کے چاند کی رؤیت کے اثبات کے لیے دو عادل گواہوں کی گواہی ضروری ہے۔

(فتح الباری : ۱/۱۰۱۳ ـ ارشاد الساری : ٤/٤٦٠ ـ عمدة القاری : ۱۰/٤٠٠ ـ معارف الحديث : ۱/۳٥۹)

البَابُ (٢١٨)

بَابُ الْجُوْدِ وَفِعْلِ الْمَعْرُوْفِ وَالْإِكْثَارِ مِنَ الْخَيْرِ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ وَالزِّيَادَةِ مِنْ ذٰلِكَ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْهُ

رمضان المبارک میں جود وسخا نیکی کے کام اعمالِ خیر کی کثرت اور عشرۂ اخیر میں ان اعمال میں اضافہ

رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے

١٢٢٢. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ، وَكَانَ اَجْوَدُ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ وَكَانَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْاٰنَ، فَلَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ اَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(١٢٢٢) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان المبارک میں جب حضرت جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس کثرت سے آتے تو آپ ﷺ اور بھی زیادہ سخاوت کرنے والے ہو جاتے۔ رمضان المبارک میں حضرت جبریل علیہ السلام ہر رات کو آتے اور آپ ﷺ کے ساتھ قرآن کریم کا دور کرتے۔ اس طرح جب حضرت جبریل علیہ السلام کثرت سے آپ ﷺ کے پاس آتے تو آپ ﷺ تیز ہوا سے بھی زیادہ سخاوت کرنے والے ہو جاتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (١٢٢٢): صحيح البخاري، باب بدء الوحي وغيره . صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب كان النبي ﷺ اجود الناس.

کلمات حدیث: جُود: کے معنی کرم نوازی کے ہیں اور بہت کثرت سے لوگوں کو اپنا مال دینے اور احسان کرنے کے ہیں۔ جُود کا درجہ سخاوت سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ اس سے اجود افعل التفضیل ہے یعنی سب سے زیادہ جود وکرم اور سخاوت کرنے والا۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ کے امت پر بے شمار روحانی اور اخلاقی احسانات ہیں آپ ﷺ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ جود وسخا کرنے والے تھے۔ اللہ نے آپ ﷺ کو نور نبوت ﷺ عطا فرمایا آپ ﷺ نے اس نور سے لاکھوں انسانوں کی زندگیاں بدل دیں اوران کے سینوں کو اس نور سے منور فرما دیا، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنے پاس سے علم عطا فرمایا آپ ﷺ نے اس علم کی روشنی سے کون ومکاں کو اجاگر کر دیا اور ساری دنیا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہالت کی تاریکیوں سے نکل کر روشنی میں آ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے جو مال کافروں سے لے کر آپ ﷺ کو لوٹایا وہ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے اللہ کے ماننے والوں میں تقسیم فرما دیا۔ آپ ﷺ نے نہ کبھی کسی سائل کو رد کیا اور نہ کبھی کسی کی بات کے جواب پر نہیں کہا۔

یہ جود وسخا تو روزمرہ کی زندگی کا شیوہ تھا مگر رمضان المبارک میں جب حضرت جبرئیل علیہ السلام کی آمد بڑھ جاتی تو آپ ﷺ جود وکرم میں اور اعطاء وبخشش میں تیز ہوا سے بھی سبک سیر ہو جاتے تھے۔

رمضان المبارک میں قرآن کریم کا دور

رمضان المبارک میں حضرت جبرئیل علیہ السلام ہر رات تشریف لاتے اور آپ ﷺ کے ساتھ قرآن کریم کا تدارس کرتے یعنی آپ ﷺ کو قرآن کریم سناتے اور آپ ﷺ سے قرآن سنتے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ روزے دار کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ اسوۂ رسول ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی اتباع کرتے ہوئے کثرت سے تلاوت قرآن کرے اور اسے سنے اور سنائے اور کثرت سے جود وسخا کرے اور خاص طور پر ان لوگوں کی ضرورتوں کا خیال کرے جو اپنے دنیاوی اشتغال سے کنارہ کش ہو کر اور کسب معاش سے بے پرواہ ہو کر اللہ کی بندگی اور اس کی عبادت میں مصروف ہو گئے ہوں۔

(فتح الباری : ١/ ٢٣١۔ شرح صحیح مسلم للنووی : ١٥/ ٥٦۔ دلیل الفالحین : ٤/ ٢٨۔ نزهة المتقین : ٢/ ١٩١)

آخری عشرہ میں عبادت کا زیادہ اہتمام

١٢٢٣ . وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ اَحْيَا اللَّيْلَ وَاَيْقَظَ اَهْلَهُ، وَشَدَّ الْمِئْزَرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(١٢٢٣) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آ جاتا تو آپ ﷺ ساری رات بیدار رہتے اور گھر والوں کو بھی جگاتے اور خود کمر ہمت کس لیتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (١٢٢٣): صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان . صحیح مسلم، کتاب الاعتکاف، باب اعتکاف العشر الاواخر من شهر رمضان .

شرح حدیث: رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اسوۂ حسنہ کی اتباع اور پیروی میں اعتکاف اور نماز شب اور تہجد اور نوافل اور تلاوت قرآن کی خوب کثرت ہونی چاہیے تا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں اور تمام اہل خانہ مل کر عبادت کریں اور نوافل پڑھیں۔ یہ حدیث اس سے پہلے گزر چکی ہے۔ (دلیل الفالحین : ٤/ ٢٩۔ نزهة المتقین : ٢/ ١٩٢)
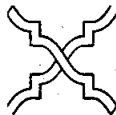
البَابُ (۲۱۹)

بَابُ النَّهِي عَنْ تَقَدُّمِ رَمَضَانَ بِصَوْمٍ بَعْدَ نِصْفِ شَعْبَانَ اِلَّا لِمَنْ وَصَلَه' بِمَا قَبْلَه' اَوْ وَافَقَ عَادَةً لَه' بِاَنْ كَانَ، عَادَتُه' صَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ فَوَافَقَه'

رمضان المبارک سے پہلے نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے کی ممانعت سوائے اس شخص کے جو ما قبل سے ملانے کا عادی ہو یا پیر یا جمعرات کے دن روزہ رکھا کرتے ہوں تو وہ پندرہ شعبان کے بعد کی پیر یا جمعرات کو روزہ رکھ سکتا ہے

●●●●●●●●●●●●●

۱۲۲۴. عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "لَا یَتَقَدَّمَنَّ اَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ یَوْمٍ اَوْ یَوْمَیْنِ اِلَّا اَنْ یَكُوْنَ رَجُلٌ كَانَ یَصُوْمُ صَوْمَه' فَلْیَصُمْ ذٰلِكَ الْیَوْمَ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۱۲۲۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص رمضان سے ایک دن یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے مگر یہ کہ وہ اس دن کا روزہ رکھا کرتا ہو تو وہ روزہ رکھ لے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۲۲۴): صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب لا یتقدم رمضان بصوم یوم ولا یو مین . صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب لاتقدموا رمضان بصوم یوم ولا یومین .

شرح حدیث: نصف شعبان کے بعد اور رمضان المبارک سے قبل روزہ رکھنے کی ممانعت ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص پہلے سے نفلی روزہ رکھتا ہو یعنی ایک دن روزہ رکھتا ہو اور ایک دن چھوڑتا ہو اور روزہ رکھنے والا دن رمضان سے ایک دن قبل ہو تو روزہ رکھ سکتا ہے اسی طرح اگر کوئی پیر یا جمعرات کے دن روزہ رکھنے کا عادی ہو اور یہ دن رمضان سے پہلے آجائے تو وہ روزہ رکھ سکتا ہے کیونکہ اس کا یہ روزہ اس کے مستقل معمول کا حصہ ہے۔ بعض روایات میں نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے کی ممانعت وارد ہوئی اس صورت میں شعبان کی ۱۶ اور ۱۷ کو بھی روزہ نہ رکھنا چاہیے مگر یہ کہ کسی کے معمول کے روزہ کا دن ۱۶ اور ۱۷ کو آجائے تو وہ روزہ رکھ سکتا ہے۔

(فتح الباری : ۱۰۱۷/۱ ـ دلیل الفالحین : ۳۰/٤ ـ ریاض الصالحین : (اردو ترجمہ صلاح الدین یوسف) ۲۲۱/۲)

●●●●●●●●●●●●●

چاند نظر نہ آئے تو پورے تیس روزے رکھے

۱۲۲۵. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "لَا تَصُوْمُوْا قَبْلَ رَمَضَانَ صُوْمُوْا لِرُؤْیَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْیَتِهٖ، فَاِنْ حَالَتْ دُوْنَه' غَیَایَةٌ فَاَكْمِلُوْا ثَلَاثِیْنَ یَوْمًا" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ .

"اَلْغَیَایَةُ" بِالْغَیْنِ الْمُعْجَمَةِ وَبِالْیَآءِ الْمُثَنَّاةِ مِنْ تَحْتِ الْمُكَرَّرَةِ وَهِیَ: السَّحَابَةُ .

(۱۲۲۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رمضان سے قبل روزہ نہ رکھو، چاند دیکھ کر روزہ رکھواور اگر بادل حائل ہو جائے تو تیس دن کی گنتی پوری کرلو۔ (ترمذی) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔غیایۃ کے معنی بادل کے ہیں۔

تخریج حدیث(۱۲۲۵): الجامع للترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء ان الصوم لرؤیة الهلال .

شرح حدیث: ۱۵ شعبان کے بعد نفلی روزے نہ رکھنے چاہئیں بلکہ رمضان المبارک کا استقبال کرنا چاہیے اور رمضان کا چاند دیکھ کر رمضان المبارک کے روزے رکھے جائیں اگر آسمان پر بادل چھائے ہوئے ہوں تو شعبان کے تیس دن پورے کر کے رمضان کے روزے شروع کیے جائیں۔ (دلیل الفالحین : ٤/ ٣١ـ روضة المتقين : ٣/ ٢٣٤)

شعبان کے آخری نصف میں روزہ نہیں رکھنا چاہیے

١٢٢٦ . وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِذَا بَقِيَ نِصْفٌ مِنْ شَعْبَانَ فَلَا تَصُومُوا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ!

(١٢٢٦) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب نصف شعبان باقی رہ جائے تو نفلی روزے نہ رکھو۔ (ترمذی) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث(۱۲۲٦): الجامع للترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی کراهية الصوم فی نصف الثانی من شعبان.

شرح حدیث: اگر کسی شخص پر نذر کا روزہ لازم ہو یا کسی روزے کی قضاء اس کے ذمہ ہو یا کسی دن روزہ رکھنے کا عادی ہو، جیسے جمعرات کا روزہ اور یہ دن رمضان سے پہلے واقع ہو رہا ہے تو یہ شخص رمضان سے پہلے یہ روزہ رکھ سکتا ہے اگر ایسا نہ ہو تو نصف شعبان کے بعد روزہ نہ رکھے بلکہ رمضان کا استقبال کرے۔ (تحفة الاحوذی : ٣/ ٤١٢ـ دلیل الفالحین : ٤/ ٣١)

یوم الشک میں روزہ رکھنے کی ممانعت

١٢٢٧ . وَعَنْ اَبِي الْيَقْظَانِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ فَقَدْ عَصَى اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(١٢٢٧) حضرت ابوالیقظان عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جس نے یوم شک کا روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔ (ترمذی) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث(۱۲۲۷): سنن ابی داؤد، کتاب الصیام، باب کراهية یوم الشك .

کلمات حدیث: الیوم الذی یشك فیه: وہ دن جس میں شک ہے کہ شعبان ہو یا رمضان وہ یوم شک ہے۔

شرح حدیث: یوم شک کا مطلب یہ ہے کہ بادلوں کی وجہ سے ۲۹ شعبان کو چاند نظر نہیں آیا تو تیس شعبان کے بارے میں کوئی شخص یہ شک کرے کہ ہوسکتا ہے چاند ہوگیا ہو اور رمضان کی پہلی تاریخ ہو اور وہ اس دن کا روزہ رکھ لے۔ تو یہ روزہ صحیح نہیں ہے بلکہ لازمی ہے کہ شعبان کے تیس دن شمار کر کے روزے شروع کیئے جائیں۔ ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبادت کی احتیاط یہ ہے کہ جب واجب ہو جب ہی انجام دی جائے قبل وجوب کسی عبادت کا انجام دینا صحیح نہیں ہے۔

(روضة المتقین : ٤/٢٣٥ـ دلیل الفالحین : ٤/٣١ـ تحفة الاحوذی : ٣/٤٩٩)

البَابُ (٢٢٠)

بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ رُؤْيَةِ الْهِلَالِ
چاند دیکھنے کے وقت کی دعاء

١٢٢٨ . عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا رَاَى الْهِلَالَ قَالَ : "اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ، رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ، هِلَالُ رُشْدٍ وَخَيْرٍ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ !

(١٢٢٨) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم چاند دیکھنے کے وقت یہ دعا فرماتے:

" اللّٰهم اهله علينا بالأمن والايمان والسلامة والا سلام " الخ .

''اے اللہ! اس کو ہم پر طلوع فرما امن و ایمان اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ، میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔ یہ ہدایت اور خیر کا چاند ہو۔'' (ترمذی) یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث(۱۲۲۸): الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، باب ما یقول عند رویة الهلال .

کلمات حدیث: اهله : اسے طلوع فرما۔ هلال : مہینے کی پہلی، دوسری اور تیسری تاریخ کا چاند، اس سے۔ اهِلَّه : اسے طلوع کر۔ اهـلـه علينا : اسے ہم پر طلوع فرما۔ هلال رشد: ایسا ہلال جس کو دیکھ کر ہم رشد و ہدایت پر قائم رہیں اور رشد و ہدایت کے سفر میں آگے بڑھیں یعنی اس ھلال کے ساتھ شروع ہونے والے مہینے میں زیادہ اعمال صالحہ کریں۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ جب مہینے کی آغاز میں چاند دیکھتے تو یہ دعا فرماتے:

" اللهم اهله علينا بالأمن والايمان والسلامة والإسلام ربى وربک الله هلال خير ورشد ."

یعنی اے اللہ، تو اس چاند کو ہم پر اس طرح طلوع فرما کہ اس کے طلوع سے جب مہینے کا آغاز ہو تو ہمیں امن و سلامتی ملے اور ہم ایمان و اسلام پر قائم رہیں، اے چاند میرا رب بھی اللہ ہے اور تیرا رب بھی اللہ ہے۔ اللہ کرے کہ یہ ایسا چاند ہو کہ اس سے شروع ہونے والے مہینے میں ہم رشد و ہدایت پر قائم رہیں اور رشد و ہدایت میں ترقی کریں اور اس میں اضافہ ہو۔

چاند دیکھ کر یہ دعا کرنا سنت ہے۔ (روضة المتقين : ٢٣٦/٣ ـ دليل الفالحين : ٣٣/٤)

البَابُ (٢٢١)

بَابُ فَضْلِ السُّحُوْرِ وَتَاخِيْرِهِ مَالَمْ يَخْشَ طُلُوْعَ الْفَجْرِ
سحری کی فضیلت اوراس کی تاخیر جب تک طلوع فجر کا اندیشہ نہ ہو

١٢٢٩. عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِي السَّحُوْرِ بَرَكَةً" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(١٢٢٩) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سحری کروکہ سحری میں برکت ہے۔(متفق علیہ)

کلمات حدیث(١٢٢٩): سُحور : س کے پیش کے ساتھ سحر کے وقت اٹھنا اوراس وقت کی خیر وبرکت حاصل کرنا اور سَحور : س کے زبر کے ساتھ سحر کے وقت کچھ کھانا تا کہ روزہ رکھنے کی قوت حاصل ہو اوراس کے لیے توانائی برقرار رہے۔

شرح حدیث: صبح صادق کے طلوع ہونے سے پہلے اٹھ کر کچھ کھالینا متعدد پہلوؤں سے خیر وبرکت کا حامل ہے،سب سے پہلی بات یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی سنت کی اتباع اور اہل کتاب کی مخالفت ہے اوراس سے عبادت کی قوت اوراگلے دن کے روزے کے لیے نشاط حاصل ہو جاتا ہے۔نیز یہ کہ سحر کا وقت قبولیت دعا کا وقت ہے۔

ابوبکر بن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اولاً سو جانے کے بعد کھانے پینے کی اجازت نہیں تھی۔پھر اللہ تعالیٰ نے فضل وکرم فرمایا اور امت محمد ﷺ کی فضیلت اور مرتبہ کے اظہار کے لیے گزشتہ تمام حلقوں میں اس کی امتیازی شان کے اظہار کے لیے سحر میں کھانا پینا مقرر فرمایا، چاہے کوئی ایک گھونٹ پانی ہی پیئے اگر کوئی شخص سحری نہ کرے وہ اس امت میں سے نہیں ہے یعنی وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کا تارک اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کا چھوڑنے والا ہے۔سحری کھانے میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے اوراس برکت کے پانچ پہلو ہیں،اللہ کی جانب سے رخصت کو قبول کرنا،سنت پر عمل کرنا،اہل کتاب کی مخالفت،عبادات کی قوت حاصل کرنا،اوردل کا کھانے کے خیال سے فارغ ہونا۔حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سحری کے بابرکت کھانے کی جانب سبقت کرو۔(فتح الباری : ١٠٢٢/١۔ عمدة القاری : ١٠ / ٤٢٧۔ روضة المتقین : ٢٣٧/٣)

رمضان میں سحری اور نماز کے درمیان وقفہ کم ہوتا تھا

١٢٣٠. وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : تَسَحَّرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قُمْنَا اِلَى الصَّلٰوةِ قِيْلَ: كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ : خَمْسُوْنَ آيَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(١٢٣٠) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سحری کھائی پھر ہم نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ان سے پوچھا گیا کہ ان دونوں میں کتنا فاصلہ تھا انہوں نے کہا کہ پچاس آیات کے

بقدر۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲۳۰): صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب قدر کم بین السحور . صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل السحور تاکید استحباب .

شرح حدیث: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سحری کھائی اور پھر نماز کیلئے کھڑے ہوگئے۔ کسی نے دریافت کیا کہ سحری کے اختتام اور نماز کا درمیانی وقت کتنا تھا انہوں نے فرمایا کہ اتنا وقت جس میں کوئی آدمی قرآن کریم کی ایسی پچاس آیات تلاوت کرلے جو نہ زیادہ لمبی ہوں اور نہ زیادہ مختصر اور وہ ان کو نہ زیادہ تیز پڑھے اور نہ زیادہ آہستہ۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سحری کھائی جب دونوں سحر سے فارغ ہو گئے تو اللہ کے نبی ﷺ نماز کیلئے کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ ان دونوں کے سحر سے فارغ ہونے اور نماز کیلئے کھڑے ہونے کے درمیان کتنا وقت تھا اتنا جتنے وقت میں کوئی آدمی پچاس آیات تلاوت کرلے۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اسوۂ رسول ﷺ کی اتباع اور عبادات کا اس قدر شوق غالب تھا کہ وہ وقت کی مقدار یا مدت بتانے کے لیے بھی عبادات میں صرف ہونے والے اوقات سے اندازہ کرکے بتایا کرتے تھے اور اس طرح مدت وقت کی تعیین میں کسی کو تامل بھی نہیں ہوتا تھا بلکہ سب بخوبی سمجھ لیتے تھے کہ قرآن کریم کی پچاس آیات کی تلاوت میں کتنا وقت لگتا ہے۔

(فتح الباری: ١/ ٤٩٠۔ شرح صحیح مسلم للنووی: ٧/ ١٨٠۔ تحفۃ الاحوذی: ٣/ ٤٤٠۔ روضۃ المتقین: ٣/ ٢٣٨)

سحری ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان پر ختم کرو

١٢٣١. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤَذِّنَانِ: بِلَالٌ وَابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ" قَالَ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا إِلَّا أَنْ يَّنْزِلَ هٰذَا وَيَرْقٰى هٰذَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !

(١٢٣١) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دو مؤذن تھے ایک بلال اور دوسرے ابن ام مکتوم۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بلال رات کو اذان دیتے ہیں سو تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم اذان دیں۔ راوی کا بیان ہے کہ ان دونوں کی اذانوں میں بس اتنا فرق تھا کہ ایک اترتا اور دوسرا چڑھتا۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲۳۱): صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب اذان الاعمی . صحیح مسلم، کتاب الصیام باب بیان الدخول فی الصیام یحصل بطلوع الفجر .

شرح حدیث: اس حدیث میں بیان ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے دو مؤذن تھے، جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول کریم ﷺ کے تین مؤذن تھے بلال، ابومحذورہ اور ابن ام مکتوم۔ عراقی رحمہ اللہ شرح التقریب میں

فرماتے ہیں کہ جب روایات میں دو موذن کا ذکر ہے وہاں مدینہ منورہ کے دو موذن مراد ہیں۔ اور تین کی روایت میں ابومحذورہ ہیں جو مکہ مکرمہ میں اذان دیتے تھے۔ اور ایک چوتھے موذن ہیں جن کا نام سعد القرظ ہے انہوں نے قباء میں اذان دی اور پھر بعد میں حضرت بلال کی جگہ مدینہ منورہ میں اذان دی۔ اور ایک اور موذن تھے جن کا نام زیاد بن حارث صدائی تھا لیکن یہ مستقل موذن نہ تھے۔ انہی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ بھائی صدائی اذان دے چکے ہیں اور جو اذان دے وہی اقامت کہے۔ (ابوداؤد)

غرض عہد رسالت میں دو مؤذن تھے اور دو اذانیں ہوتی تھیں پہلی اذان کا مقصد یہ تھا کہ جو سحری کھا رہے ہوں وہ متنبہ ہو جائیں کہ سحری کا وقت اب ختم ہو چلا ہے، اور اب نماز کی تیاری کرنا چاہیئے۔ اور اس کے بعد دوسری اذان دوسرا موذن دیتا جو سحری کے وقت کے ختم ہو جانے اور صبح صادق طلوع ہو جانے کا اعلان ہوتا۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی معمول رمضان کے علاوہ بھی تھا۔ دونوں اذانوں کے درمیان وقفے کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ حضرت بلال اذان دینے کے بعد دعاء میں مصروف ہو جاتے اور طلوع فجر کا انتظار کرتے جب طلوع فجر کا وقت قریب ہو جاتا تو نیچے اترتے اور ابن ام مکتوم کو اطلاع کرتے وہ وضوء کرتے اور اذان دیتے۔ جمہور فقہاء کے نزدیک ضرورت کے تحت ایک مسجد میں دو موذن مقرر کرنا درست ہے۔

(كشف العظاء عن وجه الموطا: صـ ٥٨ـ فتح البارى : ١/٥٠٩ـ شرح صحيح مسلم للنووى : ٧/١٧٦)

سحری امتِ محمدیہ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے

١٢٣٢ . وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : فَصْلُ مَابَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ اَهْلِ الْكِتَابِ اَكْلَةُ السَّحَرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(١٢٣٢) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق کرنے والی چیز سحری کا کھانا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (١٢٣٢): صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب فضل السحور .

کلمات حدیث: فَصل : فرق، امتیاز۔ فصل فصلا (باب ضرب) جدا کرنا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے حالات

راوی حدیث: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ۷ھ میں اسلام لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں سریہ ذات السلاسل کا امیر مقرر کیا۔ بہت عقلمند اور صاحب رائے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں مصر کا والی مقرر کیا اور انہوں نے وہیں ۴۳ھ میں وفات پائی۔ آپ سے ۳۷ احادیث مروی ہیں جن میں ۳ متفق علیہ ہیں۔ (الاصابه فى تمير الصحابة)

شرح حدیث: سحور: (سحری کھانا) اس امت کے خصائص میں سے ہے اور اس سے امت مسلمہ کے روزوں میں اور یہود و نصاریٰ کے روزوں میں فرق و امتیاز پیدا ہوتا ہے۔ (فتح البارى : ١/١٠٤٦ـ روضة المتقين : ٣/٢٤١ـ دليل الفالحين : ٤/٣٦)

الباب (۲۲۲)

بَابُ فَضْلِ تَعْجِيلِ الْفِطْرِ وَ مَا يُفْطِرُ عَلَيْهِ وَمَا يَقُوْلُهُ بَعْدَ اِفْطَارِهِ
تعجیل افطار کی فضیلت، کس چیز سے افطار کرے اور افطار کے بعد کی دعاء

۱۲۳۳۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَايَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَاعَجَّلُوا الْفِطْرَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !

(۱۲۳۳) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ اس وقت تک بھلائی میں رہنگے جب تک وہ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۲۳۳): صحيح البخاری، كتاب الصيام، باب تعجيل الافطار . صحيح مسلم، كتاب الصيام باب فضل السحورو تاكيد استحبابه .

کلمات حدیث: لا یزال الناس بخير : لوگ ہمیشہ خیر کے ساتھ رہنگے لوگوں کو اس وقت تک دائمی خیر حاصل رہے گی۔ لا یزال : کے معنی ہیں زائل نہیں ہوتا، ختم نہیں ہوتا۔ زال زوالا (باب نصر) زائل ہونا، ختم ہونا۔ زوال شمس : سورج کا ڈھل جانا۔

شرح حدیث: غروب آفتاب کے بعد فوراً روزہ کھولنا چاہئیے اور افطار کرنے میں جلدی کرنی چاہئیے اور جب تک مسلمان اللہ کے رسول ﷺ کے قائم کردہ طریقے پر قائم اور ان کی سنت کی اتباع اور ان کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرتے رہیں گے دین و دنیا کی خیر اور بھلائی انہیں حاصل رہے گی۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے الام میں فرمایا کہ افطار میں تعجیل مستحب ہے اور عمداً تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

(فتح الباری ١/ ١٠٤٧۔ شرح صحيح مسلم للنووی ٧/ ١٨٠۔ روضة المتقين ٣/ ٣٤١)

رسول اللہ ﷺ افطاری میں جلدی فرماتے تھے

۱۲۳۴۔ وَعَنْ اَبِيْ عَطِيَّةَ قَالَ : دَخَلْتُ اَنَا وَمَسْرُوْقٌ عَلَى عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَ لَهَامَسْرُوْقٌ : رَجُلَانِ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِلَاهُمَا لَايَأْلُوْعَنِ الْخَيْرِ! اَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْاِفْطَارَ، وَالْاٰخَرُ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَالْاِفْطَارَ؟ فَقَالَتْ مَنْ يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْاِفْطَارَ؟ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ. يَعْنِي ابْنَ مَسْعُوْدٍ. فَقَالَتْ هٰكَذَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

قَوْلُهُ "لَايَأْلُوْ" اِيْ لَايُقَصِّرُفِي الْخَيْرِ!

(۱۲۳۴) حضرت ابوعطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور مسروق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا کہ اصحاب محمد ﷺ میں دو آدمی ہیں

دونوں ہی کارِ خیر میں کمی کرنے والے نہیں ہیں۔ایک ان میں سے مغرب اور افطار میں جلدی کرتا ہے اور دوسرا مغرب اور افطار میں تاخیر کرتا ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دریافت کیا کہ مغرب اور افطار میں جلدی کون کرتا ہے انہوں نے کہا کہ عبداللہ یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے۔(مسلم)

لا یالو : کے معنی ہیں خیر کے کام میں کمی نہیں کرتے۔

تخریج حدیث(۱۲۳۴): صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل السحور .

کلمات حدیث: لایالو : کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ الایألو : سے ہے جس کے معنی تقصیر کے ہیں۔

شرح حدیث: مغرب کی نماز میں اور روزہ کے افطار کرنے میں تعجیل رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سنت نبوی ﷺ کی اتباع اور اسوۂ حسنہ کی پیروی کی بہت سعی وکوشش کرتے تھے اور اعمال صالحہ اور امور خیر کی جانب مسابقت کرتے تھے۔ دو اصحاب جن کا ذکر حدیث مبارک میں ہوا، ایک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور دوسرے حضرت ابوموسی الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔امام طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک کا عمل عزیمت کا عمل ہے اور دوسرے کا عمل رخصت کا عمل ہے۔ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بات اس صورت میں درست ہے جب اختلاف فعل میں ہو اور اگر اختلاف قولی ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مغرب کی نماز اور روزہ کے افطار میں تعجیل کے مبالغہ کے ساتھ قائل تھے جبکہ حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تعجیل میں مبالغہ کے قائل نہیں تھے ورنہ رخصت سب کے یہاں متفق علیہ ہے۔بہتر یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل کو سنت پر اور حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل کو بیان جواز پر محمول کیا جائے۔

(تحفة الاحوذی: ۳/ ٤٤٠ ۔ شرح صحیح مسلم للنووی: ۷/ ۱۸۰ ۔ روضة المتقین: ۳/ ۲٤۲ ۔ دلیل الفالحین: ٤/ ۳۹)

جلدی افطار کرنے والے اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں

۱۲۳۵ . وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ "اَحَبُّ عِبَادِیْ اِلَیَّ اَعْجَلُهُمْ فِطْرًا" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۱۲۳۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے بندوں میں مجھے زیادہ محبوب وہ ہیں جو زیادہ جلدی افطار کرنے والے ہیں۔(ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(۱۲۳۵): الجامع للترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی تعجیل الافطار .

کلمات حدیث: احب عبادی الی : میرے بندوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب۔

شرح حدیث: اللہ کے مومن اور روزے دار بندوں میں سے اللہ کو وہ بندے زیادہ محبوب ہیں جو اللہ کے حبیب ﷺ کی سنت کی اتباع میں روزے کے افطار میں جلدی کرتے ہیں۔صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور ﷺ کی اس سنت پر عمل پیرا تھے۔چنانچہ عمرو

بن میمون ازدی سے روایت ہے کہ صحابہء کرام روزے کے افطار میں جلد کرتے اور سحر کا اختتام زیادہ دیر میں کرتے ،یعنی اول وقت افطار کرتے اور آخروقت میں سحر ختم کرتے۔امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ افطار میں جلدی کی حکمت یہ ہے کہ روزہ کی دن بھر کی کلفت دور ہوکر روزہ دار اس خوشی سے جلد از جلد ہمکنار ہوجاتے جو افطار سے حاصل ہوتی ہے۔واللہ اعلم

(روضة المتقين : ٣/ ٢٤٢ـ دليل الفالحين ٤/ ٤٠)

سورج کے غروب ہونے کا یقین ہوتے ہی افطار کرلینا چاہیے

١٢٣٦. وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا وَاَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هٰهُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّآئِمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !

(١٢٣٦) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب رات ادھر سے آجائے اور دن ادھر سے چلا جائے اور سورج غروب ہوجائے تو روزہ دار نے روزہ افطار کرلیا۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(١٢٣٦): صحيح البخاری، كتاب الصوم، باب متى يحل فطر الصائم . صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب بيان وقت القضاء الصوم وخروج النهار .

کلمات الحدیث: اذا اقبل الليل من ههنا : جب رات ادھر سے سامنے آجائے یعنی جب رات مشرق کی طرف سے پھیلتی ہوئی آجائے ۔ ادبر النها ر من ههنا : دن ادھر سے پلٹ کر چلا جائے۔یعنی مغرب کی جانب دن پیٹھ موڑ کر چلا ئے جائے۔

شرح حدیث: مشرق سے آتی ہوئی رات کا اندھیرا پھیل جائے دن پیٹھ موڑ کر مغرب کی جانب چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار کا روزہ تمام ہوگیا اور مکمل ہوگیا۔قرآن کریم میں ارشاد الٰہی ہے۔ثم اتموا الصیام الی اللیل (پھر رات تک روزے پورے کرو) حکم کا تقاضہ یہ ہے کہ جب رات ظاہر ہوجائے تو روزہ پورا ہوگیا اور رات کا ظہور سورج غروب ہونے کے بعد ہوجاتا ہے۔مقصود حدیث مبارک یہ ہے کہ افطار میں تعجیل افضل ہے اور سورج کے غروب ہوتے ہی روزہ مکمل ہوجاتا ہے۔

(فتح الباری ١/ ١٠٤٦ـشرح مسلم للنووی ٧/ ١٨٢، تحفة الاحوذی ٣/ ٤٣٦)

افطار کھجور کے علاوہ دوسری چیزوں سے بھی ہوسکتا ہے

١٢٣٧. وَعَنْ اَبِيْ اِبْرَاهِيْمَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَآئِمٌ" فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، قَالَ لِبَعْضِ الْقَوْمِ : "يَافُلَانُ اَنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْاَمْسَيْتَ؟ قَالَ: اَنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا" قَالَ : اِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا: قَالَ "اَنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا" قَالَ : فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُمْ فَشَرِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ : اِذَا رَاَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ اَقْبَلَ مِنْ

هٰهُنَا فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّآئِمُ'' وَاَشَارَ بِيَدِهٖ قِبَلَ الْمَشْرِقِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !

قَوْلُهٗ : اِجْدَحْ'' بِجِيْمٍ ثُمَّ دَالٍ ثُمَّ حَآءٍ مُهْمَلَتَيْنِ: اِیْ اَخْلِطِ السَّوِيْقَ بِالْمَآءِ .

(١٢٣٧) حضرت ابوابراہیم عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور رسول اللہ ﷺ روزے سے تھے جب سورج غروب ہوا تو آپ ﷺ نے کسی سے فرمایا کہ اے فلاں اترو اور ہمارے لیے ستو تیار کرو۔ اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ شام ہو جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اترو اور ہمارے لیے ستو تیار کرو۔ اس نے کہا کہ ابھی تو دن باقی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اترو اور ستو تیار کرو۔ چنانچہ وہ اترے اور آپ ﷺ کے لیے ستو تیار کیا جو رسول اللہ ﷺ نے پیا پھر فرمایا کہ جب تم رات کو ادھر سے آتا ہوا دیکھو تو روزہ دار کا روزہ پورا ہو گیا۔ اور آپ ﷺ نے مشرق کی جانب اشارہ فرمایا۔ (متفق علیہ)

اجدح کے معنی ہیں ستو کے پانی میں ملانا، ستو کو پانی میں گھولنا۔

تخریج حدیث(۱۲۳۷): صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب متى يحل فطر الصائم . صحيح مسلم، كتاب الصيام باب حان وقت قضاء الصوم و خروج النهار۔

کلمات حدیث: سويق : ستو، گندم یا جو کے دانوں کو ابال کر پیس لیا جاتا ہے اور پھر حسب ضرورت پانی میں ملا کر یا گھی یا شہد میں ملا کر استعمال کیا جاتا ہے۔ فقد افطر الصائم : کے معنی ہیں کہ روزہ دار کو چاہیئے کہ وہ افطار کر لے۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ سفر میں روزہ سے تھے جب سورج غروب ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے فلاں سواری سے اتر کر ہمارے لیے ستو بنا دو۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ مخاطب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

(فتح الباری ١/ ١٠٣٩ ۔ روضة المتقين ٣/ ٢٤٤)

سادہ پانی سے افطار

١٢٣٨ . وَعَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ الضَّبِّيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِذَا اَفْطَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى تَمْرٍ ، فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى مَآءٍ فَاِنَّهٗ طَهُوْرٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(١٢٣٨) حضرت سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی روزہ افطار کرے تو وہ کھجور سے کرے اگر نہ ہو تو پانی سے کرے کہ پانی پاکیزہ اور پاک کرنے والا ہے۔ (ابوداؤد اور ترمذی۔ اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۱۲۳۸): سنن ابی داؤد، کتاب الصيام، باب ما يفطر عليه . الجامع للترمذی، کتاب الصيام، باب

ما یستحب علیه افطار .

شرح حدیث: کھجور سے روزہ افطار کرنا سنت ہے اور مستحب ہے۔ کھجور میسر نہ ہو تو پانی پی لے۔ اور کھجور کھانے کے بعد تھوڑا تھوڑا پانی پیے۔ چنانچہ ابن حبان کی ایک روایت میں ہے کہ تھوڑا تھوڑا پانی ٹھہر ٹھہر کر پئے کھجور پر پانی پینا طبی اعتبار سے مفید ہے۔

(دلیل الفالحین ٤/ ٤٢۔ روضة المتقین ٣/ ٢٤٥۔ تحفة الاحوذی ٣/ ٣٦٨)

افطار کھجور سے کرنا افضل ہے

۱۲۳۹. وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ قَبْلَ اَنْ يُصَلِّيَ عَلٰى رُطَبَاتٍ فَاِنْ لَمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَتُمَيْرَاتٍ فَاِنْ لَمْ تَكُنْ تُمَيْرَاتٌ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَّآءٍ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ .

(۱۲۳۹) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے سے پہلے چند تر کھجوروں سے افطار فرماتے اگر تر کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک کھجوریں کھاتے۔ اور اگر وہ بھی نہ ہوتیں تو پانی کے چند گھونٹ پر اکتفاء فرماتے (ابوداؤد، ترمذی)

تخریج حدیث(۱۲۳۹): سنن ابی داؤد، کتاب الصیام، باب ما یفطر علیه. الجامع للترمذی، کتاب الصیام، باب ماجاء ما یستحب علیه الافطار .

کلمات حدیث: رطبات : جمع رطب : آدھی پکی کھجور، درخت پر پکی ہوئی کھجور جو ابھی پوری طرح نہ پکی ہو۔ تمیرات : چند کھجوریں۔ جمع تمرة : وہ کھجور جو درخت سے اتارنے کے بعد خشک کر لی گئی ہے۔

شرح حدیث: ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز مغرب سے پہلے معمولی سی چیز سے افطار فرما لیتے تھے۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ افطار میں تعجیل فرماتے تھے اور افطار فرما کر اپنے آپ کو نماز کے لیے فارغ فرما لیتے تھے۔ آپ ﷺ چند کھجوروں سے افطار پر اکتفاء فرماتے اگر نہ ہوتیں تو چند گھونٹ پانی پی لیتے تھے۔

(تحفة الاحوذی ٣/ ٤٣٣۔ روضة المتقین ٣/ ٢٤٦۔ دلیل الفالحین ٤/ ٤٢)
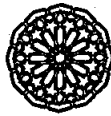
البَابُ (۲۲۳)

بَابُ اَمْرِا لصَّائِمِ بِحِفْظِ لِسَانِهٖ وَجَوَارِحِهٖ عَنِ الْمُخَالِفَاتِ وَالْمُشَاتَمَةِ وَنَحْوِهَا

روزہ دار کو اپنے اعضاء کو اللہ کے احکام کی خلاف ورزی اور زبان کو گالی اور بری بات سے محفوظ رکھنے کا حکم

۱۲۴۰ ۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اِذَا کَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِکُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ، فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْقَاتَلَهٗ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ صَآئِمٌ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ .

(۱۲۴۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو نہ کوئی بری بات کرے اور نہ شور مچائے۔ اگر کوئی اسے برا بھلا کہے یا اس سے لڑے تو یہ کہدے کہ میں روزے سے ہوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۲۴۰): صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب هل یقول انی صائم اذا شتم . صحیح مسلم، کتاب الصوم، باب حفظ اللسان .

شرح حدیث: روزہ کی حالت میں صرف کھانے پینے سے احتراز ہی نہیں بلکہ ہر برائی اور ہر نامناسب کام سے اجتناب چاہیے۔ اور جہاں تک ممکن ہو روزہ دار اللہ کی یاد اور تلاوت میں مشغول رہے۔ اس سے پہلے یہ حدیث باب الصوم (حدیث ۱۲۱۶) میں آچکی ہے۔ (دلیل الفالحین ٤/ ٤٤ ـ نزهة المتقین ٢٠/ ٢٠٠)

جو جھوٹ بولنا نہ چھوڑے اس کو روزے کا ثواب نہیں ملتا

۱۲۴۱ ۔ وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَیْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیْ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ .

(۱۲۴۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے جھوٹ بولنا نہ چھوڑا اور اس پر عمل کرنا ترک نہ کیا تو اللہ کو کوئی غرض نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۲۴۱): صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب من لم یدع قول الزور .

شرح حدیث: روزہ دار کو چاہیے کہ روزہ میں ہر برے کام اور ہر بری بات سے بچے۔ جھوٹ بولنا ایک بہت بڑی برائی ہے روزہ میں اس کی برائی بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے روزہ میں جھوٹ بولنا، جھوٹی بات تراش کر اس پر عمل کرنا اس قدر بڑی برائی ہے کہ اس سے روزے کے فوائد اور اس کا اجر و ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ واجتنبوا قول الزور۔ بعض مفسرین نے لہو ولعب اور گانے وغیرہ جیسے امور کو بھی زور کے مفہوم میں شامل کیا ہے۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غیبت اور افتراء بھی زور میں داخل ہے۔ غرض روزہ دار کے لیے لازمی ہے کہ وہ روزہ کی حالت میں ہر برائی کو اور ہر بری بات کو ترک کرے اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کے

روزے سے مستغنی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کچھ روزے دار ایسے ہوتے ہیں جنہیں روزے سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ نہیں ملتا اور اور کچھ رات کو قیام کرنے والے ہیں کہ انہیں سوائے بے خوابی کے قیام اللیل سے کوئی حصہ نہیں ملتا۔ (فتح الباری ١/ ١٠١٢۔ تحفة الاحوذی ٣/ ٤٤٥)

الباب (٢٢٤)

بَابٌ فِی مَسَائِلَ مِنَ الصَّوْمِ
روزہ کے مسائل

روزے کی حالت میں بھولے سے کھانا پینا

١٢٤٢ . عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا نَسِیَ اَحَدُكُمْ فَاَكَلَ اَوْشَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ، فَاِنَّمَا اَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(١٢٤٢) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے اگر کوئی بھول کر کھا پی لے وہ اپنا روزہ پورا کرے اسے اللہ تعالیٰ نے کھلایا ہے اور اس نے پلایا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (١٢٤٢): صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب اذا اکل او شرب ناسیاً . صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب اکل الناسی و شر به و جماع لا یفطر .

شرح حدیث: روزہ دار اگر بھول جائے کہ اس کا روزہ ہے اور وہ بھولے سے کچھ کھا پی لے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹا اور اسے چاہیئے کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے خواہ رمضان کا فرض روزہ یا نفلی روزہ یا قضاء کا روزہ اور اس روزہ کا اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس نے رمضان میں بھول کر روزہ کھول لیا اس پر کوئی قضا اور کفارہ نہیں ہے۔ حضرت ابوسریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ) میرا روزہ تھا اور میں نے بھولے سے کھا پی لیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تجھے اللہ نے کھلایا ہے اور اس نے پلایا ہے۔

(فتح الباری ١/ ١٠٢٨ ۔ شرح صحیح مسلم للنووی ٨/ ٢٨ ۔ تحفۃ الاحوذی ٣/ ٤٦٩ ۔ نزھۃ المتقین ٢/ ٢٠١)

روزے کی حالت میں غرارہ ممنوع ہے

١٢٤٣ . وَعَنْ لَقِيطِ بْنِ صَبِرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِی عَنِ الْوُضُوْءِ؟ قَالَ: "اَسْبِغِ الْوُضُوْءَ وَخَلِّلْ بَيْنَ الْاَصَابِعِ، وَبَالِغْ فِی الْاِسْتِنْشَاقِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ صَائِمًا" رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

(١٢٤٣) حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (ﷺ) مجھے وضو کے بارے میں بتائیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وضو کو مکمل طور پر کرو انگلیوں کے درمیان خلال کرو اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرو الا یہ کہ تمہارا روزہ ہو۔ (ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

تخریج حدیث(۱۲۴۳): سنن ابی داؤد، کتاب الصوم، باب الصائم، یبالغ فی الاستنشاق . الجامع للترمذی، ابو اب الصوم، باب ماجاء فی کراهة مبالغة الاستنشاق للصائم .

کلمات حدیث: اسبغ الوضوء : خوب اچھی طرح وضوء کرو، کامل وضوء کرو اور ہر اعضائے وضوء پر تین تین مرتبہ پانی بہاؤ۔ خلل بین الا صابع : انگلیوں کے درمیان خلال کرو تا کہ انگلیوں کے درمیان پانی پہنچ جائے۔ بالغ فی الا ستنشاق : ناک میں پانی خوب اچھی طرح پانی ڈالو۔

شرح حدیث: روزہ اگر نہ ہو تو وضو کے کمال کے لیے ضروری ہے کہ ناک میں اچھی طرح پانی ڈالا جائے اور اسی طرح خوب اچھی طرح کلی کی جائے لیکن روزہ کی حالت میں ناک میں پانی لینے یا کلی کرنے میں اتنا مبالغہ نہ کرے کہ پانی اندر چلے جانے کا احتمال پیدا ہو جائے، کہ یہ مبالغہ روزہ میں مکروہ ہے۔ (فتح الباری ١/ ١٠١٠۔ تحفة الاحوذی ٣/ ٥٧٩)

جنبی آدمی روزہ رکھ سکتا ہے

١٢٤٤ . وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْرِكُه' الْفَجْرُ وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ اَهْلِهٖ ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَيَصُوْمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !

(١٢٤٤) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں بھی فجر کا وقت آ جاتا کہ وہ اپنے اہل سے قربت کے باعث جنبی ہوتے پھر غسل فرماتے اور روزہ رکھتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲۴۴): صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب اغتسال الصائم . صحیح مسلم، کتاب الصوم باب صحة صوم من طلع علیه الفجر وهو جنب .

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ رمضان المبارک کی شب میں ازواج میں کسی سے صحبت فرماتے اور صبح کو غسل فرما کر روزہ رکھ لیتے تھے۔ غرض اگر رمضان کی شب کوئی شخص بیوی سے مقاربت کرے تو سحر میں اٹھ کر غسل کرے اور روزہ رکھ لے۔

(فتح الباری ١/ ١٠٢٨۔ روضة المتقین ٣/ ٢٤٩)

آپ ﷺ بغیر خواب کے جنبی ہوتے اور روزے رکھ لیتے

١٢٤٥ . وَعَنْ عَائِشَةَ وَاُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُمَا قَالَتَا : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ غَيرِ حُلُمٍ ثُمَّ يَصُوْمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(١٢٤٥) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اس حال میں صبح کرتے کہ بغیر خواب کے جنبی ہوتے مگر آپ ﷺ روزہ رکھ لیتے تھے۔ (متفق علیہ)

کلمات حدیث (۱۲۴۵): من غیر حُلمه : یعنی اپ ﷺ کو جنابت کی حالت خواب کی وجہ سے نہیں ہوتی تھی۔

شرح حدیث: صبح صادق سے پہلے بیوی کے ساتھ صحبت سے روزے پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ طلوع فجر سے پہلے غسل کر کے روزہ رکھ لیا جائے۔ بہر حال طلوع فجر سے پہلے غسل لازمی نہیں ہے بلکہ اس حالت میں روزہ کی نیت کی جا سکتی ہے اور طلوع فجر کے بعد غسل کر لے تب بھی روزہ صحیح ہے۔ (مظاہر حق : ۲/ ۳۲۰)

البَاب (۲۲۵)
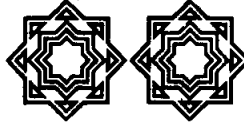
بابُ بیانِ فَضلِ صَومِ المُحَرَّمِ وَ شَعبَانَ وَالأَشهُرِ الحُرُمِ

محرم شعبان اوراشہر حرم کے روزوں کی فضیلت

۱۲۴۶ ۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "اَفْضَلُ الصِّیَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ وَاَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَالْفَرِیْضَةِ صَلٰوةُ اللَّیْلِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۲۴۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں اور فرض نماز کے بعد افضل ترین نماز تہجد ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۲۴۶): صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم .

کلمات حدیث: شهر الله : اللہ کا مہینہ، احترام اور فضیلت کے بیان کے لیے اللہ کی طرف نسبت کی گئی ہے جیسے بیت اللہ۔

شرح حدیث: محرم کا مہینہ چار حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے یعنی رجب، ذوالقعدہ، ذوالحج اور محرم۔ محرم کے روزوں کو رمضان کے بعد دیگر نفلی روزوں میں زیادہ فضیلت حاصل ہے۔ (دلیل الفالحین ٤ / ٤٩ ۔ روضة المتقین ٣ / ٢٥١)

رسول اللہ ﷺ شعبان میں بکثرت روزہ رکھتے تھے

۱۲۴۷ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : لَمْ یَکُنِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَصُوْمُ مِنْ شَهْرٍ اَکْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ فَاِنَّهُ کَانَ یَصُوْمُ شَعْبَانَ کُلَّهُ : وَفِیْ رِوَایَةٍ : کَانَ یَصُوْمُ شَعْبَانَ اِلَّا قَلِیْلًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

(۱۲۴۷) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کسی مہینے میں اتنے روزے نہیں رکھتے تھے جتنے شعبان میں، کیونکہ آپ ﷺ پورے شعبان روزے رکھتے تھے اور ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ چند دنوں کے سوا سارے شعبان کے روزے رکھتے تھے۔ (متفق علیہ)

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ شعبان المکرم میں اکثر ماہ روزے سے رہتے تھے اس طرح آپ رمضان کے لیے تیاری فرماتے تھے۔ اس ماہ مکرم میں بندوں کے اعمال بارگاہ الٰہی میں پیش ہوتے ہیں۔ سنن نسائی میں حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں نے جتنے روزے آپ کو شعبان میں رکھتے ہوئے دیکھا اتنا کسی اور مہینہ میں نہیں دیکھا اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مہینہ ایسا ہے جس سے لوگ غافل ہیں یہ رجب اور رمضان کے درمیان ہے اس میں بندوں کے اعمال اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ جب میرے اعمال میرے رب کے سامنے پیش ہوں تو میں روزے سے ہوں۔

اس سے پہلے حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ شعبان کے آخری ایام میں یا نصف شعبان کے بعد روزے نہ رکھنے چاہئیں۔ یہ بات اس

کے حق میں ہے جوان روزوں کا عادی نہ ہو لیکن جس کے یہ روزے معمول ہوں اس کے لیے ممانعت نہیں ہے۔

(روضة المتقين ٣/ ٢٥١ ـ دليل الفالحين ٤/ ٥٠)

ہر ماہ تین روزہ رکھنے سے ہمیشہ روزے کا ثواب ملتا ہے

١٢٤٨ . وَعَنْ مُجِيبَةَ الْبَاهِلِيَّةِ عَنْ اَبِيهَا اَوْعَمِّهَا اَنَّهُ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ انْطَلَقَ فَاَتَاهُ بَعْدَ سَنَةٍ. وَقَدْ تَغَيَّرَتْ حَالُهُ وَهَيْئَتُهُ. فَقَالَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَا تَعْرِفُنِيْ؟ قَالَ : "وَمَنْ اَنْتَ؟" قَالَ اَنَا الْبَاهِلِي الَّذِيْ جِئْتُكَ عَامَ الْاَوَّلِ. قَالَ :" فَمَا غَيَّرَكَ وَقَدْ كُنْتَ حَسَنَ الْهَيْئَةِ" قَالَ : مَا اَكَلْتُ طَعَامًا مُنْذُ فَارَقْتُكَ اِلَّا بِلَيْلٍ : فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "عَذَّبْتَ نَفْسَكَ!" ثُمَّ قَالَ : "صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ، وَيَوْمًا مِنْ كُلِّ شَهْرٍ" قَالَ : زِدْنِيْ فَاِنَّ بِيْ قُوَّةً، قَالَ : صُمْ يَوْمَيْنِ" قَالَ زِدْنِيْ، قَالَ : "صُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ" قَالَ زِدْنِيْ. قَالَ : "صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ" وَقَالَ ! بِاَصَابِعِهِ الثَّلَاثِ فَضَمَّهَا ثُمَّ اَرْسَلَهَا، رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ!

"شَهْرُالصَّبْرِ"! رَمَضَانُ!

(١٢٤٨) مجیبہ باھلیہ اپنے والد یا اپنے چچا سے روایت کرتی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واپس چلے آئے اور پھر ایک سال بعد حاضر ہوئے اس مرتبہ ان کی حالت بدلی ہوئی اور ہیئت مختلف تھی۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) کیا آپ ﷺ مجھے نہیں پہچانتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم کون ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں باھلی ہوں گزشتہ سال حاضر ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم تو بہت اچھی حالت میں تھے تمہیں کس چیز نے بدل دیا۔ انہوں نے کہا کہ میں جب سے آپ سے رخصت ہوا صرف رات ہی کو کھانا کھاتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اپنی جان کو تکلیف پہنچائی نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ماہ صبر (رمضان) کے روزے رکھو اور ہر ماہ ایک روزہ رکھو۔ اس نے کہا کہ اضافہ فرمائیے میرے اندر ہمت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو دن کے روزے رکھ لو۔ اس نے کہا کہ اضافہ کیجیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تین دن کے روزے رکھ لیا کرو۔ اس نے کہا کہ اور بڑھا دیجیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اشہر حرم کے کچھ روزے رکھ لو اور کچھ چھوڑ دو، آپ ﷺ نے اپنی تین انگلیوں کو ملایا اور چھوڑ دیا۔ (ابوداؤد)

شهر صبر : کے معنی ہیں ماہ رمضان۔

تخریج حدیث (١٢٤٨): سنن ابی داؤد، کتاب الصیام، باب صوم اشهر الحرم.

کلمات حدیث: قد تغيرت حاله وهيئته : ان کی حالت بدلی ہوئی اور ان کی ہیئت متغیر تھی یعنی کثرت صیام سے کمزور ہو گئے تھے۔ الحرم : یعنی اشہر حرم۔ چار محترم مہینے رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم۔

شرح حدیث: مجیبہ باھلی بیان کرتی ہیں کہ ان کے والد یا ان کے چچا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ شک راوی کی جانب سے ہے کہ مجیبہ نے اپنے والد کا واقعہ بیان کیا یا اپنے چچا کا۔ مجیبہ باھلی کے والد کا نام عبداللہ بن حارث باھلی تھا جبکہ ان کے چچا کا نام نامعلوم ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری کے بعد وہ چلے گئے اور ایک سال بعد واپس آئے تو ان کی صحت کمزور تھی وہ بالکل بدلے ہوئے نظر آ رہے تھے، آپ ﷺ نے ان کا حال بیان کیا تو انہوں نے بتایا کہ جب سے آپ سے رخصت ہوا ہوں مسلسل روزے رکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم تو اپنے آپ کو سزا دے رہے ہو۔ مقصود اس فرمان نبوی ﷺ کا یہ ہے کہ اللہ کی رضا کے حصول کا ذریعہ تعذیب نفس نہیں ہے جیسا کہ گزشتہ قوموں نے خیال کیا بلکہ رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کی تعمیل میں اور اسوۂ رسول ﷺ کی اتباع میں ہے۔

رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان المبارک کے پورے ماہ کے روزے رکھو، ہر ماہ ایک یا دو یا تین روزے رکھ لو اور حرمت والے مہینوں میں ہر مہینے تین تین دن روزے رکھ لو۔ اور جو لوگ صحت مند اور قوی ہوں وہ صوم داؤد علیہ السلام رکھ لیں یعنی ایک دن روزہ رکھ لیا اور ایک دن چھوڑ دیا۔ (روضة المتقین ٣/ ٢٥٢ - دلیل الفالحین ٤/ ٥١)

الباب (٢٢٦)

بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ وَغَيْرِهِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَّلِ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ

ذی الحجہ کے پہلے عشرے میں روزے کی فضیلت

۱۲۴۹۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَامِنْ اَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيْهَا اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ" يَعْنِيْ اَيَّامَ الْعَشْرِ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاالْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ : قَالَ : "وَلَاالْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهٖ، وَمَالِهٖ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ!

(۱۲۴۹) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنوں میں سے کوئی سے ایام میں عمل صالح اللہ کو اس قدر محبوب نہیں ہے جس قدر ان ایام میں یعنی عشرۂ ذی الحجہ میں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں سوائے اس کے کہ جو جان اور مال لے کر نکلا اور کچھ واپس نہ لایا۔ یعنی شہید ہو گیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۲۴۹): صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل فی ایام التشریق.

کلمات حدیث: لم یرجع من ذلك بشئی : اس میں سے کوئی چیز نہیں لوٹائی۔ مجاہد فی سبیل اللہ اپنی جان اور اپنا مال جہاد میں لے کر گیا ان میں سے کچھ بھی واپس نہیں لوٹا یا یعنی شہید ہو گیا اور نہ جان واپس آئی اور نہ مال واپس آیا۔

شرح حدیث: ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن ایسے ہیں کہ ان میں مناسک حج کی ادائیگی کی جاتی ہے اور حج کی فضیلت کی وجہ سے یہ ایام بھی مکرم اور محترم ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ان ایام میں عمل خیر اللہ کو دیگر ایام کی بہ نسبت زیادہ محبوب ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا جہاد فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں جہاد فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ۔ سوائے اس مجاہد کے جو جان و مال کے ساتھ جہاد میں گیا اور شہید ہو گیا۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اس کا گھوڑا بھی جنگ میں مارا گیا اور وہ خود بھی شہید ہو گیا اور اس طرح نہ اس کی جان واپس آئی اور نہ مال واپس آیا۔

اللہ کے راستے میں جان و مال قربان کر دینا بہت عظیم نیکی ہے۔ اور ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں میں وہ لوگ جو حج کو نہ جا سکیں ان کو چاہئے کہ وہ نیک اعمال کریں اور اعمال صالحہ میں سے روزہ کی امتیازی شان ہے۔ غرض ذی الحجہ کے پہلے عشرے میں اعمال صالحہ دوسرے دنوں میں کئے ہوئے اعمال سے افضل ہیں کیونکہ یہ ایام انتہائی فضیلت والے ایام ہیں۔

(فتح الباری ٦٥٥/١۔ تحفۃ الاحوذی ٥٣٠/٣۔ روضۃ المتقین ٢٥٢/٣)

☆☆☆

الباب (٢٢٧)

بَابُ فَضْلِ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ وَعَاشُوْرَآءَ وَتَاسُوْعَآءِ
یوم عرفہ اور نویں اور دسویں تاریخ کا روزہ

یومِ عرفہ کا روزہ ایک سال کے گناہ معاف ہونے کا ذریعہ ہے

١٢٥٠. عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ؟ قَالَ : يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(١٢٥٠) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرفہ کے روزے کے بارے میں دریافت کیا گیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث(١٢٥٠): صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب ثلاثۃ ایام من کل شهرو صوم یوم عرفة.

شرح حدیث: ٩ ذی الحجہ یوم عرفہ ہے۔ عرفہ میں وقوف حج کا اہم ترین رکن ہے اس کے بغیر حج نہیں ہوتا۔ اس دن حجاج وقوف عرفہ کرتے ہیں اور دعاء وعبادت میں مشغول ہوتے ہیں، ان کی سب سے اہم عبادت یہی ہوتی ہے اس لیے حجاج کے لیے یوم عرفہ کا روزہ مستحب نہیں ہے۔ لیکن غیر حاجیوں کے لیے اس دن کے روزے کی یہ فضیلت ہے کہ یہ دو سال کے صغیرہ گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووی ٧/ ٤١۔ تحفة الاحوذی ٣/ ٥١٨۔ روضة المتقین ٣/ ٢٥٣)

دس محرم کی روزہ کی ترغیب

١٢٥١. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَامَ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(١٢٥١) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کے دن کا روزہ رکھا اور اس دن کے روزے کا حکم فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(١٢٥١): صحیح البخاری، کتاب الصیام، باب فی صوم یوم عاشوراء . صحیح مسلم، کتاب الصوم باب صوم عاشوراء .

کلمات حدیث: عاشوراء: یہ لفظ عاشرہ سے بنایا گیا ہے اور اس میں عظمت اور احترام کے معنی پیدا ہو گئے ہیں۔ اصل میں لفظ عاشرہ تھا جس کے معنی ہیں دسویں رات۔ اس لیے عاشوراء کے معنی ہوتے ہیں دسویں رات۔ لیکن پھر رات کا لفظ حذف کر کے دس تاریخ کا نام یوم عاشوراء کر دیا گیا۔ یعنی ١٠ محرم الحرام۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور اس کا حکم بھی فرمایا جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ عاشوراء کا دن ہے، اس دن کا روزہ اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض نہیں کیا ہے لیکن میں روزے سے ہوں اب جو چاہے روزہ رکھ لے اور جو چاہے نہ رکھے۔ اسی طرح صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم عاشوراء کے روزے کا حکم فرمایا۔ لیکن جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہو گئے تو جو چاہتا وہ یہ روزہ رکھ لیتا اور جو چاہتا نہ رکھتا۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہود یوم عاشوراء کا روزہ رکھ رہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ یہ اچھا دن ہے اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دلائی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کا میں حق دار ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی حکم فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں اگلے سال زندہ رہا تو اس کے ساتھ ۹ محرم کا بھی روزہ رکھوں گا تا کہ یہود کی مخالفت ہو جائے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم عاشوراء کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت بھی کرو اور اس کے ساتھ ایک دن قبل یا بعد کا روزہ رکھو۔ اس لیے اب دو روزے مسنون ہیں ۹ اور ۱۰ یا ۱۱ محرم صرف ۱۰ محرم کا روزہ مکروہ ہے۔

(فتح الباري : ١/ ١٠٦٦ ـ شرح صحيح مسلم للنووى ٨/٨ ـ روضة المتقين ٣/ ٢٥٤ ـ رياض الصالحين (صلاح الدين يوسف) ٢/٢٣٣ ـ بهشتي زيور)

دس محرم کا روزہ گزشتہ ایک سال کے گناہ معاف ہونے کا ذریعہ ہے

١٢٥٢ . وَعَنْ اَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ صِيَامِ يَوْمِ عَاشُوْرَآءَ فَقَالَ "يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(١٢٥٢) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے یوم عاشوراء کے روزے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سال گزشتہ کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث (١٢٥٢): صحیح مسلم، کتاب الصوم، باب استحبا ب صیامه ثلاثة ایام .

شرح حدیث: یوم عاشوراء کے روزے کی فضیلت کا بیان ہے کہ اس سے سال گزشتہ کے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ مذہب اہل السنة والجماعة ہے، کیونکہ کبیرہ گناہ کی معافی کے لیے توبہ ضروری ہے۔

(شرح صحيح مسلم للنووى ٨/ ٤٠)

١٢٥٣ . وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "لَئِنْ بَقِيْتُ اِلَى قَابِلٍ لَاَصُوْمَنَّ التَّاسِعَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(١٢٥٣) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں اگلے سال زندہ رہا تو میں نو تاریخ کا بھی روزہ رکھوں گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث(١٢٥٣): صحيح مسلم، كتاب الصوم، باب اى يوم يصام فى عاشوراء .

کلمات حدیث: الی قابل : اگلے سال تک ۔یعنی الی عام قابل : آنے والے سال تک ۔

شرح حدیث محرم کے مہینے میں دس محرم اور نو محرم کا روزہ رکھنا مستحب ہے اور سنت نبوی ہے۔

(شرح صحيح مسلم للنووى ٨/ ١٠)

البَابُ (٢٢٨)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ صَوْمِ سِتَّةِ اَيَّامٍ مِنْ شَوَّالٍ

شوال المکرّم کے چھ روزے مستحب ہیں

١٢٥٤ . عَنْ اَبِىْ اَيُّوْبَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهُ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۲۵۴) حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد چھ روزے شوال کے رکھے تو اس نے گویا ہمیشہ روزے رکھے (مسلم)

تخریج حدیث(۱۲۵۴): صحيح مسلم، كتاب الصوم، باب استحباب صوم ستة ايام من شوال اتباع من رمضان

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھے اور پھر چھ روزے شوال کے مہینے میں رکھے تو گویا اس نے عمر بھر روزے رکھے۔ چنانچہ ابن حبان نے ثوبان مولی رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور چھ روزے شوال کے رکھے اس نے پورے سال کے روزے رکھے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے من جاء بالحسنة فله عشر امثالها (جس نے کوئی نیکی کی اسے اللہ اس کا دس گنا عطا فرماتا ہے) تو رمضان کے روزے دس مہینوں کے برابر اور شوال کے چھ روزے دو ماہ کے برابر ہوگئے، اور یہ سال کے بارہ ماہ ہوگئے اور جس نے ہر سال رمضان کے روزے بھی رکھے اور شوال کے بھی روزے رکھے تو گویا اس نے ہمیشہ روزے رکھے۔

(شرح صحيح مسلم للنووی ٨/٤٥۔ روضة المتقين٣/ ٢٥٦۔ دليل الفالحين ٤/ ٥٧)
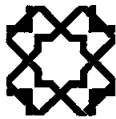
الباب (۲۲۹)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ صَوْمِ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ

پیر اور جمعرات کے روزے کا استحباب

۱۲۵۵. عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ یَوْمِ الْاِثْنَیْنِ فَقَالَ ذٰلِکَ یَوْمٌ وُلِدْتُ فِیْهِ وَیَوْمٌ بُعِثْتُ اَوْاُنْزِلَ عَلَیَّ فِیْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۲۵۵) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پیر کے دن کے روزے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اسی دن پیدا ہوا اور اسی روز مبعوث ہوا یا اسی دن آپ ﷺ پر وحی کے نزول کا آغاز ہوا۔ (مسلم)

کلمات حدیث (۱۲۵۵): انزل علیه فیه : اسی روز یعنی پیر کے روز آپ ﷺ پر نزول قرآن کا آغاز ہوا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے پیر کے دن روزہ رکھنے کی یہ حکمت بیان فرمائی کہ اسی روز آپ ﷺ کی ولادت ہوئی اور اسی روز آپ ﷺ کی بعثت ہوئی یا آپ ﷺ پر نزول قرآن کا آغاز ہوا، یہ شک راوی کی طرف سے ہے۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مفہوم حدیث یہ ہے کہ پیر کے دن تمہارے نبی ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے پیر کے دن تمہاری کتاب کے نزول کا آغاز ہوا اور پیر کے روز آپ ﷺ کو نبوت ملی۔ تو پیر کے دن سے بہتر دن اور کون سا ہوگا جس میں روزہ رکھا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کے یوم ولادت اور آپ ﷺ کو نبوت ملنے پر پیر کے دن کا روزہ رکھنا چاہئے۔ (شرح صحیح مسلم للنووی ۸/۴۰۔ روضة المتقین ۳/۲۵۶)

روزے کی حالت میں اعمال پیش ہونے کو پسند کرنا

۱۲۵۶. وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ، وَالْخَمِیْسِ فَاُحِبُّ اَنْ یُعْرَضَ عَمَلِیْ وَاَنَا صَائِمٌ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ بِغَیْرِ ذِکْرِ صَوْمٍ.

(۱۲۵۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پیر اور جمعرات کے دن اعمال بارگاہ الٰہی میں پیش ہوتے ہیں میں بھی پسند کرتا ہوں کہ میرا اعمال اللہ کے یہاں پیش ہو اور میں روزے سے ہوں۔ (ترمذی نے روایت کیا اور انہوں نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ مسلم نے بھی اسے روایت کیا لیکن ان کی روایت میں روزے کا ذکر نہیں ہے)

تخریج حدیث (۱۲۵۶): الجامع للترمذی، کتاب الصیام، باب ماجاء فی الصوم یوم الاثنین والخمیس . صحیح مسلم، کتاب البر، باب النهی عن الفحشاء .

کلمات حدیث: تعرض الاعمال : اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔

شرح حدیث: پیراور جمعرات کے روز اللہ کی بارگاہ میں بندوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اس لیےان دونوں دنوں میں روزہ رکھنا مستحب ہے اور سنت ہے۔ یہ بات اس فرمان نبوت ﷺ کے منافی نہیں ہے جس میں فرمایا ہے کہ ''رات کے اعمال دن کے اعمال سے پہلے اور دن کے اعمال رات کے اعمال سے اوپر لے جائے جاتے ہیں'' اس لیے کہ اس فرمان میں اعمال کے اوپر کے جانے کا ذکر ہے اور حدیث مذکور میں اعمال کے جمعرات اور پیر کو اللہ کے حضور میں پیش کئے جانے کا ذکر ہے۔ یعنی ہفتہ بھر کے تمام اعمال جمع کر کے پیر اور جمعرات کو پیش کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں تصریح ہے کہ لوگوں کے اعمال ہر جمعہ (ہفتہ) میں دو مرتبہ پیش کئے جاتے ہیں یعنی پیر اور جمعرات کو۔ الخ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ ہفتہ بھر کے اعمال تفصیلی طور پر جمعرات اور جمعہ کو پیش کیے جاتے ہیں اور سال بھر کے اعمال شعبان میں اجتماعی طور پر پیش کیے جاتے ہیں۔

(تحفة الاحوذی۳/۵۱۶۔ روضة المتقین۳/۲۵۸)

آپ ﷺ پیراور جمعرات کے روزہ کا اہتمام فرماتے تھے

۱۲۵۷. وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّىٰ صَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ !

(۱۲۵۷) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیراور جمعرات کے روزوں کا اہتمام فرماتے تھے (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث (۱۲۵۷): الجامع للترمذی، کتاب الصیام، باب ماجاء فی یوم الا ثنین و الخمیس .

کلمات حدیث: یتحری : تلاش کرتا ہے، جستجو کرتا ہے۔ اہتمام کے ساتھ خاص خیال رکھتا ہے۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ پیراور جمعرات کے روزہ کا بہت اہتمام کرتے تھے اور اس کا پہلے سے خیال رکھتے تھے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اسی بناء پر ہفتہ کے دنوں میں آپ ﷺ پیراور جمعرات کو ترجیح دیتے تھے۔ (تحفة الاحوذی ۳/۵۱۴۔ روضة المتقین ۳/۲۵۸)

اَلْبَابُ (٢٣٠)

بَابُ اِسْتِحْبَابِ صَوْمِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ

ہر ماہ، ایامِ بیض یعنی ۱۳، ۱۴، ۱۵ کو روزے رکھے جائیں

وَالْاَفْضَلُ صَوْمُهَا فِي اَيَّامِ الْبِيْضِ وَهِيَ الثَّالِثَ عَشَرَ! وَالرَّابِعَ عَشَرَ وَالْخَامِسَ عَشَرَ: وَقِيْلَ الثَّانِيَ عَشَرَ وَالثَّالِثَ عَشَرَ وَالرَّابِعَ عَشَرَ وَالصَّحِيْحُ الْمَشْهُوْرُ هُوَ الْاَوَّلُ !

افضل یہ ہے کہ ایام بیض کے روزے رکھے جائیں جو ہر ماہ کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخ ہے اور کسی نے کہا کہ بارہ، تیرہ اور چودہ تاریخ ہے لیکن صحیح اور مشہور قول پہلا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی تین باتوں کی وصیت

١٢٥٨ . وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اَوْصَانِيْ خَلِيْلِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ: صِيَامِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَكْعَتِي الضُّحٰى، وَاَنْ اُوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَنَامَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !

(١٢٥٨) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے خلیل ﷺ نے مجھے تین باتوں کی نصیحت فرمائی کہ میں ہر ماہ تین دن کے روزے رکھوں دو رکعت صلاۃ الضحیٰ پڑھوں اور سونے سے پہلے وتر پڑھ لوں۔ (متفق علیہ)

شرح حدیث (۱۲۵۸): رسول کریم ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین باتوں کی نصیحت فرمائی۔ ایک یہ کہ میں ہر ماہ تین دن کے روزے رکھوں خواہ وہ ایام بیض ہوں یا نہ ہوں۔ اگرچہ ایام بیض کی فضیلت زیادہ ہے ایام بیض ہر ماہ کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵۔ تاریخیں ہیں یعنی وہ دن جن میں رات کو چاند زیادہ روشن ہوتا ہے۔ اور صلاۃ الضحیٰ کی نماز پڑھوں جس کی زیادہ سے زیادہ رکعات آٹھ ہیں۔ اور یہ کہ میں وتر سونے سے پہلے پڑھوں تا کہ احتیاط کے تقاضے پر عمل ہو اور نیند کے غلبہ کی بنا پر وتر کے فوت ہو جانے کا خدشہ باقی نہ رہے۔ (شرح صحیح مسلم للنووی ٨/ ٢٨۔ روضة المتقین ٣/ ٢٥٨۔ دلیل الفالحین ٤/ ٦٠)

رسول اللہ ﷺ کی وصیت پر عمل کرنا

١٢٥٩ . وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَوْصَانِيْ حَبِيْبِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ لَنْ اَدَعَهُنَّ مَاعِشْتُ بِصِيَامِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَصَلٰوةِ الضُّحٰى، وَبِاَنْ لَا اَنَامَ حَتّٰى اُوْتِرَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ!

(١٢٥٩) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے حبیب نے مجھے تین باتوں کی وصیت کی جن کو میں تا دم حیات چھوڑنے والا نہیں ہوں، ہر ماہ تین دن کے روزے، صلاۃ الضحیٰ اور یہ کہ میں وتر پڑھنے سے پہلے نہ سوؤں۔ (مسلم)

تخریج حدیث(۱۲۵۹): صحیح مسلم۔ کتاب المسافرین، باب استحباب صلاۃ الضحیٰ .

کلمات حدیث: مـاعشتُ : جب تک میں زندہ ہوں۔ جب تک میری زندگی برقرار ہے۔ عـاش عیشاً (باب ضرب) زندہ رہنا۔ زندگی گزارنا۔

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوالدرداء کونصیحت فرمائی کہ ہر ماہ تین دن کے روزے رکھیں۔ جو نیکی کے دس گناہ ہونے کے حساب سے پورے ماہ کے روزے ہوں گے۔ صلاۃ الضحیٰ کی پابندی اور وتر کی نماز سونے سے پہلے پڑھ لیا کریں تا کہ نیند کے غلبہ کی وجہ سے اس کے فوت ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو۔ (روضۃ المتقین ۳/۲۵۹۔ دلیل الفالحین ٤/٦١)

****

ہر ماہ تین روزے پورے سال کے برابر اجر رکھتے ہیں

۱۲٦۰۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَوْمُ ثَلاثَةِ اَیَّامٍ مِّنْ کُلِّ شَهْرٍ صَوْمُ الدَّهْرِ کُلِّهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ!

(۱۲٦۰) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر ماہ تین دن کے روزے صوم دھر کے برابر ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲٦۰): صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صوم داؤد علیہ السلام . صحیح مسلم، کتاب الصیام۔ باب استحباب صیام ثلاثة ایام من کل شهر .

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر ماہ تین تین دن کے روزے رکھنا ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ہے۔ کیونکہ ہر نیکی کا اجر وثواب دس گنا ہے اس لیے ہر ماہ تین دن کے روزے پورے مہینہ کے برابر ہو گئے اور اس معمول پر پابندی سے عمل کرنا ایسا ہو گیا جیسے ہمیشہ روزے رکھے ہوں۔ (فتح الباری ۷۱۵/۱۔ شرح صحیح مسلم للنووی ۳٦/۸۔ دلیل الفالحین ٦١/٤)

....

ہر ماہ کی کسی بھی تاریخ میں تین روزے رکھے جائیں

۱۲٦۱۔ وَعَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِیَّةِ اَنَّهَا سَاَلَتْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَصُوْمُ مِنْ کُلِّ شَهْرٍ ثَلاثَةَ اَیَّامٍ؟ قَالَتْ : نَعَمْ : فَقُلْتُ : مِنْ اَیِّ الشَّهْرِ کَانَ یَصُوْمُ؟ قَالَتْ : لَمْ یَکُنْ یُبَالِیْ مِنْ اَیِّ الشَّهْرِ یَصُوْمُ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

(۱۲٦۱) حضرت معاذۃ عدویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ ہر ماہ تین دن کے روزے رکھا کرتے تھے انہوں نے فرمایا کہ ہاں۔ میں نے کہا کہ مہینے کے کون سے حصے میں روزے رکھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اس بات کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ مہینے میں کون سے حصے میں روزے

رکھیں۔(مسلم)

تخریج حدیث(۱۲۶۱): صحیح مسلم، کتاب الصوم، باب استحباب صیام ثلاثة ایام من کل شهر .

کلمات حدیث: لم یکن یبالی : اہتمام نہ فرماتے۔خیال نہ رکھتے۔

شرح حدیث: ہر ماہ تین دن روزے رکھنے کی فضیلت ہے کوئی سے تین دن کے روزے رکھنے سے یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی البتہ ایام بیض یعنی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخ کے روزوں کی فضیلت مستقل بیان ہوئی ہے۔ (دلیل الفالحین ٤/ ٦١)

ایام بیض کے روزوں کا اہتمام

۱۲۶۲. وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا صُمْتَ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثًا فَصُمْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَاَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ .

(۱۲۶۲) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم ہر ماہ تین دن کے روزے رکھو تو تیرہ، چودہ اور پندرہ کے روزے رکھو۔(اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حسن ہے)

تخریج حدیث(۱۲۶۲): الجامع للترمذی، کتاب الصیام، باب ماجاء فی صوم ثلاثة ایام من کل شهر.

شرح حدیث: حدیث مبارک سے معلوم ہوا جیسا کہ اس سے پہلے آچکا ہے کہ ایام بیض یعنی ۱۳،۱۴ اور ۱۵ تاریخ کے روزے افضل ہیں۔ (تحفة الاحوذی ۳/ ۵۳۸۔ دلیل الفالحین٤/ ٦٢)

رسول اللہ ﷺ ایام بیض کے روزوں کا حکم فرماتے تھے

۱۲۶۳. وَعَنْ قَتَادَةَ بْنِ مِلْحَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَامُرُنَا بِصِیَامِ اَیَّامِ الْبِیْضِ : ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَاَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ .

(۱۲۶۳) حضرت قتادہ بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں ایام بیض کے روزوں کا حکم فرماتے تھے اور یہ تین دن ہیں ۱۳، ۱۴ اور ۱۵۔(ابوداؤد)

تخریج حدیث(۱۲۶۳): سنن ابی داؤد، کتاب الصوم، باب فی صوم الثلاث من کل شهر .

شرح حدیث: ایام بیض کے روزے مستحب ہیں۔انہیں ایام بیض اس لیے کہتے ہیں کہ دنوں میں چاند کی روشنی سے راتیں سفید ہوتی ہیں۔ایام بیض کی تعیین میں متعدد اقوال ہیں جو امام غزالی رحمہ اللہ نے جمع کیے ہیں۔ (دلیل الفالحین ٤/ ٦٢)

۱۲۶۴. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ" لَایُفْطِرُ

اَيَّامَ الْبِيْضِ فِيْ حَضَرٍ وَلَاسَفَرٍ رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ .

(١٢٦٤) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں یا حضر میں ایام بیض میں روزے سے ہوتے اور افطار نہ کرتے۔ (نسائی نے سند سے حسن روایت کیا)

تخریج حدیث(۱۲۶۴): سنن النسائی، کتا ب الصیام، باب صوم النبی ﷺ.

شرح حدیث: ہر ماہ ایام بیض کے روزے مستحب اور سنت ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سفر و حضر میں ان کا اہتمام فرماتے تھے۔

(روضة المتقين ٣/ ٢٦٢۔ دليل الفالحين ٤/٦٢)

الباب (٢٣١)

بَابُ فَضْلِ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا وَفَضْلُ الصَّآئِمِ الَّذِیْ یُؤْكَلُ عِنْدَه‘ وَدُعَآءِ الْاٰكِلِ لِلْمَأْكُوْلِ عِنْدَه‘

روزہ دار کا روزہ افطار کرانے کی فضیلت، اس روزہ دار کی فضیلت جس کے پاس کھایا جائے اور مہمان کی میزبان کے لیے دعا کرنا

١٢٦٥. عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَنْ فَطَّرَ صَآئِمًا كَانَ لَه‘ مِثْلُ اَجْرِهٖ غَیْرَ اَنَّه‘ لَایُنْقَصُ مِنْ اَجْرِ الصَّآئِمِ شَیْءٌ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ !

(١٢٦٥) حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس کسی نے کسی روزہ دار کا روزہ کھلوایا اس کے لیے اس روزہ دار کے مثل اجر ہے بغیر اس کے کہ روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی ہو۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث (١٢٦٥): الجامع للترمذی، ابواب الصوم، باب ماجاء فی الاعتکاف .

شرح حدیث: جس نے رمضان المبارک میں کسی کا روزہ کھلوایا خواہ ایک کھجور یا پانی ہی دیا تا کہ وہ روزہ کھول لے تو اس کو روزہ دار کے برابر اجر ملے گا اور روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے روزہ دار کا روزہ کھلوادیا، اس کے گناہ معاف کردیے جائینگے اس کی گردن جہنم سے آزاد ہوجائی گی اور اسے روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ ہم سب کے پاس بعض اوقات اتنا نہیں ہوتا کہ ہم روزہ دار کا روزہ کھلوائیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے روزہ دار کو دودھ کے ایک گھونٹ سے یا ایک کھجور سے یا پانی کے ایک گھونٹ سے روزہ کھلوادیا اس کو بھی اللہ تعالیٰ یہی ثواب عطا فرمائے گا اور جس نے روزے دار کو پیٹ بھر کے کھلایا اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض سے پانی پلائینگے جس کے بعد وہ جنت میں داخل ہونے تک پیاسا نہ ہوگا۔ (تحفة الاحوذی ٦١٨/٣۔روضة المتقين ٢٦٢/٣)

روزہ دار کے لیے فرشتوں کا استغفار

١٢٦٦. وَعَنْ اُمِّ عَمَّارَةَ الْاَنْصَارِیَّةِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَیْهَا فَقَدَّمَتْ اِلَیْهِ طَعَامًا فَقَالَ : "كُلِیْ" فَقَالَتْ: اِنِّیْ صَآئِمَةٌ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "اِنَّ

الصَّآئِم تُصلِّیْ علَیْهِ الْمَلآئِکَةُ إذا اُکِلَ عِنْدَه، حتّٰی یَفْرَغُوْا'' وَرُبَّمَا قَالَ : ''حَتّٰی یَشْبَعُوْا'' رَوَاهُ التِّرمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ!

(١٢٦٦) حضرت ام عمارہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے یہاں تشریف لائے میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں کھانا پیش کیا آپ نے فرمایا کہ تم بھی کھاؤ۔ میں نے کہا کہ میں روزے سے ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روزہ دار کے لیے فرشتے دعائیں کرتے ہیں جب اس کے پاس کھایا جائے یہاں تک کہ وہ کھانے سے فارغ ہوں۔ (ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

تخریج حدیث(١٢٦٦): الجامع للترمذی، کتاب الصیام، باب ماجاء فی فضل الصائم اذا اکل عنده۔

راوی حدیث: ام عمارہ کا نام نسیبہ بنت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا اور یہ ایک انصاری خاتون تھیں جو ستر صحابہ کرام بیعت عقبہ ثانیہ میں حاضر ہوئے تھے یہ بھی ان میں شامل تھیں، جنگ احد اور جنگ یمامہ میں شریک تھیں۔ اور بیعت الرضوان میں بھی شرکت کی تھی۔ جنگ یمامہ میں ان کے گیارہ زخم آئے اور ہاتھ بھی کٹ گیا تھا ان سے کتب سنن میں تین احادیث مروی ہیں۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة)

کلمات حدیث: تصلی علیه الملائکة : فرشتے اس کے لیے دعا و استغفار کرتے ہیں۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے انہوں نے آپ ﷺ کے سامنے کھانا رکھا اور کھڑی ہوگئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آؤ تم بھی کھاؤ۔ انہوں نے کہا کہ میرا روزہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر روزہ دار کے سامنے کوئی کھا رہا ہو تو فرشتے روزے دار کے حق میں دعا اور استغفار کرتے ہیں یہاں تک کہ کھانے والا کھا کر فارغ ہو جائے۔

(دلیل الفالحین : ٤/٦٥)

میزبان کے حق میں دعاء

١٢٦٧ . وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ اِلٰی سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَجَآءَ بِخُبْزٍ وَزَیْتٍ فَاَکَلَ ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : ''اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّآئِمُوْنَ، وَاَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلَآئِکَةُ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ .

(١٢٦٧) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے وہ روٹی اور زیتون کا تیل لے کر آئے آپ ﷺ نے تناول فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تمہارے پاس روزہ دار افطار کریں، نیک لوگ کھانا کھائیں اور فرشتے تم پر رحمتیں بھیجیں۔ (ابوداؤد سند صحیح)

تخریج حدیث(١٢٦٧): سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمه، باب الدعاء .

کلمات حدیث: افطر عند کم الصائمون : روزہ دار تمہارے پاس روزہ افطار کریں۔ جملہ خبریہ ہے لیکن معنی دعا کا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق دے کہ تم روزہ داروں کو روزہ کھلواؤ۔ ابرار : بر کی جمع نیک اور متقی۔

شرح حدیث: رسول کریم ﷺ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو رئیس خزرج تھے ان کے پاس تشریف لائے، آپ ﷺ کا روزہ تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے سامنے روٹی اور زیت (تیل) رکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے افطار فرمایا اور دعا فرمائی کہ اللہ کرے کہ تمہارے پاس روزہ دار روزہ افطار کریں، متقی لوگ تمہارا کھانا کھائیں اور فرشتے تمہارے حق میں دعا کریں۔

حدیث مبارک میں روزہ دار کو روزہ افطار کرانے کی فضیلت اور اس کے اجر وثواب بیان ہوا۔ روزہ دار اگر کسی کے یہاں افطار کرے تو اسے چاہیے کہ اپنے میزبان کے حق میں دعا کرے۔ (روضة المتقين ٣/٢٦٤ ـ دليل الفالحين ٤/٦٦)

کتاب الاعتکاف

الباب (۲۳۲)

اعتکاف کی فضیلت

۱۲۶۸ . عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ : مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(۱۲۶۸) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف فرماتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۲۶۸): صحیح البخاری، ابواب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر . صحیح مسلم، کتاب الاعتکاف، باب اعتکاف العشر الاواخر من رمضان .

کلمات حدیث: اعتکاف کے لفظی معنی کسی جگہ ٹھہرنے اور رکنے کے ہیں۔ اور اصطلاح شریعت میں اعتکاف کا مفہوم ہے اللہ کی رضا کی خاطر اعتکاف کی نیت کے ساتھ کسی ایسی مسجد میں ٹھہرنا جس میں باجماعت نمازیں ہوتی ہوں۔

شرح حدیث: رمضان المبارک اور بالخصوص اس کے آخری عشرے میں ایک اہم عبادت اعتکاف بھی ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھنے والا بندۂ مومن ہر طرف سے یکسو ہو کر اور دنیا کے تمام کاموں سے ایک طرف ہو کر سب سے الگ ہو کر مسجد کے ایک کونے میں پڑ جائے اور اس تنہائی میں اپنے تمام اوقات میں اللہ کو یاد کرے، تلاوت کرے، نوافل پڑھے اور دعائیں مانگے اور استغفار کرے۔

روح کی تربیت اور اس کی ترقی اور اس کو نفسانی قوتوں پر غالب کرنے کے لیے رمضان المبارک کے پورے ماہ کے روزے تمام امت پر فرض کئے گئے ہیں۔ گویا اپنے وجود میں ملکوتیت کے غلبہ اور روحانی ارتقاء کے لیے اتنی قربانی تو ہر مسلمان پر لازم کر دی گئی کہ وہ اس مقدس اور محترم مہینے میں اللہ کے حکم کی تعمیل اور اس کی عبادت کی نیت سے دنیا کی لذتوں سے کنارہ کش رہے اور ہر طرح کے گناہوں سے مجتنب رہے۔ یہ تو رمضان المبارک میں تزکیۂ نفس اور تربیت روحانی کا ایک عمومی نصاب ہے جو ہر مسلمان پر لازم ہے۔ لیکن اس سے آگے تعلق باللہ میں ترقی اور ملا اعلیٰ سے خصوصی مناسبت پیدا کرنے کے لیے اعتکاف رکھا گیا تاکہ اللہ کا بندہ غیر اللہ سے کٹ کر اللہ کا ہو کر رہے اسی کی بندگی کرے اسی کے حضور میں حاضر رہے اسی کو پکارے اور دعاء اور استغفار کرے اور اپنے گناہوں پر شرمسار ہو کر توبہ کرے اور ندامت کے آنسو بہائے۔

رسول اللہ ﷺ ہر سال رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرماتے تھے۔ ایک سال کسی وجہ سے آپ ﷺ اعتکاف نہ فرما سکے تو

اس سے اگلے سال آپ ﷺ نے دوعشروں کا اعتکاف فرمایا۔ اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔

(فتح الباری ۱/ ۱۰۷۷۔ شرح صحیح مسلم للنووی ۸/ ٥٤۔ معارف الحدیث ۱/ ۳٥۷۔ مظاہر حق ۱/ ۳٦٥)

●●●●●●●●●●●●

رسول اللہ ﷺ ہر سال آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے تھے

۱۲٦۹۔ وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنها اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ ثُمَّ اِعْتَكَفَ، اَزْوَاجُه' مِنْ بَعْدِهٖ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(۱۲٦۹) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے وفات پائی اور آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی ازواج نے بھی اعتکاف کیا۔(متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲٦۹): صحیح البخاری، ابواب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر. صحیح مسلم، کتاب الاعتکاف، باب اعتکاف العشر الاواخر من رمضان.

شرح حدیث: ازواج مطہرات اپنے حجروں میں اعتکاف فرماتی تھیں اور خواتین کے لیے اعتکاف کی جگہ ان کے گھر کی وہی جگہ ہے جو انہوں نے اپنی نمازوں کے لیے مقرر کر رکھی ہو۔ اگر کسی گھر میں خواتین کے لیے نماز کی ایسی جگہ نہ ہو تو انہیں چاہیے کہ وہ بنالیں۔

(معارف الحدیث ۱/ ۳٥۸)

●●●●●●●●●●●●

وفات کے سال رسول اللہ ﷺ نے دوعشرے اعتکاف فرمایا

۱۲۷۰۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِيْ كُلِّ رَمَضَانَ عَشَرَةَ اَيَّامٍ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ اِعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ يَوْمًا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(۱۲۷۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر رمضان المبارک میں دس دن اعتکاف فرماتے تھے اور جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی اس رمضان میں آپ ﷺ نے بیس دن اعتکاف فرمایا۔ (بخاری)

تخریج حدیث(۱۲۷۰): صحیح البخاری، ابواب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی العشر الاوسط من رمضان.

شرح حدیث: رسول اللہ ﷺ ہر سال ماہ رمضان المبارک میں دس دن اعتکاف فرماتے تھے لیکن جس سال حضور اقدس ﷺ نے رحلت فرمائی اس سال کے رمضان میں بیس دن اعتکاف فرمایا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مطلع فرما دیا گیا تھا کہ آپ ﷺ اب دنیا سے تشریف لے جانے والے ہیں تو آپ ﷺ نے اپنے اعمال میں اضافہ فرمایا اور بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔ نیز اس سال حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کے ساتھ قرآن کریم دو مرتبہ دہرایا، اس لیے آپ ﷺ نے بیس

دن کا اعتکاف فرمایا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے، ایک سال آپ ﷺ سفر میں تھے تو اعتکاف نہ فرما سکے اس لیے آپ ﷺ نے آئندہ سال بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔

ہوسکتا ہے رسول اللہ ﷺ نے دو رمضان المبارک میں بیس بیس دن کا اعتکاف فرمایا ہو، ایک سفر کی قضاء کے طور پر اور ایک وفات سے پہلے آنے والے رمضان المبارک میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کریم کے دو مرتبہ تدارس کی وجہ سے اعتکاف فرمایا۔

حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ آدمی کو عمر کے آخری حصے میں زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ انجام دینے چاہئیں اور نیکیوں میں اضافہ کرنا چاہیے تاکہ اللہ کے یہاں سرخرو ہو کر حاضر ہو سکے۔ (فتح الباری ١/ ١٠٨٣ ۔ روضۃ المتقین ٣/٢٦٧)
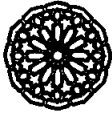
کتاب الحج

الباب (۲۳۳)

حج کی فرضیت اور اس کی فضیلت

۲۸۷. قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :

﴿ وَلِلّٰهِ عَلَى ٱلنَّاسِ حِجُّ ٱلْبَيْتِ مَنِ ٱسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ ٱللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

"اور اللہ تعالیٰ کا حق لوگوں کے ذمے اس کے گھر کا حج ہے جو ان میں سے اس کی طرف راستہ کی طاقت رکھتا ہو اور جس نے کفر کیا تو بے شک اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہیں۔" (آل عمران:۹۷)

تفسیری نکات: اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر بیت اللہ کا حج کرنا لازم و واجب قرار دیا ہے بشرطیکہ وہ بیت اللہ تک پہنچنے کی مالی اور جسمانی استطاعت رکھتے ہوں۔ اللہ کا گھر تجلی الٰہی کا مرکز ہے جس کی وجہ سے اس کا قصد و ارادہ اور اس کا حج مقرر کیا گیا کیونکہ حج ایسی عبادت ہے جس میں ہر عمل بندے کے جذبہ وشوق سے عبارت ہے اس لیے ضروری ہے کہ جسے محبت وعشق کا دعویٰ ہو وہ کم از کم ایک مرتبہ دیار محبوب میں حاضری دے دیوانہ وار چکر لگائے۔ جو مدعی محبت میں اتنی تکلیف اٹھانے سے انکار کرے سمجھ لو کہ وہ جھوٹا عاشق ہے۔ محبوب حقیقی کو کیا پرواہ کہ کوئی یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے اللہ سب سے غنی اور بے نیاز ہے۔ (تفسیر عثمانی)

حج بھی اسلام کا ایک اہم رکن ہے

۱۲۷۱. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ : شَهَادَةِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَقَامِ الصَّلٰوةَ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ . رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالشَّيْخَانِ وَالتِّرْمِذِيُّ.

(۱۲۷۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی اساس پانچ امور ہیں۔ اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا اور حج بیت اللہ کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۲۷۱): صحیح البخاری، کتاب الایمان باب دعاؤکم ایمانکم . صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ارکان الاسلام .

شرح حدیث: اساسیات اسلام پانچ امور ہیں توحید ورسالت کا اقرار وگواہی، نماز وزکوۃ اور روزہ اور حج بیت اللہ۔ حج اسی طرح

فرض ہے جس طرح نماز، روزہ اور زکوٰۃ فرض، حج ۹ ھ میں فرض ہوا اور اس کے اگلے سال رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات سے صرف تین ماہ پہلے صحابہء کرام کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ حج فرمایا۔ جسے حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔

اگر اللہ کے کسی بندے کو صحیح اور مخلصانہ حج نصیب ہو جائے جس کو دین وشریعت کی زبان میں حج مبرور کہتے ہیں اور ابراہیمی ومحمدی نسبت کا کوئی ذرہ عطا ہو جائے تو گویا اس کو سعادت کا اعلیٰ مقام حاصل ہو گیا اور وہ نعمت عظمیٰ اس کے ہاتھ آ گئی جس سے بڑی کسی نعمت کا اس دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ حدیث اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

حج زندگی میں ایک ہی مرتبہ فرض ہے

۱۲۷۲۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "یَاأَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَیْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوْا" فَقَالَ رَجُلٌ : اَكُلَّ عَامٍ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ!؟ فَسَكَتَ حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثاً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ" ثُمَّ قَالَ:"ذَرُوْنِیْ مَاتَرَكْتُكُمْ، فَاِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى اَنْبِیَآئِهِمْ فَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَیْءٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَااسْتَطَعْتُمْ فَاِذَا نَهَیْتُكُمْ عَنْ شَیْءٍ فَدَعُوْهُ' رَوَاهُ مُسْلِمٌ !

(۱۲۷۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے تو تم حج کرو۔ کسی شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ) کیا ہر سال حج کریں۔ آپ ﷺ خاموش رہے یہاں تک کہ اس نے تین مرتبہ یہی بات دھرائی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو واجب ہوتا، اور تم اس کی استطاعت نہ رکھتے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو بات میں چھوڑوں تم بھی مجھے چھوڑ دو۔ بلاشبہ تم سے پہلے لوگ کثرت سوال اور اپنے انبیاء سے اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوئے جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو اسے حتی الامکان انجام دو اور جب کسی بات سے منع کروں تو اسے چھوڑ دو۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۲۷۲): صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرۃ فی العمر .

کلمات حدیث: مجھے چھوڑ دو جب تک میں نے تمہیں ترک کیا ہوا ہے۔ یعنی جب تک میں خود کوئی بات نہ بتادوں تم اس کی تحقیق میں نہ لگو اور اس کے پیچھے نہ پڑو، کیونکہ اگر میں تمہارے سوال کے جواب میں ہاں کہہ دوں گا تو وہ عمل تمہارے اُوپر فرض ہو جائے گا اور پھر ہو سکتا ہے تم اس کو نہ کر سکو، مثلاً ہر سال حج۔

شرح حدیث: اس مضمون کی ایک حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے جس میں تصریح ہے کہ رسول کریم ﷺ کی جانب سے حج کی فرضیت کا اعلان اور اس پر سوال و جواب جو مذکورہ حدیث میں آیا ہے سورۂ آل عمران کی اس آیت کے نزول کے وقت پیش آیا تھا:

﴿ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ﴾

''اللہ کے واسطے بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے ان لوگوں پر جو اس کی استطاعت رکھتے ہوں۔''

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے وہ حدیث جسے احمد دارمی اور نسائی نے روایت کیا ہے تصریح ہے کہ سوال کرنے والے اقرع بن حابس تمیمی تھے جو فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے۔ اور ان لوگوں میں سے تھے جنہیں تعلیم و تربیت حاصل کرنے کا ابھی پورا موقعہ نہیں ملا تھا، اس لیے وہ سوال کر بیٹھے اور دوبارہ اور سہ بارہ بھی اپنا سوال دھرایا۔

لسان نبوت ناطق بالوحی تھی، اور ﴿ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى ﴾ کی ترجمان تھی، اس لیے ارشاد فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال کے لیے فرض ہو جاتا جس سے امت زحمت و مشقت میں پڑ جاتی۔ مطلب یہ ہے کہ یہ دین یُسر ہے اس میں سہولت اور توسع ہے اور یہ تنگی اور حرج سے خالی ہے۔ جس حد تک تعمیل ہو سکے عمل کی سعی کرو اور جو کوتاہی بشری کمزوریوں کی وجہ سے رہ جائے اس کے لیے اللہ سے معافی مانگو اور استغفار کرو۔

لسان نبوت ناطق بالحق ہے، جن امور کا حکم دیا گیا ہے انہیں حتی الوسع انجام دینا ہے اور جن سے منع کر دیا ہے ان سے باز رہنا ہے اور رک جانا ہے۔ (فتح الباری ۱/ ۸۰۰۔ روضة المتقين ۳/ ۲۷۰۔ معارف الحديث ۱/ ۳۹۷)

حج مبرور بھی اسلام کے افضل ترین اعمال میں سے ہے

۱۲۷۳۔ وَعَنْهُ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ" قِيْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: "اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" قِيْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: "حَجٌّ مَبْرُوْرٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

"اَلْمَبْرُوْرُ" هُوَ الَّذِيْ لَايَرْتَكِبُ صَاحِبُهُ فِيْهِ مَعْصِيَةً!

(۱۲۷۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ پر اور اسکے رسول پر ایمان۔ کہا گیا کہ اس کے بعد فرمایا کہ جہاد فی سبیل اللہ سوال کیا گیا کہ پھر کیا فرمایا کہ حج مبرور۔

مبرور وہ حج ہے جس میں حج کرنے والے سے کوئی معصیت سرزد نہ ہوئی ہو۔

تخریج حدیث (۱۲۷۳): صحيح البخاری، باب من قال ان الايمان هو العمل . صحيح مسلم، باب بيان كون الايمان بالله تعالى افضل الاعمال .

شرح حدیث: ایمان باللہ اور ایمان بالرسالۃ تمام اعمال کی روح ہے ایمان کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں اور نہ اس کی کوئی حقیقت ہے امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایمان اعمال کا حصہ اور اس کا جزو اساسی ہے اور اصول اعمال ہے اور ہر عمل کے صحیح ہونے کی لازمی شرط ہے۔ اس کے بعد جہاد فی سبیل اللہ کا مرتبہ ہے اور پھر حج مبرور ہے۔

حج مبرور کے معنی امام نووی رحمہ اللہ نے یہ بیان فرمایا کہ حج کے زمانے میں کسی طرح کی کوئی معصیت سرزد نہ ہو۔ اور کسی نے کہا کہ حج مبرور کے معنی حج مقبول کے ہیں اور کسی نے کہا کہ وہ سچا اور خالص حج جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے کیا گیا ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حج مبرور کے تمام معانی باہم ملتے جلتے اور قریب قریب ہیں اصل بات یہ ہے کہ حج کے جملہ احکام کی تکمیل اور اس کی اس طرح ادائیگی جس طرح کے مکلف سے مطلوب ہے حج مبرور ہونے کی علامت ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر حج کے بعد آدمی کی زندگی دینی اعتبار سے سنور ہو جائے اور بہتر ہو جائے تو امید کی جاسکتی ہے کہ اس کا حج اللہ کے یہاں مقبول ہے۔

(فتح الباری ۱/ ۲۰۲۔ شرح صحیح مسلم للنووی ۲/ ۶۳)

حج مبرور گناہوں کی مکمل معافی کا ذریعہ ہے

۱۲۷۴. وَعَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : "مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ"، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !

(۱۲۷۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے حج کیا اور اس نے کوئی فحش گوئی اور فسق کا کوئی کام نہ کیا تو وہ حج سے اس طرح واپس ہوا جیسے اس کی ماں نے اسے آج ہی جنم دیا ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۲۷۴): صحيح البخاری، كتاب الحج، باب فضل الحج المبرور . صحيح مسلم، كتاب الحج باب فی فضل الحج و العمرة يوم عرفة .

کلمات حدیث: فلم یرفث : کوئی بری اور گندی بات منہ سے نہیں نکالے، زبان سے کوئی برا کلمہ نہیں کہا۔ علامہ ازھری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رفث کا لفظ ان تمام باتوں پر مشتمل ہے جو عورت سے تعلق کے بارے میں کی جائیں۔

شرح حدیث: جس شخص نے ایسا حج کیا جو ہر برائی سے اور بری بات سے پاک ہو اور ہر گناہ سے مجتنب اور ہر معصیت سے دور رہا ہو کہ حج کرنے والا نہ کسی کی غیبت کرے نہ کسی کو عیب لگائے نہ جھگڑا کرے تو اس کے گزشتہ تمام صغیرہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور وہ اس طرح گناہوں سے پاک وصاف ہو جائے گا جیسے اس کی ماں نے اسے آج ہی جنم دیا ہو یعنی حج کے بعد وہ ایک نئی زندگی کا آغاز کرے گا اور اگر وہ چاہے تو اس زندگی کو عبادت اور بندگی والی زندگی بنا لے۔

(فتح الباری ۱/ ۸٦٤۔ شرح صحيح مسلم للنووی ۲/ ٦۲۔ تحفة الاحوذی ۳/ ٦۲۸)

عمرہ دوسرے عمرہ تک درمیانی گناہوں کا کفارہ ہے

۱۲۷۵. وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "اَلْعُمْرَةُ اِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا

وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَآءٌ اِلَّا الْجَنَّةَ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(۱۲۷۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک عمرہ دوسرے عمرے تک درمیان والے گناہوں کو مٹانے والا ہے اور حج مبرور کی کوئی جزا نہیں ہے سوائے جنت کے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۲۷۵): صحیح البخاری، کتاب العمرة، باب وجوب العمرة و فضلها . صحیح مسلم، کتاب الحج باب فی فضل الحج و العمرة و یوم عرفة .

شرح حدیث: حدیث مبارک میں فضیلت اور اس کا اجر و ثواب بیان کیا گیا ہے عمرہ ایک عمرے سے دوسرے عمرے کے درمیان کے تمام گناہوں کو مٹا دینے والا ہے۔ عمرہ کے معنی زیارت کے ہیں، شریعت میں عمرہ کے معنی ہیں خاص طریقے سے بیت اللہ کی زیارت کرنا یعنی میقات سے احرام باندھ کر جانا بیت اللہ کا طواف کرنا، اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا اور بال منڈوانا یا ترشوانا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک عمرہ فرض ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے بکثرت عمرہ کرنا مستحب ہے۔

(فتح الباری ۱/ ۹۵۳ ۔ شرح صحیح مسلم للنووی ۹/ ۹۹ ۔ تحفة الاحوذی ۳/ ٦۲۸)

عورتوں کے لیے حج افضل جہاد ہے

۱۲۷٦ . وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ تَرَى الْجِهَادَ اَفْضَلَ الْعَمَلِ اَفَلاَ نُجَاهِدُ؟ فَقَالَ : "لٰكِنَّ اَفْضَلُ الْجِهَادِ : حَجٌّ مَبْرُوْرٌ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ!

(۱۲۷٦) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) ہم جہاد کو افضل عمل سمجھتے ہیں تو کیا ہم جہاد نہ کریں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے لیے افضل ترین جہاد حج مبرور ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۲۷٦): صحیح البخاری، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور .

شرح حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ہم عورتیں جہاد کو افضل اعمال سمجھا کرتی تھیں کیونکہ ہم جانتے تھے کہ کتاب و سنت میں جہاد کے بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ اس لیے میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا ہم عورتیں جہاد میں شرکت نہ کریں۔ نسائی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا ہم آپ کے ساتھ جہاد کے لیے نہ نکلیں کیونکہ میں دیکھتی ہوں کہ قرآن کریم میں سب سے افضل عمل جہاد کو بیان کیا گیا ہے۔ اور صحیح بخاری میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کی آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا جہاد حج مبرور ہے۔ اور صحیح بخاری میں ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ ازواج مطہرات نے رسول اللہ ﷺ سے جہاد میں شرکت کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ حج بہت اچھا جہاد ہے۔

رسول کریم ﷺ نے حج کو جہاد قرار دیا کہ اس میں مجاہدۂ نفس ہے کہ حج کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ جھوٹ نہ بولے غیبت نہ

کرے کوئی بری بات نہ کرے اور کوئی برائی نہ کرے اور گناہوں سے محترز اور معصیتوں سے مجتنب رہے۔

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث مذکورہ سے معلوم ہوا کہ عورتوں پر جہاد واجب نہیں ہے، ان کی جہاد میں شرکت نفل کے درجے میں ہے کیونکہ ان کے حق میں پسندیدہ بات مردوں سے دور رہنا اور پردہ کا اہتمام ہے اسی لیے ان کے لیے حج جہاد سے افضل ہے۔ (فتح الباری ۱/۸۲۴۔ روضة المتقين ۳/۲۷۴۔ دليل الفالحين ٤/۷۳).

عرفہ کے دن سب سے زیادہ لوگوں کو جہنم سے نجات ملتی ہے

۱۲۷۷. وَعَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "مَا مِنْ يَوْمٍ اَكْثَرَ مِنْ اَنْ يُعْتِقَ اللّٰهُ فِيْهِ عَبْدًا مِّنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(۱۲۷۷) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے جس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس کثرت سے آزاد فرماتے ہیں جتنی کثرت سے عرفہ کے دن فرماتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۲۷۷): صحيح مسلم، كتاب الحج، باب فضل الحج و العمرة ويوم عرفة .

شرح حدیث: یوم عرفہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دن میں تمام دنوں سے زیادہ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں حج کا سب سے اہم رکن ۹ ذی الحجہ کو میدان عرفات کا وقوف ہے اسی کو یوم عرفہ کہتے ہیں اگر چہ ایک لحظہ ہی ہو کے لیے بھی حاجی وہاں پہنچ گیا تو حج نصیب ہو گیا۔ اور اگر کسی بھی وجہ سے حاجی ۹ ذی الحجہ کے دن اور اس کے بعد والی رات کے کسی حصہ میں بھی عرفات نہ پہنچ سکا تو اس کا حج فوت ہو گیا۔ حج کے دوسرے ارکان و مناسک طواف، سعی، رمی جمرات وغیرہ اگر کسی وجہ سے فوت ہو جائیں تو ان کا کوئی نہ کوئی کفارہ اور تدارک ہے لیکن اگر وقوف عرفہ فوت ہو جائے تو اس کا کوئی تدارک نہیں ہے۔ (معارف الحديث : ۱/٤۳٤)

رمضان کا عمرہ میں حج کے برابر ثواب ہے

۱۲۷۸. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "عُمْرَةٌ فِيْ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً اَوْ حَجَّةً مَّعِيَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ!

(۱۲۷۸) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے یا آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث (۱۲۷۸): صحيح البخاري، كتاب العمرة، باب عمرة في رمضان . صحيح مسلم، كتاب الحج، باب فضل العمرة في رمضان .

کلمات حدیث: تعدل حجة : ایک حج کے برابر ہے، یعنی اجر و ثواب میں حج کے برابر ہے۔

شرحِ حدیث: رمضان المبارک بہت مبارک اور مسعود مہینہ ہے اس ماہ کی ہر عبادت دیگر ایام کی عبادت سے بدرجہا افضل ہے اسی طرح رمضان المبارک میں عمرے کی فضیلت اور اس کا اجر وثواب کسی اور ماہ میں کیے جانے والے عمرے سے افضل ہے۔ صحیح بخاری میں یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح مروی ہے کہ جب رسولِ کریم ﷺ حج سے واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ام سنان انصاریہ سے یہ فرمایا کہ تم حج کے لیے کیوں نہیں گئیں، انہوں نے اپنے شوہر کے بارے میں بتایا کہ ان کے پاس دو اونٹ تھے ایک پر وہ حج کے لیے چلے گئے اور دوسرے اونٹ سے اپنی زمین کی سیرابی کا کام لیتے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنا ایسا ہے جیسا میرے ساتھ حج کرنا۔

حدیث مبارک میں رمضان المبارک میں عمرے کا ثواب رسولِ کریم ﷺ کے ساتھ حج کرنے کے برابر بیان فرمایا گیا ہے۔

(فتح الباري : ۱/۹۵۶۔ روضة المتقين : ۳/۲۷۵۔ دليل الفالحين : ۴/۷۴)

معذور والد کی طرف سے حج بدل ہوسکتا ہے

۱۲۷۹۔ وَعَنْهُ اَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ فِى الْحَجِّ اَدْرَكَتْ اَبِىْ شَيْخًا كَبِيْرًا لَايَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ اَفَاُحِجُّ عَنْهُ؟ قَالَ : "نَعَمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ !

(۱۲۷۹) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میرے باپ نے اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر فریضہ حج بڑھاپے کی حالت میں پایا وہ اس قابل نہیں ہے کہ سواری پر بیٹھ سکے تو کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث(۱۲۷۹): صحيح البخاری، كتاب الحج، باب وجوب الحج وفضله . صحيح مسلم، كتاب الحج، باب الحج عن العاجز لزمانة وهرم ونحوهما .

کلماتِ حدیث: أدركت ابى شيخا كبيرا: میرے باپ پر اس حالت میں حج فرض ہوا کہ وہ بہت بوڑھا ہو چکا ہے۔ لا يثبت على الراحلة: وہ اس قدر بوڑھا ہے کہ وہ سواری پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا۔

شرحِ حدیث: اگر کوئی شخص بہت بوڑھا ہو، یا معذور ہو یا وفات پا گیا ہو اور اس پر حج فرض ہو چکا ہو تو اس کی طرف سے حج بدل کرنا چاہیے۔ دیگر احادیث سے ثابت ہے کہ حج بدل وہی شخص کر سکتا ہے جو پہلے اپنا حج کر چکا ہو۔ غرض اگر کسی کا صاحبِ استطاعت باپ حج کے بغیر فوت ہو جائے تو اس کی طرف سے حج کرنا ضروری ہے۔ لیکن اگر والدین میں سے کوئی اس حال میں مرا کہ اس کے اوپر حج فرض نہیں تھا تو اس کی طرف سے حج کرنا نفلی حج ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دورانِ حج کسی کو کہتے سنا کہ لبیک عن شبرمة (میں شبرمہ کی طرف سے حاضر ہوں) آپ ﷺ نے پوچھا کہ شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ اس کا بھائی یا رشتہ دار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اپنا حج کر لیا ہے اس نے کہا کہ نہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے اپنا حج کرلو پھر شبرمہ کی

طرف سے حج کرو۔

حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ عورت مرد کی طرف سے حج کر سکتی ہے اور اولاد پر جہاں ماں باپ کی خدمت اور حسن سلوک لازم ہے اسی طرح ان پر ماں باپ کے اخراجات ومصارف بھی لازم ہیں اور اگر ماں باپ پر حج فرض ہو اور وہ بغیر حج کیے وفات پا جائے تو اس کی طرف سے حج بھی کر لے۔

(فتح الباري : ۸٦۳/۱۔ شرح صحیح مسلم للنووي : ۸۲/۹۔ تحفة الأحوذی : ۸۰٤/۳۔ روضة المتقین : ۲۷٥/۳)

معذور والدین کی طرف سے حج

۱۲۸۰. وَعَنْ لَقِيطِ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : إِنَّ أَبِي شَيْخٌ كَبِيرٌ لَا يَسْتَطِيعُ الْحَجَّ، وَلَا الْعُمْرَةَ، وَلَا الظَّعَنَ ؟ قَالَ : "حُجَّ عَنْ أَبِيكَ وَاعْتَمِرْ" رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ !

(۱۲۸۰) حضرت لقیط بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے والد بہت بوڑھے ہیں اور فریضہ حج ادا کرنے یا عمرہ کرنے کے قابل نہیں ہیں اور نہ وہ سواری پر سفر کر سکتے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے والد کی طرف سے حج اور عمرہ کرو۔ (ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تخریج حدیث(۱۲۸۰): سنن ابی داؤد، کتاب المناسك، باب الرجال یحج عن غیره .

راوی حدیث: حضرت لقیط بن صبرہ ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ بنومنتفق کے وفد کے ساتھ آئے اور اسلام قبول کیا۔ ان کو لقیط بن عامر کے نام سے بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ امام ترمذی اور اکثر اہل حدیث نے کہا کہ ابن صبرہ ہی ابن عامر ہیں۔

(الاصابة في تمییز الصحابة)

شرح حدیث: اولاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ زندگی میں بھی والدین کے ساتھ حسن سلوک کرے اور ان کی ضروریات کی کفالت کرے نیز اولاد پر یہ بھی لازم ہے کہ والدین کے مرنے کے بعد ان اعمالِ حسنہ کی تکمیل کرے جو ان سے رہ گئے ہیں، اور ان کی طرف سے حج اور عمرہ کرے۔ (تحفة الاحوذی : ۸۰۹/۳)

نابالغ بچوں کا حج

۱۲۸۱. وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : "حُجَّ بِي مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَأَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِينَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ!

(۱۲۸۱) حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے سات سال کی عمر میں رسول اللہ

ﷺ کے ساتھ حج کرایا گیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۲۸۱): صحیح البخاری، کتاب الحج، باب حج الصبیان .

کلماتِ حدیث: حُجَّ بي : مجھے حج کرایا گیا۔ حج حجا (باب نصر) حج کرنا۔ حُجَّ : ماضی مجہول صیغہ واحد غائب۔ اسے حج کرایا گیا۔

شرحِ حدیث: اولاد کی دینی تربیت اور دین کی تعلیم والدین کے فرائض میں سے ہے، جس طرح والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بچپن ہی سے بچوں کو نماز کی تعلیم دیں اور انہیں نماز پڑھنے کی تاکید کریں اسی طرح مناسک حج کی تعلیم بھی دیں اور اگر استطاعت رکھتے ہوں تو بچوں کو حج اور عمرہ کرائیں تاکہ وہ بچپن ہی سے اس روحانی فضا سے مانوس ہو جائیں اور مناسکِ حج کی تربیت ہو جائے۔ بلوغ سے قبل بچوں کے تمام اعمال نفلی اعمال ہوتے ہیں، اس لیے بچے اگر حج یا عمرہ کریں تو وہ نفلی حج یا عمرہ ہوگا اور اگر وہ بالغ ہو کر صاحبِ استطاعت ہو تو پھر اپنا فرض حج ادا کرے گا۔ (فتح الباري : ۹۹۳/۱۔ تحفة الأحوذي : ۸۰۲/۳)

بچوں کے حج کا ثواب والدین کو ملے گا

۱۲۸۲ . وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ رَكْبًا بِالرَّوْحَاءِ فَقَالَ : "مَنِ الْقَوْمُ؟" قَالُوا: "اَلْمُسْلِمُوْنَ قَالُوْا: مَنْ اَنْتَ؟ قَالَ "رَسُوْلُ اللّٰهِ" فَرَفَعَت امْرَاَةٌ صَبِيًّا فَقَالَتْ: اَلِهٰذا حَجٌّ؟ قال: "نعم ولک اجرٌ" رواهُ مُسْلِمٌ !

(۱۲۸۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ روحاء کے مقام پر نبی کریم ﷺ کی ملاقات ایک قافلے سے ہوئی، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں پھر ان لوگوں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا رسول۔ یہ سن کر ایک عورت نے اپنا بچہ اوپر بلند کیا اور بولی کہ کیا اس کا حج صحیح ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اور تیرے لیے اجر ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث (۱۲۸۲): صحیح مسلم، کتاب الحج، باب صحة حج الصبي .

کلماتِ حدیث: الروحاء : ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے چھتیس میل کے فاصلہ پر مکہ کے راستے میں واقع ہے۔

شرحِ حدیث: والدین اپنے چھوٹے بچے کو حج اور عمرہ کرا سکتے ہیں، بچوں کا بچپن میں کیا ہوا حج اور عمرہ نفلی ہوگا اور والدین کو اس کا اجر و ثواب ملے گا۔ بچوں کی نیکیوں کا والدین کو اجر و ثواب ملتا ہے جیسے بچہ نماز پڑھیں یا تلاوتِ قرآن کریں یا کوئی اور عمل صالح کریں تو والدین کو اس عمل صالح کا اجر ملے گا لیکن اگر بچہ کوئی گناہ کرے تو اس کی سزا والدین کو نہیں ملے گی۔ البتہ والدین سے اولاد کی تربیت میں کوتاہی پر باز پرس ہوگی۔ (شرح صحيح مسلم للنووي : ۸٤/۹۔ تحفة الأحوذي : ۸۰۰/۳)

حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ کے پاس صرف ایک ہی سواری تھی

۱۲۸۳۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّ عَلٰى رَحْلٍ وَّكَانَتْ زَامِلَتَه' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ!

(۱۲۸۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک کجاوہ پر حج کیا اور یہی آپ ﷺ کی سواری تھی۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۲۸۳): صحيح البخاري، كتاب الحج، باب الحج على الراحل.

کلماتِ حدیث: الرحل: کجاوہ، رحل چمڑے کا بنا ہوا ہوتا ہے اور اس میں لکڑی نہیں ہوتی۔ زاملہ: وہ اونٹنی جس پر سامان لادا جائے۔

شرحِ حدیث: رسول کریم ﷺ حج کے لیے تشریف لے گئے تو آپ کے پاس ایک ہی اونٹ تھا جس پر آپ ﷺ خود سوار تھے اور آپ کے کجاوہ کے نیچے جس پر آپ ﷺ تشریف رکھتے تھے آپ کے کھانے پینے کا سامان بندھا ہوا تھا۔ یعنی سامان سفر لے جانے کے لیے آپ ﷺ کے پاس علیحدہ اونٹ نہیں تھا۔ (فتح الباري: ۱/۸۲٤)

سفر حج میں بقدرِ ضرورت تجارت کر سکتے ہیں

۱۲۸۴۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَتْ عُكَاظُ، وَمَجَنَّةُ وَذُوْالْمَجَازِ اَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَتَاَثَّمُوْا اَنْ يَّتَّجِرُوْا فِي الْمَوَاسِمِ فَنَزَلَتْ " لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِنْ رَّبِّكُمْ (فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ!

(۱۲۸۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ عکاظ مجنہ اور ذوالمجاز زمانہ جاہلیت کے بازار تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے زمانہ حج میں ان بازاروں میں خرید و فروخت کو گناہ خیال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ ﴾

''تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو''۔ یعنی موسم حج میں۔ (بخاری)

تخریج حدیث (۱۲۸۴): صحيح البخاري، كتاب الحج، باب التجارة أيام الموسم.

کلماتِ حدیث: فتأثموا: گناہ خیال کیا، گناہ ہونے کا اندیشہ ہوا۔ أثم اثما (باب سمع) گناہ ہونا۔ اثم: گناہ جمع آثام۔ تأثم تأثما (باب تفعل) گناہ سمجھنا۔

شرحِ حدیث: اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں ایام حج میں مکہ مکرمہ میں تین میلے لگتے تھے جن میں کاروبار بھی ہوتا تھا اور شعر و

شاعری کی مجلسیں بھی لگتی تھیں اور کھیل کود کی محفلیں بھی منعقد ہوتی تھیں ۔ اسلام کے بعد صحابہ کرام نے خیال کیا کہ زمانہ حج میں ان بازاروں میں جا کر خرید وفروخت کرنا کہیں اس ممانعت میں داخل نہ ہو جو قرآن نے بیان فرمائی ہے کہ:

﴿ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي ٱلْحَجِّ ﴾

''حج میں بری بات فسق اور جھگڑا نہ کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں وضاحت فرما کر اس شبہ کو دور کر دیا اور خرید وفروخت کرنا اور تجارت میں حصہ لینا حج اور عمرے کے منافی نہیں ہے۔ لیکن بہر حال یہ بیان جواز ہے اس لیے کہ اگر کوئی ایام حج میں زیادہ سے زیادہ عبادت وبندگی میں مشغول رہے اور ذکر وفکر میں لگا رہے اور نیتِ حسنہ اور اخلاص کے ساتھ اللہ کی یاد میں مصروف رہے تو وہ زیادہ بہتر ہے۔

(فتح الباري : ۹٥۲/۱ . روضة المتقين : ۲۸۹/۳ ـ دليل الفالحين : ۷۷/٤)

دارالاشاعت کی مطبوعہ فقہی کتب ایک نظر میں

خواتین کے مسائل اور انکا حل ۲ جلد ــــــ جمع و ترتیب مفتی ثناء اللہ محمود فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

فتاویٰ رشیدیہ مبوّب ــــــ حضرت مفتی رشید احمد گنگوہیؒ

کتاب الکفالۃ والنفقات ــــــ مولانا عمران الحق کلیانوی

تسہیل العروری لمسائل القدوری ــــــ مولانا محمد عاشق الٰہی البرنیؒ

بہشتی زیور مُدلل مکمل ــــــ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رح

فتاویٰ رحیمیہ اردو ۱۰ حصے ــــــ مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری

فتاویٰ رحیمیہ انگریزی ۳ حصے ــــــ ،، ،، ،،

فتاویٰ عالمگیری اردو ۱۰ جلد مع پیش لفظ مولانا محمد تقی عثمانی ــــــ اورنگ زیب عالمگیر

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۲ حصے ۱۰ جلد ــــــ مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۲ جلد کامل ــــــ مولانا مفتی محمد شفیع رح

اسلام کا نظام اراضی ــــــ ،، ،، ،،

مسائل معارف القرآن (تفسیر معارف القرآن میں کر قرآنی احکام) ،، ،، ،،

انسانی اعضاء کی پیوندکاری ــــــ ،، ،، ،،

پراویڈنٹ فنڈ ــــــ ،، ،، ،،

خواتین کے لیے شرعی احکام ــــــ اہلیہ ظریف احمد تھانوی رح

بیمہ زندگی ــــــ مولانا مفتی محمد شفیع رح

رفیق سفر سفر کے آداب و احکام ،، ،، ،،

اسلامی قانون نکاح، طلاق، وراثت ــــــ فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی

علم الفقہ ــــــ مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رح

نماز کے آداب و احکام ــــــ انشاء اللہ خان مرحوم

قانون وراثت ــــــ مولانا مفتی رشید احمد صاحب

داڑھی کی شرعی حیثیت ــــــ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب

الصبح النوری شرح قدوری اعلیٰ ــــــ مولانا محمد حنیف گنگوہی

دین کی باتیں یعنی مسائل بہشتی زیور ــــــ مولانا محمد اشرف علی تھانوی رح

ہمارے عائلی مسائل ــــــ مولانا محمد تقی عثمانی صاحب

تاریخ فقہ اسلامی ــــــ شیخ محمد خضری

معدن الحقائق شرح کنز الدقائق ــــــ مولانا محمد حنیف گنگوہی

احکام اسلام عقل کی نظر میں ــــــ مولانا محمد اشرف علی تھانوی رح

حیلۂ ناجزہ یعنی عورتوں کا حق تنسیخ نکاح ،، ،، ،،